مسلم شریف کے سب سے جامع و مشہور شارح امام نوویؒ کی مقبول کتاب

ریاض الصالحین

کی جامع و مدلل شرح، اردو زبان میں پہلی بار

جلد سوم

حسب فرمائش حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی بلند شہری مہاجر مدنی رحمہ اللہ

ترجمہ و تشریح

مولانا محمد حسین صدیقی

استاذ حدیث جامعہ بنوریہ سائٹ، کراچی

کتاب کی چند خصوصیات

★ ہر حدیث کا اردو زبان میں آسان و عام فہم ترجمہ ★ احادیث کے مختلف طرق کی نشاندہی ★ جدید مسائل کا جابجا تذکرہ

★ ہر حدیث و اثر پر نمبر شمار ★ ہر حدیث و عربی عبارت مع اعراب و تشریح ★ ہر حدیث کی تخریج و راوی کے حالات کا تذکرہ

★ عہد حاضر کے فتنوں کا بہترین تعاقب ★ ہر حدیث کے حل طلب اجزاء کی بہترین و جامع تشریح ★ ہر حدیث کے مشکل الفاظ کی حل لغات و ابواب صرفیہ و نحو کے ضروری مسائل

★ ائمہ و فقہاء و محدثین کی عام فہم رائے کا اندراج ★ ہر بحث و تشریح کے حوالہ جات

زمزم پبلشرز

کتاب کا نام ـــــ روضۃ الصالحین جلد سوم جدید نظر ثانی شدہ ایڈیشن

تاریخ اشاعت ـــــ ستمبر ۲۰۱۱ء

صفحات ـــــ ۵۹۲

کمپوزنگ ـــــ فاروقِ اعظم کمپوزرز کراچی

باہتمام ـــــ احبابِ زمزم پبلشرز

ناشر ـــــ زمزم پبلشرز کراچی

شاہ زیب سینٹر نزد مقدس مسجد، اُردو بازار کراچی

فون: 021-32729089

فیکس: 021-32725673

ای میل: zamzam01@cyber.net.pk

ویب سائٹ: www.zamzampublishers.com

ملنے کے دیگر پتے

- مکتبہ بیت العلم، اردو بازار کراچی۔ فون: 32726509
- مکتبہ دار الہدیٰ، اردو بازار کراچی۔ فون: 32711814
- دار الاشاعت، اُردو بازار کراچی
- قدیمی کتب خانہ بالمقابل آرام باغ کراچی
- مکتبہ رحمانیہ، اُردو بازار لاہور

- **Madrasah Arabia Islamia**
  1 Azaad Avenue P.O Box 9786,
  Azaadville 1750 South Africa
  Tel : 00(27)114132786
- **Azhar Academy Ltd.**
  54-68 Little Ilford Lane
  Manor Park London E12 5QA
  Phone: 020-8911-9797
- **ISLAMIC BOOK CENTRE**
  119-121 Halliwell Road, Bolton
  Bl1 3NE U.K
  Tel/Fax : 01204-389080

روضۃ الصالحین مکمل سیٹ ایک نظر میں

جلداوّل

ابواب

(۱) بَابُ الْإِخْلَاصِ وَ اِحْضَارِ النِّيَّةِ تا (۳۰) بَابُ الشَّفَاعَةِ

احادیث

حدیث نمبر(۱) تا حدیث نمبر(۲۴۷)

جلد دوم

ابواب

(۳۱) بَابُ الْإِصْلَاحِ بَيْنَ النَّاسِ تا (۶۸) بَابُ الْوَرَعِ وَ تَرْكِ الشُّبُهَاتِ

احادیث

حدیث نمبر(۲۴۸) تا حدیث نمبر(۵۹۶)

جلدسوم

ابواب

(۶۹) بَابُ اِسْتِحْبَابِ الْعُزْلَةِ تا (۱۸۶) بَابُ فَضْلِ الْأَذَانِ

احادیث

حدیث نمبر(۵۹۷) تا حدیث نمبر(۱۰۴۱)

جلد چہارم

ابواب

(۱۸۷) بَابُ فَضْلِ الصَّلَوَاتِ تا (۲۵۲) بَابٌ فِیْ مَسَائِلَ مِنَ الدُّعَاءِ

احادیث

حدیث نمبر (۱۰۴۲) تا حدیث نمبر (۱۵۰۲)

جلد پنجم

ابواب

(۲۵۳) بَابُ کَرَامَاتِ الْأَوْلِیَاءِ وَفَضْلِهِمْ تا (۳۷۲) بَابُ مَا اَعَدَّ اللّٰهُ تَعَالٰی لِلْمُؤْمِنِیْنَ فِی الْجَنَّةِ

احادیث

حدیث نمبر (۱۵۰۳) تا حدیث نمبر (۱۸۹۶)

اجمالی فہرست

صفحہ	عنوان
۵۰۴	(۱۶۷) بَابُ اِسْتِحْبَابِ طَلَبِ الرُّفْقَةِ وَتَأْمِيرِهِمْ عَلٰى أَنْفُسِهِمْ وَاحِدًا يُطِيْعُوْنَهٗ ....
۵۰۷	(۱۶۸) بَابُ آدَابِ السَّفَرِ وَالنُّزُوْلِ وَالْمَبِيْتِ وَالنَّوْمِ فِي السَّفَرِ وَ اسْتِحْبَابِ السُّرٰى، وَالرِّفْقِ بِالدَّوَابِّ وَ مُرَاعَاةِ مَصْلَحَتِهَا، وَأَمْرِ مَنْ قَصَّرَ فِيْ حَقِّهَا بِالْقِيَامِ بِحَقِّهَا وَجَوَازِ الْإِرْدَافِ عَلَى الدَّابَّةِ إِذَا كَانَتْ تُطِيْقُ ذٰلِكَ .....
۵۱۶	(۱۶۹) بَابُ اِعَانَةِ الرَّفِيْقِ ....
۵۱۹	(۱۷۰) بَابُ مَا يَقُوْلُ إِذَا رَكِبَ دَآبَّتَهٗ لِلسَّفَرِ ....
۵۲۵	(۱۷۱) بَابُ تَكْبِيْرِ الْمُسَافِرِ إِذَا صَعِدَ الثَّنَايَا وَشِبْهَهَا وَتَسْبِيْحِهٖ إِذَا هَبَطَ الْأَوْدِيَةَ وَنَحْوَهَا، وَالنَّهْيِ عَنِ الْمُبَالَغَةِ بِرَفْعِ الصَّوْتِ بِالتَّكْبِيْرِ وَنَحْوِهٖ ....
۵۲۹	(۱۷۲) بَابُ اِسْتِحْبَابِ الدُّعَاءِ فِي السَّفَرِ ....
۵۳۰	(۱۷۳) بَابُ مَا يَدْعُوْ بِهٖ إِذَا خَافَ نَاسًا أَوْ غَيْرَهُمْ ....
۵۳۱	(۱۷۴) بَابُ مَا يَقُوْلُ إِذَا نَزَلَ مَنْزِلًا ....
۵۳۴	(۱۷۵) بَابُ اِسْتِحْبَابِ تَعْجِيْلِ الْمُسَافِرِ الرُّجُوْعَ اِلٰى اَهْلِهٖ اِذَا قَضٰى حَاجَتَهٗ........
۵۳۵	(۱۷۶) بَابُ اِسْتِحْبَابِ الْقُدُوْمِ عَلٰى اَهْلِهٖ نَهَارًا وَكَرَاهَتِهٖ فِي اللَّيْلِ لِغَيْرِ حَاجَةٍ ....
۵۳۶	(۱۷۷) بَابُ مَا يَقُوْلُهٗ إِذَا رَجَعَ وَإِذَا رَاٰى بَلْدَتَهٗ ....
۵۳۸	(۱۷۸) بَابُ اِسْتِحْبَابِ اِبْتِدَاءِ الْقَادِمِ بِالْمَسْجِدِ الَّذِيْ فِيْ جِوَارِهٖ وَصَلَاتِهٖ فِيْهِ رَكْعَتَيْنِ........
۵۳۹	(۱۷۹) بَابُ تَحْرِيْمِ سَفَرِ الْمَرْأَةِ وَحْدَهَا ....
۵۴۱	**كتاب الفضائل** ....
۵۴۱	(۱۸۰) بَابُ فَضْلِ قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ ....
۵۵۱	(۱۸۱) بَابُ الْاَمْرِ بِتَعَهُّدِ الْقُرْآنِ وَالتَّحْذِيْرِ مِنْ تَعْرِيْضِهٖ لِلنِّسْيَانِ ....
۵۵۳	(۱۸۲) بَابُ اِسْتِحْبَابِ تَحْسِيْنِ الصَّوْتِ بِالْقُرْآنِ وَ طَلَبِ الْقِرَاءَةِ مِنْ حَسَنِ الصَّوْتِ وَالْإِسْتِمَاعِ لَهَا........
۵۵۸	(۱۸۳) بَابٌ فِي الْحَثِّ عَلٰى سُوَرٍ وَآيَاتٍ مَخْصُوْصَةٍ........
۵۷۴	(۱۸۴) بَابُ اِسْتِحْبَابِ الْاِجْتِمَاعِ عَلَى الْقِرَاءَةِ........
۵۷۴	(۱۸۵) بَابُ فَضْلِ الْوُضُوْءِ........
۵۸۴	(۱۸۶) بَابُ فَضْلِ الْأَذَانِ ....

فہرست مضامین

صفحہ	عنوان
۶۳	اہل اعراف کا اہل جہنم سے خطاب
۶۴	اہل اعراف کون لوگ ہوں گے
۶۴	اہل اعراف سے اللہ جل شانہ کا خطاب
۶۴	آپس میں تواضع اختیار کرو
۶۵	معاف کرنے سے اللہ عزت بڑھاتے ہیں
۶۶	حضرت انس نے بچوں کو ابتداء سلام کیا
۶۶	ابتداء بالسلام کے فضائل
۶۷	آپ ﷺ کی تواضع کی مثال
۶۸	آپ ﷺ اپنے گھر کے کاموں میں مدد فرماتے تھے
۶۹	آپ ﷺ نے خطبہ چھوڑ کر ابو رفاعہ کو دین کی باتیں سکھائیں
۷۰	آپ ﷺ کرسی پر کیوں بیٹھے؟
۷۰	لقمہ گر جائے تو صاف کر کے کھالینا چاہئے
۷۱	تین انگلیوں سے کھانا کھانا چاہئے
۷۱	انگلی چاٹنے میں ترتیب
۷۲	ہر نبی نے بکریاں چرائی ہیں
۷۲	آپ ﷺ معمولی چیز کی بھی ضیافت قبول فرمالیتے تھے
۷۳	دیہاتی کا اونٹ آپ ﷺ کی اونٹنی "عضباء" سے آگے نکل گیا
۷۳	آپ ﷺ کی اونٹنی عضباء کی وجہ تسمیہ
۷۴	ہر بلندی کے لئے پستی ہے
۷۴	**باب** (۷۲) تکبر اور خود پسندی کے حرام ہونے کا بیان
۷۴	اہل جنت کی علامت
۷۵	زمین پر اکڑ کر چلنا منع ہے
۷۵	تکبر کی مذمت
۷۶	حضرت حکیم لقمان علیہ السلام کی نصیحت
۷۶	قارون کا واقعہ

صفحہ	عنوان

صفحہ	عنوان
١٢٥	**باب** (٧٧) احکام شرعیہ کی بے حرمتی کے وقت غصہ ہونے اور اللہ جل شانہ کے دین کی حمایت کرنے کا بیان ....
١٢٥	اللہ جل شانہ کے دین کی تعظیم کرنا لازم ہے ....
١٢٥	تم اللہ کی مدد کرو گے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا ....
١٢٦	امام کو نماز ہلکی پڑھانا چاہئے ....
١٢٧	حدیث سے کئی مسائل مستنبط ہوتے ہیں ....
١٢٧	قیامت کے دن سب سے زیادہ عذاب ان کو ہوگا جو اللہ سے مشابہت کرتے ہیں ....
١٢٩	حدود میں شفاعت کرنا ....
١٢٩	حدود ثابت ہونے کے بعد سفارش کرنا حرام ہے ....
١٣٠	ایک سوال اور اس کا جواب ....
١٣٠	قبلہ کی طرف تھوکنا منع ہے ....
١٣٢	**باب** (٧٨) حاکموں کو اپنی رعایا کے ساتھ نرمی کرنے اور ان کی خیر خواہی کرنے اور ان پر شفقت کرنے کا حکم اور ان پر سختی کرنے اور ان کے مصالح کو نظر انداز کرنے اور ان کی ضرورتوں سے غفلت برتنے کی ممانعت کا بیان ....
١٣٢	آپ اپنے متبعین کے لئے اپنے بازو کو پست رکھیں ....
١٣٣	یہ قرآن کی جامع ترین آیت ہے ....
١٣٤	تم سب نگہبان ہو ....
١٣٤	دھوکہ باز حاکم پر جنت حرام ہے ....
١٣٥	جنت کے حرام ہونے سے کیا مراد ہے؟ ....
١٣٦	جو حاکم رعایا کو مشقت میں ڈالتا ہے تو اس حاکم کو بھی مشقت میں ڈالا جائے گا ....
١٣٧	میرے بعد نبی نہیں آئے گا بلکہ خلفاء آئیں گے ....
١٣٨	بدترین حاکم ظلم کرنے والے ہیں ....
١٣٩	حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کی ضرورت معلوم کرنے کے لئے ایک آدمی مقرر کیا ہوا تھا ....
١٤٠	**باب** (٧٩) انصاف کرنے والے حکمران کا بیان ....
١٤٠	اللہ کا حکم ہے کہ عدل و انصاف کرو ....
١٤٠	یقیناً اللہ پاک انصاف کو پسند کرتا ہے ....
١٤١	سات آدمی اللہ کے عرش کے سایہ میں ہوں گے ....

صفحہ	عنوان

صفحہ	عنوان

صفحہ	عنوان

صفحہ	عنوان

عنوان	صفحہ

صفحہ	عنوان
۲۷۷	گرا ہوا لقمہ صاف کر کے خود کھالے، شیطان کے لئے نہ چھوڑے ....
۲۷۷	شیطان کے لئے نہ چھوڑنے کا مطلب ....
۲۷۸	کھانے کے بعد برتن کو بھی چاٹ لینا چاہئے ....
۲۷۹	آگ میں پکی ہوئی چیز سے کیا وضوء ٹوٹ جاتا ہے؟ ....
۲۷۹	مسئلہ کی تحقیق ....
۲۸۰	کھانے سے فارغ ہو کر ہاتھ ملنا چاہئے یا دھونا؟ ....
۲۸۰	کھانے سے فارغ ہونے کے بعد ہاتھ دھونے کا طریقہ ....
۲۸۱	**باب** (۱۱۰) کھانے پر ہاتھوں کی کثرت کا بیان ....
۲۸۱	دو آدمیوں کا کھانا تین آدمیوں کے لئے کافی ہو جاتا ہے ....
۲۸۱	ایک کا کھانا دو کو اور دو کا کھانا تین کو کافی ہونے کا مطلب ....
۲۸۱	دو کا کھانا چار کیلئے کافی ہوتا ہے ....
۲۸۲	**باب** (۱۱۱) پانی پینے کے آداب، برتن سے باہر تین مرتبہ سانس لینے کا استحباب، برتن میں سانس لینے کی کراہیت، اور برتن کو پہلے آدمی کے لینے کے بعد دائیں طرف باری باری گھمانے کا پسندیدہ ہونا ....
۲۸۲	آپ ﷺ پیتے وقت تین مرتبہ سانس لیتے تھے ....
۲۸۳	اونٹ کی طرح ایک سانس میں پانی نہ پیو ....
۲۸۴	پانی پیتے وقت برتن میں سانس لینا منع ہے ....
۲۸۴	برتن میں سانس لینے کے نقصانات ....
۲۸۵	تقسیم کرتے وقت دائیں جانب والے کو مقدم رکھنا چاہئے ....
۲۸۶	تقسیم کرتے وقت اگر بائیں جانب والے کو کچھ دینا ہو تو دائیں جانب والے سے اجازت لے لے ....
۲۸۸	**باب** (۱۱۲) مشک وغیرہ کو منہ لگا کر پینا مکروہ تنزیہی ہے تاہم حرام نہیں ہے ....
۲۸۸	آپ ﷺ نے مشکوں کے منہ سے پانی پینے کو منع فرمایا ....
۲۸۸	مشک سے منہ لگا کر پانی پینا منع ہے ....
۲۸۹	آپ ﷺ نے مشکیزے سے منہ لگا کر ایک مرتبہ پانی پیا ....
۲۹۰	ایک سوال اور اس کے پانچ جوابات ....
۲۹۱	**باب** (۱۱۳) پیتے وقت پانی میں پھونک مارنے کی ممانعت ....

صفحہ	عنوان

صفحہ	عنوان

عنوان	صفحہ

صفحہ	عنوان
۴۰۹	اجازت لینے کا صحیح طریقہ ....
۴۱۰	گھر میں داخل ہونے سے پہلے سلام پھر اندر آنے کی اجازت لینا چاہئے ....
۴۱۱	**باب** (۱۴۱) اجازت طلب کرنے والے سے جب پوچھا جائے کہ تم کون ہو؟ تو سنت یہ ہے کہ وہ جس نام یا کنیت سے مشہور ہو وہ بیان کردے اور اس بات کی کراہت کا بیان کہ وہ جواب میں ''میں'' یا اس قسم کے (مہمل) الفاظ کہے ....
۴۱۱	داروغۂ آسمان نے پوچھا کون! جبریل نے فرمایا محمد (ﷺ) ....
۴۱۲	آپ ﷺ نے ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کون؟ تو انہوں نے کہا، ابوذر ....
۴۱۳	آپ ﷺ نے ام ہانی سے پوچھا کون؟ تو انہوں نے کہا: ام ہانی ....
۴۱۴	آپ ﷺ نے ''میں'' جواب کو سن کر ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا ....
۴۱۵	**باب** (۱۴۲) چھینکنے والا جب الحمد للہ کہے تو اس کے جواب میں یرحمک اللہ کہنا مستحب ہے اور جب وہ الحمد للہ نہ کہے تو اس کا جواب دینا بھی مکروہ ہے اور چھینک کا جواب دینے، چھینکنے اور جمائی کے آداب کا بیان
۴۱۵	جمائی شیطان کی طرف سے ہے ....
۴۱۵	اللہ چھینک سے کیوں خوش ہوتے ہیں اور جمائی کو کیوں ناپسند کرتے ہیں؟ ....
۴۱۶	داڑھ اور کان اور کمر کے درد سے حفاظت ....
۴۱۶	جس کو چھینک آئے وہ الحمد للہ کہے ....
۴۱۷	ہر سننے والے کو یرحمک اللہ کہنے میں فقہاء کے مذاہب ....
۴۱۷	جس نے الحمد للہ نہیں کہا تو اس کو جواب میں یرحمک اللہ نہیں کہا جائے گا ....
۴۱۸	جس صحابی نے الحمد للہ نہیں کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو جواب میں یرحمک اللہ نہیں کہا ....
۴۱۹	جس کو چھینک آئے تو وہ اپنا ہاتھ یا اپنا کپڑا منہ پر رکھ لے ....
۴۲۰	چھینک آتے وقت آواز کو پست رکھنے کی حکمت ....
۴۲۰	یہود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بتکلف چھینکتے تھے تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ رحمت کی دعا حاصل کرسکیں .....
۴۲۱	جمائی کے وقت اپنا منہ بند رکھنا چاہئے ....
۴۲۱	شیطان کے منہ میں داخل ہونے کا مطلب ....
۴۲۲	**باب** (۱۴۳) ملاقات کے وقت مصافحہ کرنے، خندہ پیشانی سے پیش آنے اور نیک آدمی کے ہاتھ کو بوسہ دینے اور اپنی اولاد کو شفقت کے ساتھ چومنے اور سفر سے آنے والے سے معانقہ کرنے کا جواز، لیکن سر جھکانے کی کراہیت کا بیان ....
۴۲۲	صحابہ بھی آپس میں مصافحہ کرتے تھے ....

صفحہ	عنوان
۴۲۲	مصافحہ کی تعریف ....
۴۲۳	یمن میں مصافحہ کا رواج پہلے سے موجود تھا ....
۴۲۳	مصافحہ میں ہاتھ جدا ہونے سے پہلے گناہ معاف ہوجاتے ہیں
۴۲۴	مصافحہ کرنے کے فضائل ....
۴۲۴	سلام سر کو جھکائے بغیر کرنا چاہئے
۴۲۵	سلام کرتے وقت جھکنے کا حکم ....
۴۲۵	معانقہ کرنا اور بوسہ لینا کیا مکروہ ہے؟ ....
۴۲۶	یہودیوں نے آپ ﷺ کے ہاتھ اور پیر کو بوسہ دیا........
۴۲۶	کیا پاؤں کا بوسہ دینا جائز ہے؟ ....
۴۲۷	حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ ہم نے آپ ﷺ کے ہاتھ کو بوسہ دیا........
۴۲۷	کن کو پیار کرنا جائز اور کن کو پیار کرنا ناجائز ہے........
۴۲۸	آپ ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ سے معانقہ کے ساتھ ان کو پیار بھی کیا ....
۴۲۸	سفر کی واپسی پر معانقہ کرنا بالاتفاق جائز ہے ....
۴۲۹	نیک لوگوں کے ہاتھ کو بوسہ دینا مستحب ہے ....
۴۲۹	بھائی سے خندہ پیشانی کے ساتھ ملنا بھی نیکی ہے ....
۴۳۰	آپ ﷺ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو پیار کرتے تھے ....
۴۳۱	**كتاب عيادة المريض، وتشييع الميت،** ....
۴۳۱	بیمار کی مزاج پرسی، جنازے کے ساتھ جانے، جنازے کی نماز پڑھنے اور دفن کے وقت میں موجود رہنے اور دفن کرنے کے بعد قبر پر کچھ دیر ٹھہرنے کا بیان ....
۴۳۱	**باب** (۱۴۴) باب الامر بالعيادة وتشييع الميت ....
۴۳۱	مسلمان کے مسلمان پر چند حقوق ہیں ....
۴۳۲	مسلمان کے مسلمان پر پانچ حق ہیں ....
۴۳۳	اللہ جل شانہ کا انسانوں سے شکوہ ....
۴۳۴	آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین کام کرنے کو ارشاد فرمایا........
۴۳۵	بھوکے کو کھانا کھلانا کب سنت اور کب فرض ہوتا ہے؟........

صفحہ	عنوان

عنوان	صفحہ

صفحہ	عنوان

صفحہ	عنوان

عنوان	صفحہ

راویوں کے ناموں کی فہرست

کلماتِ مبارکہ

از شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب

بانی جامعہ فاروقیہ کراچی، صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان

نحمده ونصلي على رسوله الكريم: اما بعد!

امام ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی رحمۃ اللہ علیہ (التوفی ۶۷۶ھ) کا نام نامی اہل علم کے لئے نیا نہیں، آپ کی تصانیف وشروح کو اللہ جل جلالہ نے جو قبول عطا فرمایا ہے وہ "اظهر من الشمس" ہے۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کی مقبول عام کتب میں سے ایک کتاب "رياض الصالحين" بھی ہے جس میں نہایت جامعیت کے ساتھ انہوں نے احادیث کے ذخیرہ میں سے بہترین احادیث کا انتخاب فرمایا جن میں زندگی کے ہر پہلو سے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات آگئیں۔

اس کتاب کو بھی روز تصنیف سے لوگوں نے ہاتھوں ہاتھ لیا، چونکہ کتاب آسان اور عام فہم ہے اس لئے علماء کے علاوہ عربی جاننے والے عامة المسلمین میں بھی خوب مقبول ہوئی، یہی وجہ ہے کہ وفاق المدارس العربیہ نے بھی اپنے نصاب میں اس کو رکھا ہے۔ اس کتاب کی عربی میں تو علامہ ابن علان شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے "دليل الفالحين" کے نام سے مبسوط شرح لکھ دی ہے، لیکن اردو کا دامن ابھی تک اس کی کسی مفصل شرح سے خالی تھا، اگرچہ اردو میں اس کے کئی تراجم سامنے آچکے ہیں لیکن باقاعدہ شرح کی حیثیت سے ابھی تک ہمارے علم کے مطابق کوئی کتاب نہیں آئی تھی۔

اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے مولانا محمد حسین صاحب صدیقی (فاضل بنوری ٹاؤن واستاذ الحدیث جامعہ بنوریہ سائٹ کراچی) کو کہ انہوں نے اس کام کا بیڑا اٹھایا اور اس کام کو شروع کیا، تقریباً چھ سو صفحات پر مشتمل اس کی پہلی جلد منظر عام پر آچکی ہے اور آگے کام جاری ہے۔

جستہ جستہ مقامات سے اس کتاب کو ہم نے دیکھا، مولانا نے اس کتاب کی تیاری میں بڑی محنت کی، چنانچہ ترجمہ، تشریح، حل لغات، تخریج حدیث اور تعارف راوی حدیث کا التزام کیا ہے، مجموعی طور پر کتاب بہت مفید معلوم ہوئی، کتاب کی کمپیوٹر کمپوزنگ کی تصحیح و تنسیق میں کچھ کمی محسوس ہوئی، جس کا تعلق عام طور پر ذوق سے ہے، امید ہے اس طرف توجہ دی جائے گی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مذکورہ شرح کو اصل کی طرح قبول عام وتام نصیب فرمائے اور اس کی افادیت کو عامة المسلين کے لئے دو چند فرمائے اور مصنف و ناشرین سب کے لئے اس کتاب کو صدقہ جاریہ بنائے، آمین۔

سلیم اللہ خان

۱۴۲۲/۶/۲۱ھ / ۲۰۰۱/۹/۱۰ء

(٦٩) بَابُ اِسۡتِحۡبَابِ الۡعُزۡلَةِ عِنۡدَ فَسَادِ الزَّمَانِ أَوِ الۡخَوۡفِ مِنۡ فِتۡنَةٍ فِي الدِّيۡنِ أَوۡ وُقُوۡعٍ فِيۡ حَرَامٍ أَوۡ شُبُهَاتٍ وَنَحۡوِهَا

لوگوں اور زمانے کے فساد کے وقت اور دین میں فتنہ کے خوف سے نیز حرام اور مشتبہ چیزوں میں مبتلا ہونے کے اندیشے سے گوشہ نشینی کے پسندیدہ ہونے کا بیان

اللہ کی طرف بھاگو

قَالَ اللّٰهُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی: ﴿فَفِرُّوۡا إِلَى اللّٰهِ إِنِّيۡ لَكُمۡ مِنۡهُ نَذِيۡرٌ مُبِيۡنٌ﴾ (سورة الزريات: ٥٠)

ترجمہ: ”اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے: بھاگو اللہ کی طرف، میں تم کو اس کی طرف سے ڈرسناتا ہوں۔“

تشریح: علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ مراد اس آیت سے یہ ہے کہ اپنے گناہوں سے بھاگو اللہ کی طرف توبہ کرو حضرت ابوبکر وراق اور حضرت جنید بغدادی رحمہما اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ نفس و شیطان جو معاصی کی طرف دعوت دینے والے ہیں تم ان سے بھاگ کر اللہ جل شانہ کی پناہ میں آجاؤ وہ تمہیں ان کے شر سے بچالیں گے۔ (۱)

اِنِّیۡ لَکُمۡ مِنۡهُ نَذِیۡرٌ مُبِیۡنٌ: میں تم کو اس کی طرف سے ڈرسناتا ہوں۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ میں تم کو اللہ جل شانہ کے عذاب سے ڈراتا ہوں اللہ کی نافرمانی اور اس کے حکم کی سرکشی سے اللہ سے دوری ہوتی ہے اور اس کا غضب آتا ہے اس کا غضب عذاب کی شکل میں نازل ہوتا ہے۔ (۲)

(۱) تفسیر قرطبی
(۲) تفسیر مظہری ۱۱/۱۱۴

پرہیزگار بے نیاز مؤمن اللہ کو محبوب ہے

(٥٩٧) ﴿وَعَنۡ سَعۡدِ بۡنِ أَبِيۡ وَقَّاصٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنۡهُ قَالَ: سَمِعۡتُ رَسُوۡلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ يَقُوۡلُ: إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الۡعَبۡدَ التَّقِيَّ الۡغَنِيَّ الۡخَفِيَّ﴾ (رواه مسلم)

اَلۡمُرَادُ "بِالۡغَنِيِّ" غَنِيُّ النَّفۡسِ، كَمَا سَبَقَ فِي الۡحَدِيۡثِ الصَّحِيۡحِ.

ترجمہ: ''حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ اس بندے سے محبت رکھتا ہے جو پرہیز گار، مخلوق سے بے نیاز اور پوشیدہ ہو۔''

"غَنِیٌّ" کا مطلب دل کا غنی ہونا ہے یعنی جو صرف اللہ سے امید وابستہ کرے لوگوں سے نہیں جیسا کہ صحیح حدیث میں اس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے۔

لغات: ❖ التقی: تَقٰی یَتقِی تُقًی وَتِقَاءً وَتَقِیَّۃً پرہیز کرنا، بچنا مجرد باب ضرب سے اور مزید فیہ یہ باب افتعال وغیرہ سے آتا ہے۔ الخفی لوگوں سے علیحدہ، مخفی جگہ میں رہنے والا۔ باب سَمِعَ اور مزید فیہ افعال وغیرہ سے آتا ہے۔

تشریح: اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْعَبْدَ التَّقِیَّ: اللہ جل شانہ اس بندے سے محبت کرتے ہیں جو پرہیز گار ہو متقی ہو۔ یہی بات قرآن مجید کی اس آیت میں بھی آتی ہے:

﴿اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُتَّقِیْنَ﴾ (سورۃ التوبہ)

علماء کہتے ہیں کہ متقی اس کو کہتے ہیں جو محرمات کے ساتھ ساتھ مکروہات بلکہ مشتبہات سے بھی اپنے آپ کو بچاتا ہو۔ (۱)

"اَلْغَنِیَّ" جو بے نیاز ہو، یہاں غنی سے دنیاوی مال دولت والا مراد نہیں ہے بلکہ دل کا غنی ہونا مراد ہے جیسے کہ دوسری روایت میں آتا ہے:

﴿اَلْغِنٰی غِنَی النَّفْسِ﴾

اصل غنی تو دل کا غنی ہوتا ہے۔ (۲)

"الخفی" چھپا ہوا ہو یہ اس وقت کی بات ہے جب کہ فساد زمانہ اور لوگوں سے اختلاط کی صورت میں دین کا محفوظ رکھنا مشکل ہو، علماء فرماتے ہیں ابھی یہ وقت نہیں آیا کہ آدمی لوگوں کو چھوڑ کر جنگل میں چلا جائے اور عبادت میں لگ جائے۔

تخریج حدیث: اخرجه مسلم فی اوائل کتاب الزهد والرقاق واحمد ۱/۱٤٤۱ وهكذا ابونعيم فی الحلية ۱/۲٤.

نوٹ: راوی حدیث حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۶) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) روضۃ المتقین ۲/۱۴۴

(۲) روضۃ المتقین ۲/۱۴۵

اپنی جان و مال سے جہاد کرنے والا مؤمن افضل ہے

(۵۹۸) ﴿وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَجُلٌ: اَیُّ النَّاسِ اَفْضَلُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ؟ قَالَ: "مُؤْمِنٌ مُجَاھِدٌ بِنَفْسِہٖ وَمَالِہٖ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ" قَالَ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: "ثُمَّ رَجُلٌ مُعْتَزِلٌ فِیْ شِعْبٍ مِنَ

الشِّعَابِ يَعْبُدُ رَبَّهٗ". وفی رواية: "يَتَّقِي اللّٰهَ، وَيَدَعُ النَّاسَ مِنْ شَرِّهٖ﴾ (متفق عليه)

ترجمہ: ''حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ! لوگوں میں کون سا آدمی افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا وہ مؤمن جو اللہ کے راستے میں اپنی جان و مال کے ساتھ جہاد کرے پھر اس نے پوچھا پھر کون؟ آپ نے فرمایا پھر وہ آدمی جو کسی گھاٹی میں الگ تھلگ ہو کر اپنے رب کی عبادت کرے اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ سے ڈرتا ہو اور لوگوں کو اپنے شر سے محفوظ رکھے۔'' (بخاری و مسلم)

لغات: ❖ معتزل: اِعْتَزَلَ يَعْتَزِلُ اِعْتِزَالًا جدا ہو جانا باب نصر وضرب، مزید افتعال سے۔ شِعْبٌ پہاڑی راستہ، پانی کا راستہ، درہ کوہ، بڑا قبیلہ، جانب، جمع شعاب

تشریح: اَیُّ النَّاسِ اَفْضَلُ؟ سب سے بہترین شخص کون ہے؟ بعض روایات میں اس جگہ "خَيْرُ النَّاسِ مَنْزِلًا"[1] کہ قدر ومنزلت کے اعتبار سے کون شخص بہتر ہے اور بعض روایات میں "أَیُّ النَّاسِ اَكْمَلُ اِيْمَانًا" [2] کا لفظ بھی آتا ہے۔

رَجُلٌ يُّجَاهِدُ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِمَالِهٖ وَنَفْسِهٖ: وہ مؤمن جو اللہ کے راستے میں اپنی جان اور اپنے مال کے ساتھ جہاد کرے دوسری روایت میں اس جگہ پر "رجل يجاهد فی سبيل الله بنفسه وماله"[3] کا لفظ بھی آتا ہے۔

سوال: احادیث میں یہ سوال کئی صحابہ نے پوچھا کہ بہتر عمل کون سا ہے مگر آپ نے سب کو الگ الگ جواب دیا، افضل ترین عمل ایک ہی ہونا چاہئے؟

جواب: جس چیز کی ضرورت اس وقت میں یا سائل کو ہوتی آپ ﷺ اسی کے اعتبار سے جواب دیتے تھے۔

رَجُلٌ مُّعْتَزِلٌ فِیْ شِعْبٍ مِنَ الشِّعَابِ يَعْبُدُ رَبَّهٗ: جو پہاڑ کی کسی گھاٹی میں گوشہ نشین ہو کر اپنے رب کی عبادت کرتا ہے۔ "شِعْبٌ" پہاڑی راستے یا دو پہاڑوں کے درمیان کے راستے کو کہتے ہیں۔ ایک دوسری روایت میں "يَعْبُدُ رَبَّهٗ" کی جگہ پر "يَتَّقِي اللّٰهَ" کا لفظ بھی وارد ہوا ہے کہ وہ اللہ سے ڈرنے والا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ جس میں ہمت نہ ہو اپنے ایمان کو محفوظ رکھنے کی تو اب یہ لوگوں کو چھوڑ کر پہاڑ پر چلا جائے اور وہاں پر گوشہ نشینی اختیار کر لے اور اللہ کی عبادت میں مشغول رہے تاکہ لوگ اس کے شر سے محفوظ رہیں اور یہ لوگوں کے شر سے محفوظ رہے۔[4]

تنبیہ: یہ رہبانیت کی تعلیم نہیں ہے کیونکہ اس میں آدمی مستقل طور پر جنگل میں چلا جاتا ہے اور یہاں پر وقتی طور سے اور ہنگامی ضرورت کے پیش نظر وہاں جاتا ہے اور جب یہ حالات اور مجبوری ختم ہو جائے تو پھر یہ واپس آجاتا ہے۔

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی كتاب الجهاد تحت باب افضل الناس مؤمن يجاهد بنفسه وماله فی سبيل الله مسلم فی كتاب الامارة باب فضل الجهاد والرباط واحمد ١١٣٢٢/٤ والترمذی والنسائی وابوداود وابن ماجه وابن حبان ٤٥٩٩، وهكذا فی البيهقی ١٥٩/٩.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۲۰) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔
(۱) رواہ الترمذی والنسائی (۲) رواہ الحاکم
(۳) رواہ البخاری (۴) رواہ البخاری
(۵) روضۃ المتقین ۲/۴۶

فتنہ کے زمانے میں آدمی لوگوں سے الگ تھلگ رہے

(۵۹۹) ﴿وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: "یُوْشِکُ أَنْ یَّکُوْنَ خَیْرُ مَالِ الْمُسْلِمِ غَنَمٌ یَتَّبِعُ بِھَا شَعَفَ الْجِبَالِ، وَمَوَاقِعَ الْقَطْرِ یَفِرُّ بِدِیْنِہٖ مِنَ الْفِتَنِ﴾ (رواہ البخاری)
وَ "شَعَفُ الْجِبَالِ": أَعْلَاھَا.

ترجمہ: ''سابق راوی ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قریب ہے کہ مسلمان کا بہترین مال بکریاں ہوں گی جن کو لے کر وہ پہاڑوں کی چوٹیوں اور بارش برسنے والی جگہوں پر چلا جائے گا اس کا یہ فرار فتنوں سے اپنے دین کو بچانے کے لئے ہوگا۔'' (بخاری)

لغات: ❖ شَعَفَ الْجِبَالِ: پہاڑ کی چوٹی، سر کے بالوں کی لٹ، ہر چیز کی چوٹی، جمع شَعَفٌ شُعُوْف شِعَاف یہ شعف کی جمع نہیں بلکہ "شَعْفَۃ" کی جمع ہیں۔

مَوَاقِعَ الْقَطْرِ: بارش ہونے کی جگہ اس کا مفرد "مَوْقِعٌ"

تشریح: خَیْرُ مَالِ الْمُسْلِمِ غَنَمٌ: مسلمان کا بہترین مال بکریاں ہوں گی۔ علماء فرماتے ہیں بکری کا ذکر اس لئے کیا گیا ہے کہ اس کے اندر مسکنت اور تواضع ہوتی ہے اور اس کو اٹھا کر انسان پہاڑی پر جا کر خلوت نشینی اختیار کرسکتا ہے، اور بعض علماء نے اس کی دوسری وجہ یہ لکھی ہے کہ بکری منفعت میں زیادہ ہے اور مشقت میں کم ہے کہ اگر اس کے لئے آپ دانہ اور چارے کا انتظام نہ کرسکیں تو وہ خود اپنے چارے کا انتظام کر لیتی ہے اور اس کا دودھ غذا اور مشروب دونوں کا کام دیتا ہے اور اس کی نسل بھی زیادہ ہوتی ہے۔ (۱)

"مَوَاقِعَ الْقَطْرِ" بارش برسنے کی جگہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جہاں پر زیادہ بارش ہوتی ہے جیسے وادیاں، صحراء اور جنگلات وغیرہ۔ (۲)

"یَفِرُّ بِدِیْنِہٖ مِنَ الْفِتَنِ" اس کا یہ بھاگنا فتنوں سے اپنے دین کو بچانے کے لئے ہوگا۔ علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ فتن سے مراد عرف شرع میں یہ ہے کہ دینی امور کی مخالفت عام ہو جائے اور اس کی حفاظت مشکل ہو جائے اور اس کے اسباب و ذرائع مفقود ہو جائیں تو کمزوروں کو اجازت ہے کہ وہ حفاظت دین کی خاطر نکل جائیں۔ (۳)

گوشہ نشینی کب جائز ہے

علماء فرماتے ہیں کہ اگر فتنوں کا زمانہ نہ ہو تو اختلاط بہتر ہے کیونکہ اس میں بہت سے فوائد حاصل ہو سکتے ہیں جو گوشہ نشینی میں حاصل نہیں ہو سکتے۔ (۳)

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "وَالْمُخْتَارُ تَفْضِيْلُ الْخَلْطَةِ لِمَنْ لَا يَغْلِبُ عَلٰى ظَنِّهِ الْوُقُوْعُ فِي الْمَعَاصِيْ"(۴)

ترجمہ: اختلاط اولی اور افضل ہے اس شخص کے لئے جس کو اپنے دین میں نقصان کا خطرہ نہ ہو۔ ہاں اگر فتنے کا دور ہے اور وہ شخص فتنوں کے دبانے پر قادر نہیں تو اب اس کے لئے تنہائی اور یکسوئی اختیار کرنا افضل اور اولی ہے۔ (۵)

تخریج حدیث: **اخرجه البخاری فی کتاب الایمان تحت باب من الدین الفرار من الفتن والنسائی وابن ماجه وابوداود.**

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۲۰) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) امداد الباری ۴/۴۵۲ (۲) فتح الباری ۱/۶۹ (۳) درس بخاری ۱/۸۱

(۴) فتح الباری ۱۳/۴۳ کتاب الفتن باب التعرب فی الفتن (۵) عمدۃ القاری ۱/۱۶۳

آپ ﷺ نے بھی بکریاں چرائیں ہیں

(۶۰۰) ﴿وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَا بَعَثَ اللّٰهُ نَبِيًّا إِلَّا رَعَى الْغَنَمَ" فَقَالَ أَصْحَابُهُ: وَأَنْتَ؟ قَالَ: نَعَمْ، كُنْتُ أَرْعَاهَا عَلٰى قَرَارِيْطَ لِاَهْلِ مَكَّةَ﴾ (رواه البخاری)

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جو نبی بھی بھیجا اس نے بکریاں ضرور چرائیں۔ آپ ﷺ کے صحابہ نے پوچھا اور آپ نے بھی؟ آپ ﷺ نے فرمایا، ہاں! میں نے مکہ والوں کی بکریاں چند قراریط کے عوض چرائیں۔" (بخاری)

لغات: ❖ رعی: رَعٰی يَرْعٰی رَعْيًا رِعَايَةً وَمَرْعًى جانور کا گھاس چرنا۔

❖ قراریط: م: قِرَاطٌ وقِيْرَاطٌ نصف دانق اور بقول بعض دینار کا ۶/۴ اور بقول بعض دینار کا دسواں حصہ۔

تشریح:

ہر نبی نے بکریاں چرائیں

مَا بَعَثَ اللّٰهُ نَبِيًّا إِلَّا رَعَى الْغَنَمَ: اللہ نے جو نبی بھی بھیجا اس نے بکریاں ضرور چرائیں۔

اس میں علماء فرماتے ہیں اس کی بظاہر وجہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے لئے انسانوں کے ساتھ معاملہ کرنا اور ان کی طرف سے پہنچنے والی تکالیف کو برداشت کرنا آسان ہو جائے کیونکہ چرواہے کو بکریوں کی حفاظت کے لئے بہت صبر وضبط سے کام لینا پڑتا ہے نیز اس میں مشق کروائی جاتی ہے کہ امت کے ساتھ بھی محبت وشفقت، محنت ومشقت، باہمی ربط وتعلق اور خیر خواہی کا رابطہ رکھا جائے اور علماء نے لکھا ہے اسی طرح یہ سبق بھی ہے ایک رہبر بادشاہ اور قوم کے بڑے آدمی کے لئے کہ وہ بھی قوم کے ساتھ وہی معاملہ کرے جو ایک چرواہا اپنی بکریوں کے ساتھ کرتا ہے۔ (۱)

"قَرَارِيْطُ" یہ قیراط کی جمع ہے یہ دینار کے بیسویں حصے کو یا چوبیسویں حصہ کو کہتے ہیں (۲) نیز حدیث بالا میں اس بات کی بھی ترغیب ہے کہ دعوت دینے والا آدمی لوگوں کے ساتھ رہے اور ان کی تکالیف کو برداشت کرے اور اپنے اندر ہمدردی وتواضع پیدا کرے جیسے کہ چرواہے میں یہ باتیں ہوتی ہیں۔ (۳)

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب الاجارة تحت باب من رعی الغنم علی قراریط، وابن ماجه.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ (عبدالرحمٰن) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) مظاہر حق ۳/۴۷۱، مرقاۃ (۲) روضۃ المتقین ۲/۱۴۷ (۳) نفس مصادر

اللہ کے راستہ کے لئے تیار رہنے والا اللہ کے نزدیک پسندیدہ ہے

(۶۰۱) ﴿وَعَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: "مِنْ خَيْرِ مَعَاشِ النَّاسِ لَهُمْ رَجُلٌ مُمْسِكٌ عِنَانَ فَرَسِهِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، يَطِيْرُ عَلٰى مَتْنِهِ، كُلَّمَا سَمِعَ هَيْعَةً أَوْفَزْعَةً، طَارَ عَلَيْهِ يَبْتَغِي الْقَتْلَ، أَوِ الْمَوْتَ مَظَانَّهُ، أَوْ رَجُلٌ فِيْ غُنَيْمَةٍ فِيْ رَأْسِ شَعَفَةٍ مِنْ هٰذِهِ الشَّعَفِ أَوْ بَطْنِ وَادٍ مِنْ هٰذِهِ الْاَوْدِيَةِ، يُقِيْمُ الصَّلَاةَ وَيُؤْتِي الزَّكَاةَ، وَيَعْبُدُ رَبَّهُ حَتّٰى يَأْتِيَهُ الْيَقِيْنُ لَيْسَ مِنَ النَّاسِ إِلَّا فِيْ خَيْرٍ﴾

(رواه مسلم)

"يَطِيْرُ" أَيْ يُسْرِعُ "وَمَتْنُهُ": ظَهْرُهُ "وَالْهَيْعَةُ": الصَّوْتُ لِلْحَرْبِ. "وَالْفَزْعَةُ": نَحْوُهُ وَ "مَظَانُّ الشَّيْءِ" اَلْمَوَاضِعُ الَّتِيْ يُظَنُّ وَجُوْدُهُ فِيْهَا. "وَالْغُنَيْمَةُ" بِضَمِّ الْغَيْنِ تَصْغِيْرُ الْغَنَمِ. "وَالشَّعَفَةُ" بِفَتْحِ الشِّيْنِ وَالْعَيْنِ. فِيْ أَعْلَى الْجَبَلِ.

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا لوگوں میں سب سے اچھی زندگی اس آدمی کی ہے جو اللہ کی راہ میں اپنے گھوڑے کی لگام تھامے ہوئے ہو اس کی پیٹھ پر سوار ہو کر اڑتا ہے جب بھی کوئی لڑائی یا گھبراہٹ کی آواز سنتا ہے تو فوراً اس پر اڑ کر وہاں پہنچتا ہے، قتل ہو جانے یا

موت کے متوقع مقامات کو تلاش کرتا ہے۔ یا وہ آدمی جو تھوڑی سی بکریوں کے ساتھ پہاڑ کی چوٹی پر یا ان وادیوں میں سے کسی وادی میں اقامت گزیں ہو۔ وہاں نماز قائم کرتا ہو زکوۃ ادا کرتا ہو اور اپنے رب کی عبادت کرتا ہو حتی کہ اسے موت آجائے وہ لوگوں سے اچھی حالت میں ہے۔'' (مسلم)

''یطیر'' معنی جلدی کرتا ہے۔ ''متنه'' اس کی پیٹھ۔ ''هیعة'' لڑائی کی آواز، دھماکہ، فائرنگ کی آواز۔ ''فزعة'' لڑائی کی گھبراہٹ کو کہتے ہیں۔ ''مظان الشیء'' جن مواقع میں جنگ کی شدت متوقع ہو۔ ''اَلْغُنَیْمَةُ'' (غین کے پیش کے ساتھ) غنم کی تصغیر ہے۔ ''الشعفة'' (شین اور عین کے فتح کے ساتھ) پہاڑ کی بلندی کو کہتے ہیں۔

لغات: ❖ یطیر: طَارَ یَطِیْرُ طَیْرًا وطَیَرَانًا وطَیْرُورَةً پرندہ کا اڑنا، دوڑنا، جلدی کرنا۔ متنه پیٹھ جمع ''متان و متنون'' ہر چیز کا ظاہری حصہ۔ الفزعة گھبراہٹ، خوف، الیقین: زوال شک، یقینی امر، موت۔

تشریح: محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اس حدیث سے کئی باتیں معلوم ہوتی ہیں کہ:

❶ مسلمان ہر وقت دشمنان دین کے لئے تیار رہے۔

❷ اپنے نفس و شیطان سے مقابلہ کرتا رہے۔

❸ دنیا کی فانی لذتوں اور نفس کی باطل خواہشات و شہوات سے اجتناب اور اپنے آپ کو بچائے رکھے۔

❹ دین کی تائید اور شریعت کی تقویت کے لئے لوگوں کے درمیان رہن سہن اختیار کرے تو بہتر ہے ورنہ اگر دنیا والوں کے ساتھ رہنے میں دین و شریعت کو نقصان پہنچے اور ایمان کے ضائع ہونے کا خطرہ ہو تو اب گوشہ نشینی اختیار کر لے۔ جیسے کہ انبیاء علیہم السلام اکثر صحابہ کرام تابعین عظام علماء و مشائخ اور زاہدان طریقت کا معمول رہا ہے کہ اسی کے ذریعے سے آدمی نماز جمعہ، جماعت کی نماز، نماز جنازہ اور عیادت مریض اور بہت سی عبادات کرسکتا ہے جب کہ ایک گوشہ نشینی اختیار کرنے والے کو یہ فوائد حاصل نہیں ہو سکتے [1] ''واللہ اعلم وعلمه اتم واحکم.''

تخریج حدیث: اخرجه مسلم فی کتاب الامارة تحت باب فضل الجهاد والرباط وهکذا ابن ماجه ۳۹۷۷.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ (عبدالرحمٰن) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) مرقاۃ، تعلیق الصبیح عمدۃ القاری ۱/۶۳ و فتح الباری ۱۳/۴۳

(۷۰) بَابُ فَضْلِ الْاِخْتِلَاطِ بِالنَّاسِ وَحُضُوْرِ جَمْعِهِمْ وَجَمَاعَاتِهِمْ وَمَشَاهِدِ الْخَيْرِ، وَمَجَالِسِ الذِّكْرِ مَعَهُمْ، وَعِيَادَةِ مَرِيْضِهِمْ، وَحُضُوْرِ جَنَائِزِهِمْ، وَمُؤَاسَاةِ مُحْتَاجِهِمْ، وَإِرْشَادِ جَاهِلِهِمْ، وَغَيْرِ ذٰلِكَ مِنْ مَصَالِحِهِمْ لِمَنْ قَدَرَ عَلَى الْاَمْرِ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْيِ عَنِ الْمُنْكَرِ، وَقَمَعَ نَفْسَهٗ عَنِ الْاِيْذَاءِ، وَصَبَرَ عَلَى الْاَذٰى

لوگوں سے میل جول رکھنے کی فضیلت کے بیان میں، نماز جمعہ، جماعتوں میں، نیکی کے مقامات میں، ذکر کی مجالس میں لوگوں کے ساتھ حاضر ہونا، بیمار کی عیادت کرنا، جنازوں میں شامل ہونا محتاجوں کی غم خواری کرنا، جاہل کی رہنمائی کرنا وغیرہ، مصالح کے لئے لوگوں سے ربط و تعلق رکھنا، اس شخص کے لئے جو نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کی قدرت رکھتا ہو، اور لوگوں کو تکلیف پہنچانے سے اپنے نفس کو باز رکھے اور تکلیف پہنچنے پر صبر کرے

﴿اِعْلَمْ أَنَّ الْاِخْتِلَاطَ بِالنَّاسِ عَلَى الْوَجْهِ الَّذِیْ ذَکَرْتُهٗ هُوَ الْمُخْتَارُ الَّذِیْ كَانَ عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَسَائِرُ الْاَنْبِيَاءِ صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهٗ عَلَيْهِمْ، وَكَذٰلِكَ الْخُلَفَاءُ الرَّاشِدُوْنَ، وَمَنْ بَعْدَهُمْ مِنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِيْنَ، وَمَنْ بَعْدَهُمْ مِنْ عُلَمَاءِ الْمُسْلِمِيْنَ وَأَخْيَارِهِمْ وَهُوَ مَذْهَبُ أَكْثَرِ التَّابِعِيْنَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ، وَبِهٖ قَالَ الشَّافِعِیُّ وَأَحْمَدُ، وَأَكْثَرُ الْفُقَهَاءِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ أَجْمَعِيْنَ.﴾

ترجمہ: ''یاد رکھو کہ لوگوں کے ساتھ اختلاط رکھنے کی وہ صورت جس کا میں نے ذکر کیا ہے پسندیدہ صورت ہے اسی پر آپ ﷺ، تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام، حضرات خلفاء راشدین، صحابہ کرام، تابعین علماء و صلحاء کار بند ہیں، اکثر تابعین اور ما بعد کے لوگوں کا بھی یہی مذہب ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ اور اکثر

فقہاء اسی کے قائل ہیں۔"

گوشہ نشینی افضل ہے یا اختلاط؟

اس میں دو مذہب ہیں:

پہلا مذہب: علامہ نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تو فیصلہ کیا ہے کہ اختلاط رکھنا لوگوں کے ساتھ افضل ہے یہی مسلک ہے امام شافعی اور جمہور علماء کا۔

دوسرا مذہب: زاہدان طریقت کا مسلک یہ ہے کہ کنارہ کشی کرنا یہ افضل ہے علامہ کرمانی رحمہ اللہ تعالیٰ بھی یہی فرماتے ہیں ہمارے زمانے میں بھی گوشہ نشینی افضل ہے کیونکہ عام مجالس شاذ و نادر ہی معاصی سے خالی ہوتی ہیں۔ (۱)

جواب: جمہور علماء فرماتے ہیں لوگوں سے کنارہ کشی افضل اس صورت میں ہے جب کہ فتنوں سے بھرپور زمانہ ہو یہ آدمی لوگوں کی ایذا کو برداشت بالکل نہ کرسکتا ہو یا یہ کہ اس کی شرارت سے لوگ سالم نہ رہتے ہوں ان صورتوں میں گوشہ نشینی ہی ایسے لوگوں کے لئے بہتر ہے کیونکہ لوگوں کے ساتھ رہنے میں جو فوائد ہیں وہ اکیلے رہنے میں نہیں ہیں مثلاً جمعہ، جماعت کی نماز، نماز جنازہ وغیرہ اکیلے رہنے والا آدمی ان سے محروم رہتا ہے۔ (۲)

اس کی تائید میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت بھی آتی ہے:

﴿اَلْمُؤْمِنُ الَّذِیْ یُخَالِطُ النَّاسَ وَیَصْبِرُ عَلٰی آذَاهُمْ اَعْظَمُ اَجْرًا مِنَ الْمُؤْمِنِ الَّذِیْ لَا یُخَالِطُ النَّاسَ وَلَا یَصْبِرُ عَلٰی آذَاهُمْ﴾ (۳)

ترجمہ: "وہ مؤمن جو لوگوں سے اختلاط رکھتا ہو اور ان کی تکالیف پر صبر کرتا ہو یہ اجر کے اعتبار سے بہتر ہے اس مؤمن سے جو لوگوں سے اختلاط نہ رکھتا ہو اور نہ ان کی تکالیف پر صبر کرتا ہو۔"

(۱) شرح کرمانی شرح بخاری ۱/۱۱۱ (۲) عمدۃ القاری ۱/۱۶۳ (۳) ابن ماجہ کتاب الفتن، باب الصبر علی البلاء

نیکی اور تقوی کے کام میں تعاون کیا جائے

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿وَتَعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی﴾ (سورۃ المائدہ: ۲)

ترجمہ: "ارشاد خداوندی ہے: نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کیا کرو۔"

تشریح: مفسرین رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اس آیت میں ایک ایسے اصولی اور بنیادی مسئلہ کو بیان کیا گیا ہے جو پورے عالم کی روح ہے کہ جس طرح ہر آدمی کی صلاح و فلاح ضروری ہوتی ہے اسی طرح دوسرے کی مدد کرنا بھی اس پر ضروری ہے۔

اسی کو حدیث پاک میں "اَلدَّالُّ عَلَی الْخَیْرِ کَفَاعِلِهٖ" کے ساتھ بیان فرمایا گیا ہے کہ جو شخص کسی کو نیکی کا راستہ بتادے

تو اس کا ثواب ایسا ہی ہے جیسے اس نیکی کو خود اس نے کیا ہو۔

اسی طرح دوسری روایت میں فرمایا گیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص لوگوں کو ہدایت اور نیکی کی طرف دعوت دیتا ہے تو جتنے آدمی اس کی دعوت پر نیک عمل کریں گے ان سب کے برابر اس کو ثواب ملے گا بغیر اس کے کہ ان لوگوں کے ثواب میں کچھ کم کیا جائے اسی طرح گناہ کا معاملہ ہوگا۔

مفتی شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، یہ ہے قرآن وسنت کی وہ تعلیم جس نے دنیا میں نیکی، انصاف، ہمدردی اور خوش اخلاقی پھیلانے کے لئے ملت کے ہر فرد کو ایک ولی بنا کر کھڑا کر دیا تھا۔ اس حکیمانہ تعلیم وتربیت کا نتیجہ جو صحابہ وتابعین کے قرون میں دیکھا گیا آج بھی ملت یہ منظر دیکھ سکتی ہے کاش آیت بالا پر عمل ہو جائے تو۔ (۱)

(۱) معارف القرآن ۳/۴۵

﴿وَالآيَاتُ فِيْ مَعْنٰى مَا ذَكَرْتُهٗ كَثِيْرَةٌ مَعْلُوْمَةٌ﴾

ترجمہ: ’’اس مضمون کی آیات کثرت کے ساتھ وارد ہیں اور مشہور اور معروف ہیں۔‘‘

(۷۱) بَابُ التَّوَاضُعِ وَخَفْضِ الْجَنَاحِ لِلْمُؤْمِنِيْنَ

ایمان داروں کے ساتھ تواضع اور نرمی کے ساتھ پیش آنے کا بیان

مؤمنوں کے ساتھ تواضع کیجئے

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ (سورة الشعراء: ۲۱۵)

ترجمہ: ’’اور مومنین میں سے جو تمہاری اتباع کرنے والے ہیں ان سے تواضع کے ساتھ پیش آؤ۔‘‘

تشریح: آیت بالا میں آپ ﷺ کو خطاب ہے کہ آپ مسلمانوں کے لئے اپنا رویہ نرم رکھیں۔

’’اِخْفِضْ‘‘ جھکا لینا کہ جب پرندہ نیچے اترنا چاہتا ہے تو اپنے بازوؤں کو نیچے جھکا لیتا ہے تو یہاں پر بھی بطور کنایہ کہا جا رہا ہے کہ آپ ﷺ بھی صحابہ سے نرمی اور خوش اخلاقی سے پیش آئیں۔ (۱)

اس خوش اخلاقی کا نتیجہ یہ ہوگا کہ جو لوگ آپ ﷺ کی بات نہیں سنتے وہ بھی آپ ﷺ کی بات سنیں گے اور اللہ ان کو بھی ہدایت نصیب فرما دیں گے۔

(۱) تفسیر مظہری ۸/۵۵۷

بہترین مسلمانوں کی علامت

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّمِنكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِى اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ أَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِيْنَ﴾ (سورة المائده: ٥٤)

ترجمہ: ''اے ایمان والو! جو تم میں سے اپنے دین سے پھر جائے تو عنقریب اللہ تعالیٰ ایسے لوگ پیدا فرما دے گا جن سے اللہ محبت کرے گا اور وہ اللہ سے محبت کریں گے مؤمنوں کے لئے وہ نرم ہوں گے اور کافروں پر سخت ہوں گے۔''

تشریح: قرآن کی یہ آیت خبر دے رہی ہے کہ آئندہ کچھ لوگ مرتد ہو جائیں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ آپ ﷺ کی وفات ہوتے ہی عام عرب مرتد ہو گئے، بعضوں نے مسیلمہ کذاب، اسود عنسی کی نبوت کو مانا اور بعض لوگوں کا زکوۃ ادا کرنے سے انکار وغیرہ شامل تھا۔

فَسَوْفَ يَاْتِى اللّٰهُ بِقَوْمٍ: حضرت علی، حسن بصری، ضحاک اور قتادہ وغیرہ مفسرین کی رائے یہ ہے کہ اس آیت سے مراد حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ساتھی ہیں اور بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ صحیح یہی ہے کہ قیامت تک کے آنے والے ہر وہ مسلمان جو قرآنی ہدایات کے مطابق کفر و ارتداد کا مقابلہ کریں گے وہ سب اس آیت کے مصداق میں داخل ہوتے رہیں گے۔ (۱)

يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ: یہاں سے اوصاف کا بیان ہے جو اس قوم میں ہوں گے کہ اللہ ان سے محبت کرتا ہوگا دوسرا یہ کہ وہ اللہ سے محبت کرنے والے ہوں گے۔

اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ: مسلمانوں پر مہربان ہوں گے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ مسلمانوں کے سامنے نرم ہوں گے اگر کسی معاملہ میں اختلاف بھی ہو جائے تو آسانی سے قابو میں آجائیں گے جھگڑا چھوڑ دیں گے اگرچہ وہ جھگڑے میں حق پر ہی ہوں ایسے ہی لوگوں کے لئے روایت میں فرمایا گیا: (۲)

﴿اَنَا زَعِيْمٌ بِبَيْتٍ فِى الْجَنَّةِ لِمَنْ تَرَكَ الْمِرَاءَ وَهُوَ بِحَقٍّ﴾

ترجمہ: ''میں اس شخص کو جنت کے درمیان میں گھر دلوانے کی ذمہ داری لیتا ہوں جو حق پر ہونے کے باوجود جھگڑا چھوڑ دے۔''

اَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِيْنَ: کفار کے معاملہ میں سخت ہوں گے۔ مطلب یہ ہے کہ دین کے مخالفین کے مقابلہ میں سخت اور قوی ہیں وہ ان پر قابو نہ پاسکیں گے یہی مضمون قرآن کی دوسری آیت میں اس طرح بیان کیا گیا ہے:

﴿اَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ﴾ (سورۃ الفتح)
ترجمہ: ''کہ مسلمان لوگ کفار پر سخت ہیں اور آپس میں مہربان ہیں۔''

(۱) معارف القرآن ۳/۱۷۶ (۲) ایضاً

اللہ جل شانہ نے قبائل اور خاندان پہچان کے لئے بنائے ہیں

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿يَآيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَا كُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَّأُنْثٰى وَجَعَلْنَا كُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوْا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَاللّٰهِ اَتْقَاكُمْ﴾ (سورة الحجر: ۱۳)

ترجمہ: ''اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے پھر تم کو مختلف قومیں اور مختلف خاندان بنایا تاکہ ایک دوسرے کو شناخت کرسکو اللہ کے نزدیک تم میں سب سے بڑا شریف وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو۔''

شان نزول: ''یا ایھا الناس انا خلقنا کم من ذکر وانثی''

فتح مکہ کے موقعہ پر جب آپ ﷺ نے حضرت بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اذان کا حکم دیا تو قریش مکہ میں سے ایک نے کہا اللہ کا شکر ہے کہ میرے والد کا پہلے ہی انتقال ہو گیا ورنہ اس کو یہ برا دن دیکھنا پڑتا۔ حارث بن ہشام نے کہا آپ ﷺ کو اس کالے کوّے کے سوا کوئی دوسرا آدمی ملتا ہی نہیں جو مسجد حرام میں اذان دے۔ آپ ﷺ کو ان باتوں کی خبر حضرت جبرائیل امین نے دے دی آپ ﷺ نے بلا کر ان سے اقرار کروایا اس پر ان آیات کا نزول ہوا کہ فخر وعزت کی چیز تو ایمان اور تقوی ہے یہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں تو ہے مشرکین مکہ میں نہیں ہے۔[1]

وَجَعَلْنَا كُمْ شُعُوْبًا وَقَبَائِلَ: شعوب شعب کی جمع ہے بہت بڑی جماعت جس میں مختلف قبائل اور خاندان ہوں قبیلہ شعب سے چھوٹا ہوتا ہے۔

لِتَعَارَفُوْا: یہ خاندان اور برادری اس لئے نہیں کہ اس کی وجہ سے فخر کیا جائے کہ ہمارا خاندان ایسا ہے بلکہ اس کا مقصد یہ ہے کہ اس کے ذریعہ سے پہچان ہو سکے کہ باپ خالہ ماموں خالو وغیرہ کون ہے خلاصہ یہ ہے کہ نسبی تفاوت کو تعارف کے لئے استعمال کرنا ہے نہ کہ تفاخر کے لئے۔

اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَاللّٰهِ اَتْقَاكُمْ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ دنیا والوں کے نزدیک عزت مال و دولت کا نام ہے اور اللہ جل شانہ کے نزدیک تقوی میں ہے۔[2]

(۱) تفسیر مظہری (۲) معارف القرآن

اپنی بڑائی مت بیان کرو

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: ﴿فَلَا تُزَکُّوْا اَنْفُسَکُمْ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰی﴾ (سورۃ النجم: ۳۲)

ترجمہ: ’’اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: تم اپنے آپ کو مقدس نہ سمجھا کرو تقوی والوں کو وہی خوب جانتا ہے۔‘‘

فَلَا تُزَکُّوْا اَنْفُسَکُمْ: اللہ جل شانہ فرماتے ہیں کہ تم اپنے نفس کی پاکی کا دعوی نہ کرو کہ میں ایسا نیک اور تقوی والا ہوں کیونکہ اللہ ہی جانتا ہے کہ کون کیسا ہے کیونکہ فضیلت کا دارومدار تقوی اور اعمال صالحہ پر ہے ظاہری اعمال پر نہیں یہ اللہ کو ہی معلوم ہے کہ کس میں کتنا تقوی ہے اور کون تقوی پر جمتا ہے اور کس کی موت تقوی پر آتی ہے۔ (۱)

ابن کثیر نے نقل کیا ہے کہ حضرت زینب بنت ابی سلمہ کا نام برۃ تھا (نیکوکار) آپ ﷺ نے اس آیت ”فَلَا تُزَکُّوْا اَنْفُسَکُمْ“ کی تلاوت کی اور نام بدل کر زینب رکھ دیا (۲) اسی طرح آپ ﷺ کے سامنے ایک آدمی کی تعریف کی گئی آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم کو تعریف کرنی ہے تو اس طرح کرو کہ میرے علم میں یہ شخص نیک اور متقی ہے ”وَلَا اُزَکِّیْ عَلَی اللّٰہِ اَحَدًا“ کہ میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ اللہ کے نزدیک بھی وہ ایسا ہی پاک صاف ہے جیسے کہ میں سمجھ رہا ہوں۔ (۳)

(۱) تفسیر مظہری ۱۱/۱۷۸
(۲) معارف القرآن ۸/۳۱۳
(۳) ایضاً

اہل اعراف کا اہل جہنم سے خطاب

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: ﴿وَنَادٰی اَصْحَابُ الْاَعْرَافِ رِجَالًا یَّعْرِفُوْنَهُمْ بِسِیْمَاهُمْ قَالُوْا مَا اَغْنٰی عَنْکُمْ جَمْعُکُمْ وَمَا کُنْتُمْ تَسْتَکْبِرُوْنَ اَهٰٓؤُلَاءِ الَّذِیْنَ اَقْسَمْتُمْ لَا یَنَالُهُمُ اللّٰہُ بِرَحْمَةٍ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَیْکُمْ وَلَا اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ﴾ (سورۃ الاعراف: ۴۸، ۴۹)

ترجمہ: ’’اہل اعراف بہت سے آدمیوں کو جنہیں وہ پہچانیں گے پکاریں گے کہیں گے کہ تمہاری جماعت اور تمہارا بڑا سمجھنا تمہارے کچھ کام نہ آیا۔ کیا یہ وہی ہیں جن کی نسبت تم قسمیں کھا کھا کر کہا کرتے تھے کہ ان پر اللہ جل شانہ رحمت نہ کرے گا، ان کو یہ حکم ہوگا کہ جاؤ جنت میں تم پر نہ کچھ اندیشہ ہے اور نہ تم مغموم ہوگے۔‘‘

تشریح: وَنَادٰی اَصْحَابُ الْاَعْرَافِ: اہل اعراف ان لوگوں کو جن کو وہ پہچانیں گے، آواز دیں گے۔

اہل اعراف کون لوگ ہوں گے

• کچھ لوگ ایسے ہوں گے کہ جو جہنم سے تو نجات پا جائیں گے مگر ابھی تک جنت میں داخلہ کی اجازت نہیں ہوگی امید میں ہوں گے ایسے لوگوں کو اہل اعراف کہا جاتا ہے۔ بعض مفسرین کے نزدیک یہ وہ لوگ ہوں گے جن کی نیکیاں اور برائیاں دونوں برابر ہوں گی بالآخر رحمت خداوندی سے یہ لوگ جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ (۱)

آیت بالا کا مطلب یہ ہے کہ اہل اعراف اہل جہنم کو خطاب کر کے ملامت کریں گے کہ دنیا میں تم کو جس مال، دولت اور جماعت پر اعتماد تھا جس وجہ سے تم تکبر کرتے تھے، کیا آج وہ کچھ تمہارے کام آیا؟

اہل اعراف سے اللہ جل شانہ کا خطاب

أَهٰؤُلَاءِ الَّذِيْنَ أَقْسَمْتُمْ لَا يَنَالُهُمُ اللّٰهُ بِرَحْمَةٍ: علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ جب اہل اعراف کا سوال جواب اہل جنت اور اہل جہنم دونوں کے ساتھ ہو چکے گا اس وقت اللہ جل شانہ اہل جہنم کو خطاب کر کے یہ کلمات اہل اعراف کے بارے میں فرمائیں گے کہ تم لوگ قسمیں کھایا کرتے تھے کہ (ان کی مغفرت نہ ہوگی اور) ان پر کوئی رحمت نہ ہوگی اب دیکھو ہماری رحمت پھر اہل اعراف کو خطاب ہوگا کہ "اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ" کہ جنت میں داخل ہو جاؤ تم پر نہ خوف ہوگا ماضی کا نہ آئندہ کا کوئی غم وفکر۔ (۲)

(۱) معارف القرآن ۳/۵۶۸
(۲) تفسیر ابن کثیر

آپس میں تواضع اختیار کرو

(۶۰۲) ﴿وَعَنْ عِيَاضِ بْنِ حِمَارٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ اللّٰهَ أَوْحٰى إِلَيَّ أَنْ تَوَاضَعُوْا حَتّٰى لَا يَفْخَرَ أَحَدٌ عَلٰى أَحَدٍ، وَلَا يَبْغِيَ أَحَدٌ عَلٰى أَحَدٍ﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ: "حضرت عیاض بن حمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی بھیجی ہے کہ آپس میں تواضع اختیار کرو حتی کہ کوئی کسی پر فخر نہ کرے اور نہ کسی پر زیادتی کرے۔"

لغات: ❖ ان تواضعوا: تَوَاضَعَ يَتَوَاضَعُ تَوَاضُعًا ذلیل ہونا، عاجز ہونا، وَضَعَ يَضَعُ از فتح يَبْغِيْ: بَغٰى يَبْغِيْ بَغَاءً وَّبَغْيًا وَّبَغْيَةً دست درازی کرنا، ظلم کرنا۔ یہ باب ضرب سے آتا ہے۔

تشریح: تَوَاضَعُوْا: آپس میں تواضع اختیار کرو۔ تواضع کا مطلب یہ ہے کہ ایک دوسرے کے ساتھ عاجزی، نرمی اور محبت سے پیش آنا اور مال و دولت، حسب، نسب، جمال وغیرہ کی وجہ سے کسی کو حقیر نہ سمجھنا اور کسی پر ظلم نہ کرنا اگر ان میں سے کسی کو

اللہ نے کوئی چیز عطا فرمائی ہے تو اس کو اس پر اللہ کا شکر ادا کرنا چاہئے چہ جائیکہ وہ اس پر غرور اور تکبر کرے۔

تخریج حدیث: اخرجه مسلم فى كتاب الجنة وصفة نعيمها واهلها تحت باب الصفات التى يعرف بها فى الدنيا.

راوی حدیث حضرت عیاض بن حمار کے مختصر حالات:

نام: عیاض والد کا نام حمار یا حماد تھا۔ زمانہ جاہلیت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوست تھے (طبقات ابن سعد ۲/۵۱۰) بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قدیم تعلقات کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تحفہ دینا چاہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول نہیں فرمایا (مسند احمد) غالباً فتح مکہ سے پہلے یہ مسلمان ہوئے۔ بصرہ میں سکونت اختیار کی علامہ ابن عبدالبر فرماتے ہیں کہ عرب میں ایک جماعت ایسی تھی جو تبرکاً قریش کے کپڑے پہن کر طواف بیت اللہ کرتی تھی۔ عیاض بھی ان خوش عقیدہ لوگوں میں سے تھے جن کے پاس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا لباس موجود تھا چنانچہ جب مکہ آتے تو پیراہن نبوی میں ہی طواف کرتے تھے۔ (استیعاب ۲/۵۳)

مرویات: ان سے تیس احادیث منقول ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۳۱۰)

مزید حالات کے لئے ملاحظہ فرمائیں: (۱) استیعاب: ۲/۵۱۰، (۲) مسند احمد جلد ۵، (۳) تہذیب التہذیب: ۸/۲۲۰، (۴) تہذیب الکمال ص: ۳۱۰۔

معاف کرنے سے اللہ عزت بڑھاتے ہیں

(۶۰۳) ﴿وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَا نَقَصَتْ صَدَقَةٌ مِنْ مَالٍ وَمَا زَادَ اللّٰهُ عَبْدًا بِعَفْوٍ إِلَّا عِزًّا، وَمَا تَوَاضَعَ اَحَدٌ لِلّٰهِ إِلَّا رَفَعَهُ اللّٰهُ﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ: ”حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا صدقہ خیرات کرنے سے مال کم نہیں ہوتا اور معاف کرنے سے اللہ تعالیٰ عزت کو بڑھاتے ہیں اور جو کوئی اللہ کے لئے تواضع اختیار کرتا ہے تو اللہ جل شانہ اسے سرفرازی عطا فرماتے ہیں۔“

لغات: ❖ بعفو: عمدہ چیز، فضل ومعروف، معاف۔ باب نصر سے مستعمل ہے اور مزید میں افعال وغیرہ سے ہے۔

تشریح: مَا نَقَصَتْ صَدَقَةٌ مِنْ مَالٍ: صدقہ مال کو کم نہیں کرتا۔ محدثین اس کا مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ جل شانہ صدقہ دینے کے بعد بقیہ مال میں اتنی برکت عطا فرما دیتے ہیں جس سے مال کی ظاہری کمی پوری ہو جاتی ہے اور مزید یہ کہ آخرت میں اس صدقہ پر اللہ کی طرف سے بہترین انعام ملے گا۔

وَمَا زَادَ اللّٰهُ عَبْدًا بِعَفْوٍ اِلَّا عِزًّا: اور عفو و درگزر سے اللہ جل شانہ عزت میں اضافہ فرماتا ہے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ ظاہر میں معاف کرنے والے کو لوگ عاجز اور کمزور سمجھتے ہیں مگر اس حدیث میں آپ ﷺ ارشاد فرما رہے ہیں کہ اس معاف کرنے کا نتیجہ بالآخر عزت اور سرفرازی کی صورت میں حاصل ہوگا اور آخرت میں بھی اللہ جل شانہ اس کو عزت نصیب فرمائیں گے۔ (۱)

وَمَا تَوَاضَعَ اَحَدٌ لِلّٰہِ اِلَّا رَفَعَهُ اللّٰهُ: جو صرف اللہ کے لئے تواضع اختیار کرتا ہے تو اللہ جل شانہ اسے بلندی عطا فرماتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ تواضع اختیار کرنے میں آدمی کا بظاہر چھوٹا پن ظاہر ہوتا ہے مگر اس کی تواضع میں اللہ جل شانہ کا وعدہ ہے کہ لوگوں کی نگاہ میں ہم اس کو بڑا بنا دیں گے۔ (۲)

تخریج حدیث: اخرجه مسلم فی کتاب البر تحت باب استحباب العفو والتواضع.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ (عبدالرحمٰن) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔
(۱) روضۃ المتقین ۱۵۲/۲
(۲) روضۃ المتقین ۱۵۲/۲

حضرت انس نے بچوں کو ابتداءً سلام کیا

(٦٠٤) ﴿وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ مَرَّ عَلٰى صِبْيَانٍ فَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ وَقَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُهُ﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گزر چند بچوں کے پاس سے ہوا تو انہوں نے ان کو سلام کیا اور فرمایا کہ آپ ﷺ اس طرح کرتے تھے۔'' (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ سلم: یہ صیغہ ماضی ہے از تفعیل ''سلم علیه'' بمعنی سلام کرنا اور مجرد سمع سے نجات پانا اور ضرب سے کھال کو سلم کے پتوں سے دباغت دینا۔

تشریح: آپ ﷺ کا یہ عمل مبارک کہ آپ ﷺ نے بچوں کو سلام کیا، یہ آپ ﷺ کے وصف تواضع، انکساری کا اعلیٰ مظاہرہ ہے اسی سے استدلال کیا جاتا ہے کہ آدمی اپنے ماتحتوں، نوکروں، چاکروں اور غلاموں کو سلام کرے جو ان سے سلام کروانا چاہتے ہیں ان میں فخر وغرور کا اظہار اور اتباع سنت سے گریز کرنا ہوتا ہے۔ (۱)

ابتداء بالسلام کے فضائل

دوسری بات اس حدیث بالا میں یہ بھی معلوم ہوتی ہے کہ آپ ﷺ ابتداء بالسلام کرتے تھے جس کے بارے میں ایک دوسری روایت میں آتا ہے: ''اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاللّٰهِ مَنْ بَدَأَ بِالسَّلَامِ'' (۲) لوگوں میں سے اللہ کے نزدیک تر وہ شخص ہے جو سلام میں پہل کرے۔ ایک دوسری روایت میں آتا ہے: ''اَلْبَادِئُ بِالسَّلَامِ بَرِیْءٌ مِنَ الْكِبْرِ'' (۳) سلام میں ابتدا کرنے والا تکبر سے دور ہوتا ہے۔

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب الاستیذان تحت باب التسلیم علی الصبیان ومسلم فی کتاب

السلام تحت باب استحباب السلام علی الصبیان وابوداؤد والترمذی وابن حبان ٤٥٩.

نوٹ: راوی حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات حدیث نمبر (١۵) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔
(١) روضۃ المتقین
(٢) مشکوٰۃ بحوالہ احمد، ترمذی ابوداؤد
(٣) مشکوٰۃ بحوالہ بیہقی فی شعب الایمان

آپ ﷺ کی تواضع کی مثال

(٦٠٥) ﴿وَعَنْهُ قَالَ: إِنْ كَانَتِ الْاَمَةُ مِنْ إِمَاءِ الْمَدِيْنَةِ لَتَأْخُذُ بِيَدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَتَنْطَلِقُ بِهٖ حَيْثُ شَاءَ تْ﴾ (رواه البخاری)

ترجمہ: ''حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی روایت ہے کہ مدینہ کی باندیوں میں سے کوئی بھی باندی آپ ﷺ کا ہاتھ پکڑ لیتی اور اپنی ضرورت کے لئے جہاں چاہتی آپ کو لے جاتی۔'' (بخاری)

لغات: ❖ الامۃ: باندی، لونڈی، جمع إِمَاءٌ و آمٌ فتنطلق: اِنْطَلَقَ اِنْطِلَاقًا باب انفعال اور مجرد نصر اور کرم سے بھی آتا ہے۔

تشریح: اِنْ كَانَتِ الْاَمَةُ مِنْ اِمَاءِ الْمَدِيْنَةِ لَتَأْخُذُ بِيَدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مدینہ کی باندیوں میں کوئی باندی آپ ﷺ کا ہاتھ پکڑ لیتی۔ علماء فرماتے ہیں اس حدیث میں آپ ﷺ کے حسن اخلاق اور بے مثال تواضع کا بیان ہے۔

لَتَأْخُذُ بِيَدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ہاتھ پکڑنے سے حقیقتاً ہاتھ پکڑنا مراد نہیں ہے بلکہ اس بات کا اشارہ ہے کہ جو بھی آپ سے کسی قسم کی بات کرتی آپ اس کو پورا کرنے کی کوشش فرماتے۔ (١)

فَتَنْطَلِقُ بِهٖ حَيْثُ شَاءَ تْ: اپنی ضرورت کے لئے جہاں چاہتی لے جاتی۔ ایک دوسری روایت میں "فَتَنْطَلِقُ بِهٖ فِي حَاجَتِهَا" (٢) کا لفظ بھی وارد ہوا ہے۔ علماء فرماتے ہیں اس جملہ میں آپ ﷺ کے لوگوں کی حاجت اور ضرورت پورا کرنے کے جذبہ کا بیان ہے۔ (٣)

تخریج حدیث: اخرجه البخاری تحت کتاب الادب باب الکبر تعلیقا.

نوٹ: راوی حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات حدیث نمبر (١۵) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔
(١) روضۃ المتقین ٢/١۵٤
(٢) رواہ احمد
(٣) دلیل الطالبین ٣/۵۵ روضۃ المتقین ٢/١۵٤

آپ ﷺ اپنے گھر کے کاموں میں مدد فرماتے تھے

(٦٠٦) ﴿وَعَنِ الْاَسْوَدِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ: سُئِلَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: مَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُ فِيْ بَيْتِهٖ؟ قَالَتْ: كَانَ يَكُوْنُ فِيْ مِهْنَةِ أَهْلِهٖ. يَعْنِيْ: خِدْمَةِ أَهْلِهٖ. فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ، خَرَجَ إِلَى الصَّلَاةِ﴾ (رواه البخاری)

ترجمہ: ''حضرت اسود بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا گیا کہ آپ ﷺ اپنے گھر میں کیا کام کرتے تھے؟ تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا آپ ﷺ اپنے گھر والوں کی خدمت میں لگے رہتے تھے پس جب نماز کا وقت ہو جاتا تو آپ نماز کے لئے تشریف لے جاتے۔'' (بخاری)

لغات: ❖ مهنة اهله: اَلْمِهْنَةُ والمَهْنَةُ وَالمَهَنَةُ کام میں مہارت، خدمت، جمع مِهَنٌ و مُهَنٌ.

تشریح: كَانَ يَكُوْنُ فِيْ مِهْنَةِ اَهْلِهٖ: آپ ﷺ اپنے گھر والوں کی خدمت میں لگے رہتے تھے۔

حدیث بالا کا مفہوم کئی روایات میں آتا ہے ایک دوسری روایت میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہی فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ گھر میں اپنے کپڑے کو خود ہی سی لیتے تھے اور جوتے کی خود ہی مرمت کر لیتے تھے۔ (۱)

ایک روایت میں آتا ہے کہ آپ بکری کا دودھ خود ہی نکالتے تھے اور اپنی خدمت بھی خود ہی کر لیتے تھے۔ (۲)

بہر حال ان سب سے آپ ﷺ کے کمال تواضع و عاجزی کا ذکر ہے گھر کا کام کاج کرنا یہ اسوۂ حسنہ میں سے ہے اس کے کرنے میں آدمی کو عار محسوس نہیں کرنا چاہئے۔ (۳)

فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلٰوةُ خَرَجَ اِلَى الصَّلٰوةِ: جب نماز کا وقت ہوتا تو نماز کے لئے تشریف لے جاتے۔ اس جملہ میں اشارہ فرمایا کہ گھریلو مصروفیات اتنی بھی نہ کرے کہ آدمی کو نماز وغیرہ کا ہوش ہی نہ رہے جب اللہ کی عبادت کا وقت آجائے تو پھر سب کچھ چھوڑ دینا چاہئے۔

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب الاذان تحت باب من کان فی حاجة اهله.

راوی حدیث حضرت اسود بن یزید کے مختصر حالات:

نام: اسود، ابوعمر کنیت والد کا نام یزید تھا۔ فضل و کمال اور زہد عبادت کے لحاظ سے حضرت اسود کوفہ کے ممتاز علماء میں سے تھے۔ علامہ ذہبی ان کے بارے میں فرماتے ہیں کہ وہ امام فقیہ زاہد و عابد اور کوفہ کے عالم تھے۔ (تذکرۃ الحفاظ: ۱/۴۳)

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان کی توثیق پر تمام ہی لوگوں کا اتفاق ہے (تہذیب الاسماء: ۱/۱۲۲)

نماز سے خاص شغف تھا روزانہ سات سو نوافل پڑھتے تھے (تذکرۃ الحفاظ: ۱/۴۳)

اسی طرح تقریباً روزانہ روزہ رکھتے تھے خواہ دن کتنا ہی گرم کیوں نہ ہو۔ مغرب وعشاء کے درمیان آرام کرتے تھے پھر ساری رات قرآن پڑھتے

رہتے تھے دوراتوں میں ایک قرآن ختم کرلیتے تھے۔ (طبقات ابن سعد)

وفات: ۵٧ھ میں انتقال ہوا، انتقال سے پہلے اپنے بھانجے حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ تعالیٰ سے فرمایا کہ مجھ کو آخری وقت میں کلمہ کی تلقین کرنا۔ (طبقات ابن سعد)

مزید حالات کے لئے ملاحظہ فرمائیں۔ (۱) طبقات ابن سعد۔ (۲) تذکرۃ الحفاظ: ۱/۴۳۔ (۳) تاریخ ابن عساکر: ۳/۱۱۸۔ (۴) تہذیب الاسماء: ۱/۱۲۲۔ (۵) تہذیب التہذیب: ۱/۳۴۲۔

(۱) رواہ احمد

(۲) دلیل الفالحین ۳/۵٦

(۳) دلیل الطالبین ۱/۵۲۵

آپ نے خطبہ چھوڑ کر ابورفاعہ کو دین کی باتیں سکھائیں

(٦٠٧) ﴿وَعَنْ اَبِیْ رِفَاعَةَ تَمِيْمِ بْنِ أُسَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: اِنْتَهَيْتُ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَخْطُبُ، فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، رَجُلٌ غَرِيْبٌ جَاءَ يَسْأَلُ عَنْ دِيْنِهٖ لَا يَدْرِیْ مَا دِيْنُهٗ؟ فَأَقْبَلَ عَلَیَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَتَرَكَ خُطْبَتَهٗ حَتّٰى اِنْتَهٰى إِلَیَّ، فَأُتِیَ بِكُرْسِیٍّ، فَقَعَدَ عَلَيْهِ وَجَعَلَ يُعَلِّمُنِیْ مِمَّا عَلَّمَهُ اللّٰهُ، ثُمَّ أَتٰى خُطْبَتَهٗ، وَاَتَمَّ آخِرَهَا﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ: ''حضرت ابورفاعہ تمیم بن اسید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے پس میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ایک مسافر آدمی اپنے دین کے بارے میں پوچھنے آیا ہے کیونکہ وہ اپنے دین کے بارے میں نہیں جانتا۔ پس آپ ﷺ میری طرف متوجہ ہوئے اور اپنا خطبہ چھوڑ دیا حتی کہ میرے پاس آ گئے پھر آپ ﷺ کے لئے ایک کرسی لائی گئی جس پر آپ ﷺ تشریف فرما ہو گئے آپ ﷺ مجھے دین کے احکامات کی تعلیم دینے لگے جن کا علم اللہ جل شانہ نے آپ کو عطا فرمایا تھا مجھ سے فارغ ہو کر پھر آپ ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا اور پہلے والے خطبہ کو مکمل فرمایا۔''

لغات: ❖ اِنْتَهٰى إِلَیَّ: اِنْتَهٰى يَنْتَهِیْ اِنْتِهَاءً اِلٰی پہنچنا، آنا۔ باب کرم اور سمع سے مستعمل ہے۔

تشریح: رَجُلٌ غَرِيْبٌ جَاءَ يَسْأَلُ عَنْ دِيْنِهٖ: ایک مسافر آدمی اپنے دین کے بارے میں پوچھنے آیا ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر آنے والا آپ ﷺ سے بے تکلف ہو کر دین کا سوال کر لیتا تھا اس میں آپ ﷺ کی تواضع اور عاجزی معلوم ہوتی ہے۔ (۱)

وَتَرَكَ خُطْبَتَهٗ: آپ ﷺ نے خطبہ چھوڑ دیا۔ علماء فرماتے ہیں یہ عام خطبہ کوئی آپ دے رہے تھے وہ مراد ہے جمعہ کا

خطبہ نہیں ہے۔ مگر بعض علماء فرماتے ہیں کہ اگر جمعہ کا ہی خطبہ ہو تو جب تک طویل فاصلہ نہ ہو تو کوئی حرج نہیں یہاں پر بھی ایسا ہی ہوا ہوگا۔ (۲) "واللہ اعلم"

آپ ﷺ کرسی پر کیوں بیٹھے؟

فَأُتِيَ بِكُرْسِيٍّ: آپ ﷺ کے لئے کرسی لائی گئی۔ اس کی وجہ علماء یہ فرماتے ہیں کہ پہلے سے بھی مجمع زیادہ تھا تو آپ کرسی پر اس لئے تشریف فرما ہوئے کہ آپ کو دیکھ بھی سب ہی لیں اور آپ کی بات کو بھی سن لیں۔ (۳)

ثُمَّ أَتٰى خُطْبَتَهُ: پھر آپ نے خطبہ ارشاد فرمایا۔ علماء فرماتے ہیں کہ جب کوئی اسلام میں داخل ہونے کے لئے آئے یا ایمان کے بارے میں کوئی اہم بات معلوم کرنے آئے تو اس کو فوراً بتانا چاہئے۔ (۴)

تخریج حدیث: اخرجه مسلم فی کتاب الجمعة تحت باب حدیث التعلم فی الخطبة وهکذا فی النسائی.

راوی حدیث حضرت ابورفاعہ تمیم بن اسید کے مختصر حالات:

نام: تمیم والد کا نام اسید، نسب نامہ، تمیم بن اسید بن عبدالعزی بن جعونہ بن عمرو بن قیس بن رزاح بن عمرو بن سعد بن کعب ہے۔ فتح مکہ سے پہلے مسلمان ہوئے (طبقات ابن سعد)

فتح مکہ میں آپ کے ساتھ تھے ان سے فتح مکہ والی روایت منقول ہے کہ بیت اللہ کے اوپر تین سو سے اوپر بت تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم "جاء الحق وزهق الباطل" پڑھتے تھے وہ بت گرتے جاتے تھے۔ (اسد الغابۃ: ۱/۲۱۴)

مرویات: ان سے ۱۸ روایات منقول ہیں بخاری میں کوئی نہیں، مسلم میں حدیث بالا ایک ہی روایت ہے باقی روایات دوسری کتب حدیث میں ہیں۔

---

(۱) دلیل الفالحین ۳/۵۷، دلیل الطالبین ۱/۵۲۶

(۲) روضۃ المتقین ۲/۱۵۵ (۳) روضۃ المتقین ۲/۱۵۵ (۴) دلیل الفالحین ۳/۵۸

لقمہ گر جائے تو صاف کر کے کھالینا چاہئے

(۶۰۸) ﴿وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا أَكَلَ طَعَامًا لَعِقَ اَصَابِعَهُ الثَّلَاثَ قَالَ: وَقَالَ "إِذَا سَقَطَتْ لُقْمَةُ أَحَدِكُمْ فَلْيُمِطْ عَنْهَا الْاَذٰى وَلْيَأْكُلْهَا وَلَا يَدَعْهَا لِلشَّيْطَانِ" وَأَمَرَ أَنْ تُسْلَتَ الْقَصْعَةُ. قَالَ: "فَإِنَّكُمْ لَا تَدْرُوْنَ فِيْ أَيِّ طَعَامِكُمُ الْبَرَكَةُ﴾ (رواه مسلم)

ترجمہ: "حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب کھانا تناول فرماتے تو اپنی تینوں انگلیاں چاٹ لیتے۔ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کا لقمہ گر جائے تو اس سے مٹی وغیرہ صاف کر کے کھالے اور اس کو شیطان کے لئے نہ چھوڑے اور آپ ﷺ نے حکم

دیا کہ پیالے کو چاٹ کر کے صاف کیا جائے اور فرمایا تم نہیں جانتے تمہارے کھانے کے کون سے حصے میں برکت ہے۔'' (مسلم)

لغات: ❖ لعق: لَعِقَ يَلْعَقُ لَعْقًا لَعْقَةً ولُعْقَةً. اَلْعَسَلَ وَنَحْوَهُ. شہد کو زبان یا انگلی سے چاٹنا۔

❖ فَلْيُمِطْ: اَمَاطَ يُمِيطُ اِمَاطَةً جدا کرنا، دور کرنا۔ ان تسلت: سَلَتَ يَسْلِتُ سَلْتًا (ض ن) کاٹنا، پیالہ کو انگلی سے چاٹنا القصعة: پیالہ، جمع۔ قِصَعٌ، قِصَاع وقَصَعَاتٌ.

تشریح: تین انگلیوں سے کھانا کھانا چاہئے

لَعِقَ اَصَابِعَهُ الثَّلاثَ: تینوں انگلیوں کو چاٹ لیتے۔ علامہ نووی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تین انگلیوں سے کھانا سنت ہے۔ الا یہ کہ چوتھی اور پانچویں انگلی ملانا ضروری ہو جائے [۱] پھر ان انگلیوں کو چاٹ لے۔

انگلی چاٹنے میں ترتیب

پہلے بیچ کی انگلی، پھر اس کے برابر والی پھر آخر میں انگوٹھا [۲] ''اِذَا سَقَطَتْ لُقْمَةُ اَحَدِكُمْ'' جب تم میں سے کسی کا لقمہ گر جائے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر لقمہ میں کوئی نجاست و گندگی لگی نہ ہو تو کھا لے ورنہ اس کو کتے بلی کو کھلا دے ضائع نہ کرے۔ [۳]

وَلَا يَدَعْهَا لِلشَّيْطَانِ: شیطان کے لئے نہ چھوڑے۔ بعض علماء فرماتے ہیں یہ حقیقت پر محمول ہے کہ وہ کھا لیتا ہے۔ بعض دوسرے علماء فرماتے ہیں اس میں اشارہ ہے کہ لقمہ کو ضائع کرنے سے اس نے گویا اس لقمہ کو حقیر سمجھا تو متکبر لوگوں میں شامل ہو گیا اور متکبرین والے اعمال کرنا شیطانی افعال میں سے ہے۔ [۴]

تُسْلَتَ الْقَصْعَةُ: برتن کو چاٹ لے کہ معلوم نہیں جو برتن میں سالن رہ گیا ہے اسی میں برکت ہو تو یہ برکت سے محروم نہیں ہوگا۔ اس میں اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ اللہ کی نعمت خواہ مقدار میں کتنی ہی کم کیوں نہ ہو ضائع نہیں کرنا چاہئے اس کی بھی قدر دانی ضروری ہے۔ [۵]

تخریج حدیث: اخرجه مسلم فی کتاب الاطعمة تحت باب استحباب لعق الاصبع والقصعة واکل اللقمة، واحمد فی مسنده ٤/١٢٨١٥، ابوداؤد والترمذی وهكذا فی ابن حبان ٥٢٤٩.

نوٹ: راوی حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۱۵) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) شرح مسلم للنووی وروضۃ المتقین ۲/۱۵۵ (۲) ایضاً

(۳) مظاہر حق ۴/۸۳ (۴) مرقاۃ (۵) دلیل الطالبین ۱/۵۲۶، شرح مسلم للنووی۔

ہر نبی نے بکریاں چرائی ہیں

(۶۰۹) ﴿وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَا بَعَثَ اللّٰهُ نَبِيًّا إِلَّا رَعَى الْغَنَمَ" قَالَ أَصْحَابُهُ: وَأَنْتَ: فَقَالَ: "نَعَمْ كُنْتُ أَرْعَاهَا عَلٰى قَرَارِيْطَ لِاَهْلِ مَكَّةَ﴾ (رواه البخاری)

ترجمہ: ”حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشادفرمایا اللہ جل شانہ نے کسی بھی نبی کو دنیا میں نہیں بھیجا کہ اس نے بکریاں نہ چرائیں ہوں صحابہ کرام نے عرض کیا کیا آپ نے بھی چرائیں ہیں؟ آپ ﷺ نے ارشادفرمایا: چند قیراط کے عوض اہل مکہ کی بکریوں کو میں چرایا کرتا تھا۔“ (بخاری)

لغات: الغنم: بکریاں اور اس کے لئے اس لفظ سے واحد نہیں واحد کے لئے لفظ شاۃ ہے اس کی جمع اَغْنَامٌ وَغُنُوْم واَغَانِمُ آتی ہے۔ الغنام بہت بکریوں والا۔

تشریح: یہ حدیث ”باب استحباب العزلة عند فساد الناس والزمان او الخوف من فتنة فی الدين الخ“ میں گزر چکی ہے۔

یہاں پر دوبارہ اس وجہ سے مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ لائے ہیں کہ اس میں بھی تواضع اور عاجزی کا بیان ہے کہ محنت کر کے کھانا اور بکریاں چرانا یہ تواضع والوں کی علامت ہے۔

تخریج حدیث: سبق ذكره فی باب استحباب العزلة عند فساد الزمان الخ.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ (عبدالرحمٰن) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

آپ ﷺ معمولی چیز کی بھی ضیافت قبول فرمالیتے تھے

(۶۱۰) ﴿وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَوْ دُعِيْتُ إِلٰى كُرَاعٍ أَوْ ذِرَاعٍ لَاَجَبْتُ، وَلَوْ أُهْدِيَ إِلَيَّ ذِرَاعٌ أَوْ كُرَاعٌ لَقَبِلْتُ﴾ (رواه البخاری)

ترجمہ: ”حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشادفرمایا: کہ اگر مجھے (بکری وغیرہ) کے پائے یا بازو کے کھانے کی دعوت دی جائے میں ضرور جاؤں گا اور اگر مجھے بازو یا پائے ہدیہ کے طور پر دیئے جائیں تو میں اس کو ضرور قبول کروں گا۔“ (بخاری)

لغات: ❖ کراع: گائے بکری کے پائے، پنڈلی، ہرشی کا کنارہ، جمع: اَكْرُعٌ واَكَارِعُ ذراع بازو، طاقت، گائے و بکری کا دست، جمع: اَذْرُعٌ وَذِرْعَانٌ.

تشریح: لَوْ دُعِيْتُ اِلٰی کُرَاعٍ اَوْ ذِرَاعٍ لَاَ جَبْتُ: اگر مجھے پائے یا بازو کے کھانے کی طرف دعوت دی جائے تو میں ضرور اس کو قبول کرلوں گا۔ اس میں علماء فرماتے ہیں آپ ﷺ کے تواضع، سادگی اور انکساری کا بیان ہے کیونکہ پائے اور دست یہ گوشت میں سب سے کم قیمت کے ہوتے ہیں کہ معمولی چیز کی طرف بھی مجھے دعوت دی جائے تو میں اس کو قبول کرلوں گا۔ (۱)

علماء فرماتے ہیں حدیث بالا میں اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ آدمی دوسرے کی تالیف قلب کا خیال رکھے کہ ایک آدمی غریب ہے وہ زیادہ کچھ نہیں کرسکتا تو جو کچھ ہے اس کو قبول کرلیا جائے تاکہ اس کی بھی تالیف قلب ہو جائے وہ احساس کمتری کا شکار نہ ہو۔ (۲)

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب الهبة تحت باب القليل من الهبة واحمد فی مسنده ۱۰۲۱۶/۳ وابن حبان ۵۲۹۱ وهكذا البيهقی ۱۶۹/۶.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔
(۱) روضۃ المتقین ۱۵۶/۲ (۲) مستفاد من روضۃ المتقین ۱۵۶/۲، دلیل الفالحین ۶۰/۳

دیہاتی کا اونٹ آپ ﷺ کی اونٹنی "عضباء" سے آگے نکل گیا

(۶۱۱) ﴿وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَتْ نَاقَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَضْبَاءُ لَا تُسْبَقُ، أَوْ لَاتَكَادُ تُسْبَقُ، فَجَاءَ أَعْرَابِيٌّ عَلٰى قَعُوْدٍ لَهُ، فَسَبَقَهَا، فَشَقَّ ذٰلِكَ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ حَتّٰى عَرَفَهُ، فَقَالَ: "حَقٌّ عَلَى اللّٰهِ أَنْ لَّا يَرْتَفِعَ شَيْءٌ مِنَ الدُّنْيَا إِلَّا وَضَعَهُ﴾ (رواه البخاری)

ترجمہ: "حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ کی اونٹنی عضباء تھی جس سے کوئی اونٹ آگے نہیں نکل سکتا تھا ایک دیہاتی اپنے اونٹ پر آیا اور آپ ﷺ کی اونٹنی سے آگے نکل گیا۔ یہ بات مسلمانوں پر بہت گراں گزری یہاں تک کہ آپ ﷺ نے اس بات کو پہچان لیا اور فرمایا: اللہ تعالیٰ پر یہ بات حق ہے کہ دنیا میں جو چیز بھی بلند ہوگی اللہ جل شانہ اس کو نیچا پست کردیتے ہیں۔" (بخاری)

لغات: ❖ العضباء: نبی کریم ﷺ کی اونٹنی کا نام، جس کا بھائی نہ ہو، جمع: عُضْبٌ قعود: چرواہے کی ہر حاجت میں کام آنے والا سواری کا اونٹ، اونٹ کا بچہ، جوان اونٹ، جمع قِعِدَةٌ وقُعُدٌ وقِعْدَانٌ وَقَعَائِدُ.

تشریح: آپ ﷺ کی اونٹنی عضباء کی وجہ تسمیہ

تُسَمَّى الْعُضْبَاءُ: اونٹنی کا نام "عضباء" تھا۔ اصل میں عضباء اس اونٹنی کو کہتے ہیں جس کے کان کٹے ہوئے یا چیرے

ہوئے ہوں، علماء فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کی اونٹنی میں یہ عیب نہیں تھا اس کا نام ہی عضباء تھا۔ بعض علماء نے فرمایا کہ اس کے کان خلقی طور سے کچھ چھوٹے تھے۔ آپ ﷺ کی ایک دوسری اونٹنی بھی تھی جس کا نام قصواء تھا بعض کے نزدیک ایک ہی اونٹنی کے یہ دو نام تھے بعض کے نزدیک دو اونٹنیاں تھیں۔ (۱)

عَلٰی قَعُوْدٍ لَهٗ: اپنے اونٹ پر سوار ہو کر آیا۔ قعود اس اونٹ کو کہتے ہیں جو نیا نیا سواری کے قابل ہوا ہو اس کی عمر دو سال سے چھ سال تک ہو سکتی ہے اور وہ اونٹ جس کی عمر چھ سال سے زائد ہو اس کو ''جمل'' کہتے ہیں۔ (۲)

ہر بلندی کے لئے پستی ہے

سَبَقَهَا: اس دیہاتی کا اونٹ آگے نکل گیا۔ اس جملہ میں علماء فرماتے ہیں کہ ایک اصول کی طرف اشارہ ہے کہ دنیا میں کوئی چیز ایسی نہیں جو ہمیشہ سر بلند ہو ہر بلندی کے لئے پستی ہوتی ہے تاکہ اشارہ ہو جائے کہ ہر چیز کو فنا ہے یا یہ کہ اس میں سرکشی نہ آ جائے صرف ایک ہی ذات اس قابل ہے کہ جس کے لئے پستی نہیں ہے ہمیشہ بلندی ہے اس کا نام اللہ ہے۔ (۳)

فَشَقَّ ذٰلِکَ عَلَی الْمُسْلِمِیْنَ: صحابہ پر یہ بات شاق گزری۔ آپ ﷺ نے صحابہ کے برہم ہونے پر یہ اصول بیان فرمایا کہ اللہ ہی کو ہر حال میں بلندی اور سرفرازی لائق ہے باقی کے لئے زوال ہے۔ (۴)

حدیث بالا میں تواضع وانکساری کا بیان ہے کہ آپ ﷺ نے فوراً اپنی اونٹنی کی ہار مان لی۔

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب الجهاد تحت باب ناقة النبی صلی اللّٰه علیه وسلم احمد ٤/١٢٠١٠، وابوداؤد والنسائی وابن حبان ٧٠٣.

نوٹ: راوی حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۵) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) روضۃ المتقین ۲/۱۵۷، مظاہر حق ۲/۶۷۷، دلیل الفالحین ۳/۶۱ (۲) روضۃ المتقین ۲/۱۵۷، مظاہر حق ۲/۶۷۷

(۳) روضۃ المتقین ۲/۱۵۷ (۴) دلیل الطالبین ۱/۵۲۸، دلیل الفالحین ۳/۶۱

(۷۲) بَابُ تَحْرِیْمِ الْکِبْرِ وَالْاِعْجَابِ

تکبر اور خود پسندی کے حرام ہونے کا بیان

اہل جنت کی علامت

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿تِلْکَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِیْنَ لَا یُرِیْدُوْنَ عُلُوًّا فِی الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ﴾ (سورة القصص: ٨٣)

ترجمہ: ''اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے: آخرت کا گھر ہم نے ایسے لوگوں کے لئے تیار کر رکھا ہے جو زمین میں ظلم اور فساد کا ارادہ نہیں رکھتے اور انجام نیک تو پرہیزگاروں کا ہی ہے۔''

تشریح: تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ: اس سے مراد جنت ہے۔ ''نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا'' جو زمین میں نہ بڑا بننا چاہتے ہیں اور نہ فساد کرنا چاہتے ہیں۔

''عُلُوًّا'' سے مراد تکبر ہے۔ یعنی اپنے آپ کو دوسروں سے بڑا سمجھنا اور دوسرے کو حقیر جاننا ''فساداً'' اس سے لوگوں پر ظلم کرنا یا ہر معصیت اور گناہ مراد ہے کیونکہ معصیت اور گناہ کی وجہ سے دنیا میں بے برکتی آتی ہے خلاصہ یہ ہوا کہ جو لوگ دنیا میں تکبر اور معصیت کا ارادہ کرتے ہیں ان کا آخرت میں حصہ نہیں۔

علامہ کلبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فساد سے مراد اللہ کے سوا دوسروں کی عبادت کی طرف بلانا نیز عکرمہ فرماتے ہیں ناحق لوگوں کا مال لینا مراد ہے ان سب گناہوں کی وجہ سے جنت سے آدمی محروم ہو جاتا ہے۔ (۱)

وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ: انجام نیک تو پرہیزگاروں کا ہی ہے۔ علامہ قتادہ فرماتے ہیں مراد جنت ہے، قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ نیکیوں کے انجام کو عاقبت کہا جاتا ہے اور برائیوں کے انجام کو عقاب کہا جاتا ہے۔ (۲)

---

(۱) تفسیر مظہری ۱۵۰/۹
(۲) نفس مصادر

زمین پر اکڑ کر چلنا منع ہے

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا﴾ (سورۃ الاسراء: ۳۷)

ترجمہ: ''اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے:...... زمین پر اکڑ کر مت چلو۔''

تشریح: زمین پر اکڑتے ہوئے چلنا منع ہے کیونکہ اس سے تکبر ظاہر ہوتا ہے جس کو شریعت نے حرام کہا ہے تکبر کے معنی ہیں کہ اپنے آپ کو دوسرے سے افضل واعلیٰ سمجھنا اور دوسرے کو حقیر سمجھنا۔

تکبر کی مذمت

متعدد آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ میں تکبر کی مذمت بیان کی گئی ہے ایک روایت میں آتا ہے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے پاس وحی بھیجی ہے کہ تواضع اور پستی اختیار کرو کوئی آدمی کسی دوسرے آدمی پر فخر اور اپنی بڑائی ظاہر نہ کرے اور نہ کوئی کسی پر ظلم کرے۔ (۱) اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جنت میں داخل نہیں ہو سکے گا وہ شخص جس کے دل میں ذرہ برابر بھی تکبر ہوگا (۲) ایک حدیث قدسی میں آتا ہے بڑائی

میری چادر ہے اور عظمت میرا ازار ہے جو شخص مجھ سے اس کو چھینے گا تو میں اس کو جہنم میں داخل کروں گا۔ (۳)

(۱) مظہری ۷/۴۴ (۲) صحیح مسلم (۳) مشکوۃ شریف

حضرت حکیم لقمان علیہ السلام کی نصیحت

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: ﴿وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّکَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ کُلَّ مُخْتَالٍ فُخُوْرٍ. وَمَعْنٰی "تُصَعِّرْ خَدَّکَ لِلنَّاسِ" أَیْ: تَمِیْلُہٗ وَتُعْرِضُ بِہٖ عَنِ النَّاسِ تَکَبُّرًا. وَالْمَرَاحُ: اَلتَّبَخْتُرُ﴾ (سورۃ لقمان: ۱۸)

ترجمہ: ''اور نہ لوگوں کے لئے اپنا منہ پھیرو نہ زمین پر اترا کر چلو بے شک اللہ جل شانہ ہر تکبر کرنے والے اور فخر کرنے والے کو ناپسند کرتے ہیں۔ "وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّکَ لِلنَّاسِ" اس کا معنی یہ ہے تو اپنا چہرہ لوگوں سے تکبر کے ساتھ نہ پھیرو اور "المراح" اکڑ کر چلنے کو کہتے ہیں۔''

تشریح: وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّکَ لِلنَّاسِ: "صِعْر" کہتے ہیں، اونٹ کی وہ بیماری جس سے اس کی گردن مڑ جاتی ہے جیسے کہ انسانوں میں لقوہ ہو جاتا ہے جس سے اس کا چہرہ ٹیڑھا ہو جاتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ لوگوں سے ملاقات اور بات کرتے وقت ان سے منہ پھیر کر بات نہ کرو جوان سے اعراض کرنے اور تکبر کرنے کی علامت ہے۔

وَلَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا: زمین پر تکبرانہ چال کے ساتھ نہ چلو کہ اس سے اللہ جل شانہ کی ناراضگی ہوتی ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ کُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ: اللہ جل شانہ پسند نہیں فرماتے کسی بھی متکبر اور فخر کرنے والے کو۔

ایک دوسری روایت میں آتا ہے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ آدمی تکبر کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ جبارین (یعنی انتہائی ظالم اور مغرور) میں اس کا نام لکھ دیا جاتا ہے پھر اس پر وہی عذاب آئے گا جو ان پر آیا تھا۔ (۱)

(۱) ترمذی شریف

قارون کا واقعہ

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: ﴿اِنَّ قَارُوْنَ کَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰی فَبَغٰی عَلَیْھِمْ وَآتَیْنَاہُ مِنَ الْکُنُوْزِ مَا اِنَّ مَفَاتِحَہٗ لَتَنُوْءُ بِالْعُصْبَۃِ اُوْلِی الْقُوَّۃِ اِذْ قَالَ لَہٗ قَوْمُہٗ لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْفَرِحِیْنَ﴾ (القصص: ۷۶)

اِلٰی قولہ تعالٰی: ﴿فَخَسَفْنَا بِہٖ وَبِدَارِہِ الْاَرْضَ﴾ (الایات)

ترجمہ: ”قارون موسیٰ علیہ السلام کی قوم میں سے تھا اور اس نے ان پر سرکشی کی اور ہم نے اسے اتنے خزانے دیئے کہ ان کی کنجیاں ایک طاقت ور جماعت بمشکل اٹھاتی تھی۔ جب اس سے اس کی قوم نے کہا مت اِترا، اللہ جل شانہ اِترانے والے کو پسند نہیں کرتے۔ اللہ کے اس قول تک ”پس ہم نے اس کو اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا۔“

تشریح: درمیان کی آیات اوران کا ترجمہ:

﴿وَابْتَغِ فِيْمَا اٰتٰکَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَکَ مِنَ الدُّنْيَا وَاَحْسِنْ کَمَا اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْکَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْاَرْضِ ط اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ۝ قَالَ اِنَّمَا اُوْتِيْتُهٗ عَلٰی عِلْمٍ عِنْدِيْ ط اَوَلَمْ يَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَهْلَکَ مِنْ قَبْلِهٖ مِنَ الْقُرُوْنِ مَنْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَّاَکْثَرُ جَمْعًا ط وَلَا يُسْئَلُ عَنْ ذُنُوْبِهِمُ الْمُجْرِمُوْنَ۝ فَخَرَجَ عَلٰی قَوْمِهٖ فِيْ زِيْنَتِهٖ ط قَالَ الَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا يٰلَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَا اُوْتِيَ قَارُوْنُ اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ۝ وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَيْلَکُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا وَلَا يُلَقّٰهَا اِلَّا الصّٰبِرُوْنَ۝﴾

ترجمہ: ”اور جو تجھ کو اللہ نے دیا ہے اس سے کمالے پچھلا گھر اور نہ بھول اپنا حصہ دنیا سے اور بھلائی کر جیسے اللہ نے بھلائی کی تجھ پر اور مت چاہ خرابی ڈالنی ملک میں، اللہ کو بھاتے نہیں خرابی ڈالنے والے، بولا یہ مال تو مجھ کو ملا ہے ایک ہنر سے جو میرے پاس ہے: کیا اس نے یہ نہ جانا کہ اللہ غارت کر چکا ہے اس سے پہلے کتنی جماعتیں جو اس سے زیادہ رکھتی تھیں زور، اور زیادہ رکھتی تھیں مال کی جمع اور پوچھے نہ جائیں گناہ گاروں سے ان کے گناہ، پھر نکلا اپنی قوم کے سامنے اپنے ٹھاٹھ سے کہنے لگے جو لوگ طالب تھے دنیا کی زندگی کے اے کاش! ہم کو بھی ملا ہوتا جیسا کچھ کہ ملا قارون کو بے شک اس کی بڑی قسمت ہے اور بولے جن کو ملی تھی سمجھ، اے خرابی تمہیں! اللہ کا دیا ثواب بہتر ہے ان کے واسطے جو یقین لائے اور کام کیا بھلا۔ اور یہ بات انہی کے دل میں پڑی ہے جو صبر کرنے والے ہیں۔“(۱)

اِنَّ قَارُوْنَ کَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰی: قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کا چچا زاد بیٹا تھا موسیٰ علیہ السلام کے والد کا نام عمران اور قارون کے والد کا نام بصیرہ تھا۔ کہتے ہیں کہ قارون تورات کا حافظ تھا اس کو حسد تھا کہ ہارون شریک نبوت جب ہوئے تو اس نے موسیٰ علیہ السلام سے شکایت کہ میرا اس سیادت و قیادت میں حصہ کیوں نہیں موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اس میں میرا کوئی دخل نہیں۔ (۲)

فَبَغٰی عَلَيْهِمْ: کہ مال و دولت کے نشے میں اس نے دوسروں پر ظلم کرنا شروع کر دیا اور فرعون نے اس کو سردار بھی بنا دیا تھا تو امارت کے عہدے میں اس نے بنی اسرائیل کو ستایا۔ (۳)

وَ آتَیْنٰهُ مِنَ الْکُنُوْزِ مَا: کنوز کنز کی جمع ہے مدفون خزانہ کو کہتے ہیں۔ حضرت عطاء سے روایت ہے کہ قارون کو حضرت یوسف کا ایک عظیم الشان مدفون خزانہ مل گیا تھا۔ (۴)

اِنَّ مَفَاتِحَهٗ لَتَنُوْٓءُ بِالْعُصْبَةِ اُولِی الْقُوَّةِ: "عصبة" بمعنی جماعت۔ مطلب یہ ہے کہ اس کے خزانے کی چابیاں اتنی زیادہ تھیں کہ ایک قوی جماعت بھی اس کے اٹھانے کے بوجھ سے جھک جاتی۔ بعض نے ستر افراد اور بعض نے چالیس قوی ترین آدمی بتائے ہیں۔ (۵)

اِذْ قَالَ لَهٗ قَوْمُهٗ لَا تَفْرَحْ: جب اس کی قوم نے کہا مت خوش ہو۔

سوال: دوسری جگہ پر آتا ہے "فَبِذٰلِکَ فَلْیَفْرَحُوْا" چاہئے کہ خوش ہوں۔ اور اوپر والی آیت میں خوش ہونے کو منع کیا جارہا ہے؟

جواب: حدود کے اندر خوش ہونا صحیح ہے اور ایسی خوشی جس میں تکبر ہو اور حدود سے تجاوز ہو تو وہ منع ہے۔ (۶)

وَ ابْتَغِ فِیْمَآ اٰتٰکَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ: اس زمانے کے موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے والوں نے قارون کو نصیحت کی کہ اپنے مال و دولت سے تم اللہ کو راضی کرو اور آخرت کے گھر کی فکر کرو۔

وَلَا تَنْسَ نَصِیْبَکَ مِنَ الدُّنْیَا: یعنی دنیاوی زندگی میں آخرت والے اعمال کو نہ بھولا جائے جس میں صدقہ، خیرات بھی داخل ہے اور یہی دنیا کا حصہ تیرا ہے جو آخرت کا سامان بن جائے باقی دنیا تو دوسرے کا حصہ ہے۔ (۷)

اَحْسِنْ کَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَیْکَ: کہ اللہ کی عبادت اچھی طرح کرو ہمیشہ اس کو یاد کرو جیسے کہ اللہ نے بھلائی کی ہے اور اس پر تم پر بے شمار نعمتیں عطا فرمائیں گے۔

قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِیْتُهٗ عَلٰی عِلْمٍ عِنْدِیْ: "علم" سے مراد علم تورات ہے کیونکہ یہ تورات کا حافظ اور عالم تھا یا علم سے مراد معاش کا علم ہے کہ جو کچھ مجھ کو مال ملا ہے وہ میری سمجھداری اور کارگزاری کی وجہ سے حاصل ہوا ہے۔

اَوَلَمْ یَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَهْلَکَ مِنْ قَبْلِهٖ: اللہ جل شانہ اس بات کے جواب میں، کہ یہ مال میرے کمال سے مجھ کو ملا ہے فرمارہے ہیں کہ بالفرض اگر یہ مال ذاتی کمال سے ہی حاصل ہوا ہے مگر خود مال و دولت کوئی کمال وفضیلت کی چیز تو نہیں ہے کیونکہ پہلے زمانے میں بڑے بڑے سرمایہ داروں نے سرکشی کی تو ان پر اللہ کا عذاب آیا پھر مال ان کے کسی کام نہ آسکا۔ (۸)

فَخَرَجَ عَلٰی قَوْمِهٖ فِیْ زِیْنَتِهٖ: حضرت مقاتل رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قارون سفید خچر پر جس پر سنہری زین اور چار ہزار گھوڑے سوار، تین سو باندیاں وہ بھی سفید خچروں پر سوار اور ان پر زیور اور سرخ لباس تھے ان کے ساتھ قارون نکلا۔ (۹)

وَقَالَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَیْلَکُمْ: اس آیت میں "اُوْتُو الْعِلْمَ" سے مراد علماء ہیں اس کے مقابل میں "اَلَّذِیْنَ یُرِیْدُوْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا" اس سے مراد علم سے بے بہرہ لوگ ہیں اس میں اشارہ ہے کہ دنیا کا ارادہ اور اس کو مقصود بنانا اہل علم کا کام نہیں اہل علم کے سامنے تو ہمیشہ آخرت کی منفعت ہوتی ہے۔ (۱۰)

---

(۱) معارف القرآن (۲) تفسیر قرطبی (۳) معارف القرآن (۴) مظہری ۱۴۰/۹ (۵) معارف القرآن ۶۶۵/۶
(۶) [illegible] (۷) تفسیر مظہری ۱۴۴/۹ (۸) نفس مصادر (۹) معارف القرآن ۶۶۷/۶ (۱۰) ایضاً

تکبر والا آدمی جنت میں داخل نہیں ہوگا

(۶۱۲) ﴿وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ كِبْرٍ فَقَالَ رَجُلٌ: إِنَّ الرَّجُلَ يُحِبُّ أَنْ يَّكُوْنَ ثَوْبُهُ حَسَنًا وَنَعْلُهُ حَسَنَةً؟ قَالَ: "إِنَّ اللّٰهَ جَمِيْلٌ يُحِبُّ الْجَمَالَ: اَلْكِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ﴾(رواہ مسلم)

بَطَرُ الْحَقِّ: دَفْعُهُ وَرَدُّهُ عَلٰى قَائِلِهِ، وَغَمْطُ النَّاسِ: اِحْتِقَارُهُمْ.

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ شخص جنت میں نہیں جائے گا جس کے دل میں ایک ذرے کے برابر بھی تکبر ہوگا ایک آدمی نے سوال کیا کہ آدمی کو یہ پسند ہوتا ہے کہ اس کا لباس اچھا ہو اور اس کے جوتے اچھے ہوں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا بے شک اللہ جمیل ہے اور جمال کو پسند فرماتا ہے۔''

تکبر یہ ہے کہ حق کی بات کو ٹھکرانا اور لوگوں کو حقیر سمجھنا۔ "بَطَرُ الْحَقِّ "حق کو ٹھکرا دینا اور اس کے قائل پر اس کو لوٹا دینا۔ "غَمْطُ النَّاسِ "لوگوں کو حقیر سمجھنا۔

لغات: ❖ بطر الحق: بَطَرَ يَبْطَرُ بَطَرًا زیادتی نعمت کی وجہ سے اترانا، حق کو تکبر کی وجہ سے قبول نہ کرنا۔

❖ غَمْطُ النَّاسِ: غَمَطَ يَغْمَطُ غَمْطًا حقارت کرنا، حقیر جاننا نعمت کی ناشکری کرنا، ناقدری کرنا۔

تشریح: لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ كِبْرٍ: وہ شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا جس کے دل میں ایک ذرے کے برابر بھی تکبر ہے۔ ذرہ سے مراد یا تو چھوٹی چیونٹی ہے جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ سو چیونٹیاں مل کر ایک جو کے وزن کے برابر ہوتی ہیں یا بعض علماء فرماتے ہیں کہ ذرہ سے مراد وہ باریک باریک غبار کے ریزے ہیں جو روشنی میں نظر آتے ہیں بہرحال اندازہ لگایا جائے کہ اللہ جل شانہ تکبر کو ذرہ برابر بھی پسند نہیں فرماتے۔ (۱)

فَقَالَ رَجُلٌ اِنَّ الرَّجُلَ يُحِبُّ اَنْ يَّكُوْنَ ثَوْبُهُ حَسَنًا: ایک آدمی نے سوال کیا کہ آدمی کو یہ پسند ہوتا ہے کہ اس کا لباس اچھا ہو۔

یہ آدمی کون تھے؟

بعض نے حضرت ربیعہ بن عامر اور بعض نے عبداللہ بن عمر اور بعض نے معاذ بن جبل فرمایا ہے۔ (۲) تو ان صحابی کو شبہ ہوا کہ جب آدمی اعلیٰ ونفیس کپڑے پہنتا ہے اور جوتے کو استعمال کرتا ہے مگر اس کے دل میں یہ خیال نہ ہو کہ اس سے میں اپنی

امارت و بڑائی کا رعب لوگوں پر ڈالوں گا یا میں دوسرے غریب لوگوں کو ذلیل وحقیر سمجھ لوں گا تو اب کیا اس شخص پر بھی تکبر کا اطلاق ہوگا۔

آپ ﷺ نے اس پر فرمایا کہ اچھے لباس پہننا یا جوتے وغیرہ اچھے استعمال کرنا، جس کو شریعت نے منع نہیں فرمایا، یہ تو اس کی خوش ذوقی کی علامت ہے اس کو کبر نہیں کہتے۔ (۳)

اللہ جل شانہ جمیل ہیں اور جمال کو پسند فرماتے ہیں

اِنَّ اللّٰهَ جَمِيلٌ يُحِبُّ الْجَمَالَ: اللہ جل شانہ جمیل ہے کہ اللہ اپنی ذات وصفات میں اوصاف کاملہ سے موصوف ہیں اور ہر قسم کا ظاہری و باطنی حسن و جمال اسی کے جمال کا عکس ہے۔ یا مطلب یہ ہے کہ اللہ جمیل ہے کہ اللہ آراستہ کرنے والے اور جمال بخشنے والے ہیں۔ بعض کے نزدیک مطلب یہ ہے کہ اللہ جل شانہ اپنے بندوں کا اچھا کارساز ہے۔ (۴)

کبر کی تعریف

اَلْكِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ: حق بات کو ٹھکرانا اور لوگوں کو حقیر سمجھنا۔ مطلب یہ ہے کہ کبر وہ ہے کہ جو آدمی کو حق سے ہٹا دے اور حق وصداقت سے سرکش کر دے اور وہ شخص مخلوق خدا کو اپنے سامنے ذلیل وحقیر سمجھے۔

تخریج حدیث: اخرجه مسلم فی کتاب الایمان تحت باب تحریم الکبر وبیانه واحمد ۳۷۸۹/۲، وابوداؤد والترمذی وابن ماجه.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۳۶) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔
(۱) مظاہر حق ۶۲۶/۴، دلیل الطالبین ۵۲۹/۱ (۲) مرقاۃ
(۳) مظاہر حق ۶۲۶/۴ (۴) مرقاۃ، تعلیق الصبیح، مظاہر حق ۶۲۶/۴

سیدھے ہاتھ سے کھاؤ

(۶۱۳) ﴿وَعَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَجُلاً أَكَلَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشِمَالِهِ فَقَالَ: "كُلْ بِيَمِيْنِكَ" قَالَ: لَا أَسْتَطِيْعُ! قَالَ: "لَا اسْتَطَعْتَ" مَا مَنَعَهُ إِلَّا الْكِبْرُ قَالَ: فَمَا رَفَعَهَا إِلٰى فِيْهِ﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ: "حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے آپ ﷺ کے پاس اپنے بائیں ہاتھ سے کھایا آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اپنے دائیں ہاتھ سے کھاؤ۔ اس نے کہا مجھے طاقت نہیں ہے آپ

ﷺ نے ارشاد فرمایا: تجھ میں اس کی طاقت نہ ہو۔ اس کو صرف تکبر نے آپ علیہ السلام کی بات کے ماننے سے روکا تھا۔ راوی کا بیان ہے کہ اس کے بعد وہ آدمی اپنے دائیں ہاتھ کو اپنے منہ کی طرف نہیں اٹھا سکا۔"

لغات: ❖ کُلْ: یہ صیغہ امر ہے از نصر مصدر ہے۔ اَلْاَکْلُ بمعنی کھانا۔ مزید فیہ سے کھلانے کے معنی میں مستعمل ہے۔

تشریح: اِنَّ رَجُلاً اَکَلَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: ایک آدمی آپ ﷺ کے سامنے بائیں ہاتھ سے کھانا کھا رہا تھا۔ علماء نے اس کا نام بشر بن راعی الاشجعی لکھا ہے یہ مشہور صحابی رسول ہیں یہ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔

"کُلْ بِیَمِیْنِکَ" سیدھے ہاتھ سے کھاؤ۔ بعض علماء کے نزدیک سیدھے ہاتھ سے کھانا واجب ہے مگر جمہور کے نزدیک سنت اور مستحب ہے اور جن روایات میں صیغہ امر استعمال ہوا ہے بطور زجر وتنبیہ کے ہے۔

الا الکبر: اس آدمی نے کبر کی وجہ سے یہ بات کہی تھی اس لئے آپ ﷺ نے بددعا فرمائی اور موت تک پھر کبھی ہاتھ منہ تک نہ اٹھا سکا حدیث بالا میں تکبر کی قباحت اور تکبر کے انجام بد کی طرف بھی اشارہ ہے۔ (۱)

تخریج حدیث: اخرجه مسلم فی کتاب الاطعمة تحت باب الاداب فی الطعام والشراب واحکامهما واحمد فی مسنده ١٦٤٩٩/٥، وابن حبان ٦٥١٢ وهکذا الدارمی.

نوٹ: راوی حدیث حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۱۶۰) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) اس حدیث کی مزید وضاحت "باب المحافظة علی السنة" میں گزر چکی ہے۔

جہنم میں کس قسم کے لوگ داخل ہوں گے

(٦١٤) ﴿وَعَنْ حَارِثَةَ بْنِ وَهْبٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: اَلَا اُخْبِرُکُمْ بِاَهْلِ النَّارِ؟: کُلُّ عُتُلٍّ جَوَّاظٍ مُسْتَکْبِرٍ﴾ (متفق علیه)

وتقدم شرحه فی باب ضعفة المسلمین.

ترجمہ: "حضرت حارثہ بن وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے آپ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: کیا میں تمہیں جہنمیوں کی خبر نہ دوں؟ ہر سرکش، بخیل اور متکبر جہنمی ہے (بخاری ومسلم) اس کی شرح "باب ضعفة المسلمین" میں گزر چکی ہے۔"

لغات: ❖ عتل: عَتَلَ یَعْتِلُ عُتْلاً برائی کی طرف جلدی جلدی آنا جمع عُتُل و عُتَلاءُ.

❖ جواظ: جَاظَ یَجُوْظُ جَوْظًا وَّجَوْظَانًا تکبر سے چلنا، "الجَوَّاظُ" تکبر سے چلنے والا، اجڈ، بہت کھانے والا۔

تشریح: یہ حدیث اگرچہ پہلے "باب فضل ضعفة المسلمین" میں گزر چکی ہے مگر مصنف دوبارہ یہاں پر اس لئے لائے

کہ تکبر یہ ایسی مذموم صفت ہے کہ اس کے حامل شخص کا ٹھکانا دوزخ ہوگا۔ "اعاذنا الله منه"

تخریج حدیث: سبق ذکرہ فی باب فضل ضعفة المسلمین.

نوٹ: راوی حدیث حضرت حارثہ بن وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۲۵۴) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

جنت اور جہنم کا مکالمہ

(٦١٥) ﴿وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِحْتَجَّتِ الْجَنَّةُ وَالنَّارُ، فَقَالَتِ النَّارُ: فِیَّ الْجَبَّارُوْنَ وَالْمُتَکَبِّرُوْنَ، وَقَالَتِ الْجَنَّةُ: فِیَّ ضُعَفَاءُ النَّاسِ وَمَسَاکِیْنُهُمْ. فَقَضَی اللّٰهُ بَیْنَهُمَا: اِنَّکِ الْجَنَّةُ رَحْمَتِیْ، اَرْحَمُ بِکِ مَنْ اَشَاءُ وَاِنَّکِ النَّارُ عَذَابِیْ، اُعَذِّبُ بِکِ مَنْ اَشَاءُ، وَلِکِلَیْکُمَا عَلَیَّ مِلْؤُهَا.﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ: ''حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جنت اور دوزخ نے باہم جھگڑا کیا۔ دوزخ نے کہا میرے اندر بڑے بڑے سرکش اور متکبر لوگ ہوں گے اور جنت نے کہا میرے اندر کمزور اور مسکین قسم کے لوگ ہوں گے۔ تو اللہ جل شانہ نے ان کے درمیان فیصلہ فرمایا کہ اے جنت! تو میری رحمت ہے میں تیرے ذریعے سے جس پر چاہوں گا رحم کروں گا اور اے دوزخ! تو میرا عذاب ہے میں تیرے ذریعے سے جسے چاہوں گا عذاب دوں گا اور تم دونوں کے بھرنے کی ذمہ داری مجھ پر ہے۔''

لغات: ❖ احتجت: اِحْتَجَّ یَحْتَجُّ اِحْتِجَاجًا دعویٰ کرنا، دلیل پیش کرنا یہ افتعال سے ہے اور مجرد نصر سے ہے۔

تشریح: اگرچہ یہ حدیث "باب فضل المسلمین" میں گزر چکی ہے مگر مصنف دوبارہ یہاں پر اس لئے لائے کہ متکبرین کا انجام بد اور اس کے مرنے کے بعد ٹھکانا جہنم ہوگا۔

اَرْحَمُ بِکِ مَنْ اَشَاءُ: جس پر میں چاہوں گا رحم کروں گا۔ اس کا یہ ہرگز مطلب نہیں کہ یوں ہی جسے چاہیں جنت میں اور جس کو چاہیں جہنم میں بھیج دے گا بلکہ اس کے لئے اللہ جل شانہ نے اصول وضوابط مقرر کئے ہیں کہ جو نیک اعمال کرے گا تو اللہ اس کو جنت میں اور جو اللہ جل شانہ کی نافرمانی کریں گے تو ان کے لئے جہنم مقدر ہے۔

تخریج حدیث: اخرجه مسلم فی کتاب صفة القیامة والجنة والنار تحت باب النار یدخلها الجبارون والجنة یدخلها الضعفاء.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۲۰) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

شلوار کو ٹخنوں کے نیچے لٹکانے والے کو اللہ جل شانہ قیامت کے دن نہیں دیکھیں گے

(٦١٦) ﴿وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: 'لَا یَنْظُرُ اللّٰهُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ إِلٰی مَنْ جَرَّ إِزَارَهٗ بَطَرًا﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن اللہ جل شانہ اس شخص کی طرف نہیں دیکھے گا جو تکبر سے اپنے تہہ بند (شلوار وغیرہ) کو ٹخنوں سے نیچے گھسیٹتا ہوا چلے۔'' (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ جر: یَجُرُّ جَرًّا کھینچنا، اونٹ کو آہستہ ہانکنا۔ اِزَارَۃٌ ہر وہ چیز جو تم کو چھپا لے، چادر، پاکدامنی، تہبند، پستہ دیوار، جمع: آزِرَۃٌ، اُزُرٌ

تشریح: اس سلسلہ کی مزید چند روایات

جس قسم کا مضمون حدیث بالا میں ارشاد فرمایا گیا اس قسم کا مضمون متعدد روایات میں وارد ہوا ہے مثلاً:

﴿وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنْ جَرَّ ثَوْبَهٗ خُیَلَاءَ لَمْ یَنْظُرِ اللّٰهُ اِلَیْهِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ﴾ (۱)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نبی کریم ﷺ سے روایت نقل کرتے ہیں جو شخص غرور وتکبر کے طور پر اپنے کپڑے کو زمین پر گھسیٹتا ہوا چلے گا تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر رحمت سے نہیں دیکھے گا۔

اسی طرح دوسری روایت میں وارد ہوا ہے:

﴿وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: بَیْنَمَا رَجُلٌ یَجُرُّ اِزَارَهٗ مِنَ الْخُیَلَاءِ خُسِفَ بِهٖ فَهُوَ یَتَجَلْجَلُ فِی الْاَرْضِ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ﴾ (۲)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایک شخص غرور وتکبر کی وجہ سے اپنی چادر کو زمین پر گھسیٹتا ہوا چل رہا تھا تو اس کو زمین میں دھنسا دیا گیا اب وہ قیامت تک زمین میں دھنستا چلا جائے گا۔

محدثین فرماتے ہیں کہ غرور وتکبر کے ساتھ پائجامہ یا تہبند کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانا تو حرام ہے اگر غرور وتکبر کی نیت نہ ہو تو اب مکروہ تنزیہی ہوگا اگر کسی عذر کی وجہ سے ایسا کیا جائے تو اس کی اجازت ہے۔ (۳)

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب اللباس تحت باب من جر ازاره من غیر خیلاء ومسلم فی

كتاب اللباس تحت باب تحريم جر الثوب خيلاء واحمد في مسنده ٣/٩٠١٤.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ (عبدالرحمٰن) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) بخاری ومسلم (۲) رواہ البخاری (۳) مظاہر حق ۴/۱۶۱

تین آدمیوں سے اللہ قیامت کے دن بات نہیں فرمائیں گے

(٦١٧) ﴿وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "ثَلاثَةٌ لا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَلا يُزَكِّيهِمْ وَلا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ، وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ: شَيْخٌ زَانٍ، وَمَلِكٌ كَذَّابٌ، وَعَائِلٌ مُسْتَكْبِرٌ﴾ (رواہ مسلم)

"العائل" الفقير.

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تین آدمی ہیں جن سے اللہ تعالیٰ قیامت والے دن نہ کلام فرمائیں گے نہ ان کو پاک فرمائیں گے اور نہ ان کی طرف نظر (رحمت) سے دیکھیں گے اور ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا ① بوڑھا زنا کرنے والا ② جھوٹا بادشاہ ③ تکبر کرنے والا فقیر۔ "العائل" فقیر کو کہتے ہیں۔"

لغات: ❖ لایزکیھم: زَكّٰى يُزَكِّيْ تَزْكِيَةً پاک کرنا، نشوونما کرنا، صالح بنانا، بڑھانا، زائد کرنا۔

❖ عائل: عَالَ يَعُوْلُ عَوْلًا فِي حُكْمِهٖ ظلم کرنا، راہ حق سے ہٹ جانا، خیانت کرنا۔

تشریح: لَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ: اللہ تعالیٰ بات نہیں کریں گے یعنی رضا خوش نودی والی بات نہیں کریں گے یا بالکل ہی بات نہیں کریں گے۔

وَلَا يُزَكِّيهِمْ: کہ اللہ جل شانہ اس قسم کے لوگوں کی تعریف وستائش نہیں فرمائیں گے یا مطلب یہ ہے کہ اللہ جل شانہ اس قسم کے لوگوں کو گناہوں کی نجاست سے پاک وصاف نہیں کریں گے۔ (۱)

شَيْخٌ زَانٍ: بوڑھا زنا کرنے والا۔ زنا تو بہت برا فعل ہے خواہ جوان آدمی کرے یا بوڑھا آدمی۔ مگر بوڑھے آدمی کی زیادہ مذمت ہے کیونکہ اس کی طبیعت پر جنسی خواہش اور قوت مردانگی کا وہ غلبہ نہیں ہوتا تو اب بڈھے آدمی کا زنا کرنا اس کی نہایت بے حیائی اور خبث طبیعت پر دلالت کرتا ہے۔ (۲)

وَمَلِكٌ كَذَّابٌ: اسی طرح جھوٹ بولنا ہر آدمی کے لئے برا ہے مگر خاص کر کے بادشاہ وقت جس کے جھوٹ کا اثر صرف ایک دو پر نہیں بلکہ پورے ملک پر ہوتا ہے یا مطلب یہ ہے کہ آدمی جھوٹ بولتا ہے کسی فائدہ کے حصول یا کسی نقصان سے بچنے کے لئے مگر بادشاہ کو اس قسم کے جھوٹ بولنے کا کیا فائدہ اس کے بغیر بھی وہ فائدہ حاصل کرسکتا ہے اور نقصان سے بچ

سکتا ہے۔ (۳)

وَعَائِلٌ مُسْتَكْبِرٌ: تکبر ہر آدمی کے لئے برا ہے مگر خاص کر کے جو بالکل فقیر و مفلس ہو تو اس کا تکبر کرنا اور زیادہ برا ہے۔

تخریج حدیث: اخرجه مسلم فی کتاب الایمان تحت باب بیان غلظ تحریم اسبال الا زار والمن بالعطية الخ.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ (عبدالرحمٰن) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔
(۱) مظاہر حق ۴/۶۲۷، روضۃ المتقین ۲/۱۶۲ (۲) مرقاۃ شرح مشکوۃ (۳) مرقاۃ، مظاہر حق ۴/۶۲۷

تکبر کرنا اللہ کے ساتھ شریک کرنے کی طرح ہے

(٦١٨) ﴿وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: اَلْعِزُّ إِزَارِيْ، وَالْكِبْرِيَاءُ رِدَائِيْ، فَمَنْ يُّنَازِ عُنِيْ عَذَّبْتُهُ﴾ (رواه مسلم)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ جل شانہ فرماتے ہیں کہ عزت میرا تہبند اور تکبر میری چادر ہے جو شخص ان دونوں میں سے کسی کو بھی مجھ سے چھیننے کی کوشش کرے گا تو میں اس کو عذاب میں مبتلا کروں گا۔'' (مسلم)

لغات: العز: عزت، سخت، رش۔ ردائی: الرداء چادر، عباء یا جبہ کی طرح اوپر کی پوشش، تلوار، کمان، عقل، نادانی جمع: اَرْدِيَةٌ.

تشریح: اَلْعِزُّ اِزَارِيْ: عزت میرا تہبند ہے۔ اللہ کی ازار سے مراد، ازاری وغیرہ الفاظ سے یہ سمجھانا ہے کہ عظمت وعزت صرف میری ذات کے ساتھ خاص ہے اس میں میرے ساتھ کوئی دوسرا ساجھی نہیں ہے۔

اَلْكِبْرِيَاءُ رِدَائِيْ: تکبر میری چادر ہے۔ ان دونوں جملوں سے یہ بتانا ہے کہ جس طرح کسی کے لباس میں دوسرا شریک نہیں ہوسکتا تو اسی طرح اللہ جل شانہ کی کچھ صفات ایسی ہیں جس میں اللہ کے ساتھ دوسرا کوئی شریک نہیں ہوسکتا ان میں سے ایک ''عز'' اور دوسرا ''تکبر'' بھی ہے یہ بندوں میں کسی کے لئے مناسب نہیں کہ وہ ان صفات کو اپنائے۔ (۱)

تخریج حدیث: اخرجه مسلم فی کتاب الکبر تحت باب تحریم الکبر و ابن ماجه فی کتاب الزهد، تحت باب البراءة من الکبر والتواضع بلفظ "الکبرياء ردائی والعظمة ازاری."

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔
(۱) مظاہر حق ۴/۶۲۹

اکڑ کر چلنے والا آدمی زمین میں دھنسا دیا گیا

(۶۱۹) ﴿وَعَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: بَيْنَمَا رَجُلٌ يَمْشِيْ فِيْ حُلَّةٍ تُعْجِبُهُ نَفْسُهُ، مُرَجِّلٌ رَأْسَهُ، يَخْتَالُ فِيْ مِشْيَتِهِ، إِذْ خَسَفَ اللّٰهُ بِهِ، فَهُوَ يَتَجَلْجَلُ فِي الْأَرْضِ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ﴾

(متفق عليه)

"مُرَجِّلٌ رَأْسَهُ" أَيْ: مُمَشِّطُهُ "يَتَجَلْجَلُ" بِالْجِيْمَيْنِ، أَيْ: يَغُوْصُ وَيَنْزِلُ.

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایک آدمی عمدہ جوڑے میں ملبوس سر میں کنگھی کیے ہوئے اتراتا ہوا اکڑ کر چل رہا تھا کہ اللہ جل شانہ نے اس کو زمین میں دھنسا دیا پس وہ قیامت کے دن تک زمین میں دھنستا جائے گا۔" (بخاری ومسلم)

"مُرَجِّلٌ رَأْسَهُ" بمعنی کنگھی سے بالوں کو آراستہ کرنے والا۔ "يَتَجَلْجَلُ" زمین میں دھنس رہا ہے، نیچے جا رہا ہے۔

لغات: حلة: نیا کپڑا، کپڑوں کا جوڑا جمع، حُلَلٌ وَحُلَالٌ. مُرَجِّلٌ: رَجَّلَ يُرَجِّلُ تَرْجِيْلًا رَأْسَهُ کنگھی کرنا۔

❖ يَخْتَالُ: اِخْتَالَ يَخْتَالُ اِخْتِيَالًا تکبر کرنا اور اکڑ کر چلنا۔ خسف: خَسَفَ يَخْسِفُ خُسُوْفًا. فِي الْأَرْضِ زمین میں دھنس جانا۔ يَتَجَلْجَلُ: تَجَلْجَلَ يَتَجَلْجَلُ تَجَلْجُلًا. فِي الْأَرْضِ گھسنا۔

تشریح:

حدیث میں دو احتمال

اس حدیث کے بارے میں محدثین نے دو احتمال ظاہر کیے ہیں۔

پہلا احتمال: یہ بنی اسرائیل کا واقعہ ہے جیسے کہ ایک روایت میں فرمایا گیا ہے کہ "اِنَّ رَجُلاً مِمَّنْ كَانَ قَبْلَكُمْ"[1] کہ تم سے پہلے لوگوں میں سے تھا اس میں آپ ﷺ پچھلی کسی امت کا حال بیان فرما رہے ہیں کہ اس کے تکبر کی وجہ سے اس کو زمین میں دھنسا دیا گیا۔[2]

دوسرا احتمال: یہ ہے کہ یہ بات آپ ﷺ نے بطور پیشین گوئی کے ارشاد فرمائی کہ کسی آنے والے وقت میں ایسا ہوگا کیونکہ ایسا ہونا یقینی امر ہے اس لئے اس کو ماضی کے صیغوں میں بیان کیا گیا ہے۔[3]

تنبیہ: یہ واقعہ قارون کا نہیں ہے کیونکہ اس کا زمین میں دھنسنا مال کے سبب سے تھا۔

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب اللباس تحت باب من جرثوبه من الخیلاء مسلم فی کتاب اللباس تحت باب تحریم التبختر فی المشی مع اعجابه بثیابه واحمد ۹۰۷۵/۳، وهکذا ابن حبان ۵۶۸۴.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابو ہریرہ (عبدالرحمٰن) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔
(۱) رواہ مسلم (۲) روضۃ المتقین ۲/۱۶۵ (۳) مرقاۃ، مظاہر حق ۴/۱۶۱

تکبر کرنے والے کا شمار سرکش لوگوں میں ہو جاتا ہے

(۶۲۰) ﴿وَعَنْ سَلَمَةَ ابْنِ الْاَكْوَعِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَذْهَبُ بِنَفْسِهٖ حَتّٰى يُكْتَبَ فِي الْجَبَّارِيْنَ، فَيُصِيْبُهُ مَاأَصَابَهُمْ﴾ (رواہ الترمذی)
وقال: حديث حسن "يَذْهَبُ بِنَفْسِهٖ" أي: يَرْتَفِعُ وَيَتَكَبَّرُ.

ترجمہ: ''حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: آدمی تکبر کا اظہار کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اسے سرکش لوگوں میں لکھ دیا جاتا ہے پھر اسے وہی سزا ہوگی جو سرکش لوگوں کی ہوتی ہے۔ ترمذی۔ اور صاحب ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے۔ "یذھب بنفسه" کے معنی ہیں وہ برتری اور تکبر کا اظہار کرتا ہے۔''

لغات: ❖ فَيُصِيْبُهُ: اَصَابَ يُصِيْبُ اِصَابَةً وَمُصَابَةً تکلیف دینا، مصیبت کا نازل ہونا۔ مجرد ونصر وضرب سے۔

تشریح: لَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَذْهَبُ بِنَفْسِهٖ: کہ آدمی تکبر کا اظہار کرتا رہتا ہے "بِنَفْسِهٖ" کی با میں دو احتمال ہیں۔

❶ با تعدیہ کے لئے ہو تو اس صورت میں ترجمہ یہ ہوگا کہ وہ آدمی اپنے نفس کو بلند سمجھ کر لوگوں سے دور رکھتا ہے اور اپنے آپ کو دوسرے سے بہتر جانتا ہے۔

❷ با مصاحبت کے لئے ہو تو اس صورت میں ترجمہ یہ ہوگا کہ اپنے نفس کے دھوکہ میں مبتلا ہو کر اس کے ساتھ کبر وغرور کی طرف بڑھتا ہے وہ اپنے نفس کی تعظیم وعزت کرتا ہے یہاں تک کہ وہ متکبر اور مغرور ہو جاتا ہے۔ (۱)

خلاصہ یہ ہے کہ آدمی جس قسم کی عادات کو اختیار کرتا ہے ویسا ہی آہستہ آہستہ ہو جاتا ہے اگر اچھی صفات کی کوشش کرتا ہے تو اچھی صفات اس میں بتدریج آتی رہتی ہیں اور اگر مذموم اور بری صفات کی کوشش کرتا ہے تو وہ آہستہ آہستہ اسی سانچے میں ڈھل جاتا ہے اور پھر اسی رنگ میں رنگ جاتا ہے۔ (۲)

تخریج حدیث: اخرجه الترمذی فی ابواب البر والصلة تحت باب ما جاء فی الکبر.

نوٹ: راوی حدیث حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۱۶۰) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔
(۱) مرقاۃ، مظاہر حق ۴/۶۲۹ (۲) دلیل الطالبین ۱/۵۲۳

(۷۳) بَابُ حُسْنِ الْخُلُقِ

اچھے اخلاق کا بیان

آپ ﷺ کے اخلاق سب سے اعلیٰ تھے

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ﴾ (سورۃ النون: ٤)

ترجمہ: ''اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے...... بے شک آپ اخلاق کے اعلیٰ پیمانے پر ہیں۔''

تشریح: اس آیت کی تفسیر مفسر قرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما یہ فرماتے ہیں خلق عظیم سے مراد دین عظیم ہے کہ اللہ جل شانہ کے نزدیک اس دین اسلام سے زیادہ کوئی دوسرا محبوب دین نہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں آپ ﷺ کے اخلاق قرآن عظیم تھے یعنی جن جن چیزوں کی قرآن نے تعلیم دی ہے آپ ﷺ ان سب کا عملی نمونہ ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بقول خلق عظیم سے مراد آداب القرآن ہیں۔ آپ ﷺ نے خود ارشاد فرمایا تھا ''**بعثت لا تمم مکارم الاخلاق**'' کہ اللہ نے مجھے اعلیٰ اخلاق کی تکمیل کے لئے مبعوث کیا ہے۔ (۱)

---

(۱) معارف القرآن ۵۳۲/۸، تفسیر مظہری ۴۱/۱۲

معاف کرنے والے اللہ جل شانہ کے دوست ہیں

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ﴾ (سورۃ آل عمران: ١٣٤)

ترجمہ: ''اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: اور غصے کو روکنے اور لوگوں کے قصور معاف کرنے والے ہیں اللہ جل شانہ نیکو کاروں کو دوست رکھتے ہیں۔''

تشریح: كَاظِمِيْنَ كَظْمٌ: اس کا معنی ہوتا ہے کہ باوجود غصہ بھر بھر کر آنے کے اپنے نفس کو روکنا۔ ایک روایت میں آتا ہے باوجود قدرت کے آدمی غصہ کو روک لے تو اللہ تعالیٰ اس کے دل کو امن اور ایمان سے بھر دے گا۔ (۱) ایک دوسری روایت میں آتا ہے جو شخص غصہ کو روک لے اللہ اس کے عیوب کی ستاری فرمائے گا۔

وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ: لوگوں سے درگزر کرتے ہیں حق تلفی کرنے والوں کے ساتھ وہ درگزر کرتے ہیں۔ (۲)

حضرت علی بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عجیب واقعہ

بعض مفسرین رحمہم اللہ تعالیٰ نے یہاں حضرت علی بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ نقل فرمایا ہے کہ ان کی ایک باندی

ان کو وضو کروا رہی تھی، برتن چھوٹ کر حضرت علی بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر جا گرا باندی نے فوراً "وَالْکَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ" پڑھی فوراً حضرت علی بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا غصہ ٹھنڈا ہوگیا پھر باندی نے "وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ" پڑھی تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے معاف کر دیا باندی نے پھر "وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ" پڑھی۔ تو اس کو سن کر حضرت علی بن حسین نے فرمایا جا میں نے تجھ کو آزاد کر دیا۔ (۳)

(۱) رواہ احمد
(۲) تفسیر مظہری ۲/۳۶۵
(۳) روح المعانی بحوالہ بیہقی

آپ ﷺ سب سے زیادہ اچھے اخلاق کے مالک تھے

(٦٢١) ﴿وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحْسَنَ النَّاسِ خُلُقًا﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: "حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ اچھے اخلاق کا مجموعہ تھے۔" (بخاری و مسلم)

لغات: ❖ خلقاً: الخُلُق و الخُلْق طبعی خصلت، مروت، عادت، طبیعت جمع: اَخْلَاق یہ باب نصر سمع اور کرم سے مستعمل ہے۔

تشریح: دنیا کے سارے ہی مذہبوں کی بنیاد اخلاق پر ہے اللہ جل شانہ نے جتنے انبیاء دنیا میں بھیجے سب کی یہی تعلیم رہی ہے لیکن مذہب اسلام کے دوسرے ابواب کی طرح اس باب میں بھی محمد رسول اللہ ﷺ اس میں سب سے آگے رہے اور جو آپ ﷺ نے اخلاق کا نمونہ پیش فرمایا اس سے سب عاجز ہو گئے۔ بلکہ آپ ﷺ نے ایک موقع پر خود ارشاد فرمایا "بعثتُ لِأُتَمِّمَ حسن الاخلاق" (۱) میں حسن اخلاق کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا ہوں۔

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بھائی کو آپ ﷺ کی تحقیق حال کے لئے مکہ بھیجا کہ "وہ کیسے نبی ہیں" تو ان کے بھائی نے یہ کہا: "رأیتهُ یامر بمکارم الاخلاق" (۲) میں نے دیکھا کہ وہ لوگوں کو اخلاق حسنہ کی تعلیم دیتے ہیں اور آپ ﷺ کی سیرت پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اخلاق آپ ﷺ کے دوست اور دشمن دونوں کے لئے یکساں تھے۔

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب الادب تحت باب الکنیة للصبی الخ و مسلم فی کتاب الفضائل تحت باب کان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم احسن الناس خلقا واحمد فی مسنده ٤/١٢٢٠٠، والترمذی وابن حبان ٢٣٠٨، وهکذا فی البیهقی ٢٠٣/٥.

نوٹ: راوی حدیث حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۱۵) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔
(۱) موطا امام مالک ومسند احمد، بیہقی وطبقات ابن سعد وکنز العمال ۲/۵ مطبع حیدر آباد دکن، زرقانی شرح موطا ۴/۹۲
(۲) صحیح مسلم مناقب ابی ذر ۲/۳۴۹

آپ ﷺ کی ہتھیلی ریشم سے زیادہ نرم تھی

(٦٢٢) ﴿وَعَنْهُ قَالَ: مَا مَسَسْتُ دِيْبَاجًا وَلَا حَرِيْرًا أَلْيَنَ مِنْ كَفِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا شَمَمْتُ رَائِحَةً قَطُّ أَطْيَبَ مِنْ رَائِحَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَقَدْ خَدَمْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشَرَ سِنِيْنَ، فَمَا قَالَ لِيْ قَطُّ: اُفٍّ، وَلَا قَالَ لِشَيْءٍ فَعَلْتُهُ: لِمَ فَعَلْتَهُ وَلَا لِشَيْءٍ لَمْ أَفْعَلْهُ: أَلَّا فَعَلْتَ كَذَا؟﴾ (متفق عليه)

ترجمہ: ”حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے روایت ہے کہ میں نے آپ ﷺ کی ہتھیلی سے زیادہ نرم کوئی ریشم نہیں پایا۔ اور میں نے آپ ﷺ کے جسم مبارک سے نکلنے والی خوشبو سے زیادہ کوئی خوشبو نہیں سونگھی اور میں نے دس سال تک آپ ﷺ کی خدمت کی، آپ ﷺ نے مجھے کبھی اف تک نہیں کہا اور جو کام میں نے کیا اس کے بارے میں آپ ﷺ نے یہ کبھی نہیں فرمایا کہ یہ کیوں کیا اور جو کام میں نے نہیں کیا اس کے بارے میں یہ نہیں فرمایا کہ اس طرح یہ کام کیوں نہ کیا۔“

لغات: ❖ دیباجا: دوسوتی کپڑا، جمع دِيَابِيْجُ، دِيَابُوْجُ، حَرِيْرًا ریشم، ریشم کا بنانا، ریشم کا کپڑا۔ اَلْيَنَ: لَانَ يَلِيْنُ لِيْنًا وَلَيَانًا وَلَيْنَةً نرم ہونا۔ صفت: لِيْنٌ وَلَيِّنٌ رائحة: رائح کا مونث بمعنی بو جمع: رائحات وروائح.

تشریح: وَلَا حَرِيْرًا أَلْيَنَ مِنْ كَفِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: آپ ﷺ کی ہتھیلی سے کوئی ریشم زیادہ نرم نہیں چھوا۔

آپ ﷺ کی ہتھیلی مبارک ریشم سے بھی زیادہ نرم تھی اس بارے میں عاشق رسول قاری عبدالسلام مضطر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کف دست اور پنجے پائے اطہر کے کشادہ تھے، گداز نرم دیبا اور ریشم سے زیادہ تھے۔ (۱)

ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ آپ ﷺ کی ہتھیلی مبارک گوشت سے بھری ہوئی تھی اس میں گداز پن تھا۔ (۲)

ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کی ہتھیلی مبارک گوشت کے اعتبار سے نرم تھی اور ہڈی کے اعتبار سے اس میں غلظت تھی۔ (۳)

وَلَا شَمَمْتُ رَائِحَةً قَطُّ أَطْيَبَ مِنْ رَائِحَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: آپ ﷺ کے جسم اطہر سے

پھوٹنے والی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ کوئی خوشبو نہیں سونگھی قاضی عیاض مالکی رحمہ اللہ تعالیٰ نے شفاء میں لکھا ہے کہ آپ ﷺ جس سے مصافحہ فرماتے تمام دن اس کے ہاتھ میں خوشبو رہتی۔

علامہ طیبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ کی ہتھیلی عطار کی تھی خواہ آپ خوشبو لگائیں یا نہ لگائیں اگر کسی بچے کے سر پر آپ ہاتھ رکھ دیتے تو وہ خوشبو کے اعتبار سے دوسرے بچے سے ممتاز ہو جاتا۔ (۴)

وَلَقَدْ خَدَمْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشَرَ سِنِيْنَ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دس سال آپ ﷺ کی خدمت کی۔

اس جملہ میں آپ ﷺ کے اخلاق کا اعلیٰ مقام بیان کیا جا رہا ہے کہ دس سال کا عرصہ کچھ کم نہیں ہوتا اور دوسری طرف جن کی عمر بھی زیادہ نہیں اس سب کے باوجود حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود ہی کہتے ہیں کہ اس طویل عرصہ میں نہ کبھی آپ نے مجھے جھڑکا اور نہ کبھی ٹوکا یہ حسن اخلاق کا اعلیٰ ترین نمونہ ہے جس کی مثال پیش نہیں کی جا سکتی۔

بقول شاعر

خلاف طبع باتوں سے تغافل کر لیا کرتے ۔۔۔ نہ باتوں کو پکڑتے نہ شرمندہ کیا کرتے

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب المناقب تحت باب صفة النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم واخرجه، مسلم فی کتاب الفضائل تحت باب کان رسول اللّٰہ احسن الناس خلقا.

نوٹ: راوی حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۵) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) کوثر وزمزم: ۴۰
(۲) سبیل ۲/ ۷۵
(۳) فتح الباری/ ۴۴۹
(۴) نسیم الریاض

محرم کے لئے شکار کا ہدیہ لینا جائز نہیں

(۶۲۳) ﴿وَعَنِ الصَّعْبِ بْنِ جَثَّامَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: أَهْدَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِمَارًا وَحْشِيًّا فَرَدَّهُ عَلَيَّ، فَلَمَّا رَأَى مَا فِيْ وَجْهِيْ قَالَ: "إِنَّا لَمْ نَرُدَّهُ عَلَيْكَ إِلَّا أَنَّا حُرُمٌ﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت صعب بن جثامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے آپ ﷺ کو ایک وحشی گدھا ہدیہ کے طور پر پیش کیا آپ ﷺ نے اس کو مجھ کو واپس لوٹا دیا پس جب آپ نے میرے چہرے کے (اثرات) دیکھے

تو فرمایا ہم نے تیرا ہدیہ اس لئے واپس کیا کہ ہم احرام باندھے ہوئے ہیں۔"

لغات: ❖ حماراً وحشیا: جنگلی گدھا جمع: حمیر وحُمُرٌ واَحمِرَةٌ وحُمُرَاتٌ حُرُمٌ: الحُرُمُ حرام، ایسا واجب جس کا ترک کرنا جائز نہ ہو، جمع: حُرُمٌ بمعنی احرام کا زمانہ۔

تشریح: اَهْدَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِمَارًا وَحْشِيًّا: آپ ﷺ کو ایک وحشی گدھا ہدیہ کے طور پر دیا۔

محرم شکار کھا سکتا ہے یا نہیں

اس بارے میں جمہور علماء جن میں ائمہ ثلاثہ یعنی امام مالک، شافعی و احمد وغیرہ ہیں کہتے ہیں کہ غیر محرم نے محرم کے لئے شکار کیا تو اب اس سے محرم کو کھانا جائز نہیں۔ مگر امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر غیر محرم نے شکار کیا ہو اور محرم نے نہ اشارہ کیا ہو اور نہ دلالت کی ہو تو اب محرم کو اس سے کھانا جائز ہے۔ (۱)

امام ابوحنیفہ کے مذہب کی دلیل یہ ہے کہ ایک مرتبہ ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شکار کیا تو وہ اپنے محرم بھائیوں کو کھلایا، تو بعض نے کھایا اور بعض نے نہیں کھایا اس کے بعد آپ ﷺ سے جب ملاقات ہوئی تو مسئلہ دریافت کیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ محرموں نے اشارہ یا حکم تو نہیں کیا۔ تو ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا نہیں تو آپ ﷺ نے ان کھانے والوں کو کچھ نہیں کہا۔ (۲)

اگر زندہ جانور محرم کو دیا جائے تو اب محرم کو لینا جائز نہیں اسی حدیث بالا کو امام بخاری نے عنوان دیا ہے کہ جب محرم کو زندہ گدھا وحشی ہدیہ کے طور سے دیا جائے تو وہ اس کو قبول نہ کرے۔

تخریج حدیث: اخرجه بخاری فی کتاب الحج تحت باب اذا اهدی للمحرم حماراً وحشیا حیالم یقبل، ومسلم فی کتاب الحج تحت باب تحریم الصید للمحرم، واحمد ١٦٦٨٧/٥، والترمذی وابن ماجه وابن حبان و عبدالرزاق ٨٣٢٢، وهکذا فی البیهقی ١٩١/٥.

راوی حدیث حضرت صعب بن جثامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات:

نام: صعب والد کا نام جثامہ بن یزید بن قیس بن عبداللہ، قبیلہ لیثی سے تعلق رکھتے تھے مقام ابوا میں جو سرزمین حجاز میں واقع ہے اس میں ان کا قیام تھا اسی وجہ سے اہل حجاز میں ہی ان کی روایات پائی جاتی ہیں۔

وفات: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں انتقال ہوا۔

مرویات: ان سے (١٦) احادیث منقول ہے ان میں ۲ بخاری و مسلم میں موجود ہیں۔

---

(۱) اوجز المسالک ٣٥١/٦

(۲) مشکوٰۃ

گناہ وہ ہے جو دل میں کھٹکا پیدا کر دے

(٦٢٤) ﴿وَعَنِ النَّوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْبِرِّ وَالْإِثْمِ فَقَالَ: "اَلْبِرُّ حُسْنُ الْخُلُقِ، وَالْإِثْمُ: مَا حَاكَ فِيْ نَفْسِكَ، وَكَرِهْتَ أَنْ يَطَّلِعَ عَلَيْهِ النَّاسُ﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ: ''حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے آپ ﷺ سے نیکی اور گناہ کے کام کے متعلق سوال کیا آپ ﷺ نے فرمایا کہ نیکی اچھے اخلاق کا نام ہے اور گناہ وہ ہے جو تیرے سینے پر کھٹکا پیدا کر دے اور تو برا جانے کہ اس کا لوگوں کو پتہ چل جائے۔''

لغات: ❖ البر: بمعنی نیکی، بھلائی۔ خلق: بمعنی اخلاق، والاثم: بمعنی گناہ۔

تشریح: حدیث بالا میں ایک اہم اصول کو بیان کیا جا رہا ہے جس کو ہر عام و خاص آدمی جان سکتا ہے کہ نیکی اچھے اخلاق کا نام ہے۔ اور گناہ وہ ہے جو سینے میں کھٹکا پیدا کر دے کہ جس کے کرنے سے دل میں اطمینان نہ ہو اس کی وجہ سے دل و دماغ میں پریشانی پیدا ہو جائے یہ اس کا تعلق اس وقت ہے کہ جس گناہ کا منع ہونا شارع سے واضح طور سے منقول نہ ہو اور جس کا گناہ ہونا شریعت میں واضح ہے تو وہ ہر حال میں گناہ ہی ہے۔ (۱)

تنبیہ: علماء نے یہ وضاحت کی ہے کہ یہ قلب سلیم کی بات ہے کہ جو دل نور تقوی سے مزین ہو اگر قلب سلیم نہیں ہے تو اب ایسے دل کا اعتبار نہیں ہوگا کیونکہ ایسا دل تو نیکی کرتے وقت پریشان ہوتا ہے اور برائی کرنے سے سکون پاتا ہے۔ (۲)

تخریج حدیث: اخرجه مسلم فی کتاب البر والصلة تحت باب تفسیر البر والاثم.

نوٹ: راوی حدیث حضرت سمعان بن نواس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۵۹۳) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) مرقاۃ

(۲) مظاہر حق ۴/۶۰۹

آپ ﷺ بہ تکلف بھی فحش گو نہیں تھے

(٦٢٥) ﴿وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: لَمْ يَكُنْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاحِشًا وَلَا مُتَفَحِّشًا. وَكَانَ يَقُوْلُ: "إِنَّ مِنْ خِيَارِكُمْ أَحْسَنَكُمْ أَخْلَاقًا﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نہ تو طبعاً فحش گو تھے اور

نہ ہی تکلفاً فحش گوئی فرماتے تھے اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اچھے اخلاق والا ہو۔'' (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ متفحشا: تفحش یتفحش تفحشا بدکلامی کرنا، گالی سنانا۔ یہ باب تفعل اور تفعیل سے آتا ہے مجرد میں باب کرم وغیرہ سے ہے۔

تشریح: حدیث بالا میں آپ ﷺ کے حسن اخلاق کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی بیان کی گئی ہے کہ جو زیادہ اچھے اخلاق والا ہوگا وہ لوگوں میں سب سے بہتر ہوگا۔ اسی اخلاق سے آدمی اللہ کا اور اس کے رسول کا اور دنیا والوں کے نزدیک محبوب بنتا ہے۔

ایک راوی حضرت عمرو بن شعیب کی روایت میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا قیامت کے دن سب سے زیادہ کامل انسان کے بارے میں اطلاع نہ دوں؟ تو لوگ خاموش ہو گئے۔ آپ ﷺ نے دو یا تین مرتبہ یہی ارشاد فرمایا تو صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کہا کہ ہاں! اللہ کے رسول بتا دیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا تم میں جو سب سے زیادہ اچھے اخلاق والا ہوگا۔ (۱)

ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تم میں ایمان کے اعتبار سے کامل ترین وہ ہے جو اخلاق کے اعتبار سے اچھا ہو اور اپنی عورتوں کے حق میں بھی بہتر ہو۔ (۲)

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب المناقب تحت باب صفة النبی صلی الله علیه وسلم و کتاب الادب، ومسلم فی کتاب الفضائل تحت باب کثرة حیائه صلی الله علیه وسلم، واحمد ۲/۶۸۳۲، والترمذی وابن حبان وهکذا ابن ابی شیبة ۸/۵۱٤.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۱۳۸) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) بیہقی فی شعب الایمان ۶/۲۳۳　　(۲) بیہقی فی شعب الایمان ۶/۲۳۲

قیامت کے دن ترازو میں سب سے وزنی چیز اچھے اخلاق ہوں گے

(۶۲۶) ﴿وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَا مِنْ شَیْءٍ أَثْقَلُ فِیْ مِیْزَانِ الْمُؤْمِنِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ مِنْ حُسْنِ الْخُلُقِ، وَإِنَّ اللّٰهَ یُبْغِضُ الْفَاحِشَ الْبَذِیَّ﴾ (رواه الترمذی)

وقال: حدیث حسن صحیح "البذی" هو الذی یتکلم بالفحش، وردیء الکلام.

ترجمہ: ''حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت والے دن مؤمن بندے کے ترازو میں حسن اخلاق سے بھاری چیز کوئی نہ ہوگی اور اللہ تعالیٰ فحش گوئی اور بدزبانی کرنے والے کو ناپسند فرماتے ہیں۔ ترمذی، اور صاحب ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ ''اَلْبَذِیُّ'' وہ شخص جو بے

حیا اور بے ہودہ باتیں کرتا ہے۔''

لغات: ❖ یبغض: اَبْغَضَ یُبْغِضُ اِبْغَاضًا دشمنی کرنا، ناپسند کرنا۔ اَلْبَذِیُّ: بَذُوَ یَبْذُوْا بِذَاءً وبَذَاءَةً فحش گو ہونا، صفت: بَذِیٌّ جمع أَبْذِیَاءُ.

تشریح: حدیث بالا میں حسن اخلاق کا قیامت کے دن سب سے زیادہ نفع بخش ہونا معلوم ہوتا ہے، یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے دن سب سے زیادہ بھاری عمل یہی اچھے اخلاق ہوں گے یہ واضح رہے یہ اچھے اخلاق مؤمنوں کے ترازو میں بھاری ہوں گے غیر مسلم کتنا بھی اچھے اخلاق والا ہونے کا دعوی کرے اس کا قیامت کے دن کوئی وزن نہیں ہوگا جیسے قرآن میں آتا ہے:

﴿فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَزْنًا﴾ (سورۃ الکہف آیت: ۱۰۵)

ترجمہ: ''قیامت کے دن کافروں کے اعمال کا کوئی وزن ہی نہ ہوگا۔''

اِنَّ اللّٰهَ يُبْغِضُ الْفَاحِشَ الْبَذِيَّ: جو فحش گوئی اور بے ہودہ بات کرے اس سے اللہ تعالیٰ بغض رکھتے ہیں۔

علامہ نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تو ''البذی'' کا معنی بے حیا اور بے ہودہ باتوں کے ساتھ فرمایا ہے۔ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کا ترجمہ بے ہودہ کلام کے ساتھ کیا ہے اور ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ اس کا ترجمہ بد خلق (برے اخلاق) نقل کر کے فرماتے ہیں کہ یہی معنی زیادہ مناسب ہے اس کی وجہ یہ بیان فرماتے ہیں کہ پہلے اچھے اخلاق کا ذکر تھا اب اس کے مقابلہ کا ذکر ہوگا اور اس کے مقابلے کا نام بد خلقی ہوگا تو جس طرح اچھے اخلاق قیامت کے دن سب سے بھاری ہوں گے تو اسی طرح بد خلقی کا قیامت کے دن کوئی وزن نہیں ہوگا۔ (۱)

تخریج حدیث: رواہ الترمذی فی ابواب البر والصلة تحت باب ماجاء فی حسن الخلق، واحمد ۲۷۵۸۷/۱۰ وابوداؤد. وهكذا ابن حبان ٤٨١.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۲۷۴) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) مرقاۃ شرح مشکوۃ

متقی اور اچھے اخلاق والے جنت میں زیادہ داخل ہوں گے

(٦٢٧) ﴿وَعَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اكثر مَا يُدْخِلُ النَّاسَ الْجَنَّةَ؟ قَالَ: "تَقْوَى اللّٰهِ وَحُسْنُ الْخُلُقِ" وَسُئِلَ عَنْ أَكْثَرِ مَا يُدْخِلُ النَّاسَ النَّارَ، فَقَالَ: "اَلْفَمُ وَالْفَرْجُ"﴾ (رواہ الترمذی)

وقال: حديث حسن صحيح.

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ کونسا عمل ایسا ہے جس سے لوگ بہت زیادہ جنت میں داخل ہوں گے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ کا ڈر اور اچھے اخلاق۔ پھر پوچھا گیا کہ کون سی چیزیں انسان کو سب سے زیادہ جہنم میں لے جائیں گی آپ ﷺ نے فرمایا منہ اور شرم گاہ۔ (ترمذی، اور صاحب ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح کہا ہے)۔''

لغات: ❖ یُدْخِلُ: اَدْخَلَ یُدْخِلُ اِدْخَالًا داخل کرنا۔ الفَرْجُ دو چیزوں کے درمیان خلل، سرحد، کشادگی، انسانی شرم گاہ۔ یہ باب نصر سے آتا ہے۔

تشریح: علماء فرماتے ہیں یہ حدیث بہت جامع حدیث ہے۔ ''تقوی اللّٰہ'' اللہ کا ڈر۔ جس میں اللہ کا ڈر ہوگا اس کا تعلق اللہ سے اچھا ہوگا۔ ''حُسْنُ الْخُلُقِ'' اچھے اخلاق سے اس کا تعلق مخلوق خدا سے اچھا ہوگا جب یہ دونوں باتیں کسی بندے میں جمع ہو جاتی ہے تو اب وہ نہ حقوق اللہ میں کمی کرے گا اور نہ ہی حقوق العباد میں کمی کرے گا ان ہی دونوں کے مجموعہ کا نام اسلام ہے اسی وجہ سے ان صفات والے لوگ جنت میں بکثرت چلے جائیں گے۔ (۱)

﴿وَسُئِلَ عَنْ اَكْثَرِ مَا يُدْخِلُ النَّاسَ النَّارَ فَقَالَ اَلْفَمُ وَالْفَرْجُ﴾

جس وجہ سے لوگ جہنم میں زیادہ جائیں گے وہ بھی دو چیزیں ہیں:

1. منہ۔ اسی منہ کے ذریعہ یہ بڑے بڑے حرام کام کا ارتکاب کرے گا مثلاً غیبت، بہتان گالی گلوچ بے ہودہ گوئی وغیرہ۔
2. شرم گاہ یہ بدکاری کا سبب ہے تو اس کی وجہ سے لوگ جہنم میں زیادہ داخل ہوں گے۔

حدیث سے سبق

حدیث بالا میں ترغیب ہے کہ ہر شخص اپنے آپ کو تقویٰ اور اچھے اخلاق سے مزین کرے اور زبان اور شرم گاہ کے فتنہ سے اپنے آپ کو بچائے تاکہ جنت میں چلا جائے اور جہنم سے بچ جائے۔

تخریج حدیث: اخرجه الترمذی فی ابوب البر والصلة تحت باب ماجاء فی حسن الخلق واحمد فی مسنده ۹۱۰۷/۳ وابن ماجه وهكذا ابن حبان ٤٧٦، واسناده حسن.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ (عبدالرحمٰن) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) شرح طیبی

تم میں سب سے بہتر وہ ہیں جو اچھے اخلاق والے ہیں

(٦٢٨) ﴿وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ''أَكْمَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ إِيْمَانًا أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا،

وَخِيَارُكُمْ خِيَارُكُمْ لِنِسَائِهِمْ﴾ (رواه الترمذی)

وقال: حديث حسن صحيح.

ترجمہ: ”حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا سب سے زیادہ کامل ایمان والے وہ لوگ ہیں جو مسلمانوں میں سب سے زیادہ اچھے اخلاق والے ہیں اور تم میں سے سب سے بہتر وہ لوگ ہیں جو اپنی بیویوں کے حق میں سب سے بہتر ہوں (ترمذی، اور صاحب ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن صحیح ہے)۔“

لغات: ❖ خِيَارُكُمْ: اَلْخَيْرُ بھلائی، نیکی، کسی چیز کا اپنے کمال کو پہنچنا۔ جمع، خُيُوْرٌ اَخْيَارٌ یہ مجرد میں باب سمع ضرب وغیرہ سے ہے۔

تشریح: اَحْسَنُهُمْ خُلُقًا: اچھے اخلاق والے ہیں۔ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ اور عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اچھے اخلاق یہ ہیں کہ تم لوگوں سے کشادہ پیشانی سے ملو اچھے اخلاق کا برتاؤ کرو اور تکلیف دہ امور سے ان کو بچاؤ۔ (۱)

کنز العمال میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول نقل کیا گیا ہے کہ مکارم اخلاق یہ ہیں کہ اللہ کے لئے ایک دوسرے کی ملاقات، آنے والے کا اکرام، جو کچھ ملے تو اس پر خوش ہو اگرچہ پانی کا گھونٹ ہی سہی۔ (۲)

حضرت ابوالعباس ابن احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ جس نے بلند مرتبہ پایا حسن اخلاق ہی کی وجہ سے پایا۔ (۳)

﴿خِيَارُكُمْ لِنِسَائِهِمْ﴾

یعنی اپنی بیویوں سے اچھا معاملہ کرو۔

علماء نے لکھا ہے کہ عورتوں کے ساتھ حسن برتاؤ کرنا ان کی غلطیوں سے درگزر کرنا، حضرات انبیاء اور اہل اللہ کی شان ہے۔ (۴)

تخریج حدیث: رواه الترمذی فی ابواب الایمان تحت باب ماجاء فی استکمال الایمان واحمد فی مسنده ۳/۷٤٠٦.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) اتحاف السادۃ ۷/۳۲۶ (۲) کنز العمال ۸/۳۹

(۳) اتحاف السادۃ ۷/۳۲۶ (۴) شمائل کبریٰ ۳/۴۱

روزہ دار شب بیدار کے برابر اچھے اخلاق والا پہنچ جائے گا

(٦٢٩) ﴿وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "إِنَّ الْمُؤْمِنَ لَيُدْرِكُ بِحُسْنِ خُلُقِهِ دَرَجَةَ الصَّائِمِ الْقَائِمِ﴾ (رواہ ابوداؤد)

ترجمہ: ''حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے آپ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ بے شک مؤمن آدمی اپنے حسن اخلاق سے وہ درجہ پالیتا ہے جو ایک روزہ دار اور شب بیدار شخص پاتا ہے۔'' (ابوداؤد)

لغات: ❖ لیدرک: اَدْرَکَ یُدْرِکُ اِدْرَاکًا لاحق ہونا، پہنچنا۔ اَلْقَائِمُ: قَامَ یَقُوْمُ قَوْمًا وَقَوْمَةً وقِيَامًا وقَامَةً کھڑا ہونا، ٹھہرنا۔

تشریح: لَيُدْرِكُ بِحُسْنِ خُلُقِهِ: مؤمن اپنے اچھے اخلاق سے وہ درجہ پالیتا ہے جو ایک روزہ دار اور شب بیدار شخص پاتا ہے۔ روزہ دار سے مراد وہ شخص ہے جو کثرت سے نفلی روزہ رکھتا ہے اسی طرح شب بیدار سے وہ مراد ہے جو راتوں کو بکثرت عبادت کرنے والا ہے۔ ان دونوں پر عمل کرنا نہایت ہی مشکل کام ہے مگر جو اس کا اہتمام کرتے ہیں ان کا اجر وثواب اسی حساب سے ملتا ہے لیکن اس کے مقابلے میں اچھے اخلاق سے مزین ہونا اگرچہ وہ زیادہ نفلی نماز اور راتوں کو جاگنے میں کمی بھی کرتا ہے تب بھی یہ شخص صائم وقائم اللیل کے درجے کو پالیتا ہے[1] حدیث سے اچھے اخلاق کی اہمیت وفضیلت کو واضح کرنا مقصود ہے۔[2]

تخریج حدیث: رواہ ابوداؤد فی کتاب الادب تحت باب حسن الخلق واحمد فی مسندہ ٩/٢٤٦٤٩ وابوداؤد وھکذا ابن حبان ٤٨٠ واسنادہ صحیح۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مختصر حالات حدیث نمبر (٢) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(١) روضۃ المتقین ١٧٣/٢ (٢) روضۃ المتقین ١٧٣/٢

اچھے اخلاق والے کو جنت کے بلند حصہ میں محل دلانے کی نبی ﷺ نے ضمانت لی ہے

(٦٣٠) ﴿وَعَنْ أَبِيْ أُمَامَةَ الْبَاهِلِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَنَا زَعِيْمٌ بِبَيْتٍ فِيْ رَبَضِ الْجَنَّةِ لِمَنْ تَرَكَ الْمِرَاءَ، وَإِنْ كَانَ مُحِقًّا، وَبِبَيْتٍ فِيْ وَسَطِ الْجَنَّةِ لِمَنْ تَرَكَ الْكَذِبَ، وَإِنْ كَانَ مَازِحًا، وَبِبَيْتٍ فِيْ أَعْلَى الْجَنَّةِ لِمَنْ حَسُنَ خُلُقُهُ﴾

حدیث صحیح رواہ ابوداؤد باسناد صحیح. الزعیم: الضامن.

ترجمہ: ''حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں اس شخص کے لئے بیرونی جنت میں محل دلانے کی ضمانت لیتا ہوں جو حق پر ہوتے ہوئے بھی جھگڑا چھوڑ دے۔ اور اس شخص کو جنت کے درمیان میں محل دلانے کی ضمانت دیتا ہوں جو جھوٹ بولنا ترک کر دے اگرچہ وہ مزاح کے طور پر ہی کیوں نہ ہو۔ اور اس شخص کو جنت کے بلند ترین حصہ میں محل دلانے کی ضمانت لیتا ہوں جس کے اخلاق اچھے ہوں۔'' (ابوداؤد)

لغات: ❖ الزعیم: زَعَمَ یَزْعَمُ زَعْمًا کفیل اور ضامن ہونا۔ ربض شہر کا گرد ونواح شہر کی فصیل۔ جمع: اَرْبَاضٌ المِرَاءُ لڑائی، جھگڑا، جھوٹ۔ مازحا: مَزَحَ یَمْزَحُ مَزْحًا دل لگی کرنا مذاق کرنا۔

تشریح: حدیث بالا میں تین قسم کے لوگوں کو جنت میں نمایاں مقامات دلانے کا وعدہ کیا جا رہا ہے۔ ''اَنَا زَعِیْمٌ'' علامہ خطابی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کا ترجمہ کفیل ہونا، ضامن ہونے کے ساتھ کیا ہے۔

لِمَنْ تَرَکَ الْمِرَاءَ: جو شخص جھگڑے کو حق پر ہونے کے باوجود چھوڑ دے بشرطیکہ وہ معاملہ اس قسم سے نہ ہو جس میں سکوت سے دین میں نقصان ہوتا ہو اگر خاموش ہونے سے دین کا نقصان ہوتا ہے اب اس کو خاموش رہنا صحیح نہیں ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول نقل کیا جاتا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں کسی دینی معاملہ میں کوئی بحث ومناظرہ اس مقصد کے علاوہ اور کسی اور وجہ سے نہیں کرتا کہ صرف مقصد یہ ہوتا ہے کہ حق ثابت ہو جائے جھگڑا کرنا کبھی بھی مقصد نہیں ہوتا (مظاہر حق ۴/۴۶۸) خلاصہ یہ ہوا کہ آدمی جھگڑا ختم کرنے کے لئے اپنے حق سے دستبردار ہو جائے۔

لِمَنْ تَرَکَ الْکَذِبَ: کہ آدمی جھوٹ کو جھوٹ جانے اگرچہ مذاق میں ہی کیوں نہ ہو مگر اس صورت سے چند جگہیں مستثنیٰ ہیں مثلاً لوگوں کے درمیان صلاح کے لئے، میدان جنگ میں مسلمانوں کا مال بچانے کے لئے۔

حَسُنَ خُلُقُہٗ: اچھے اخلاق والا ہو۔ ان سب میں اچھے اخلاق کی اہمیت سب سے زیادہ ہوگی کہ کیونکہ جھگڑا ختم کرنا اور جھوٹ نہ بولنا حسن اخلاق کے بغیر نہیں ہوسکتا اس لئے حسن اخلاق سب کی بنیاد ہے اس وجہ سے سب سے اعلیٰ جنت کا وعدہ حسن اخلاق والوں کے ساتھ کیا جا رہا ہے۔

تخریج حدیث: رواہ ابوداؤد فی کتاب الادب تحت باب حسن الخلق وھکذا فی ابن ماجہ واسنادہ صحیح.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوامامہ الباہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷۳) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

اچھے اخلاق والے قیامت کے دن بھی محبوب ہوں گے

(٦٣١) ﴿وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ أَحَبَّكُمْ إِلَيَّ وَأَقْرَبَكُمْ مِنِّيْ مَجْلِسًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ، اَحَاسِنُكُمْ أَخْلَاقًا، وَإِنَّ أَبْغَضَكُمْ إِلَيَّ، وَأَبْعَدَكُمْ مِنِّيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَلثَّرْ ثَارُوْنَ وَالْمُتَشَدِّقُوْنَ وَالْمُتَفَيْهِقُوْنَ" قَالُوا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ عَلِمْنَا الثَّرْ ثَارُوْنَ وَالْمُتَشَدِّقُوْنَ، فَمَا الْمُتَفَيْهِقُوْنَ؟ قَالَ: اَلْمُتَكَبِّرُوْنَ رواه الترمذی وقال حدیث حسن.﴾

"اَلثَّرْ ثَارُ" هُوَ كَثِيْرُ الْكَلَامِ تَكَلُّفًا. "وَالْمُتَشَدِّقُ": اَلْمُتَطَاوِلُ عَلَى النَّاسِ بِكَلَامِهٖ، وَيَتَكَلَّمُ بِمَلْءِ فِيْهِ تَفَاصُحًا وَتَعْظِيْمًا لِكَلَامِهٖ، "وَالْمُتَفَيْهِقُ" أَصْلُهٗ مِنَ الْفَهْقِ، وَهُوَ الْاِمْتِلَاءُ، وَهُوَ الَّذِيْ يَمْلَاءُ فَمَهٗ بِالْكَلَامِ، وَيَتَوَسَّعُ فِيْهِ، وَيُغْرِبُ بِهٖ تَكَبُّرًا وَارْتِفَاعًا، وَإِظْهَارًا لِلْفَضِيْلَةِ عَلٰى غَيْرِهٖ وروی الترمذی عن عبداللّٰه بن المبارک رحمه اللّٰه فِيْ تَفْسِيْرِ حُسْنِ الْخُلُقِ قَالَ: هُوَ طَلَاقَةُ الْوَجْهِ، وَبَذْلُ الْمَعْرُوْفِ، وَكَفُّ الْاَذٰى.

ترجمہ: ''حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن تم سب سے زیادہ محبوب مجھے وہ شخص ہوگا اور اس کی مجلس تم سب سے بڑھ کر میرے قریب ہوگی جو تم میں اچھے اخلاق والا ہے اور تم سب سے زیادہ مبغوض ترین اور زیادہ دور رہنے والا وہ شخص ہوگا جو بات کرتے ہوئے منہ بھر لیتا ہے اور فخر کر لیتا ہے اور دوسروں پر اپنی بڑائی اور برتری جتلانے کے لئے متکبرانہ انداز سے عجیب وغریب باتیں کرتا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم کو معلوم ہے کہ "ثر ثارون" اور "متشدقون" کون ہوتے ہیں مگر "متفیهقون" کون ہیں ہم کو نہیں معلوم۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تکبر کرنے والے۔ ترمذی، امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے)۔''

"الثر ثار" تکلف کے ساتھ زیادہ باتیں بنانے والا۔ "المتشدقون" جو گفتگو میں لوگوں پر فخر کرتا ہو اور فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے عظمت جتاتے ہوئے گفتگو کرتا ہو۔ "المتفیهق" یہ فہق سے مشتق ہے بمعنی بھرنا وہ آدمی جو باتیں کرنے میں منہ بھر کر بات کرتا ہے اور منہ چوڑا کر لیتا ہے اور دوسروں پر اپنی بڑائی اور برتری جتلانے کے لئے متکبرانہ انداز سے عجیب وغریب باتیں کرتا ہے۔

امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حسن خلق کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ حسن خلق خندہ پیشانی، سخاوت اور کسی کو بھی تکلیف نہ دینے کا نام ہے۔

لغات: ❖ الثر ثارون: ثَرْثَرَ یُثَرْ ثِرُ ثَرْ ثَرَۃً بک بک کرنا۔ صفت: ثَرْثَارٌ المتشدقون: تَشَدَّقَ یَشَتَدَّقُ تَشَدُّقًا تکلف فصاحت ظاہر کرنے کے لئے باچھیں کھولنا۔ المتفیھقون: تَفَیْھَقَ یَتَفَیْھَقُ تَفَیُھُقًا بہت پھیلا کر گفتگو کرنا، بڑا بننا۔

تشریح: مشکل الفاظ کی شرح مصنف (علامہ نووی) نے خود ہی فرما دی ہے۔ بہر حال حدیث بالا میں بھی حسن اخلاق کی ترغیب کے ساتھ ساتھ غیر ضروری اور غیر محتاط طریقے اور تصنع کے ساتھ گفتگو کرنے اور ان چیزوں کے ساتھ دوسرے پر رعب و بڑائی ظاہر کرنے سے اجتناب کرنے کی تائید فرمائی گئی ہے۔ (۱)

علماء نے فرمایا ہے کہ بک بک کرنا، بے فائدہ لایعنی باتیں کرنا۔ بنا بنا کر باتیں کرنا، مبالغہ آمیزی کے ساتھ بیان کرنا، مکروہ و مذموم ہے۔ لیکن یہ تمام کام اگر عبادات اور طاعات پر لانے کے لئے کیا ہے تو یہ مذموم نہیں ہوگا مگر علماء نے فرمایا کہ اس مقصد کے لئے بھی طرز کلام عام فہم ہو تو اچھا ہے تاکہ ہر ایک عام سے عام آدمی بھی فائدہ حاصل کر سکے۔ (۲)

ضروری تنبیہ:

اچھے اخلاق کی دس علامات

علامہ سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حسن اخلاق کی دس علامات و نشانیاں لکھی ہیں کیونکہ باب حسن الخلق ختم ہو رہا ہے تو جائزہ لیا جائے کہ ہمارے اندر اچھے اخلاق ہیں یا نہیں اگر نہیں تو یہ دس باتیں موجود ہیں یا نہیں؟

۱. وہ جھگڑا کم سے کم کرے گا۔
۲. وہ انصاف سے کام لے گا۔
۳. وہ لوگوں کی غلطیوں کی طرف نہیں دیکھے گا۔
۴. وہ برائی میں اچھائی کا پہلو طلب کرے گا۔
۵. وہ معذرت کا طالب ہوگا۔
۶. وہ لوگوں کی تکلیف کو برداشت کرے گا۔
۷. وہ اپنے ہی نفس کو ملامت کرے گا۔
۸. دوسرے کو نظر انداز کرتے ہوئے ہر موقع پر اپنے ہی عیوب کو تلاش کرے گا۔
۹. ہر چھوٹے بڑے سے خندہ پیشانی سے پیش آئے گا۔
۱۰. ہر ایک سے نرمی سے بات کرے گا خواہ وہ کم تر ہو یا برتر۔ (۳)

تخریج حدیث: رواہ الترمذی فی باب البر والصلۃ تحت باب ماجاء فی معالی الاخلاق، ابن ابی شیبہ

۸/۵۱۵ وابن حبان ٤٨٢.

نوٹ: راوی حدیث حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۴) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔
(۱) روضۃ المتقین ۲/۱۷۴ (۲) مظاہر حق ۴/۴۴۵ (۳) الکنز المدفون والفلک المشحون: ۱۲، (للسیوطی ۹۱۱ھ)

(٧٤) بَابُ الْحِلْمِ وَالْأَنَاةِ وَالرِّفْقِ
حلم، بردباری اور نرمی کرنے کا بیان

معاف کرنے والے اللہ کے پسندیدہ لوگ ہیں

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ﴾

(سورة آل عمران: ١٣٤)

ترجمہ: ''اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے: غصے کو پی جانے والے اور لوگوں کو معاف کر دینے والے اور اللہ نیکو کاروں کو پسند کرتا ہے۔''

تشریح: معاف کرنے والوں کے فضائل

آیت کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں کی خطاؤں اور غلطیوں کو معاف کر دینا چاہئے اس کے متعدد روایات اور احادیث میں فضائل بیان کئے گئے ہیں ایک حدیث میں ارشاد نبوی ہے:

﴿مَنْ سَرَّهٗ اَنْ يُشْرَفَ لَهُ الْبُنْيَانُ وَتُرْفَعَ لَهُ الدَّرَجَاتُ فَلْيَعْفُ عَنْ مَّنْ ظَلَمَهٗ وَيُعْطِ مَنْ حَرَمَهٗ وَيَصِلْ مَنْ قَطَعَهٗ﴾

ترجمہ: ''جو شخص یہ چاہے کہ اس کے محلات جنت میں اونچے اونچے ہوں اور اس کے درجات بلند ہوں اس کو چاہئے کہ جس نے اس پر ظلم کیا ہو اس کو معاف کر دے اور جس نے اس کو کچھ نہ دیا ہو اس کو بخشش کرے اور جس نے اس سے ترک تعلقات کیا ہو یہ اس سے صلہ رحمی کرے۔''

ایک دوسری روایت میں آتا ہے قیامت کے دن اللہ جل شانہ کی طرف سے اعلان ہوگا جس شخص کا اللہ جل شانہ پر کوئی حق ہے تو وہ کھڑا ہو جائے تو اس وقت وہ لوگ کھڑے ہوں گے جنہوں نے لوگوں کے ظلم کو دنیا میں معاف کیا ہوگا۔[1]

(۱) معارف القرآن ۲/۱۸۹

درگزر کرنا اور نیکیوں کا حکم کرنا اور جاہلوں سے اعراض کرنے کا حکم

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ﴾ (سورة الاعراف: ۱۹۹)

ترجمہ: ''اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ...... (اے محمد ﷺ عفو و درگزر کو اختیار کرو اور نیکی کا حکم دو اور جاہلوں سے اعراض کرو۔''

تشریح: اس آیت میں آپ ﷺ کو اخلاق فاضلہ کی ہدایت دی گئی ہے:

خذ العفو: آپ قبول کرلیا کریں اس چیز کو جو لوگ آسانی سے کرسکیں۔ علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے اعمال و اخلاق میں سرسری اطاعت قبول کرنے کا حکم دیا ہے میں نے عزم کرلیا ہے جب تک میں ان لوگوں کے ساتھ ہوں ایسا ہی عمل کروں گا۔ (۱)

بعض کہتے ہیں کہ عفو کے معنی ہیں درگزر کرنا۔ بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے حضرت جبریل امین سے اس آیت کا مطلب پوچھا تو جبرائیل امین نے اللہ جل شانہ سے پوچھنے کے بعد بتایا کہ جو شخص آپ پر ظلم کرے آپ اس کو معاف کردیں اور جو آپ کو کچھ نہ دے آپ اس کو دیں اور جو آپ ﷺ سے قطع تعلق کرے آپ اس کے ساتھ صلہ رحمی کریں۔

وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ: مطلب یہ ہے کہ جو لوگ آپ ﷺ کے ساتھ برائی اور ظلم سے پیش آئیں آپ ان سے انتقام نہ لیں، معاف کردیں بلکہ ان کو نیک کام کی ہدایت بھی کرتے رہیں۔

وَاَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ: مطلب یہ ہے کہ جاہلوں سے آپ کنارہ کشی اختیار کریں اور ظلم کا انتقام چھوڑ کر خیر خواہی اور ہمدردی کریں۔

علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کنارہ کشی کا یہ مطلب ہے کہ آپ ان کی برائی کا برائی سے بدلہ نہ دیں اور اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ ﷺ ان کو ہدایت کرنا چھوڑ دیں یہ تو وظیفہ رسالت و نبوت کے شایان شان نہیں۔ (۲)

(۱) تفسیر ابن کثیر (۲) تفسیر ابن کثیر و معارف القرآن ۴/۱۵۷

برائی کو اچھائی سے دور کیا جائے

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ أَحْسَنُ، فَإِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ ۝ وَمَا يُلَقّٰهَا إِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا، وَمَا يُلَقّٰهَا إِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ﴾

(سورة حم سجدة: ۳۴، ۳۵)

ترجمہ: ’’بھلائی اور برائی برابر نہیں ہوسکتی برائی کا اس طریق سے جواب دو جو بہت اچھا ہو (ایسا کرنے سے تم دیکھو گے) کہ جس میں اور تم میں دشمنی تھی وہ تمہارا سرگرم دوست بن جائے گا یہ بات ان ہی لوگوں کو حاصل ہوتی ہے جو برداشت کرنے والے ہیں اور ان کو ہی نصیب ہوتی ہے جو بڑے نصیبوں والے ہوتے ہیں۔‘‘

تشریح: وَلَا تَسْتَوِی الْحَسَنَةُ وَلَا السَّیِّئَةُ: اس آیت میں دین کے کام کرنے والوں کو ایک خصوصی ہدایت کی جا رہی ہے کہ وہ برائی کا بدلہ برائی سے کبھی نہ دیں بلکہ ہمیشہ برائی کا بدلہ صبر اور احسان کے ساتھ دیں۔

اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ: برائی کا بدلہ برائی سے نہ دینا بلکہ معاف کر دینا تو یہ عمل اچھا ہوگا اس کے ساتھ احسان کا معاملہ بھی کیا جائے یہ عمل احسن ہے اور آیت میں بھی احسن عمل کرنے کی ترغیب دی جا رہی ہے۔

مفسر قرآن حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں یہ آیت بتا رہی ہے کہ جو غصہ کرے تو تم صبر کرو اور جو تم سے جہالت سے پیش آئے تو تم اس کے ساتھ بردباری کا معاملہ کرو اور جو تم کو ستائے تم اس کو معاف کر دو۔[1]

﴿فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَکَ وَبَیْنَهٗ عَدَاوَةٌ کَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ﴾

کہ اگر تم نے معاف کر دیا تو اب وہ تمہارا گہرا دوست بن جائے گا کہ اس کو خود ہی شرمندگی ہو جائے گی اور پھر ہمیشہ کے لئے وہ تمہارا مطیع اور فرمانبردار ہو کر رہے گا۔[2]

(۱) تفسیر مظہری ۱۰/۲۸۴ (۲) تفسیر مظہری ۱۰/۲۸۵

معاف کرنا ہمت کے کاموں میں سے ہے

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿وَلَمَنْ صَبَرَ وَ غَفَرَ اِنَّ ذٰلِکَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ﴾ (سورة الشوری: ٤٣)

ترجمہ: ’’اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: جو صبر کرے اور قصور معاف کر دے تو یہ ہمت کے کاموں میں سے ہے۔‘‘

تشریح: آیت میں ترغیب دی جا رہی ہے اس بات کی کہ جو تم پر ظلم کرے تو تم ظلم نہ کرو بلکہ صبر کرو انتقام کے بجائے معاف کرو۔ صبر کرنے کی بہت سی احادیث میں بھی ترغیب دی گئی ہے۔

اِنَّ ذٰلِکَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ: عزم کا معنی ہے مطلوب۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ جل شانہ کے نزدیک ایسا آدمی افضل الناس ہوگا۔ حضرت مقاتل رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ یہ صبر ان امور میں سے ہے جس کا حکم اللہ نے دیا ہے۔[1] معاف کر دینا درحقیقت بڑے ہمت کا کام ہے ہر آدمی معاف نہیں کر سکتا۔

(۱) تفسیر مظہری ۱۰/۳۳۲

دو خصلتیں عبدالقیس کے سردار کی اللہ کو بہت پسند تھیں

(۶۳۲) ﴿وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِاَ شَجِّ عَبْدِالْقَیْسِ "اِنَّ فِیْکَ خَصْلَتَیْنِ یُحِبُّھُمَا اللّٰہُ: اَلْحِلْمُ وَالْاَنَاۃُ"﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اشج عبدالقیس سے فرمایا: تمہارے اندر دو عادتیں ایسی ہیں جن کو اللہ جل شانہ پسند فرماتے ہیں ① بردباری ② سوچ سمجھ کر کام کرنا۔'' (مسلم)

لغات: ❖ الحلم: صبروآہستگی، بردباری، عقل، جمع: اَحْلَامٌ وحُلُوْمٌ الْأَنَاۃُ وقار، بردباری، نرمی، انتظار ومہلت۔

تشریح: اَشَجُّ عَبْدِالْقَیْسِ: سردار اشج عبدالقیس تھے۔ ان کا نام منذر بن عائذ یا منقذ بن عائذ بتایا جاتا ہے۔

حضرت اشج رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مسلمان ہونے کا واقعہ

محدثین نے لکھا ہے منذر بن عائذ یہ اپنے داماد منقذ بن حیان کے ہاتھوں مسلمان ہوئے ان کا مختصر واقعہ یہ ہے کہ ان کے داماد بحرین کے بڑے تاجروں میں تھے ایک مرتبہ یہ مال تجارت کے سلسلہ میں مدینہ آئے آپ ﷺ نے ان پر شفقت فرمائی ان کے سرداروں کے نام بنام تفصیل سے حالات معلوم کئے کہ یہ حیران ہوگئے کہ یہ کبھی بحرین آئے نہیں ان کو یہ حالات کیسے معلوم ہوئے اس پر یہ مسلمان ہوگئے۔ ان کے سردار اشج کے نام خط بھی دیا۔ ابتداءً انہوں نے اسلام کو چھپایا مگر تنہائی میں وضو کر کے نماز پڑھتے تھے یہ بات ان کی بیوی نے دیکھ کر اپنے والد اشج کو بتائی انہوں نے تحقیق کی تو اب ساری بات منقذ بن حیان نے بتادی اس پر ان کے سردار بھی مسلمان ہوئے پھر یہ اشج قافلہ لے کر آپ ﷺ کے پاس آئے جو وفد عبدالقیس کے نام سے احادیث میں مشہور ومعروف ہے۔

حضرت اشج میں دو خصلتیں

زرقانی نے لکھا ہے کہ جب یہ وفد آپ ﷺ کی خدمت میں پہنچا تو سب قافلے والے فرط اشتیاق ومحبت میں آپ ﷺ کی خدمت کے لئے دوڑے اور دست مبارک کو بوسہ دینے لگے مگر یہ اشج جو جوان تھے سردار بھی تھے انہوں نے سب کے اونٹوں کو باندھا اور غسل کر کے دوسرا لباس پہن کر پھر حاضر خدمت ہوئے۔ یہ قدرے بدصورت تھے آپ ﷺ نے جب ان کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھا تو وہ کہنے لگے یا رسول اللہ! آدمی کی قدر و قیمت صرف جسم کی بناوٹ نہیں بلکہ دو چھوٹے اعضاء سے ہوتی ہے ① دل ② زبان۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے حدیث بالا ارشاد فرمائی کہ تم میں دو خصلتیں ایسی ہیں جو اللہ اور اس

کے رسول کو پسند ہیں۔ ① دانائی ② بردباری۔ پھر انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ خصلتیں مجھ میں پیدائشی ہیں یا میری کوشش کا اس میں دخل ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا پیدائشی ہیں۔ [1]

تخریج حدیث: اخرجه مسلم فی صحیحه فی اوائل کتاب الایمان وهکذا ابو داؤد.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۱) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔
(۱) شرح مواہب (زرقانی) بحوالہ بیہقی

اللہ خود نرم ہیں اور نرمی کو پسند فرماتے ہیں

(۶۳۳) ﴿وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ اللّٰهَ رَفِيْقٌ يُحِبُّ الرِّفْقَ فِي الْأَمْرِ كُلِّهٖ"﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: "حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نرمی کرنے والے ہیں اور ہر معاملے میں نرمی کو پسند فرماتے ہیں۔" (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ رفیق: رَفُقَ يَرْفُقُ رِفْقًا ومَرْفِقًا ومِرْفِقًا ومَرْفَقًا مہربانی کا برتاؤ کرنا، ساتھی ہونا۔ باب سمع، وکرم اور نصر سے مستعمل ہے۔

تشریح: إِنَّ اللّٰهَ رَفِيْقٌ يُحِبُّ الرِّفْقَ: اللہ نرمی کرنے والے ہیں اور نرمی کو پسند فرماتے ہیں۔

علماء فرماتے ہیں "رفق" یہ ضدِ "عنف" ہے بمعنی نرمی۔ کہ آدمی اپنے ساتھیوں کے حق میں مہربان ونرم خو ہوان کے ساتھ اچھی طرح پیش آئے اور ہر کام کو اطمینان وخوش اسلوبی کے ساتھ انجام دے [1] ان سب کے مجموعہ کا نام نرمی ہے۔

محدثین فرماتے ہیں کہ حدیث بالا کا مطلب یہ ہے کہ اللہ جل شانہ کا نرمی اور مہربانی کو پسند کرنا خود بندوں کے اپنے مفاد میں ہے کہ وہ آپس میں شفقت اور مہربانی اور نرمی کے ساتھ زندگی گزاریں اگر اس طرح کی زندگی ہوگی تو یہ معاشرہ پرسکون اور امن کا گہوارہ بن جائے گا پھر ایسے معاشرہ پر حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے خیر وبرکت نازل ہوتی ہے اور اللہ کی نعمتوں کا نزول ہوتا ہے۔ (مظاہر ۴/ ۶۰۷)

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب الادب تحت باب فضل الرفق ومسلم فی کتاب البر تحت باب فضل الرفق، وابن ماجه وهکذا ابن حبان ۶۴۴۱ والبیهقی ۹/ ۲۰۳.

نوٹ: راویہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۲) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔
(۱) مظاہر حق ۴/ ۶۰۵

اللہ نرمی پر جو عطا کرتے ہیں وہ سختی پر عطا نہیں کرتے

(٦٣٤) ﴿وَعَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِنَّ اللّٰهَ رَفِيْقٌ يُحِبُّ الرِّفْقَ، وَيُعْطِيْ عَلَى الرِّفْقِ مَا لَا يُعْطِيْ عَلَى الْعُنْفِ وَمَا لَا يُعْطِيْ عَلٰى مَا سِوَاهُ﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ: ''حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا بے شک اللہ نرمی کرنے والے ہیں اور نرمی کو ہی پسند فرماتے ہیں نرمی پر وہ کچھ عطا فرماتے ہیں جو سختی پر عطا نہیں فرماتے نہ اس کے علاوہ کسی اور چیز پر عطاء فرماتے ہیں۔''

لغات: ❖ یعطی: اَعْطٰی یُعْطِیْ اِعْطَاءً دینا، حوالہ کرنا، العُنفُ سختی، سخت دلی، صفت، الاَعْنَفُ.

تشریح: اِنَّ اللّٰهَ رَفِيْقٌ يُحِبُّ الرِّفْقَ: نرمی کی ضد سختی ہے اللہ جل شانہ بندوں کے درمیان بھی سختی کے بجائے نرمی کو پسند فرماتے ہیں مگر دین کے معاملات اور جب حدود الٰہیہ کو توڑا جائے تو اب وہاں نرمی کے بجائے سختی کی جائے گی اس وقت میں اللہ کو نرمی پسند نہیں ہوگی۔ (۱)

وَيُعْطِيْ عَلَى الرِّفْقِ مَالَا يُعْطِيْ عَلَى الْعُنْفِ: نرمی پر جو کچھ عطا فرماتے ہیں وہ سختی پر عطا نہیں فرماتے۔

یہ جملہ بھی ماقبل کے مفہوم کو مؤکد کرنے اور وضاحت کرنے کے لئے لایا گیا ہے اس بات کی تاکید کی جا رہی ہے کہ آدمی کو چاہئے کہ اپنے مقاصد دنیاوی میں نرم خوئی اور مہربانی اور آپس میں مروت کا لحاظ رکھے کیونکہ انسان کو حقیقتاً چیز دینے والا اللہ جل شانہ ہی ہے اور اللہ کو نرمی و مہربانی پسند ہے اس لئے وہ نرمی و مہربانی کا رویہ اختیار کرنے پر وہ کچھ عطا فرما دیتے ہیں جو سختی والے کو عطا نہیں کرتے۔ (۲)

تخریج حدیث: اخرجه مسلم فی کتاب البر تحت باب فضل الرفق.

نوٹ: راویہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۲) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔
(۱) دلیل الطالبین ۱/۵۴۰ (۲) مظاہر حق ۴/۶۰۷ وہکذا تعلیق الصبیح شرح مشکوۃ

جس چیز میں نرمی آتی ہے وہ چیز مزین ہو جاتی ہے

(٦٣٥) ﴿وَعَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ الرِّفْقَ لَا يَكُوْنُ فِيْ شَيْءٍ إِلَّا زَانَهُ، وَلَا يُنْزَعُ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا شَانَهُ﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ: ''حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: نرمی جس کام میں

بھی ہوگی وہ اس کو مزین بنا دیتی ہے اور جس کام سے نرمی نکال لی جاتی ہے تو وہ اس کو عیب دار بنا دیتی ہے۔"

(مسلم)

لغات: ❖ زانه: زَانَ يَزِيْنُ زَيْنًا زینت دینا، خوبصورت بنانا، آراستہ کرنا۔ ينزع: نَزَعَ يَنْزُعُ نَزْعًا اکھیڑنا، الگ کرنا۔ شَانَهٗ: شَانَ يَشِيْنُ شَيْنًا

تشریح: اِنَّ الرِّفْقَ لَا يَكُوْنُ فِيْ شَيْءٍ اِلَّا زَانَهٗ: نرمی جس کام میں بھی ہوتی ہے وہ اس کو مزین کر دیتی ہے۔

علماء فرماتے ہیں کہ نرمی ایک ایسا زیور ہے جس سے آراستہ شخص ہر دل عزیز اور مقبول ہوتا ہے اور ایسا شخص اللہ کی نگاہ میں بھی عزیز بن جاتا ہے اور جو نرمی سے آراستہ نہیں ہوتا تو وہ لوگوں کی نظروں میں بھی عیب دار اور عنداللہ بھی ناپسندیدہ ہوتا ہے اس لئے کہ نرمی مکارم اخلاق میں سے ہے۔(۱)

تخریج حدیث: اخرجه مسلم فی کتاب البر تحت باب فضل الرفق والبخاری فی الادب المفرد ۷٤٦٩.

نوٹ: راویہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مختصر حالات حدیث نمبر (۲) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) دلیل الطالبین ۱/۵۴۰

دیہاتی کا مسجد میں پیشاب کرنا

(٦٣٦) ﴿وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: بَالَ أَعْرَابِيٌّ فِي الْمَسْجِدِ، فَقَامَ النَّاسُ إِلَيْهِ لِيَقَعُوْا فِيْهِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "دَعُوْهُ وَأَرِيْقُوْا عَلٰى بَوْلِهٖ سَجْلًا مِنْ مَّاءٍ، أَوْذَنُوْبًا مِنْ مَاءٍ، فَإِنَّمَا بُعِثْتُمْ مُيَسِّرِيْنَ وَلَمْ تُبْعَثُوْا مُعَسِّرِيْنَ﴾ (رواه البخاری)

"اَلسَّجْلُ" بفتح السين المهملة وإسكان الجيم: وَهِيَ الدَّلْوُ الممتلئة ماءً، وَكَذٰلِكَ الذَّنُوْبُ.

ترجمہ: "حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی نے مسجد میں پیشاب کر دیا لوگ اس کی طرف دوڑے تاکہ اس کو ماریں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس کو چھوڑ دو اور اس کے پیشاب پر پانی کا ایک ڈول بہا دو اس لئے کہ تم آسانی کرنے والے بنا کر بھیجے گئے ہو سختی کرنے والے بنا کر نہیں بھیجے گئے ہو۔"

(بخاری)

"السَجل" سین پر زبر اور جیم ساکن، بمعنی پانی کا بھرا ہوا ڈول "ذنوب" یہ بھی اسی کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

لغات: ❖ اَرِیْقُوْا: اَھْرَاقَ یُھْرِیْقُ اِرَاقَۃً بہانا، ڈالنا، سَجْلًا بڑا ڈول جس میں پانی ہو، بڑا تھن۔ جمع سجول.

تشریح: بَالَ اَعْرَابِیٌّ فِی الْمَسْجِدِ: ایک دیہاتی نے مسجد میں پیشاب کر دیا۔

سوال: اس اعرابی کا نام کیا تھا؟

جواب: اس میں محدثین کا اختلاف ہے بعض نے اقرع بن حابس تمیمی کہا ہے اور بعض نے عیینہ بن حصین کا نام لیا ہے اور بعض نے ذوالخویصرۃ الیمانی کا نام لیا ہے۔ (۱)

وَاَرِیْقُوْا عَلٰی بَوْلِہٖ سَجْلًا مِنْ مَاءٍ: اس کے پیشاب پر پانی کا ڈول بہا دو۔

زمین کو پاک کرنے کا طریقہ

زمین اگر ناپاک ہو جائے تو اب پاک کرنے کا کیا طریقہ ہوگا حدیث بالا میں پانی بہانے سے پاک ہونے کو فرمایا گیا ہے فقہاء کے اس میں دو مذاہب ہیں:

پہلا مذہب: امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ، امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ اور امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جب زمین ناپاک ہو جائے تو اب پانی سے دھونے کے علاوہ پاک نہیں ہوگی۔

دوسرا مذہب: امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ وغیرہ کے نزدیک پاکی کے کئی طریقے ہیں:

1. پانی سے دھویا جائے۔
2. ناپاک مٹی نکال کر پاک مٹی ڈال دی جائے۔
3. دھوپ وغیرہ سے خشک ہو جانے سے بھی پاک ہو جائے گی۔ (۱)

استدلال پہلے مذہب والوں کا

پہلے مذہب والوں کا استدلال حدیث بالا سے ہے کہ اس میں آپ ﷺ نے پانی بہانے کو فرمایا۔

دوسرے مذہب والوں کا استدلال

دوسرے مذہب والوں کا استدلال بخاری کی روایت سے ہے جس میں آتا ہے:

﴿کانت الکلاب تقبل وتدبر فی المسجد فی زمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلم یکونوا یرشون شیئا من ذلک﴾ (۲)

ترجمہ: ''نبی علیہ السلام کے زمانہ میں کتے مسجد نبوی میں آجایا کرتے تھے لیکن اس کے باوجود اس پر کچھ نہیں بہاتے تھے۔''

بعض روایات میں یہ الفاظ بھی آتے ہیں ''کَانَتِ الْکِلَابُ تَبُوْلُ'' (۳) کہ کتے پیشاب بھی کر دیتے تھے اس سب کے

باوجود پانی بہایانہیں جاتا تھا۔

حدیث بالا کا جواب یہ ہے کہ اس میں زمین کے پاک کرنے کا ایک طریقہ بیان کیا گیا ہے یہ ہم بھی مانتے ہیں باقی دوسرے طریقوں کی اس حدیث بالا سے نفی تو نہیں ہوتی جو دوسری احادیث سے ثابت ہیں۔بعض کہتے ہیں کہ نماز کا وقت تھا اس لئے جلدی میں آپ ﷺ نے یہ حکم دیا۔ (۴)

اے صحابہ! اللہ نے تم کو آسانی کرنے والا پیدا کیا ہے

فَاِنَّمَا بُعِثْتُمْ مُيَسِّرِيْنَ وَلَمْ تُبْعَثُوْا مُعَسِّرِيْنَ: اس لئے کہ تم آسانی کرنے والے بنا کر بھیجے گئے ہو، سختی کرنے والے بنا کرنہیں بھیجے گئے۔

اس جملہ سے معلوم ہوتا ہے کہ امت محمدیہ پوری پوری اس طرح مبعوث ہے جیسے کہ اللہ انبیاء کو بھیجتے تھے انبیاء کو بھی حکم تھا آسانی کرنے کا تو اسی طرح امت محمدیہ کو بھی یہ حکم دیا جارہا ہے لوگوں کو قریب کرنے کے لئے نرمی کرنا نہایت ضروری ہے، چاہے ان سے بڑی بڑی حماقتوں کا ارتکاب ہو۔علماء فرماتے ہیں اس جملہ میں داعیان دعوت کے کام کرنے والوں کے لئے بڑا سبق ہے۔ (۵)

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب الطهارة و کتاب الوضوء تحت باب صب الماء علی البول فی المسجد.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ (عبدالرحمٰن) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) شرح مسلم للنووی ۱/ ۱۳۸ معارف السنن ۱/ ۴۹۸، فتح القدیر ۱/ ۱۳۸

(۲) البخاری ۱/ ۲۹

(۳) ابوداؤدشریف ۱/ ۵۵

(۴) بذل المجہود ۱/ ۲۲۱، تعلیق الصبیح، عمدۃ القاری وغیرہ

(۵) نزہۃ المتقین ۱/ ۴۵۷

خوش خبری دو، نفرتیں نہ پھیلاؤ

(٦٣٧) ﴿وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "يَسِّرُوْا وَلَا تُعَسِّرُوْا، وَبَشِّرُوْا وَلَا تُنَفِّرُوْا﴾ (متفق عليه)

ترجمہ: ''حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ آسانی کرو، سختی نہ کرو خوش خبری دو اور نفرت نہ دلاؤ۔'' (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ يَسِّرُوْا: يَسَّرَ يُيَسِّرُ تَيْسِيْرًا آسان کرنا، توفیق دینا۔ لَا تُعَسِّرُوْا: عَسَّرَ يُعَسِّرُ تَعْسِيْرًا دشوار کرنا، مخالفت کرنا۔ لَاتُنَفِّرُوْا: نَفَّرَ يُنَفِّرُ تَنْفِيْرًا نفرت دلانا، دور کرنا۔

تشریح: يَسِّرُوْا وَلَا تُعَسِّرُوْا: آسانی کرو، سختی نہ کرو۔ حدیث بالا میں بھی داعیانِ تبلیغ کو ایک اہم اصول کی طرف متوجہ کیا جا رہا ہے کہ دعوت کا کام کرنے والے نرمی اور آسانی کا معاملہ کریں کہ نرمی اور آسانی سے ہی لوگوں کو قریب کیا جا سکتا ہے اگر سختی کی جائے گی تو اس سختی سے لوگ دور بھاگیں گے تو دین کا کام پھر نہیں کیا جا سکے گا۔ علاوہ ازیں اسلوب ایسا نہ ہو جس سے نفرت پیدا ہو بلکہ ایسا ہو جس سے بشارتیں معلوم ہوں۔

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب العلم تحت باب کان النبی صلی الله علیه وسلم یتخولهم بالموعظة مسلم فی کتاب الجهاد تحت باب الامر بالیتسیر وترک التعسیر.

نوٹ: راوی حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۵) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

جو نرمی سے محروم ہو گیا وہ ہر بھلائی سے محروم ہو گیا

(٦٣٨) ﴿وَعَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "مَنْ يُّحْرَمِ الرِّفْقَ يُحْرَمِ الْخَيْرَ كُلَّهُ"﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ: ”حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے آپ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص نرمی سے محروم کر دیا گیا وہ ہر قسم کی بھلائی سے محروم کر دیا گیا۔“ (مسلم)

لغات: ❖ یحرم: حَرَمَ يَحْرُمُ حِرْمًا وَحَرِيْمًا وَحِرْمَانًا وَحِرْمَةً منع کرنا، روکنا، محروم کرنا۔ یہ باب نصر ضرب اور کرم وغیرہ سے آتا ہے۔

تشریح: حدیث بالا کا مفہوم یہ ہے کہ جو شخص نرمی و مہربانی والی خوبی سے خالی ہو تو وہ تمام ہی بھلائیوں سے محروم ہو جاتا ہے نیز اس حدیث میں نرمی مہربانی والی خوبی کی فضیلت کو بیان کیا جا رہا ہے اور اس کے حاصل کرنے کی ترغیب دی جا رہی ہے اور اس سے محرومی کے نقصانات کو بیان کیا جا رہا ہے نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نرمی تمام بھلائیوں کے حاصل ہونے کا سبب و ذریعہ بھی ہے۔ [1]

تخریج حدیث: رواہ مسلم فی کتاب البر تحت باب فضل الرفق.

نوٹ: راوی حدیث حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۷۳) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) مرقاۃ مظاہر حق ۴/۶۰۷، روضۃ المتقین ۲/۱۸۰

آپ ﷺ نے نصیحت کی کہ غصہ نہ ہوا کرو

(٦٣٩) ﴿وَعَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: أَوْصِنِیْ قَالَ: "لَا تَغْضَبْ" فَرَدَّدَ مِرَارًا، قَالَ "لَا تَغْضَبْ"﴾ (رواه البخاری)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا کہ مجھے وصیت فرمایئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا غصہ نہ ہوا کرو۔ اس نے کئی بار اپنا سوال دہرایا تو آپ نے (ہر مرتبہ) فرمایا کہ غصہ نہ ہوا کرو۔'' (بخاری)

لغات: ❖ لا تغضب: غَضِبَ یَغْضَبُ غَضَبًا و مَغْضَبَة غضب ناک ہونا، غصہ کرنا۔ (س) فردد: رَدَّدَ یُرَدِّدُ تَرْدِیْدًا. القول کسی بات کو بار بار دہرانا۔

تشریح: یہ حدیث اس سے پہلے باب میں گزر چکی ہے [1] مگر مصنف علامہ نووی رحمہ اللہ تعالیٰ دوبارہ اس باب میں اس لئے لائے کہ آدمی کو نصیحت حالات کو دیکھ کر کرنا چاہئے جیسے کہ جب آپ ﷺ نے محسوس فرمایا کہ یہ صحابی (جن کو آپ ﷺ نصیحت فرمارہے ہیں) مزاج میں تیز اور غصہ والے ہیں اسی وجہ سے آپ ﷺ نے بار بار ان کو نصیحت فرمائی کہ غصہ مت کیا کرو۔

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب الادب تحت باب الحذر من الغضب.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ (عبدالرحمٰن) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔
(۱) مکمل شرح گزر چکی ہے

اللہ ہر چیز میں اچھے انداز کو پسند فرماتے ہیں

(٦٤٠) ﴿وَعَنْ اَبِیْ یَعْلٰی شَدَّادِ بْنِ أَوْسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: قَالَ "إِنَّ اللّٰهَ کَتَبَ الْاِحْسَانَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ، فَإِذَا قَتَلْتُمْ فَأَحْسِنُوا الْقِتْلَةَ وَإِذَا ذَبَحْتُمْ فَأَحْسِنُوا الذِّبْحَةَ، وَلْیُحِدَّ أَحَدُکُمْ شَفْرَتَهٗ، وَلْیُرِحْ ذَبِیْحَتَهٗ﴾ (رواه مسلم)

ترجمہ: ''حضرت ابویعلیٰ شداد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے ہر کام کو اچھے انداز میں کرنے کو ضروری قرار دیا ہے۔ پس جب تم قتل کرو تو اچھی طرح سے قتل کرو اور جب کسی جانور کو ذبح کرو تو اچھی طرح سے ذبح کرو کہ اپنی چھری کو تیز کرلو اور ذبح ہونے والے جانور کو آرام

پہنچاؤ۔'' (مسلم)

لغات: ❖ القتلة: (ن) سے بمعنی قتل کرنا۔ لِيُحِدَّ: حَدَّ يَحُدُّ حَدًّا وحُدُوْدًا السكين چھری کو تیز کرنا۔ شفرته: بڑی چوڑی چھری، نیزے کے پھل کا پہلو۔ جمع شَفَرٌ وشِفَارٌ وشَفَرَاتٌ.

تشریح: ## قتل کرو تو اچھی طرح سے قتل کرو

فَإِذَا قَتَلْتُمْ فَأَحْسِنُوا الْقَتْلَةَ: جب تم قتل کرو تو اچھی طرح سے قتل کرو۔ اس کا مطلب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ جب تم کسی قاتل کو قتل کرو یا میدان جنگ میں کسی دشمن کو قتل کرو تو اب ایسے وقت میں بھی اسلام کا عدل یہ کہتا ہے کہ اس مجرم اور دشمن کو اچھی طرح قتل کرو ایسا نہ ہو کہ دشمنی کے جذبات میں اس کو ایذا دے دے کے مارو یا اس کو مثلہ بناؤ کہ ناک کان کاٹو بلکہ اچھی طرح قتل کرو کا مطلب یہ ہے کہ تلوار کے ایک ہی وار سے اس کا سر اس کے جسم سے جدا کر دو۔

وَإِذَا ذَبَحْتُمْ فَأَحْسِنُوا الذِّبْحَةَ: جب جانور کو ذبح کرو تو اچھے طریقے سے ذبح کرو۔ اس جملہ کا مطلب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ جب کسی جانور کو ذبح کرنے کی ضرورت پڑے تو اب چھری وغیرہ تیز کر لو تا کہ وہ جانور جلدی سے ذبح ہو جائے اور اس کی روح نکل جائے اگر چھری کند ہوئی تو ذبح ہونے میں تاخیر ہوگی جس سے اس جانور کو بھی تکلیف ہوگی۔

تخریج حدیث: اخرجه مسلم فی كتاب الصيد تحت باب الامر باحسان الذبح والقتل وتحديد الشفرة واحمد فی مسنده ١٧١١٦/٦، ابو داؤد والنسائی وهكذا فی ابن ماجه.

نوٹ: راوی حدیث ابو یعلی شداد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (٢٦) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

آپ ﷺ آسان کام کو اختیار فرماتے تھے

(٦٤١) ﴿وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: مَا خُيِّرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ أَمْرَيْنِ قَطُّ إِلَّا أَخَذَ أَيْسَرَ هُمَا، مَالَمْ يَكُنْ إِثْمًا، فَإِنْ كَانَ إِثْمًا، كَانَ أَبْعَدَ النَّاسِ مِنْهُ، وَمَا انْتَقَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِنَفْسِهِ فِيْ شَيْءٍ قَطُّ، إِلَّا أَنْ تُنْتَهَكَ حُرْمَةُ اللّٰهِ، فَيَنْتَقِمُ لِلّٰهِ تَعَالٰى﴾ (متفق عليه)

ترجمہ: ''حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ جب بھی آپ ﷺ کو دو کاموں کے درمیان اختیار دیا گیا تو آپ ﷺ نے ان میں سے زیادہ آسان کام کو اختیار فرمایا، بشرطیکہ اس میں گناہ نہ ہوتا ہو اگر وہ گناہ کا کام ہوتا تو آپ اس سے سب سے زیادہ بھاگنے والے ہوتے اور آپ ﷺ نے اپنی ذات کے لئے کسی معاملے میں کبھی بھی انتقام نہیں لیا مگر یہ کہ اللہ جل شانہ کی حرمتوں کو پامال کیا جاتا تو آپ ﷺ محض اللہ کے لئے انتقام

لیتے۔‘‘ (بخاری و مسلم)

لغات: ❖ خیر: خَيَّرَ يُخَيِّرُ تَخُيِيرًا پسند کرنے کے لئے اختیار دینا۔ انتقم: اِنْتَقَمَ يَنْتَقِمُ اِنْتِقَامًا انتقام اور بدلہ لینا۔

تشریح: مَا خُيِّرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ أَمْرَيْنِ قَطُّ إِلَّا أَخَذَ أَيْسَرَهُمَا: جب بھی آپ ﷺ کو دو کاموں کے درمیان اختیار دیا گیا تو آپ ﷺ نے ان میں سے زیادہ آسان کام کو اختیار فرمایا۔ مطلب یہ ہے کہ جب بھی آپ ﷺ کو دو کاموں کے بارے میں اختیار دیا گیا مثلاً دو سزاؤں کے درمیان تو آپ ﷺ نے آسان سزا کو اختیار فرمایا اسی طرح جنگ اور صلح کے درمیان اختیار دیا گیا تو آپ نے صلح کو اختیار فرمایا بشرطیکہ کہ اس میں اسلام اور مسلمانوں کا مفاد ہو اور اس میں اللہ جل شانہ کی نافرمانی نہ ہوتی ہو اس میں آپ ﷺ نے اپنی امت کو بھی سبق دیا ہے کہ جب دو باتیں سامنے آئیں تو آسان پہلو کو اختیار کیا جائے بشرطیکہ اس میں کوئی شرعی قباحت نہ ہو۔

آپ ﷺ نے اپنی ذات کے لئے کبھی بدلہ نہیں لیا

وَمَا انْتَقَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِنَفْسِهِ فِيْ شَيْءٍ قَطُّ: آپ ﷺ نے اپنی ذات کے لئے کسی معاملے میں کبھی انتقام نہیں لیا۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ ایسے اعلی اخلاق والے تھے کہ آپ ﷺ اپنے نفس کے لئے بدلہ نہیں لیتے تھے ہاں! اگر کوئی اللہ کی حرام کردہ چیزوں کا ارتکاب کرتا تو آپ ﷺ بدلہ لیتے۔ یہ آپ ﷺ سے ناقابل برداشت تھا۔ علماء فرماتے ہیں کہ اللہ جل شانہ کے حدود کو توڑنے والے کو سزا نہ دینا یہ کوئی حسن اخلاق نہیں ہے بلکہ اس کا نام تو دینی بے غیرتی ہے ہاں! دنیوی کوتاہیوں کو معاف کرنا تو حسن اخلاق ہے۔

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب المناقب تحت باب صفة النبی صلی الله علیه وسلم، ومسلم فی کتاب الفضائل تحت باب مباعدته صلی الله علیه وسلم للاثام واختیاره من المباح اسهله وانتقامه لله عند انتهاک حرماته واحمد فی مسنده ۲۴۰۸۹/۹ وابوداؤد والدارمی وابن حبان ۴۸۸ وهکذا فی البیهقی ۱۹۲/۱۰.

نوٹ: راویہ حدیث حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مختصر حالات حدیث نمبر (۲) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

جہنم کی آگ پر کون لوگ حرام ہوں گے؟

(٦٤٢) ﴿وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِمَنْ يَحْرُمُ عَلَى النَّارِ أَوْ بِمَنْ تَحْرُمُ عَلَيْهِ النَّارُ؟ تَحْرُمُ عَلٰى كُلِّ قَرِيْبٍ هَيِّنٍ لَيِّنٍ سَهْلٍ. رواه

الترمذی وقال: حدیث حسن﴾

ترجمہ: ''حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں تمہیں ایسے لوگوں کی خبر نہ دوں جو جہنم کی آگ پر حرام ہیں یا جہنم کی آگ ان پر حرام ہے؟ یہ ہر اس شخص پر حرام ہے جو لوگوں سے نزدیکی اختیار کرے آسانی کرنے والا ہو۔ نرمی کرنے والا اور سہولت کا معاملہ کرنے والا ہو (ترمذی اور صاحب ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے)۔''

لغات: ❖ هین: هَانَ يَهُوْنُ هَوْنًا کام کا آسان ہونا۔ صفت: هَيِّنٌ سَهْلٌ: سَهَلَ يَسْهُلُ سُهُوْلَةً وسَهَالَةً آسان ہونا۔

تشریح: حدیث بالا میں نرم خوئی اور نرم مزاجی کی تعریف کی گئی ہے جو حق تعالیٰ شانہ کا ایک بڑا عطیہ ہے، جو نرمی کا معاملہ کرتے ہیں لوگ ان کے قریب ہو جاتے ہیں اور اس کے برعکس جن لوگوں کے مزاج میں تندی و درشتی پائی جاتی ہے تو لوگ ایسے لوگوں کے قریب بھی نہیں پھٹکتے اور وہ لوگوں کے دلوں سے بھی دور ہوتے ہیں پہلے قسم کے آدمی کی حالت کی تعریف کی جا رہی ہے جب کہ دوسرے قسم کے آدمیوں کی مذمت کی جارہی ہے یہ اوصاف اگرچہ خلقی ہیں مگر ان کا استعمال اختیاری ہے۔

تخریج حدیث: رواہ الترمذی فی ابواب صفة یوم القیامة تحت باب کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی مھنة اھله واحمد فی مسندہ ۳۹۳۸/۲.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۳۶) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۷۵) بَابُ الْعَفْوِ وَالْإِعْرَاضِ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ

عفو و درگزر کرنے اور جاہلوں سے اعراض کرنے کا بیان

جاہلوں سے اعراض کرو اور امر بالمعروف اور عفو و درگزر کرو

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ﴾ (سورة اعراف: ۱۹۹)

ترجمہ: ''اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے: ...... (اے محمد ﷺ) عفو و درگزر کو اختیار کرو اور نیکی کا حکم دو اور جاہلوں سے اعراض کرو۔''

تشریح: اس آیت کی پوری وضاحت باب (۷۰) صفحہ نمبر (۳۶۱) پر گزر چکی ہے۔

اچھی طرح درگزر کرو

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِيْلَ﴾ (سورة الحجر: ٨٥)

ترجمہ: ''اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ......تم ان لوگوں سے اچھی طرح درگزر کرو۔''

تشریح: اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ لوگوں کی ایذاء اور باتوں سے درگزر کرتے رہیں اور ان کی باتوں کا جواب نہ دیں۔ حدیث میں آتا ہے کہ جب کسی کو کچھ برا اور بھلا کہا جائے اور وہ جواب نہ دے تو فرشتے اس کی طرف سے جواب دیتے رہتے ہیں اور جب وہ جواب دیتا ہے تو پھر فرشتے آسمانوں پر چلے جاتے ہیں۔

خلاصہ آیت کا یہ کہ آپ لوگوں سے تعرض نہ کریں اور ان سے انتقام لینے کی جلدی نہ کریں [1] اللہ جل شانہ آپ کی طرف سے ان سے بدلہ لیں گے۔

(۱) تفسیر مظہری ۳۵۹/۶

لوگوں کو معاف کرو، اللہ تم کو معاف کر دیں گے

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا، أَلَا تُحِبُّوْنَ أَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ﴾ (سورة النور: ٢٢)

ترجمہ: ''اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ......چاہئے کہ وہ معاف کر دیں اور درگزر کریں کیا تم پسند نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ معاف کر دیں۔''

تشریح:

شانِ نزول

اگرچہ اس آیت کا نزول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں ہوا کہ جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر تہمت لگائی گئی اور اس میں حضرت مسطح رضی اللہ تعالیٰ عنہ مبتلا ہو گئے جو بدری صحابی ہیں ان کی مالی امداد حضرت ابوبکر کیا کرتے تھے جب اللہ جل شانہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی برأت نازل فرمائی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت مسطح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مالی امداد کرنا بند کر دی اس پر آیت بالا کا نزول ہوا۔ [1]

جب یہ آیت نازل ہوئی ''اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ؟'' تو حدیث میں آتا ہے فوراً حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ''وَاللّٰهِ اِنِّيْ اُحِبُّ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لِيْ'' بخدا میں چاہتا ہوں کہ اللہ جل شانہ میری مغفرت فرما دے اور فوراً حضرت مسطح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مالی امداد دوبارہ جاری کر دی اور پھر فرمایا کہ اب یہ امداد کبھی بھی بند نہ ہوگی۔

مگر آیت عام ہے جو بھی لوگوں کو معاف کرتا ہو اللہ جل شانہ کا یہ وعدہ سب سے ہوگا۔ [2]

(۱) بخاری مسلم (۲) تفسیر مظہری ۳۰۹/۸

اللہ جل شانہ نیک لوگوں کو دوست رکھتے ہیں

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ (سورة آل عمران: ٣٤)

ترجمہ: ”اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے:...... لوگوں کو معاف کرنے والے ہیں اللہ جل شانہ نیک لوگوں کو دوست رکھتے ہیں۔“

تشریح: اس آیت کی وضاحت باب نمبر (۷۴) اور آیت نمبر (۲۱۵) کے ضمن میں گزر چکی ہے۔

صبر کرنا اور معاف کرنا اچھا کام ہے

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ إِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْأُمُوْرِ﴾ (سورة الشورى: ٤٣)

ترجمہ: ”اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے:...... وہ شخص جس نے صبر کیا اور معاف کیا یہ یقیناً ہمت کے کاموں میں سے ہے۔“

تشریح: اس آیت کی وضاحت بھی باب (۷۰) پر آیت نمبر (۴۳) کے ضمن میں گزر چکی ہے۔

﴿والآيات في الباب كثيرة معلومة﴾

اس باب میں آیتیں بہت زیادہ ہیں جو مشہور و معروف ہیں۔

طائف میں آپ ﷺ کو سب سے زیادہ تکلیف اٹھانی پڑی

(٦٤٣) ﴿وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هَلْ أَتٰى عَلَيْكَ يَوْمٌ كَانَ أَشَدَّ مِنْ يَوْمِ أُحُدٍ؟ قَالَ: "لَقَدْ لَقِيْتُ مِنْ قَوْمِكِ، وَكَانَ أَشَدُّ مَالَقِيْتُ مِنْهُمْ يَوْمَ الْعَقَبَةِ، إِذْ عَرَضْتُ نَفْسِيْ عَلٰى ابْنِ عَبْدِ يَالِيْلَ بْنِ عَبْدِ كُلَالٍ فَلَمْ يُجِبْنِيْ إِلٰى مَا أَرَدْتُّ، فَانْطَلَقْتُ وَأَنَا مَهْمُوْمٌ عَلٰى وَجْهِيْ، فَلَمْ أَسْتَفِقْ إِلَّا وَأَنَا بِقَرْنِ الثَّعَالِبِ، فَرَفَعْتُ رَأْسِيْ، فَإِذَا أَنَا بِسَحَابَةٍ قَدْ أَظَلَّتْنِيْ، فَنَظَرْتُ فَإِذَا فِيْهَا جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَنَادَانِيْ فَقَالَ: إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَدْ سَمِعَ قَوْلَ قَوْمِكَ لَكَ، وَمَا رَدُّوْا عَلَيْكَ، وَقَدْ بَعَثَ إِلَيْكَ مَلَكَ الْجِبَالِ لِتَأْمُرَهُ بِمَا شِئْتَ فِيْهِمْ، فَنَادَانِيْ مَلَكُ الْجِبَالِ، فَسَلَّمَ عَلَيَّ

ثُمَّ قَالَ: يَا مُحَمَّدُ إِنَّ اللّٰهَ قَدْ سَمِعَ قَوْلَ قَوْمِكَ لَكَ، وَأَنَا مَلَكُ الْجِبَالِ، وَقَدْ بَعَثَنِي رَبِّي إِلَيْكَ لِتَأْمُرَنِي بِأَمْرِكَ، فَمَا شِئْتَ: إِنْ شِئْتَ أَطْبَقْتُ عَلَيْهِمُ الْأَخْشَبَيْنِ" فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "بَلْ أَرْجُو أَنْ يُّخْرِجَ اللّٰهُ مِنْ أَصْلَابِهِمْ مَنْ يَعْبُدُاللّٰهَ وَحْدَهُ لَا يُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا" (متفق علیه)

"اَلْاَخْشَبَانِ" اَلْجَبَلَانِ الْمُحِيطَانِ بِمَكَّةَ وَالْاَخْشَبُ: هُوَ الْجَبَلُ الْغَلِيظُ.

ترجمہ: ''حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا کہ آپ ﷺ پر غزوہ احد سے بھی کوئی دن سخت آیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کہ میں نے تیری قوم سے بہت تکلیف اٹھائی ہے اور سب سے زیادہ تکلیف مجھے عقبہ والے دن پہنچی جب میں نے اپنے آپ کو ابن عبد یالیل بن عبد کلال پر پیش کیا (جو طائف کا سردار تھا) اس نے میری دعوت کو قبول نہیں کیا تو میں وہاں سے سخت پریشانی کی حالت میں نکلا۔ قرن ثعالب پہنچ کر مجھے کچھ افاقہ ہوا میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو بادل نے مجھ پر سایہ کیا ہوا تھا میں نے جب غور سے دیکھا تو اس میں حضرت جبرئیل امین علیہ السلام تھے انہوں نے مجھے آواز دی اور کہا: اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی قوم کی وہ باتیں سنیں جو انہوں نے آپ ﷺ سے کیں اور وہ بھی جو انہوں نے آپ ﷺ کو جواب دیا۔''

اللہ جل شانہ نے آپ ﷺ کی طرف پہاڑوں پر مقرر فرشتہ بھیجا ہے آپ ﷺ اس کو جو حکم دیں گے وہ حکم بجا لائے گا۔ پھر مجھے اس پہاڑوں پر مقرر فرشتے نے آواز دی اور سلام کیا اور کہا: اے محمد ﷺ بے شک اللہ جل شانہ نے آپ ﷺ کی قوم کی وہ گفتگو جو آپ سے انہوں نے کی، سنی اور میں پہاڑوں پر مقرر فرشتہ ہوں مجھے میرے رب نے آپ کی طرف بھیجا ہے تاکہ آپ مجھے حکم دیں پس آپ کیا چاہتے ہیں؟ اگر آپ چاہیں تو میں دو پہاڑوں کے درمیان ان کو پیس ڈالوں۔ اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں تو امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی نسلوں سے ایسے لوگ پیدا فرمائے گا جو ایک اللہ کی عبادت کریں گے اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔

(بخاری ومسلم)

"الاخشبان" مکہ کے اردگرد دو پہاڑوں کا نام ہے۔ اخشب دشوار گزار (عظیم) پہاڑ کو کہتے ہیں۔

لغات: ❖ عرضت: عَرَضَ يَعْرِضُ عَرْضًا پیش کرنا۔ مهموم: هَمَّ يَهُمُّ هَمًّا و مَهَمَّةً رنجیدہ کرنا، غمگین کرنا، غم میں ڈالنا۔ اظلتنی: ظَلَّ يُظِلُّ اظلالا سایہ ڈالنا، پناہ میں لینا۔ اطبقت: اَطْبَقَ يُطْبِقُ اِطْبَاقًا ڈھانپنا۔

تشریح: كَانَ اَشَدَّ مِنْ يَوْمِ اُحُدٍ: جنگ احد سے زیادہ سخت دن بھی کوئی آیا ہے۔ "احد" یہ مدینہ منورہ کے قریب ایک پہاڑ ہے جس کے پاس غزوہ احد ہوا اس غزوہ میں آپ ﷺ کا چہرہ انور زخمی ہوا اور اسی غزوہ میں آپ ﷺ کے دندان مبارک

بھی شہید ہوا تھا اور اسی میں آپ ﷺ ایک گڑھے میں گر گئے تھے اس کے علاوہ آپ ﷺ کے حقیقی چچا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہوئے (۱) اور ساتھ میں ستر صحابہ بھی شہید ہوئے۔

یَوْمَ الْعَقَبَةِ: عقبہ کے دن کی تکلیف زیادہ تھی۔ عقبہ یہ طائف کے راستے میں ایک جگہ کا نام ہے۔ (۲)

وَاَنَا بِقَرْنِ الثَّعَالِبِ: میں قرن ثعالب پہنچا تو کچھ افاقہ ہوا۔ قرن ثعالب یہ بھی ایک جگہ کا نام ہے جو اہل نجد کی میقات ہے اسے قرن المنازل بھی کہا جاتا ہے۔

حدیث بالا میں بھی داعیان دین کے لئے بہترین اسوہ ہے کہ داعیان کو جب بھی تکلیفیں پہنچیں تو اس پر صبر کریں بلکہ تکلیف دینے والوں کے لئے بددعاؤں کے بجائے دعائیں کریں۔ (۳)

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب بدء الخلق تحت باب ذکر الملائکة ومسلم فی کتاب المغازی، باب ما لقی النبی صلی الله علیه وسلم من اذی المشرکین والمنافقین، وهکذا فی ابن حبان ٦٥٦١.

نوٹ: راویہ حدیث حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مختصر حالات حدیث نمبر (۲) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) نزہۃ المتقین ۱/۴۶۱ (۲) نزہۃ المتقین ۱/۴۶۱ (۳) ن۔ صادر

آپ ﷺ نے کبھی کسی کو نہیں مارا

(٦٤٤) ﴿وَعَنْهَا قَالَتْ: مَا ضَرَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا قَطُّ بِيَدِهٖ وَلَا امْرَأَةً وَلَا خَادِمًا، اِلَّا أَنْ يُّجَاهِدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، وَمَا نِيْلَ مِنْهُ شَيْءٌ قَطُّ فَيَنْتَقِمُ مِنْ صَاحِبِهٖ، اِلَّا أَنْ يُّنْتَهَكَ شَيْءٌ مِنْ مَحَارِمِ اللّٰهِ تَعَالٰى فَيَنْتَقِمُ لِلّٰهِ تَعَالٰى﴾ (رواه مسلم)

ترجمہ: ''حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے کبھی کسی چیز کو، نہ کسی عورت کو، نہ خادم کو اپنے ہاتھ سے مارا۔ ہاں! مگر جب آپ ﷺ اللہ کے راستہ میں جہاد کرتے اور کبھی ایسا بھی نہیں ہوا کہ آپ ﷺ کو کسی کی طرف سے تکلیف پہنچی اور آپ ﷺ نے تکلیف پہنچانے والے سے بدلہ لیا ہو۔ ہاں اگر اللہ کے محارم میں سے کسی چیز کی بے حرمتی محسوس فرماتے تو اللہ کے لئے انتقام لیتے۔'' (مسلم)

لغات: ❖ نیل منه: نَالَ يَنَالُ نَيْلًا پانا، ملنا۔ ان ینتهک: اِنْتَهَكَ يَنْتَهِكُ اِنْتِهَاكًا بے حرمتی کرنا، پردہ دری کرنا۔

تشریح: مَا ضَرَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا قَطُّ بِيَدِهٖ وَلَا امْرَأَةً وَّلَا خَادِمًا: کہ آپ ﷺ نے کبھی کسی کو بھی، نہ کسی عورت کو، نہ کسی خادم کو اپنے ہاتھ سے مارا۔ اس حدیث کی وضاحت حدیث انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوتی ہے جو کہتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کی دس سال خدمت کی کبھی آپ ﷺ نے مجھ سے یہ بھی نہیں فرمایا کہ تم نے یہ کیوں کیا

اور یہ کیوں نہ کیا؟ (۱)

آپ ﷺ نے صرف ایک شخص کو مارا

اِلَّا اَنْ یُّجَاهِدَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ: مگر آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جہاد کرتے مارا ہے۔ اس میں بھی ابن قیم رحمہ اللہ تعالیٰ کی رائے یہ ہے کہ آپ ﷺ نے پوری زندگی میں میدان جہاد میں بھی صرف ایک آدمی کو مارا جس کا نام ابی بن خلف تھا۔ اس کے علاوہ کسی کو خود نہیں مارا۔ (۲)

وَمَا نِیْلَ مِنْهُ شَیْءٌ قَطُّ فَیَنْتَقِمَ مِنْ صَاحِبِهٖ: ایسا نہیں ہوا کہ کسی کی طرف سے آپ ﷺ کو تکلیف پہنچی ہو اور آپ ﷺ نے اس سے اپنے لئے بدلہ لیا ہو۔ آپ ﷺ نے کبھی اپنی ذات کے لئے بدلہ نہیں لیا ہاں! جب اللہ کی حدود کو پامال کیا جاتا، تو اس وقت آپ ﷺ کی دینی غیرت وحمیت جوش میں آتی اور آپ ﷺ اس کا بدلہ لیتے تھے اور اس کو ضرور سزا دیتے۔

تخریج حدیث: اخرجه مسلم فی کتاب الفضائل تحت باب مباعدته للاثام واختیاره من المباح اسهله الخ واحمد فی مسنده ۲٤٠٨٩/۹۵ وهکذا فی ابی داؤد.

نوٹ: راویہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مختصر حالات حدیث نمبر (۲) کے ضمن میں گزر چکے ہیں

(۱) روضۃ المتقین ۱۸۵/۲ (۲) زاد المعاد

آپ ﷺ کے اعلیٰ اخلاق کی مثال

(٦٤٥) ﴿وَعَنْ أَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: کُنْتُ أَمْشِیْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، وَعَلَیْهِ بُرْدٌ نَجْرَانِیٌّ غَلِیْظُ الْحَاشِیَةِ، فَأَدْرَکَهٗ اَعْرَابِیٌّ، فَجَبَذَهٗ بِرِدَائِهٖ جَبْذَةً شَدِیْدَةً، فَنَظَرْتُ إِلٰی صَفْحَةِ عَاتِقِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، وَقَدْ أَثَّرَتْ بِهَا حَاشِیَةُ الرِّدَاءِ مِنْ شِدَّةِ جَبْذَتِهٖ، ثُمَّ قَالَ: یَا مُحَمَّدُ مُرْلِیْ مِنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِیْ عِنْدَکَ فَالْتَفَتَ إِلَیْهِ، فَضَحِکَ، ثُمَّ أَمَرَ لَهٗ بِعَطَاءٍ﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ”حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں آپ ﷺ کے ساتھ چل رہا تھا اور آپ ﷺ کے اوپر نجران کی بنی ہوئی موٹے کنارے والی چادر تھی۔ ایک دیہاتی آپ ﷺ کو ملا اور آپ ﷺ کی چادر مبارک کو اس نے سختی کے ساتھ کھینچا۔ میں نے آپ ﷺ کے کندھے مبارک کی جانب دیکھا تو چادر کے کنارے سختی کے ساتھ کھینچنے کی وجہ سے اس میں نشان پڑ گئے تھے۔ پھر اس دیہاتی نے کہا: اے محمد ﷺ تمہارے پاس جو مال اللہ کا ہے اس میں سے میرے لئے بھی دینے کا حکم فرمائیں۔ آپ ﷺ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور مسکرائے پھر

آپ ﷺ نے اس کو دینے کا حکم ارشاد فرمایا۔'' (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ بُرْدٌ: دھاری دار کپڑا، کالا کمبل۔ جمع بُرُوْدٌ واَبْرَادٌ واَبْرُدٌ. غلیظ الحاشیة موٹے کنارہ والا۔ فجبذہ جبذ یجبذ جبذا کھینچنا۔ صفحة عاتق کندھے کی جانب، الصفحة جانب، چہرہ، عاتق کندھا۔

تشریح: بُرْدٌ نَجْرَانِيٌّ: نجران کی بنی ہوئی چادر۔ نجران یہ حجاز اور یمن کے درمیان مشہور جگہ کا نام ہے وہاں کی چادر بہت مشہور ہوتی تھی۔ (۱) ''غَلِيْظُ الْحَاشِيَةِ'' اس کے کنارے موٹے ہوتے تھے۔ عموماً کنارے پتلے ہوتے ہیں اس کے موٹے تھے اس لئے اس کو بیان کیا جارہا ہے۔ (۲)

فَالْتَفَتَ اِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَضَحِكَ: آپ ﷺ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور مسکرائے۔ اس میں آپ ﷺ کے حسن خلق اور صبر وضبط کو بیان کیا جارہا ہے کہ آپ ﷺ نے اس دیہاتی کی اس نازیبا حرکت پر غصہ ہونے کے بجائے مسکراہٹ کے ساتھ اس کو نظر انداز فرما دیا (۳) یہی قرآن نے بھی کہا ہے ''اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ'' کہ اچھے انداز سے بدلہ دو۔

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب اللباس تحت باب البرود والحمرة والشملة ومسلم فی کتاب الزکاة باب اعطاء من سال بفحش وغلظة وهكذا فی ابن ماجه.

نوٹ: راوی حدیث انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۱۵) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔
(۱) روضة المتقین ۱۸۶/۲ (۲) روضة المتقین ۱۸۶/۲ (۳) دلیل الطالبین ۵۴۷/۱

قوم نے اپنے نبی علیہ السلام کو مار مار کر لہولہان کر دیا

(٦٤٦) ﴿وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْكِيْ نَبِيًّا مِنَ الْاَنْبِيَاءِ، صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِمْ، ضَرَبَهُ قَوْمُهُ فَاَدْمَوْهُ وَهُوَ يَمْسَحُ الدَّمَ عَنْ وَجْهِهٖ، وَيَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِيْ فَاِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی کریم ﷺ کو انبیاء علیہم السلام میں سے کسی نبی کا واقعہ سناتے ہوئے دیکھ رہا ہوں کہ اس نبی کو اس کی قوم نے مار مار کر لہولہان کر دیا تھا وہ اپنے چہرے سے خون صاف کرتا تھا اور کہتا جاتا تھا اے اللہ! میری قوم کو معاف فرما دے کیونکہ وہ جانتے نہیں ہیں۔''
(بخاری ومسلم)

لغات: ❖ یحکی: حَكٰى يَحْكِيْ حِكَايَةً نقل کرنا، بیان کرنا۔ فادموہ: اَدْمٰى يُدْمِيْ اِدْمَاءً خون بہانا، زخم سے خون

نکالنا۔

تشریح: ضَرَبَهُ قَوْمُهُ فَأَدْمَوْهُ: اس نبی کو اس کی قوم نے مار مار کر لہولہان کر دیا۔ علامہ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ کون سے نبی تھے اس کی وضاحت کسی حدیث میں نہیں آتی۔ (۱)

نبی سے کون سے نبی مراد ہیں

بعض دوسرے علماء نے اس میں دو احتمال ظاہر کئے ہیں: پہلا نوح علیہ السلام، کہ ان کی قوم نے بھی ان کو بہت زیادہ تکلیف دی مگر پھر بھی وہ یہ کہتے تھے "اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِيْ فَإِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ" کہ اے اللہ! میری قوم کو معاف فرما دے۔ کیونکہ وہ جانتے نہیں ہیں۔ مگر اکثر علماء کی رائے یہ ہے کہ یہاں پر مراد آپ ﷺ خود ہی ہیں (۲) اور یہ انداز بھی آپ ﷺ کے کمال اخلاق پر دلالت کرتا ہے کہ آپ پر بیتی ہوئی تکلیف کو آپ ﷺ مبہم انداز میں بیان فرما رہے ہیں کہ اس میں اپنی قوم کی مذمت نہ ہو سکے۔ (۳)

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب الانبیاء تحت باب ما ذکر عن بنی اسرائیل، ومسلم فی کتاب الجهاد تحت باب غزوة احد واحمد فی مسنده ۳/۳۶۱۱، وابن ماجه وهکذا فی ابن حبان ٦٥٧٦.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۳۶) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) فتح الباری

(۲) مرقاۃ، شرح مشکوٰۃ

(۳) نزہۃ المتقین ۱/۴۶۳

غصے و قابو رکھنے والا اصل پہلوان ہے

(٦٤٧) ﴿وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَيْسَ الشَّدِيْدُ بِالصُّرْعَةِ، إِنَّمَا الشَّدِيْدُ الَّذِيْ يَمْلِكُ نَفْسَهُ عِنْدَ الْغَضَبِ﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ طاقت ور وہ نہیں ہے جو پچھاڑ دے اصل طاقت ور وہ ہے جو غصے میں اپنے نفس کو قابو میں رکھے۔" (بخاری مسلم)

لغات: ❖ بالصرعة: صَرَعَ يَصْرَعُ صَرْعًا وصِرْعًا پچھاڑنا یملک: مَلَكَ يَمْلِكُ مِلْكًا مالک ہونا، بادشاہ بننا۔

تشریح: علماء فرماتے ہیں غصہ برا ہے جب کہ وہ ناحق ہو اور اگر حق کے لئے ہو تو یہ محمود ہے۔ لوگ جسمانی لحاظ سے طاقتور شخص کو بہادر اور پہلوان سمجھتے ہیں لیکن اصل پہلوان وہ ہے جو اپنے نفس کو زیر کرے جو اس کا سب بڑا دشمن ہے جیسا کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اعدی عدوک التی بین جنبیک" کہ تمہارے دشمنوں میں سے سب سے بڑا دشمن وہ ہے جو

تمہارے پہلو میں ہے۔ [1]

سوال: نفس کو پچھاڑنے والے کو بڑا پہلوان کیوں کہا گیا؟

جواب: جسم فانی ہے روح باقی رہنے والی ہے اور جسم کے مقابلے میں روح اصل ہے اس لئے اب جو نفس امارہ کو پچھاڑے گا اس کی حیثیت بھی شریعت کی نگاہ میں زیادہ ہوگی۔

بہر حال آدمی اپنے آپ کو غصہ کے وقت قابو میں رکھے ورنہ اس غصہ کے وقت میں وہ کبھی کبھار ایسا کام کر جاتا ہے کہ بعد میں اس کو پشیمانی ہوتی ہے اور پھر ندامت کے آنسو بہاتا رہتا ہے۔

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب الادب تحت باب الحذر من الغضب ومسلم فی کتاب البر تحت باب من یملک نفسه عند الغضب.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔
(۱) تعلیق الصبیح ۵/۳۱۱

(۷٦) بَابُ اِحتِمَالِ الْاَذٰی

لوگوں کی اذیت برداشت کرنے کے بیان میں

معاف کرنے والے اللہ کے پسندیدہ لوگ ہیں

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ (آل عمران: ۱۳۴)

ترجمہ: ''اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے: غصے کو پی جانے والے اور لوگوں کو معاف کر دینے والے اور اللہ نیکو کاروں کو پسند کرتا ہے۔''

تشریح: اس آیت کی مکمل تشریح اس سے قبل ''بَابُ الْحِلْمِ وَالْاَنَاةِ وَالرِّفْقِ'' کے اندر گزر چکی ہے۔

معاف کرنا ہمت کے کاموں میں سے ہے

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِکَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ﴾ (الشوری: ۴۳)

ترجمہ: ''اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے: ...... جو صبر کرے اور قصور معاف کر دے تو یہ ہمت کے کاموں میں سے ہے۔''

تشریح: اس کے متعلق تمام تفسیری باتیں "بَابُ الْحِلْمِ وَالْاَنَاةِ وَالرِّفْقِ" کے اندر گزر چکی ہیں۔

صلہ رحمی پر اللہ کی طرف سے مددگار متعین ہوتا ہے

(٦٤٨) ﴿وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَجُلاً قَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّ لِیْ قَرَابَةًأَصِلُهُمْ وَیَقْطَعُوْنِیْ، وَاُحْسِنُ إِلَیْهِمْ وَیُسِیْئُوْنَ إِلَیَّ، وَأَحْلُمُ عَنْهُمْ وَیَجْهَلُوْنَ عَلَیَّ! فَقَالَ: "لَئِنْ کُنْتَ کَمَا قُلْتَ فَکَأَنَّمَا تُسِفُّهُمُ الْمَلَّ وَلَا یَزَالُ مَعَکَ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰی ظَهِیْرٌ عَلَیْهِمْ مَادُمْتَ عَلٰی ذٰلِکَ رواه مسلم. وَقَدْ سَبَقَ شَرْحُهُ فِیْ "بَابِ صِلَةِ الْاَرْحَامِ﴾

ترجمہ: "حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میں اپنے قریبی رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرتا ہوں۔ وہ مجھ سے قطع رحمی کرتے ہیں۔ میں ان سے حسن سلوک کرتا ہوں۔ وہ مجھے ایذائیں پہنچاتے ہیں۔ میں ان سے بردباری سے پیش آتا ہوں۔ وہ مجھ سے جاہلیت کا برتاؤ کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اگر تو ویسا ہی ہے، جیسا تو نے بیان کیا تو گویا تم ان کے منہ پر گرم راکھ ڈال رہے ہو اور جب تک تو ایسا کرتا رہے گا اللہ کی طرف سے تیرا ایک مددگار رہے (مسلم۔ اس کی تشریح صلہ رحمی کے باب میں گزر چکی ہے)۔"

لغات: ❖ اصلهم: وَصَلَ یَصِلُ صِلَةً وصُلَةً وَّوَصْلًا رَحِمَهٗ رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرنا، مہربانی کرنا۔

یسیئون: اَسَاءَ یُسِیْءُ اِسَاءَةً برائی کرنا، کسی کے لئے بدی چاہنا۔ تسفهم: اَسَفَّ یُسِفُّ اِسْفَافًا دوا یا ستو وغیرہ پھانکنا، ادنیٰ کاموں کے پیچھے پڑنا۔ المَلّ گرم راکھ، چنگاری۔

تشریح: إِنَّ لِیْ قَرَابَةً یہ حدیث پہلے باب "صِلَةُ الْاَرْحَامِ" میں گزر چکی ہے دوبارہ اس کو اس باب میں اس لئے لایا گیا کہ اس باب کے ساتھ بھی اس حدیث کا تعلق ہے وہ اس طرح کہ اللہ کی رضا کے لئے لوگوں کی طرف سے پہنچنے والی تکلیفوں کو برداشت کیا جائے اور درگزر اور عفو سے کام لیا جائے کیونکہ حسن اخلاق کا تقاضہ یہی ہے۔

تخریج حدیث: سبق ذکر تخریجه فی باب "صلة الارحام".

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۷۷) بَابُ الْغَضَبِ إِذَا انْتُهِكَتْ حُرُمَاتُ الشَّرْعِ وَالْاِنْتِصَارِ لِدِيْنِ اللّٰهِ تَعَالٰى

احکامِ شرعیہ کی بے حرمتی کے وقت غصہ ہونے اور اللہ جل شانہ کے دین کی حمایت کرنے کا بیان

اللہ جل شانہ کے دین کی تعظیم کرنا لازم ہے

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَمَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمَاتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ﴾ (سورة الحج: ۳۰)

ترجمہ: ''اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: جو اللہ کی محترم کردہ چیزوں کی تعظیم کرے گا وہ اس کے لئے اس کے رب کے پاس بہتر (اجر) ہے۔''

تشریح: حُرُمَاتِ اللّٰهِ: اس سے مراد بقول علماء شریعت کے وہ امور ہیں جن کی پابندی ضروری و لازم ہے تو اس میں تمام اوامر اللہ داخل ہوئے اور تمام نواہی سے اجتناب لازم ہوا۔

علامہ زجاج رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اس سے وہ امور مراد ہیں جن کو پورا پورا ادا کرنا واجب ہے کسی قسم کی کمی کرنا حرام ہے۔(۱)

خلاصہ یہ ہوا کہ احکام شرعیہ کی تعظیم کرنا یعنی اس کا علم حاصل کرنا اور اس پر عمل کرنا یہ اس کے لئے بہتر ہے یعنی دنیا و آخرت کی کامیابی کا ضامن ہوگا۔

(۱) تفسیر مظہری ۸/۱۰۸

تم اللہ کی مدد کرو گے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ﴾ (سورة محمد: ۷)

ترجمہ: ''اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: اگر تم اللہ کی مدد کرو گے اللہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدموں کو مضبوط کر دے گا۔''

تشریح: آیت بالا میں مسلمانوں کو خطاب کر کے کہا جا رہا ہے کہ اے ایمان والو! تم اللہ کی مدد کرو اللہ کی مدد سے مراد اللہ کے دین کی مدد ہے اس مدد کو اللہ نے اپنی طرف منسوب فرمایا بطور شرف کے۔ کہ دین کی مدد کرنے والا اللہ کو اتنا پسند ہے کہ وہ

اللہ ہی کی مدد کر رہا ہے۔

اس مدد کرنے پر اللہ جل شانہ کی طرف سے دو انعامات کا وعدہ کیا جا رہا ہے پہلا یہ کہ اللہ بھی تمہاری مدد کرے گا اور دوسری جگہ پر ارشاد خداوندی ہے کہ "اِنْ یَنْصُرْکُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَکُمْ" کہ اگر اللہ جل شانہ تمہاری مدد فرمائے تو پھر کون ہے جو تم پر غالب آسکے۔

دوسرا انعام یہ ہے کہ دشمنوں کے مقابلے میں اللہ جل شانہ تم کو ثابت قدم رکھیں گے یعنی فتح یاب فرمائیں گے۔

﴿وفی الباب حدیث عائشة السابق فی باب العفو﴾

امام کو نماز ہلکی پڑھانا چاہئے

(٦٤٩) ﴿وَعَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ عُقْبَةَ بْنِ عَمْرٍو الْبَدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: إِنِّیْ لَاَتَأَخَّرُ عَنْ صَلَاةِ الصُّبْحِ مِنْ أَجْلِ فُلَانٍ مِمَّا یُطِیْلُ بِنَا! فَمَا رَأَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ غَضِبَ فِیْ مَوْعِظَةٍ قَطُّ أَشَدَّ مِمَّا غَضِبَ یَوْمَئِذٍ، فَقَالَ: "یَاأَیُّهَا النَّاسُ: إِنَّ مِنْکُمْ مُنَفِّرِیْنَ. فَأَیُّکُمْ أَمَّ النَّاسَ فَلْیُوْجِزْ فَإِنَّ مِنْ وَّرَائِهِ الْکَبِیْرَ وَالصَّغِیْرَ وَذَا الْحَاجَةِ﴾ (متفق علیه)[1]

ترجمہ: "حضرت ابومسعود عقبہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں ایک آدمی نبی ﷺ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا: میں صبح کی نماز میں اس لئے پیچھے رہ جاتا ہوں کہ فلاں آدمی ہمیں نماز لمبی پڑھاتا ہے۔ پس میں نے نبی کریم ﷺ کو کسی وعظ میں اتنے غصہ میں نہیں دیکھا جیسا کہ اس دن غصے میں آئے پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! تم میں سے جو شخص لوگوں کی امامت کرائے اسے چاہئے کہ وہ ہلکی نماز پڑھائے اس لئے کہ اس کے پیچھے بوڑھے بچے اور ضرورت مند بھی ہوتے ہیں۔" (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ یطیل: اطَالَ یُطِیْلُ اِطَالَةً واطوالا لمبا کرنا، طویل کرنا۔ مُنَفِّرِین: نَفَّرَ یُنَفِّرُ تَنْفِیْرًا متنفر کرنا۔ بھگانا۔ فلیوجز: اَوْجَزَ یُوْجِزُ اِیْجَازًا کلام مختصر کرنا۔

تشریح: جَاءَ رَجُلٌ اس سے مراد حزم بن ابی بن کعب ہیں [1] بعض حرام بن ملحان بھی کہتے ہیں بعض نے کئی اور نام بھی شامل کئے ہیں۔ علماء فرماتے ہیں حدیث بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ امام کو چاہئے کہ ہلکی نماز پڑھائے۔ احناف کے نزدیک امام کے لئے مناسب نہیں کہ وہ تسبیحات وغیرہ کو اتنا طویل کرے کہ لوگ اکتا جائیں چنانچہ یہ مکروہ ہے اگر تمام ہی مقتدیوں کا کہنا یہ ہو کہ لمبی نماز پڑھائی جائے تو اب اس میں کراہت نہیں آئے گی۔ [2]

حدیث سے کئی مسائل مستنبط ہوتے ہیں

محدثین فرماتے ہیں حدیث بالا سے کئی مسائل نکلتے ہیں مثلاً:

١ دین کے معاملہ میں غصہ ہونا جائز ہے جیسے کہ آپ ﷺ اس صحابی پر ناراض ہوئے۔

٢ امام کو ہدایت ہے کہ وہ مقتدیوں کا خیال رکھے اور اتنی لمبی نماز نہ پڑھائے جس سے لوگ اکتا جائیں۔

٣ عذر شرعی کی بنا پر جماعت سے پیچھے رہنا جائز ہے۔

٤ جس تکلیف میں عمومی لوگ مبتلا ہوں تو اس کی شکایت کرنے کا جواز بھی معلوم ہوتا ہے جیسے کہ اس صحابی نے آپ ﷺ سے شکایت کی۔ (۳)

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب الاذان باب تخفیف الامام فی القیام وکتاب العلم وکتاب الادب وغیر ذلک واخرجه، مسلم فی کتاب الصلوة باب امر الائمة بتخفیف الصلاة فی قیام واحمد ١٧٠٧٦/٤ وهكذا فی ابن ماجه ٩٨٤.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابومسعود عقبہ بن عمرو البدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۱۱۰) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) متفق علیہ، ابوداؤد (۲) مرقاۃ ہکذا فی مظاہر حق ۱/۷۴۱

(۳) روضۃ المتقین ۲/۱۸۹ ونزہۃ المتقین ۱/۴۶۵

قیامت کے دن سب سے زیادہ عذاب ان کو ہوگا جو اللہ سے مشابہت کرتے ہیں

(٦٥٠) ﴿وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ: قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ سَفَرٍ، وَقَدْ سَتَرْتُ سَهْوَةً لِّیْ بِقِرَامٍ فِيْهِ تَمَاثِيْلُ، فَلَمَّا رَآهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَتَكَهٗ وَتَلَوَّنَ وَجْهُهٗ وَقَالَ: "يَا عَائِشَةُ: أَشَدُّ النَّاسِ عَذَابًا عِنْدَاللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الَّذِيْنَ يُضَاهُوْنَ بِخَلْقِ اللّٰهِ﴾

(متفق عليه)

"اَلسَّهْوَةُ" كَالصُّفَةِ تَكُوْنُ بَيْنَ يَدَيِ الْبَيْتِ. وَ "الْقِرَامُ" بِكَسْرِ الْقَافِ: سِتْرٌ رَقِيْقٌ، وَ "هَتَكَهٗ" أَفْسَدَ الصُّوْرَةَ الَّتِیْ فِيْهِ.

ترجمہ: "حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک سفر سے واپس لوٹے اور میں نے گھر کے سامنے کے چبوترے پر ایک پردہ ڈالا ہوا تھا جس میں تصویریں تھیں۔ پس جب رسول اللہ ﷺ نے اس کو دیکھا تو اس کو پھاڑ دیا آپ ﷺ کے چہرے مبارک کا رنگ تبدیل ہو گیا اور فرمایا: اے عائشہ! قیامت کے دن

اللہ کے نزدیک وہ لوگ شدید عذاب میں مبتلا ہوں گے جو اللہ کی صفت خلق کی مشابہت کرتے ہیں۔"

(بخاری ومسلم)

"السھوۃ" وہ انگیٹھی جو گھر کے سامنے بنی ہوتی ہے "القرام" قاف کے زیر کے ساتھ، باریک کپڑے کے پردے کو کہتے ہیں۔ "ھتکه" تصویر والے کپڑے کو پھاڑ ڈالا۔

لغات: ❖ سھوۃ: روشن دان، طاقچہ۔ قرام سرخ پردہ یا باریک کپڑا۔ تماثیل اس کا مفرد تمثال ہے بمعنی بت مجسمہ۔ ھتکه: ھَتَکَ یَھْتِکُ ھَتْکًا بے عزتی کرنا، پردہ دری کرنا، ہتک عزت۔ تلون: تَلَوَّنَ یَتَلَوَّنُ تَلَوُّنًا الشیء رنگین ہونا، مختلف رنگ کا ہونا۔ یُضَاھُوْنَ: ضَاھٰی یُضَاھِیُ مُضَاھَاۃً مشابہ ہونا۔

تشریح: قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ: ایک روایت میں آتا ہے کہ یہ سفر غزوہ تبوک کا تھا[1] نسائی کی روایت میں راوی کا شک ظاہر کیا گیا ہے کہ یہ غزوہ تبوک سے واپسی تھی یا خیبر سے۔

بِقِرَامٍ فِیْهِ تَمَاثِیْلُ: جس میں تصویریں تھیں۔ بعض محدثین کا کہنا ہے کہ اس پر گھوڑے کی تصویر تھی اس لئے آپ ﷺ نے اس کو پھاڑ کر کپڑے کو ضائع کر دیا۔[2]

تَلَوَّنَ وَجْھُهٗ: آپ ﷺ کے چہرے کا رنگ تبدیل ہو گیا۔ محدثین فرماتے ہیں کہ جب کوئی بری چیز دیکھی جائے تو اس کو اپنے ہاتھ سے روک دے اور اس پر مزید اپنے غم وغصہ کا اظہار کرے۔[3]

اَشَدُّ النَّاسِ عَذَابًا یَوْمَ الْقِیَامَةِ: قیامت کے دن سب سے زیادہ سخت عذاب ان لوگوں کو ہوگا جو تخلیق میں اللہ تعالیٰ کی مشابہت اختیار کرتے ہیں۔ مراد تصویر اور صورت بنانا ہے یعنی جو یہ کام کرتا ہے گویا کہ وہ اللہ کے فعل کی مشابہت اختیار کرتا ہے۔ ابن ملک فرماتے ہیں کہ اگر تصویر بنانے والے کا مقصد یہ ہو کہ میں اللہ جل شانہ کی مشابہت اختیار کر رہا ہوں تو اس عقیدے سے وہ کافر ہو جائے گا اگر یہ عقیدہ ہو تو پھر سب سے زیادہ عذاب کا ہونا ظاہر ہے اگر یہ عقیدہ نہ ہو پھر اس حدیث کو تہدید اور دھمکی پر محمول کریں گے۔[4]

تخریج حدیث: **اخرجه البخاری فی کتاب اللباس تحت باب ما وطیء من التصاویر ومسلم فی کتاب اللباس تحت باب لا تدخل الملائكة وھکذا فی النسائی.**

نوٹ: راویہ حدیث حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مختصر حالات حدیث نمبر (۲) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) رواہ بیہقی، وابوداؤد (۲) مظاہر حق ۴/ ۲۴۷

(۳) مظاہر حق ۴/ ۲۴۷، روضۃ المتقین ۲/ ۱۹۰

(۴) مظاہر حق ۴/ ۲۴۸، ۲۴۷، روضۃ المتقین ۲/ ۱۹۰

حدود میں شفاعت کرنا

(٦٥١) ﴿وَعَنهَا أَنَّ قُرَيْشًا أَهَمَّهُمْ شَأْنُ الْمَرْأَةِ الْمَخْزُومِيَّةِ الَّتِي سَرَقَتْ فَقَالُوا: مَنْ يُكَلِّمُ فِيهَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَقَالُوا: مَنْ يَجْتَرِئُ عَلَيْهِ إِلَّا أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ حِبُّ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَلَّمَهُ أُسَامَةُ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَتَشْفَعُ فِي حَدٍّ مِنْ حُدُودِ اللّٰهِ تَعَالَى؟" ثُمَّ قَامَ فَاخْتَطَبَ ثُمَّ قَالَ: "إِنَّمَا أَهْلَکَ مَنْ قَبْلَكُمْ أَنَّهُمْ كَانُوا إِذَا سَرَقَ فِيهِمُ الشَّرِيفُ تَرَكُوهُ، وَإِذَا سَرَقَ فِيهِمُ الضَّعِيفُ أَقَامُوا عَلَيْهِ الْحَدَّ! وَايْمُ اللّٰهِ، لَوْ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ قریش کو اس مخزومیہ عورت نے پریشان کر دیا جس نے چوری کا ارتکاب کیا تھا۔ پس انہوں نے کہا کہ اس بات کو رسول اللہ ﷺ سے کون ذکر کرے گا؟ تو کہنے لگے اس کی جرأت صرف اسامہ بن زید ہی کریں گے جو آپ ﷺ کے چہیتے ہیں چنانچہ اسامہ بن زید نے بات کی تو آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تو اللہ کی حدود میں سے ایک حد کے بارے میں سفارش کرنے لگا ہے؟ پھر آپ ﷺ نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا پھر فرمایا بے شک تم سے پہلے لوگ ہلاک ہو گئے اس لئے کہ جب ان میں سے کوئی شریف آدمی چوری کرتا تو اس کو چھوڑ دیتے اور جب ان میں سے کوئی ضعیف آدمی چوری کرتا تو اس پر حد قائم کر دیتے اور اللہ کی قسم اگر فاطمہ بنت محمد بھی چوری کرتی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔'' (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ یجتریء: اِجْتَرَأَ يَجْتَرِئُ اِجْتِرَاءً بہت دلیر ہونا۔ سرق: سَرَقَ يَسْرِقُ سَرَقًا وَسَرِقًا وَسَرَقَةً وَسَرِقَةً وَسَرُقَانًا. الشَّيْءَ چرانا۔

تشریح: شَأْنُ الْمَرْأَةِ الْمَخْزُومِيَّةِ: ایک مخزومی عورت کے بارے میں فکر مند تھے۔ محدثین فرماتے ہیں یہ ابو سلمہ کے بھائی کی بیٹی تھی اور اس کا نام فاطمہ بنت اسود ابن عبدالاسود تھا۔

اَتَشْفَعُ فِيْ حَدٍ مِنْ حُدُوْدِ اللّٰهِ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم اللہ کی حدود میں سفارش کرتے ہو؟

حدود ثابت ہونے کے بعد سفارش کرنا حرام ہے

علماء کا اتفاق ہے کہ جب حد کا مقدمہ قاضی اور حاکم کے دربار میں پہنچ جائے تو اب سفارش کرنا حرام ہے ہاں اگر ابھی تک وہ مقدمہ قاضی کے دربار میں نہیں پہنچا تو اب اکثر علماء نے سفارش کی اجازت دی ہے مگر اس میں یہ شرط عائد کرتے ہیں کہ جس کی سفارش کی جا رہی ہے وہ لوگوں کو ایذا دینے والا نہ ہو اور اس جرم کا عادی نہ ہو۔ اگر وہ معاملہ تعزیر میں سے ہو تو پھر

اس کی ہر دو صورت میں سفارش کی اجازت ہے خواہ وہ معاملہ قاضی کی عدالت میں پہنچ چکا ہو یا نہ پہنچا ہو۔[1]

ایک سوال اور اس کا جواب

سوال: حدیث بالا میں تو یہ ہے کہ وہ عورت عاریۃ چیز کو لے کر مکر جاتی تھی اس پر تو جمہور علماء کے نزدیک ہاتھ کاٹنے کی سزا نہیں ہے۔ (صرف امام احمد اور امام اسحاق رحمہما اللہ تعالیٰ کا مذہب یہ ہے)

جواب: ایک دوسری روایت میں "سرقت" بھی آتا ہے کہ عاریۃً چیز لینے کے ساتھ ساتھ چوری بھی کرتی تھیں اور آپ ﷺ نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا جو حکم فرمایا یہ چوری کی وجہ سے تھا نہ کہ عاریۃً چیز لینے کی وجہ سے۔[2]

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب الحدود تحت باب اقامة الحدود علی الشریف والوضیع، ومسلم فی کتاب الحدود تحت باب قطع السارق فی الشریف وغیره وابوداؤد والترمذی والنسائی وابن ماجه وهکذا ابن حبان ٤٤٠٢.

نوٹ: راویہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حالات حدیث نمبر (۲) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) مرقاۃ، تعلیق الصبیح وهکذا فی مظاہر ۶۳۱/۳ ونووی فی شرح مسلم

(۲) مرقاۃ وهکذا فی مظاہر حق ۳۱/۳

قبلہ کی طرف تھوکنا منع ہے

(٦٥٢) ﴿وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأٰى نُخَامَةً فِي الْقِبْلَةِ فَشَقَّ ذٰلِكَ عَلَيْهِ حَتّٰى رُؤِيَ فِي وَجْهِهِ فَقَامَ فَحَكَّهُ بِيَدِهِ فَقَالَ: "إِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا قَامَ فِي صَلَاتِهِ فَإِنَّهُ يُنَاجِي رَبَّهُ، وَإِنَّ رَبَّهُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ فَلَا يَبْزُقَنَّ أَحَدُكُمْ قِبَلَ الْقِبْلَةِ، وَلٰكِنْ عَنْ يَسَارِهِ، أَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ" ثُمَّ أَخَذَ طَرَفَ رِدَائِهِ فَبَصَقَ فِيهِ، ثُمَّ رَدَّ بَعْضَهُ عَلٰى بَعْضٍ فَقَالَ: "أَوْ يَفْعَلُ هٰكَذَا"﴾ (متفق علیه)

وَالْأَمْرُ بِالْبُصَاقِ عَنْ يَسَارِهِ أَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ هُوَ فِيمَا إِذَا كَانَ فِي غَيْرِ الْمَسْجِدِ، فَأَمَّا فِي الْمَسْجِدِ فَلَا يَبْصُقُ إِلَّا فِي ثَوْبِهِ.

ترجمہ: "حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے جانب قبلہ میں تھوک لگا ہوا دیکھا آپ ﷺ کو یہ بات گراں گزری یہاں تک کہ اس کے اثرات آپ ﷺ کے چہرے پر دیکھے گئے پس نبی کریم ﷺ کھڑے ہوئے اور اپنے ہاتھ سے اس کو کھرچ دیا۔ اور فرمایا: جب تم میں سے کوئی ایک نماز میں کھڑا ہوتا ہے تو وہ

اپنے رب سے سرگوشی کرتا ہے اس کا رب اس کے اور قبلے کے درمیان ہوتا ہے پس تم میں سے کوئی قبلہ کی طرف نہ تھوکے بلکہ اپنے بائیں جانب یا اپنے پیر کے نیچے تھوکے پھر آپ ﷺ نے اپنی چادر کا ایک کونا پکڑا اور اس میں تھوکا پھر اس کے ایک حصہ کو دوسرے حصہ سے رگڑ دیا اور فرمایا یا اس طرح کرے۔" (بخاری ومسلم)

بائیں جانب اور اپنے پیر کے نیچے تھوکنے کا حکم اس وقت ہے جب کہ نماز پڑھنے والا مسجد میں نہ ہو اور اگر وہ مسجد میں ہو تو صرف اپنے کپڑے میں تھوکے۔

لغات: ❖ نخامة: بلغم۔ رینٹ، کھنکار۔ فحکه: حَکَّ يَحُکُّ حَکًّا نصر وضرب سے مستعمل ہے رگڑنا، گھسنا یبزقن: بَزَقَ يَبْزُقُ بَزْقًا تھوکنا۔ نصر وغیرہ سے مستعمل ہے۔

تشریح: امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ شرح مسلم میں فرماتے ہیں: "وصحح النووی فی تحقیق تحریم البصاق فی المسجد قال سواء فیه داخله وخارجه"

امام نووی کے نزدیک تحقیقی بات یہی ہے کہ مسجد میں تھوکنا حرام ہے خواہ تھوکنے والا مسجد کے اندر ہو یا مسجد کے باہر (قبلہ کی طرف تھوکنا تو اور زیادہ سخت گناہ ہوگا) علماء احناف فرماتے ہیں کہ مسجد میں تھوکنا مکروہ تحریمی ہے اور مسجد کو تھوک اور رینٹ وغیرہ سے صاف رکھنا واجب ہے۔ خواہ وہ تھوک مسجد کی دیواروں پر ہو یا فرش پر۔ (۱)

حدیث بالا میں جو تھوکنے کا طریقہ بتایا گیا ہے علماء نے اس کو نماز کے دوران پر محمول کیا ہے اگر نماز کے اندر نہ ہو تو پھر مسجد کے باہر ہی جا کر تھوکے۔ (۲)

نیز حدیث بالا سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مسجد میں گندگی نظر آئے تو فوراً اس کو صاف کر دینا چاہئے حدیث بالا میں آپ ﷺ نے خود ہی صاف کر دیا "تواضعاً" اور امت کی تعلیم کے لئے۔ (۳)

تخریج حدیث: رواه البخاری فی کتاب الصلاة تحت باب حک البزّاق بالید من المسجد، ومسلم فی کتاب الصلاة تحت باب النهی عن البزاق فی المسجد فی الصلوة وغیرها، واحمد وعبدالرزاق ۱۶۹۲، وابن حبان و ابن ابی شیبة ۲/۳٦٤ وهکذا فی البیهقی ۱/۲۵۵.

نوٹ: راوی حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۵) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ ۱/۲۸۹

(۲) دلیل الطالبین ۱/۵۵۲

(۳) روضۃ المتقین ۲/۱۹۳

(۷۸) بَابُ أَمْرِ وُلَاةِ الْاُمُوْرِ بِالرِّفْقِ بِرِعَايَاهُمْ وَنَصِيْحَتِهِمْ وَالشَّفْقَةِ عَلَيْهِمْ وَالنَّهْيِ عَنْ غَشِّهِمْ، وَالتَّشْدِيْدِ عَلَيْهِمْ، وَإِهْمَالِ مَصَالِحِهِمْ، وَالْغَفْلَةِ عَنْهُمْ وَعَنْ حَوَائِجِهِمْ

حاکموں کو اپنی رعایا کے ساتھ نرمی کرنے اور ان کی خیر خواہی کرنے اور ان پر شفقت کرنے کا حکم اور ان پر سختی کرنے اور ان کے مصالح کو نظر انداز کرنے اور ان کی ضرورتوں سے غفلت برتنے کی ممانعت کا بیان

آپ اپنے متبعین کے لئے اپنے بازو کو پست رکھیں

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ (سورۃ الشعراء: ۲۱۵)

ترجمہ: ''اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے:...... آپ اپنے متبعین مؤمنوں کے لئے اپنے بازو کو پست رکھیں۔''

تشریح: وَاخْفِضْ: بمعنی نرم رویہ اختیار کرو۔ اسی طرح جب پرندہ اوپر سے نیچے اترتا ہے تو اپنے بازوؤں کو نیچے جھکا لیتا ہے تو یہاں پر بھی بطور استعارہ کے نرمی اور خوش اخلاقی کے لئے اس کو استعمال کیا جا رہا ہے۔ (۱)

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ: علماء فرماتے ہیں ''من'' بیانیہ ہے یعنی تمام ہی اتباع کرنے والے مراد ہیں خواہ اتباع کامل والے ہوں جیسے پکے مؤمنین یا اتباع ناقص ہو جیسے گناہ گار مؤمن۔ بعض فرماتے ہیں یہاں پر ''من'' تبعیضیہ بھی مراد ہو سکتا ہے اور مؤمنین کا لفظ عام ہے کامل اتباع کرنے والے مؤمن ہوں یا ناقص اتباع کرنے والے گناہ گار مؤمن ہوں۔ (۲)

خلاصہ یہ ہے کہ آپ ﷺ کو کہا جا رہا ہے کہ آپ ﷺ مسلمانوں کے لئے نرم معاملہ فرمائیں اس سے وہ دین کے قریب آئیں گے اور ان کو پھر دین سیکھنا آسان ہو جائے گا۔

---

(۱) تفسیر مظہری ۸/ ۵۵۷

(۲) تفسیر مظہری ۸/ ۵۵۷

یہ قرآن کی جامع ترین آیت ہے

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيْتَاءِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ﴾ (سورۃ النحل: ۹۰)

ترجمہ: ''اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: بے شک اللہ تعالیٰ عدل اور احسان کرنے اور رشتہ داروں کو دینے کا حکم دیتے ہیں اور بے حیائی، منکرات اور ظلم زیادتی کرنے سے منع فرماتے ہیں وہ تمہیں نصیحت کرتے ہیں تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔''

تشریح: علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں آیت بالا قرآن مجید کی جامع ترین آیت ہے اس میں پوری تعلیمات کو چند الفاظ میں جمع کر دیا گیا ہے اس وجہ سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ قرآن کریم کی جامع ترین یہی آیت بالا ہے اسی وجہ سے اسلاف کے زمانے سے آج تک جمعہ اور عیدین میں اس آیت کے پڑھنے کا معمول چلا آرہا ہے۔ (۱)

اسی وجہ سے جب اس آیت کو ولید بن جعفر نے سنا تو اس نے اپنی قوم قریش کے پاس جا کر کہا:

﴿وَاللّٰهِ اِنَّ لَهٗ لَحَلَاوَةً وَاِنَّ عَلَيْهِ لَطَلَاوَةً وَاِنَّ اَصْلَهٗ لَمَوْرُوْقٌ وَاَعْلَاهُ لَمُثْمِرٌ، وَمَا هُوَ بِقَوْلِ بَشَرٍ﴾ (۲)

ترجمہ: ''خدا کی قسم! اس میں ایک خاص حلاوت ہے اس کے اوپر ایک خاص رونق اور نور ہے اس کی جڑ سے شاخیں اور پتے نکلنے والے ہیں اور شاخوں پر پھل لگنے والا ہے یہ کسی انسان کا کلام ہرگز نہیں ہوسکتا۔''

اس آیت میں تین کاموں کا حکم ہے ① عدل ② احسان ③ اہل قرابت کو بخشش کرنا۔ اور تین چیزوں سے روکا گیا ہے ① فحش کام ② ہر برا کام ③ ظلم سے عدل کا حکم ہے یعنی دوسرے کا حق پورا دے دے اور اپنا حق وصول کرے پھر احسان کا ذکر ہے کہ دوسرے کو اس کا پورا حق دے اور اپنا حق وصول کرنے میں چشم پوشی کرے مل جائے تو صحیح ورنہ نہیں اور رشتہ داروں کو بخش دے مال سے یا جسم سے یعنی بیمار پرسی، خبر گیری ہمدردی وغیرہ اس میں داخل ہیں۔

تین کاموں سے منع کیا گیا ہے پہلا ''اَلْفَحْشَاءُ'' ''الفحشاء'' اس کو کہتے ہیں جس کی برائی بالکل واضح ہو اور ''منکر'' اس کو کہتے ہیں جو شریعت سے معلوم ہو کہ یہ عمل ناجائز ہے اور ''بغی'' کے معنی ہے حد سے تجاوز کرنا اس کا اثر دوسرے تک متعدی ہوتا ہے۔ آیت بالا کے احکام انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کی مکمل اصلاح کا نسخہ اکسیر ہے۔ (۳)

(۱) تفسیر ابن کثیر (۲) نفس مصادر
(۳) معارف القرآن ۵/۳۷۵ تا ۵/۳۸۰

تم سب نگہبان ہو

(٦٥٣) ﴿وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْؤُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ اَلْإِمَامُ رَاعٍ وَمَسْؤُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِيْ أَهْلِهِ وَمَسْؤُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ فِيْ بَيْتِ زَوْجِهَا وَمَسْؤُوْلَةٌ عَنْ رَعِيَّتِهَا وَالْخَادِمُ رَاعٍ فِيْ مَالِ سَيِّدِهِ وَمَسْؤُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَمَسْؤُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ”حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا تم سب کے سب نگہبان ہو اور تم سب سوال کئے جاؤ گے اپنی رعیت کے بارے میں، امیر نگہبان ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال کیا جائے گا، آدمی اپنے گھر والوں کا نگہبان ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال کیا جائے گا، عورت اپنے خاوند کے گھر کی نگہبان ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال کیا جائے گا، خادم اپنے آقا کے مال کا ذمہ دار ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال کیا جائے گا تم سب کے سب نگہبان ہو تم سب کے سب سوال کئے جاؤ گے اپنی رعیت کے بارے میں۔“

لغات: ❖ راع: رَعٰى يَرْعٰى رَعْيًا وَّرِعَايَةً الامیر امیر کا انتظام مملکت کرنا۔ باب فتح وغیرہ سے مستعمل ہے۔

تشریح: یہ حدیث اس سے پہلے بھی باب ”حق الزوج علی امراته“ میں گزر چکی ہے یہاں پر امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ کے لانے کا مقصد یہ ہے کہ اہل حکومت کی جو ذمے داری شریعت میں بتائی ہے اس میں کوتاہی نہ کریں اگر وہ ایسا کریں گے تو وہ عنداللہ مجرم ہوں گے پھر ان سے قیامت کے دن باز پرس ہوگی۔ اسی بات پر امام نووی نے یہ باب ذکر کیا ہے تو اس باب کے عنوان کے ساتھ بھی لگ رہی ہے اس لئے یہاں پر اس کو ذکر کیا جا رہا ہے۔

تخریج حدیث: تقدم ذکرہ فی باب حق الزوج علی امراته.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۱۲) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

دھوکہ باز حاکم پر جنت حرام ہے

(٦٥٤) ﴿وَعَنْ أَبِيْ يَعْلٰى مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: مَا مِنْ عَبْدٍ يَسْتَرْعِيْهِ اللّٰهُ رَعِيَّةً يَمُوْتُ يَوْمَ يَمُوْتُ وَهُوَ غَاشٌّ لِرَعِيَّتِهِ إِلَّا حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ﴾ (متفق علیه)

وفی روایة: "فَلَمْ يَحُطْهَا بِنُصْحِهِ لَمْ يَجِدْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ".

وفی روایة لمسلم: "مَا مِنْ أَمِيرٍ يَلِى أُمُورَ الْمُسْلِمِينَ، ثُمَّ لَا يَجْهَدُ لَهُمْ، وَيَنْصَحُ لَهُمْ، إِلَّا لَمْ يَدْخُلْ مَعَهُمُ الْجَنَّةَ.

ترجمہ: ''حضرت ابویعلی معقل بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: جس بندے کو اللہ تعالیٰ رعیت کا حکمراں بنا دیتا ہے اور وہ اپنی رعایا کے ساتھ دھوکہ بازی کرنے والا ہے تو جس دن فوت ہوگا اللہ اس پر جنت حرام کر دیں گے۔'' (بخاری ومسلم)

ایک روایت میں ہے کہ اس نے خیر خواہی کے ساتھ ان کے حقوق کی حفاظت نہیں کی تو وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں پائے گا اور مسلم کی ایک روایت ہے کہ جو حاکم بھی مسلمانوں کے معاملات کا ذمہ دار بنتا ہے پھر ان کے مسائل حل کرنے کی کوشش نہیں کرتا اور ان کے ساتھ خیر خواہی نہیں کرتا تو وہ ان کے ساتھ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

لغات: ❖ یستر عیه: اِسْتَرْعٰى يَسْتَرْعِىْ اِسْتِرْعَاءً رکھوالی کے لئے کہنا، کسی چیز کی حفاظت کے لئے کہنا، فتح سے آتا ہے۔ غاش: غَشَّ يَغُشُّ غَشًّا دھوکہ دینا، خلاف مصلحت کو مزین کرنا، نصر سے آتا ہے۔

یحط: حَاطَ حَوْطًا وحِيْطَةً وحِيَاطَةً (ن) حفاظت کرنا، رکھنا۔ یجھد: جَهَدَ يَجْهَدُ جُهْدًا بہت کوشش کرنا۔ فتح سے مستعمل ہے۔

تشریح: حدیث بالا میں حکمرانوں کو ان کی ذمے داریوں کی طرف توجہ دلانا مقصود ہے کہ ان پر اپنے ملک کے لاکھوں کروڑوں انسانوں کے معاملات کی ذمہ داری ہے اگر وہ رعایا کی ہمدردی اور خیر خواہی سے ان کے معاملات کو حل نہیں کرتے تو ایسے حکمران لوگوں کے نزدیک بھی اور اللہ کے نزدیک بھی مجرم قرار دیئے جائیں گے۔ ان کی رعایا تو اپنے اعمال کی بنا پر جنت میں چلی جائے گی مگر یہ حکمران اپنے جرم کی وجہ سے جنت سے محروم ہو جائیں گے۔ (۱)

جنت کے حرام ہونے سے کیا مراد ہے؟

اِلَّا حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ: ان پر جنت حرام ہو جائے گی۔ اس کے بارے میں علماء فرماتے ہیں کہ ان حکمرانوں کو نجات یافتہ لوگوں کے ساتھ ابتداءً جنت میں داخل ہونے سے محروم کر دیا جائے گا۔ یا اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ یہ وعید ایسے حکمرانوں کے بارے میں ہے جو خیانت ظلم وغیرہ کو حلال سمجھ کر کرتے ہیں تو اب یہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے جنت پر ان حرام ہو جائے گی اور بعض علماء نے اس جملہ کو زجر وتنبیہ پر محمول کیا ہے۔ (۲)

لَمْ يَجِدْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ: جنت کی خوشبو نہیں پائے گا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جنت میں اگر ایسا ظالم بادشاہ داخل بھی ہو

جائے گا تب بھی وہاں کی خوشبو سے محروم رہے گا یا اس کو ابتداءً خوشبو سے محروم رکھا جائے گا بعد میں دے دی جائے گی۔ (۳)

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب الاحکام تحت باب من استرعی رعية فلم ينصح ومسلم فی كتاب الامارة تحت باب فضل الامام العادل وعقوبة الجائر، والحث على الرفق بالرعية والنهی عن ادخال المشقة عليهم.

راوی حدیث حضرت معقل بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات:

نام: معقل، ابوعبداللہ کنیت، والد کا نام یسار بن عبداللہ بن صغیر بن حراق۔ اسلام: صلح حدیبیہ سے پہلے مسلمان ہوئے اور پھر صلح حدیبیہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم رکاب بھی رہے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیعت رضوان میں صحابہ سے موت پر بیعت لے رہے تھے تو ایک شاخ لے کر آپ پر سایہ کئے ہوئے تھے۔ (مسند احمد ۵/۲۵)

آپ نے ان کو قبیلہ مزینہ کا قاضی بنانا چاہا تو انہوں نے دو مرتبہ انکار کر دیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ قاضی کے ساتھ ساتھ ہوتے ہیں۔ جب وہ ظلم نہ کرے۔ پھر یہ قاضی بن گئے۔ (مستدرک حاکم ۳/۵۷۷)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہاں ان کی بہت قدر و قیمت تھی، اہم امور میں ان سے بھی مشورہ کرتے تھے جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابوموسیٰ اشعری کو بصرہ میں ایک نہر کھدوانے کا حکم دیا اور فرمایا تیار ہونے کے بعد معقل کے ہاتھوں اس میں پانی جاری کرا دیا جائے اور پھر حضرت امیر معاویہ کے زمانہ میں زیاد نے اس نہر کو درست کروا دیا تو نہر کا حضرت معقل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھوں پانی جاری کروایا۔ (فتوح البلدان ۳۶۶)

وفات: حضرت امیر معاویہ کے زمانہ میں انتقال ہوا اس وقت ان کی عمر ساٹھ ستر کے درمیان تھی۔ (اصابہ ۶/۱۲۶)

مرویات: ان سے ۳۴ احادیث مروی ہے ایک متفق علیہ اور ایک میں امام بخاری اور دو میں امام مسلم منفرد ہیں۔ (تہذیب الکمال ۳۸۳)

---

(۱) مرقاۃ وہکذا فی مظاہر حق ۳/۶۷۰
(۲) مرقاۃ ہکذا فی مظاہر حق ۳/۶۷۰
(۳) دلیل الفالحین ۳/۱۱۷

جو حاکم رعایا کو مشقت میں ڈالتا ہے تو اس حاکم کو بھی مشقت میں ڈالا جائے گا

(٦٥٥) ﴿وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فِيْ بَيْتِيْ هٰذَا "اَللّٰهُمَّ مَنْ وَلِيَ مِنْ أَمْرِ أُمَّتِيْ شَيْئًا فَشَقَّ عَلَيْهِمْ فَاشْقُقْ عَلَيْهِ وَمَنْ وَلِيَ مِنْ أَمْرِ أُمَّتِيْ شَيْئًا فَرَفَقَ بِهِمْ فَارْفُقْ بِهٖ﴾ (رواه مسلم)

ترجمہ: ”حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے اپنے اس گھر میں رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔ جو شخص میری امت کے کسی معاملے کا ذمہ دار بنے اور ان کو مشقت میں ڈالے تو اے اللہ! تو بھی اس پر مشقت فرما اور جو شخص میری امت کے کسی معاملے کا حاکم بنے اور ان کے ساتھ نرمی کرے تو اے اللہ!

تو بھی اس کے ساتھ نرمی فرما۔'' (مسلم)

لغات: ❖ ولی: وَلِیَ یَلِیْ وِلَایَۃً. الشَّیْءَ والی ہونا،متصرف ہونا۔ ازباب حسب وغیرہ۔ فشق: شق یشق شَقًّا ومُشَقَّۃً مشقت میں ڈالنا۔ ازنصر وغیرہ۔

تشریح: حدیث بالا میں ترغیب دی جا رہی ہے کہ جو قوم کا بڑا بنے تو اس کو چاہئے کہ وہ ان پر نرمی کا معاملہ کرے سختی کا معاملہ نہ کرے آپ ﷺ کے بارے میں بھی حدیث صحیح میں آتا ہے جب آپ ﷺ کو دو باتوں میں اختیار دیا جاتا تو آپ ان میں سے نرمی والے اور سہولت والے امر کو قبول فرماتے تھے۔ اسی طرح مشکوٰۃ کی ایک روایت میں آتا ہے کہ جب بھی آپ ﷺ کسی صحابی کو کسی علاقے میں گورنر بنا کر بھیجتے تو ان کو منجملہ نصیحت کے یہ بھی فرماتے کہ لوگوں پر نرمی اور سہولت کا معاملہ کرنا۔

تخریج حدیث: اخرجه مسلم فی کتاب الامارة تحت باب فضل الامام العادل.

نوٹ: راویہ حدیث حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۲) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

میرے بعد نبی نہیں آئے گا بلکہ خلفاء آئیں گے

(٦٥٦) ﴿وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "كَانَتْ بَنُوْ اِسْرَائِيْلَ تَسُوْسُهُمُ الْاَنْبِيَاءُ كُلَّمَا هَلَكَ نَبِیٌّ خَلَفَهٗ نَبِیٌّ وَاِنَّهٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ وَسَيَكُوْنُ بَعْدِیْ خُلَفَاءُ فَيَكْثُرُوْنَ" قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَمَا تَأْمُرُنَا؟ قَالَ: "اَوْفُوْا بِبَيْعَةِ الْاَوَّلِ فَالْاَوَّلِ، ثُمَّ اَعْطُوْهُمْ حَقَّهُمْ، وَاسْاَلُوْا اللّٰهَ الَّذِیْ لَكُمْ، فَاِنَّ اللّٰهَ سَائِلُهُمْ عَمَّا اسْتَرْعَاهُمْ﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بنی اسرائیل کی سیاست انبیاء کے ہاتھ میں تھی۔ جب بھی کوئی نبی ہلاک ہوا تو اس کے پیچھے دوسرا نبی آیا اور بے شک میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ میرے بعد خلفاء آئیں گے جو تعداد میں بہت زیادہ ہوں گے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ ہم کو کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جس سے پہلے بیعت کرو اسے پورا کرو پھر اس کے بعد والے سے بیعت کرو پھر ان کو ان کے حق عطا کرو اور اپنے حق کا سوال اللہ سے کرو۔ پس بے شک اللہ ان سے سوال کرے گا جو نگرانی ان کے حوالے کر دی تھی۔'' (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ تسوسهم: سَاسَ يَسُوْسُ سِيَاسَةً سیاست کرنا، امور کی تدبیر وانتظام کرنا۔ اوفوا: اَوْفٰى يُوْفِیْ اِيْفَاءً بِالْوَعْدِ

پورا کرنا، پورا حق دینا۔

تشریح: بَیْعَۃُ الْاَوَّلِ فَالْاَوَّل: پہلے امیر کی بیعت پوری کرو۔ علماء اس حدیث کا مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ جو امیر پہلے بنالیا گیا ہو اس کی اطاعت کرو اس کے بعد دوسرا امیر بنایا جائے پھر اس کی اطاعت کرنا یعنی جس طرح علی الترتیب ایک کے بعد دوسرا خلیفہ مقرر ہو اسی طرح تم بھی اسی ترتیب کے ساتھ ایک کے بعد دوسرے خلیفہ کی بیعت واطاعت کرنا۔ (۱)

اَعْطُوْھُمْ حَقَّھُمْ: ان کے حقوق ادا کرو۔ یعنی ان حکمرانوں کے حقوق کو ادا کرتے رہنا اگرچہ وہ تمہارے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کریں۔ ان کا معاملہ خدا پر چھوڑ دو۔ اللہ جل شانہ خود ہی قیامت کے دن ان سے حساب لے لے گا اور رعایا کے حقوق کی عدم ادائیگی کی وجہ سے ان کو سخت عذاب میں مبتلا کرے گا۔ (۲)

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی آخر کتاب الانبیاء تحت باب ما ذکر عن بنی اسرائیل ومسلم فی کتاب الامارۃ تحت باب وجوب وفاء بیعة الاول فالاول واحمد ۲/۷۹٦٥ وابن ماجه وابن حبان ٤٥٥٥ وهکذا فی البیهقی ۸/۱٤٤.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ (عبدالرحمٰن) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) مظاہر حق ۳/٦٦٥

(۲) روضۃ المتقین ۲/۱۹۷ مظاہر حق ۳/٦٦٥

بدترین حاکم ظلم کرنے والے ہیں

(٦٥٧) ﴿وَعَنْ عَائِذِ بْنِ عَمْرٍو رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ أَنَّهُ دَخَلَ عَلٰی عُبَیْدِاللّٰهِ بْنِ زِیَادٍ، فَقَالَ لَهُ: أَیْ بُنَیَّ، إِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: "إِنَّ شَرَّ الرِّعَاءِ الْحُطَمَةُ" فَإِیَّاکَ أَنْ تَکُوْنَ مِنْهُمْ﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت عائذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ عبیداللہ بن زیاد کے پاس گئے اور ان سے کہا کہ اے بیٹے! میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بدترین حاکم رعایا پر ظلم کرنے والے ہیں۔ پس تو اس سے بچ کہ تو ان میں سے ہو۔'' (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ الحطمة: تیز آگ، دوزخ۔ بہت اونٹ اور وبکریاں۔ الحطیم کعبہ کے کنارے کی دیوار، وہ جگہ جو رکن اور زمزم اور مقام ابراہیم کے درمیان ہے۔

تشریح: یہ حدیث پہلے "باب فی الامر بالمعروف والنهی عن المنکر" میں گزر چکی ہے۔

یہاں پر امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ باب کی مناسبت کی وجہ سے اس کو دوبارہ ذکر کر رہے ہیں کہ اس میں بھی ظالم حکمرانوں کے لئے وعید ہے اور اصل میں حطمہ ایسے چرواہے کو کہتے ہیں جو اپنے ریوڑ کو سختی سے ہانکتا ہے کہ جانور ایک دوسرے پر چڑھ جاتے ہیں تو اسی طرح بعض حکمران ہوتے ہیں جو اپنی رعایا پر سختی کرتے ہیں حالانکہ اس سے پہلے حدیث میں حکمران کو اپنی رعایا پر نرمی کا حکم دیا گیا ہے۔

تخریج حدیث: تقدم تخریجه فی باب الامر بالمعروف والنهی عن المنکر.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عائذ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۲۶۳) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کی ضرورت معلوم کرنے کے لئے ایک آدمی مقرر کیا ہوا تھا

(٦٥٨) ﴿وَعَنْ اَبِیْ مَرْیَمَ الْاَزْدِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّهٗ قَالَ لِمُعَاوِیَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: "مَنْ وَلَّاهُ اللّٰهُ شَیْئًا مِنْ اُمُوْرِ الْمُسْلِمِیْنَ، فَاحْتَجَبَ دُوْنَ حَاجَتِهِمْ وَخَلَّتِهِمْ وَفَقْرِهِمْ، اِحْتَجَبَ اللّٰهُ دُوْنَ حَاجَتِهٖ وَخَلَّتِهٖ وَفَقْرِهٖ یَوْمَ الْقِیَامَةِ" فَجَعَلَ مُعَاوِیَةُ رَجُلًا عَلٰی حَوَائِجِ النَّاسِ﴾ (رواہ ابوداؤد والترمذی)

ترجمہ: ''حضرت ابومریم ازدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا جس کو اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے کچھ امور کا والی بنائے اور وہ ان کی ضرورتوں، حاجتوں اور فقر کے درمیان آجائے تو اللہ بھی قیامت کے دن اس کی ضرورت حاجت اور فقر کے درمیان آجائے گا۔ پس معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کی حاجات معلوم کرنے کے لئے ایک آدمی مقرر فرمایا۔''

لغات: ❖ فاحتجب: اِحْتَجَبَ یَحْتَجِبُ اِحْتِجَابًا چھپنا، روپوش ہونا، "باب افتعال" اور مجرد نصر سے بمعنی چھپانا اندر آنے سے روکنا۔ خلتھم: حاجت محتاجی۔ جمع خِلَالٌ و خُلَلٌ خَلَّ الیه بمعنی محتاج وفقیر ہونا باب نصر وضرب۔

تشریح: بعض احادیث میں رعایا کو حکم دیا گیا ہے کہ تم ہر حال میں اپنے حاکموں کی اطاعت وفرمانبرداری کرو اور ان کی نافرمانی نہ کرو۔

تو اب یہاں پر حاکموں کو خطاب کیا جا رہا ہے کہ وہ اپنی رعایا کی ضروریات اور حاجات کو سنیں اور ان کو پورا کرنے کی

پوری کوشش کریں۔ ایسا نہ ہو کہ ضرورت مند کو اپنے پاس آنے سے ہی روک دیں اگر ایسا کیا تو پھر جب کہ قیامت کے دن آدمی سب سے زیادہ ضرورت مند اور حاجت مند ہوگا تو اللہ جل شانہ بھی اس کو اپنے پاس آنے سے روک دیں گے۔ (۱)

تخریج حدیث: اخرجه ابوداؤد فی کتاب الخراج تحت باب فیما یلزم الامام من امر الرعیة، والترمذی فی ابواب الاحکام تحت باب ماجاء فی امام الرعیة.

راوی حدیث حضرت ابومریم الازدی کے مختصر حالات:

ابومریم الازدی اور ابومریم الغسانی میں اسماء الرجال والوں کا اختلاف ہوا ہے کہ یہ دونوں ایک ہی آدمی کے نام ہیں یا یہ الگ الگ دو آدمی ہیں دونوں طرح کے اقوال ملتے ہیں۔ (ابن الاثیر)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ابومریم کا نام ''عمرو بن مرة الجهنمی'' ہے بہرحال ان کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

مرویات: ان سے صرف یہی ایک روایت پائی جاتی ہے بخاری ومسلم میں ان سے کوئی روایت منقول نہیں ہے سنن میں یہ روایت موجود ہے۔

---

(۱) مفہوم دلیل الفالحین، وروضۃ المتقین ۱۹۹/۲

(۷۹) بَابُ الْوَالِي الْعَادِلِ

انصاف کرنے والے حکمران کا بیان

اللہ کا حکم ہے کہ عدل وانصاف کرو

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ﴾ (سورة النحل: ۹۰)

ترجمہ: ''اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ...... بے شک اللہ جل شانہ عدل وانصاف اور احسان کرنے کا حکم دیتا ہے۔''

تشریح: گزشتہ ''بَابُ اَمْرِ وُلَاةِ الْاُمُوْرِ بِالرِّفْقِ بِرِعَایَاھُمْ وَنَصِیْحَتِھِمْ'' میں اس کی مکمل تشریح گزر چکی ہے۔

یقیناً اللہ پاک انصاف کو پسند کرتا ہے

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿وَأَقْسِطُوْا إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ﴾ (سورة الحجرات: ۹)

ترجمہ: ''اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ...... انصاف کرو یقیناً اللہ جل شانہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتے ہیں۔''

تشریح: انصاف کرنے کی ترغیب دی جا رہی ہے کہ آدمی تمام امور میں ہر ایک کے ساتھ انصاف کرے اگرچہ اس کے قریبی تعلقات والے ہی کیوں نہ ہو۔ اللہ جل شانہ کو انصاف بہت پسند ہے۔ قرآن میں دوسری جگہ آتا ہے "اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ" کہ عدل کے ساتھ فیصلہ کرو۔ کسی بھی انسان کو اس کے کسی قول وفعل سے ظاہراً یا باطناً کوئی ایذا اور تکلیف نہ پہنچے۔ ایسے ہی لوگوں کو اللہ جل شانہ پسند فرماتے ہیں۔ اور اللہ ایسے لوگوں کی دنیا بھی اچھی بناتے ہیں اور آخرت بھی اچھی بنا دیتے ہیں۔

سات آدمی اللہ کے عرش کے سایہ میں ہوں گے

(٦٥٩) ﴿وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللّٰهُ فِیْ ظِلِّهٖ يَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّهٗ: اِمَامٌ عَادِلٌ، وَشَابٌّ نَشَأَ فِیْ عِبَادَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى، وَرَجُلٌ قَلْبُهٗ مُعَلَّقٌ فِی الْمَسَاجِدِ، وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِی اللّٰهِ، اِجْتَمَعَا عَلَيْهِ، وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ وَرَجُلٌ دَعَتْهُ امْرَأَةٌ ذَاتُ مَنْصَبٍ وَجَمَالٍ، فَقَالَ: اِنِّیْ اَخَافُ اللّٰهَ، وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَاَخْفَاهَا حَتّٰى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهٗ مَا تُنْفِقُ يَمِيْنُهٗ، وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللّٰهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: سات آدمی ہیں جن کو اللہ اپنے سائے میں جگہ دے گا اس دن جس دن اس کے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہیں ہوگا ① انصاف کرنے والا حکمران ② وہ نوجوان جو اللہ کی عبادت میں پل کر بڑا ہو ③ وہ آدمی جس کا دل مسجد میں اٹکا ہوا ہو ④ وہ دو آدمی جو محض اللہ کے لئے آپس میں محبت کرتے ہوں اسی پر جمع ہوتے ہوں اور اسی پر جدا ہوتے ہوں ⑤ وہ آدمی جس کو حسب نسب والی حسن و جمال والی عورت اپنی طرف بلائے اور وہ کہہ دے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں ⑥ وہ آدمی جس نے اس طرح پوشیدہ صدقہ کیا کہ اس کے بائیں ہاتھ کو نہیں علم ہوا کہ اس کے دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا ⑦ وہ آدمی جس نے تنہائی میں اللہ کا ذکر کیا اور اس کی آنکھوں سے آنسو رواں دواں ہو گئے۔"

(بخاری ومسلم)

لغات: ❖ نشاء: نَشَاءَ يَنْشُوْءُ نُشُوْءً وَنَشَاءَةً نشونما پانا، بڑھنا۔ معلق: عَلَّقَ يُعَلِّقُ تَعْلِيْقًا لٹکانا، معلق کرنا۔ تفرقا: تَفَرَّقَ يَتَفَرَّقُ تَفَرُّقًا جدا کرنا، جدا ہونا۔ ففاضت: فَاضَ يَفِيْضُ فَيْضَانًا بہنا، آنسو بہنا۔

تشریح: یہ حدیث اس سے پہلے "باب فضل الحب فی اللہ تعالیٰ" میں گزر چکی ہے۔ یہاں پر امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ

باب کی مناسبت سے دوبارہ ذکر کر رہے ہیں کہ امام عادل کی حدیث بالا میں فضیلت بیان ہو رہی ہے کہ جو امام عدل کرنے والا ہوگا وہ اس دن جب کہ اللہ کے عرش کے سوا کوئی سایہ نہیں ہوگا وہ اللہ کے عرش کے سایہ کے نیچے ہوگا۔

تخریج حدیث: تقدم فی باب فضل الحب فی اللّٰہ.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

انصاف کرنے والے حاکم نور کے منبر پر ہوں گے

(٦٦٠) ﴿وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "إِنَّ الْمُقْسِطِيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ عَلٰى مَنَابِرَ مِنْ نُوْرٍ: الَّذِيْنَ يَعْدِلُوْنَ فِيْ حُكْمِهِمْ وَأَهْلِيْهِمْ وَمَاوَلُوْا﴾

(رواہ مسلم)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک انصاف کرنے والے اللہ کے پاس نور کے منبروں پر ہوں گے وہ لوگ جو اپنی حکومت میں اور اپنے گھر والوں میں اور ان کاموں میں جو ان کے حوالے ہیں۔ عدل و انصاف کرتے ہیں۔'' (مسلم)

لغات: ❖ المقسطین: اَقْسَطَ یُقْسِطُ اِقْسَاطًا عدل و انصاف کرنا۔ ضرب سے ظلم کرنا۔ یعدلون: عَدَلَ یَعْدِلُ عَدْلًا عدل و انصاف کرنا از ضرب۔

تشریح: اِنَّ الْمُقْسِطِیْنَ: انصاف کرنے والے حکمران۔ مطلب یہ ہے کہ حکمران کے ذمہ جو امور ہیں ان کی انجام دہی میں وہ انصاف، ایمان داری اور دیانت کا پورا خیال رکھتے ہیں اور اپنی رعایا کے حقوق کی ادائیگی جو ان پر واجب ہے پوری پوری کرتے ہیں [۱] قرآن میں بھی یہی مضمون آتا ہے۔ "وَاَقْسِطُوْا اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ" [۲] اور انصاف کرو بے شک اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتے ہیں۔ دوسری جگہ یہ بھی ہے "وَاَمَّا الْقَاسِطُوْنَ فَکَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا" [۳] "عَلٰی مَنَابِرَ" نور کے منبر پر ہوں گے۔ اس منبر کی صورت کیا ہوگی ہم صرف اس کی حقیقت پر ایمان رکھتے ہیں مگر یہ کیسا ہوگا معلوم نہیں۔ اللہ کے علم میں ہے۔

تخریج حدیث: اخرجه مسلم فی کتاب الامارة تحت باب فضل الامام العادل وعقوبة الجائر واحمد ٦٥٠٢/٢ والنسائی وابن حبان ٤٤٨٤ وهکذا فی البیهقی ٨٧/١٠، ٨٨.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۱۳۸) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) مظاہر حق ۲۷۲/۳ (۲) سورۃ الحجرات آیت: ۹ (۳) سورۃ الجن: ۱۵

اچھے اور برے حاکم کی پہچان

(٦٦١) ﴿وَعَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "خِيَارُ أَئِمَّتِكُمُ الَّذِيْنَ تُحِبُّوْنَهُمْ وَيُحِبُّوْنَكُمْ، وَتُصَلُّوْنَ عَلَيْهِمْ وَيُصَلُّوْنَ عَلَيْكُمْ، وَشِرَارُ أَئِمَّتِكُمُ الَّذِيْنَ تُبْغِضُوْنَهُمْ وَيُبْغِضُوْنَكُمْ، وَتَلْعَنُوْنَهُمْ وَيَلْعَنُوْنَكُمْ!" قَالَ: قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، أَفَلَانُنَابِذُهُمْ؟ قَالَ: "لَا، مَا أَقَامُوْا فِيْكُمُ الصَّلَاةَ، لَا، مَا أَقَامُوْا فِيْكُمُ الصَّلَاةَ﴾ (رواہ مسلم)

قوله: "تُصَلُّوْنَ عَلَيْهِمْ": تَدْعُوْنَ لَهُمْ.

ترجمہ: ''حضرت عوف بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔ تمہارے بہترین حکمران وہ ہیں جن سے تم محبت کرو اور وہ تم سے محبت کریں تم ان کے حق میں دعا کرو اور وہ تمہارے حق میں دعا کریں اور بدترین حکمران تمہارے وہ ہیں جن کو تم ناپسند کرتے ہو اور وہ تم کو ناپسند کرتے ہوں تم ان پر لعنت کرو اور وہ تم پر لعنت کریں۔''

راوی کہتے ہیں ہم نے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا ہم ان کی بیعت کو توڑ کر ان کے خلاف بغاوت نہ کریں آپ ﷺ نے فرمایا نہیں جب تک وہ تمہارے اندر نماز قائم کرتے ہیں نہیں جب تک وہ تمہارے اندر نماز قائم کرتے ہیں۔ "تُصَلُّوْنَ عَلَيْهِمْ" ان کے حق میں دعا کرتے ہو۔

لغات: ❖ تصلون: صَلّٰى يُصَلِّيْ صَلَاةً. عَلَيْهِمْ دعا کرنا۔ اور سمع سے آگ کی گرمی برداشت کرنا، آگ میں جلنا۔ نُنَابِذُهُمْ: نَابَذَ يُنَابِذُ مُنَابَذَةً اعلان جنگ کرنا، دشمنی کی وجہ سے جدا ہونا۔

تشریح: حدیث بالا میں اچھے اور برے حکمرانوں کی نشاندہی کی گئی ہے اچھے حکمران وہ ہیں جو عوام کے خیر خواہ اور ان کے حق میں عدل و انصاف کا خیال رکھتے ہیں مزید یہ کہ حکمران اپنی رعایا کے لئے دعائیں کرتے ہیں اور عوام بھی ان کے لئے دعائیں کرتے ہوں۔

برے حکمران وہ ہیں جن کو صرف اپنے اقتدار اور حفاظت سے غرض ہوتی ہے۔ عوام کے عدل و انصاف سے ان کو کوئی دلچسپی نہیں ہوتی۔

حاکم کو کب معزول کیا جا سکتا ہے

اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ: اس پر محدثین فرماتے ہیں جب کسی امیر میں شرائط امارت موجود ہوں اور اس کی امارت متحقق ہو جائے تو

اب اس امیر اور حاکم کے خلاف بغاوت یا منازعت جائز نہیں البتہ جب ان کی طرف سے کفر بوّاح یعنی کھلم کھلا کفر اور اس کی حکومت سے اسلام کا نقصان ہو تو اب ایسے امیر کو معزول کیا جا سکتا ہے اسی کو حدیث بالا میں نماز کے قائم کرنے کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے۔

تخریج حدیث: اخرجه مسلم فی کتاب الامارة تحت باب خيار الائمة وشرارهم واحمد ٢٤٠٣٦/٩.
وابن حبان ٤٥٨٩ وهكذا فی البيهقی ١٥٨/٨.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عوف بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۵۳۲) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

تین قسم کے لوگ جنتی ہیں

(٦٦٢) ﴿وَعَنْ عِيَاضِ بْنِ حِمَارٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "أَهْلُ الْجَنَّةِ ثَلَاثَةٌ: ذُوْسُلْطَانٍ مُقْسِطٌ مُوَفَّقٌ، وَرَجُلٌ رَحِيْمٌ رَقِيْقُ الْقَلْبِ لِكُلِّ ذِیْ قُرْبٰی وَمُسْلِمٍ، وَعَفِيْفٌ ذُوْعِيَالٍ﴾ (رواه مسلم)

ترجمہ: ''حضرت عیاض بن حمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تین قسم کے لوگ جنتی ہیں، انصاف کرنے والا بادشاہ، وہ آدمی جو مسلمانوں اور رشتہ داروں کے لئے مہربان اور نرم دل ہو، وہ آدمی جو پاک دامن ہو سوال سے بچنے والا ہو اگرچہ اہل وعیال والا ہو۔''

لغات: ❖ موفق: وَفَّقَ يُوَفِّقُ تَوْفِيْقًا موافق کرنا، اصلاح کرنا۔ مجرد باب حسب بمعنی موافق پانا، موافق ہونا۔ وافق موافقةً پانا۔

تشریح: حدیث بالا میں ان تینوں مذکورہ صفات والوں کو جنت کی بشارت دی گئی ہے۔

1. عدل وانصاف کرنے والا حاکم۔
2. رشتہ داروں پر مہربان۔
3. سوال سے بچنے والا پاک دامن۔

علماء فرماتے ہیں ان تین قسم کے لوگوں کو ترغیب دی جارہی ہے کہ اپنے آپ کو ان صفات حسنہ سے آراستہ رکھیں تا کہ جنت کا دخول آسان ہو جائے۔[1]

بہر حال حدیث بالا میں بھی عادل حاکم کے لئے خوشخبری ہے۔ علماء فرماتے ہیں کہ حاکم کے لئے یہ خوش خبری اس لئے ہے کہ وہ سلطان ہوتا ہے یعنی غالب وہ جو مرضی کر سکتا ہے تو اب وہ اپنی مرضی کو چھوڑ کر عدل وانصاف کی راہ کو اختیار کرتا ہے تو

اس پر اللہ کے رسول خوش ہو کر اس کو جنت کی خوش خبری سنا رہے ہیں۔ (۲)

تخریج حدیث: اخرجه مسلم فی کتاب الجنة وصفة نعیمها واهلها تحت باب الصفات التی یعرف بها فی الدنیا اهل الجنة واهل النار.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عیاض بن حمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۶۱۵) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) دلیل الطالبین ۱/۵۵۹

(۲) روضۃ المتقین ۲/۲۰۲

(۸۰) بَابُ وُجُوْبِ طَاعَةِ وُلاَةِ الْاُمُوْرِ فِیْ غَیْرِ مَعْصِیَةٍ وَتَحْرِیْمِ طَاعَتِهِمْ فِی الْمَعْصِیَةِ

جائز کاموں میں حکمرانوں کی اطاعت کے واجب ہونے اور ناجائز کاموں میں ان کی اطاعت حرام ہونے کا بیان

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور حکمران کی بھی

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿یا اَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُوْلِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ﴾

(سورة النساء: ۵۹)

ترجمہ: ”اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ......اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی اور اس کے رسول کی اور ان کی جو تمہارے حکمران ہیں۔“

تشریح: آیت بالا میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے اور ان دونوں کی اطاعت بالذات مقصود ہے اس لئے دونوں کے ساتھ ”اَطِیْعُوا“ کا جملہ ہے مگر اولی الامر سے مراد اگر حکمران بھی ہوں تو تب بھی ان کی اطاعت مستقل نہیں بلکہ جب یہ اللہ و رسول کے تابع ہوں گے اور ان کا حکم اللہ اور اس کے رسول کی تعلیمات کے موافق ہوگا تو ان کی اطاعت ہوگی ورنہ نہیں اسی نکتہ کے لئے قرآن نے ”اُوْلِی الْاَمْرِ“ کے ساتھ ”اَطِیْعُوْا“ ارشاد نہیں فرمایا۔

”اولی الامر“ سے کون لوگ مراد ہیں

اس کی تفسیر میں مفسرین نے گیارہ اقوال نقل کئے ہیں ان میں سے پانچ زیادہ معروف و مشہور ہیں۔ (۱)

❶ علامہ مجاہد کا کہنا یہ ہے کہ اس سے مراد صحابہ کرام ہیں۔ (۲)

❷ ابن کیسان کے بقول اس سے عقل مند اصحاب الرائے لوگ مراد ہیں۔ (۳)

❸ مقاتل اور کلبی اور مہران وغیرہ کا ارشاد ہے کہ اس سے مراد سرایا کے امراء ہیں۔ (۴)

❹ ابوالعالیہ اور حضرت جابر بن عبداللہ کا قول یہ ہے کہ اس سے مراد علماء اور فقہاء ہیں۔ امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسی کو ترجیح دی ہے۔ (۵)

❺ اس سے مراد امراء ہیں اسی کو امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے پسند فرمایا ہے۔ (۶)

امام نووی کا میلان بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ امام قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسی کو اصح فرمایا ہے۔

---

(۱) عمدۃ القاری ۱۸/۱۷۶

(۲) تفسیر قرطبی ۵/۲۵۹، فتح الباری ۸/۲۵۴، عمدۃ القاری ۱۸/۱۷۸

(۳) تفسیر قرطبی ۵/۲۶۰، عمدہ القاری ۱۸/۱۷۶

(۴) تفسیر قرطبی ۵/۲۶۰

(۵) نفس مصدر

(۶) فتح الباری ۸/۲۵۴

نافرمانی میں حاکم کی اطاعت جائز نہیں

(٦٦٣) ﴿وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "عَلَى الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ السَّمْعُ وَالطَّاعَةُ فِيمَا أَحَبَّ وَكَرِهَ إِلَّا أَنْ يُؤْمَرَ بِمَعْصِيَةٍ، فَإِذَا أُمِرَ بِمَعْصِيَةٍ فَلاَ سَمْعَ وَلَا طَاعَةَ﴾ (متفق عليه)

ترجمہ: ”حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان آدمی کے لئے ضروری ہے کہ مسلمان حکمران کی بات سنے اور اطاعت کرے خواہ اس کو پسند ہو یا ناپسند ہو مگر یہ کہ اس کو (اللہ کی) نافرمانی کا حکم دے تو نہ سنے اور نہ اطاعت کرے۔“ (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ **عفیف: عف یعف عفا وعفة وعفافا وعفافة** حرام یا غیر مستحسن سے رکنا۔ **متعفف: تعفف یتعفف تعففا:** پاک دامن ہونا۔

تشریح: علامہ نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس بات پر علماء کا اتفاق نقل کیا ہے کہ جب امیر اور حاکم شرعی طور سے کسی کو بنالیا گیا تو اب جائز امور میں اس کی اطاعت ضروری ہے اور واجب ہے لیکن اگر وہ کسی ناجائز بات کا حکم دے تو اب اس کی بات کو ماننا جائز نہیں۔ (۱)

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب الاحکام تحت باب السمع والطاعة للامام مالم تکن معصية وکتاب الجهاد باب السمع والطاعة للامام. ومسلم فی کتاب الامارة تحت باب وجوب طاعة الامراء فی غیر معصية وتحریمها فی المعصية. وابوداؤد والترمذی وهکذا فی ابن ماجه.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۲) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) شرح مسلم للنووی رحمہ اللہ تعالیٰ ۱۴۴/۲

حاکم کی اتنی اطاعت ہوگی جتنی آدمی طاقت رکھتا ہے

(٦٦٤) ﴿وَعَنْهُ قَالَ كُنَّا إِذَا بَايَعْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ يَقُوْلُ لَنَا "فِيْمَا اسْتَطَعْتُمْ"﴾ (متفق عليه)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ہم آپ ﷺ سے اس بات کی بیعت کرتے تھے کہ آپ ﷺ کی بات سنیں گے اور اطاعت کریں گے تو آپ ﷺ فرماتے کہ ان چیزوں میں جس میں تم طاقت رکھتے ہو۔'' (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ السمع: سننے کا حاسہ، کان، سنی ہوئی بات، قبول کرنا۔ جمع اَسْمَاعٌ واَسْمُعٌ جَمْعُ الْجَمْعِ اَسَامِعُ واَسَامِيْعُ ہے ازسمع۔ الطاعۃ اطاعت فرمانبرداری۔ اَطَاعَهُ اِطَاعَةً وطَاعَةً فرمانبردار ہونا مجرد نصر سے۔

تشریح: علماء فرماتے ہیں کہ حدیث بالا میں ایک طرف تو رعایا کو حکم دیا جا رہا ہے کہ تم مسلم حکمران کی مکمل اطاعت کرو بشرطیکہ وہ حکم اللہ اور اس کے رسول کے حکم کے خلاف نہ ہو۔ دوسری طرف حاکموں کو بھی خطاب ہے کہ تم عوام کو ایسی مشقت میں نہ ڈالو کہ جس کا بوجھ وہ عوام نہ اٹھا سکیں بلکہ ایسا قانون ہو جس پر عمل کرنا ان کے لئے سہل ہو اور اس پر عمل کرنا ان کی طاقت کے اندر ہو۔[1]

آپ ﷺ کے ارشادات جوامع الکلم ہوتے ہیں اس لئے یہ دونوں ہی معنی مراد ہو سکتے ہیں۔

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب الاحکام تحت باب السمع والطاعة للامام ومسلم فی کتاب الامارة تحت باب البیعة علی البیعة والترمذی والنسائی.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۱۲) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) نزہۃ المتقین ۴۷۴/۱

جو حاکم کی اطاعت نہ کرے تو وہ جاہلیت پر مرے گا

(٦٦٥) ﴿وَعَنهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "مَنْ خَلَعَ يَدًامِنْ طَاعَةٍ لَقِيَ اللّٰهَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا حُجَّةَ لَهُ وَمَنْ مَّاتَ وَلَيْسَ فِيْ عُنُقِهِ بَيْعَةٌ مَاتَ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً﴾ (رواہ مسلم)

وفي رواية لَهُ: "وَمَنْ مَّاتَ وَهُوَ مُفَارِقٌ لِلْجَمَاعَةِ، فَإِنَّهُ يَمُوْتُ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً "اَلْمِيْتَةُ" بِكَسْرِ الْمِيْمِ.

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہی روایت ہے کہ میں نے آپ ﷺ کو فرماتے سنا کہ جس نے اطاعت سے ہاتھ کھینچ لیا تو وہ اللہ تعالیٰ سے قیامت کے دن اس حال میں ملے گا کہ اس کے پاس کوئی دلیل نہیں ہوگی اور جو شخص اس حال میں مرے گا کہ اس کی گردن میں کسی کی بیعت نہیں تو وہ زمانہ جاہلیت کی موت پر مرا "مِيْتَةٌ" میم کے کسرہ کے ساتھ ہے۔''

لغات: ❖ خلع: خَلَعَ يَخْلَعُ خَلْعًا الشَّيْءَ اتارنا، معزول کر دینا۔ فتح سے۔ عُنُقِهٖ گلا جمع اعناق ہر چیز کا اول۔ مذکر و مونث دونوں مستعمل ہے۔ مفارق: فَارَقَ يُفَارِقُ مُفَارَقَةً جدا ہونا۔

تشریح: مَنْ خَلَعَ يَدًا مِنْ طَاعَةٍ: جس نے حکمران کی اطاعت سے ہاتھ کھینچ لیا۔ مطلب یہ ہے کہ جب ایک حاکم کو شرعی طور سے اپنا امیر اور حاکم بنا لیا جائے تو اب حسب طاقت اس کی اطاعت لازمی اور ضروری ہے، نافرمانی کو ضلال اور گمراہی سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔

زمانہ جاہلیت پر مرنے کا مطلب

فَإِنَّهُ يَمُوْتُ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً: تو وہ زمانہ جاہلیت کی موت پر مرا۔ مطلب یہ ہے کہ جس طرح اسلام سے پہلے ایک امیر کا تصور نہیں تھا اس میں وہ اپنی ذلت اور عار محسوس کرتے تھے۔ اسلام نے آ کر سب کو نظم و ضبط کا سبق سکھایا اور سب کو ایک امیر کا پابند بنایا اور اطاعت کی تاکید فرمائی اب جو امیر بنانے کے بعد پھر اس کی اطاعت نہیں کرتا اور اپنے آپ کو امیر کی اطاعت سے الگ رکھتا ہے تو اب یہ زمانہ جاہلیت کی طرح عمل کر رہا ہے اس لئے بطور دھمکی اور تنبیہ کے اس کو فرمایا گیا کہ اگر وہ اسی حال میں مر گیا تو اس کی موت زمانہ جاہلیت کی طرح آئے گی۔

تخریج حدیث: اخرجه مسلم فى كتاب الامارة تحت باب الامر بلزوم الجماعة عند ظهور الفتن. واحمد ٣/٧٩٤٩.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۲) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

غلام کی بھی اطاعت ضروری ہے

(٦٦٦) ﴿وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اِسْمَعُوْا وَأَطِيْعُوْا، وَاِنِ اسْتُعْمِلَ عَلَيْكُمْ عَبْدٌ حَبَشِيٌّ، كَاَنَّ رَأْسَهُ زَبِيْبَةٌ﴾ (رواه البخاری)

ترجمہ: ''حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سنو اور اطاعت کرو اگرچہ تم پر کسی حبشی غلام کو ہی حاکم مقرر کر دیا جائے گویا کہ اس کا سر انگور ہے۔'' (بخاری)

لغات: ❖ استعمل: اِسْتَعْمَلَ يَسْتَعْمِلُ اِسْتِعْمَالًا عامل بنانا، بادشاہ کی طرف سے کسی کام کے لئے مقرر کرنا۔

زَبِيْبَةٌ: زَبِيْبٌ کا واحد، ایک قسم کا زخم جو ہاتھ میں ہوتا ہے، منہ کی جھاگ۔ اصل میں خشک انگور وانجیر کو کہا جاتا ہے۔

تشریح: وَاِنِ اسْتُعْمِلَ عَلَيْكُمْ عَبْدٌ حَبَشِيٌّ: اگرچہ تم پر کسی حبشی غلام کو حاکم بنا دیا جائے (تب بھی اس کی اطاعت کرو)۔

محدثین فرماتے ہیں حدیث بالا میں مبالغہ فرمایا جا رہا ہے کہ اگر غلام کو بھی امیر و حاکم بنا دیا جائے تب بھی اس کی نافرمانی اور بغاوت کرنا جائز نہیں ہے اس کی اطاعت پر جمع رہنا چاہئے اس کی مثال ایسی ہے جیسے کہ ایک روایت میں فرمایا گیا ہے کہ کوئی چڑیا کے گھونسلے کے برابر مسجد بنا دے تو اس کو بھی جنت میں محل ملے گا تو چڑیا کا گھونسلہ فرما کر مسجد بنانے کی اہمیت فرمائی گئی اسی طرح حدیث بالا میں بھی عبد حبشی فرما کر اطاعت کی اہمیت بتائی جا رہی ہے۔ (۱)

ایک سوال اور اس کے دو جوابات

سوال: شریعت میں تو غلام کو خلیفہ بنانا جائز نہیں ہے تو اب اس کی اطاعت کا کیا مطلب؟

جواب ❶: پہلے بھی بات آ چکی ہے یہاں پر غلام کی مثال مبالغۂ اطاعت پر دی جا رہی ہے کہ اگر بالفرض غلام کو بھی امیر اور حاکم بنا دیا جائے تب بھی اس کے خلاف بغاوت جائز نہیں ہے۔

جواب ❷: حاکم سے مراد خلیفہ نہیں ہے بلکہ علاقے کا عامل، گورنر وغیرہ ہیں۔ پورے ملک کا خلیفہ بنانا تو غلام کو جائز نہیں ہے مگر علاقہ کا گورنر بنایا جا سکتا ہے۔ (۲)

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب الاذان امامة العبد والمولی وباب امامة المفتون والمبتدع وکتاب الاحکام باب السمع والطاعة للامام.

نوٹ: راوی حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۵) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) نزہۃ المتقین ۱/۴۷۵، مظاہر حق ۳/۶۵۸ (۲) مظاہر حق ۳/۶۵۹

ہر حال میں اطاعت ضروری ہے

(٦٦٧) ﴿وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "عَلَيْكَ السَّمْعُ وَالطَّاعَةُ فِیْ عُسْرِكَ وَيُسْرِكَ وَمَنْشَطِكَ وَمَكْرَهِكَ وَأَثَرَةٍ عَلَيْكَ﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تجھ پر سننا اور اطاعت کرنا تنگی، آسانی، خوشی، ناراضی نیز حکمرانوں کے تجھ پر دوسروں کو ترجیح دینے کی صورت میں لازم ہے۔''

لغات: ❖ مَنْشَطَةٌ: خوش دلی۔ سمع سے ہشاش بشاش ہونا ضرب سے نکلنا۔ نصر سے گرہ دینا۔ اثرۃ پسندیدگی، ترجیح، خود غرضی۔ الاثیر تلوار کا جوہر، معزز، جمع اُثَراء۔

تشریح: عَلَيْكَ السَّمْعُ وَالطَّاعَةُ فِیْ عُسْرِكَ: تجھ پر سننا اور اطاعت کرنا تنگی میں لازم ہے۔ امیر اور حاکم کی بات سننا اور اس کے احکامات جو شریعت کے موافق ہوں ان کو ماننا یہ ہر مسلمان پر اور ہر حال میں واجب ہے خواہ وہ حکم طبیعت کے موافق ہو یا مخالف ہو۔ اور اگر حاکم کوئی ایسا حکم جاری کرے جو شریعت کے حکم کے متعارض اور خلاف ہو تو اب اس صورت میں اس حاکم کی اطاعت واجب نہیں رہتی مگر اس صورت میں اس حاکم سے جنگ و جدال کرنا اور اس کے خلاف بغاوت کرنا جائز نہیں ہوگا۔ (۱)

وَأَثَرَةٍ عَلَيْكَ: تم پر دوسروں کو ترجیح دی جائے (تب بھی اطاعت کرو) مطلب یہ ہے کہ امیر بننے کا یا حکومت کے عہدے کا کوئی حقدار ہے مگر حاکم نے وہ عہدہ کسی اپنے آدمی کو جو اس کا حق دار نہیں تھا دے دیا تب بھی فرمایا جا رہا ہے کہ اطاعت کرنا ہے اس ترجیحی سلوک کی شکایت کرنے کے بجائے صبر و تحمل کی راہ کو اختیار کرنا چاہیے۔ (۲)

تخریج حدیث: اخرجه مسلم فی كتاب الامارة تحت باب وجوب طاعة الامراء فی غير معصية وتحريمها فی المعصية وابوداؤد والنسائی وهكذا فی ابن ماجه.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ (عبدالرحمٰن) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) دلیل الفالحین ۳/۱۳۰، مظاہر حق ۳/۶۶۱ (۲) مظاہر حق ۳/۶۶۱

اس امت کے آخری حصے میں آزمائش رکھی گئی ہے

(٦٦٨) ﴿وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ سَفَرٍ، فَنَزَلْنَا مَنْزِلًا، فَمِنَّا مَنْ يُّصْلِحُ خِبَاءَهٗ، وَمِنَّا مَنْ يَّنْتَضِلُ وَمِنَّا مَنْ هُوَ فِیْ جَشَرِهٖ، إِذْ نَادٰى مُنَادِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلصَّلَاةُ جَامِعَةٌ. فَاجْتَمَعْنَا إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ فَقَالَ: إِنَّهُ لَمْ يَكُنْ نَبِيٌّ قَبْلِيْ إِلَّا كَانَ حَقًّا عَلَيْهِ أَنْ يَّدُلَّ أُمَّتَهُ عَلٰى خَيْرِ مَا يَعْلَمُهُ لَهُمْ، وَيُنْذِرَ هُمْ شَرَّمَا يَعْلَمُهُ لَهُمْ، وَإِنَّ أُمَّتَكُمْ هٰذِهٖ جُعِلَ عَافِيَتُهَا فِيْ أَوَّلِهَا، وَسَيُصِيْبُ آخِرَهَا بَلَاءٌ وَأُمُوْرٌ تُنْكِرُوْنَهَا، وَتَجِيْءُ فِتَنٌ يُرَقِّقُ بَعْضُهَا بَعْضًا وَتَجِيْءُ الْفِتْنَةُ فَيَقُوْلُ الْمُؤْمِنُ: هٰذِهٖ مُهْلِكَتِيْ، ثُمَّ تَنْكَشِفُ، وَتَجِيْءُ الْفِتْنَةُ فَيَقُوْلُ الْمُؤْمِنُ: هٰذِهٖ هٰذِهٖ، فَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يُّزَحْزَحَ عَنِ النَّارِ، وَيُدْخَلَ الْجَنَّةَ فَلْتَأْتِهٖ مَنِيَّتُهُ وَهُوَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ، وَلْيَأْتِ إِلَى النَّاسِ الَّذِيْ يُحِبُّ أَنْ يُّؤْتٰى إِلَيْهِ.﴾

وَمَنْ بَايَعَ إِمَامًا فَأَعْطَاهُ صَفْقَةَ يَدِهٖ، وَثَمْرَةَ قَلْبِهٖ، فَلْيُطِعْهُ إِنِ اسْتَطَاعَ، فَإِنْ جَاءَ آخَرُ يُنَازِعُهُ، فَاضْرِبُوْا عُنُقَ الْآخَرِ (رواہ مسلم)

قولہ: "يَنْتَضِلُ" أَيْ: يُسَابِقُ بِالرَّمْيِ بِالنَّبْلِ وَالنُّشَّابِ. "وَالْجَشَرُ" بِفَتْحِ الْجِيْمِ وَالشِّيْنِ الْمُعْجَمَةِ وَبِالرَّاءِ: وَهِيَ الدَّوَابُّ الَّتِيْ تَرْعٰى وَتَبِيْتُ مَكَانَهَا. وَقَوْلُهُ: "يُرَقِّقُ بَعْضُهَا بَعْضًا" أَيْ: يُصَيِّرُ بَعْضَهَا رَقِيْقًا، أَيْ: خَفِيْفًا لِعِظَمِ مَا بَعْدَهٖ، فَالثَّانِيْ يُرَقِّقُ الْأَوَّلَ وَقِيْلَ: مَعْنَاهُ يَسُوْقُ بَعْضُهَا إِلٰى بَعْضٍ بِتَحْسِيْنِهَا وَتَسْوِيْلِهَا، وَقِيْلَ: يُشْبِهُ بَعْضُهَا بَعْضًا.

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ایک سفر میں ہم آپ ﷺ کے ساتھ تھے ہم ایک جگہ پر اترے ہم میں سے بعض اپنے خیمے کو درست کرنے میں مصروف ہو گئے اور کچھ لوگ تیر اندازی کا مقابلہ کرنے میں اور بعض اپنے مویشیوں میں۔ اچانک آپ ﷺ کے منادی نے آواز دی کہ نماز تیار ہے۔ پس ہم سب آپ ﷺ کے پاس جمع ہو گئے آپ ﷺ نے فرمایا: مجھ سے پہلے جتنے انبیاء بھی دنیا میں تشریف لائے ان کے لئے یہ بات ضروری تھی کہ وہ اپنی امت کی راہنمائی ایسے کاموں کی طرف کریں جس کو وہ ان کے حق میں بہتر جانتے تھے اور ان کو ایسے کاموں سے ڈرائیں جن کو وہ ان کے حق میں برا جانتے تھے لیکن یہ امت اس کی عافیت ابتدائی حصہ میں رکھی گئی ہے اس کے آخری حصہ میں آزمائش اور ہلاکت رکھی گئی ہے اور ایسے امور جن کو تم برا سمجھو گے اور ایسے فتنے ظاہر ہوں گے کہ ایک دوسرے کو وہ ہلکا کر دیں گے۔ یہاں تک کہ ایک فتنہ ایسا بھی ہوگا کہ مؤمن یہ سمجھے گا کہ میں اس فتنہ میں ہلاک ہو جاؤں گا۔ پھر وہ فتنہ ختم ہو جائے گا پھر ایک دوسرا فتنہ سر نکالے گا تو پھر مؤمن یہ سمجھے گا کہ یہ فتنہ تو میری تباہی کا باعث بن جائے گا۔ پس جو شخص یہ پسند کرے کہ دوزخ سے دور ہو جائے اور جنت میں داخل ہو جائے تو اس کو ایسے حال میں موت آنی چاہئے کہ وہ اللہ اور آخرت کے دن پر

ایمان رکھتا ہو اور لوگوں کے ساتھ وہ معاملہ کرے جو اپنے ساتھ کرنے کو وہ پسند کرتا ہے۔ اور جو شخص کسی امام کی بیعت کرے اور اسے اپنا ہاتھ اور دل کا پھل دے چکا ہو تو اب اس کو چاہئے کہ جہاں تک ممکن ہو اس کی اطاعت کرے پھر اگر کوئی دوسرا (اس کو اپنا تابع بنانے کے لئے) اس امارت کو چھیننا چاہے تو اس کی گردن قلم کر دو۔"

"ینتضل" تیر اندازی میں مقابلہ کر رہے تھے۔ "جشر" جیم اور شین پر زبر اور را کے ساتھ۔ وہ مویشی جو چراگاہ میں چرتے ہیں۔ اور وہیں رات گزارتے ہیں۔ "یرقق بعضها بعضًا" یعنی ایک دوسرے کو ہلکا کر دیتا ہے کیونکہ اس کے بعد آنے والا فتنہ اس سے بڑا ہوتا ہے تو وہ دوسرے کو ہلکا سمجھتا ہے۔

بعض کے نزدیک اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ فتنے ایسے حسین اور دل لبھانے والے ہوں گے کہ ایک فتنہ دوسرے فتنہ کا شوق پیدا کرے گا اور بعض نے اس کے معنی یہ لئے ہیں کہ فتنے ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہوں گے۔

لغات: ❖ خباء ہ: اون یا بالوں کا خیمہ جمع اخبیة ینتضل: اِنْتَضَلَ یَنْتَضِلُ اِنْتِضَالاً نکالنا، تیر اندازی میں مقابلہ کرنا، باہم فخر کرنا۔ جشرہ: الجشر وہ لوگ جو چراہ گاہ ہی میں رات گزاریں اور گھر واپس نہ آئیں، وہ مویشی جو چراگاہ سے لوٹ کر شام کو گھر نہ آئیں۔ یدل: دَلَّ یَدُلُّ دَلَالَةً (ن) اشارہ کرنا، رہنمائی کرنا، دلالت کرنا۔ یُرَقِّقُ رَقَّقَ یُرَقِّقُ تَرْقِیْقًا (از تفعیل) پتلا کرنا، نرم کرنا۔ یزحزح: زَحْزَحَ یُزَحْزِحُ زَحْزَحَةً عَنْ مَکَانِهٖ دور کرنا، ہٹانا۔ صفقة: صَفَقَ یَصْفِقُ صَفْقَةً (ن ض) ہتھیلی خرید و فروخت میں ہاتھ پر ہاتھ مارنا، عقد، بیع۔

تشریح: تَجِیْءُ الْفِتْنَةُ فَیَقُوْلُ الْمُؤْمِنُ هٰذِهٖ مُهْلِکَتِیْ: فتنہ سامنے آئے گا تو مؤمن کہے گا یہ فتنہ میری ہلاکت کا باعث بن جائے گا۔

قیامت کے قریب بہت سے فتنے مختلف قسموں کے ظاہر ہوں گے جس کی پیشین گوئی آپ ﷺ نے مختلف احادیث میں دی ہے ان فتنوں کی پیشین گوئی سے مقصود امت کو متنبہ کرنا ہے کہ وہ ان فتنوں سے اپنے آپ کو بچائے رکھیں (۱) اس میں مبتلا نہ ہو جائیں اگرچہ وہ فتن دیکھنے میں بہت ہی سخت ہوں گے اس سے بچاؤ کی صورت یہی ہوگی کہ اللہ پر ایمان اور آخرت پر ایمان پر جما رہے یعنی خود بھی شریعت پر مضبوطی سے قائم رہے اور دوسرے کو بھی اس پر جمنے کی تاکید کرتا رہے۔

پہلے حاکم کی اطاعت کی جائے گی

وَمَنْ بَایَعَ إِمَامًا فَأَعْطَاهُ صَفْقَةَ یَدِهٖ: جو شخص کسی حاکم کی بیعت کرے اس کو اپنا ہاتھ اور دل کا پھل دے دے (تو اب اس کی اطاعت کرتا رہے) مطلب یہ ہے کہ جب سارے مسلمان ایک آدمی پر مجتمع ہوں گے اس کے ہاتھ پر بیعت کر لیں گے تو اب جو شخص بھی اس اتحاد و اتفاق میں رخنہ اندازی کرے اس کو قتل کر دو۔

ایک دوسری روایت میں آتا ہے: "فاضربوا بالسیف کائنا من کان" (۲) اس کو تلوار سے مارو خواہ وہ کوئی بھی ہو۔ جب سب کا اتفاق ہو چکا ہو تو اب کوئی بھی شخص اگرچہ بعد والا شخص زیادہ ہی حقدار کیوں نہ ہو تب بھی اس کو قتل کر دو کیونکہ اس کی وجہ سے امت میں انتشار آئے گا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شریعت میں اتفاق و اتحاد کی کتنی اہمیت ہے اور انتشار سے بچنے کی کتنی تاکید کی گئی ہے کہ اتحاد اور اتفاق کو باقی رکھنے کے لئے اگر کسی کو قتل بھی کرنا پڑے تو قتل کر دیا جائے مگر آپس میں انتشار کو نہ آنے دیا جائے۔

تخریج حدیث: اخرجه مسلم فی کتاب الامارة تحت باب الامر بالوفاء ببیعة الخلفاء الاول فالاول.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۲) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) نزہۃ المتقین ۱/۴۷۷

(۲) رواہ مسلم

جو ذمہ داریاں تم پر ہیں تم اس کو پورا کرتے رہو

(٦٦٩) ﴿وَعَنْ اَبِی هُنَیْدَةَ وَائِلِ ابْنِ حُجْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَأَلَ سَلَمَةُ بْنِ یَزِیْدَ الْجُعْفِیُّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: یَا نَبِیَّ اللّٰهِ، أَرَأَیْتَ إِنْ قَامَتْ عَلَیْنَا أُمَرَاءُ، یَسْأَلُوْنَا حَقَّهُمْ، وَیَمْنَعُوْنَا حَقَّنَا، فَمَاتَأْمُرُنَا؟ فَأَعْرَضَ عَنْهُ، ثُمَّ سَأَلَهُ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "اِسْمَعُوْا وَأَطِیْعُوْا، فَإِنَّمَا عَلَیْهِمْ مَا حُمِّلُوْا وَعَلَیْکُمْ مَا حُمِّلْتُمْ﴾ (رواه مسلم)

ترجمہ: "حضرت ابوہنیدہ وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت نقل کرتے ہیں کہ مسلمۃ بن یزید جعفی نے آپ ﷺ سے پوچھا: اے اللہ کے رسول! آپ ہمیں بتائیں اگر ہم سے حاکم اپنا حق مانگیں لیکن ہمیں ہمارا حق نہ دیں۔ تو ہمارے لئے آپ کا کیا حکم ہے؟ آپ ﷺ نے یہ سن کر اعراض فرمایا: انہوں نے پھر آپ ﷺ سے یہی سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا تم ان کی بات سنو اور مانو ان کے ذمہ ضروری ہے کہ وہ اپنی ذمہ داریاں پوری کریں اور جو ذمہ داریاں تم پر ہیں تم انہیں پورا کرو۔"

لغات: ❖ اعرض: اَعْرَضَ یُعْرِضُ اِعْرَاضًا (از افعال) روگردانی کرنا، اعراض کرنا۔ حملوا: حَمَّلَ یُحَمِّلُ تَحْمِیْلًا (از تفعیل) اٹھوانا۔

تشریح: ایک طرف حکومت پر کچھ ذمہ داریاں ہیں دوسری طرف رعایا پر بھی کچھ ذمہ داریاں ہیں۔ حکومت کا نظام اسی وقت صحیح چلے گا جب کہ دونوں اپنی اپنی ذمہ داریاں پوری کریں اسی وجہ سے آپ ﷺ نے حکیمانہ انداز میں ایک طرف امراء و

سلاطین کو رعایا کے حقوق ادا کرنے کی طرف توجہ دلائی اور دوسری طرف رعایا کو بھی اہل حکومت کے حقوق کے ادا کرنے پر توجہ دلائی اور جب ایک دوسرے کی طرف سے ان کے حقوق کی ادائیگی میں کمی ہو تو صبر وتحمل سے کام لیں۔

تاریخ شاہد ہے کہ جب بھی دونوں طرف سے آپ ﷺ کے ان ارشادات کا خیال رکھا گیا تو قومیں خوش حال رہیں اور جن قوموں نے ان اصولوں کو چھوڑا وہ بدامنی اور شر وفساد میں مبتلا رہیں۔ (۱)

تخریج حدیث: اخرجه مسلم فی کتاب الامارة تحت باب فی طاعة الامراء وان منعوا الحق. وهکذا فی الترمذی.

راوی حدیث حضرت ابوہنیدہ وائل بن حجر کے مختصر حالات:

نام: وائل۔ ابوہنیدہ کنیت، والد کا نام حجر، یہ سلاطین حضرت موت میں سے تھے خود وائل بھی سردار تھے۔

اسلام: فتح مکہ کے بعد مدینہ منورہ اسلام قبول کرنے کی نیت سے آئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا استقبال بھی فرمایا اور ان کے لئے چادر بھی بچھوائی اس پر بٹھایا اور ان کی اولاد کے لئے برکت کی، دعا بھی فرمائی (استیعاب ۲/۶۲۵)

جب یہ اسلام قبول کر کے جانے لگے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حضر موت میں زمین کا ایک قطعہ مرحمت فرمایا اور رخصت کرتے ہوئے کچھ دور تک ان کے ساتھ چلے۔ کوفہ آباد ہونے کے بعد کوفہ میں اقامت اختیار کر لی جنگ صفین میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تھے اور قبیلہ حضر موت کا جھنڈا ان کے ہاتھ میں تھا۔ (اسد الغابۃ: ۵/۸۱)

وفات: حضرت امیر معاویہ کے عہد میں ہی ان کا انتقال ہوا۔ (اصابۃ: ۶/۳۱۲)

مرویات: ان سے ۷۱ احادیث منقول ہیں بخاری میں کوئی نہیں مگر مسلم میں ۶ روایات ہیں۔

---

(۱) اشرف التوضیح ۲/۵۵۹ نزہۃ المتقین ۱/۴۷۷

اپنے حقوق ادا کرتے رہو باقی اللہ سے سوال کرتے رہو

(٦٧٠) ﴿وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّهَا سَتَكُوْنُ بَعْدِیْ أَثَرَةٌ، وَأُمُوْرٌ تُنْكِرُوْنَهَا!" قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، كَيْفَ تَأْمُرُ مَنْ أَدْرَكَ مِنَّا ذٰلِكَ؟ قَالَ: "تُؤَدُّوْنَ الْحَقَّ الَّذِیْ عَلَيْكُمْ، وَتَسْأَلُوْنَ اللّٰهَ الَّذِیْ لَكُمْ﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرے بعد اپنوں کو ترجیح دی جائے گی اور ایسے کام ہوں گے جس کو تم ناپسند کرو گے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم میں سے جو شخص اس زمانہ کو پائے تو آپ کیا حکم فرماتے ہیں؟ فرمایا تم وہ حقوق ادا کرو جو تم پر واجب ہیں اور اپنے حقوق کا اللہ سے سوال کرو جو تمہارے لئے ہیں۔'' (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ تنكرونها: اَنْكَرَ يُنْكِرُ اِنْكَارًا از افعال نكارةً (س) جاہل ہونا، حق کا انکار کرنا۔ اَدّٰى يُؤَدِّىْ تَأْدِيَةً پہنچانا ادا کرنا۔ دیۃً ضرب سے بمعنی خون بہا دینا۔

تشریح: تُؤَدُّوْنَ الْحَقَّ الَّذِىْ عَلَيْكُمْ: تم اپنے حقوق ادا کرنا جو تم پر واجب ہیں۔ حدیث بالا کا مطلب یہ ہے کہ حاکم جب ترجیحی معاملہ کرے کہ جس کا جو حق ہے ادا نہ کرے حق تلفی کرے تو اب ایسی صورت میں تم ان کا مقابلہ کرنے کے بجائے جو حقوق ان کے تمہارے اوپر واجب ہیں ان کو ادا کرنا اور جو حقوق تمہارے ان کے اوپر ہیں ان کے ملنے کی اللہ جل شانہ سے دعا کرنا ایسا کرنے سے اللہ جل شانہ بہترین بدلہ عطا فرمائے گا۔[1]

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی كتاب الانبياء تحت باب علامات النبوة و كتاب الفتن باب سترون بعدی اُمورًا و مسلم فی كتاب الامارة باب الامر بالوفاء ببيعةِ الخلفاء الاول فالاول.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۳۶) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) مرقاۃ مظاہر حق ۳/۶۶۴

جس نے حاکم کی اطاعت کی اس نے نبی کریم ﷺ کی اطاعت کی

(۶۷۱) ﴿وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَطَاعَنِىْ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ، وَمَنْ عَصَانِىْ فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ، وَمَنْ يُّطِعِ الْاَمِيْرَ فَقَدْ أَطَاعَنِىْ، وَمَنْ يَّعْصِ الْأُمِيْرَ فَقَدْ عَصَانِىْ﴾ (متفق عليه)

ترجمہ: ”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی، جس نے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے حاکم کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔“ (بخاری و مسلم)

لغات: ❖ عصى: عَصٰى يَعْصِىْ عِصْيَانًا (ض) نافرمانی کرنا۔ نصر سے لاٹھی سے مارنا، سمع سے لاٹھی لینا۔ العَصا لاٹھی جمع عُصِىٌّ وعِصِىٌّ واَعْصَاءٌ

تشریح: مَنْ اَطَاعَنِىْ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ: جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔ مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ کا فرمان ہے جس نے میری اطاعت کی اس نے حقیقتاً اللہ جل شانہ کی اطاعت کی۔ یہی مضمون قرآن مجید کی آیت ”مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ“[1] ترجمہ: (جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی) میں ذکر کیا گیا ہے۔

بعض علماء فرماتے ہیں اس حدیث میں یہ بھی احتمال ہے کہ اللہ جل شانہ نے اپنی اطاعت کا حکم دیا ہے اور اللہ جل شانہ کی

اطاعت کی صورت یہ ہے کہ میری اطاعت کی جائے۔

وَمَنْ عَصَانِیْ فَقَدْ عَصَی اللّٰہَ: جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ جل شانہ کی نافرمانی کی۔ یہی مضمون قرآن مجید کی یہ آیت: "وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَاِنَّ لَہٗ نَارَ جَھَنَّمَ" میں ذکر ہے۔

وَمَنْ یُطِعِ الْاَمِیْرَ فَقَدْ اَطَاعَنِیْ: بخاری کی روایت میں "ومن یطع امیری" کا لفظ ہے۔ (۲)

اس کا مطلب یہ ہے کہ امیر کی اطاعت کا حکم آپ ﷺ نے دیا ہے تو ہم آپ کا حکم سمجھ کر امیر کی اطاعت کر رہے ہیں تو گویا کہ ہم نے آپ ﷺ کی بات کی اطاعت کی۔

وَمَنْ یَّعْصِ الْاَمِیْرَ فَقَدْ عَصَانِیْ: جس نے حاکم کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔

کیونکہ امیر اور حاکم کی اطاعت کا حکم آپ ﷺ نے فرمایا اس کی نافرمانی سے روکا تو اب جو اس کی نافرمانی کر رہا ہے تو یہ آپ ﷺ کے فرمان کو نہیں مان رہا۔ (۳)

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب الاحکام تحت باب اطیعوا الرسول و فی کتاب الجهاد ایضاً ومسلم فی کتاب الامارة تحت باب وجوب طاعة الامراء فی غیر معصیة وتحریمها فی المعصیة واحمد ۸۵۱۳/۳.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ (عبدالرحمٰن) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) سورۃ النساء آیت: ۸۰ (۲) سورۃ الجن آیت: ۲۳

(۳) وہکذا فی مسلم، دلیل الفالحین ۱۳۸/۳ (۴) روضۃ المتقین ۲۱۰/۲

حاکم کے ناپسندیدہ کام پر صبر کرے

(۶۷۲) ﴿وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنْ کَرِہَ مِنْ اَمِیْرِہٖ شَیْئًا فَلْیَصْبِرْ، فَاِنَّہٗ مَنْ خَرَجَ مِنَ السُّلْطَانِ شِبْرًا مَاتَ مِیْتَۃً جَاھِلِیَّۃً﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: "حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو اپنے حاکم کا کوئی کام ناپسندیدہ دیکھے تو اس کو چاہئے کہ صبر کرے۔ اس لئے کہ جو شخص امیر کی اطاعت سے ایک بالشت کے برابر بھی نکلا تو جاہلیت کی موت مرے گا۔" (بخاری و مسلم)

لغات: ❖ کرہ: کَرِہَ یَکْرَہُ کَرْھًا وکَرَاھَۃً (س) ناپسند کرنا۔ شبرًا یَشْبُرُ شِبْرًا (ن ض) بالشت سے ناپنا۔ الشبر بالشت۔ اھان: اَھَانَ یُھِیْنَ اِھَانَۃً (ض) ذلیل کرنا، اہانت کرنا۔

تشریح: مختلف احادیث میں امراء و حکام کی اطاعت کرنے کو فرمایا گیا ہے مگر یہ اطاعت شریعت کی حدود میں ہے اور اگر

حاکم اور امیر ایسا عمل کریں جو شریعت کے خلاف ہو تو آدمی دل میں تو اس کو برا سمجھے اور صبر کرتا رہے اگر دل میں بھی برا نہیں سمجھتا تو ایمان کا ہی خطرہ ہے اس صورت میں اب اطاعت نہیں ہوگی۔ عدم اطاعت بغاوت میں داخل نہیں ہوگی کیونکہ بغاوت کرنے والے کے لئے وعید فرمائی جارہی ہے۔ (۱)

فَاِنَّهُ مَنْ خَرَجَ مِنَ السُّلْطَانِ: جو شخص بھی جماعت سے ایک بالشت بھی دور ہو جائے تو اس کی موت جاہلیت کے طریقے پر آئے گی۔

مطلب یہ ہے جب تمام مسلمانوں کا ایک امیر کے اوپر اتحاد اور اجماع ہو گیا اب اس کی نافرمانی کرنے سے اجتماعیت میں رخنہ پڑے گا اور اسلام میں اتفاق واتحاد کی سب سے زیادہ اہمیت ہے کیونکہ اسی سے دین اور اسلام کی سربلندی ہے۔

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب الفتن تحت باب قول النبی صلی الله علیه وسلم سترون بعدی اُمورًا تنکرونها و کتاب الاحکام باب السمع والطاعة للامام. ومسلم فی کتاب الامارة تحت باب الامر بلزوم الجماعة عند ظهور الفتن وتحذیر الدعاة.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۱۲) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) مظاہر حق ۳/۶۶۱

جس نے حاکم کی توہین کی تو گویا اس نے اللہ کی توہین کی

(٦٧٣) ﴿وَعَنْ أَبِی بَكْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "مَنْ أَهَانَ السُّلْطَانَ أَهَانَهُ اللّٰهُ" رواه الترمذی وقال: حدیث حسن. وفی الباب احادیث کثیرة فی الصحیح، وقد سبق بعضها فی ابواب﴾

ترجمہ: "حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے آپ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے حاکم کی بے عزتی کی اللہ اس کو ذلیل کرے گا (ترمذی) صاحب ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن ہے اور اس مسئلہ میں بہت سی صحیح احادیث موجود ہیں ان میں سے کچھ احادیث اس سے پہلے ابواب بھی گزر چکی ہیں۔"

لغات: ❖ اهانه: اهانة حقیر و ہیچ سمجھنا۔ هَانَ يَهُوْنُ الامر (نصر) سے اسان ہو۔ هَانَ الرَّجُلُ ذلیل وحقیر ہونا۔ الْهَوْنُ بمعنی سکون و وقار۔

تشریح: مَنْ اَهَانَ السُّلْطَانَ اَهَانَهُ اللّٰهُ: جو بادشاہ کی بے عزتی کرتا ہے تو اللہ جل شانہ اس کو ذلیل کریں گے۔

حدیث بالا کا مطلب یہ ہے کہ جس کو امیر یا حاکم بنایا گیا ہے اس کی اطاعت کی جائے جب اس کی نافرمانی ہوگی تو اب

اس حاکم یا امیر کی ذلت ہوگی۔ پھر اس کے حکم کی کوئی وقعت لوگوں کے دلوں میں باقی نہیں ہوگی اور پھر جرائم پیشہ اور قانون شکن عناصر کو اپنی کاروائیاں کرنے کی جسارت ہو جائے گی اس نیک دل حاکم کی ذلت ہوگی اس کے مقابل حکمران میں جب تک کھلا کفر نہ دیکھا جائے اور وہ نماز اور دیگر شعائر اسلام کو قائم رکھیں تو اب ایسے حکمران کی جب اطاعت کی جائے گی تو اب اس حکمران کا وقار اور جلال ہوگا اور جو حاکم سے مقصود امن واستحکام ہے وہ وجود میں آئے گا۔(۱)

یہی مفہوم ایک روایت میں آتا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

﴿مَنْ اَكْرَمَ سُلْطَانَ اللّٰهِ فِي الدُّنْيَا اَكْرَمَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمَنْ اَهَانَ سُلْطَانَ اللّٰهِ فِي الدُّنْيَا اَهَانَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ﴾(۲)

ترجمہ: ''جو حاکم کا اکرام کرے دنیا میں اللہ اس شخص کا اکرام فرمائیں گے قیامت کے دن اور جو کسی بادشاہ کو ذلیل کرے دنیا میں تو اللہ اس شخص کو قیامت کے دن ذلیل فرمائیں گے۔''

تخریج حدیث: اخرجه الترمذی فی ابواب الفتن تحت باب ماجاء فی الخلفاء والفاظ الترمذی من اهان سلطان اللّٰه فی الارض واحمد ۲۰۴۵۵/۷ واسناده حسن.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوبکرہ (نفیع بن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے حالات حدیث نمبر (۹) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) دلیل الطالبین ۱/۵۶۶

(۲) روضۃ المتقین ۲/۲۱۱ بحوالہ احمد

(۸۱) بَابُ النَّهْيِ عَنْ سُؤَالِ الْاِمَارَةِ وَاخْتِيَارِ تَرْكِ الْوِلَايَاتِ إِذَا لَمْ يَتَعَيَّنْ عَلَيْهِ أَوْ تَدْعُ حَاجَةٌ إِلَيْهِ

عہدہ ومنصب کا سوال کرنے کی ممانعت اور جب تک کسی عہدہ کے لئے متعین نہ ہو جائے یا اس کی کوئی حاجت نہ ہو تو امارت اختیار نہ کرنے کا بیان

آخرت کا گھر کس کے لئے ہوگا؟

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا وَّالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ﴾ (سورة القصص: ۸۳)

ترجمہ: ”اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: آخرت کا گھر ہم نے ان ہی لوگوں کے لئے (تیار) کر رکھا ہے جو ملک میں ظلم اور فساد کا ارادہ نہیں رکھتے اور اچھا انجام تو پرہیزگاروں کے لئے ہی ہے۔“

تشریح: آیت میں علو سے مراد تکبر ہے یعنی اپنے آپ کو دوسروں سے بڑا سمجھنا اور دوسرے کو حقیر سمجھنا۔

فسادا: سے مراد لوگوں پر ظلم کرنا۔ مطلب یہ ہے کہ آخرت کی کامیابی اور نجات صرف ان لوگوں کے لئے ہے جو زمین میں علو اور فساد کا ارادہ نہ کریں۔ بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ ہر قسم کا گناہ یہ فساد میں داخل ہے تو مطلب یہ ہوگا کہ جو بھی گناہ کرتے ہیں زمین میں فساد کر رہے ہیں اور جو فساد کرتے ہیں ان کے لئے آخرت کی کامیابی نہیں ہے اگر یہ فساد کرنے والے توبہ کرلیں اور اس فساد کے ارادے کو چھوڑ دیں تو اب اللہ جل شانہ کا وعدہ ان کے لئے بھی وہی ہوگا۔

وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ: آخرت کی کامیابی کے لئے ایک طرف تو آدمی تکبر اور ظلم سے بچے اور ساتھ ہی ساتھ تقوی والی زندگی بھی بسر کرے یعنی اللہ اور اس کے رسول کے اوامر کی اتباع اور نواہی سے پرہیز۔ جب آدمی یہ کرے گا تو اب اس کے لئے آخرت کی پوری کامیابی نصیب ہو جائے گی۔

امارت کے لئے خواہش کرنا منع ہے

(٦٧٤) ﴿وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "یَا عَبْدَالرَّحْمٰنِ بْنِ سَمُرَةَ! لَا تَسْأَلِ الْاَمَارَةَ، فَإِنَّکَ إِنْ أُعْطِیْتَهَا عَنْ غَیْرِ مَسْأَلَةٍ أُعِنْتَ عَلَیْهَا، وَإِنْ أُعْطِیْتَهَا عَنْ مَسْأَلَةٍ وُكِّلْتَ إِلَیْهَا، وَإِذَا حَلَفْتَ عَلٰی یَمِیْنٍ، فَرَأَیْتَ غَیْرَهَا خَیْرًا مِّنْهَا، فَأْتِ الَّذِیْ هُوَ خَیْرٌ، وَ كَفِّرْ عَنْ یَمِیْنِکَ﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ”حضرت ابوسعید عبدالرحمٰن بن سمرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مجھ سے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے عبدالرحمٰن بن سمرۃ! تم امارت کا سوال نہ کرنا اگر بغیر خواہش کے امارت مل جائے تو اس میں مدد دی جاتی ہے اور سوال کرنے کے بعد امارت ملی تو اب تو اس کے سپرد کر دیا جائے گا اور جب تم کوئی قسم کھاؤ اور اس کے خلاف کو اس سے بہتر دیکھو تو جو بہتر ہے وہ کام کرلو اور قسم کا کفارہ دے دو۔“

لغات: ❖ اعنت: اَعَانَ یُعِیْنُ اِعَانَةً از افعال عونًا (ن) مدد کرنا، نصرت و رہنمائی کرنا۔ وکلت: وَكَلَ یَكِلُ وكلا ووكولا (ض) سپرد کرنا، کسی پر بھروسہ کرکے چھوڑ دینا۔ کفر: كَفَّرَ یُكَفِّرُ تَكْفِیْرًا از تفعیل كُفْرًا (ن) کفارہ ادا کرنا۔

تشریح: لَا تَسْأَلِ الْاِمَارَةَ: کسی منصب کا سوال نہ کرنا۔ حدیث بالا سے معلوم ہوتا ہے آدمی کو امارت یا کوئی اور منصب ہو

خود سے اس کی آرزو اور طلب نہیں کرنی چاہئے [۱] کیونکہ اس منصب کے ساتھ ذمہ داری کو پورا کرنا یہ ایک اہم معاملہ ہے اور اگر اس نے اس کو طلب کیا تو اللہ کی طرف سے اس کی مدد نہیں ہوگی۔ [۲] تو اس منصب کو پورا کرنا اور مشکل کام ہو جائے گا اور اگر لوگوں نے زبردستی اس کو منصب دے دیا اس کے ناپسند کرنے کے باوجود تو اب اس پر اللہ کی مدد ہوگی۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عمل خلیفہ بننے کے بعد

جیسے کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ بنایا گیا تو انہوں نے اس کو ناپسند کیا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تین دن تک پانچوں نمازوں کے بعد اعلان کرتے رہے کہ میرے علاوہ کسی اور کو خلیفہ بنالو مگر لوگوں نے ان کے سوا کسی دوسرے کو پسند نہیں کیا تو ان کے زمانے میں جب ارتداد وغیرہ کی آگ جلنا شروع ہوئی اللہ کی مدد ہوئی اور وہ سب ختم ہوگئی۔

وَاِذَا حَلَفْتَ عَلٰى يَمِيْنٍ: جب تم کسی بات پر قسم اٹھاؤ۔ مطلب یہ ہے کہ آدمی نے کسی کام کے بارے میں قسم کھائی کہ میں نہیں کروں گا مگر بعد میں اس نے اس کام کے کرنے میں بہتری کو پایا تو اب وہی کام کر لے اور پھر بعد میں اپنے قسم کا کفارہ ادا کر دے۔

قسم کا کفارہ

قسم کا کفارہ ایک غلام کو آزاد کرنا یا دس مسکینوں کو کھانا کھلانا یا دس مسکینوں کو کپڑا پہنانا اور جو ان سب کی طاقت نہ رکھتا ہو تو وہ تین دن کے روزے رکھ لے۔ [۳]

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب الایمان والنذور تحت باب الکفارة قبل الحنث وبعده وفی کتاب الاحکام تحت باب من لم یسال الامارة اعانه الله علیها. ومسلم فی کتاب الایمان تحت باب ندب من حلف یمینا فرای غیرها خیراً واحمد ۲۰۶۴۲/۷، وابوداؤد والترمذی والنسائی وابن حبان ٤٣٤٨ وهكذا فی البیهقی ۱۰/۱۰۰.

راوی حدیث حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات:

نام: عبدالرحمٰن، کنیت ابوسعید والد کا نام سمرہ تھا۔ اسلام: فتح مکہ کے دن مشرف باسلام ہوئے، زمانہ جاہلیت میں ان کا نام عبدالکعبۃ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بدل کر عبدالرحمٰن رکھ دیا۔ اسلام لانے کے بعد غزوہ تبوک میں شریک ہوئے (اصابہ ۱۶۱/۴)

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد جنگ جمل اور صفین کی لڑائیوں میں شریک ہوئے عبدالرحمٰن بن سمرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بے حد تواضع والے آدمی تھے بجستان سے لے کر غرناطہ تک کے علاقہ کے فتح ہونے میں ان کا بہت ہاتھ ہے اس کے باوجود بارش کے دنوں میں جھاڑو لے کر گلیاں صاف کرتے تھے۔ (اسد الغابۃ: ۲۲۸/۳)

وفات: آخر میں بجستان میں مقیم ہو گئے تھے یہاں ہی ۵۰ھ میں انتقال ہوا۔ (اصابہ: ۱۶۰/۴)

مرویات: ان سے ۱۴ روایات منقول ہیں۔ دو میں بخاری اور مسلم دونوں متفق ہیں ایک میں امام مسلم منفرد ہیں۔ (تہذیب الکمال ۲۲۸)

مزید حالات کے لئے: (۱) اصابہ: ۶۰/۴، (۲) طبقات ابن سعد ۱۰۱/۷، (۳) فتوح البلدان للبلاذری: ۴۰۱، (۴) اسد الغابۃ: ۳۶۶/۳، (۵) تہذیب الکمال ۲۲۸ وغیرہ ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) تکملہ فتح الملہم ۲۹۳/۳، نزہۃ المتقین ۴۸۰/۱
(۲) روضۃ المتقین ۲۱۲/۲

اے ابوذر! تم کمزور ہو

(٦٧٥) ﴿وَعَنْ أَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: "یَا أَبَا ذَرٍّ إِنِّیْ أَرَاکَ ضَعِیْفًا، وَإِنِّیْ أُحِبُّ لَکَ مَا أُحِبُّ لِنَفْسِیْ، لَاتَأَمَّرَنَّ عَلَی اثْنَیْنِ وَلَا تَوَلَّیَنَّ مَالَ یَتِیْمٍ﴾

(رواہ مسلم)

ترجمہ: ”حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اے ابوذر! میں تجھے کمزور دیکھتا ہوں اور میں تیرے لئے وہی پسند کرتا ہوں جو میں اپنے لئے پسند کرتا ہوں پس دو آدمیوں کا بھی امیر نہ بننا اور یتیم کے مال کا ذمہ دار نہ بننا۔“

لغات: ❖ لا تامرن: تَأَمَّرَ یَتَأَمَّرُ تَأَمُّرًا (تفعل) (س ک)

تشریح: یَا اَبَا ذَرٍّ اِنِّیْ اَرَاکَ ضَعِیْفًا: حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے زاہد اور قانع قسم کے صحابی تھے دنیاوی معاملات سے ان کو کوئی خاص دلچسپی نہیں تھی۔ اس وجہ سے آپ ﷺ نے ان کو یہ نصیحت فرمائی کہ حکومت کی ذمہ داریاں وہ شخص ادا کرسکتا ہے جو ان معاملات میں دلچسپی رکھتا ہو مگر جس کو ان دنیاوی امور سے نفرت ہو اور اس سے وہ دور بھاگتا ہو تو وہ ان ذمہ داریوں کو کیسے ادا کرسکے گا؟[۱] اس سے معلوم ہوا کہ ایسا آدمی جو ذمہ داریوں سے نقصان پہنچانے کا ارادہ نہ بھی رکھتا ہو مگر وہ ادا نہ کرسکتا ہو تو اس کو بھی ذمہ داریاں قبول نہیں کرنی چاہئے۔

نیز اس حدیث بالا سے یہ بات بھی معلوم ہوئی جو آدمی جس کام کے لائق ہو اس کو وہی کام سونپنا چاہئے اور اس کا لائق نہ ہو تو اس کو وہ ذمہ داری سونپنا نہیں چاہئیں۔[۲]

تخریج حدیث: اخرجہ مسلم فی کتاب الامارۃ تحت باب کراھیۃ الامارۃ بغیر ضرورۃ وابوداؤد والنسائی وابن حبان ٥٥٦٤ وھکذا فی البیھقی ١٢٩/٣.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۶۱) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔
(۱) روضۃ المتقین ۲۱۳ (۲) روضۃ المتقین ۲۱۳

امارت قیامت کے دن ندامت کا باعث ہوگی

(٦٧٦) ﴿وَعَنْهُ قَالَ: قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَلَا تَسْتَعْمِلُنِيْ؟ فَضَرَبَ بِيَدِهٖ عَلٰى مَنْكِبِيْ ثُمَّ قَالَ: "يَا اَبَا ذَرٍّ إِنَّكَ ضَعِيْفٌ وَإِنَّهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ خِزْيٌ وَنَدَامَةٌ، إِلَّا مَنْ أَخَذَهَا بِحَقِّهَا، وَأَدَّى الَّذِيْ عَلَيْهِ فِيْهَا﴾

(رواہ مسلم)

ترجمہ: ''حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ مجھے کسی جگہ کا گورنر کیوں نہیں بنا دیتے؟ آپ نے میرے کندھے پر ہاتھ مارا اور فرمایا: اے ابوذر! تم کمزور ہو اور یہ منصب ایک امانت ہے یہ قیامت والے دن رسوائی اور ندامت ہوگی۔ سوائے اس شخص کے جو اسے حق کے ساتھ حاصل کرے اور ان ذمہ داریوں کو پورا کرے جو اس پر عائد ہوتی ہیں۔''

لغات: ❖ خزی: (س ض) ذلت و رسوائی، عذاب، دوری خزہ نصر سے غالب آنا، سیاست کرنا خزی سمع سے ذلیل ہونا۔ خَزِیَ ضرب سے شرمندگی میں ڈالنا۔

تشریح: يَا اَبَا ذَرٍّ اِنَّکَ ضَعِيْفٌ: اے ابوذر تم کمزور ہو۔ اسکا مطلب پہلے گزر چکا ہے کہ حضرت ابوذر کو دنیاوی معاملات سے کوئی دلچسپی نہیں تھی وہ زاہد عن الدنیا تھے۔ (۱)

اِلَّا مَنْ اَخَذَهَا بِحَقِّهَا وَاَدَّى الَّذِىْ عَلَيْهِ فِيْهَا: جو اس کو حق کے ساتھ حاصل کرے اور اس کی ذمہ داریوں کو پورا کرے۔

امیر کے لئے دو اہم شرطیں

محدثین فرماتے ہیں کہ حدیث بالا میں حاکم اور امیر کے لئے دو شرطیں بیان ہو رہی ہیں:

1. منصب کی اہلیت۔
2. اس منصب کی ذمہ داریوں کی ادائیگی کی استعداد و قوت۔

مطلب یہ ہے کہ آدمی کسی بھی منصب پر فائز ہو تو ایک طرف یہ ہے کہ اس کے حق کو یعنی اس چیز کو اچھی طرح جانتا بھی ہو دوسری طرف یہ بھی ضروری ہے کہ اس میں اس بات کی استعداد بھی ہو کہ وہ اپنی ذمہ داری پوری بھی کرتا ہو (۲) اسی کو قرآن میں "اِنَّهٗ لَقَوِیٌّ اَمِيْنٌ" کہا گیا ہے کہ شعیب علیہ السلام کی صاحبزادی نے موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کہا کہ وہ آدمی قوی بھی ہے اور دیانت دار بھی۔ یعنی اس کام کو پوری ذمہ داری کے ساتھ ادا کرنے والا بھی خیانت نہیں کرے گا۔

علماء فرماتے ہیں ان دو شرطوں کے بغیر کسی عہدے کو لینا یا دینا یہ خیانت ہے جس کی سخت سزا قیامت کے دن ملے گی (۳)

علامہ نووی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حکومت اور سیادت سے دور رہنے اور اس سے پرہیز کرنے کے بارے میں حدیث عظیم العمل اور سب سے بڑی رہنمائی کرنے والی ہے خاص کر کے جس کے اندر اس کی اہلیت نہ ہو۔(۴)

تخریج حدیث: اخرجه مسلم فی کتاب الامارة تحت باب کراهية الامارة بغير ضرورة.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۶۱) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) دلیل الفالحین ۱۴۲/۳ (۲) دلیل الطالبین ۵۶۹/۱

(۳) روضۃ المتقین ۲۱۴/۲

(۴) شرح مسلم للنوی رحمہ اللہ تعالیٰ

آپ ﷺ کی ایک پیشین گوئی

(٦٧٧) ﴿وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِنَّكُمْ سَتَحْرِصُوْنَ عَلَى الْإِمَارَةِ، وَسَتَكُوْنُ نَدَامَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ﴾ (رواه البخاری)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم عنقریب امارت کی لالچ کرو گے لیکن امارت قیامت کے دن ندامت کا باعث ہوگی۔''

لغات: ❖ سَتَحْرِصون: حَرَصَ يَحْرِصُ حِرْصًا (ض س) لالچ کرنا۔ ندامة: نَدِمَ يَنْدَمُ نَدَمًا وَّنَدَامَةً (س) پشیمان ہونا، شرمندہ ہونا۔

تشریح: نبی کریم ﷺ کی یہ پیشین گوئی کہ میرے دنیا سے جانے کے بعد نااہل لوگ امارت کی خواہش کریں گے (۱) سیاست نہ ہونے کی وجہ سے وہ اس عظیم منصب میں کوتاہیاں کریں گے جس میں وہ عنداللہ مجرم ہوں گے اور روز قیامت میں وہ نادم ہوں گے مگر وہاں افسوس کے سوا کوئی فائدہ نہیں ہوگا اس لئے نااہل لوگوں کو آپ ﷺ نے دنیا میں ہی متنبہ فرمایا ہے۔ مرد دانا کے لئے مناسب نہیں کہ چند روزہ دنیا کی لذت کے حصول کی خواہش اور کوشش کرے جس کا انجام ہمشیہ کی حسرت وغم ہو۔

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب الاحکام تحت باب مایکره من الحرص علی الامارة وکذا أخرجه احمد ٣/٩٧٩٨ والنسائی وابن حبان ٤٤٨٢ وهکذا فی البیهقی ٣/١٢٩.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ (عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) روضۃ المتقین ۲۱۴/۲

(۸۲) بَابُ حَثِّ السُّلْطَانِ وَالْقَاضِيْ وَغَيْرِهِمَا مِنْ وُّلَاةِ الْأُمُوْرِ عَلٰى اِتِّخَاذِ وَزِيْرٍ صَالِحٍ وَتَحْذِيْرِهِمْ مِنْ قُرَنَاءِ السُّوْءِ وَالْقُبُوْلِ مِنْهُمْ

امیر قاضی اور دیگر حکام کو نیک وزیر مقرر کرنے کی ترغیب اور برے ہم نشینوں سے ڈرانے اور ان کی باتوں کو قبول نہ کرنے کا بیان

دوستی اللہ کے لئے کرنے کی فضیلت

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿اَلْاَخِلَّاءُ يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ إِلَّا الْمُتَّقِيْنَ﴾ (سورة الزخرف: ٦٧)

ترجمہ: ''اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ......اس دن دوست ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے سوائے پرہیز گاروں کے۔''

تشریح: آیت بالا میں اللہ کے لئے دوستی کرنے کی ترغیب دی جارہی ہے ایک روایت میں آتا ہے کہ میدان حشر میں آپس میں اللہ کے لئے محبت کرنے والے اللہ کے عرش کے سایہ کے نیچے ہوں گے۔

دو مؤمن اور دو کافر دوستوں کا عبرتناک واقعہ

علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہاں پر ایک عجیب واقعہ نقل کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ دو دوست مؤمن تھے اور دو ہی دوست کافر تھے۔ مؤمن دوستوں میں سے ایک کا انتقال ہو گیا تو اس کو جنت کی خوشخبری سنائی گئی تو اس دوست نے اپنے دنیاوی دوست کے لئے دعا کی۔ اے اللہ! فلاں میرا دوست مجھے آپ کی اور آپ کے رسول کی اطاعت کی تاکید کرتا تھا، بھلائی کا حکم کرتا اور برائی سے روکتا تھا۔ اے اللہ! اس کو میرے بعد گمراہ نہ کرنا تاکہ وہ بھی جنت میں وہ مناظر دیکھے جو آپ نے مجھے دکھائے ہیں۔ آپ اس سے بھی ایسے راضی ہو جائیں جیسے کہ آپ مجھ سے ہوئے ہیں۔

پھر جب دوسرے دوست کا انتقال ہوا اور دونوں کی ارواح جمع ہوئیں تو اللہ جل شانہ نے ان سے فرمایا کہ تم میں سے ہر ایک دوسرے کی تعریف کرے تو ان میں سے ہر ایک دوسرے کے بارے میں کہنے لگا کہ بہترین بھائی۔ بہترین ساتھی اور بہترین دوست ہے۔

اس کے برعکس جب ان دو کافروں میں سے ایک کا انتقال ہوا اور اس کو معلوم ہوا کہ مجھے جہنم میں ڈالا جائے گا تو اب اس کو اپنا دوست یاد آیا اس وقت یہ دعا کی اے اللہ! میرا فلاں دوست مجھے آپ کی اور آپ کے رسول کی نافرمانی کرنے کا حکم کرتا

تھا برائی کی تاکید اور بھلائی سے روکتا تھا اور مجھ سے کہتا تھا کہ آخرت میں کوئی اللہ کے سامنے پیش ہونا نہیں ہے اے اللہ! اس کو ہدایت نہ دینا تاکہ وہ بھی جہنم میں یہی مناظر دیکھے اور آپ اس سے بھی اس طرح ناراض ہوں جس طرح آپ مجھ سے ناراض ہوئے ہیں۔ پھر جب دوسرے کافر دوست کا بھی انتقال ہو گیا اور ان کی روحیں آپس میں جمع ہوئیں ان سے کہا گیا کہ اپنے ساتھی کی تعریف کرے تو ان میں سے ہر ایک نے دوسرے کے بارے میں کہا کہ بدترین بھائی، بدترین ساتھی اور بدترین دوست ہے۔ (۱)

(۱) ابن کثیر ۴/۱۴۴ بحوالہ مصنف عبدالرزاق وابن ابی حاتم

حاکم کے دوسوت ہوتے ہیں

(٦٧٨) ﴿وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ وَاَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَا بَعَثَ اللّٰهُ مِنْ نَبِیٍّ، وَلَا اِسْتَخْلَفَ مِنْ خَلِیْفَةٍ إِلَّا كَانَتْ لَهٗ بِطَانَتَانِ، بِطَانَةٌ تَأْمُرُهٗ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَحُضُّهٗ عَلَیْهِ، وَبِطَانَةٌ تَأْمُرُهٗ بِالشَّرِّ وَتَحُضُّهٗ عَلَیْهِ، وَالْمَعْصُوْمُ مَنْ عَصَمَ اللّٰهُ﴾ (رواہ البخاری)

ترجمہ: ''حضرت ابوسعید اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے جو بھی نبی بھیجا اور اس کے بعد جس کو بھی خلیفہ بنایا تو اس کے دو رفیق ہوتے تھے ایک رفیق اس کو نیکی کا حکم دیتا رہتا تھا اور اس پر رغبت دلاتا رہتا تھا اور دوسرا رفیق اس کو برائی کا حکم دیتا اور اس پر رغبت دلاتا تھا اور گناہوں سے تو وہی آدمی محفوظ رہ سکتا ہے جس کو اللہ بچائے۔'' (بخاری)

لغات: ❖ بطانة: اہل وعیال، خاص لوگ جمع بَطَائِنُ تَحُضُّهٗ حَضَّ یَحُضُّ حَضًّا اکسانا، برانگیختہ کرنا۔ از باب نصر وغیرہ۔

تشریح: بِطَانَتَانِ: دو چھپے رفیق ہوتے تھے ان دو سے مراد ایک فرشتہ اور دوسرا شیطان ہیں یہ دونوں ہی چھپے ہوتے ہیں فرشتہ تو اچھے کاموں کی طرف رہنمائی کرتا ہے جب کہ شیطان برے کام کی طرف اکساتا ہے (۱) یا دو رفیق سے مراد وزیر ہیں کہ جو ہر وقت حاکم اور امیر کے ساتھ ساتھ رہتے ہیں ان وزیروں میں بعض اچھے کاموں کی طرف اور بعض برے کاموں کی طرف ہدایت کرتے ہیں (۲) نیز حدیث بالا میں اس بات کی ترغیب بھی ہے کہ امیر اور حاکم اپنے اچھے وزیر رکھیں جو ان کو اچھے کاموں کی طرف رہنمائی کرتے ہوں۔

وَالْمَعْصُوْمُ مَنْ عَصَمَ اللّٰهُ: معصوم تو وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے گناہوں سے محفوظ رکھا۔

معصوم سے مراد صرف انبیاء علیہم السلام ہیں مگر خلفاء راشدین اور بعض دوسرے خلفاء اور امراء جن کو اللہ تعالیٰ نے شیطان کے شر وفتنہ سے محفوظ رکھا کہ ان سے گناہ ہو جاتے ہیں مگر توبہ کر لیتے ہیں اللہ معاف فرما دیتے ہیں نیز اس جملہ میں اشارہ ہے

کہ حاکم اللہ اور اس کے رسول کے احکام کے تابع ہو کر چلے کیونکہ اسی میں اس کی عصمت کی ضمانت ہے۔ اور اسی سے وہ برے لوگوں اور ان کی شرارتوں سے محفوظ رہ سکے گا۔

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب القدر تحت باب المعصوم من عصم الله و کتاب الاحکام باب طاعة الامام واهل مشورته واحمد ٤/١١٣٤٢ والنسائی وابن حبان ٦١٩٢ وهکذا فی البیهقی ١١١/١٠.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوسعید (الخدری) کے حالات حدیث نمبر (۲۰) کے ضمن میں اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) روضۃ المتقین ۲/۲۱۶

(۲) مرقاۃ تعلیق الصبیح وہکذا فی مظاہر حق ۳/۲۷۲

اچھے اور برے حاکم کی نشانی

(٦٧٩) ﴿وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "إِذَا أَرَادَ اللّٰهُ بِالْأَمِيْرِ خَيْرًا، جَعَلَ لَهُ وَزِيْرَ صِدْقٍ، إِنْ نَسِيَ ذَكَّرَهُ، وَإِنْ ذَكَرَ أَعَانَهُ، وَإِذَا أَرَادَ بِهِ غَيْرَ ذٰلِكَ جَعَلَ لَهُ وَزِيْرَ سُوْءٍ، إِنْ نَسِيَ لَمْ يُذَكِّرْهُ، وَإِنْ ذَكَرَ لَمْ يُعِنْهُ﴾ (رواه ابوداود باسناد جيد على شرط مسلم)

ترجمہ: ''حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کسی حاکم کے ساتھ بھلائی کا معاملہ فرماتے ہیں تو اس کے لئے سچا وزیر عطا فرما دیتے ہیں وہ اگر بھولتا ہے تو وہ اس کو یاد دلا دیتا ہے اور اگر اس کو وہ بات یاد رہتی ہے تو وہ اس کی مدد کرتا ہے۔''

اور جب کسی حاکم کے ساتھ اللہ تعالیٰ شر کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس کو ایسا وزیر عطا فرماتے ہیں کہ اگر وہ بھول جائے تو اس کو یاد دہانی نہیں کرواتا اور اگر یاد ہو تو اس کی مدد بھی نہیں کرتا۔ (ابوداؤد نے سند جید کے ساتھ اور صحیح مسلم کے شرط کے مطابق اس روایت کو نقل کیا ہے)۔

لغات: ❖ ذکرہ: ذَكَّرَ يُذَكِّرُ تَذْكِيْرًا یاد دلانا، وعظ کرنا۔ اور باب نصر سے یاد کرنا۔ وزیر امور سلطنت میں بادشاہ کا مدد گار جمع وزراء از باب حسب۔

تشریح: اس حدیث میں اللہ کے پسندیدہ حاکم اور ناپسندیدہ حاکم کی علامت بیان کی جا رہی ہے۔ پسندیدہ وہ ہے جس کے وزیر اچھے ہوں حاکم کو اچھی بات کرنے کا مشورہ دیتے ہوں اور بھول جانے پر یاد دلاتے ہوں۔ ناپسندیدہ حاکم وہ ہے کہ اس کے وزیر اس کو نہ صحیح مشورہ دیتے ہوں اور نہ صحیح کام کرنے دیتے ہوں۔

حدیث بالا میں ترغیب ہے کہ حاکم اور امیر اپنے وزراء اصحاب ایمان وتقوی کو بنائیں تا کہ وہ اس کو صحیح مشورہ دیتے رہیں اور برے کام کرنے سے روکتے رہیں اگر اس طرح کے وزراء نہیں ہوں گے تو وہ اس حاکم کو شر وفساد کا ہی مشورہ دیں گے جس کی وجہ سے یہ حکومت ان کے لئے ندامت کا ذریعہ بن جائے گی۔

تخریج حدیث: اخرجه ابوداود فی کتاب الامارة اتخاذ الوزیر واخرجه النسائی مختصراً.

نوٹ: راویہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مختصر حالات حدیث نمبر (۲) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۸۳) بَابُ النَّهْيِ عَنْ تَوْلِيَةِ الْإِمَارَةِ وَالْقَضَاءِ وَغَيْرِهِمَا مِنَ الْوِلَايَاتِ لِمَنْ سَأَلَهَا أَوْ حَرَصَ عَلَيْهَا فَعَرَّضَ بِهَا

امارت قضاء اور دیگر عہدے ان لوگوں کو نہ دیئے جائیں جو ان عہدوں کی خواہش کریں اور ان عہدوں کا مطالبہ کریں

سوال کرنے والے کو عہدہ نہیں دیا جائے گا

(۶۸۰) ﴿وَعَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا وَرَجُلَانِ مِنْ بَنِي عَمِّي، فَقَالَ أَحَدُهُمَا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَمِّرْنَا عَلَى بَعْضِ مَا وَلَّاكَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ، وَقَالَ الْآخَرُ مِثْلَ ذٰلِكَ، فَقَالَ: "إِنَّا وَاللّٰهِ لَا نُوَلِّي هٰذَا الْعَمَلَ أَحَدًا سَأَلَهُ، أَوْ أَحَدًا حَرَصَ عَلَيْهِ﴾

(متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں اور میرے دو چچازاد نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے دونوں میں سے ایک نے عرض کیا کہ جن علاقوں پر اللہ نے آپ کو حاکم بنایا ہے ان میں سے کسی علاقے کا مجھے بھی گورنر بنا دیں۔ دوسرے آدمی نے بھی اسی طرح عرض کیا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: خدا کی قسم ہم اس آدمی کو کوئی عہدہ حوالے نہیں کرتے جو اس کا سوال یا اس کی لالچ رکھے۔''

لغات: ❖ امرنا: أَمَّرَ يُؤَمِّرُ تَأْمِيْرٌ (س ک) سے آتا ہے امیر و حاکم بنانا اور نصر سے حکم کرنا۔ نولی: وَلّٰی يُوَلِّيْ تَوْلِيَةً تفعیل والی بنانا۔ ضرب سے قریب ہونا۔ سمع سے والی ہونا۔

تشریح: اَنَا وَرَجُلَانِ مِنْ بَنِیْ عَمِّیْ: میں میرے دو چچا زاد بھائی۔ ایک دوسری روایت میں آتا ہے "ومعی رجلان من الاشعریین"[1] کہ میرے ساتھ دو آدمی قبیلہ اشعری کے آپ کے پاس آئے۔

مطلب یہ ہے کہ جو شخص بھی کسی عہدہ ومنصب کا لالچی ہو تو اگر وہ اس منصب کو حاصل کر لے گا تو وہ اس منصب کو اپنی ذات کے مفاد میں استعمال کرے گا جس سے عام لوگوں کے مفادات کو نقصان پہنچے گا جب کہ منصب کا مقصد تو عام لوگوں کو فائدہ پہنچانا ہوتا ہے۔[2]

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب الاحکام تحت باب ما یکره من الحرص علی الامارة وفی کتاب المرتدین تحت باب حکم المرتد والمرتدة ومسلم فی کتاب الامارة تحت باب النهی عن طلب الامارة والحرص علیها.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۸) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) بخاری ومسلم

(۲) دلیل الطالبین ۱/۵۷۲

کتاب الادب

(۸۴) بَابُ الْحَیَاءِ وَفَضْلِهٖ وَالْحَثِّ عَلَی التَّخَلُّقِ بِهٖ

حیا اور اس کی فضیلت اور حیا اختیار کرنے کی ترغیب کا بیان

حیا وشرم ایمان کا حصہ ہے

(۶۸۱) ﴿عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلٰی رَجُلٍ مِنَ الْاَنْصَارِ وَهُوَ یَعِظُ أَخَاهُ فِی الْحَیَاءِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "دَعْهُ فَإِنَّ الْحَیَاءَ مِنَ الْاِیْمَانِ"﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: "حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک انصاری آدمی کے پاس سے گزرے جو اپنے بھائی کو شرم وحیا کرنے کے بارے میں نصیحت کر رہا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس کو چھوڑ دے یقیناً شرم وحیا کرنا تو ایمان کا حصہ ہے۔" (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ دعه: فتح سے بمعنی چھوڑنا اَوْدَعَ مَالًا عِنْدَهٗ امانت رکھنا۔ وَدَّعَهٗ رخصت کرنا۔ واَدَعَهٗ صلح کرنا الودیعة امانت جمع وَدَائِعُ.

تشریح: مَرَّ عَلٰی رَجُلٍ مِنَ الْاَنْصَارِ: آپ انصار کے ایک شخص کے پاس سے گزرے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ باوجود کوشش کے اس انصاری کا جو اپنے بھائی کو نصیحت کر رہا ہے اور جو سن رہا ہے نام معلوم نہ ہوسکا۔ (۱)

دَعْهُ فَاِنَّ الْحَیَاءَ مِنَ الْاِیْمَانِ: آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کو چھوڑ دو کیونکہ حیا تو ایمان کا حصہ ہے۔ یہ حیا اگرچہ ایک فطری وصف ہے یعنی بہت سے لوگ پیدائشی طور پر شرمیلے ہوتے ہیں تاہم ان کی اگر تربیت کی جائے اور ان کا رخ نیکیوں کی طرف موڑ دیا جائے تو شرم وحیا کے جذبے میں مزید اضافہ بھی ہو جاتا ہے اور یہی اسلام میں مطلوب ہے۔

اس میں اس بات کا جواب بھی ہو چکا کہ حیا تو ایک فطری چیز ہے فطری چیز تو غیر اختیاری ہے تو اس پر اجر کیونکر ملتا ہے تو اس کا جواب یہ آگیا کہ جو فطری حیا ہے وہ مراد نہیں بلکہ اس فطری حیا کو موڑ کر مزید اضافہ کر کے اختیاری بنایا جائے اس کو ایمان کا جزء کہا گیا ہے۔

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب الایمان تحت باب الحیاء من الایمان وفی کتاب الادب تحت باب الحیاء ومسلم فی کتاب الایمان باب شعب الایمان واخرجه مالک فی موطاه واحمد ۲/۴٥٥٤، ابوداود والترمذی وابن ماجه حبان ٦١٠ والنسائی.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۲) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) فتح الباری ۱/۷۴

حیا وشرم میں خیر ہی خیر ہے

(٦٨٢) ﴿وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اَلْحَيَاءُ لَا يَأْتِيْ إِلَّا بِخَيْرٍ﴾ (متفق علیه)

وفی روایة لمسلم: "اَلْحَيَاءُ خَيْرٌ كُلُّهٗ" أَوْ قَالَ: "اَلْحَيَاءُ كُلُّهٗ خَيْرٌ.

ترجمہ: "حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: شرم وحیا خیر ہی لاتی ہے۔ (بخاری ومسلم) مسلم کی روایت میں ہے حیا تو ساری کی ساری خیر ہی خیر ہے۔"

لغات: ❖ لا یاتی: اَتٰی یَاْتِیْ اِتْیَانًا ضرب سے آنا۔ افعال سے۔ ایتاء دینا۔ اور تفعل سے تَاَتِّیًا پانی بہنے کے لئے راستہ نکال دینا مفاعلہ سے مواُتاۃً موافقت کرنا۔

تشریح: حدیث بالا کا مطلب یہ ہے کہ حیا انسان کو اللہ کی نافرمانی بداخلاقی اور دیگر برائیوں سے روکتی ہے اس وجہ سے حیا

کو خیر کہا گیا۔ ایک شاعر نے اس کو کیا خوب کہا ہے ؎

❶ اذا لم تخش عاقبة الليالى	ولم تستحى فاصنع ما تشاء
❷ فلا والله ما فى العيش خير	ولا الدنيا اذا ذهب الحياء
❸ يعيش المرء ما استحيى بخير	ويبقى العود ما بقى اللحاء

ترجمہ: ❶ اگر تو راتوں کے انجام سے نہیں ڈرتا اور حیا نہیں کرتا تو پھر جو مرضی آئے کر۔

ترجمہ: ❷ خدا کی قسم زندگی میں کوئی خیر نہیں نہ دنیا میں جب کہ اس سے حیا ختم ہو جائے۔

ترجمہ: ❸ جب تک آدمی شرم سے کام لیتا ہے تو خیریت کی زندگی گزارتا ہے شاخ کی زندگی اس وقت تک ہے جب تک اس پر چھال باقی ہو۔

سوال: حدیث بالا میں حیا کو خیر کہا گیا ہے مگر بسا اوقات آدمی حیا کی وجہ سے دین کے کام سے رک جاتا ہے مثلاً امر بالمعروف ونہی عن المنکر میں یہ حیا بسا اوقات مخل ہوتی ہے۔

جواب: جو حیا دین کے کام سے مخل ہو تو وہ حیا نہیں بلکہ اس کو عجز اور بزدلی کہتے ہیں۔ (۱)

تخریج حدیث: اخرجه البخارى فى كتاب الادب تحت باب الحياء ومسلم فى كتاب الايمان تحت باب شعب الايمان وهكذا فى ابى داؤد.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۲۲) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) مظاہر حق ۴/۶۰۸

ایمان کی ستر سے اوپر شاخیں ہیں

(٦٨٣) ﴿وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اَلْاِيْمَانُ بِضْعٌ وَّسَبْعُوْنَ، اَوْ بِضْعٌ وَسِتُّوْنَ شُعْبَةً، فَاَفْضَلُهَا قَوْلُ لاَ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَاَدْنَاهَا اِمَاطَةُ الْاَذٰى عَنِ الطَّرِيْقِ، وَالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِنَ الْاِيْمَانِ﴾ (متفق عليه)

"البضع" بكسر الباء، ويجوز فتحها، وهو من الثلاثة الى العشرة. "والشعبة" القطعة والخَصْلَةُ. "الاِ مَاطَة" الا زالة "والاذى" ما يوذى كحجر وشوكٍ وطينٍ ورمادٍ وقذرٍ ونحو ذلك.

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایمان کی کچھ اوپر ستر یا

کچھ اوپر ساٹھ شاخیں ہیں۔ ان میں سے سب سے افضل لا الہ الا اللہ کا کہنا ہے اور سب سے ادنی راستے سے تکلیف دہ چیز کا ہٹا دینا اور ''حیا'' بھی ایمان کی ایک شاخ ہے۔''

البضع با پر زیر اور زبر دونوں طرح پڑھنا جائز ہے۔ تین سے دس تک عدد کے لئے اس کا استعمال ہوتا ہے۔ شعبة بمعنی شاخ اور خصلت کے آتا ہے۔ اماطة کے معنی ہیں دور کر دینا۔ ہٹا دینا۔ اذی تکلیف دہ چیز جیسے پتھر کانٹا، مٹی، راکھ۔ گندگی اور اسی قسم کی اور چیزیں۔

لغات: ❖ اماطة: باب افعال سے بمعنی دور کرنا و ہٹانا۔ مَاطَ يَمِيطُ مَيْطًا ضرب سے عن كذا جدا ہونا، دور ہونا۔

تشریح: بضع: "بضع" کا اطلاق بعض کے نزدیک تین سے دس یا تین اور نو کے درمیانی عدد پر یا سات پر یا دو سے دس تک پر ہوتا ہے (۲)

اختلاف روایت: "بضع وسبعون او بضع وستون" اور بعض روایات میں صرف سبعون اور بعض میں صرف ستون بھی آتا ہے۔ علماء فرماتے ہیں مراد ان تمام عدد سے کثرت ہے۔ (۳)

یا ابتدا میں آپ نے ساٹھ بتائے پھر مسلسل اضافہ کرتے رہے۔ "شعبة" کہ یہ ایمان کا ایک بڑا حصہ ہے۔

حدیث کی جامعیت

اس حدیث کی مختلف توجیہات ہیں کہ اس حدیث نے اپنے اندر پورے دین کو گھیرا ہوا ہے مثلاً:

1. **افضلها قول لا اله الا الله**: اس میں ایمان اور "ادناها ما اطاة الاذى" میں اسلام اور "الحياء شعبة من الايمان" میں احسان آگیا۔ تو یہ حدیث پورے دین کو جامع ہے۔
2. بعض فرماتے ہیں "افضلها" میں تمام قولی عبادات اور "اماطة الاذى" میں تمام فعلی عبادات شامل ہیں اور دین میں قولی اور فعلی ہی عبادات ہیں۔
3. بعض یہ توجیہ کرتے ہیں کہ "افضلها" سے مراد فعلی عبادات اور "اماطة الاذى" سے مرادتر کی عبادات ہیں۔
4. یا "افضلها" سے مراد حقوق اللہ اور "اماطة الاذى" سے حقوق العباد مراد ہیں۔

ایک سوال اور اس کے دو جوابات

الحياء شعبة من الايمان: اور حیا بھی ایمان کی ایک شاخ ہے۔

سوال: ایمان میں حیا بھی داخل ہے تو اس کو الگ کیوں بیان کیا؟

پہلا جواب: اگرچہ حیا داخل ہے مگر اس کی اہمیت کے پیش نظر کہ اس سے آدمی گناہوں سے بچ جاتا ہے الگ بیان کیا جا رہا ہے۔

دوسرا جواب: ایمان سے بھی آدمی گناہوں سے رکتا ہے اس طرح حیا سے بھی آدمی گناہوں سے رکتا ہے اس وجہ سے حیا کو بھی ایمان کی طرح الگ بیان کیا جا رہا ہے۔

تخریج حدیث: سبق تخریجه فی باب الدلالة علی کثرة طرق الخیر.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابو ہریرہ (عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) یہ حدیث پہلے "باب الدلالة علی کثرة طرق الخیر" میں گزر چکی ہے

(۲) مرقاۃ ۱/۶۹

(۳) عمدۃ القاری ۱/۱۲۷

آپ ﷺ کنواری لڑکی سے بھی زیادہ حیا والے تھے

(٦٨٤) ﴿وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ أَشَدَّ حَیَاءً مِنَ الْعَذْرَاءِ فِیْ خِدْرِهَا، وَإِذَا رَأٰی شَیْئًا یَکْرَهُهٗ، عَرَفْنَاهُ فِیْ وَجْهِهٖ﴾ (متفق علیه)

"قَالَ الْعُلَمَاءُ: حَقِیْقَةُ الْحَیَاءِ خُلُقٌ یَبْعَثُ عَلٰی تَرْکِ الْقَبِیْحِ، وَیَمْنَعُ مِنَ التَّقْصِیْرِ فِیْ حَقِّ ذِی الْحَقِّ. وَرَوَیْنَا عَنْ اَبِی الْقَاسِمِ الْجُنَیْدِ رَحِمَهُ اللّٰهُ قَالَ: اَلْحَیَاءُ رُؤْیَةُ الآلاءِ أیْ: اَلنِّعَمِ. وَرُؤْیَةُ التَّقْصِیْرِ، فَیَتَوَلَّدُ بَیْنَهُمَا حَالَةٌ تُسَمّٰی حَیَاءً".

ترجمہ: ''حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ ایک کنواری لڑکی سے بھی زیادہ حیا والے تھے جو شرم و حیا کے پیش نظر پردے میں رہتی ہے جب آپ کسی چیز کو ناپسند سمجھتے، تو ہم اس کی ناگواری کے اثرات کو آپ ﷺ کے چہرۂ انور سے پہچان لیتے۔'' (بخاری ومسلم)

علماء فرماتے ہیں کہ حقیقت میں حیا ایسے کردار کا نام ہے جو قبیح چیزوں کے چھوڑنے پر آمادہ کرے اور صاحب حق کو حق پہنچانے میں سرزد ہونے والی کمی وکوتاہی سے روکے۔ ہم نے ابوالقاسم جنید سے نقل کیا ہے کہ ایک طرف نعمتوں کو دیکھنا اور اس کے مقابل کوتاہیوں کو دیکھ لینا چنانچہ ان دونوں کے درمیان پیدا ہونے والی حالت کو حیا کہتے ہیں۔

لغات: ❖ العذراء: باکرہ، درنا سفہ جمع عذارا ای عَذَارِیْ عَذْرَا وَات اور یہ لقب ہے سیدہ مریم علیہا السلام کا ضرب سے گناہ زیادہ ہونا۔ عَذَرَ الْغُلَامَ لڑکے کے ختنہ کرنا۔

تشریح: کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَشَدَّ حَیَاءً مِنَ الْعَذْرَاءِ: آپ کنواری لڑکی سے زیادہ حیا والے تھے۔

اس میں آپ کے کمال حیا وشرم کو بیان کیا جا رہا ہے کہ ایک تو عورتوں میں حیا زیادہ ہوتی ہے اور خاص کر کے کنواری عورت تو حیا وشرم کا پیکر ہوتی ہے مگر آپ ﷺ اس سے بھی زیادہ حیا وشرم والے تھے۔

حَقِيقَةُ الْحَيَاءِ: یہاں سے امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جنید رحمہ اللہ تعالیٰ سے حیا کی تعریف کی ہے۔

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب الادب تحت باب من لم یواجه الناس بالاعتاب وباب الحیا وفی کتاب المناقب. ومسلم فی کتاب الفضائل تحت باب کثرة حیائه صلی الله علیه وسلم وابن ماجه ایضاً.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۲۰) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) روضۃ المتقین ۲/۲۲۱

(۸۵) بَابُ حِفْظِ السِّرِّ

رازوں کی حفاظت کے بیان میں

قیامت کے دن عہد کے بارے میں بھی سوال ہوگا

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿اَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا﴾ (سورة الاسراء: ٣٤)

ترجمہ: ”اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: عہد کو پورا کرو بے شک عہد کے بارے میں ضرور پوچھا جائے گا۔“

تشریح: آیت بالا میں عہد کو پورا کرنے کی ترغیب ہے۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ عہد کی دو قسمیں ہیں۔

❶ بندے اور اللہ کے درمیان میں جیسے ازل میں بندوں کا عہد ”اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰی“ اسی طرح کلمہ شہادت ”لا الٰہ الا اللّٰہ“ کے ذریعہ جو عہد ہے یعنی اللہ کے احکامات کو ماننے اور اس کے مطابق زندگی گزارنے کا عہد۔ اس عہد کو پورا کرنا واجب اور فرض ہے۔

❷ جو انسان کسی انسان سے کرتا ہے اس میں تمام معاہدات، تجارتی معاملات سب شامل ہیں یہ اگر شریعت کے مطابق ہیں تو پورا کرنا ضروری ہے اور اگر خلاف شرع ہو تو اب دوسرے فریق کو بتا کر معاملہ ختم کر دینا چاہئے۔

اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا: جہاں قیامت میں فرائض اور واجبات کا سوال ہوگا تو اسی طرح یہ عہد جن کا ذکر اوپر ہوا خواہ وہ بندے اور اللہ کے درمیان والا ہو یا انسان کا انسان کے متعلق ہو، اس کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔

(۱) معارف القرآن

رات کی باتیں دن میں کرنا حرام ہے

(٦٨٥) ﴿وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: ”إِنَّ مِنْ أَشَرِّ النَّاسِ عِنْدَاللّٰهِ مَنْزِلَةً یَوْمَ الْقِیَامَةِ اَلرَّجُلُ یُفْضِیْ إِلَی الْمَرْأَةِ وَتُفْضِیْ إِلَیْهِ ثُمَّ یَنْشُرُ سِرَّهَا﴾

(رواہ مسلم)

ترجمہ: ”حضرت ابوسعید الخذری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ کے ہاں سب سے بدتر مرتبے والا وہ شخص ہوگا جو اپنی عورت سے مباشرت کرے اور وہ اس کے ساتھ مباشرت کرے پھر وہ راز کو پھیلائے۔“

لغات: ❖ اشر: صیغۂ اسم تفضیل ہمزہ کو کثرت استعمال کی وجہ سے حذف کر دیا جاتا ہے۔ یہ ہر قسم کی برائی اور خطا کے لئے استعمال ہوتا ہے جمع ”شرار واَشرار“ آتی ہے۔

تشریح: یُفْضِیْ اِلَی الْمَرْأَةِ: مرد بیوی سے مباشرت کرے۔ مطلب حدیث پاک کا یہ ہے کہ رات میں مرد نے اپنی بیوی سے مباشرت (جماع) کی تو صبح کے وقت مرد یا عورت اس کو اپنے دوستوں کے درمیان بیان کرے تو حدیث بالا میں اس کو بڑا گناہ بتایا جا رہا ہے اس سے اجتناب ضروری ہے۔ (۱)

خلوت اور تنہائی کا یہ معاملہ یا اسی طرح آپس کی محبت کی باتیں یہ ایک امانت اور راز ہے جو میاں بیوی کے درمیان ہی اچھا لگتا ہے کسی تیسرے آدمی کا اس پر مطلع ہونا یہ صحیح نہیں ہے اس پر مطلع کرنا گناہ میں شمار کیا گیا ہے۔ (۲)

ایک عبرت ناک واقعہ

ایک بزرگ نے اپنی بیوی کو طلاق دینے کا ارادہ کیا تو کسی نے پوچھا کیوں طلاق دیتے ہو؟ فرمایا کہ میری بیوی ہے میں اپنی بیوی کا عیب تم کو کیوں بتاؤں؟ جب انہوں نے اس کو طلاق دے دی تو کسی نے پوچھا کہ آپ نے اس کو طلاق کیوں دی تو فرمانے لگے کہ وہ عورت اب میرے لئے اجنبیہ ہے تو میں اب اس کی برائی کیسے کرسکتا ہوں؟

تخریج حدیث: اخرجه مسلم فی کتاب النکاح تحت باب تحریم افشاء سر المراة وابوداود فی اسناده عمر بن همرة العمری متکلم فیه.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوسعید الخذری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۲۰) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) روضۃ المتقین ۲/۲۲۲

(۲) روضۃ المتقین ۲/۲۲۲

آپ ﷺ کے راز کو حضرت ابوبکر اور عثمان نے افشا نہیں کیا

(٦٨٦) ﴿وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ حِيْنَ تَأَيَّمَتْ بِنْتُهُ حَفْصَةُ قَالَ: لَقِيْتُ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، فَعَرَضْتُ عَلَيْهِ حَفْصَةَ فَقُلْتُ: إِنْ شِئْتَ اَنْكَحْتُكَ حَفْصَةَ بِنْتَ عُمَرَ؟ قَالَ: سَأَنْظُرُ فِيْ أَمْرِيْ. فَلَبِثْتُ لَيَالِيَ، ثُمَّ لَقِيَنِيْ فَقَالَ: قَدْ بَدَالِيْ أَنْ لَّا أَتَزَوَّجَ يَوْمِيْ هٰذَا فَلَقِيْتُ أَبَابَكْرِ الصِّدِّيْقَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، فَقُلْتُ: إِنْ شِئْتَ أَنْكَحْتُكَ حَفْصَةَ بِنْتَ عُمَرَ؟ فَصَمَتَ أَبُوْبَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، فَلَمْ يَرْجِعْ إِلَيَّ شَيْئًا! فَكُنْتُ عَلَيْهِ أَوْ جَدَ مِنِّيْ عَلٰى عُثْمَانَ، فَلَبِثْتُ لَيَالِيَ، ثُمَّ خَطَبَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَنْكَحْتُهَا إِيَّاهُ فَلَقِيَنِيْ أَبُوْبَكْرٍ فَقَالَ: لَعَلَّكَ وَجَدْتَّ عَلَيَّ حِيْنَ عَرَضْتَ عَلَيَّ حَفْصَةَ فَلَمْ أَرْجِعْ إِلَيْكَ شَيْئًا؟ فَقُلْتُ: نَعَمْ. قَالَ: فَإِنَّهُ لَمْ يَمْنَعْنِيْ أَنْ أَرْجِعَ إِلَيْكَ فِيْمَا عَرَضْتَ عَلَيَّ إِلَّا أَنِّيْ كُنْتُ عَلِمْتُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَهَا، فَلَمْ أَكُنْ لِأُفْشِيَ سِرَّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَوْ تَرَكَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَبِلْتُهَا﴾ (رواه البخاري)

قوله: "تَأَيَّمَتْ" أي: صَارَتْ بِلَا زَوْجٍ، وَكَانَ زَوْجُهَا تُوُفِّيَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ "وَجَدْتَّ": غَضِبْتَ.

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی حضرت حفصہ بیوہ ہوگئیں۔ تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملا اور انہیں حفصہ سے نکاح کرنے کی پیش کش کی اور کہا کہ اگر آپ چاہیں تو میں آپ کا نکاح حفصہ سے کر دیتا ہوں انہوں نے فرمایا کہ میں اپنے معاملے میں غور کروں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں میں چند دن انتظار میں رہا پھر ان سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے کہا مجھے یوں معلوم ہوتا ہے کہ ان دنوں مجھے شادی نہیں کرنا چاہئے۔ پھر میں ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملا اور ان سے کہا کہ اگر آپ چاہیں تو آپ کا نکاح حفصہ سے کر دوں اس پر حضرت ابوبکر خاموش رہے اور مجھے کوئی جواب نہیں دیا۔ پس میں ان پر حضرت عثمان سے زیادہ رنجیدہ ہوا تو میں کئی راتیں ٹھہرا رہا پھر آپ ﷺ نے حفصہ کے لئے نکاح کا پیغام دیا۔ تو میں نے حفصہ کا نکاح آپ ﷺ سے کر دیا۔ پھر مجھے ابوبکر ملے تو انہوں نے فرمایا شاید تم مجھ سے ناراض ہو جب تم نے میرے لئے حفصہ سے نکاح کی پیش کش کی تھی تو میں نے تم کو کوئی جواب نہیں دیا تھا؟ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ ہاں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جب تم نے مجھے پیش کش کی تھی تو میرے

لئے تمہیں جواب دینے میں صرف یہ بات رکاوٹ بنی کہ میں جانتا تھا کہ آپ ﷺ نے حفصہ کے ساتھ نکاح فرمانے کا ذکر کیا تھا۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ آپ ﷺ کے راز کو افشا کروں ہاں! اگر آپ ﷺ یہ ارادہ ترک فرما دیتے تو میں حفصہ کے ساتھ نکاح کرنے کی پیش کش یقیناً قبول کر لیتا۔‘‘

لغات: ❖ لافشی: افشاء مصدر افعال سے اَفْشَى الشَّیْءَ پھیلانا۔ اَلسِّرّ ظاہر کرنا۔ مجرد نصر سے خبر یا فضیلت یا بھید ظاہر ہونا، پھیل جانا۔

تشریح: فَعَرَضْتُ عَلَيْهِ حَفْصَةَ: میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملا اور ان کو حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نکاح کرنے کی پیش کش کی۔ اس سے معلوم ہوا کہ کسی نیک آدمی کو اپنی لڑکی یا بہن وغیرہ کی نکاح کی دعوت دی جا سکتی ہے۔ صرف اسی انتظار میں رہا جائے کہ لڑکے والے ہی پہلے پیغام دیں (جیسے کہ ہمارے یہاں اس کا رواج ہے) درست نہیں ہے۔

اَنِّی کُنْتُ عَلِمْتُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَهَا: آپ ﷺ نے حفصہ کے ساتھ نکاح کرنے کا ذکر فرمایا تھا۔

اس سے معلوم ہوا کہ جب یہ بات معلوم ہو جائے کہ فلاں لڑکی کی بات فلاں کے ہاں چل رہی ہے تو جب تک اس کے یہاں سے ہاں یا نہیں نہ ہو جائے اس وقت تک پیغام بھیجنا جائز نہیں ہوگا۔

وَلَوْ تَرَكَهَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَبِلْتُهَا: اگر آپ ﷺ یہ ارادہ ترک فرما دیتے تو نکاح کر لیتا۔

اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جس لڑکی سے آپ ﷺ نے نکاح کرنے سے پہلے اپنا ارادہ بدل دیا ہے تو اب دوسرا مسلمان اس سے نکاح کر سکتا ہے مگر جب آپ ﷺ کسی سے نکاح فرما لیں تو پھر اس لڑکی سے کسی بھی صورت میں نکاح کرنا حرام ہوگا کیونکہ وہ امت کی ماں بن گئی۔

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب المغازی تحت باب شهود الملائکة بدرا وفی کتاب النکاح تحت باب عرض الانسان ابنته او اخته علی اهل الخیر، وغیرهما من الکتب الصحیحة.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حالات حدیث نمبر (۱۲) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بھی آپ ﷺ کے راز کو ظاہر نہیں کیا

(۶۸۷) ﴿وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: كُنَّ أَزْوَاجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَهُ فَأَقْبَلَتْ فَاطِمَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا تَمْشِي، مَا تُخْطِئُ مِشْيَتُهَا مِنْ مِشْيَةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا،

فَلَمَّا رَآهَا رَحَّبَ بِهَا وَقَالَ: "مَرْحَبًا بِابْنَتِيْ" ثُمَّ أَجْلَسَهَا عَنْ يَمِيْنِهٖ أَوْ عَنْ شِمَالِهٖ، ثُمَّ سَارَّهَا فَبَكَتْ بُكَاءً شَدِيْدًا، فَلَمَّا رَاىٰ جَزَعَهَا سَارَّهَا الثَّانِيَةَ فَضَحِكَتْ، فَقُلْتُ لَهَا: خَصَّكِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ بَيْنِ نِسَائِهٖ بِالسِّرَارِ، ثُمَّ أَنْتِ تَبْكِيْنَ؟ فَلَمَّا قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَأَلْتُهَا: مَا قَالَ لَكِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَتْ: مَا كُنْتُ لَأُفْشِيَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِرَّهٗ، فَلَمَّا تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ: عَزَمْتُ عَلَيْكِ بِمَالِيْ عَلَيْكِ مِنَ الْحَقِّ، لَمَا حَدَّثْتِنِيْ مَا قَالَ لَكِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَقَالَتْ: أَمَّا الْآنَ فَنَعَمْ، أَمَّا حِيْنَ سَارَّنِيْ فِي الْمَرَّةِ الْأُوْلٰى فَأَخْبَرَنِيْ (أَنَّ جِبْرِيْلَ كَانَ يُعَارِضُهُ الْقُرْآنَ فِيْ كُلِّ سَنَةٍ مَرَّةً أَوْمَرَّتَيْنِ، وَإِنَّهٗ عَارَضَهُ الْآنَ مَرَّتَيْنِ، وَإِنِّيْ لَا أُرَى الْأَجَلَ إِلَّاقَدِ اقْتَرَبَ، فَاتَّقِي اللّٰهَ وَاصْبِرِيْ، فَإِنَّهٗ نِعْمَ السَّلَفُ أَنَالَكِ) فَبَكَيْتُ بُكَائِيَ الَّذِيْ رَأَيْتِ فَلَمَّا رَاٰى جَزَعِيْ سَارَّنِيَ الثَّانِيَةَ، فَقَالَ: (يَافَاطِمَةُ أَمَا تَرْضَيْنَ أَنْ تَكُوْنِيْ سَيِّدَةَ نِسَاءِ الْمُؤْمِنِيْنَ، أَوْ سَيِّدَةَ نِسَاءِ هٰذِهِ الْأُمَّةِ؟) فَضَحِكْتُ ضِحْكِيَ الَّذِيْ رَأَيْتِ﴾ (وهذا لفظ مسلم)

ترجمہ: ''حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ کے پاس آپ کی تمام بیویاں موجود تھیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ ﷺ کے پاس تشریف لائیں، ان کی چال اور آپ ﷺ کی چال میں کوئی فرق نہیں تھا۔ جب آپ ﷺ نے ان کو آتے دیکھا تو انہیں خوش آمدید کہا اور فرمایا میری بیٹی کو خوش آمدید ہے۔ پھر انہیں اپنے دائیں یا بائیں طرف بٹھالیا پھر ان سے نہایت راز داری کے ساتھ کچھ کہا جس سے وہ خوب روئیں پس جب آپ ﷺ نے ان کی یہ بے قراری دیکھی تو دوبارہ چپکے سے ان سے بات کی جس سے وہ بہت خوش ہوئیں اور ہنس پڑی۔ میں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا کہ آپ ﷺ نے اپنی بیویوں کو چھوڑ کر تم سے کوئی خاص بات آہستہ سے کی تو تم رونے لگیں؟ جب آپ ﷺ مجلس سے اٹھ کر چلے گئے تو میں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا کہ تم سے آپ ﷺ نے کیا کیا فرمایا؟ انہوں نے جواب دیا میں آپ ﷺ کے راز کو کیسے افشا کروں؟ جب آپ ﷺ دنیا سے تشریف لے گئے تو میں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا میرا تم پر (بحثیت ماں) جو حق ہے میں اس کے حوالے سے تمہیں قسم دے کر پوچھتی ہوں کہ مجھے بتلاؤ کہ تم سے آپ ﷺ نے کیا بات کی تھی؟''

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا ہاں! اب میں بتلاتی ہوں۔ پہلی مرتبہ آپ ﷺ نے مجھ سے راز دارانہ گفتگو فرمائی تو آپ ﷺ نے مجھے یہ بتلایا کہ حضرت جبرائیل سال میں ایک یا دو مرتبہ میرے ساتھ قرآن کا دور کرتے ہیں۔ اب اس سال دو مرتبہ یہ دور فرمایا اور میں دیکھ رہا ہوں کہ موت قریب آگئی ہے پس تم اللہ سے ڈرنا اور صبر کرنا کیونکہ میں تیرے لئے اچھا پیشرو ہوں پس میں نے یہ بات سنی تو میں رو پڑی جیسا کہ تم نے دیکھا۔ پس جب آپ ﷺ نے میری پریشانی دیکھی پھر دوبارہ مجھ سے آپ ﷺ نے چپکے سے یہ بات فرمائی اے فاطمہ! کیا تجھے یہ بات پسند نہیں کہ تو تمام مؤمن عورتوں کی سردار ہو یا یہ فرمایا کہ اس امت کی تمام عورتوں کی سردار ہو میں ہنسنے لگی جو کہ تم نے دیکھا۔ (بخاری و مسلم یہ الفاظ مسلم کے ہیں)۔

لغات: ❖ جزعها: سمع سے جزع منه بے صبری کرنا۔ جزع علیه ڈرنا، فتح سے پار کرنا۔ اور باب تفعیل سے جزعه: بے صبری زائل کرنا، تسلی دینا۔

تشریح: مَا كُنْتُ لِأُفْشِيَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ: کہ میں آپ ﷺ کے راز کو افشا کرنے والی نہیں۔

اگر آپ ﷺ اس بات کو ظاہر فرمانا چاہتے تو زور زور سے فرماتے مگر یہاں پر تو حضور اکرم ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے چپکے چپکے بات فرمائی کہ قریب میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور دوسری ازواج مطہرات بھی بیٹھی ہیں۔ ان کو بھی معلوم نہیں ہو رہا کہ آپ ﷺ نے حضرت فاطمہ سے کیا بات فرمائی ہے۔ معلوم ہوا کہ دوسرے کے راز کو ظاہر کرنا جائز نہیں۔ (۱)

اِنَّهٗ عَارَضَهُ الْعَامَ مَرَّتَيْنِ: اس سال دو بار قرآن کا دور کیا۔ آپ ﷺ اور جبرائیل امین کی عادت تھی کہ رمضان میں جتنا قرآن نازل ہو چکا ہوتا اس کا دور کرتے تھے اور جس سال آپ ﷺ کا وصال ہونا تھا تو جبرائیل امین نے دوبار دور کیا اس بات کو بتانے کے لئے کہ اب قرآن جتنا نازل ہونا تھا وہ سب نازل ہو چکا آپ ﷺ کی زندگی کا مقصد پورا ہو گیا اس لئے آپ ﷺ اللہ کے پاس جانے کی تیاری فرمالیں۔

فَاَخْبَرَنِيْ اَنِّيْ اَوَّلُ اَهْلِ بَيْتِيْ: مجھ کو بتایا کہ سب سے پہلے میں (اہل بیت میں سے) ہی آپ سے ملوں گی یعنی میرا انتقال سب سے پہلے ہوگا۔

یعنی آپ ﷺ کے دنیا سے جانے کا غم سب سے کم تم کو ہوگا کہ تم جلد ہی میرے پاس آجاؤ گی۔ علماء فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کے وصال کے چھ ماہ بعد یا تین ماہ بعد مدینہ منورہ میں ہی ان کا انتقال ہو گیا۔ (۲)

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا افضل ہیں یا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

يَا فَاطِمَةُ! اَلَا تَرْضَيْنَ اَنْ تَكُوْنِيْ سَيِّدَةَ نِسَاءِ الْمُؤْمِنِيْنَ؟

اے فاطمہ! تم اس بات سے راضی نہیں کہ تم جنت میں تمام عورتوں کی سردار ہوگی؟

اس حدیث سے علماء فرماتے ہیں کہ سب سے افضل حضرت فاطمہ ہیں۔ علامہ سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بعض علماء نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو افضل کہا ہے اس میں تین مذاہب ہیں۔

اصح مذہب یہی ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے افضل ہیں۔

۱ بعض حضرات کے نزدیک دونوں برابر ہیں۔

۲ بعض حضرات خاموش رہنے کو فرماتے ہیں۔

۳ حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ سے جب پوچھا گیا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا افضل ہیں یا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس پر امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تو آپ ﷺ کے گوشت کا ٹکڑا ہیں اور میں آپ ﷺ کے گوشت پر کسی کو فضیلت نہیں دیتا۔ (۳)

علامہ سبکی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں سب سے افضل حضرت فاطمہ پھر ان کی والدہ حضرت خدیجہ پھر حضرت عائشہ ہیں۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں سے کون افضل ہیں؟

بعض حضرات نے حضرت خدیجہ کو افضل فرمایا ہے بعض نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو افضل کہا ہے۔

بہر حال یہ سب جلیل القدر خواتین ہیں ہر ایک کو اس کی اپنی حیثیت اور خصوصیت کے اعتبار سے دوسری پر فضیلت اور برتری حاصل ہے۔ (۴)

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب المناقب تحت باب علامات النبوة فی الاسلام. ومسلم فی کتاب الفضائل تحت باب فضائل فاطمة بنت النبی صلی اللّٰه علیه وسلم (رضی اللّٰه عنها) وابوداود، والترمذی وابن ماجه ایضاً.

نوٹ: راویہ حدیث حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مختصر حالات حدیث نمبر (۲) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) مظاہر حق ۵/۷۶۱

(۲) مظاہر حق ۵/۷۶۱

(۳) مظاہر حق ۵/۷۶۱

(۴) مظاہر حق ۵/۷۶۲

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی آپ ﷺ کے راز کو چھپا کر رکھا

(٦٨٨) ﴿وَعَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُ قَالَ: أَتٰی عَلَیَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا أَلْعَبُ مَعَ الْغِلْمَانِ، فَسَلَّمَ عَلَیْنَا، فَبَعَثَنِیْ فِیْ حَاجَةٍ، فَأَبْطَأْتُ عَلٰی أُمِّیْ. فَلَمَّا جِئْتُ قَالَتْ: مَا حَبَسَکَ؟ فَقُلْتُ: بَعَثَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِحَاجَةٍ، قَالَتْ: مَاحَاجَتُهٗ؟ قُلْتُ: إِنَّهَا سِرٌّ. قَالَتْ: لَا تُخْبِرَنَّ بِسِرِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ أَحَدًا. قَالَ أَنَسٌ: وَاللّٰهِ لَوْ حَدَّثْتُهٗ بِهٖ أَحَدًا لَحَدَّثْتُکَ بِهٖ یَا ثَابِتُ رواہ مسلم وروی البخاری بعضہ مختصرا﴾

ترجمہ: ''حضرت ثابت حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے پاس آپ ﷺ تشریف لائے جب کہ میں بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا پس آپ ﷺ نے ہم کو سلام کیا اور مجھے ایک کام کے لئے بھیج دیا چنانچہ مجھے اپنی ماں کے پاس آنے میں دیر ہوگئی۔ پس جب والدہ نے پوچھا کہ تجھے کس چیز نے روک لیا تھا؟ میں نے بتایا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے کسی کام کے لئے بھیج دیا تھا۔ انہوں نے پوچھا کہ وہ کام کیا تھا؟ میں نے کہا وہ ایک راز کا کام تھا والدہ نے فرمایا: ٹھیک ہے کہ آپ ﷺ کا راز کسی کو مت بتلانا۔''

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: خدا کی قسم اگر وہ راز کسی کو بیان کرنا ہوتو تو اے ثابت! میں تمہیں ضرور بیان کر دیتا۔ (مسلم) اس کا کچھ حصہ مختصراً امام بخاری نے بھی روایت کیا ہے۔

لغات: ❖ غلمان: یہ غلام کی جمع ہے بمعنی نوجوان، غلام، مزدور۔ مونث غلامة ہے فابطأتُ ابطا دیر کرنا مؤخر کرنا یہ صیغۂ واحد متکلم ہے۔ مجرد کرم سے بمعنی دیر کرنا۔

تشریح: قُلْتُ اِنَّهَا سِرٌّ: وہ ایک راز ہے۔ حدیث بالا میں بھی راز کو افشا نہ کرنے کی تاکید ہے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہ کہنے پر کہ یہ آپ ﷺ کا راز ہے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ (ام سلیم) نے ظاہر کرنے کا اصرار بھی نہیں فرمایا بلکہ اس راز کو چھپائے رکھنے کی تاکید فرمائی۔

خلاصہ: یہ ہوا کہ راز کی حفاظت کرنا چاہئے اور دوسرے کو اس کی اطلاع نہیں کرنا چاہئے الا یہ کہ وہ شخص خود ہی صراحۃً راز کے افشا کی اجازت دے دے۔

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب الاستیذان تحت باب حفظ السر ومسلم فی کتاب الفضائل تحت باب فضائل انس بن مالک رضی اللہ عنه.

راوی حدیث حضرت ثابت رحمہ اللہ تعالیٰ کے مختصر حالات:

نام: ثابت، کنیت ابوحمید، تابعین میں سے ہیں علامہ ذہبی نے ان کو امام و حجت فرمایا ہے۔ ان کے عمل زہد وتقوی، عبادت کی وجہ سے اپنے زمانے میں بہت مشہور تھے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ ہر چیز کی چابی ہوتی ہے۔ ثابت تو خیر کی چابی ہیں۔ (تہذیب التہذیب ۲/۲)

بکر بن عبداللہ فرماتے تھے کہ جسے دنیا میں سب سے بڑا عابد دیکھنا ہو تو وہ ثابت کو دیکھ لے۔ (تذکرۃ الحفاظ: ۱/۱۱۲)

صائم الدہر تھے کبھی روزے کا ناغہ نہ ہوتا۔ (تذکرۃ الحفاظ: ۱/۱۱۲)

ایک دن رات میں ایک قرآن ختم کر لیتے تھے (تذکرہ) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خاص شاگرد تھے ابن مدائنی فرماتے ہیں کہ ان کی روایات کی تعداد ڈھائی سو ہے۔ (تہذیب التہذیب ۲/۲)

وفات: ۱۲۳ھ میں انتقال ہوا انتقال کے وقت ان کی عمر اسی سال سے اوپر تھی۔ (تذکرۃ الحفاظ: ۱/۱۱۲)

مزید حالات کے لئے: (۱) تہذیب التہذیب ۲/۲ (۲) شذرات الذہب ۱/۱۶۱ (۳) تذکرۃ الحفاظ: ۱/۱۱۱ (۴) طبقات ابن سعد ۷/۳ وغیرہ ملاحظہ فرمائیں۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۱۵) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

---

(٨٦) بَابُ الْوَفَاءِ بِالْعَهْدِ وَإِنْجَازِ الْوَعْدِ

عہد کے نبھانے اور وعدہ کے پورا کرنے کا بیان

وعدہ کے بارے میں قیامت کے دن سوال ہوگا

قَالَ اللّٰهُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی: ﴿وَأَوْفُوْا بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا﴾ (سورۃ الاسراء: ٣٤)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ”عہد کو پورا کرو بے شک عہد کے بارے میں ضرور پوچھا جائے گا۔“

تشریح: یہ ابھی گزشتہ باب یعنی باب ”حفظ السر“ میں گزر چکی ہے۔

جب عہد کرو تو اس کو پورا کرو

قَالَ اللّٰهُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی: ﴿وَأَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ إِذَا عَاهَدْتُّمْ﴾ (سورۃ نحل: ٩١)

اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ”اللہ کے عہد کو پورا کرو جو کہ تم نے اس سے عہد کیا ہے۔“

تشریح: آیت کا مطلب یہ ہے کہ جب آپس میں کوئی عہد و پیمان کیا جائے تو اس کو پورا کیا جائے۔ مگر مفسرین فرماتے ہیں اس میں وہ عہد داخل نہیں ہونگے جن کا شریعت میں منع آیا ہو، نیز اس میں حقوق العباد اور حقوق اللہ کے متعلق ہر قسم کے تمام عہد شامل ہیں۔ اور اگر کسی نے عہد و معاہدہ کرنے کے بعد اس کو پورا نہ کیا یعنی عہد شکنی کی تو اب اس پر گناہ تو ہوگا مگر کوئی کفارہ

مقرر نہیں، مگر آخرت میں سخت عذاب ہوگا جیسے کہ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ قیامت کے دن عہد شکنی کرنے والے کی پشت پر ایک جھنڈا نصب کردیا جائے گا جو میدان حشر میں اس کی رسوائی کا سبب بنے گا۔ [۱]

(۱) مشکوٰۃ

اے ایمان والو! اپنے عہدوں کو پورا کرو

قَالَ اللّٰهُ تبَارَکَ وَتَعَالٰی: ﴿یاأَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ﴾ (سورۃ مائدہ: ۱)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ''اے ایمان والو! عہدوں کو پورا کرو۔''

تشریح: آیت بالا میں ایمان والوں کو مخاطب فرما کر کہا جارہا ہے کہ اپنے معاہدوں کو پورا کیا کرو۔

اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ: عقود یہ عقد کی جمع ہے بمعنی باندھنا یعنی دو جماعتوں یا دو آدمیوں کے درمیان کا عہد و معاہدہ۔ اس معاہدے سے مراد حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک اللہ اور بندے کے درمیان کے ایمان و طاعت والے عہد ہیں، اور ابن زید، زید بن اسلم وغیرہ مفسرین فرماتے ہیں مراد لوگوں کے آپس کے معاہدے ہیں مثلاً نکاح، بیع و شراء کا معاہدہ وغیرہ۔

محققین مفسرین کے نزدیک ہر قسم کے تمام معاہدات لفظ ''اوفوا بالعقود'' میں داخل ہیں۔ [۱]

عہد کی تین قسمیں ہیں

امام راغب اصفہانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں تمام ہی معاہدات اس میں شامل ہیں اور ان سب کی تین قسمیں بنتی ہیں:

۱. ایک وہ معاہدہ جو انسان کا رب العلمین کے ساتھ ہے مثلاً: ایمان لانا، اطاعت کرنا، عبادت وغیرہ کی پابندی کرنا۔
۲. انسان کا خود اپنے نفس کے ساتھ ہے جیسے کسی چیز کی نذر اپنے ذمہ لینا یا کسی کام کے کرنے کی قسم کھانا وغیرہ۔
۳. وہ معاہدے جو دو شخص یا دو جماعتیں یا دو حکومتیں آپس میں کرتی ہیں۔

(۱) مفردات القرآن للاصفہانی رحمہ اللہ تعالیٰ۔

اے ایمان والو! تم وہ بات کیوں کہتے ہو جس کو کرتے نہیں؟

قَالَ اللّٰهُ تبَارَکَ وَتَعَالٰی: ﴿یاأَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَالَا تَفْعَلُوْنَ ۝ کَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَالَا تَفْعَلُوْنَ﴾ (سورۃ الصف: ۲، ۳)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ''اے ایمان والو! تم وہ بات کیوں کہتے ہو جو تم کرتے نہیں ہو، اللہ کے ہاں یہ بات بڑی ناراضی والی ہے کہ وہ باتیں کہو جو تم کرو نہیں۔''

تشریح:

شانِ نزول

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ایک جماعت نے آپس میں یہ مذاکرہ کیا کہ اگر ہمیں یہ معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب عمل کونسا ہے تو ہم اس پر عمل کریں، بعض نے کہا کہ اگر ہم کو سب سے زیادہ محبوب عمل معلوم ہو جائے تو ہم اپنی جان و مال سب اس کے لئے قربان کردیں گے۔ (۱)

اگر کرنے کی نیت ہو تو دوسرے کو کہہ سکتا ہے

یا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ: آیت کا مطلب یہ ہے کہ جس کام کے کرنے کا دل سے عزم و ارادہ ہی نہ ہو، تو یہ ایک محض جھوٹا دعویٰ ہے، نام و نمود ہے، اس لئے اس طرح کرنے کو منع کیا گیا۔ ہاں! اگر کسی کام کے کرنے کا دل سے ارادہ ہو اور پھر وہ یہ کہے تو اب اس وعید میں یہ داخل نہیں ہوگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو کام آدمی خود نہ کرتا ہو مگر کرنے کی نیت کر کے دوسرے کو کہہ سکتا ہے یہ آدمی اس وعید میں داخل نہیں ہوگا۔ مفسرین یہ بھی فرماتے ہیں کام کرنے کا دعویٰ نہ کرے کہ میں ایسا کرلوں گا یا ایسا کرسکونگا۔ یہ دعویٰ اللہ کو پسند نہیں اس میں اپنے نفس پر بھروسہ کرنا ہے اور یہ شان عبدیت کے خلاف ہے اور اگر کسی مصلحت سے کہنا بھی پڑے تو انشاء اللہ کے ساتھ مقید کرے تو وہ دعویٰ نہیں رہے گا۔

جو کام خود نہ کرے تو دوسرے کو نہ کہے یہ غلط ہے

مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس آیت کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ آدمی جو کام خود نہیں کرتا تو اس کی دعوت اور اس کی نصیحت بھی دوسروں کو نہ کرے بلکہ دوسرے کو کہتا رہے، اس وعظ و نصیحت کی برکت سے اس کو بھی عمل کرنے کی توفیق مل جائے گی جیسا کہ اس کا بکثرت تجربہ و مشاہدہ ہوتا رہتا ہے۔ (۲)

---

(۱) تفسیر مظہری و بغوی

(۲) تفسیر معارف القرآن/۴۲۵

منافقوں کی تین علامتیں ہیں

(۶۸۹) ﴿عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلاثٌ: إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ، وَإِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ﴾ (متفق علیہ)

زَادَفِیْ رِوَایَۃٍ لِمُسْلِمٍ: ﴿وَإِنْ صَامَ وَصَلّٰی وَ زَعَمَ أَنَّهُ مُسْلِمٌ﴾

ترجمہ: ”حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشادفرمایا کہ منافق کی تین نشانیاں ہیں ① جب بات کرے تو جھوٹ بولے ② جب وعدہ کرے تو اسے پورا نہ کرے ③ جب اس کے پاس امانت رکھوائی جائے تو خیانت کرے۔“ (بخاری ومسلم)

اور مسلم کی روایت میں یہ الفاظ زیادہ ہیں: اگر چہ وہ روزے رکھے اور نماز پڑھے اور گمان رکھے کہ وہ مسلمان ہے۔

لغات: ❖ أخلف: خلف يخلف (ن) خلافة بمعنی جانشین ہونا قائم مقام ہونا، اخلف (باب افعال) سے وعدہ خلافی کرنا، اخلف الثوب مرمت کرنا، اخلف وعده وعدہ پورا نہ کرنا۔

تشریح: یہ حدیث پہلے باب ”الامر بأداء الامانة“ میں گزر چکی ہے۔ یہاں پر دوبارہ مصنف کا اس حدیث کو لانے کا مقصد یہ ہے کہ وعدہ خلافی کرنا یہ منافقوں کی علامت ہے مومن کی صفت تو ہر حال میں وعدہ کو نبھانا ہے۔

تخریج حدیث: تقدم تخریجه فی باب الامر باداء الامانة و احمد ۳/۹۱۶۹ و ترمذی و نسائی و ابن حبان ۲۵۷ و هکذا فی البیهقی ۶/۲۸۸۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

جس میں چار چیزیں ہوں تو خالص منافق ہوگا

(۶۹۰) ﴿وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرِوبْنِ الْعَاصِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ كَانَ مُنَافِقاً خَالِصًا. وَمَنْ كَانَتْ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِنْهُنَّ كَانَتْ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِنَ النِّفَاقِ حَتّٰی يَدَعَهَا: إِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ، وَإِذَاحَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَاعَاهَدَ غَدَرَ، وَإِذَاخَاصَمَ فَجَرَ﴾ (متفق عليه)

ترجمہ: ”حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشادفرمایا چار چیزیں ہیں جس آدمی میں وہ ہونگی وہ خالص منافق ہوگا۔ اور جس میں کوئی ایک خصلت ہوگی اس میں نفاق کی ایک خصلت ہوگی یہاں تک کہ وہ اسے چھوڑ دے۔ جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے اور جب بات کرے تو جھوٹ بولے اور جب وہ وعدہ کرے تو عہد شکنی کرے اور جب جھگڑا کرے تو گالی گلوچ کرے۔“

(بخاری ومسلم)

لغات: ❖ منافق: نافق ینافق منافقة و نفاقا. في دينه. دل میں کفر چھپا کر زبان سے ایمان ظاہر کرنا۔ انفق: محتاج ہونا، مجرد: (ن س)۔

تشریح: حدیث بالا میں منافقوں کی علامتوں کو بیان کیا جارہا ہے۔

منافق کے لغوی اور اصطلاحی معنی

منافق مفاعلہ سے اسم فاعل کا صیغہ ہے بمعنی باطن کی ظاہر سے مخالفت کرنا۔ اصطلاحی معنی: آدمی ظاہر میں تو مسلمان ہو اور باطن میں کافر ہو(۱)

ایک سوال اور اس کے تین جواب

سوال: اس سے پہلی روایت میں منافقوں کی علامات تین اور یہاں چار بیان کی جارہی ہیں؟

جواب ❶ : تین کا مطلب یہ نہیں کہ تین ہی ہیں زائد بھی ہوسکتی ہیں، تو پہلی روایت میں تین پھر اب چار بیان کی جارہی ہیں۔(۲)

جواب ❷ : آپ ﷺ کو پہلے تین کا علم دیا گیا تھا پھر چار کا علم دیا گیا، جتنا علم دیا گیا ویسے ہی آپ ﷺ نے بیان فرما دیں۔(۳)

جواب ❸ : موقع محل سے آپ ﷺ نے جب ضرورت محسوس فرمائی تو تین اور جب ضرورت محسوس فرمائی تو چار بیان فرمادیں۔(۴)

سوال: یہ خصلتیں جو مومن میں بھی پائی جاتی ہیں تو کیا وہ بھی منافق ہوگیا؟ اس کے چار جوابات ہیں۔

جواب ❶ : امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر یہ علامتیں مومن میں پائی جائیں تو یہ مومن بھی مشابہ منافقین ہوگا۔ حدیث بالا میں "كان منافقاً خالصاً" کا مطلب "كان شديد الشبه بالمنافقين" ہوگا کہ یہ منافقوں کے ساتھ بہت زیادہ مشابہ ہے۔(۵)

جواب ❷ : اگر مومن میں یہ علامت پائی جائے تو اس کو نفاق عملی کہا جائے گا اور علامہ خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حدیث بالا میں نفاق فی العقیدۃ مراد ہے۔(۶)

جواب ❸ : مسلمانوں کو ڈرانا مقصود ہے کہ کہیں ان علامتوں کی وجہ سے تم بھی منافق نہ بن جاؤ۔(۷)

جواب ❹ : حضرت انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں حدیث بالا میں علامت بتائی گئی ہے یہ لازم نہیں جہاں علامت ہو وہ منافق ہی ہوگا جیسے بخار کی علامت حرارت بدن ہے یہ نہیں کہ جب بھی حرارت بدن ہو تو اس کو بخار والا ہی کہا جائے گا کیونکہ دھوپ میں بھی بیٹھنے سے حرارت بدن ہوجاتی ہے۔(۸)

تخریج حدیث: أخرجه صحیح بخاری کتاب الایمان (باب علامات المنافق) و صحیح مسلم کتاب الایمان (باب خصال المنافق) و أحمد ٦٧٨٢/٢ و الترمذی والنسائی و ابن حبان ٢٠٤ و هکذا فی البیهقی ٢٣٠/٩۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۱۳۸) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔
(۱) فتح الباری ۸۹/۱ (۲) شرح کرمانی شرح بخاری ۱۵۱/۱
(۳) فتح الباری ۸۹/۱ (۴) فتح الباری ۹۰/۱
(۵) شرح مسلم للنووی ۵۶/۱ (۶) فتح الباری ۹۰/۱، ۹۱
(۷) اعلام الحدیث للخطابی ۱۶۵/۱ (۸) فیض الباری: ۱۲۴/۱

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کے عہد کو پورا کیا

(٦٩١) ﴿وَعَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ لِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَوْقَدْجَاءَ مَالُ الْبَحْرَیْنِ أَعْطَیْتُکَ هٰکَذَا وَهٰکَذَا وَهٰکَذَا. فَلَمْ یَجِیٔ مَالُ الْبَحْرَیْنِ حَتّٰی قُبِضَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّاجَاءَ مَالُ الْبَحْرَیْنِ أَمَرَ اَبُوْبَکْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فَنَادَی: مَنْ کَانَ لَهٗ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عِدَةٌ أَوْدَیْنٌ فَلْیَأْتِنَا. فَأَتَیْتُهٗ وَقُلْتُ لَهٗ: إِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِیْ کَذَاوَکَذَا. فَحَثٰی لِیْ حَثْیَةً، فَعَدَدْتُهَا، فَإِذَا هِیَ خَمْسُ مِائَةٍ، فَقَالَ لِیْ: خُذْمِثْلَیْهَا.﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ”حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھ سے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر بحرین کا مال آیا میں تم کو اتنا، اتنا، اتنا دوں گا۔ پس آپ کی زندگی میں تو بحرین کا مال نہیں آیا یہاں تک کہ آپ ﷺ دنیا سے تشریف لے گئے۔ جب بحرین کا مال آیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اعلان کروایا کہ جس شخص سے آپ ﷺ کو کوئی عہد یا آپ ﷺ پر کسی کا کوئی قرض ہو تو وہ ہمارے پاس آئے چنانچہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا اور میں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے مجھے اتنا، اتنا مال دینے کا فرمایا تھا۔ پس حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے دونوں ہتھیلیوں کو بھر کر دیا۔ میں نے شمار کیا تو وہ پانچ سو درہم تھے اس کے بعد مجھ سے فرمایا اس سے دوگنا اور لے لو۔ (تا کہ تین مرتبہ ہتھیلیاں بھر کر ہو جائے جیسے آپ ﷺ نے فرمایا تھا)“

لغات: ❖ فحثی: حثی (ن) حثوا و حثی (ض) حثیا — التراب — بمعنی گرانا، ڈالنا۔ اور دینے کے معنی بھی مستعمل ہے۔

تشریح: لَوْقَدْجَاءَ مَالُ الْبَحْرَیْنِ: اگر بحرین سے مال آیا۔ جزیہ کا مال آنے کی امید تھی اور بحرین کے عامل اس وقت

حضرت علاء بن الحضرمی تھے۔ (۱)

اَعۡطَیۡتُکَ هٰکَذَا وَهٰکَذَا وَهٰکَذَا: میں تم کو اتنا اتنا اتنا دونگا۔ ایک دوسری روایت میں یہ الفاظ بھی وارد ہوئے ہیں۔
"وَعَدَنِیۡ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ اَنۡ یُعۡطِیَنِیۡ هٰکَذَا وَهٰکَذَا وَهٰکَذَا فَبَسَطَ یَدَیۡهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ" (۲)

ترجمہ: "مجھ سے وعدہ فرمایا کہ میں تم کو اتنا اتنا اتنا دونگا۔ آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ کو اس کے لئے تین مرتبہ پھیلایا۔"

یہ وعدہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی خلافت میں پورا کردیا۔ یہاں سے امام نووی رحمہ اللہ اشارہ فرمار ہے ہیں کہ وعدہ اور عہد اتنا ضروری اور اہم امر ہے کہ یہ وفات کے بعد بھی باقی رہتا ہے، ورثاء کی ذمہ داری ہے کہ اس کے اس عہد اور وعدہ کو پورا کریں۔ حکومتی سطح پر کئے گئے وعدے اگر وہ حکومت پورا نہ کرسکی تو پھر نئے آنے والے حکمران کی ذمہ داری ہوگی کہ اس وعدے کو پورا کرے جیسے کہ حدیث بالا میں کہ آپ ﷺ کے بعد ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ ﷺ کے وعدے کو پورا کیا۔

"فَاِذَا هِیَ خَمۡسُمِائَةٍ فَقَالَ لِیۡ خُذۡ مِثۡلَیۡهَا." مسلم کی دوسری روایت میں آتا ہے کہ حضرت جابر کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھ سے فرمایا کہ اس کو شمار کرو میں نے اس کو شمار کیا تو وہ پانچ سو درہم تھے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اس کے دو مثل اور بھی لے لو۔ (۳)

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخاری کتاب الكفالة (باب من تكفل عن ميت دينا) و صحيح مسلم كتاب الفضائل (باب ما سئل رسول الله صلى الله عليه وسلم شيئا قط فقال لا).

نوٹ: راوی حدیث حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۴) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔
(۱) روضۃ المتقین ۲/۲۳۰، دلیل الفالحین ۳/۱۶۴ (۲) بخاری شریف (۳) مسلم شریف

(۸۷) بَابُ الۡاَمۡرِ بِالۡمُحَافَظَةِ عَلٰی مَا اعۡتَادَهُ مِنَ الۡخَیۡرِ

اچھی عادتوں پر جن کی عادت ہو ان کی پابندی کرنے کا بیان

اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت کو نہیں بدلتا جب تک وہ خود نہ بدلے

قَالَ اللّٰهُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی: ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوۡمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوۡا مَا بِاَنۡفُسِهِمۡ﴾ (سورة رعد: ۱۱)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: "اللہ تعالیٰ کسی قوم کی اچھی حالت کو نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت نہ بدلے۔"

تشریح: اللہ جل شانہ کسی قوم کی اچھی حالت کونہیں بدلتے جب تک وہ خود اپنی حالت نہ بدلے۔ حالت کی تبدیلی سے مراد یہ ہے کہ جب کوئی قوم اطاعت اور شکر گزاری چھوڑ کر اپنے حالات میں بڑی تبدیلی پیدا کرے تو اللہ جل شانہ بھی اپنا طرز رحمت وحفاظت کا بدل دیتے ہیں۔ صاحب معارف القرآن فرماتے ہیں جس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ جل شانہ کسی قوم کی حالتِ امن و عافیت کو آفت و مصیبت میں اس وقت تک تبدیل نہیں کرتے جب تک وہ قوم خود ہی اپنے اعمال و احوال کو برائی اور فساد سے تبدیل نہ کرے اور جب وہ اپنے حالات کو سرکشی اور نافرمانی سے بدلتی ہے تو اللہ جل شانہ بھی اپنا طرز بدل دیتے ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ جب اللہ جل شانہ ہی کسی کا برا چاہیں؟ عذاب دینا چاہیں تو پھر کون اس کو ٹال سکتا ہے اور پھر کون اس کی مدد کرسکتا ہے؟

جب آدمی اپنی اصلاح کی فکر کرتا ہے تو اللہ کی طرف سے بھی مدد ہوتی ہے جیسے کہ ارشاد خداوندی ہے "وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا" اللہ جل شانہ کی طرف سے بھی ہدایت کے راستے جب ہی کھلتے ہیں جب کہ خود اس میں بھی ہدایت کی طلب موجود ہو۔ [1]

---

(۱) معارف القرآن ۱۸۲/۵

وعدہ پکا ہونے کے بعد اس کو مت توڑو

قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى: ﴿وَلَاتَكُوْنُوْا كَالَّتِيْ نَقَضَتْ غَزْلَهَامِنْ بَعْدِقُوَّةٍ أَنْكَاثًا. (وَالْأَنْكَاثُ) جَمْعُ: نِكْثٍ، وَهُوَالْغَزْلُ الْمَنْقُوْضُ.﴾ (سورة النحل: ۹۲)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ''تم اس عورت کی طرح نہ ہو جس نے اپنا کاتا ہوا سوت مضبوط کرنے کے بعد ٹکڑے ٹکڑے کر کے توڑ ڈالا۔''

"انکاث" نِکْث کی جمع ہے بمعنی ٹوٹا ہوا سوت۔

تشریح: مکہ میں ایک پاگل عورت تھی جس کا نام خرفاء یا ریطہ بنت عمرو تھا۔ وہ صبح سے دوپہر تک سوت کاتا کرتی تھی جب کت جاتا تو پھر اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیتی، یہاں پر یہ کہا جارہا ہے تم اس پاگل عورت کی طرح بنی چیز کو مت توڑو کہ وعدہ کرلیا پھر اس کو توڑ ڈالا۔

وعدہ توڑنے والے کی مثال پاگل عورت کی طرح ہے

علامہ شبیر احمد عثانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں عہد باندھ کر توڑنا ایسی حماقت ہے جیسے کوئی عورت دن بھر سوت کاتے پھر کتا کتایا سوت شام کے وقت توڑ کر پارہ پارہ کردے۔ چنانچہ مکہ میں ایک دیوانی عورت ایسا ہی کرتی تھی۔ مطلب آیت کا یہ ہے کہ

معاہدات اور وعدے کومحض کچے دھاگے کی طرح سمجھ لینا کہ جب دل چاہا اس کو بے تکلف توڑ ڈالا۔ اس سے دنیا کا نظام مختل ہوجائے گا۔ قول و اقرار کی پابندی ہی سے عدل کی ترازو سیدھی رہ سکتی ہے، جو قومیں قانون عدل و انصاف سے ہٹ کر محض اغراض وخواہشات کی پوجا کرنے لگتی ہیں ان کے یہاں معاہدات صرف توڑنے کے لئے رہ جاتے ہیں۔ (۱)

---

(۱) فتح الباری ۸/ ۳۸۷۔ فوائد عثمانی ص: ۳۶۷ فائدہ نمبر ۴

مہلت لمبی ہونے کے بعد ان کے دل سخت ہوگئے

قَالَ اللّٰہُ تبَارَکَ وَتَعَالٰی: ﴿وَلَایَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتَابَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَیْھِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُھُمْ﴾ (سورۃ حدید: ۱۶)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ”اور وہ ایمان والے ان لوگوں کی طرح نہ ہوجائیں جن کو ان سے پہلے کتاب دی گئی پس جب ان پر مدت لمبی ہوگئی تو ان کے دل سخت ہوگئے۔“

تشریح: وَلَا یَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ: آیت کریمہ کا مطلب یہ ہے اے ایمان والو! تم یہود و نصاری کی طرح مت ہوجانا کہ یہود و نصاری ایک مدت گزرنے کے بعد دنیا کی لذتوں میں ایسا مشغول ہوگئے کہ پھر انہوں نے احکام الٰہی کو پس پشت ڈال دیا جس کے نتیجے میں اللہ جل شانہ نے ان کے دل کو سخت کردیا کہ پھر ان میں اکثر نافرمان ہوگئے۔ اے ایمان والو! اگر تم نے بھی ایسا کیا تو ہم تمہارے ساتھ بھی ایسا ہی معاملہ کریں گے اور تمہارے دل کو بھی سخت کردیں گے۔

نصاری نے اپنے عہد کو نبھایا نہیں

قَالَ اللّٰہُ تبَارَکَ وَتَعَالٰی: ﴿فَمَارَعَوْھَا حَقَّ رِعَایَتِھَا﴾ (سورۃ حدید: ۲۷)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ”پھر جیسا کہ ان کو نبھانا چاہیئے تھا نبھا نہ سکے۔“

تشریح: آیت کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ رہبانیت (ترک لذات) جو نصاری نے ابتداء میں خود ہی اپنے اوپر لازم کرلی تھی۔ ان پر کوئی شرعی حکم نہیں تھا اور یہ چیز ان کے لئے کوئی مذموم اور بری بھی نہ تھی۔ مگر خود ہی لازم کرنے کے بعد پھر ان میں سے اکثر لوگوں نے اس کو نبھایا نہیں۔ کچھ لوگوں نے نبھایا کیونکہ اکثر حکم الکل ہوتا ہے کہ اکثر کو کل کہہ دیا جاتا ہے اس لئے تمام ہی کی طرف اس کو منسوب کرکے کہا گیا ”فَمَارَعَوْھَا“ کہ انہوں نے اس کو نبھایا نہیں اور اس کی شرائط کی پوری رعایت نہیں رکھی۔ اس بناء پر اللہ جل شانہ ان سے ناراض ہوگئے۔ (۱)

---

(۱) معارف القرآن ۸/ ۳۲۸

تہجد کی عادت ہونے کے بعد چھوڑنا بہت برا ہے

(٦٩٢) ﴿وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا عَبْدَاللّٰهِ، لَا تَكُنْ مِثْلَ فُلَانٍ، كَانَ يَقُوْمُ اللَّيْلَ فَتَرَكَ قِيَامَ اللَّيْلِ.﴾ (متفق عليه)

ترجمہ: ”حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ مجھ سے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اے عبداللہ! تم فلاں شخص کی طرح نہ ہونا، وہ رات کو قیام (تہجد) کیا کرتا تھا پھر اس نے رات کے قیام کو چھوڑ دیا۔“

لغات: ❖ قیام: قام يقوم (ن) قياما و قوما بمعنی: اٹھنا، کھڑا ہونا، ٹھہرنا، قیام کرنا۔ اور افعال سے اقامة بمعنی قائم کرنا۔

تشریح: حدیث بالا میں ایک طرف تو رات کے قیام (تہجد) پڑھنے کی تاکید فرمائی جارہی ہے کہ رات کی یہ نماز اگرچہ فرض اور واجب تو نہیں ہے مگر اس کے فضائل بہت زیادہ بیان کئے گئے ہیں اس لئے اس کا اہتمام کرنا چاہئے اور خاص کر کے جب آدمی کی عادت ہو پھر چھوڑ دے تو اور سخت وعید ہے۔

علماء فرماتے ہیں حدیث بالا سے معلوم ہوا کہ انسان جو بھی خیر و بھلائی کا کام شروع کرے تو اس کو استقامت اور پابندی کے ساتھ کرنا چاہئے، درمیان میں چھوڑنا نہیں چاہئے، ورنہ پھر آدمی آہستہ آہستہ غیر شعوری طور پر بدی کی طرف چلنا شروع کر دیتا ہے اور اس کو معلوم بھی نہیں ہوتا۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخارى كتاب التهجد (باب ما يكره من ترك قيام الليل.) وصحيح مسلم كتاب الصيام (باب النهى عن صوم الدهر) والنسائى و هكذا فى ابن ماجه.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کے حالات حدیث نمبر (۱۳۸) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(٨٨) بَابُ اِسْتِحْبَابِ طِيْبِ الْكَلَامِ وَطَلَاقَةِ الْوَجْهِ عِنْدَ اللِّقَاءِ

ملاقات کے وقت اچھی طرح بات کرنا اور خندہ پیشانی سے پیش آنا پسندیدہ عمل ہے

اے نبی! اپنے بازو کو مومنوں کے لئے نرم رکھیں

قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى: ﴿وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ﴾ (سورة حجر: ٨٨)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ”اے نبی! آپ اپنے بازو مومنوں کے لئے پست کر دیں۔“

تشریح: آیت کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ اس میں آپ ﷺ کو مخاطب کر کے کہا جارہا ہے کہ آپ مسلمانوں کے ساتھ نرمی اور تواضع کا معاملہ فرمائیں، مگر کافروں کے لئے یہ حکم نہیں ہے البتہ تبلیغ جو آپ کا فرض منصبی ہے اس کو آپ ﷺ ادا کرتے رہیئے اور کافروں کو ڈراتے رہیئے، تبلیغ کا کام نہ چھوڑیں۔

اگر آپ سخت دل ہوتے تو سب بھاگ جاتے

قَالَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالیٰ: ﴿وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِکَ﴾

(سورۃ آل عمران: ۱۵۹)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ''اگر آپ تندخو اور سخت دل ہوتے تو یہ یقیناً آپ کے پاس سے بھاگ جاتے۔''

تشریح: مفسرین رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں آیت کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ کو مخاطب فرما کر کہا جارہا ہے کہ آپ کے اندر نرم خوئی اور خوش اخلاقی، لطف و مہربانی وغیرہ صفات اگر نہ ہوتیں تو جو کام اصلاح خلائق کا آپ کے سپرد ہے وہ اچھی طرح پورا نہ ہوسکتا تھا لوگ قریب آنے کے بجائے آپ ﷺ سے دور بھاگ جاتے۔ اس سے علماء استدلال کرتے ہیں کہ دعوت و تبلیغ کرنے والے کے لئے ان صفات سے آراستہ ہونا ضروری ہے جب کہ آپ کی سختی لوگ برداشت نہیں کرسکتے تو پھر کس کی مجال ہے کہ وہ تشدد اور کج خلقی کے ساتھ اللہ کی مخلوق کو اپنے اردگرد جمع کر سکے اور ان میں اصلاح کا کام کر سکے۔ (۱)

(۱) معارف القرآن ۲/ ۲۱۷

جہنم سے بچو اگرچہ کھجور کے ٹکڑے ہی سے ہو

(۶۹۳) ﴿وَعَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَبِكَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا آگ سے بچو اگرچہ کھجور کے ایک ٹکڑے کے ذریعے سے ہی ہو اور جو شخص اس کو نہ پائے تو وہ اچھی بات کے ذریعے سے بچے۔''

لغات: ❖ تمرۃ: بمعنی: خرما جمع: تمارات وتُمُوْرٌ و تَمرَانٌ – التمر الهندی – املی، التَّمَّارُ. خرما فروش۔ التمر اسم جمع ہے۔

تشریح: حدیث بالا میں یہ فرمایا جارہا ہے کہ صدقہ موثر ہے جہنم کے عذاب سے بچاؤ کے لئے، اس لئے آدمی کو صدقہ دیتے رہنا چاہیئے۔ مبالغہ فرمایا جارہا ہے کہ صدقہ دینے کو کچھ نہ ہو صرف کھجور کا ایک ٹکڑا ہو تب بھی دے دو یہ نہ ہو کہ یہ اتنا معمولی سا ہے اس کو دینے سے کیا فائدہ۔ اور اگر اتنا صدقہ بھی نہ پاؤ تو پھر اچھی طرح بات کر لینا ہی چاہیئے، اچھی طرح اخلاق سے بات کرنا یہ بھی ذریعہ بن جائے گا جہنم کی آگ سے بچاؤ کیلئے۔ (۱)

تخریج حدیث: أخرجه صحیح بخاری کتاب الادب (باب طیب الکلام) وصحیح مسلم کتاب الزکاۃ (باب الحث علی الصدقة و لو بشق تمرة او کلمة طیبة.)

نوٹ: راوی حدیث حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کے حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۷۲) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) یہ حدیث پہلے "بیان کثرۃ طرق الخیر" میں حدیث نمبر ۱۳۹ کے ضمن میں گزر چکی ہے، وہاں پر پوری وضاحت موجود ہے۔

اچھی بات کہنا بھی صدقہ ہے

(۶۹۴) ﴿وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "وَالْكَلِمَةُ الطَّیِّبَةُ صَدَقَةٌ. متفق علیه. وَهُوَ بَعْضُ حَدِیْثٍ تَقَدَّمَ بِطُوْلِهِ.﴾

ترجمہ: "حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا اچھی بات بھی صدقہ ہے۔ یہ ایک حدیث کا ٹکڑا ہے جو پوری کی پوری پہلے گزر چکی ہے۔"

لغات: ❖ الطیبة: پاکیزہ چیز، طاب یطیب طیبا وطیبة (ض) بمعنی لذیذ ہونا، میٹھا ہونا۔ طیب الشیء اچھا کرنا، تطیب: خوشبو لگانا۔

تشریح: حدیث بالا میں یہ بتایا جارہا ہے کہ صدقہ صرف مال ہی سے نہیں ہوتا بلکہ صدقہ تو اتنا آسان ہے کہ کسی سے اچھے انداز میں گفتگو کرنا بھی صدقہ ہے علماء فرماتے ہیں اس سے اندازہ لگایا جائے کہ اسلام کی نگاہ میں اخلاق اور آداب کی کتنی اہمیت ہے۔ (۱)

تخریج حدیث: تقدم تخریجه فی باب بیان کثرة طرق الخیر.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) یہ حدیث پہلے "باب بیان کثرۃ طرق الخیر" میں حدیث نمبر ۱۲۲ کے ضمن میں گزر چکی ہے وہاں اس کی پوری وضاحت آ چکی ہے۔

کسی نیکی کو بھی معمولی نہ سمجھنا چاہیئے

(٦٩٥) ﴿وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: لَاتَحْقِرَنَّ مِنَ الْمَعْرُوْفِ شَیْئًا وَلَوْأَنْ تَلْقَی أَخَاکَ بِوَجْہٍ طَلِیْقٍ﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ: ''حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ کسی نیک کام کو معمولی نہ سمجھنا اگرچہ تمہارا اپنے بھائی کو خندہ پیشانی سے ملنا ہی ہو۔''

لغات: ❖ طلیق: طلق طلاقۃ طلوقۃ (ک) اللسان. بمعنی: فصیح خوش بیان ہونا۔ طلاقۃ الرجل. ہنس مکھ ہونا۔

تشریح: لَاتَحْقِرَنَّ مِنَ الْمَعْرُوْفِ شَیْئًا: اچھے کام کو معمولی نہیں سمجھنا چاہیئے۔ ''معروف'' ہر اس کام کو کہتے ہیں جو شرعی لحاظ سے پسندیدہ ہو ایسے شرعاً مستحسن کام کو چاہے دیکھنے میں وہ کتنا ہی چھوٹا عمل ہی کیوں نہ ہو حقیر اور معمولی نہیں سمجھنا چاہیئے۔ مثال دی جارہی ہے خندہ پیشانی سے ملنا۔ یہ اگرچہ کوئی خاص عمل نہیں۔ مگر چونکہ اخلاقی اعتبار سے یہ ایک نہایت عمدہ عادت اور باطنی محبت کی علامت ہے اس لئے اس کی شریعت میں قدر کی گئی ہے۔ (۱)

تخریج حدیث: أخرجہ صحیح مسلم کتاب البر (باب استحباب طلاقۃ الوجہ عند اللقاء.)

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے حالات اس سے قبل حدیث نمبر (٦١) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) یہ حدیث پہلے ''باب بیان کثرۃ طرق الخیر'' میں حدیث نمبر ۱۲۱ کے ضمن میں گزر چکی ہے وہاں اس کی پوری وضاحت آچکی ہے۔

(۸۹) بَابُ اِسْتِحْبَابِ بَیَانِ الْکَلَامِ وَ إِیْضَاحِہٖ لِلْمُخَاطَبِ وَ تَکْرِیْرِہٖ لِیَفْھَمَ إِذَالَمْ یَفْھَمْ إِلَّا بِذَالِکَ

''مخاطب کو سمجھانے کے لئے بات کا مکرر اور وضاحت سے کرنا جب کہ اس کے بغیر مخاطب کا سمجھنا ممکن نہ ہو اس کے استحباب کا بیان''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی اہم بات فرماتے تو تین مرتبہ فرماتے

(٦٩٦) ﴿عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ أَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ إِذَا تَکَلَّمَ بِکَلِمَۃٍ أَعَادَھَا ثَلَاثًا حَتّٰی تُفْھَمَ عَنْہُ، وَإِذَا أَتٰی عَلٰی قَوْمٍ فَسَلَّمَ عَلَیْھِمْ سَلَّمَ عَلَیْھِمْ ثَلَاثًا﴾ (رواہ البخاری)

ترجمہ: ''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی بات ارشاد فرماتے تو تین مرتبہ اسے دہراتے حتیٰ کہ وہ خوب سمجھ میں آجاتی اور جب کسی قوم کے پاس آتے تو ان پر تین بار سلام کرتے۔'' (بخاری)

لغات: ❖ اعاد: یعید (افعال) اعادۃ بمعنی: لوٹانا اور مجرد (ن). عودا بمعنی: لوٹنا۔ اس کے علاوہ بھی مختلف معنی کیلئے مستعمل ہے۔

تشریح: محدثین فرماتے ہیں کہ حدیث بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ تین تین مرتبہ ایک کلمہ کو دہرانا مستحسن ہے بالخصوص جب کہ اس کی ضرورت بھی زیادہ ہو۔ (۱)

بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہ اس وقت عموماً ہوتا تھا جب کہ مجمع زیادہ ہوتا تھا تو ایک مرتبہ دائیں طرف اور دوسری مرتبہ بائیں طرف پھر تیسری مرتبہ سامنے کی طرف منہ کر کے ارشاد فرماتے تھے۔ اسی پر قیاس کیا جائے سلام کو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تین مرتبہ سلام کرتے تھے تاکہ سب سن لیں یا یہ کہ دائیں، بائیں اور سامنے کی طرف منہ کر کے سلام فرماتے تھے۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخاری كتاب العلم (باب من اعاد الحديث ثلاثا) و كتاب الاستيذان (باب التسليم و الاستيذان ثلاثا) و الترمذی و وهم المصنف فی دعواه ان البخاری لم يخرجه.

نوٹ: راوی حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۱۵) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) روضۃ المتقین ۲/۲۳۴

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو بالکل صاف اور واضح ہوتی تھی

(٦٩٧) ﴿وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهَاقَالَ: كَانَ كَلَامُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلَامًا فَصْلاً. يَفْهَمُهُ كُلُّ مَنْ يَسْمَعُهُ﴾ (رواه ابوداؤد)

ترجمہ: ''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو اتنی صاف اور واضح ہوتی جسے ہر سننے والا سمجھ لیتا۔''

لغات: ❖ فصلا: فصل يفصل (ض) فصلا بمعنی جدا کرنا، علیحدہ کرنا۔ (ن) فصولا. الكرم. انگور کی بیل میں دانہ بیٹھنا، فصل الكلام ــ تفصیل کرنا۔

تشریح: كَلَامًا فَصْلاً: صاف اور واضح گفتگو۔ حدیث کا مطلب واضح ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو بالکل واضح ہوتی تھی کہ ہر ایک سمجھ لیتا تھا۔ بعض علماء نے ''فصلاً'' کا مطلب ٹھہر ٹھہر کر بات کرنے کا بیان کیا ہے کہ آپ کے منہ مبارک سے

نکلنے والا ہر لفظ الگ الگ ہوتا تھا، گڈ مڈ الفاظ نہیں ہوتے تھے۔ اس میں آپ سامعین کی رعایت رکھتے تھے تاکہ سامعین ہر ایک بات کو سمجھ لیں۔ (۱)

ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو یکے بعد دیگرے ملی ہوئی نہ ہوتی تھی۔ (۲)

علامہ مناوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آپ کا ہر کلمہ دوسرے سے جدا اور ممتاز ہوتا تھا۔ (۳)

یہی بات ایک روایت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی فرماتی ہیں کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بات فرماتے تو تھوڑی تھوڑی فرماتے اور تم لوگ تو جلدی جلدی چھینٹ دیتے ہو۔ (۴) بقول شاعر

کلام ایسا مکمل جامع و پر مغز حقانی ۔۔۔ نہ بالکل مختصر ادھورا ہی نہ طولانی (۵)

تخریج حدیث: أخرجه سنن ابی داؤد کتاب الادب (باب الهدی فی الکلام) و اسناده حسن.

نوٹ: راویہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۲) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) نزہۃ المتقین (۲) مرقاۃ ۱/۴/۲۷۴ (۳) جمع الوسائل: ۸ (۴) سبل الهدی ۱۲۹ (۵) کوثر وزمزم: ۴۵

(۹۰) بَابُ اِصْغَاءِ الْجَلِيْسِ لِحَدِيْثِ جَلِيْسِهِ الَّذِیْ لَيْسَ بِحَرَامٍ وَاسْتِنْصَاتِ الْعَالِمِ وَالْوَاعِظِ حَاضِرِیْ مَجْلِسِهٖ

”ایک آدمی کا دوسرے آدمی کی بات پر کان لگانا جب کہ وہ بات ناجائز نہ ہو اور عالم اور واعظ کا حاضرین مجلس کو خاموش کروانے کا بیان“

میرے بعد تم کافر نہ بن جانا

(۶۹۸) ﴿وَعَنْ جَرِيْرِبْنِ عَبْدِاللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ حَجَّةِ الْوِدَاعِ: اِسْتَنْصِتِ النَّاسَ ثُمَّ قَالَ: لَاتَرْجِعُوْابَعْدِیْ كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ﴾

(متفق علیه)

ترجمہ: ”حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ مجھ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں فرمایا: تم لوگوں کو خاموش کرواؤ۔ پھر فرمایا تم میرے بعد کافر نہ بن جانا کہ تم ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو۔“ (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ استنصت: الناس. یہ باب استفعال سے بمعنی خاموش کرنا یا خاموش کھڑا رہنا یا خاموش رہنے کیلئے درخواست کرنا مجرد نَصَتَ (ض) نَصتًا اِنتَصَتَ لَہٗ بمعنی بات سننے کیلئے خاموش رہنا۔ النُّصتَۃُ: بمعنی خاموشی۔

تشریح: اِستَنصَتِ النَّاس: لوگوں کو خاموش کرواؤ۔ اس سے معلوم ہوا کہ جب قرآن و حدیث سنایا جائے تو خاموش رہ کر سنا جائے۔ علماء اس سے استدلال فرماتے ہیں کہ عوام اور متعلّمین پر بھی لازم ہے کہ علماء کے کلام و خطاب کے وقت سکوت رکھیں کیونکہ یہ علماء بھی انبیاء کے وارثین ہیں۔

حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ علم کے پانچ درجے ہیں ① سب سے پہلے استماع (کان لگانا) پھر ② انصات (خاموش رہنا) ③ یاد کرنا ④ عمل کرنا ⑤ اس کی نشر و تبلیغ کرنا۔

”میرے بعد کافر نہ بن جانا“ کے چار مطلب

لَا تَرۡجِعُوۡا بَعۡدِیۡ کُفَّارًا: میرے بعد کافر نہ بن جانا۔ اس جملہ کے محدثین نے کئی مطلب بیان فرمائے ہیں۔

پہلا مطلب: مثلاً یہ کہ مسلمانوں کا جو حق ہے تو بجائے اس کا حق ادا کرنے کے اس کو قتل کرنے لگو یہ سراسر ناسپاسی، ناشکری ہے، اس ناشکری کو کفر سے تعبیر کیا جا رہا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ کافر ہونا یہاں پر حقیقتاً نہیں ہے بلکہ لغوی معنی کے لحاظ سے ہے یعنی ناشکری کرنا۔

دوسرا مطلب: یہ ہے ایک دوسرے کو حلال سمجھ کر قتل کرنے لگو اس سے آدمی کافر ہو جائے گا۔

تیسرا مطلب: یہ کہ قتل کرنا یہ آدمی کو کفر اور سوء خاتمہ تک پہنچا دیتا ہے۔

چوتھا مطلب: یہ کہ قتل کرنا مسلمانوں کو یہ کافروں کا عمل ہے، تم کافروں والا عمل میرے بعد شروع نہ کر دینا۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخارى كتاب العلم (باب الانصات للعلماء) و صحيح مسلم كتاب الايمان (باب لا ترجعوا بعدى كفارا يضرب بعضكم رقاب بعض.) والنسائى و ابن ماجه.

نوٹ: راوی حدیث حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۱۷۳) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۹۱) بَابُ الۡوَعۡظِ وَالۡاِقۡتِصَادِ فِيۡهِ

وعظ و نصیحت میں اعتدال رکھنے کا بیان

اللہ کی طرف حکمت اور اچھے وعظ سے بلاؤ

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿اُدۡعُ اِلٰى سَبِيۡلِ رَبِّكَ بِالۡحِكۡمَةِ وَالۡمَوۡعِظَةِ الۡحَسَنَةِ﴾ (سورة نحل: ۱۲۵)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ''اپنے رب کے راستے کی طرف دانائی اور اچھے وعظ کے ذریعے بلاؤ۔''

تشریح: آپ ﷺ کو مخاطب فرما کر کہا جا رہا ہے کہ آپ لوگوں کو دانائی اور اچھی نصیحت کے ذریعے بلاؤ۔ لوگوں کو اللہ کی طرف بلانا یہ انبیاء علیہم السلام کا پہلا فرض منصبی ہوتا ہے، قرآن میں بھی آپ ﷺ کی خاص صفت داعی الی اللہ ہونا بیان کیا گیا ہے مثلاً: وَدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا. الآية (۱)

''يَاقَوْمَنَا اَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ . الآية (۲)

امت محمدیہ پر بھی دعوت کا کام فرض ہے

اس کے بعد مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: امت پر بھی آپ ﷺ کے نقش قدم پر دعوت الی اللہ کو فرض کہا گیا ہے جیسے کہ قرآن میں ہے:

﴿وَلْتَكُنْ مِنكُمْ اُمَّةٌ يَدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾ (۳)

ترجمہ: ''تم میں سے ایک جماعت ایسی ہونی چاہیئے جو لوگوں کو خیر کی طرف بلائے اور نیک کاموں کا حکم کرے اور برے کاموں سے روکے۔''

ایک دوسری جگہ بھی ارشاد ہے: ﴿وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلاً مِّمَّنْ دَعَا اِلَى اللّٰهِ . الآية﴾ (۴)

ترجمہ: ''گفتار کے اعتبار سے اس شخص سے اچھا کون ہوسکتا ہے جس نے لوگوں کو اللہ کی طرف بلایا۔''

اَلْحِكْمَةُ: اس کا ترجمہ کیا جاتا ہے کہ ایسا درست کلام جو انسان کے دل میں اتر جائے۔

اَلْمَوْعِظَةُ الْحَسَنَةُ: ''وعظ'' کہتے ہیں کسی کی خیر خواہی کے لئے بات اس طرح کی جائے کہ مخاطب کا دل اس کو قبول کرنے کے لئے نرم ہوجائے، مثلاً اس بات کے ساتھ اس کے کرنے کے ثواب وفوائد اور نہ کرنے پر وعید وعذاب کو بھی بیان کرے۔ کبھی کبھار خیر خواہی کی بات بھی دل خراش عنوان سے یا اس طرح بھی کہی جاتی ہے کہ جس سے مخاطب اپنی اہانت محسوس کرتا ہے، اس انداز کو بھی چھوڑنے کے لئے لفظ حسنہ کا اضافہ کیا گیا۔ (۵)

(۱) سورۃ احزاب آیت ۴۶

(۲) سورۃ احقاف آیت ۳۱

(۳) سورۃ آل عمران آیت ۱۰۴

(۴) سورۃ حم سجدہ۔ ۳۳

(۵) معارف القرآن ۵/۴۰۹

اتنا وعظ نہ کیا جائے جس سے لوگ اکتا جائیں

(٦٩٩) ﴿عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ شَقِیْقِ بْنِ سَلَمَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ يُذَكِّرُنَا فِیْ كُلِّ خَمِيْسٍ، فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ: يَا اَبَا عَبْدِالرَّحْمٰنِ! لَوَدِدْتُّ أَنَّکَ ذَكَّرْتَنَا كُلَّ يَوْمٍ، فَقَالَ: أَمَا إِنَّهُ يَمْنَعُنِیْ مِنْ ذٰلِکَ أَنِّیْ أَكْرَهُ أَنْ أُمِلَّكُمْ وَإِنِّیْ أَتَخَوَّلُكُمْ بِالْمَوْعِظَةِ، كَمَاكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَخَوَّلُنَا بِهَامَخَافَةَ السَّامَةِ عَلَيْنَا.﴾ متفق عليه. يَتَخَوَّلُنَا: اى يَتَعَهَّدُنَا.

ترجمہ: ''حضرت ابووائل شقیق بن سلمہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہر جمعرات کو وعظ فرمایا کرتے تھے ایک آدمی نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ آپ ہمیں روزانہ وعظ فرمایا کریں۔تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: روزانہ وعظ کرنے سے یہ بات روکتی ہے کہ میں تمہیں اکتاہٹ میں ڈالوں میں وعظ و نصیحت میں تمہارا خیال رکھتا ہوں جس طرح آپ ﷺ ہمارا خیال رکھتے تھے کہ کہیں ہم اکتا نہ جائیں۔''

لغات: ❖ كراهية: كره (س) كَرهاً وكُرهاً وكَرَاهة وكَرَاهِيَةً ومَكرَهة و مكرُهة. الشیء. ناپسند کرنا۔اسم فاعل (كارهٌ) كره (ک) كراهة وكراهية. الامر والمنظر. بدنما ہونا،صفت كريهٌ.

تشریح: ذَكَّرْتَنَا كُلَّ يَوْمٍ: آپ ہم کو روزانہ وعظ فرمایا کریں۔محدثین فرماتے ہیں ہر کام میں اعتدال رکھنا چاہیئے یہاں تک کہ وعظ و نصیحت میں بھی اعتدال سے کام لینا چاہیئے۔ ہر وقت وعظ و نصیحت ہو تو دل جمعی سے آدمی نہیں سنتا اور اس کا اچھا اثر بھی مرتب نہیں ہوگا بلکہ یہ ہوسکتا ہے کہ اس سے دل اچاٹ بھی ہوجائے۔

اسی وجہ سے علماء فرماتے ہیں جو نصیحت اپنے وقت پر اور نہایت اخلاق اور انتہائی محبت و شفقت سے کی جاتی ہے یعنی مخاطب کے دل پر اثر انداز ہوتی ہے اور اس کا ہی بہترین ثمرہ مرتب ہوتا ہے۔[1]

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخارى كتاب العلم (باب من جعل لاهل العلم اياما معلومة) وصحيح مسلم كتاب صفات المنافقين، (باب الاقتصادفی الموعظة) وترمذی و ابن حبان ٤٥٢٤۔

راوی حدیث حضرت ابووائل شقیق بن سلمۃ کے مختصر حالات:

نام: شقیق۔کنیت ابووائل۔قبیلہ اسد سے تعلق رکھتے ہیں۔کوفہ کے رہنے والے تھے۔یہ تابعین میں سے ہیں۔

وفات: ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں ان کا انتقال ۶۴ھ میں ہوا۔(تقریب)

---

(۱) مظاہر حق ۱/۲۳۹۔دلیل الفالحین ۳/۷۲

خطبہ مختصر اور نماز لمبی ہونا چاہیئے

(۷۰۰) ﴿وَعَنْ اَبِی الْیَقْظَانِ عَمَّارِ بْنِ یَاسِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: اِنَّ طُوْلَ صَلَاۃِ الرَّجُلِ، وَقَصْرَ خُطْبَتِہٖ مَئِنَّۃٌ مِنْ فِقْھِہٖ، فَأَطِیْلُوا الصَّلَاۃَ وَأَقْصِرُوْا الْخُطْبَۃَ.﴾ رواہ مسلم. مَئِنَّۃٌ: بِمِیْمٍ مَفْتُوْحَۃٍ، ثُمَّ ھَمْزَۃٌ مَکْسُوْرَۃٌ، ثُمَّ نُوْنٌ مُشَدَّدَۃٌ أَیْ: عَلَامَۃٌ دَالَّۃٌ عَلٰی فِقْھِہٖ.

ترجمہ: ''حضرت ابوالیقظان عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے آپ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ آدمی کا لمبی نماز پڑھنا اور اپنے خطبے کو مختصر کرنا اس کی سمجھداری کی علامت ہے، اس لئے تم نماز لمبی کرو اور خطبہ مختصر رکھو۔'' (مسلم)

مئنۃ: میم پر زبر، ہمزہ پر زیر پھر نون مشدد یعنی ایسی علامت جو اس کی سمجھداری پر دلالت کرے۔

لغات: ❖ مئنۃ: علامت مأن (ف) مأناً. الرجل: چوکنا رہنا۔ پرہیز کرنا۔ اقصروا: الخطبۃ: قصر (ض) قصراً: الشیء. چھوٹا کرنا۔ قصر (ک) قَصراً وقِصراً وقصارۃً: چھوٹا ہونا فقھہ: فقہ (س) فقھاً وتفقہ الشیء والکلام سمجھنا۔ فقہ (ک) فقھاً. الرجل: علم میں غالب ہونا۔

تشریح: طُوْلَ صَلَاۃِ الرَّجُلِ وَقَصْرَ خُطْبَتِہٖ: ''آدمی کا لمبی نماز پڑھنا اور خطبے کو مختصر کرنا'' کیونکہ نماز تو مقصود ہے اور خطبہ اس کی فرع ہے۔ نماز لمبی پڑھانے میں مقتدیوں کا خیال رکھنا بھی نہایت ضروری ہے کیونکہ جماعت میں ضعیف، بیمار، بوڑھے، حاجت مند سب ہی ہوتے ہیں اور دوسری روایت میں آتا بھی ہے کہ ہلکی نماز پڑھانی چاہیئے۔

علماء فرماتے ہیں یہاں پر نماز کو لمبی کرنے کا ذکر خطبہ کے مقابل ہونے کی وجہ سے کیا کہ خطبہ کے مقابلے میں نماز لمبی ہو ورنہ فی نفسہٖ جماعت کی نماز بھی مختصر ہوگی۔ مختصر ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ اس میں خشوع وخضوع، اطمینان وسکون اور اعتدال ارکان نہ ہو بلکہ ان سب کا لحاظ رکھتے ہوئے نماز پڑھائی جائے گی۔ (۱)

تخریج حدیث: أخرجہ صحیح مسلم کتاب الجمعۃ (باب تخفیف الصلوٰۃ والخطبۃ) و احمد ۱۸۳۴۵۔

حضرت عمار بن یاسر کے مختصر حالات:

نام: عمار، ابوالیقظان کنیت، والد کا نام یاسر، والدہ کا نام سمیہ۔ اسلام: حضرت عمار اور حضرت صہیب بن سنان ایک ہی ساتھ ارقم بن ابی ارقم کے گھر مسلمان ہوئے، اس وقت تک تقریباً تیس سے زیادہ لوگ مسلمان ہو چکے تھے۔ (فتح الباری ۷/۷۱، واسد الغابۃ ۴/۴۴)

اس خاندان نے دین کی خاطر بڑی مشقت اٹھائی۔ ان کی والدہ تاریخ اسلام کی پہلی خاتون ہیں جو دین اسلام میں شہید ہوئیں اور ان کے والد یاسر اور ان کے بھائی عبداللہ بھی شہید ہوئے۔ (اصابۃ، تذکرۃ سمیۃ وعمار رضی اللہ عنہما) ایک موقعہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آل عمار! تمہیں بشارت ہو جنت تمہاری منتظر ہے (مستدرک حاکم ۳/۳۸۸) ارباب سیر میں اختلاف ہے کہ آپ نے حبشہ کی طرف ہجرت کی یا نہیں مگر مدینہ منورہ کی طرف ہجرت

فرمائی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا بھائی چارہ حذیفہ بن الیمان انصاری سے کروادیا۔
تمام ہی غزوات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہوئے، جنگ یمامہ میں ان کا ایک کان شہید ہوگیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ۲۰ھ میں ان کو کوفہ کا والی بنادیا تھا، ایک سال ۹ ماہ تک اس منصب پر فائز رہے۔

شہادت: جنگ صفین میں شہید ہوئے، جب ان کو دودھ پینے کو دیا گیا فرمانے لگے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ تیرا آخری توشہ دنیا کا دودھ ہوگا۔ ابن الغاویہ نے نیزہ مار کر زخمی کیا اور پھر ایک دوسرے شامی آدمی نے ان کا سرتن سے جدا کردیا (طبقات بن سعد) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ اس وقت حضرت عمار کی عمر ۹۱ سال تھی اور کوفہ میں یہی پہلے صحابی مدفون ہوئے۔

مرویات: ان سے ۶۲ احادیث مروی ہیں، دو میں بخاری اور مسلم دونوں متفق ہیں، صاحب بخاری تین اور صاحب مسلم دو حدیثوں میں منفرد ہیں۔
مزید حالات کے لئے دیکھیں: (۱) اسد الغابۃ، تذکرۃ عمار بن یاسر (۲) طبقات ابن سعد جزء ثالث ۱۷۷ (۳) فتح الباری ۷/۱۷ (۴) اصابۃ تذکرۃ عمار بن یاسر (۵) مستدرک حاکم ۳/۳۸۷ (۶) تاریخ طبری ۲۶۷۶ (۷) استیعاب ۲/۴۳۴ وغیرہ۔

---

(۱) روضۃ المتقین ۲/۲۳۷، دلیل الطالبین ۱/۵۸۷

نماز میں ابتداءً بات کرنا جائز تھا بعد میں منسوخ ہوگیا

(۷۰۱) ﴿وَعَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ الْحَكَمِ السُّلَمِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: بَيْنَاأَنَا أُصَلِّيْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْعَطَسَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ فَقُلْتُ: يَرْحَمُكَ اللّٰهُ، فَرَمَانِي الْقَوْمُ بِأَبْصَارِهِمْ فَقُلْتُ: وَاثُكْلَ أُمِّيَاهُ! مَاشَأْنُكُمْ تَنْظُرُوْنَ إِلَيَّ؟ فَجَعَلُوْايَضْرِبُوْنَ بِأَيْدِيْهِمْ عَلَى أَفْخَاذِهِمْ فَلَمَّا رَأَيْتُهُمْ يُصَمِّتُوْنَنِيْ لٰكِنِّيْ سَكَتُّ، فَلَمَّاصَلَّى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَبِأَبِيْ هُوَوَأُمِّيْ، مَارَأَيْتُ مُعَلِّمًاقَبْلَهُ وَلَابَعْدَهُ أَحْسَنَ تَعْلِيْمًامِنْهُ، فَوَاللّٰهِ مَاكَهَرَنِيْ وَلَاضَرَبَنِيْ وَلَا شَتَمَنِيْ، قَالَ: إِنَّ هٰذِهِ الصَّلَاةَ لَايَصْلُحُ فِيْهَا شَيْءٌ مِنْ كَلَامِ النَّاسِ، إِنَّمَاهِيَ التَّسْبِيْحُ وَ التَّكْبِيْرُ، وَقِرَاءَةُ الْقُرْآنِ أَوْكَمَاقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ، إِنِّيْ حَدِيْثُ عَهْدٍ بِجَاهِلِيَّةٍ، وَقَدْجَاءَ اللّٰهُ بِالْإِسْلَامِ، وَإِنَّ مِنَّارِجَالاً يَأْتُوْنَ الْكُهَّانَ؟ قَالَ: فَلَا تَأْتِهِمْ قُلْتُ: وَمِنَّارِجَالٌ يَتَطَيَّرُوْنَ؟ قَالَ: ذَاكَ شَيْءٌ يَجِدُوْنَهُ فِيْ صُدُوْرِهِمْ فَلَا يَصُدَّنَّهُمْ.﴾ رواه مسلم. اَلثُّكْلُ: بضم الثاء المثلثة: اَلْمُصِيْبَةُ وَالْفَجِيْعَةُ. مَاكَهَرَنِيْ. أي: مَانَهَرَنِيْ.

ترجمہ: ”حضرت معاویہ بن الحکم سلمی روایت فرماتے ہیں کہ ایک وقت میں آپ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھ رہا تھا کہ نمازیوں میں سے ایک شخص کو چھینک آئی تو میں نے کہا ”یرحمک اللہ“ پس لوگ مجھے گھور کر دیکھنے لگے۔ میں نے کہا ہائے ماں کی جدائی (یہ عرب ایک محاورہ کے طور سے استعمال کرتے ہیں) تمہیں کیا ہوا کہ تم مجھے گھور گھور کر دیکھ رہے ہو، پس وہ اپنے ہاتھ اپنی رانوں پر مارنے لگے جب میں نے دیکھا کہ وہ مجھے خاموش کرانا چاہتے ہیں

تو میں خاموش ہوگیا۔ جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوگئے۔ پس میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں میں نے آپ ﷺ جیسا معلم، آپ ﷺ سے پہلے کبھی نہ دیکھا اور نہ آپ ﷺ کے بعد دیکھا جو آپ ﷺ سے زیادہ اچھی تعلیم دینے والا ہو، اللہ کی قسم! آپ ﷺ نے نہ مجھے ڈانٹا اور نہ مارا اور نہ برا بھلا کہا پس اتنا فرمایا بے شک یہ نماز اس میں انسانوں سے بات کرنا جائز نہیں یہ تو صرف سبحان اللہ، الحمد للہ کہنے اور قرآن پاک کی تلاوت کرنے کا نام ہے یا اس طرح سے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں زمانہ جاہلیت کے قریب ہوں اور اب میں اسلام لے آیا ہوں اور ہم میں سے کچھ لوگ نجومیوں کے پاس جاتے ہیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تم ان کے پاس نہ جاؤ۔ میں نے کہا اور ہم میں سے کچھ لوگ بدشگونی لیتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا یہ ایک ایسی چیز ہے جسے وہ اپنے سینوں میں محسوس کرتے ہیں، ان کو کام سے ہرگز نہ روکے۔"

اَلثُّکلُ: ثاء پر پیش، مصیبت اور ناگہانی آفت۔ ما کھرنی: مجھے ڈانٹا جھڑکا نہیں۔

لغات: ❖ واثکل أمیاہ: ثکل (س) ثُکلا و ثَکلا. ابنہ: گم کرنا صفت (ثاکل وثکلان) مؤنث ثاکل و ثاکلۃ وثُکلی جمع: ثواکل. و ثکالی.

تشریح: حدیث بالا سے علماء کرام نے کئی مسائل مستنبط فرمائے ہیں: مثلاً:

نماز میں ہر قسم کی گفتگو منع ہے۔

چھینک کا جواب دینا بھی صحیح نہیں ہے۔

آپ ﷺ کی تعلیم وتربیت کا نہایت موثر اور مشفقانہ انداز بیان کیا گیا ہے کہ آپ ﷺ نے نہایت اچھے طریقے سے انجان لوگوں کو دین کی باتیں سمجھائی اور ان کی لاعلمی پر مبنی کوتاہیوں کو درست فرمایا۔

رِجَالًا یَاْتُوْنَ الْکُھَّانَ قَالَ فَلاَ تَاْتِھِمْ: نجومیوں کے پاس مستقبل کے حالات اور غیب کی باتیں معلوم کرنے کے لئے جانا ناجائز اور حرام ہے۔ "منا رجال یتطیرون" بدشگونی سے آپ ﷺ نے منع فرمایا، نیک فالی لینا تو شریعت میں جائز ہے مگر بدشگونی یہ صحیح نہیں ہے۔ یہ زمانہ جاہلیت کی عادتوں میں سے تھی جس کو دین اسلام نے آکر ختم فرمایا۔

تخریج حدیث: أخرجہ صحیح مسلم کتاب المساجد (باب تحریم الکلام فی الصلوٰۃ و نسخ ما کان من اباحتہ) و ھکذا فی ابی داؤد.

راوی حدیث حضرت معاویہ بن حکم کے مختصر حالات:

نام: معاویہ، والد کا نام حکم، بنوسلیم میں رہائش تھی۔ ہجرت کے بعد مسلمان ہوئے، سن میں اختلاف ہے اور اپنی تعلیم کا تفصیلی واقعہ حدیث بالا میں خود ارشاد فرماتے ہیں۔ مرویات: ان سے ۱۳، احادیث مروی ہیں۔

آپ ﷺ کا ایک موثر وعظ

(۷۰۲) ﴿وَعَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: وَعَظَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَوْعِظَةً وَجِلَتْ مِنْهَا الْقُلُوْبُ وَذَرَفَتْ مِنْهَا الْعُيُوْنُ﴾ وَذَكَرَ الْحَدِيْثَ وَ قَدْ سَبَقَ بِكَمَالِهِ فِيْ بَابِ "اَلْاَمْرِ بِالْمُحَافَظَةِ عَلَى السُّنَّةِ" وَذَكَرْنَا أَنَّ الترمذى قَالَ: إِنَّهُ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ.

ترجمہ: ''حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہمیں آپ ﷺ نے ایسا موثر وعظ ارشاد فرمایا کہ آنسو جاری ہوگئے۔'' حضرت عرباض نے ساری حدیث بیان کی۔ حدیث مکمل باب الامر بالمحافظۃ علی السنۃ میں گزر چکی ہے اور ہم نے ذکر کیا تھا کہ امام ترمذی نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔

لغات: ❖ وجلت: وجل یوجل وجلاً وموجلا. ڈرنا، خوف محسوس کرنا۔ الوجل: خوف. جمع: اوجال. الوجل: خوف کرنے والا جمع: وجلون ووجال مؤنث وجلۃ.

ذرفت: ذرف (ض) ذرفاً وذریفاً و ذروفاً و ذرفاناً، وتذرافاً. (الدمع) بہنا۔ صفت: ذریف ومذروف.

تشریح: مَوْعِظَةً: وعظ کہتے ہیں نہایت ہمدردی میں کسی کو ایسا سمجھانا کہ اس کے دل پر اس کا اثر ہو۔ وَجِلَتْ مِنْهَا الْقُلُوْبُ: دل ڈر گئے، یہ ایمان والوں کی کیفیت ہے کہ قرآن وحدیث سننے کے بعد آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے قرآن وحدیث سے متاثر ہو کر آنسو کا نکل جانا یہ ایمان والوں کی علامت ہے۔ یہ حدیث اگرچہ پہلے گزر بھی چکی ہے (باب الامر بالمحافظة على السنة حدیث نمبر ۱۵۸ میں) یہاں اس لئے لائے کہ وعظ میں اعتدال رکھنا چاہئے بہت زیادہ لمبا وعظ نہیں کرنا چاہیئے جس کا اثر نہیں ہوتا، اس بات کو ثابت کرنے کے لئے یہاں دوبارہ حدیث کو ذکر فرما رہے ہیں۔

تخریج حدیث: أخرجه سنن ترمذى ابواب العلم (باب الاخذ بالسنة و اجتناب البدعة.)

نوٹ: راوی حدیث حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کے حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۱۵۸) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۹۲) بَابُ الْوَقَارِ وَالسَّكِيْنَةِ

وقار اور سکونت کے بیان میں

عباد الرحمٰن کی چند صفات

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّ إِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُوْنَ

قَالُوْا سَلٰمًا﴾ (سورۃ فرقان: ٦٣)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ”رحمٰن کے بندے تو ایسے ہیں جو زمین پر آہستگی سے چلتے ہیں اور جب جاہل لوگ ان سے جاہلانہ گفتگو کرتے تو سلام کہہ کر گزر جاتے ہیں۔“

تشریح: عِبَادُ الرَّحْمٰنِ: ”عباد“ یہ عبد کی جمع ہے بمعنی بندہ، جو اپنے آقا کا مملوک ہو اس کا وجود اور اس کے تمام اختیارات و اعمال آقا کے حکم و مرضی پر دائر ہوتے ہیں تو رحمٰن کا بندہ وہی کہلانے کا مستحق ہے جو اپنے عقائد و خیالات کو اور اپنی ہر حرکت و سکون کو اپنے رب کے حکم اور مرضی کے تابع رکھے۔

زمین پر نرمی سے چلتے ہیں

یَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا: حسن بصری رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ مومنین مخلصین کے تمام اعضاء و جوارح، آنکھ، کان، ہاتھ، پاؤں سب اللہ کے سامنے ذلیل اور عاجز ہوتے ہیں، ناواقف ان کو دیکھ کر معذور سمجھتا ہے حالانکہ وہ بیمار اور معذور نہیں بلکہ تندرست اور قوی ہوتے ہیں مگر ان پر خوف الٰہی ایسا طاری ہوتا ہے جو دوسروں پر نہیں (۱)

جاہلوں سے اعراض کرتے ہیں

وَاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا: جاہل لوگ ان سے مخاطب ہوتے ہیں تو وہ کہتے ہیں سلام۔ جاہلوں سے مراد جہالت کے کام کرنے والا، خواہ واقع میں وہ ذی علم ہی کیوں نہ ہو۔ سلام سے مراد سلامتی کی بات ہے کہ وہ جاہلوں کے جواب میں سلامتی کی بات کہتے ہیں جس سے دوسروں کو ایذاء نہ پہنچے اور یہ گناہ گار نہ ہو۔ خلاصہ یہ ہے کہ بے وقوف جاہلانہ باتیں کرنے والوں سے یہ حضرات انتقامی معاملہ نہیں کرتے بلکہ ان سے درگزر کرتے ہیں۔ (۲)

---

(۱) ابن کثیر (۲) معارف القرآن ۶/۵۰۳ وتفسیر مظہری

آپ ﷺ کے ہنسنے کی کیفیت

(۷۰۳) ﴿عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: مَارَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسْتَجْمِعًا قَطُّ ضَاحِكًا حَتّٰى تُرٰى مِنْهُ لَهَوَاتُهُ، إِنَّمَا كَانَ يَتَبَسَّمُ.﴾ (متفق علیہ)

”اَللَّهَوَاتُ“ جَمْعُ لَهَاةٍ: وَهِيَ اللَّحْمَةُ الَّتِي فِي أَقْصَى سَقْفِ الْفَمِ.

ترجمہ: ”حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے آپ ﷺ کو اتنے زور سے ہنستے ہوئے کبھی نہیں دیکھا کہ آپ کے منہ کا کوا نظر آنے لگے، آپ صرف مسکراتے تھے۔“ (بخاری ومسلم)

اللھوات: لھاۃ کی جمع ہے حلق کا کوا یعنی گوشت کا وہ ٹکڑا جو منہ کے آخری بالائی حصے پر ہوتا ہے۔

لغات: ❖ مستجمعا: استجمع. له الامر: منشا کے مطابق ہونا۔ لھواته: لھوات، جمع لھاۃ. حلق کا کوا۔ تلاھی: تلاھیا. ملاھی: کھیل کود میں مشغول ہونا۔

تشریح: حدیث بالا میں آپ ﷺ کے ہنسنے کی کیفیت کو بیان کیا گیا ہے کہ آپ ﷺ مسکراتے تو تھے مگر کھلکھلا کر نہ ہنستے تھے۔ علامہ مناوی نے شرح شمائل میں لکھا ہے کہ حضرت انبیاء کرام کی عادت مسکرانے کی ہی تھی کھلکھلا کر ہنستے نہیں تھے۔ (۱)

ایک روایت میں آتا ہے کہ جب آپ ﷺ کو ہنسی آتی تھی تو آپ اپنے دست مبارک کو اپنے منہ مبارک پر رکھ لیتے تھے۔ (۲) اس سے معلوم ہوا کہ عموماً آپ مسکراتے تھے مگر کبھی کبھار آپ ﷺ سے ہنسنا بھی ثابت ہے۔ ہنسنا کہتے ہیں جس میں منہ کھل کر دانت نظر آجائیں اور کچھ آواز بھی محسوس ہو اس موقعہ پر آپ ﷺ اپنا ہاتھ مبارک منہ پر رکھ لیا کرتے اس کی وجہ ملا علی قاری نے یہ فرمائی ہے کہ جب آپ ﷺ ہنستے تھے تو آپ ﷺ کے منہ مبارک سے ایک خاص روشنی نکلتی تھی جس کا اثر دیواروں پر ظاہر ہوتا اور وہ دیوار بھی چمکنے لگتی تھی۔ (۳)

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخارى كتاب الادب (باب التبسم والضحک) وكتاب التفسير، (تفسير سورة الاحقاف) وصحيح مسلم كتاب الفضائل (باب تبسمه و حسن عشرته) و هكذا ابوداود.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۲) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) حاشیہ جمع الوسائل ص: ۱۵

(۲) جامع صغیر ۶۶۳۵۔ کنز العمال ۷/۱۴۰

(۳) سبل الہدی ۷/۱۲۱ و جمع الوسائل ۲/۱۵

(۹۳) بَابُ النَّدْبِ اِلَى إِتْيَانِ الصَّلَاةِ وَالْعِلْمِ وَنَحْوِهِمَا مِنَ الْعِبَادَاتِ بِالسَّكِيْنَةِ وَالْوَقَارِ

نماز، علم اور اس قسم کی دیگر عبادات کی طرف سکینت اور وقار کے ساتھ آنا مستحب ہے

شعائر اللہ کی تعظیم، تقویٰ والے کرتے ہیں

﴿قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: وَمَنْ يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ﴾ (۱)

ترجمہ: ''اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: اور جو شخص ادب کی چیزوں کی جو خدا نے مقرر کی ہیں عظمت رکھے

تو یہ دلوں کی پرہیزگاری میں سے ہے۔"

تشریح: ## شعائر کی تحقیق

شعائر: یہ شعیرہ کی جمع ہے بمعنی علامت نشانی۔ جو چیزیں کسی خاص مذہب یا جماعت کی علامت سمجھی جاتی ہیں ان کو "شعائر" کہتے ہیں۔ شعائر اسلام ان خاص احکام کو کہتے ہیں جو عرف میں مسلمان ہونے کی علامت سمجھے جاتے ہیں۔ "مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ" شعائر اللہ کی تعظیم دل کے تقویٰ کی علامت ہے۔ اور ان شعائر کی وہی تعظیم کرتے ہیں جن کے دل میں تقویٰ اور خوف خدا ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ تقویٰ کا تعلق اصل میں انسان کے دل سے ہے جب اس دل میں خوف خدا ہوتا ہے تو اس کا اثر تمام اعمال وافعال میں نظر آنے لگتا ہے۔ (۲)

---

(۱) سورۃ حج آیت/۳۲

(۲) معارف القرآن ۲۶۳/۶

نماز کھڑی ہو جائے تب بھی دوڑ کر نہیں آنا چاہیئے

(۷۰٤) ﴿وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: إِذَا أُقِیْمَتِ الصَّلَاةُ فَلَا تَأْتُوْهَا وَأَنْتُمْ تَسْعَوْنَ وَأْتُوْهَا وَأَنْتُمْ تَمْشُوْنَ وَعَلَیْکُمُ السَّکِیْنَةُ فَمَا أَدْرَکْتُمْ فَصَلُّوْا وَمَافَاتَکُمْ فَأَتِمُّوْا.﴾ (متفق علیه)

وَزَادَمُسْلِمٌ فِیْ رِوَایَةٍ لَهُ: فَإِنَّ أَحَدَکُمْ إِذَاکَانَ یَعْمِدُإِلَی الصَّلَاةِ فَهُوَفِیْ صَلَاةٍ

ترجمہ: "حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے آپ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جب نماز کھڑی ہو جائے تو تم اس کے لئے دوڑتے ہوئے نہ آؤ (آرام سے) چلتے ہوئے آؤ اور سکینت اختیار کرو۔ جو نماز امام کے ساتھ ملے وہ پڑھ لو اور جو تم سے فوت ہو جائے اس کو پورا کر لو۔ (بخاری ومسلم)

مسلم نے اپنی روایت میں یہ الفاظ زیادہ بیان کئے ہیں تمہارا ایک آدمی جب نماز کا ارادہ کر لیتا ہے تو نماز کی حالت میں ہی اس کا شمار ہوتا ہے۔"

لغات: ❖ أقیمت الصلوٰۃ: اقام الشیء. ہمیشہ رکھنا۔ الصلوٰۃ. کامل طریقہ سے ادا کرنا۔ السکینة. وقار۔ اطمینان۔ ہیبت۔

تشریح: فَلَا تَأْتُوْهَاوَ اَنْتُمْ تَسْعَوْنَ: تم نماز کے لئے دوڑتے ہوئے نہ آؤ۔ بخاری کی روایت "ولا تسعوا" دوڑتے

ہوئے نہ آؤ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسجد کی طرف دوڑتے ہوئے آنا یہ وقار اور سکینت کے خلاف ہے اس لئے ترغیب دی جارہی ہے کہ آدمی جلدی گھر سے نماز کیلئے نکلے اور جب راستے میں چلے تو وقار اور اطمینان سے چلے اگر جماعت نکلنے کا ڈر ہو تو تیز تو چلے مگر نہ دوڑے۔ مگر حضرت عبداللہ بن عمر و ابن مسعود رضی اللہ عنہما وغیرہ کے نزدیک ایسے وقت میں دوڑ سکتا ہے۔ (۱)

فَمَا اَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوْا: جو نماز امام کے ساتھ پالو وہ پڑھ لو۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو نماز امام کے ساتھ پڑھی جائے گی وہ مقتدی کی نماز ہوگی بعد میں یہ اپنی نماز پوری کرلے۔ نماز کی تکمیل امام کے سلام پھیرنے کے بعد ہوگی۔

"**فَاِنَّ اَحَدَكُمْ اِذَاكَانَ يَعْمِدُاِلَى الصَّلَاةِ فَهُوَفِىْ صَلَاةٍ**" آدمی جب نماز کا ارادہ کرلیتا ہے تو وہ نماز کی ہی حالت میں شمار ہوتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جب آدمی گھر سے وضوء کر کے مسجد کی طرف چلا تو اب اس کو نماز کا ثواب ملنا شروع ہوگیا۔ اس وجہ سے علامہ نووی فرماتے ہیں نماز کی طرف جانے والے فحش باتیں نہ کریں، بدنظری نہ کریں، ہر قسم کی برائی سے اجتناب کریں، اگرچہ یہ نماز میں تو نہیں مگر اس کو نماز میں شمار کیا جارہا ہے۔ (۲)

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخارى كتاب الجمعة (باب المشى الى الجمعة) و كتاب الاذان (باب لا يسعى الى الصلاة مستعجلا) و صحيح مسلم كتاب المساجد (باب استحباب اتيان الصلاة بوقار و سكينة) وابوداود، والترمذى والنسائى واحمد فى مسنده ۳/۲۳۴/۷. وابن حبان ۲۱۴۵ مصنف عبدالرزاق ۳۴۰۴. مصنف ابن ابى شيبه ۲/۳۵۸ وهكذا فى البيهقى ۲/۲۹۷.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) روضۃ المتقین ۲/۲۴۲ (۲) شرح مسلم للنووی رحمۃ اللہ علیہ

سواریوں کو دوڑانا کوئی نیکی نہیں

(۷۰۵) ﴿وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ دَفَعَ مَعَ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ عَرَفَةَ فَسَمِعَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَاءَهُ زَجْرًا شَدِيْدًا وَضَرْبًا وَصَوْتًا لِلْاِبِلِ، فَأَشَارَ بِسَوْطِهِ اِلَيْهِمْ وَقَالَ: أَيُّهَا النَّاسُ عَلَيْكُمْ بِالسَّكِيْنَةِ فَاِنَّ الْبِرَّ لَيْسَ بِالْاِيْضَاعِ.﴾ رَوَاهُ الْبُخَارِىُّ. وَرَوَى مُسْلِمٌ بَعْضَهُ. "اَلْبِرُّ" اَلطَّاعَةُ "اَلْاِيْضَاعُ" بِضَادٍ مُعْجَمَةٍ قَبْلَهَا يَاءٌ وَهَمْزَةٌ مَكْسُوْرَةٌ وَهُوَ: اَلْاِسْرَاعُ.

ترجمہ: "حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت نقل کرتے ہیں کہ وہ عرفہ کے دن آپ ﷺ کے ساتھ (عرفات) سے واپس لوٹ رہے تھے۔ آپ ﷺ نے اپنے پیچھے سخت شور وغل سنا تو آپ ﷺ نے اپنے چابک کے ساتھ ان کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا اے لوگو! سکینت اختیار کرو کہ سواریوں کو دوڑانے میں کوئی نیکی نہیں

ہے۔ بخاری۔ مسلم نے کچھ حصے کو نقل کیا ہے۔"

اَلْبِرُّ: بمعنی نیکی۔ اِیْضَاعُ: ضاد کے ساتھ جس سے پہلے یا اور ہمزہ مکسورہ ہے بمعنی تیز روی۔

لغات: ❖ بالایضاع: ضاعه یضوعه ضوعا: حرکت دینا۔ بھڑکنا۔ گھبرا دینا۔ رنجیدہ کرنا۔ الایضاع بمعنی الاسراع. فی المشی. جلدی چلنا۔

تشریح: یَوْمَ عَرَفَةَ: عرفہ کے دن۔ عرفہ ۹ ذی الحجہ کو کہتے ہیں، یہاں وقوف فرض ہے۔ جب عرفات سے واپسی ہو رہی تھی اسی وقت کا واقعہ ہے۔ عرفات مکہ مکرمہ سے تقریباً ساڑھے پندرہ میل (۲۵ کلومیٹر) کے فاصلہ پر ہے۔ یہ ایک وسیع وادی یا میدان ہے، یہ اپنے تین طرف سے پہاڑیوں میں گھرا ہوا ہے، درمیان میں اس کے شمالی جانب "جبل الرحمة" ہے۔

فَاِنَّ الْبِرَّ لَیْسَ بِالْاِیْضَاعِ: دوڑانے میں کوئی نیکی نہیں ہے۔

مطلب یہ ہے کہ صرف اپنی سواریوں کو دوڑانے میں ہی منحصر نہیں ہے بلکہ نیکی کا اصل تعلق تو افعال و اعمال حج سے ہے۔ نیکیوں کی طرف سبقت کرنا تو اچھا ہے مگر ایسی سبقت کہ وہ آدمی کو ممنوعات تک پہنچادے یہ پسندیدہ عمل نہیں ہے۔ [1]

تخریج حدیث: أخرجه صحیح بخاری کتاب الحج (باب امر النبی صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بالسکینة عند الافاضة). و صحیح مسلم کتاب الحج، (باب الافاضة من عرفات الی المزدلفة) والنسائی.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۱۱) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) مظاہر حق

(۹۴) بَابُ اِکْرَامِ الضَّیْفِ

مہمان کے احترام کے بارے میں

حضرت ابراہیم علیہ السلام مہمانوں کے لئے ایک بچھڑا ذبح کر کے لے آئے

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿هَلْ أَتَاکَ حَدِیْثُ ضَیْفِ اِبْرَاهِیْمَ الْمُکْرَمِیْنَ، اِذْ دَخَلُوْا عَلَیْهِ فَقَالُوْا: سَلَاماً، قَالَ: سَلَامٌ قَوْمٌ مُنْکَرُوْنَ ۝ فَرَاغَ اِلَی أَهْلِهٖ فَجَاءَ بِعِجْلٍ سَمِیْنٍ ۝ فَقَرَّبَهٗ اِلَیْهِمْ قَالَ أَلَا تَأْکُلُوْنَ ۝﴾ (سورة الذاریات: ۲۴ تا ۲۷)

ترجمہ: "اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: کیا تمہارے پاس ابراہیم علیہ السلام کے معزز مہمانوں کی خبر پہنچی

ہے جب وہ ان کے پاس آئے تو سلام کیا انہوں نے بھی سلام کیا، انجانے لوگ ہیں۔ پھر اپنے گھر کی طرف چلے اور ایک تلا ہوا بچھڑا (بھون) کر لائے اور ان کے قریب کیا فرمایا تم کھاتے کیوں نہیں؟"

تشریح: یہاں پر حضرت محمد ﷺ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ تسلی کے لئے سنایا جارہا ہے کہ جب نبی کو اس کی قوم ایذاء دیتی ہے اس کے بعد اللہ جل شانہ اس نبی پر مدد بھیجتا ہے اسی طرح آپ ﷺ پر بھی اللہ کی مدد آئے گی۔

قَالُوْا سَلَامًا: فرشتوں نے سلام کیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آتے ساتھ سلام کرنا چاہیئے۔

قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ: اجنبی کو کہتے ہیں۔ فرشتے کیونکہ انسانی شکل میں آئے تھے اس لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کو پہچانا نہیں، دل میں یہ جملہ کہا کہ یہ اجنبی لوگ ہیں جن کو میں نہیں جانتا۔ ممکن ہے ان مہمانوں کے سامنے ہی یہ جملہ کہہ دیا ہو تاکہ تعارف ہوجائے کہ کون لوگ ہیں۔

فَرَاغَ اِلٰى اَهْلِهٖ: مہمانوں کے کھانے کے انتظام کرنے کے لئے گھر میں اس طرح گئے کہ ان مہمانوں کو خبر نہ ہو۔ یہ اس لئے کیا تاکہ وہ مہمان منع نہ کریں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مہمان سے معلوم نہیں کرنا چاہئے جو کچھ موجود ہو اس کو لا کے رکھ دینا چاہیئے اور پھر کھانا رکھنے کے بعد بلانا بھی آداب کے خلاف ہے، بلکہ مہمان کے سامنے ہی لا کر رکھ دیا جائے۔ یہی مفہوم ہے "فَقَرَّبَهٗ اِلَيْهِمْ" کا۔ (۱)

---

(۱) معارف القرآن ۸/۱۶۷

حضرت لوط علیہ السلام نے فرمایا میری بیٹیاں تمہارے لئے حاضر ہیں

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَجَآءَهٗ قَوْمُهٗ يُهْرَعُوْنَ اِلَيْهِ وَمِنْ قَبْلُ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ قَالَ يٰقَوْمِ هٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِيْ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ فِيْ ضَيْفِيْ اَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِيْدٌ﴾ (سورۃ ھود: ۷۸)

ترجمہ: "اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: حضرت لوط علیہ السلام کے پاس ان کی قوم دوڑتی ہوئی آئی اور اس سے پہلے بھی وہ ان برائیوں کا ارتکاب کرتے تھے۔ حضرت لوط علیہ السلام نے فرمایا اے میری قوم! یہ میری بیٹیاں تمہارے لئے زیادہ پاکیزہ ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور مجھے میرے مہمانوں کے بارے میں رسوا نہ کرو۔ کیا تم میں سے کوئی بھی سمجھ دار آدمی نہیں ہے؟"

تشریح: جَآءَ قَوْمُهٗ يُهْرَعُوْنَ اِلَيْهِ: ان کی قوم دوڑتی ہوئی آئی۔ مطلب یہ ہے کہ جب اللہ جل شانہ قوم لوط کو عذاب دینے کے لئے چند فرشتے جن میں حضرت جبرائیل امین بھی شامل تھے، آئے تو وہ سب حسین لڑکوں کی شکل میں آئے تھے، اور قوم لوط میں ایک خبیث عادت یہ تھی کہ مرد مرد کے ساتھ منہ کالا کرتا تھا تو جب یہ فرشتے آئے تو اب ان کی قوم نے ان حسین

لڑکوں کو دیکھا تو دوڑے ہوئے آئے۔

قَالَ یٰقَوْمِ هٰٓؤُلَاۤءِ بَنَاتِیْ: حضرت لوط علیہ السلام نے فرمایا اے میری قوم! یہ میری بیٹیاں تمہارے لئے زیادہ پاکیزہ ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام نے اپنے مہمانوں کی عزت بچانے کے لئے یہ کہا کہ تم سردار لوگ میری بیٹیوں سے شادی کرلو مگر میرے مہمانوں کو کچھ نہ کہو۔

ایک سوال اور اس کا جواب

سوال: ان کی قوم کے سردار تو کافر تھے تو ان کے ساتھ حضرت لوط علیہ السلام کی بیٹیوں کا نکاح کیسے ہوسکتا تھا؟

جواب: علامہ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس زمانے میں مسلمان لڑکی کا نکاح کافر سے جائز تھا یہی آپ ﷺ کے ابتداء زمانہ تک باقی رہا۔ آپ ﷺ نے بھی اپنی دو صاحبزادیوں کا نکاح عتبہ بن ابولہب اور ابوالعاص بن ربیع سے کردیا تھا حالانکہ دونوں کافر تھے بعد میں یہ حکم منسوخ ہوگیا۔ (۱)

(۱) تفسیر قرطبی

جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اس کو چاہیئے کہ مہمان کا اکرام کرے

(۷۰۶) ﴿عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیُکْرِمْ ضَیْفَهٗ، وَمَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیَصِلْ رَحِمَهٗ وَ مَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیَقُلْ خَیْراً اَوْلِیَصْمُتْ.﴾ (متفق علیه) (۱)

ترجمہ: ”حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہئے کہ اپنے مہمان کی عزت کرے۔ اور جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر یقین رکھتا ہے اسے چاہیئے کہ صلہ رحمی کرے۔ اور جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس کو چاہئے کہ بھلائی کی بات کہے یا پھر خاموش رہے۔“

لغات: ❖ یؤمن: امن (ض) امناً: اعتماد کرنا۔ آمنه ایماناً: امن دینا۔ به. تصدیق کرنا۔ الایمان. مان لینا۔ فلیصل: وصل (ض) وصلاً وصلة وصلةً: رحمه. صلہ رحمی کرنا۔ الشیء بالشیء: جوڑنا۔ جمع کرنا۔ وصلا وصلة. فلانا. تعلق رکھنا زیداً. نیکی کرنا، دینا۔ وصل رحمه. رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرنا۔ مہربانی کرنا۔

تشریح: فَلْیُکْرِمْ ضَیْفَهٗ: چاہیئے کہ اپنے مہمان کا اکرام کرے۔ مہمانوں کا اکرام یہ انبیاء کی سنت ہے۔ عام فقہاء نے بھی

مہمانوں کے اکرام کو مکارم اخلاق میں شمار فرمایا ہے۔ ملا علی قاری نے قاضی عیاض سے نقل کیا ہے کہ جو مہمان اتنا بھوکا ہے کہ اس کے مرجانے کا اندیشہ ہے تو ایسے شخص کی مہمان نوازی واجب ہوجاتی ہے۔ اسی طرح جس ذمی سے مسلمان حاکم یہ شرط لگائے کہ مسلمان مسافروں کی ضیافت کرنا ہوگی ایسے ذمیوں پر ضیافت واجب ہوگی۔ (۲) ورنہ عام وقتوں میں مستحب ہے۔

فَلْيَصِلْ رِحْمَه: اپنی رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرے۔ عام لوگوں سے اچھا سلوک کرنا چاہیئے مگر جو رشتہ دار ہو تو اس سے صلہ رحمی کرنا اور زیادہ ضروری ہوجاتا ہے۔

فَلْيَقُلْ خَيْرًا اَوْلِيَصْمُتْ: چاہیئے کہ بھلائی کی بات کرے یا پھر خاموش ہوجائے۔ اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ آدمی کے کمال ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ مومن کے تمام اعضاء سے دوسرے کو فائدہ پہنچے حتیٰ کے زبان سے بھی فائدہ کی بات نکلے، زبان کو خاص اس لئے کیا گیا کہ زبان کا فائدہ اور نقصان دوسرے تمام اعضاء کے فائدے اور نقصان سے زیادہ ہوتا ہے، کان کا کام صرف سننا، ناک کا کام صرف سونگھنا، آنکھ کا کام صرف دیکھنا وغیرہ مگر زبان ایک ایسا عضو ہے کہ یہ تمام اعضاء کے کاموں کو بیان کرسکتی ہے اگرچہ زبان چھوٹی سی ہے مگر اس کے کام بڑے بڑے ہیں۔ (۳)

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخاری كتاب الادب (باب من كان يؤمن باللّٰهِ) وصحيح مسلم كتاب الايمان (باب الحث على اكرام الجاروالضيف ولزوم الصمت الا من الخير.)

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) یہ حدیث پہلے "حق الجار والوصیۃ" میں گزر چکی ہے۔

(۲) مرقاۃ ۸/۲۰۱

(۳) نفع المسلم شرح مسلم ۱/۲۲۲

مہمان کا حق ایک دن ایک رات کی مہمان نوازی ہے

(۷۰۷) ﴿وَعَنْ اَبِىْ شُرَيْحٍ خُوَيْلِدِ بْنِ عَمْرٍو الْخُزَاعِيِّ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ جَائِزَتَهُ. قَالُوْا: وَمَا جَائِزَتُهُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ؟ قَالَ: "يَوْمُهُ وَلَيْلَتُهُ. وَالضِّيَافَةُ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ، فَمَاكَانَ وَرَاءَ ذٰلِكَ فَهُوَصَدَقَةٌ عَلَيْهِ﴾

(متفق عليه)

وفى رواية لِمُسْلِمٍ: ﴿لَايَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يُقِيْمَ عِنْدَ أَخِيْهِ حَتَّى يُؤْثِمَهُ" قَالُوْا: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ، وَكَيْفَ يُؤْثِمُهُ؟ قَالَ: يُقِيْمُ عِنْدَهُ وَلَاشَىْءَ لَهُ يُقْرِيْهِ بِهِ﴾

ترجمہ: حضرت ابوشریح خویلد بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے آپ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے تو اسے اپنے مہمان کی عزت کرنا چاہیئے اور اس کا حق ادا کرنا چاہیئے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس کا حق کیا ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ایک دن اور رات (اپنی طاقت کے مطابق) بہتر کھانا کھلائے۔ اور مہمان نوازی تین دن ہے پس جو اس کے علاوہ ہو وہ صدقہ ہے۔ اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کسی مسلمان کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی کے پاس (اتنا) ٹھہرے کہ وہ اسے گناہ گار کردے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس کو گناہ گار کیسے کرے گا؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اس کے پاس ٹھہرا رہے اور اس کے پاس کچھ نہ رہے جس سے ساتھ وہ اس کی مہمان نوازی کرے۔

لغات: ❖ جائزته: الجائز کا مؤنث، عطیہ، انعام۔ جاز (ن) جوزاً وجؤزاً وجوازاً ومجازاً. الامر: جائز ہونا۔ یؤثمه: آثمه: مبتلائے گناہ کرنا۔ اثم (س) اثماً واثماً وآثاماً ومأثماً. گناہ کرنا۔ صفت (اثیم) جمع اثماء وآثم جمع اَثَمَةٌ، اثم (ن ض) اثماً. اللّٰہ فلانا کذا. گنہگار قرار دینا۔ اور سزا دینا۔

تشریح: یَوْمُهُ وَلَيْلَتُهُ وَالضِّيَافَةُ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ: مہمان کا حق ایک دن ایک رات ہے اور مہمان نوازی تین دن ہے۔

مطلب یہ ہے کہ ایک دن اور رات کو عمدہ قسم کے کھانے کا اہتمام کیا جائے اس کے بعد باقی دو دن مزید جو معمول کے مطابق کھانا ہو اس کو کھلا دیا جائے۔ حضرت لیث رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک دن اور ایک رات کی ضیافت واجب ہے اور باقی دو دن کی ضیافت مستحب ہے۔ مگر تمام فقہاء کے نزدیک تینوں دن کی ضیافت مستحب ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ امام شافعی اور محمد بن حکم رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ شہر کا علاقہ ہو یا دیہات کا ہر جگہ پر مہمان نوازی مستحب ہے (شروع اسلام میں واجب تھی بعد میں منسوخ ہوگئی) مگر امام مالک وغیرہ کے نزدیک دیہات میں واجب، شہر میں مستحب۔ کہ دیہات میں ہوٹل وغیرہ نہیں ہوتے مگر شہر میں ہوٹل وغیرہ آدمی کی ضرورت پوری کر سکتے ہیں اس لئے شہر میں ضیافت مستحب اور دیہات میں واجب ہوگی۔ (۱)

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخاری کتاب الادب (باب اكرام الضيف وخدمته اياه بنفسه) وصحيح مسلم کتاب اللقطة (باب الضيافة) ومؤطا مالك واحمد ۲۷۲۳۱/۱۰، وابوداؤد والترمذی وابن ماجه وابن حبان ۵۲۸۷، وهكذا في البيهقي ۶۸/۵۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوشریح خویلد بن عمرو الخزاعی کے حالات حدیث نمبر (۷۲۲) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) نفع المسلم: ۲۳۱/۱

(۹۵) بَابُ اِسْتِحْبَابِ التَّبْشِيرِ وَالتَّهْنِئَةِ بِالْخَيْرِ

نیک کاموں پر بشارت اور مبارک بادی دینے کے استحباب کا بیان

خوشخبری ہے ان کے لئے جو احسن کی اتباع کرتے ہیں

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿فَبَشِّرْ عِبَادِ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ أَحْسَنَهٗ﴾ (سورۃ زمر: ۱۷، ۱۸)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ''خوش خبری سنا دو میرے بندوں کو جو سنتے ہیں بات، پھر چلتے ہیں اس کی اچھی باتوں پر۔''

تشریح: ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں آیت میں ان لوگوں کی تعریف ہے کہ جن لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول کے کلام کو حق اور احسن دیکھنے کے بعد اس کی اتباع کی۔ (۱)

بعض مفسرین فرماتے ہیں قرآن میں بعض احکام حسن ہیں اور بعض احسن۔ مثلاً انتقام لینا حسن ہے اور معاف کرنا احسن ہے۔ اسی طرح بہت سے احکامات میں ایسا ہی ہے۔ تو ان لوگوں کی تعریف اور ان کو خوشخبری ہے جو احسن پر عمل کرتے ہیں۔ (۲)

---

(۱) تفسیر ابن کثیر
(۲) تفسیر قرطبی

جہاد اور ہجرت پر انعام خداوندی

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَجَنَّاتٍ لَّهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ﴾

(سورۃ توبہ: ۲۱)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ''ان کا رب ان کو خوش خبری سناتا ہے اپنی طرف سے بڑی رحمت اور بڑی رضامندی اور ایسے باغوں کی ان کے لئے کہ ان میں دائمی نعمت ہوگی۔''

تشریح: اس آیت سے پہلے ہجرت اور جہاد کا بیان ہو رہا تھا جس میں وطن اور اعزا و اقارب اور دوست و احباب اموال و املاک سب کچھ چھوڑنا ہوتا ہے اور سب کا چھوڑنا آدمی کی طبیعت پر بہت شاق و دشوار ہوتا ہے اس لئے ان کے چھوڑنے پر اللہ جل شانہ نے ایسے لوگوں کو جنت کی خوش خبری دی اور ساتھ میں اپنی رضا کا پروانہ بھی دیا اور ایسی نعمتوں کے بارے میں فرمایا

کہ وہ نعمتیں کبھی نہ کم ہونگی نہ ختم بلکہ اس میں روز بروز اضافہ ہی ہوتا رہے گا اور ان سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اس جنت سے ان کو کبھی نکالا بھی نہیں جائے گا۔

موت کے وقت فرشتے جنت کی خوش خبری سناتے ہیں

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: ﴿وَأَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ﴾ (سورۃ فصلت: ۳۰)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ''خوش خبری سنو جنت کی جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا رہا تھا۔''

تشریح: اس سے پہلے استقامت کا بیان ہو رہا ہے کہ جو لوگ ایمان لائے ہیں اور پھر اس پر جمے رہتے ہیں تو ان کے لئے فرشتے خوش خبری جنت کی سناتے ہیں۔

وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ: فرشتے یہ خوش خبری کب سناتے ہیں؟ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ خوش خبری مرتے وقت سناتے ہیں۔ اور حضرت قتادہ اور مقاتل کے نزدیک جب قبروں سے اٹھیں گے اس وقت فرشتے ایسے لوگوں کو جنت کی خوش خبری سنائیں گے۔ اور وکیع بن جراح اور دوسرے مفسرین فرماتے ہیں تینوں مقامات پر یہ خوشخبری سنائیں گے، مرتے وقت بھی، قبر میں داخل ہوتے وقت اور قبر سے اٹھتے وقت بھی۔ (۱)

(۱) تفسیر مظہری ۱۰/۲۸۰

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ایک حلیم المزاج صاحبزادے کی بشارت دی گئی

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: ﴿فَبَشَّرْنَاهُ بِغُلَامٍ حَلِیْمٍ﴾ (سورۃ صافات: ۱۰۱)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ''ہم نے ان کو ایک حلیم المزاج صاحبزادے کی بشارت دی۔''

تشریح: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی اے اللہ! مجھ کو اولاد نصیب فرمادے۔ تو اس پر اللہ نے ان کو (حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ولادت کی) خوش خبری سنائی کہ بیٹا ایسا حلیم المزاج ہوگا کہ اس کی مثال دنیا میں نہیں دی جاسکے گی۔ یہ اس وقت ظاہر ہوا جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کو ذبح کرنے کا ارادہ کیا تو ان صاحبزادے نے ایسا صبر وضبط اور بردباری کا مظاہرہ کیا جس سے انسانی عقل حیران رہ جاتی ہے۔

اس فرزند کی ولادت کا واقعہ یہ ہوا کہ جب حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے یہ دیکھا کہ مجھ سے کوئی اولاد نہیں ہو رہی تو انہوں نے سمجھا کہ میں بانجھ ہو چکی ہوں۔ دوسری طرف فرعون مصر نے حضرت سارہ کو ہاجرہ رضی اللہ عنہا ہدیہ دی تو حضرت سارہ نے حضرت ہاجرہ کو حضرت ابراہیم کو عطاء کر دیا جس سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نکاح کر لیا پھر اسی ہاجرہ کے بطن

سے یہ صاحبزادے پیدا ہوئے جس کا نام اسماعیل رکھا گیا[1] جس کا ذکر آیت بالا میں کیا گیا ہے۔

(۱) معارف القرآن ۷/۴۵۷

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت اسحاق علیہ السلام کی بھی بشارت دی گئی

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿وَلَقَدْجَاءَ تْ رُسُلُنَاإِبْرَاهِيمَ بِالْبُشْرٰی.﴾ (سورة هود: ٦٩)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ''اور ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس بشارت لے کر آئے۔''

تشریح: فرشتے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس خوش خبری لے کر آئے۔ وہ خوش خبری کیا تھی اس کا ذکر آگے کیا گیا ہے: ''فَبَشَّرْنٰهَابِاِسْحٰقَ.''

رُسُلُنَا: فرشتے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ تین فرشتے تھے جن کے نام یہ تھے ① جبرائیل علیہ السلام ② میکائیل علیہ السلام ③ اسرافیل علیہ السلام۔[1]

آیت کا مطلب یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اہلیہ حضرت سارہ علیہا السلام سے کوئی اولاد نہیں تھی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اولاد کی تمنا تھی، بڑھاپا بھی تھا، بظاہر کوئی امید بھی نہ تھی۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے ذریعہ خوش خبری بھیجی کہ آپ کے لڑکا ہوگا وہ بھی نرینہ ہوگا اور اس کا نام اسحاق ہوگا پھر یہ بھی بتایا گیا کہ وہ لڑکا زندہ بھی رہے گا اور صاحب اولاد بھی ہوگا اس کے لڑکے کا نام یعقوب ہوگا۔

(۱) تفسیر قرطبی

جب اسحٰق کے پیدا ہونے کی خوش خبری سنی تو حضرت سارہ ہنسنے لگیں

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿وَامْرَأَتُهُ قَائِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنَاهَابِإِسْحَاقَ وَمِنْ وَّرَاءِ إِسْحَاقَ يَعْقُوبَ﴾ (سورة هود: ٧)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ''حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اہلیہ کھڑی تھیں پس ہنسیں، سو ہم نے ان کو بشارت دی اسحٰق اور اسحٰق کے پیچھے یعقوب کی۔''

تشریح: مطلب آیت کا یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اہلیہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا ان فرشتوں کی باتوں کو

پردے کے پیچھے سے سن رہی تھیں اور جب انہوں نے سنا اولاد کی خوش خبری، وہ بھی اس بڑھاپے میں تو ہنس پڑیں اور کہنے لگیں کہ میں بڑھیا ہوکر اولاد جنوں گی اور یہ میرے شوہر بھی بوڑھے ہیں۔فرشتوں نے اس پر جواب دیا کہ تعجب کی بات نہیں اللہ کی قدرت میں سب کچھ ہے وہی بچہ دے گا اور پھر اس لڑکے اسحٰق (علیہ السلام) کا بھی لڑکا ہوگا جس کا نام یعقوب (علیہ السلام) ہوگا۔

حضرت زکریا علیہ السلام کو حضرت یحیٰی علیہ السلام کی خوش خبری دی گئی

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿فَنَادَتْهُ الْمَلَائِكَةُ وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ أَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيَى﴾

(سورة آل عمران: ٣٩)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ’’پس پکار کر کہا اس سے فرشتوں نے جب کہ وہ کھڑے نماز پڑھ رہے تھے محراب میں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو بشارت دیتے ہیں یحیٰی کی۔‘‘

تشریح: فَنَادَتْهُ الْمَلٰئِكَةُ: فرشتے نے حضرت زکریا علیہ السلام کو پکارا۔حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہاں پر ’’الملئکۃ‘‘ سے مراد حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں۔

سوال: جبرائیل تو ایک ہیں اور یہاں پر ’’الملئکۃ‘‘ جمع کا صیغہ کیوں استعمال کیا گیا؟

جواب: سردار ہونے کی وجہ سے کہ ان کے ساتھ عموماً فرشتوں کی جماعت ہوتی ہے تو اس لئے جمع کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے۔دوسرا جواب یہ دیا گیا ہے ’’الملئکۃ‘‘ سے جنس ملئکۃ مراد ہیں اور جنس میں جہاں پر بہت سے مراد ہوتے ہیں تو وہاں پر ایک بھی مراد ہوسکتا ہے۔

وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ: حضرت زکریا علیہ السلام اس وقت مسجد کے اندر کھڑے نماز پڑھ رہے تھے تو دیکھا کہ اچانک ایک نوجوان سفید کپڑے پہنے نمودار ہوا وہ جبرائیل علیہ السلام تھے آپ ڈر گئے تو جبرائیل نے پکارا۔

اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى: کہ اللہ جل شانہ تم کو یحیٰی (علیہ السلام) کے پیدا ہونے کی بشارت دے رہا ہے۔

حضرت مریم علیہا السلام کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیدا ہونے کی بشارت دی گئی

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿إِذْقَالَتِ الْمَلَائِكَةُ يٰمَرْيَمُ إِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ﴾

(سورة آل عمران: ٤٥)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ''جب فرشتوں نے کہا کہ اے مریم! بے شک اللہ تعالیٰ تم کو بشارت دیتے ہیں ایک کلمہ کی جو من جانب اللہ ہوگا، اس کا نام (لقب) مسیح ہوگا۔''

تشریح: قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ: یہاں پر بھی ملائکہ سے مراد حضرت جبرائیل امین علیہ السلام ہیں۔

يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ اللہ تعالیٰ تم کو خوش خبری سناتے ہیں ایک کلمہ کی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کلمہ اس لئے کہا گیا کہ وہ محض اللہ جل شانہ کے حکم سے پیدا ہوئے اور خلاف عادت بلا واسطہ باپ کے پیدا ہوئے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مسیح کہنے کی وجہ

اِسْمُهُ الْمَسِيحُ: یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا لقب ہے۔ مسیحی علماء فرماتے ہیں یہ عبرانی زبان کا لفظ ہے بمعنی مبارک۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مسیح اس لئے کہا جاتا تھا کہ آپ جس دکھی بیمار کو ہاتھ پھیرتے تو وہ صحیح ہوجاتا تھا (کیونکہ مسح کہتے ہیں چھونا، ہاتھ لگانا) یا مسح کہتے ہیں سیاحت، سفر کرنے کو۔ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہمیشہ سیاحت میں رہتے تھے مقیم نہیں ہوتے تھے۔ (۱)

(۱) صاحب قاموس نے لکھا ہے کہ میں نے اپنی کتاب مشارق الانوار میں مسیح کے پچاس معنی لکھے ہیں۔

﴿وَالْاٰيَاتُ فِي الْبَابِ كَثِيرَةٌ مَعْلُومَةٌ﴾

''اس باب میں متعدد مشہور آیات ہیں۔''

﴿وَاَمَّا الْاَحَادِيثُ فَكَثِيرَةٌ جِدًّا وَهِيَ مَشْهُورَةٌ فِي الصَّحِيحِ، مِنْهَا﴾

''احادیث بھی بکثرت ہیں اور صحیح میں مشہور ہیں ان میں چند مندرجہ ذیل ہیں۔''

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو جنت کے محل کی خوش خبری دنیا میں دی گئی

(۷۰۸) ﴿عَنْ اَبِي اِبْرَاهِيمَ وَيُقَالُ اَبُوْمُحَمَّدٍ وَيُقَالُ اَبُوْمُعَاوِيَةَ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ اَبِي اَوْفٰى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَشَّرَ خَدِيجَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا بِبَيْتٍ فِي الْجَنَّةِ مِنْ قَصَبٍ، لَا صَخَبَ فِيهِ وَلَا نَصَبَ.﴾ (متفق علیہ)

"اَلْقَصَبُ" هُنَا اللُّؤْلُؤُ الْمُجَوَّفُ وَ "الصَّخَبُ" اَلصِّيَاحُ وَاللَّغَطُ "وَالنَّصَبُ" اَلتَّعَبُ.

ترجمہ: ''حضرت ابوابراہیم جن کو ابومحمد اور ابومعاویہ بھی کہا جاتا ہے عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو خوش خبری دی کہ ان کے لئے جنت میں موتیوں کا گھر ہوگا جس

میں نہ شور ہوگا اور نہ ہی تھکاوٹ۔“

”اَلْقَصَبُ“ وہ موتی جو درمیان سے خالی ہو۔ ”صَخَبٌ“: شور وشغب۔ ”نَصَبٌ“: تھکاوٹ۔

لغات: ❖ قصب: (ض) قصباً. کاٹنا۔ قصب: مروارید آبدار تازہ۔ زبرجد آبدار تازہ جو یاقوت سے مرصع ہو۔ کھوکھلا موتی۔ صخب: (مصدر): شور صخب (س) صخباً: شور مچانا۔ نصب: تھکاوٹ نصب (س) نصباً: تھکنا۔ النصب (مصدر) کھڑی کی ہوئی علامت جمع: انصاب.

تشریح: حضرت خدیجہ کے چند فضائل

حدیث بالا میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت کو بیان کیا جارہا ہے، یہ آپ ﷺ کی سب سے پہلی بیوی ہیں اور آپ ﷺ کی تمام اولاد سوائے حضرت ابراہیم کے انہی سے پیدا ہوئیں۔ آپ ﷺ نے ان کی موجودگی میں کسی دوسری عورت سے شادی نہیں فرمائی۔

بَشَّرَ خَدِیْجَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا: دنیا میں ہی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو جنت کی خوش خبری دی گئی۔ اوران کی جنت کی خصوصیت کو بھی بیان کیا جارہا ہے کہ ”قَصَبٌ“ کا ہوگا یعنی ایسا موتی جو اندر سے خالی ہو کہ اس موتی کے اندر ہی تمام محل بنا ہوا ہوگا۔ ”وَلَا صَخَبَ“ کہ جنت میں شور وغل بھی نہیں ہوگا، بخلاف دنیا کے کہ یہاں پر آدمی شور وغل وغیرہ سنتا ہی رہتا ہے مگر جنت میں سکون ہوگا کسی قسم کی کوئی بے آرامی نہیں ہوگی۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخارى كتاب فضائل الصحابة (باب تزوج النبى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خديجة و فضلها) وصحيح مسلم كتاب فضائل الصحابة (باب فضائل خديجة ام المومنين رضى الله عنها.)

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۵۳) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

بیر اریس کا واقعہ

(۷۰۹) ﴿وَعَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ تَوَضَّأَ فِیْ بَیْتِهٖ ثُمَّ خَرَجَ، فَقَالَ: لَاَلْزَمَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَلَاَکُوْنَنَّ مَعَهٗ یَوْمِیْ هٰذَا، فَجَاءَ الْمَسْجِدَ، فَسَأَلَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا: وَجَّهَ هٰهُنَا، قَالَ فَخَرَجْتُ عَلٰی اَثَرِهٖ اَسْأَلُ عَنْهُ، حَتّٰی دَخَلَ بِئْرَ اَرِیْسٍ، فَجَلَسْتُ عِنْدَالْبَابِ حَتّٰی قَضٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَاجَتَهٗ وَتَوَضَّأَ، فَقُمْتُ اِلَیْهِ، فَاِذَا هُوَقَدْجَلَسَ عَلٰی بِئْرِاَرِیْسٍ، وَتَوَسَّطَ قُفَّهَا، وَکَشَفَ عَنْ سَاقَیْهِ وَ دَلَّاهُمَا فِی الْبِئْرِ، فَسَلَّمْتُ عَلَیْهِ ثُمَّ انْصَرَفْتُ،

فَجَلَسْتُ عِنْدَالْبَابِ فَقُلْتُ: لَاكُوْنَنَّ بَوَّابَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْيَوْمَ، فَجَاءَ أَبُوْبَكْرٍرَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، فَدَفَعَ الْبَابَ فَقُلْتُ: مَنْ هٰذَا؟ فَقَالَ: أَبُوْبَكْرٍ، فَقُلْتُ: عَلَى رِسْلِكَ، ثُمَّ ذَهَبْتُ فَقُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذَا أَبُوْبَكْرٍ يَسْتَأْذِنُ، فَقَالَ: اِئْذَنْ لَهُ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ، فَأَقْبَلْتُ حَتّٰى قُلْتُ لِاَبِيْ بَكْرٍ: اُدْخُلْ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُبَشِّرُكَ بِالْجَنَّةِ، فَدَخَلَ أَبُوْبَكْرٍحَتّٰى جَلَسَ عَنْ يَمِيْنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَهُ فِي الْقُفِّ، وَدَلّٰى رِجْلَيْهِ فِي الْبِئْرِكَمَا صَنَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكَشَفَ عَنْ سَاقَيْهِ، ثُمَّ رَجَعْتُ وَجَلَسْتُ، وَقَدْتَرَكْتُ أَخِيْ يَتَوَضَّأُ وَيَلْحَقُنِيْ، فَقُلْتُ: إِنْ يُرِدِ اللّٰهُ بِفُلَانٍ يُرِيْدُأَخَاهُ خَيْرًايَأْتِ بِهِ، فَإِذَا إِنْسَانٌ يُحَرِّكُ الْبَابَ، فَقُلْتُ: مَنْ هٰذَا؟ فَقَالَ: عُمَرُبْنُ الْخَطَّابِ. فَقُلْتُ: عَلَى رِسْلِكَ، ثُمَّ جِئْتُ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ وَ قُلْتُ: هٰذَا عُمَرُ يَسْتَأْذِنُ؟ فَقَالَ: اِئْذَنْ لَهُ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ، فَجِئْتُ عُمَرَ، فَقُلْتُ: أَذِنَ وَ يُبَشِّرُكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْجَنَّةِ، فَدَخَلَ فَجَلَسَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْقُفِّ عَنْ يَسَارِهِ، وَدَلّٰى رِجْلَيْهِ فِي الْبِئْرِ، ثُمَّ رَجَعْتُ فَجَلَسْتُ فَقُلْتُ: إِنْ يُرِدِ اللّٰهُ بِفُلَانٍ خَيْرًا يَعْنِيْ اَخَاهُ يَأْتِ بِهِ، فَجَاءَ إِنْسَانٌ فَحَرَّكَ الْبَابَ. فَقُلْتُ: مَنْ هٰذَا؟ فَقَالَ: عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ. فَقُلْتُ: عَلٰى رِسْلِكَ، وَجِئْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ: ''اِئْذَنْ لَهُ وَ بَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ مَعَ بَلْوٰى تُصِيْبُهُ'' فَجِئْتُ فَقُلْتُ: اُدْخُلْ وَيُبَشِّرُكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْجَنَّةِ مَعَ بَلْوٰى تُصِيْبُكَ، فَدَخَلَ فَوَجَدَالْقُفَّ قَدْمُلِيءَ، فَجَلَسَ وِجَاهَهُمْ مِنَ الشِّقِّ الْآخَرِ . قَالَ سَعِيْدُبْنُ الْمُسَيَّبِ: فَأَوَّلْتُهَا قُبُوْرَهُمْ. متفق عليه. وَزَادَفِيْ رواية: ''وَ أَمَرَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ . بِحِفْظِ الْبَابِ. وَفِيْهَا: أَنَّ عُثْمَانَ حِيْنَ بَشَّرَهُ حَمِدَ اللّٰهَ تَعَالٰى، ثُمَّ قَالَ: اَللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ.

قوله ''وَجَّهَ'' بفتح الواو وتشديدالجيم، أى: تَوَجَّهَ: وقوله ''بِئْرَأَرِيْسٍ'': هو بفتح الهمزةوكسر الراء وبعدهاياء مثناة من تحت ساكنة، ثم سين مهملة، وهو منصرف، ومنهم من منع صرفه ''وَالْقُفُّ'' بضم القاف و تشديدالفاء: هُوَ الْمَبْنِيُّ حَوْلَ الْبِئْرِ. قوله: ''عَلٰى رِسْلِكَ'' بكسر الراء على المشهور، وقيل بفتحها، أى: اُرْفُقْ.

ترجمہ: ''حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنے گھر میں وضوفرمایا اور باہر نکلے اور

اپنے دل میں کہا میں آج کا دن آپ ﷺ کی صحبت میں رہوں گا۔ چنانچہ اس نیت کے ساتھ مسجد میں گیا، آپ ﷺ کے بارے میں لوگوں سے پوچھا۔ صحابہ نے عرض کیا کہ آپ ﷺ اس طرف تشریف لے گئے ہیں۔ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں اس طرف چلتا رہا اور آپ ﷺ کے بارے میں پوچھتا رہا۔ آپ ﷺ کے پاس جا کھڑا ہوا حتیٰ کہ آپ ﷺ بیرِ اریس (قبا کے پاس ایک باغ تھا) پہنچ گئے اور میں وہاں اس کے دروازے پر بیٹھ گیا۔ جب آپ ﷺ نے قضائے حاجت کے بعد وضو فرمایا تو میں آپ ﷺ کی طرف گیا تو میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ بیرِ اریس کی منڈیر پر بیٹھے ہیں۔ بخاری کی ایک دوسری روایت "عَلٰی قُفِّ الْبِئْرِ" کے الفاظ بھی آئے ہیں کہ آپ ﷺ نے اپنی پنڈلیوں سے کپڑا اتار رکھا ہے اور منڈیر پر کنوئیں میں پاؤں لٹکا کر تشریف فرما ہیں۔ میں نے آپ ﷺ پر سلام کہا اور پھر واپس آکر دروازہ پر بیٹھ گیا۔ میں نے خیال کیا کہ میں تو آج آپ ﷺ کا دربان رہوں گا۔ اتنے میں حضرت ابوبکر آ گئے، انہوں نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ میں نے پوچھا کون ہے؟ انہوں نے فرمایا ابوبکر میں نے کہا ٹھہریں۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنے کی اجازت مانگ رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ان کو اجازت دے دو اور جنت کی خوش خبری بھی سنا دو۔"

چنانچہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور ان کو اندر آنے کی اجازت کے ساتھ جنت کی خوش خبری بھی سنائی۔ حضرت ابوبکر داخل ہوئے اور آپ ﷺ کے دائیں جانب کنویں میں پاؤں لٹکا کر اور اپنی پنڈلیوں سے کپڑا اتار کر وہ بھی بیٹھ گئے جیسے کہ آپ ﷺ تشریف فرما تھے۔ میں پھر واپس دروازے پر جا کر بیٹھ گیا میں (گھر سے نکلتے وقت) اپنے بھائی کو وضوء کرتا چھوڑ کر آیا تھا۔ مجھے خیال آیا کہ اگر اللہ جل شانہ نے اس کے حق میں بھی خیر کو مقدر فرمایا تو وہ بھی ضرور آجائے گا۔ اچانک ایک آدمی نے دروازہ کھٹکھٹایا میں نے پوچھا کہ کون؟ جواب دیا عمر بن الخطاب ہوں۔ میں نے کہا کہ ٹھہریئے۔ اس کے بعد میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ پر سلام کہنے کے بعد عرض کیا یہ حضرت عمر اجازت مانگ رہے ہیں۔ فرمایا ان کو اجازت دے دو اور جنت کی بشارت بھی دے دو۔ چنانچہ میں پھر حضرت عمر کے پاس حاضر ہوا اور کہا آپ کو اجازت ہے، مزید یہ کہ آپ ﷺ آپ کو جنت کی خوش خبری عطاء فرما رہے ہیں۔ وہ اندر آئے وہ بھی آپ کے ساتھ کنویں کے بائیں جانب کنویں میں پاؤں لٹکا کر بیٹھ گئے۔ میں واپس آکر پھر بیٹھ گیا۔ دل میں کہنے لگا کہ اگر میرے بھائی

کے ساتھ اللہ جل شانہ کی بھلائی منظور ہوگی تو اس کو لائے گا۔ اچانک پھر ایک آدمی نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ میں نے پوچھا کہ کون؟ اس نے کہا کہ عثمان بن عفان۔ میں نے کہا ٹھہریں۔ میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ ﷺ کو ان کے آنے کی اطلاع دی آپ ﷺ نے فرمایا کہ اجازت دے دو اور ساتھ میں جنت کی خوش خبری بھی دے دو البتہ ان پر ایک مصیبت آئے گی۔ میں واپس آیا اور عرض کیا کہ اندر تشریف لے آئیں میں نے جنت کی خوشخبری دی اور کہا فرما رہے تھے کہ تم پر ایک مصیبت آئے گی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ داخل ہوگئے۔ منڈیر پر جگہ نہ پا کر وہ سامنے کی جانب بیٹھ گئے۔ سعید بن مسیّب رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس واقعہ سے میں جو سمجھا ہوں یہ ہے کہ ان تینوں کی قبر تو ایک ساتھ ہوگی مگر حضرت عثمان کی قبر الگ ہوگی۔

ایک روایت میں ان الفاظ کی زیادتی بھی ہے کہ آپ ﷺ نے مجھے دروازے کی نگرانی کا حکم مرحمت فرمایا اور یہ کہ جب آپ ﷺ نے حضرت عثمان کو بشارت دی تو انہوں نے الحمد للہ کہا اور پھر واللہ المستعان یعنی اللہ جل شانہ سے ہی مدد مانگی جائے گی۔

"وَجَّهَ" واؤ پر زبر اور جیم پر تشدید بمعنی رخ کیا۔ "بِئْرِ اَرِیْسٍ" ہمزہ پر زبر اور راء پر زیر اور اس کے یاء ساکنہ اور پھر سین ۔ یہ منصرف ہے اور بعض کے نزدیک یہ غیر منصرف ہے۔ "قُفّ" قاف پر پیش اور فاء پر تشدید۔ کنویں کے اردگرد چبوترہ یا منڈیر۔ "عَلٰی رِسْلِکَ" راء پر زیر مشہور ہے اور بعض کے نزدیک راء پر زبر ہے بمعنی ذرا ٹھہریں اور انتظار فرمائیں۔"

لغات: ❖ وجه: وجه. الشیء. کسی کی طرف پھیر دینا۔ الطریق. راستہ چلنا اور نشان واضح کرنا۔ توسط: القوم او المکان: بیچ میں بیٹھنا۔ وسط یسط وسطاً وسطة. المکان او القوم. بیچ میں بیٹھنا۔ قف: چیز کا بیرونی حصہ۔ قف البئر: کنویں کے اردگرد کا چبوترہ۔

تشریح: حدیث بالا کا تعلق بھی عنوان کے ساتھ بالکل واضح ہے کہ اس حدیث میں بھی خوش خبری کا ذکر ہے۔

"وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ مَعَ بَلْوَی تُصِیْبُهُ" حضرت عثمان کو جنت کی خوش خبری دو اور ساتھ میں ان مصائب کی جو انہیں پیش آئیں گے۔ اس بارے میں محدثین کا کہنا یہ ہے کہ ان مصائب سے مراد وہ ہے جو عبداللہ بن سبا یہودی اور اس کے بے بنیاد پروپیگنڈے سے متاثر ہو کر لوگوں نے حضرت عثمان کا محاصرہ کیا اور بالآخر ان کو بے دردی کے ساتھ شہید کر دیا۔

تخریج حدیث: أخرجه صحیح بخاری کتاب فضائل الصحابة (باب قوله لو کنت متخذا خلیلا) و کتاب الفتن و صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابة (باب فضائل عثمان بن عفان رضی الله عنه) وهکذا فی

الترمذی.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ کے حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۸) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

جو بھی کلمہ توحید کی گواہی دے گا وہ جنت میں داخل ہوگا

(۷۱۰) ﴿وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كُنَّاقُعُوداً حَوْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَنَا اَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فِیْ نَفَرٍ، فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ مِنْ بَیْنَ أَظْهُرِنَا فَأَبْطَأَ عَلَیْنَا، وَخَشِیْنَا أَنْ یُقْتَطَعَ دُوْنَنَا وَفَزِعْنَا فَقُمْنَا، فَكُنْتُ أَوَّلَ مَنْ فَزِعَ، فَخَرَجْتُ أَبْتَغِیْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، حَتّٰی أَتَیْتُ حَائِطاً لِلْاَنْصَارِ لِبَنِی النَّجَّارِ، فَدُرْتُ بِهِ هَلْ أَجِدُ لَهُ بَابًا؟ فَلَمْ أَجِدْ، فَإِذَا رَبِیْعٌ یَدْخُلُ فِیْ جَوْفِ حَائِطٍ مِنْ بِئْرٍخَارِجَهُ. وَالرَّبِیْعُ: اَلْجَدْوَلُ الصَّغِیْرُ، فَاحْتَفَزْتُ، فَدَخَلْتُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ فَقَالَ: "اَبُوْهُرَیْرَةَ؟" فَقُلْتُ: نَعَمْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ: "مَا شَأْنُکَ" قُلْتُ: كُنْتَ بَیْنَ ظَهْرَیْنَا، فَقُمْتَ فَأَبْطَأْتَ عَلَیْنَا، فَخَشِیْنَاأَنْ تُقْتَطَعَ دُوْنَنَا، فَفَزِعْنَا، فَكُنْتُ أَوَّلَ مَنْ فَزِعَ، فَأَتَیْتُ هٰذَا الْحَائِطَ، فَاحْتَفَزْتُ كَمَا یَحْتَفِزُ الثَّعْلَبُ، وَهٰؤُلَاءِ النَّاسُ وَرَائِی. فَقَالَ: "یَاأَبَاهُرَیْرَةَ" وَ أَعْطَانِیْ نَعْلَیْهِ فَقَالَ: "اِذْهَبْ بِنَعْلَیَّ هَاتَیْنِ، فَمَنْ لَقِیْتَ مِنْ وَرَاءِ هٰذَا الْحَائِطِ یَشْهَدُأَنْ لَا إِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُسْتَیْقِنًا بِهَا قَلْبُهُ، فَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ" وَذَكَرَالْحَدِیْثَ بِطُوْلِهِ﴾ (رواه مسلم)

"اَلرَّبِیْعُ" اَلنَّهْرُ الصَّغِیْرُ، وَهُوَ الْجَدْوَلُ. بفتح الجیم. كَمَافَسَّرَهُ فِی الْحَدِیْثِ. وقوله: "اِحْتَفَزْتُ" روی بالراء و الزاء، ومعناه بالزاء: تَضَامَمْتُ وَ تَصَاغَرْتُ حَتّٰی أَمْكَنَنِی الدُّخُوْلُ.

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم آپ ﷺ کے ارد گرد بیٹھے تھے اور ہمارے ساتھ لوگوں میں حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما بھی تھے۔ پس اچانک آپ ﷺ ہمارے درمیان سے اٹھ کر چلے گئے۔ آپ ﷺ نے پھر ہمارے پاس آنے میں کافی تاخیر کی، تو ہم ڈر گئے کہ ہماری غیر موجودگی میں آپ ﷺ کو قتل نہ کر دیا گیا ہو، اور ہم گھبرا کر اٹھ کھڑے ہوئے اور میں سب سے پہلے گھبرانے والا تھا۔ پس میں آپ ﷺ کی تلاش میں نکلا یہاں تک کہ میں انصار کے بنونجار قبیلے کے باغ کی چار دیواری تک پہنچ گیا۔ میں اس کے ارد گرد گھوما مگر مجھے کوئی دروازہ نہ مل سکا تاہم ایک چھوٹے سے نالے پر نظر پڑی جو باغ سے باہر ایک کنوئیں سے

نکل کر باغ کے اندر جا رہا تھا (اور ربیع چھوٹی سی نہر یا چھوٹے سے نالے کو کہتے ہیں) پس میں اس میں سے سمٹ کر نالے کے راستے سے اندر داخل ہوا تو آپ ﷺ وہاں تشریف فرما تھے آپ ﷺ نے فرمایا ابوہریرہ؟ میں نے کہا آپ ہمارے درمیان تشریف فرما تھے۔ پس آپ وہاں سے اٹھ کر چلے گئے اور واپسی میں آپ نے دیر فرمادی۔ تو ہمیں ڈر محسوس ہوا کہ کہیں آپ کو ہماری غیر موجودگی میں قتل نہ کردیا گیا ہو؟ چنانچہ ہم گھبرا اٹھے۔ گھبرانے والوں میں سب سے پہلا آدمی میں تھا۔ پس میں اس باغ تک آگیا (اندر آنے کے لئے) اور لوگ میرے پیچھے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے ابوہریرہ! اور آپ ﷺ نے مجھے اپنے دونوں جوتے دے کر ارشاد فرمایا کہ جاؤ میرے یہ دونوں جوتے ساتھ لے جاؤ۔ اس باغ کی دیوار کے باہر جو بھی ملے اس بات کی گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اس پر اس کے دل میں پورا یقین ہو، تو اس کو جنت کی خوش خبری دے دو۔ اور پوری حدیث ذکر کی۔"

اَلرَّبِیْعُ: چھوٹی نہر اور یہ نالہ ہے اس کا مترادف "الجدول" جیم کے فتح کے ساتھ ہے جیسا کہ حدیث میں اس کی تفسیر اس کے ساتھ کی گئی ہے۔ اِحْتَفَزْتُ: یہ راء اور زاء کے ساتھ دونوں طرح مروی ہے، زاء کے ساتھ معنی: میں نے سمٹ سمٹا کر اپنے وجود کو اتنا چھوٹا کرلیا حتیٰ کہ میرے لئے نالے سے اندر جانا ممکن ہوگیا۔

لغات: ❖ بین اظهرنا: ہمارے درمیان سے۔ ظهر. پیٹھ جمع اظهر وظهور وظهران. ظهر (ن) ظهارة. مضبوط پیٹھ والا ہونا۔ فاحتفزت: تحفز و احتفز: زانو پر یا سرین کے بل بیٹھنا۔

تشریح: فَأَبْطَأَعَلَيْنَا: جب دیر ہوگئی۔ اس جملہ سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام کو آپ ﷺ کا کس درجہ خیال رہتا تھا، آپ ﷺ کی حفاظت کے لئے صحابہ کس قدر مستعد رہا کرتے تھے۔ "حَائِطًا لِّلْاَنْصَارِ" حائط وہ باغ جس میں چار دیواری ہو۔

"اَلرَّبِیْعُ اَلْجَدْوَلُ الصَّغِیْرُ" جدول چھوٹی نہر کو کہتے ہیں "ربیع" کی جمع "اربعاء" آتی ہے جیسے نبی کی جمع انبیاء آتی ہے۔ "یا اَبَاهُرَیْرَةَ" تقدیری عبارت یوں ہے "أأنت ابو هريرةَ" کہ تم ابوہریرہ ہو۔

یَشْهَدُاَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُسْتَیْقِنًا بِهَا قَلْبُهٗ فَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ: جو اس بات کی گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اس پر اس کے دل میں پورا یقین ہو تو اس کو جنت کی خوش خبری سنادو۔

کیا صرف کلمہ پڑھنے سے آدمی جنت میں چلا جائے گا

سوال: کیا صرف کلمہ توحید کے اقرار سے آدمی جنت میں داخل ہوجائے گا۔ عبادات کی ضرورت نہیں؟

جواب: ابن رجب حنبلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں لا الٰہ الا اللہ کا یہ اثر اس وقت کا ہے جب کہ اس کو اس کے مخالف سے بچایا

جائے۔اور جب اس میں اس کے مخالف معصیت کی آمیزش ہوگی تو پھراس کا یہ اثر ظاہر نہیں ہوگا۔

دوسرا جواب: قاعدہ ہے "اِذَا ثَبَتَ الشَّیْءُ ثَبَتَ بِلَوَازِمِهٖ" جب کوئی چیز ثابت ہوتی ہے تو وہ اپنے تمام لوازمات کے ساتھ ثابت ہوتی ہے۔تو کلمہ توحید کے لوازمات نماز، روزہ تمام اعمال خود اس میں داخل ہونگے۔تو جو ان تمام اعمال پر عمل کرے گا تو جنت میں داخل ہوگا۔

تیسرا جواب: یہ خوش خبری اس کے لئے ہے جو کلمہ توحید پر ایمان لانے کے فوری بعد مر جائے اس کو عمل کرنے کی مہلت نہ ملے۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح مسلم كتاب الايمان (باب الدليل ان من مات على التوحيد دخل الجنة قطعاً)

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے آخری وقت کا واقعہ

(۷۱۱) ﴿وَعَنْ اِبْنِ شُمَاسَةَ قَالَ: حَضَرْنَا عَمْرَو بْنَ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَهُوَ فِي سِيَاقَةِ الْمَوْتِ فَبَكَى طَوِيْلاً وَحَوَّلَ وَجْهَهُ اِلَى الْجِدَارِ، فَجَعَلَ اِبْنُهُ يَقُوْلُ: يَاأَبَتَاهُ أَمَا بَشَّرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكَذَا؟ أَمَابَشَّرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكَذَا؟ فَأَقْبَلَ بِوَجْهِهٖ فَقَالَ: إِنَّ أَفْضَلَ مَانُعِدُّشَهَادَةُ أَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًارَسُوْلُ اللّٰهِ، إِنِّي قَدْ كُنْتُ عَلَى أَطْبَاقٍ ثَلَاثٍ: لَقَدْرَأَيْتُنِي وَمَا أَحَدٌ أَشَدُّ بُغْضاً لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنِّي، وَلَا احَبَّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَكُوْنَ قَدِ اِسْتَمْكَنْتُ مِنْهُ فَقَتَلْتُهُ، فَلَوْمُتُّ عَلَى تِلْكَ الْحَالِ لَكُنْتُ مِنْ أَهْلِ النَّارِ، فَلَمَّا جَعَلَ اللّٰهُ الْإِسْلَامَ فِي قَلْبِيْ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ: اُبْسُطْ يَمِيْنَكَ فَلْأُبَايِعْكَ، فَبَسَطَ يَمِيْنَهُ فَقَبَضْتُ يَدِيْ، فَقَالَ: "مَالَكَ يَا عَمْرُو؟" قُلْتُ: أَرَدْتُّ أَنْ أَشْتَرِطَ، قَالَ: "تَشْتَرِطُ مَاذَا؟" قُلْتُ: أَنْ يُغْفَرَلِيْ، قَالَ: "أَمَاعَلِمْتَ أَنَّ الْإِسْلَامَ يَهْدِمُ مَاكَانَ قَبْلَهُ، وَأَنَّ الْهِجْرَةَ تَهْدِمُ مَاكَانَ قَبْلَهَا، وَأَنَّ الْحَجَّ يَهْدِمُ مَاكَانَ قَبْلَهُ؟" وَمَاكَانَ أَحَدٌأَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَا أَجَلَّ فِيْ عَيْنِيْ مِنْهُ، وَمَاكُنْتُ أُطِيْقُ أَنْ أَمْلَأَ عَيْنِيْ مِنْهُ إِجْلَالًا لَهُ، وَلَوْسُئِلْتُ أَنْ أَصِفَهُ مَاأَطَقْتُ لِأَنِّيْ لَمْ أَكُنْ أَمْلَأُ عَيْنِيْ مِنْهُ، وَلَوْمُتُّ عَلَى تِلْكَ الْحَالِ لَرَجَوْتُ أَنْ أَكُوْنَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ، ثُمَّ وُلِّيْنَاأَشْيَاءَ مَاأَدْرِيْ مَاحَالِيْ فِيْهَا؟

فَإِذَاأَنَامُتُّ فَلَا تَصْحَبْنِيْ نَائِحَةٌ وَلَانَارٌ، فَإِذَا دَفَنْتُمُوْنِيْ، فَشُنُّوْاعَلَيَّ التُّرَابَ شَنًّا، ثُمَّ أَقِيْمُوْاحَوْلَ قَبْرِيْ قَدْرَمَاتُنْحَرُجَزُوْرٌ، وَيُقْسَمُ لَحْمُهَا، حَتَّى أَسْتَأْنِسَ بِكُمْ. وَأَنْظُرَمَاأُرَاجِعُ بِهِ رُسُلَ رَبِّيْ.﴾ (رواہ مسلم)

قوله: "شُنُّوا" بالشين المعجمة وبالمهملة، أي: صُبُّوْهُ قَلِيْلاً قَلِيْلاً وَاللّٰهُ سُبْحَانَهُ أَعْلَمُ.

ترجمہ: ''حضرت ابن شماسہ بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے جب کہ وہ قریب المرگ تھے۔ پس وہ کافی دیر تک روئے اور اپنا چہرہ دیوار کی طرف کرلیا۔ تو ان کا صاحبزادہ کہنے لگا۔ ابا جان کیا آپ کو آپ ﷺ نے فلاں خوش خبری نہیں دی تھی؟ (دو مرتبہ انہوں نے کہا) تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا بے شک سب سے افضل (آخرت کا توشہ) جو ہم تیار کرلیں، وہ ہے اللہ کی توحید کی گواہی کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ کی رسالت کی گواہی کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ مجھ پر تین قسم کے حالات آئے، میں نے اپنا یہ حال دیکھا کہ مجھ سے زیادہ رسول اللہ ﷺ سے بغض رکھنے والا کوئی نہ تھا، اس وقت سب سے زیادہ محبوب میرے لئے یہی بات تھی کہ اگر میں آپ ﷺ پر قابو پالوں تو آپ ﷺ کو قتل کردوں۔ اگر میری موت اسی حالت میں آجاتی تو یقیناً میں جہنمیوں میں سے ہوتا۔ جب اللہ نے اسلام کی محبت میرے دل میں ڈال دی تو میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے عرض کیا کہ آپ ﷺ اپنا دایاں ہاتھ پھیلائیں تا کہ میں آپ ﷺ کی بیعت کرلوں۔''

پس آپ ﷺ نے ہاتھ پھیلایا تو میں نے اپنا ہاتھ واپس کھینچ لیا، آپ ﷺ نے فرمایا، اے عمرو! کیا بات ہے؟ میں نے کہا، میں ایک شرط کرنا چاہتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا بتلاؤ، تمہاری کیا شرط ہے؟ میں نے کہا یہ کہ میرے گناہ بخش دیئے جائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اسلام پہلے کے گناہوں کو گرادیتا ہے (ختم کردیتا ہے) اور ہجرت اپنے ماقبل کے گناہوں کو گرادیتی ہے اور حج پہلے کے گناہوں کو گرا (مٹا) دیتا ہے؟ (چنانچہ اسلام قبول کر کے میں نے آپ ﷺ کی بیعت کرلی، اس کے بعد یہ حال ہوگیا کہ) مجھے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ محبوب اور میری نظر میں آپ ﷺ سے زیادہ جلیل القدر کوئی نہ تھا۔ آپ ﷺ کی عظمت وجلالت کا نقش اس طرح میرے دل میں تھا کہ میں نظر بھر کر آپ ﷺ کی طرف دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتا تھا اور اگر مجھ سے آپ ﷺ کا حلیہ مبارک بیان کرنے کو کہا جائے تو میں اسے بیان نہیں کرسکتا، اس لئے کہ میں نے کبھی نظر بھر کر آپ ﷺ کو دیکھا ہی نہیں۔ اگر میری موت اسی حال میں آجاتی تو یقیناً امید تھی کہ میں جنتیوں میں سے ہوتا

(اس کے بعد) پھر ہم کئی چیزوں کے ذمے دار بنائے گئے (حکومتی مناصب پر فائز ہوئے) میں نہیں جانتا ان کے بارے میں میرا کیا حال ہوگا؟ پس جب میں فوت ہوجاؤں تو میرے جنازے کے ساتھ کوئی رونے والی عورت نہ ہو نہ کوئی آگ۔ اور جب مجھے دفنا چکو تو مجھ پر تھوڑی تھوڑی مٹی ڈالنا، پھر میری قبر پر اتنی دیر ٹھہرے رہنا جتنی دیر میں ایک اونٹ ذبح کر کے اس کا گوشت بانٹ دیا جائے تاکہ میں تم سے مانوس رہوں اور دیکھوں کہ اپنے رب کے بھیجے ہوئے فرشتوں کو کیا جواب دیتا ہوں (مسلم)

شنوا: یہ شین اور سین دونوں کے ساتھ مروی ہے یعنی تھوڑی تھوڑی مٹی ڈالو۔ (واللہ سبحانہ اعلم)

لغات: ❖ حول: حوله تحويلا: ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا۔ حوله اليه: پلٹ دینا۔ اطباق: جمع ہے طبقة کی۔ مرتبہ، حال۔ اطباق: احوال. اجلالاً: اجله، اجلالا: تعظیم کرنا۔ اجلالاله: اس کی تعظیم کی وجہ سے۔ شن: (ن) شنا: متفرق چھینٹا دینا۔

تشریح: خلاصۂ حدیث یہ ہے کہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اپنی زندگی کے تین دور بیان فرما رہے ہیں ① اسلام لانے سے پہلے کا ② اسلام لانے کے بعد کا ③ اپنے گورنری وغیرہ کے زمانہ کا۔ مرتے وقت ان کو اپنے یہ تیسرے دور کی زیادہ فکر تھی کہ ان میں کوتاہیوں کا ارتکاب ہوا ہوگا۔ اہل تاریخ نے لکھا ہے کہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ دس سال تین ماہ تک مصر کے حاکم رہے، چار سال خلافت فاروقی میں اور چار سال عہد عثمانی میں اور دو سال تین ماہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور حکومت میں۔

اَمَا بَشَّرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ بِكَذَا؟ کیا آپ کو آپ ﷺ نے فلاں خوش خبری نہیں دی؟ اس سے علماء نے استدلال کیا ہے کہ مرتے وقت آدمی کو لوگ خوشخبری سنائیں جیسے کہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے نے سنائی۔

اسلام لانے سے ماقبل کے تمام گناہ معاف ہوجاتے ہیں

اِنَّ الْاِسْلَامَ يَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهٗ: اسلام لانے سے پہلے کے تمام گناہوں معاف ہوجاتے ہیں۔

علماء نے فرمایا کہ گناہوں کی معافی سے مراد حقوق اللہ ہیں۔ حقوق العباد مثلاً قرض، عاریت، امانت، خرید وفروخت کے سلسلہ میں جو کچھ ذمہ باقی ہے اس کو اسلام لانے کے بعد بھی ادا کرنا ہوگا۔ شیخ تورپشتی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق یہ ہے کہ اسلام لانے سے ہر قسم کے حقوق اللہ گناہ معاف ہوجاتے ہیں خواہ صغیرہ ہوں یا کبیرہ۔ مگر حقوق العباد معاف نہیں ہوتے۔

اور ہجرت اور حج، اس سے بھی حقوق العباد معاف نہیں ہوتے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں حج کے ذریعہ سے تمام کبیرہ گناہ اس وقت معاف ہوتے ہیں جب کہ وہ حج مبرور (مقبول) ہو۔

"نَائِحَةٌ وَلَا نَارٌ" میرے ساتھ نہ کوئی رونے والی عورت ہو اور نہ آگ۔ علماء فرماتے ہیں وہ رسومات، بدعات جن کا

مرنے والے کو اپنے مرنے کے بعد امید ہو اس کے نہ کرنے کی وصیت کرنا ضروری ہے، ورنہ یہ بھی ن کرنے والوں کے گناہ میں شریک ہو جائے گا۔

اَقِیۡمُوۡا حَوۡلَ قَبۡرِیۡ: تھوڑی دیر میری قبر پر ٹھہرنا۔ علماء نے اس کو مستحب اور سنت بتایا ہے اس سے مرنے والے کو منکر نکیر کے جواب دینے میں آسانی ہوتی ہے اور یہ عمل مرنے والے کے تسکین کا سبب بنتی ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح مسلم كتاب الايمان (باب كون الاسلام يهدم ماقبله وكذا الهجرة والحج) و احمد فی مسنده ۱۷۷۹۲/۶ وهكذا فی البيهقی ۹۸/۹۔

راوی حدیث حضرت ابو شماسہ کے مختصر حالات:

نام: عبدالرحمٰن بن شماسۃ بن ذئب ابو عمرو تھا۔ بعض نے ابو عبداللہ المہیر ی کہا ہے۔ یہ تابعین میں سے ہیں۔

(۹۶) بَابُ وَدَاعِ الصَّاحِبِ وَوَصِيَّتِهِ عِنۡدَ فِرَاقِهِ لِسَفَرٍ وَغَيۡرِهِ وَالدُّعَاءِ لَهُ وَطَلَبِ الدُّعَاءِ مِنۡهُ

ساتھی کو رخصت کرنے اور سفر وغیرہ کی جدائی کے وقت سے وصیت کرنے، نیز اس کے حق میں دعاء کرنے اور اپنے لئے اس سے دعا کروانے کا بیان

حضرت ابراہیم اور حضرت یعقوب علیہما السلام نے اپنی اولاد کو مرتے وقت بھی توحید کی وصیت کی

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَوَصّٰى بِهَا إِبۡرَاهِيۡمُ بَنِيۡهِ وَيَعۡقُوۡبُ: يَابَنِيَّ إِنَّ اللّٰهَ اصۡطَفٰى لَكُمُ الدِّيۡنَ فَلَا تَمُوۡتُنَّ إِلَّا وَأَنۡتُمۡ مُّسۡلِمُوۡنَ، أَمۡ كُنۡتُمۡ شُهَدَآءَ إِذۡ حَضَرَ يَعۡقُوۡبَ الۡمَوۡتُ إِذۡ قَالَ لِبَنِيۡهِ مَا تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ بَعۡدِيۡ قَالُوۡا نَعۡبُدُ إِلٰهَكَ وَإِلٰهَ آبَائِكَ إِبۡرَاهِيۡمَ وَإِسۡمَاعِيۡلَ وَ إِسۡحَاقَ إِلٰهًا وَّاحِدًا وَنَحۡنُ لَهُ مُسۡلِمُوۡنَ"﴾

(سورة بقرة: ۱۳۲،۱۳۳)

ترجمہ: ''اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: اور ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو اس بات کی وصیت کی،

یعقوب نے بھی کہا کہ اے بیٹو! بے شک اللہ نے تمہارے لئے اس دین کو پسند کرلیا ہے۔ پس جب تمہیں موت آئے تو اس حال میں آئے کہ تم مسلمان ہو۔ کیا تم اس وقت حاضر تھے جب یعقوب علیہ السلام کو موت آئی جب انہوں نے اپنے بیٹوں سے کہا: تم میرے بعد کس کی عبادت کروگے؟ انہوں نے کہا: ہم تمہارے اور تمہارے باپ دادا ابراہیم، اسمٰعیل اور اسحٰق کے معبود کی عبادت کریں گے جو ایک ہے اور ہم اس کے فرمانبردار ہیں۔"

تشریح: **وَوَصّٰى بِهَا اِبْرَاهِيْمُ بَنِيْهِ وَ يَعْقُوْبُ يَا بَنِيَّ**: "ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو اس بات کی وصیت کی، یعقوب علیہ السلام نے بھی کہا اے بیٹو!" مطلب یہ ہے کہ اللہ جل شانہ کے برگزیدہ نبی ابراہیم اور یعقوب علیہما السلام دونوں نے اپنی اولاد کو بطور وصیت خاص اللہ کی وحدانیت کی تاکید کی۔ جس طرح ایک عام آدمی کی اپنی موت کے وقت یہ چاہت ہوتی ہے کہ میں اپنا سارا سرمایہ اپنی اولاد کو منتقل کردوں، تو اسی طرح انبیاء علیہم السلام اور ان کے متبعین اولیاء کی خواہش یہ ہوتی ہے کہ میری اولاد دین پر جمی رہے تاکہ دنیا اور آخرت کی تمام خیریں ان کی مقدر میں آجائے۔ اس سے علماء استدلال کرتے ہیں کہ والدین کا فرض ہے کہ بچوں کی اصلاح و فلاح کی موت تک فکر کرتے رہیں۔ **فَلاَ تَمُوْتُنَّ اِلَّاوَاَنْتُمْ مُسْلِمُوْنَ**: سو تم مسلمان ہوکر مرنا۔

سوال: ایمان کی حالت میں مرنا تو آدمی کے اختیار میں ہے ہی نہیں، یہ تو غیر اختیاری امر ہے۔

جواب: ایمان پر زندگی بھر جما رہا تو موت بھی اسی حالت میں آئے گی جس حالت پر اس نے زندگی گزاری ہے۔

"**اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَاءَ اِذْحَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ**"

شانِ نزول

چند یہودی آپ ﷺ کے پاس آئے اور عرض کیا کہ جب یعقوب علیہ السلام کا انتقال ہورہا تھا تو انہوں نے اپنی اولاد کو یہودیت پر قائم رہنے کی وصیت کی تھی۔ اس پر آیت بالا نازل ہوئی اور ان یہودیوں کو مخاطب کیا جارہا ہے کہ کیا تم یعقوب علیہ السلام کی موت کے وقت حاضر تھے۔ بلکہ یعقوب علیہ السلام نے مرتے وقت تو اپنی اولاد کو توحید پر قائم رہنے کی وصیت فرمائی تھی۔ حضرات علماء فرماتے ہیں ہر نبی کو موت کے وقت زندگی اور موت کے بارے میں اختیار دیا جاتا تھا، حسب معمول جب یہ اختیار یعقوب علیہ السلام کو دیا گیا تو انہوں نے عرض کیا یا خداوند کچھ دیر کے لئے مجھے مہلت عطاء فرمادیں تاکہ میں اپنے بیٹوں کو کچھ وصیت کروں اور جب مہلت ملی تو انہوں نے اپنی اولاد کو جمع کرکے یہ وصیت کی جو قرآن میں موجود ہے۔ [1]

(۱) تفسیر مظہری ۱/۲۳۰

میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں، اس کو پکڑے رکھنا
کتاب اللہ اور اہل بیت

(۷۱۲) وَاَمَّا الْاَحَادِيْثُ! ﴿فَمِنهَاحَدِيْثُ زَيْدِبْنِ اَرْقَمَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ الَّذِيْ سَبَقَ فِيْ بَابِ إِكْرَامِ أَهْلِ بَيْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْنَا خَطِيْبًا، فَحَمِدَ اللّٰهَ، وَأَثْنٰى عَلَيْهِ وَوَعَظَ وَذَكَّرَ، ثُمَّ قَالَ: "أَمَّابَعْدُ، أَلَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ يُوْشِكُ أَنْ يَأْتِيَ رَسُوْلُ رَبِّيْ فَأُجِيْبُ، وَأَنَاتَارِكٌ فِيْكُمْ ثَقَلَيْنِ: أَوَّلُهُمَا: كِتَابُ اللّٰهِ، فِيْهِ الْهُدٰى وَالنُّوْرُ، فَخُذُوْا بِكِتَابِ اللّٰهِ، وَاسْتَمْسِكُوْابِهٖ" فَحَثَّ عَلٰى كِتَابِ اللّٰهِ وَرَغَّبَ فِيْهِ، ثُمَّ قَالَ: "وَأَهْلُ بَيْتِيْ، أُذَكِّرُكُمُ اللّٰهَ فِيْ أَهْلِ بَيْتِيْ﴾ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَقَدْسَبَقَ بِطُوْلِهٖ.

ترجمہ: "احادیث میں سے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جو باب اکرام اہل بیت رسول اللہ میں گزر چکی ہے۔ انہوں نے بیان کیا کہ آپ ﷺ نے ہمیں خطبہ دیا، پس آپ ﷺ نے اللہ جل شانہ کی حمد و ثنا کی، وعظ فرمایا اور نصیحت فرمائی اور فرمایا اما بعد! اے لوگو! یقیناً میں بھی ایک انسان ہوں، قریب ہے کہ میرے پاس بھی میرے رب کا قاصد آئے اور میں اس کا پیغام قبول کرلوں۔ میں تمہارے اندر دو بھاری چیزیں چھوڑے جارہا ہوں۔ ان میں سے پہلی اللہ کی کتاب ہے جس میں ہدایت اور روشنی ہے، پس تم اللہ کی کتاب پکڑو اور اس کے ساتھ مضبوطی سے قائم رہو۔ چنانچہ آپ ﷺ نے کتاب اللہ کے بارے میں رغبت دلائی اور زور دیا اور پھر ارشاد فرمایا (دوسری چیز) میرے اہل بیت ہیں، میں تمہیں اپنے اہل بیت کے بارے میں نصیحت کرتا ہوں (مسلم) یہ روایت اس سے پہلے گزر چکی ہے۔"

لغات: ❖ خطيبا: خطبہ پڑھنا۔ خطب (ن) خطبةً وخطباً وخطابة: وعظ کہنا۔ حاضرین کے سامنے خطبہ پڑھنا۔
فحث: حث (ن) حثاً وحثث تحثيثاً واحث احثاثا واحتث احتثاثا واستحث استحثاثا. الرجل على الامر: برانگیختہ کرنا، اکسانا۔

تشریح: یہ حدیث اگرچہ پہلے "باب اکرام بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وبیان فضلهم" میں گزر چکی ہے۔ عنوان پر وصیت کرنے کا تذکرہ ہے۔ حدیث بالا میں بھی آپ ﷺ نے دو باتوں کی وصیت کی ہے، ایک کتاب اللہ اور دوسرا اہل بیت کے ساتھ خیر خواہی کرنا۔

تخریج حدیث: تقدم تخریجه فی باب اکرام اهل بیت رسول الله صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

راوی حدیث حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات:

نام: زید نام، ابوعمر کنیت، قبیلہ خزرج سے تعلق رکھتے تھے۔ والد کا انتقال بچپن میں ہی ہوگیا تھا تو ان کے رشتہ کے چچا حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پرورش کی اور یہی حضرت زید کے اسلام میں داخل ہونے کا ذریعہ بنایا۔ بچے ہونے کی وجہ سے غزوات میں شرکت نہ کرسکے، سب سے پہلا غزوہ خندق تھا جس میں شریک ہوئے یہ خود کہتے ہیں کہ میں نے ۱۷ غزوات میں شرکت کی۔ بارگاہ نبوی میں مقرب تھے، جب یہ بیمار ہوتے تو آپ ﷺ ان کی عیادت کے لئے تشریف لے جاتے۔ ایک مرتبہ آنکھ میں درد ہوا آپ ﷺ عیادت کے لئے تشریف لے گئے، صحت یابی کے بعد پوچھا اگر وہ مرض باقی رہتا تو کیا کرتے؟ عرض کیا صبر کرتا اور اجر کا امیدوار ہوتا۔ فرمایا اگر ایسا کرتے تو خدا کے سامنے بے گناہ ہوجاتے۔ (مسند احمد)

وفات: ۶۸ھ میں کوفہ میں انتقال ہوا، یہ دور تھا مختار بن ابی عبید ثقفی کا۔

مرویات: ان سے روایات کی تعداد ۹۰ ہے۔

مزید حالات کیلئے دیکھیں:

(۱) طبقات ابن سعد ۶/۱۰، (۲) مسند احمد ۴/۳۶۷، (۳) اصابہ، (۴) اسد الغابۃ وغیرہ۔

جتنا دین سیکھا ہے اتنا دوسرے کو بھی سکھاؤ

(۷۱۳) ﴿وَعَنْ اَبِیْ سُلَیْمَانَ مَالِکِ بْنِ الْحُوَیْرِثِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: أَتَیْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ شَبَبَةٌ مُتَقَارِبُوْنَ، فَأَقَمْنَا عِنْدَهُ عِشْرِیْنَ لَیْلَةً، وَکَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَحِیْماً رَفِیْقاً، فَظَنَّ أَنَّاقَدْ اشْتَقْنَا أَهْلَنَا، فَسَأَلَنَا عَمَّنْ تَرَکْنَامِنْ أَهْلِنَا، فَأَخْبَرْنَاهُ، فَقَالَ: اِرْجِعُوْا إِلٰی أَهْلِیْکُمْ، فَأَقِیْمُوْا فِیْهِمْ، وَعَلِّمُوْهُمْ، وَمُرُوْهُمْ، وَصَلُّوْاصَلَاةَ کَذَا فِیْ حِیْنِ کَذَا، وَصَلُّوْا کَذَا فِیْ حِیْنِ کَذَا، فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَلْیُؤَذِّنْ لَکُمْ أَحَدُکُمْ، وَ لِیَؤُمَّکُمْ أَکْبَرُکُمْ". متفق علیه. زَادَالْبُخَارِیُّ فی رِوایَةٍ لَهٗ: وَصَلُّوْا کَمَا رَأَیْتُمُوْنِیْ أُصَلِّیْ﴾ قوله: "رَحِیْماً رَفِیْقاً" رُوِیَ بِفَاءٍ وَقَافٍ، وَرُوِیَ بِقَافَیْنِ.

ترجمہ: ''حضرت ابوسلیمان مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہم ایک جیسے عمر کے نوجوان تھے۔ ہم نے بیس راتیں آپ ﷺ کے پاس قیام کیا، آپ ﷺ بڑے مہربان اور نرم دل تھے۔ چنانچہ آپ کو خیال آیا کہ ہم اپنے گھر واپس جانے کا شوق کررہے ہیں۔ آپ ﷺ نے ہم سے دریافت فرمایا کہ ہم نے اپنے گھروں میں کن کو پیچھے چھوڑا ہے، ہم نے آپ ﷺ کو بتایا، تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم لوگ اپنے گھر واپس چلے جاؤ، وہاں رہو اور ان کو بھی دین سکھاؤ اور بھلائی کا حکم کرو اور فلاں فلاں وقتوں میں نماز ادا کرنا۔ پس نماز کا وقت آجائے تو تم میں سے ایک آذان کہے اور تم میں سے جو بڑا ہو وہ تمہیں نماز پڑھائے (بخاری ومسلم) بخاری کی ایک روایت میں یہ بھی اضافہ ہے اور تم اس طرح نماز پڑھو جس

طرح تم نے مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔“

رحیمار فیقا: فاء اور قاف کے ساتھ اور رقیقا دوقاف کے ساتھ بھی مروی ہے، معنی ایک ہی ہونگے۔

لغات: ❖ شببۃ: جمع ہے شابٌ و شب کی بمعنی: جوان جمع شباب. و شبان و شببة. شب (ض) شبابا و شبيبة. الغلام: جوان ہونا۔

تشریح: فَاَقَمْنَاعِنْدَهٗ عِشْرِيْنَ لَيْلَةً: ہم آپ ﷺ کے پاس بیس راتیں ٹھہرے۔ اس سے معلوم ہوا کہ علم دین کے لئے سفر کرنے کی ضرورت پیش آئے تو سفر کرنے سے گریز نہ کیا جائے۔

عَلِّمُوْهُمْ: ان کو بھی دین سکھاؤ۔ اس سے معلوم ہوا کہ آدمی جو دین سیکھ لے اس کو چاہیئے کہ وہ دوسرے کو سکھائے۔ یہی وصیت آپ ﷺ نے ان نوجوانوں کو فرمائی۔ (۱)

فَاِذَاحَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَلْيُؤَذِّنْ لَكُمْ اَحَدُكُمْ: جب نماز کا وقت آجائے تو تم میں سے ایک آدمی اذان کہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نماز ہر حال میں فرض ہے خواہ سفر میں ہو یا حضر میں ہو۔ سفر میں عموماً نماز میں سستی ہوتی ہے اس لئے اس حدیث میں ان سب کے لئے ترغیب ہے، نیز یہ کہ ہر جگہ اور ہر وقت اذان دے کر جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کا اہتمام کرنے کی بھی ترغیب معلوم ہوتی ہے۔ (۲)

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخارى كتاب الاذان (باب من قال ليؤذن فى السفرموذن واحد) و صحيح مسلم كتاب الصلٰوة (باب من احق بالامامة؟) واحمدفى مسنده ١٥٦٠١/٥ وابوداود والترمذى و النسائى وهكذا فى ابن ماجه.

راوی حدیث حضرت ابوسلیمان مالک بن الحویرث کے مختصر حالات:

نام: مالک، کنیت ابوسلیمان، والد کا نام حویرث، قبیلہ لیث سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ۲۰ دن تک قیام کیا پھر بصرہ میں مقیم ہوئے۔

وفات: ۹۴ھ میں بصرہ میں انتقال ہوا۔

مرویات: ان سے پندرہ احادیث منقول ہیں، دو میں بخاری اور مسلم کا اتفاق ہے اور ایک روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

---

(۱) دلیل الطالبین ۱/۶۰۴

(۲) دلیل الطالبین ۱/۶۰۴

اے میرے بھائی اپنی دعاؤں میں ہمیں بھی یاد رکھنا

(٧١٤) ﴿وَعَنْ عُمَرَبْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: اِسْتَأْذَنْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي

الْعُمْرَةِ، فَأذِنَ وَ قَالَ: "لَاتَنْسَنَايَاأُخَيَّ مِنْ دُعَائِکَ" فَقَالَ: كَلِمَةً مَايَسُرُّنِيْ أَنَّ لِيْ بِهَا الدُّنْيَا وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ: أَشْرِكْنَايَاأُخَيَّ فِيْ دُعَائِکَ﴾ رواه ابوداود، والترمذی وقال: حديث حسن صحيح.

ترجمہ: ''حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے عمرہ کرنے کی اجازت طلب کی تو آپ ﷺ نے اجازت عطاء فرماتے ہوئے فرمایا۔ اے بھائی! اپنی دعاؤں میں ہمیں فراموش نہ کرنا۔ یہ آپ ﷺ نے ایسا کلمہ ارشاد فرمایا کہ اس کے بدلے میں مجھے ساری دنیا بھی مل جائے تو مجھے اتنی خوشی نہ ہوتی۔ اور ایک روایت میں ہے اے میرے پیارے بھائی اپنی دعا میں ہمیں بھی شریک رکھنا۔''

لغات: ❖ لا تنسنا: ہمیں نہ بھولنا۔ نسی ینسی نسیاونسیاناو نساية و نسوة. الشیء. بھولنا۔ یسرنی: سره (ن) سروراً و مسرةً و سراً و سرّی و تسِرَّةً: خوش کرنا۔

تشریح: یہ حدیث پہلے "باب زيادة اهل الخير" میں گزر چکی ہے۔ یہاں پر دوبارہ اس لئے لائی گئی ہے کہ دوسروں سے دعا کی درخواست کی جائے، چاہے خود درخواست کرنے والا علم وشرف اور مرتبہ میں زیادہ اونچا مقام رکھتا ہو۔ نیز حدیث بالا میں آپ ﷺ کی تواضع کا بھی اظہار ہے کہ اپنے اعلی مقام ہونے کے باوجود حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے دعا کی درخواست فرما رہے ہیں اور اس میں ترغیب ہے کہ دوسرے سے دعا کی درخواست کر سکتے ہیں۔ (۱)

اللهم صل وسلم دائما ابداً علی حبیبک خیرالخلق کلهم

تخریج حدیث: أخرجه سنن ابی داود کتاب الصلوٰة. (باب الدعاء) و سنن ترمذی ابواب الدعوات.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۱) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) دلیل الفالحین ۳/۲۰۷

رخصت کرتے وقت کی دعاء

(۷۱۵) ﴿وَعَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَأَنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عُمَرَرَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَاكَانَ يَقُوْلُ لِلرَّجُلِ إِذَاأَرَادَسَفَرًا: أُدْنُ مِنِّيْ حَتّٰى أُوَدِّعَکَ كَمَاكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوَدِّعُنَا، فَيَقُوْلُ: أَسْتَوْدِعُ اللّٰهَ دِيْنَکَ وَأَمَانَتَکَ، وَخَوَاتِيْمَ عَمَلِکَ.﴾ رواه الترمذی وقال: حديث حسن صحيح.

ترجمہ: ''حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ عبداللہ بن عمر ایسے آدمی سے ارشاد فرماتے جو سفر کا ارادہ کرتا: میرے قریب ہو جاؤ تا کہ میں تجھے الوداع کہوں جیسا آپ ﷺ ہمیں الوداع کہا کرتے تھے۔ آپ ﷺ یوں فرماتے "استودع الله الخ" میں تیرے دین کو، تیری امانت کو اور تیرے آخری اعمال کو اللہ کے

سپرد کرتا ہوں (ترمذی، یہ حدیث حسن صحیح ہے)''

لغات: ❖ ادن منی: دنایدنو دنوا ودناوۃً. للشیء ومنہ والیہ: کسی چیز کے قریب ہونا صفت (دان جمع: دناۃ. اودعک: ودع یدع ودعاً: مالا عندہ. امانت رکھنا ودّع. القوم المسافر. رخصت کرنے کے لئے جانا۔ الشیء. چھوڑنا۔ استودع: استودع. فلانا مالا کسی کو امانت رکھنے کے لئے امانت دینا۔ الوداع: رخصت۔

تشریح: اَسْتَوْدِعُ اللّٰہَ دِیْنَکَ: اللہ تمہارے دین کی حفاظت کرے۔ علماء فرماتے ہیں اس جملہ کی وجہ یہ ہے کہ سفر میں آدمی کی عبادات میں کمی آجاتی ہے جس کی وجہ سے ایمان میں بھی کمی آنے لگتی ہے، تو یہ دعاء دی جارہی ہے تاکہ عبادات اور ایمان میں کمی نہ آنے پائے (۱)

وَاَمَانَتَکَ: کہ اللہ جل شانہ تمہارے گھر والوں کی بھی حفاظت فرمائے اور جس کے ذمہ تمہاری امانت ہو وہ سب امانت کو پورا کرے کوئی خیانت نہ کرے۔ ''خَوَاتِیْمَ عَمَلِکَ'' آخری عمل کو اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔ علامہ مناوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سفر کرنے والے پر سنت ہے کہ وہ سفر کرنے سے پہلے توبہ کرلے اور جس پر ظلم کیا ہے اس سے معافی مانگ لے، اگر قطع رحمی کی ہو تو صلہ رحمی کر کے جائے اور وصیت کر کے اور جو اس کے ذمہ حقوق ہو اس کو پورا کر کے جائے۔ (۲)

تخریج حدیث: أخرجه سنن ترمذی ابوب الدعوات (باب مایقول اذا ودع انسانا) واحمد ٤٥٢٤/٢ وابن ماجه و ابن حبان ٢٦٩٣ وهكذا فی البیهقی ١٧٣/٩۔

راوی حدیث حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر کے مختصر حالات:

نام: سالم، ابوعمر کنیت۔ حضرت عمر کے زمانہ میں شاہنشاہ ایران کی جولڑکیاں گرفتار ہوئیں تھیں ان میں سے ایک حضرت عبداللہ کو دی گئی، حضرت سالم اسی کے بطن سے تھے۔ (تہذیب التہذیب ۳/۴۳۸)

تفسیر، حدیث، فقہ میں اپنی مثال آپ تھے۔ امام مالک فرماتے تھے کہ سالم کے زمانہ میں ان سے زیادہ تقویٰ والا، سلف صالحین سے مشابہ کوئی نہ تھا۔ (تذکرۃ الحفاظ ۱/۷۷)

علامہ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں سالم فقیہ، حجت ہیں، ان مخصوص علماء میں سے تھے جن کی ذات علم وعمل دونوں میں جامع تھی۔ (تذکرۃ الحفاظ ۱/۷۷)

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سالم کی امامت، جلالت، زہد وورع اور علو مرتبت پر سب کا اتفاق ہے (تہذیب الاسماء ۱/۲۷)

ان کی زندگی نہایت سادہ تھی، اس میں تکلف وتصنع کا گزر نہ تھا۔ حافظ ذہبی لکھتے ہیں ان کی زندگی نہایت سادہ تھی، صوف کا لباس پہنتے تھے، پورے لباس کی قیمت دو درہم سے زیادہ نہ ہوتی تھی، غذا میں صرف روٹی اور روغن زیتون ہوتا تھا۔

وفات: ذی الحجہ ۱۰۶ھ میں مدینہ منورہ میں انتقال ہوا، ہشام بن عبدالملک نے جو حج سے فراغت کے بعد مدینہ آیا ہوا تھا، نماز جنازہ پڑھائی، جنازہ میں خلقت کا بہت ہجوم تھا۔ جنت البقیع کے میدان میں نماز پڑھائی گئی۔ (طبقات ابن سعد ۵/۱۴۸)

مزید حالات کیلئے ملاحظہ فرمائیں:

(۱) طبقات ابن سعد ۵/۱۴۸ (۲) تذکرۃ الحفاظ ۱/۷۷ (۳) ابن خلکان ۱/۱۹۸ (۴) تہذیب الاسماء ۱/۷۷ (۵) تہذیب التہذیب ۳/۴۳۷ وغیرہ۔

---

(۱) روضۃ المتقین ۲/۲۵۹ (۲) روضۃ المتقین ۲/۲۵۹

لشکر کو روانہ کرتے وقت کی دعاء

(۷۱۶) ﴿وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ يَزِيْدَالْخَطْمِيِّ الصَّحَابِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يُوَدِّعَ الْجَيْشَ قَالَ: "أَسْتَوْدِعُ اللّٰهَ دِيْنَكُمْ، وَأَمَانَتَكُمْ، وَخَوَاتِيْمَ أَعْمَالِكُمْ.﴾

حديث صحيح، رواه ابوداود وغيره بإسناد صحيح.

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن یزید خطمی سے روایت ہے کہ آپ ﷺ جب کسی لشکر کو رخصت کرنے کا ارادہ فرماتے تو ارشاد فرماتے ''استودع اللہ الخ'' میں تمہارے دین، تمہاری امانت اور تمہارے خاتمہ اعمال کو اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔ ابوداود، حدیث صحیح ہے۔ ابوداود اور اس کے علاوہ نے بھی اس کو صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔''

لغات: ❖ خواتیم عملک: الخاتِم والخاتَم اس کا واحد ہے انجام۔ نتیجہ۔ مہر۔

تشریح: اَسْتَوْدِعُ اللّٰهَ دِيْنَكُمْ: میں تمہارے دین کو اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔ اس دعا کا مطلب گذشتہ حدیث میں گزرا۔ فرق صرف اتنا ہے وہاں صیغے مفرد کے تھے اور یہاں جمع کے ہیں، کیونکہ وہاں ایک آدمی کے رخصت کرنے کا معاملہ تھا اور حدیث بالا میں لشکر کے روانہ کرنے کا معاملہ ہے۔ علماء فرماتے ہیں رخصت ہونے والے کو اس دعاء کے ساتھ رخصت کرنا سنت اور مستحب ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه سنن ابی داؤد کتاب الجهاد (باب الدعاء عند الوداع والنسائی فی عمل الیوم واللیلة ٥٠٤ واسناده صحیح علی شرط مسلم.

راوی حدیث حضرت عبداللہ بن یزید الخطمی کے مختصر حالات:

نام: عبداللہ، کنیت ابوموسیٰ، یہ قبیلہ اوس سے تعلق رکھتے تھے، والد کا نام یزید تھا۔

اسلام: اپنے والد یزید کے ساتھ مسلمان ہوئے۔ بیعت رضوان میں شرکت کی اس وقت ان کی عمر سترہ سال کی تھی۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں چند دن کے لئے مکہ معظمہ کے امیر بھی بنے تھے، ۶۵ھ میں۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو کوفہ کا امیر بھی بنایا تھا۔ ان کے بارے میں حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''کان من اکثر الناس صلاۃ و کان لایصوم الا یوم عاشوراء'' ''اپنے ساتھیوں میں نمازوں کی کثرت سے ممتاز تھے البتہ روزہ عاشوراء کے دن کا رکھتے تھے۔ (رمضان کے علاوہ)

وفات: کوفہ ہی میں آپ کا انتقال ہوا۔

مرویات: ان سے ۲۷ احادیث مروی ہیں، جن میں سے بعض تو بلاواسطہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھیں اور بعض حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ سے سن کر نقل کی ہیں۔

مزید حالات کیلئے ملاحظہ فرمائیں:

(۱) اصابۃ ۱/۱۴۳، (۲) اسد الغابۃ: ۲/۲۷۴، (۳) تہذیب التہذیب، سیر اعلام النبلاء وغیرہ۔

بہترین توشہ تقویٰ ہے

(۷۱۷) ﴿وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ أُرِيْدُ سَفَراً، فَزَوِّدْنِيْ، فَقَالَ: "زَوَّدَكَ اللّٰهُ التَّقْوٰى" قَالَ: زِدْنِيْ، قَالَ: "وَغَفَرَ ذَنْبَكَ" قَالَ: "زِدْنِيْ قَالَ: وَيَسَّرَ لَكَ الْخَيْرَ حَيْثُمَا كُنْتَ﴾ رواه الترمذی وقال: حديث حسن.

ترجمہ: ''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ! میرا سفر کرنے کا ارادہ ہے آپ مجھے توشہ عنایت فرمائیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ تجھے تقویٰ کے ساتھ آراستہ فرمائے۔ اس نے کہا میرے لئے مزید دعاء فرمائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اور تیرے گناہ معاف فرمائے۔ اس نے کہا کچھ اور۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا تم جہاں بھی ہو اللہ تعالیٰ تیرے لئے بھلائی کو آسان کردے۔ (ترمذی یہ حدیث حسن درجے کی ہے)''

لغات: ❖ زودک الله: ازاده وزوده: توشہ دینا۔ الزاد: توشہ جمع ازودة وازواد.

تشریح: حدیث بالا سے معلوم ہوا کہ مسافر کے لئے سب سے بہتر توشہ جس سے وہ سفر میں فائدہ اٹھائے تقویٰ ہے۔

تقویٰ کہتے ہیں اللہ کے تمام امور پر عمل کرنا اور تمام منہیات سے رک جانا اور آپ ﷺ کی تمام سنتوں پر عمل کرنا اور جن سے روکا ہے ان سے رک جانا، تقویٰ ہی سے اللہ کی رضا ملتی ہے اور آدمی جہنم سے بچتا ہے۔ قرآن میں بھی فرمایا گیا ہے:

وَتَزَوَّدُوا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى. [1] ترجمہ: اور زاد راہ لے کر چلو، بہترین زاد راہ تقویٰ ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه سنن ترمذی ابواب الدعوات وابن السنی فی عمل اليوم والليل ۵۰۲۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حالات اس سے پہلے حدیث نمبر (۱۵) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) سورۃ البقرۃ:

(۲) دلیل الفالحین ۳/ ۲۰۹

(۹۷) بَابُ الْاِسْتِخَارَةِ وَالْمُشَاوَرَةِ

استخارہ کرنے اور باہمی مشورہ کرنے کا بیان

آپ ﷺ صحابہ کرام سے مشورہ کیا کریں

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: ﴿وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ﴾ (سورة آل عمران: ۱۵۹)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ''اور اپنے کاموں میں ان سے مشورہ کرتے رہیئے۔''

تشریح: آیت بالا میں آپ ﷺ کو خطاب ہے کہ آپ ﷺ کام کرنے سے پہلے جس میں وحی نازل نہیں ہوتی صحابہ سے مشورہ کرلیا کریں۔ مشورہ صرف انہی چیزوں میں مسنون ہے جن کے بارے میں قرآن وحدیث میں کوئی واضح قطعی حکم موجود نہ ہو، ورنہ جہاں کوئی قطعی واضح حکم شرعی موجود ہو اس میں کسی سے مشورہ کی ضرورت نہیں، بلکہ اس وقت میں مشورہ کرنا جائز بھی نہیں ہے۔ مثلاً کوئی شخص اس بات کا مشورہ کرے کہ میں نماز پڑھوں یا نہیں، زکوٰۃ دوں یا نہیں۔

مشورہ کس سے کیا جائے؟

ایک روایت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ سے عرض کیا آپ ﷺ کے بعد اگر ہمیں کوئی ایسا معاملہ پیش آجائے جس کا حکم صراحۃً قرآن میں موجود نہ ہو اور آپ ﷺ سے بھی اس کے متعلق کوئی ارشاد ہم نے نہ سنا ہو تو ہم کیا کریں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایسے کام کے لئے اپنے لوگوں میں سے عبادت گزار فقہاء کو جمع کرنا اور ان کے مشورہ سے اس کا فیصلہ کرنا کسی کی تنہاء رائے سے فیصلہ نہ کرنا۔ (۱)

(۱) معارف القرآن ۲/۲۲۰

صحابہ کے کام آپس کے مشورہ سے ہوتے تھے

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: ﴿وَأَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ﴾ (سورة شوری: ۳۸) أَيْ: يَتَشَاوَرُوْنَ بَيْنَهُمْ فِيْهِ.

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ''اپنے کام آپس کے مشورے کے ساتھ کرتے ہیں۔'' یعنی اس میں ایک دوسرے سے مشورہ کرتے ہیں۔

تشریح: آیت کا مطلب یہ ہے کہ ہر قابل غور معاملہ جس کی اہمیت ہو اس میں سچے مسلمانوں کی عادت مستمرہ یہ ہے کہ

باہم مشورہ سے کام کیا کرتے ہیں۔ امام جصاص رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس آیت سے مشورہ کی اہمیت واضح ہوتی ہے کہ ہم اس پر مامور ہیں کہ ایسے مشورہ طلب اہم کاموں میں جلد بازی اور خود رائی سے کام نہ کریں۔ (۱)

مَاتَشَاوَرَقَوْمٌ قَطُّ اِلَّاهُدُوْا الخ (۲) ''جب کوئی قوم مشورے سے کام کرتی ہے تو ضرور ان کو صحیح راستہ کی ہدایت کردی جاتی ہے۔ اسی طرح ایک دوسری روایت میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس شخص نے کسی کام کا ارادہ کیا اور اس میں مشورہ کر کے عمل کیا تو اللہ تعالیٰ اس کو صحیح امور کی طرف ہدایت فرمادے گا یعنی جس کا انجام کار خیر اور بہتر ہوگا۔ مشورہ فقہاء و عابدین سے کرنے کا حکم ہے، ورنہ بے علم بے دین لوگوں سے مشورہ کیا جائے تو اس مشورہ میں فساد غالب رہے گا۔ (۳)

(۱) احکام القرآن (۲) ادب المفرد (۳) روح المعانی

آپ ﷺ قرآن کی سورتوں کی طرح استخارہ بھی سکھایا کرتے تھے

(۷۱۸) ﴿عَنْ جَابِرٍرَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَلِّمُنَا الْاِسْتِخَارَةَ فِي الْاُمُوْرِ كُلِّهَا كَالسُّوْرَةِ مِنَ الْقُرْآنِ، يَقُوْلُ: اِذَاهَمَّ اَحَدُكُمْ بِالْاَمْرِ، فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ مِنْ غَيْرِ الْفَرِيْضَةِ ثُمَّ لِيَقُلْ: اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ أَسْتَخِيْرُكَ بِعِلْمِكَ، وَأَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ، وَأَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِيْمِ، فَاِنَّكَ تَقْدِرُوَلَاأَقْدِرُ، وَتَعْلَمُ وَلَا أَعْلَمُ، وَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ. اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هٰذَا الْاَمْرَخَيْرٌلِّيْ فِيْ دِيْنِيْ وَمَعَاشِيْ وَعَاقِبَةِ أَمْرِيْ" أَوْقَالَ: "عَاجِلِ أَمْرِيْ وَآجِلِهٖ فَاقْدُرْهُ لِيْ وَيَسِّرْهُ لِيْ، ثُمَّ بَارِكْ لِيْ فِيْهِ، وَاِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّلِّيْ فِيْ دِيْنِيْ وَمَعَاشِيْ وَعَاقِبَةِ أَمْرِيْ" أَوْقَالَ: "عَاجِلِ أَمْرِيْ وَآجِلِهٖ، فَاصْرِفْهُ عَنِّيْ، وَ اصْرِفْنِيْ عَنْهُ وَاقْدُرْلِيَ الْخَيْرَحَيْثُ كَانَ، ثُمَّ رَضِّنِيْ بِهٖ" قَالَ: وَيُسَمِّيْ حَاجَتَهٗ.﴾ (رواه البخاري).

ترجمہ: ''حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ ہمیں قرآن کی سورتوں کی طرح تمام کاموں کے لئے استخارہ کی تعلیم دیتے ہوئے فرماتے تھے کہ جب تم میں سے کوئی آدمی کسی کام کے کرنے کا ارداہ کرے تو دو رکعت نفل نماز پڑھے اور پھر دعا کرے (جس کا ترجمہ یہ ہے) ''اے اللہ میں تیرے علم کے ساتھ تجھ سے بھلائی طلب کرتا ہوں اور تیری طاقت کے ذریعے سے تجھ سے طاقت مانگتا ہوں اور تجھ سے تیرے بڑے فضل کا سوال کرتا ہوں، اس لئے کہ تو قدرت رکھنے والا ہے اور میرے اندر کوئی طاقت نہیں، تو علم والا ہے اور میں بے علم ہوں

اور تو تمام غیب کی باتوں کا جاننے والا ہے۔ اے اللہ! اگر تیرے علم میں یہ کام میرے دین، معاش، انجام کار کے اعتبار سے میرے لئے بہتر ہے تو اسے میرے لئے مقدر فرما، یا یہ فرمایا دنیا اور آخرت کے لحاظ سے بہتر ہے تو اس کو میرے لئے مقدر فرمادے اور اس کے کرنے کو میرے لئے آسان فرمادے، پھر میرے لئے اس میں برکت ڈال دے۔ اور اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام میرے دین، معاش، انجام کار کے لحاظ سے میرے لئے برا ہے یا دنیا و آخرت کے لحاظ سے بُرا ہے تو اس کو مجھ سے دور فرمادے اور مجھ کو اس سے دور کردے اور مجھے بھلائی مقدر فرما جہاں بھی وہ ہے، پھر مجھے اس پر راضی کردے'' اس کے بعد اپنی ضرورت کا ذکر کرے۔''

لغات: ❖ الاستخارة: استخار. استخارةً. طلب خیر کرنا۔ طلب خیر کی دعا کرنا۔ عاجل: عجل (س) عجلا و عجلة: جلدی کرنا۔ عاجل: جلد باز۔ دنیا۔ آجله: اجل (س) اجلاً: پیچھے رہنا۔ دیر کرنا۔ گردن میں درد والا ہونا۔ صفت (آجل واجیل) الاجل و الاجلة: دیر سے ہونے والا۔ آخرت۔ الاجل: موت۔ مدت۔ وقت جمع آجال.

تشریح: استخارہ کے لغوی معنی ہیں خیر طلب کرنا۔ اس کے ذریعے سے بھی انسان اللہ جل شانہ سے خیر کو طلب کرتا ہے۔

استخارہ انہی امور کے لئے ضروری ہے جن کا تعلق مباحات سے ہے جن میں انسان کو خیر اور شر کا علم نہیں ہوتا۔ باقی جو فرائض و واجبات اور سنن و مستحبات ہیں ان کی ادائیگی تو ہر صورت میں ضروری ہے اسی طرح جو کام محرمات اور مکروہات شرعیہ ہیں ان سے اجتناب ضروری ہے اس میں بھی استخارہ صحیح نہیں۔

استخارہ میں غلط فہمی

علماء فرماتے ہیں یہ اصول یا قاعدہ کلیہ نہیں کہ جو بھی استخارہ کرے گا اسے ضروری کوئی غیبی اشارہ ہوجائے گا۔ اس لئے غیبی اشارے کا انتظار نہیں کرنا چاہیئے بلکہ استخارے کے بعد سوچ سمجھ کر ظاہری اسباب کے مطابق جو بات مناسب لگے اسے اختیار کرلیا جائے۔

مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ استخارہ میں ضروری چیز دو رکعت نماز اور دعائے استخارہ کا پڑھنا ہے، باقی سونا اور خواب دیکھنا ہرگز شرط نہیں، یہ سب کچھ عوام نے تصنیف کر رکھا ہے، ہاں یہ ممکن ہے کہ بعض اوقات استخارہ کا اثر خواب کی شکل میں بھی ظاہر ہوجائے لیکن یہ اس کی شرط نہیں۔ (۱)

مجدد الملۃ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں رات کا ہونا بھی استخارہ کے لئے ضروری نہیں ہے، یہ سب رسم ڈال رکھی ہے نماز استخارہ کے بعد نہ سونا ضروری ہے اور نہ رات کی قید ہے، کسی وقت مثلاً ظہر کے وقت دو رکعت نفل پڑھ کر دعا مسنونہ پڑھے اور تھوڑی دیر قلب کی طرف متوجہ ہوکر بیٹھے۔ (۲)

تخریج حدیث: أخرجه صحیح بخاری کتاب التهجد (باب ما جاء فی التطوع مثنی مثنی) و کتاب

الدعوات (باب الدعاء عند الاستخارة) واحمد ٤٧١٣/٥ والترمذی والنسائی و ابن ماجه و ابن حبان ٨٨٧ وهكذا فی البیهقی ٥٢/٢۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۴) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔
(۱) الفصل للوصل ص: ۴۰ (۲) اغلاط العوام ص: ۱۱۲

(٩٨) بَابُ اِسْتِحْبَابِ الذَّهَابِ اِلَى الْعِيْدِ وَعِيَادَةِ الْمَرِيْضِ وَالْحَجِّ وَالْغَزْوِ وَالْجَنَازَةِ وَنَحْوِهَا مِنْ طَرِيْقٍ وَالرُّجُوْعِ مِنْ طَرِيْقٍ آخَرَ لِتَكْثِيْرِ مَوَاضِعِ الْعِبَادَةِ

نماز عید، مریض کی عیادت، حج، جہاد اور جنازہ اور اسی قسم کے دوسرے اچھے کاموں میں ایک راستے سے جانے اور دوسرے راستے سے واپس آنے کے مستحب ہونے کے بیان میں، تاکہ عبادت کی جگہیں زیادہ ہوجائیں

آپ ﷺ عیدگاہ کی طرف ایک راستے سے جاتے اور دوسرے راستے سے واپس لوٹتے

(٧١٩) ﴿عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ يَوْمُ عِيْدٍ خَالَفَ الطَّرِيْقَ.﴾ (رواه البخاری).

قوله: خَالَفَ الطَّرِيْقَ: يَعْنِیْ: ذَهَبَ فِیْ طَرِيْقٍ، وَرَجَعَ فِیْ طَرِيْقٍ آخَرَ.

ترجمہ: ''حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب عید کا دن آتا تو آتے جاتے ہوئے راستے بدل لیتے (بخاری)

''خالف الطریق'' بمعنی ایک راستے سے جاتے اور واپس دوسرے راستے سے آتے۔''

لغات: ❖ خالف: الطریق: خالفه، خلافاً مخالفة: ناموافقت کرنا۔ خالف الطریق: راستہ بدلنا۔

تشریح: خَالَفَ الطَّرِیْقَ: ایک راستے سے جانا اور دوسرے راستے سے واپس آنا۔

نمازعید کے لئے آتے جاتے وقت راستے کو بدلنے میں حکمتیں

اس کی کئی حکمتیں محدثین بیان فرماتے ہیں مثلاً:

بقول علامہ نووی رحمہ اللہ مقامات عبادت کا زیادہ ہونا۔

آنے جانے کے دونوں راستے قیامت کے دن گواہی دیں، کیونکہ عیدین کی نماز میں آتے جاتے وقت تکبیرات کہی جاتی ہیں۔

ایک راستے کے بجائے دوراستوں کے فقراء کی امداد ہوسکے۔

مسلمانوں کی قوت واجتماعیت کا مظاہرہ ہو وغیرہ۔ (۱)

نوٹ: عیدین کی نماز کے لئے اور حج کے راستے کا بدلنا تو شرعاً حدیث سے ثابت ہے، اسی پر علامہ نووی رحمہ اللہ نے عنوان میں عیادت المریض، جہاد، جنازہ وغیرہ کو بھی قیاس کیا ہے جیسے عنوان سے ظاہر ہے مگر آپ علیہ السلام کے قول یا فعل سے ان جگہوں پر راستہ بدلنا معلوم نہیں ہوتا۔ (واللہ اعلم)

تخریج حدیث: أخرجه صحیح بخاری كتاب العيد ين (باب من خالف الطريق اذا رجع يوم عيد).

نوٹ: راوی حدیث حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۴) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) نزہۃ المتقین ۱/۵۱۳

حج میں بھی آپ ﷺ ایک راستے سے گئے اور دوسرے راستے سے آئے

(۷۲۰) ﴿وَعَنِ ابْنِ عُمَرَرَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَاأَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَخْرُجُ مِنْ طَرِيْقِ الشَّجَرَةِ، وَيَدْخُلُ مِنْ طَرِيْقِ الْمُعَرَّسِ، وَإِذَا دَخَلَ مَكَّةَ دَخَلَ مِنَ الثَّنِيَّةِ الْعُلْيَا وَيَخْرُجُ مِنَ الثَّنِيَّةِ السُّفْلٰى.﴾ (متفق عليه).

ترجمہ: ”حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ ﷺ شجرہ کے راستے سے باہر نکلتے اور معرس کے راستے سے داخل ہوتے اور جب مکے میں داخل ہوتے تو ثنیہ علیا (اوپر کی طرف والی کھائی) کے راستے سے داخل ہوتے اور ثنیہ سفلی (نچلی طرف والی کھائی) کے راستے سے واپس آتے۔“

لغات: ❖ المعرس: آخر رات میں آرام لینے کے لئے اترنے کی جگہ اَلْمُعْرَس وَالْمُعَرَّس.

تشریح: طَرِیْقِ الشَّجَرَةِ: مدینہ سے مکہ جاتے ہوئے راستہ سے ”شجرۃ“ ایک مشہور جگہ کا نام ہے۔ اور معرس مسجد ذوالحلیفہ

کو کہتے ہیں جو مدینے سے چھ میل کے فاصلے پر ہے۔ اور ثنیہ دو پہاڑوں کے درمیان کی گھاٹی کو کہتے ہیں۔ اب مطلب حدیث کا یہ ہوا کہ آپ ﷺ مدینہ سے مکہ جاتے وقت بلند گھاٹی سے آتے اور مکہ سے مدینہ جاتے وقت نچلی گھاٹی والے راستے کو اختیار فرماتے تھے، اور مدینہ سے مکہ کی طرف آتے تو آپ ﷺ شجرۃ مقام سے گزر کر ذوالحلیفہ میں رات گزارتے اور جب مکہ سے لوٹتے تو معرس (یعنی مسجد ذوالحلیفہ) کے راستے سے مدینہ میں داخل ہوتے۔ مصنف نے یہ حدیث اس بات کے لئے پیش کی ہے کہ حج کے سفر میں بھی آتے اور جاتے وقت راستے کو تبدیل کرنا مستحب ہے۔[1]

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخارى كتاب الحج (باب خروج النبى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عن طريق الشجرة) وصحيح مسلم كتاب الحج (باب استحباب دخول مكة من الثنية العليا والخروج منها من الثنية السفلى) هكذا فى ابو داود.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۱۲) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) نزہۃ المتقین ۱/۵۱۴ روضۃ المتقین ۳/۲۶۶

(۹۹) بَابُ اِسْتِحْبَابِ تَقْدِيْمِ الْيَمِيْنِ فِيْ كُلِّ مَاهُوَمِنْ بَابِ التَّكْرِيْمِ كَالْوُضُوْءِ وَالْغُسْلِ وَالتَّيَمُّمِ وَلُبْسِ الثَّوْبِ وَالنَّعْلِ وَالْخُفِّ وَالسَّرَاوِيْلِ وَدُخُوْلِ الْمَسْجِدِ وَ السِّوَاكِ، وَالْاِكْتِحَالِ، وَتَقْلِيْمِ الْاَظْفَارِ، وَقَصِّ الشَّارِبِ وَنَتْفِ الْاِبْطِ وَحَلْقِ الرَّأْسِ، وَالسَّلَامِ مِنَ الصَّلَاةِ، وَ الْاَكْلِ وَالشُّرْبِ، وَالْمُصَافَحَةِ وَاِسْتِلَامِ الْحَجَرِالْاَسْوَدِ، وَالْخُرُوْجِ مِنَ الْخَلَاءِ، وَالْاَخْذِوَ الْعَطَاءِ، وَغَيْرِ ذٰلِكَ. مِمَّا هُوَفِيْ مَعْنَاهُ، وَيَسْتَحِبُّ تَقْدِيْمُ الْيَسَارِفِيْ ضِدِّ ذٰلِكَ، كَالْاِمْتِخَاطِ وَالْبُصَاقِ عَنِ الْيَسَارِ، وَدُخُوْلِ الْخَلَاءِ، وَالْخُرُوْجِ مِنَ الْمَسْجِدِ، وَخَلَعِ الْخُفِّ وَ النَّعْلِ وَالسَّرَاوِيْلِ وَالثَّوْبِ، وَالْاِسْتِنْجَاءِ وَفِعْلِ الْمُسْتَقْذِرَاتِ وَأَشْبَاهِ ذٰلِكَ

نیک کاموں میں داہنے ہاتھ کو مقدم کرنے کے مستحب ہونے کا بیان مثلاً (نیک کاموں کی چند مثالیں) وضو، غسل، تیمّم، کپڑے پہننا، جوتے، موزے، شلوار پہننا، مسجد میں داخل ہونا، مسواک کرنا، سرمہ ڈالنا، ناخنوں کا تراشنا، مونچھوں کو کتروانا، بغل کے بالوں کو اکھیڑنا، سر منڈانا، نماز سے سلام پھیرنا، کھانا، پینا، مصافحہ کرنا، حجر اسود کو چومنا، بیت الخلاء سے باہر آنا، کوئی چیز لینا کوئی چیز دینا وغیرہ۔ اس قسم کے کاموں میں اور اس کے برعکس دوسرے کاموں میں بائیں ہاتھ کو مقدم کرنا مستحب ہے جیسے ناک صاف کرنا، بائیں طرف تھوکنا، بیت الخلاء میں داخل ہونا، مسجد سے باہر نکلنا، موزے، جوتے، شلوار اور کپڑے اتارنا اور استنجاء کرنا اور گندے اعمال کرنا اور ان جیسے دوسرے کام

جنتی کا نامہ اعمال

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿وَاَمَّامَنْ اُوْتِیَ كِتَابَهٗ بِیَمِیْنِهٖ فَیَقُوْلُ هَآؤُمُ اقْرَءُ وْا كِتَابِیَهْ﴾ (سورة حاقة: ۱۹)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ”پس جس شخص کو اس کا اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا تو کہے گا کہ میرا نامہ اعمال پڑھو۔“

تشریح: یہاں پر دائیں ہاتھ والے سے مراد مومن اور جنتی کا نامہ اعمال مراد ہے۔ وہ جنتی مارے خوشی کے ہر ایک کو کہے گا کہ یہ لو میرا اعمال نامہ مجھے مل گیا ہے جس میں نیکیاں ہی نیکیاں ہیں، کچھ برائیاں ہوں گی وہ اللہ جل شانہ نے معاف فرمادی ہیں یا ان برائیوں کو بھی اللہ جل شانہ نے نیکیوں میں تبدیل فرما دیا ہے۔ جیسا کہ اللہ جل شانہ مومن کے ساتھ فضل وکرم کی بارش فرمائیں گے ؎

مجھ پہ یہ لطف فراواں میں تو اس قابل نہ تھا　　　تری رحمت کے قربان میں تو اس قابل نہ تھا

جنتی عرش کے دائیں جانب ہوں گے

وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: ﴿فَأَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ مَآأَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ ۝ وَأَصْحَابُ الْمَشْئَمَةِ مَآ أَصْحَابُ الْمَشْئَمَةِ ۝﴾ (سورہ واقعة: ۸، ۹)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ''پس دائیں ہاتھ والے دائیں ہاتھ والے (کتنے آرام میں) ہیں۔ اور بائیں ہاتھ والے (افسوس) بائیں ہاتھ والے کیا (عذاب میں) ہیں۔''

تشریح: فَأَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ: ''دائیں ہاتھ والے'' سے مراد عرش کے دائیں جانب والے ہیں، یہ جنتی ہونے کی علامت ہوگی، اور یہ حضرت آدم علیہ السلام کے داہنی جانب سے پیدا ہوئے اور ان کے نامہ اعمال بھی دائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے۔

وَاَصْحَابُ الْمَشْئَمَةِ مَا اَصْحَابُ الْمَشْئَمَةِ: بائیں ہاتھ والے، بائیں ہاتھ والے کیا عذاب میں ہیں۔ اس سے مراد عرش کے بائیں جانب والے مراد ہیں یہ جہنمی ہونے کی علامت ہوگی یہ حضرت آدم علیہ السلام کے بائیں جانب سے پیدا ہوئے اور ان کے نامہ اعمال بھی بائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے۔ [1]

(۱) معارف القرآن ۸/۲۶۹

آپ ﷺ تمام اچھے کاموں کو دائیں طرف سے شروع فرماتے

(۷۲۱) ﴿عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْجِبُهُ التَّيَمُّنُ فِيْ شَأْنِهٖ كُلِّهٖ: فِيْ طُهُوْرِهٖ، وَ تَرَجُّلِهٖ، وَتَنَعُّلِهٖ.﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ اپنے تمام کاموں (مثلاً) وضو، کنگھی کرنے اور جوتے پہننے میں دائیں طرف سے شروع کرنے کو پسند فرماتے تھے۔'' (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ التیمن: دائیں ہاتھ یا پیر یا داہنی جانب سے شروع کرنا۔ تیمن بکذا: برکت حاصل کرنا۔ الرجل۔ مرنا۔

تشریح: يُعْجِبُهُ التَّيَمُّنُ فِيْ شَأْنِهٖ كُلِّهٖ: بخاری میں یہ روایت ان الفاظ سے نقل کی گئی ہے ''كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّ التَّيَمُّنَ مَا اسْتَطَاعَ فِيْ شَأْنِهٖ كُلِّهٖ'' حدیث بالا سے معلوم ہو رہا ہے کہ اچھے کاموں کے لئے اس کی مثال وضوء، کنگھی کرنا اور جوتے پہننے کے ساتھ دی جا رہی ہے کہ اس کو آپ ﷺ دائیں طرف سے شروع کرتے تھے۔ یہی بات علامہ

نووی رحمہ اللہ اس باب میں ثابت کر رہے ہیں کہ اچھے کاموں میں دائیں اعضاء کو مقدم کرنا مستحب ہے اور ناپسندیدہ کاموں میں بائیں ہاتھ، پیروں کا استعمال کرنا مستحب ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخاری (باب التيمن في الوضوء والغسل) وكتاب اللباس وغيرهما من كتب الصحيح. وصحيح مسلم كتاب الطهارة (باب التيمن فی الطهور وغيره) واحمد ۲۵۶۰۲/۹ و ابوداودو الترمذی وابن ماجة وابن احبان ۵۴۵۶۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۲) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

آپ ﷺ استنجاء اور گندے کاموں کو بائیں ہاتھ سے کرتے

(۷۲۲) ﴿وَعَنهَاقَالَتْ: كَانَتْ يَدُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْيُمْنٰى لِطُهُوْرِهِ وَطَعَامِهِ، وَكَانَتِ الْيُسْرٰى لِخَلَائِهِ وَمَاكَانَ مِنْ أَذًى﴾ حديث صحيح، رواه ابوداودوغيره بإسناد صحيح.

ترجمہ: ”حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی روایت ہے کہ آپ ﷺ کا دایاں ہاتھ تو وضوء اور کھانے کے لئے اور آپ ﷺ کا بایاں ہاتھ استنجاء اور دوسرے گندے کاموں کے لئے استعمال ہوتا تھا۔ ابوداود وغیرہ نے یہ حدیث صحیح سند کے ساتھ روایت کی ہے۔“

لغات: ❖ اليمنى: دایاں ہاتھ یا داہنی جانب ثنی: يمنيان جمع: يمنيات.

تشریح: وَكَا نَتِ الْيُسْرٰى لِخَلَائِهِ: اس کا ترجمہ استنجاء کرنا، ڈھیلے کو پکڑنا، گندگی صاف کرنا کے ساتھ کیا جاتا ہے [1] یہاں سب ہی مراد ہو سکتے ہیں۔ "أذى" ایسے کام جس میں گندگی اور کراہیت ہو، جیسے ناک صاف کرنا، تھوک وغیرہ۔ [2] اس حدیث میں بھی آپ ﷺ کے عمل کو بتایا جا رہا ہے کہ شرافت والے کام کو دائیں طرف سے اور جن کاموں میں شرافت نہ ہو تو اس کو بائیں طرف سے شروع کرنا چاہیئے۔

تخریج حدیث: أخرجه سنن ابی داود كتاب الطهارة (باب كراهية مس الذكر با اليمين فی الاستبراء) واحمد ۲۶۳۴۵/۱۰ اسناده صحيح.

نوٹ: راویہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۲) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) نزہۃ المتقین ۵۱۵/۱

(۲) نزہۃ المتقین ۵۱۵/۱

میت کے غسل میں بھی داہنے ہاتھ کو مقدم رکھنا چاہیئے

(۷۲۳) ﴿وَعَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُنَّ فِيْ غُسْلِ ابْنَتِهٖ زَيْنَبَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: "اِبْدَأْنَ بِمَيَامِنِهَا وَمَوَاضِعِ الْوُضُوْءِ مِنْهَا﴾ (متفق عليه).

ترجمہ: "حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے عورتوں کو اپنی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے غسل وفات کے بارے میں فرمایا کہ اس کے داہنے اعضاء اور وضوء کے اعضاء سے ابتداء کرو۔"

(بخاری ومسلم)

لغات: ❖ بِمَيَامِنِهَا: الميامن جمع ہے الميمنة کی بمعنی برکت۔ داہنی جانب، داہنی جانب کا دستہ، فوج۔

تشریح: اس حدیث کی راویہ حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا ہیں، یہ ان عورتوں میں سے تھیں جو نبی کریم ﷺ کے زمانے میں میت کو غسل دیا کرتی تھیں تو حضرت زینب جو کہ نبی کریم ﷺ کی سب سے بڑی صاحبزادی تھی جن کا انتقال ۸ھ کو اکتیس سال کی عمر میں ہوا تھا۔ ان کو غسل بھی حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے دیا تو آپ ﷺ نے ان کو بھی یہ نصیحت فرمائی کہ دائیں طرف سے غسل دینا شروع کرو کہ جس طرح آدمی زندگی میں دائیں طرف سے شروع کرتا ہے تو وفات کے بعد بھی میت کو غسل دینے میں اس کا خیال رکھنا چاہیئے۔ (۱)

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخارى كتاب الوضو (باب التيمن فى الوضوء والغسل) و صحيح مسلم كتاب الجنائز (باب فى غسل الميت) وابن حبان ۳۰۳۲ وغيرهم من ائمة الحديث.

راویہ حدیث حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا کے مختصر حالات:

نام: نسیبہ بنت حارث ہے، ہجرت سے پہلے مسلمان ہوئیں اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصاری عورتوں سے بیعت لی تو ان میں یہ بھی شامل تھیں۔ ام عطیہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ معرکوں میں شریک ہوئیں جن میں وہ کھانا پکاتیں اور سامان کی حفاظت کرتیں اور زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں۔ (صحیح مسلم ۲/۱۰۵)

۸ھ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا تو حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے چند عورتوں کے ساتھ مل کر ان کو غسل دیا۔ ان کا ایک لڑکا تھا جو کسی غزوہ میں شریک تھا، بیمار ہو کر بصرہ آگیا، اس وقت حضرت ام عطیہ مدینہ میں تھیں، خبر ملی تو عجلت کے ساتھ بصرہ روانہ ہوئیں لیکن پہنچنے سے دو دن پہلے اس کا انتقال ہو چکا تھا، تیسرے دن خوشبو منگا کر استعمال فرمائی اور کہا کہ شوہر کے علاوہ کسی کے لئے بھی تین دن سے زیادہ سوگ جائز نہیں (بخاری ۱/۱۷۰)

وفات: ان کی سن وفات صحیح معلوم نہیں ہوسکی۔

مرویات: ان سے ۴۰ احادیث منقول ہیں، ان میں سے ۹ تو بخاری ومسلم میں ہیں۔ ۷ میں دونوں کا اتفاق ہے بخاری میں ایک اور مسلم میں ایک منفرد ہے۔

مزید حالات کیلئے ملاحظہ فرمائیں:

(طبقات ابن سعد ۸/۳۲۱ (۲) مسند احمد ۶/۴۰۷ (۳) تہذیب ۱۲/۴۵۵ (۴) الاصابہ فی تمییز الصحابہ ۱/۲۵۹ (۵) اسد الغابۃ ۵/۶۰۳ (۶) مجمع بحار الانوار ۲/۱۱۴۔

(۱) نزہۃ المتقین ۱/۵۱۶، روضۃ المتقین ۲/۲۶۹

جوتا بھی پہلے داہنے پاؤں میں پہنے

(۷۲۴) ﴿وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا انْتَعَلَ أَحَدُکُمْ فَلْیَبْدَأْ بِالْیُمْنٰی، وَإِذَا نَزَعَ فَلْیَبْدَأْ بِالشِّمَالِ. لِتَکُنِ الْیُمْنٰی أَوَّلَهُمَا تُنْعَلُ وَآخِرَهُمَا تُنْزَعُ﴾ (متفق علیه).

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تم میں سے کوئی جوتا پہنے تو دائیں پیر سے ابتداء کرے اور جب اتارے تو پہلے بایاں پاؤں سے اتارے کہ جوتا پہنتے وقت دائیں پیر سے پہل کرے اور جوتا اتارتے وقت اسے آخر میں اتارا جائے۔'' (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ الشمال: بایاں، عادت، طبیعت، سیرت جمع شمائل۔ کہا جاتا ہے کہ ''لیس من شمالی ان اعمل بشمالی'' میری عادت نہیں کہ بائیں ہاتھ سے کام کروں۔

تشریح: علامہ نووی رحمہ اللہ نے شروع میں فرمایا تھا کہ شان والا کام دائیں طرف سے شروع کرنا مستحب ہے، اس کی مثال حدیث پاک میں یہ دی گئی ہے کہ جب آدمی جوتا پہنے تو پہلے دائیں پاؤں میں پہنے کیونکہ جوتا پہننا آدمی کو تکلیف وایذاء سے بچاتا ہے۔ (۱)

جوتا پہلے بائیں پاؤں سے اتارے

وَاِذَانَزَعَ فَلْیَبْدَأْ بِالشِّمَالِ: جب اتارے تو پہلے بایاں پاؤں والا اتارے۔

اس بارے میں ملاعلی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جوتا اتارتے وقت بائیں پاؤں سے پہلے اس لئے اتارا جاتا ہے کہ دائیں پاؤں میں جوتا بائیں پاؤں سے زیادہ دیر رہے، اس میں بھی دائیں پاؤں کی تعظیم ہوجائے گی۔ (۲)

اس کے برعکس کی مثال یہ ہے کہ آدمی بیت الخلاء میں داخل ہو تو پہلے بایاں پاؤں اندر رکھے اور پھر جب نکلے تو پہلے دایاں پاؤں باہر نکالے تو بائیں پاؤں کے بنسبت دائیں پاؤں کو فضیلت حاصل ہے، لہٰذا اس طرح کرنے میں اس کی تکریم و تعظیم ہوجاتی ہے۔ (۳)

تخریج حدیث: أخرجه صحیح بخاری کتاب اللباس (باب ینزع نعل الیسری) و صحیح مسلم کتاب اللباس (باب اذا انتعل فلیبدأ بالیمین واذا خلع فلیبدأ بالشمال) واحمد ۳/۷۳۵۳، ابوداود و الترمذی وابن

حبان ٥٤٥٥ وهكذا في البيهقي ٢/٤٣٢۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔
(۱) روضۃ المتقین ۲/۲۷۰
(۲) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ۸/۲۸۴
(۳) مظاہر حق ۴/۲۰۷

کھانے اور پینے میں سیدھا ہاتھ استعمال کرنا چاہیئے

(٧٢٥) ﴿وَعَنْ حَفْصَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهَاأَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَجْعَلُ يَمِيْنَهُ لِطَعَامِهٖ وَشَرَابِهٖ وَثِيَابِهٖ وَيَجْعَلُ يَسَارَهُ لِمَاسِوٰى ذٰلِكَ.﴾ رواه ابو داود والترمذی وغیره.

ترجمہ: ''حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ اپنا داہنا ہاتھ اپنے کھانے، پینے اور کپڑے پہننے کے لئے استعمال فرماتے تھے اور بایاں ہاتھ ان کاموں کے علاوہ کاموں کے لئے تھا۔ (ابوداود اور ترمذی وغیرہ نے اس کو روایت کیا ہے)''

لغات: ❖ یسارہ: الیسار: بایاں، آسانی، تونگری۔ (والیسار) بایاں جمع یُسُرو یُسْر.

تشریح: حدیث بالا سے بھی یہ ظاہر ہورہا ہے کہ اچھے کاموں کو آدمی دائیں طرف سے کرے اور جن کاموں میں شرافت نہیں ہوتی تو ان کو وہ بائیں طرف سے شروع کرے، یہی عادت شریفہ تھی جناب رسول اللہ ﷺ کی۔

تخریج حدیث: أخرجه سنن ابی داود کتاب الطهارة (باب كراهية مس الذكر باليمين فی الاستبراء). الحاکم ٤/٧٠٩١۔

راویہ حدیث حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے مختصر حالات:

نام: حفصہ، والد کا نام عمر بن الخطاب، ولادت: بعثت نبوی سے پانچ سال پہلے پیدا ہوئیں، اس وقت قریش خانہ کعبہ کی تعمیر میں مصروف تھے۔ پہلا نکاح خنیس بن حذافہ سے ہوا۔

اسلام: والدین اور شوہر کے ساتھ مسلمان ہوئیں، شوہر کے ساتھ ہجرت کی، شوہر کا انتقال غزوہ بدر میں ہوا، اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کا نکاح ہوا۔ (بخاری ۲/۵۷۱) حضرت ابن سعد رحمہ اللہ ان کے بارے میں کہتے ہیں: "انها صوامة قوامة" وہ صائمۃ النہار اور قائمۃ اللیل تھیں۔ اصابہ میں ہے: "ماتت حفصة حتیٰ ما تفطر" انتقال کے وقت بھی وہ روزے سے تھیں۔

وفات: حضرت حفصہ کا انتقال شعبان ۴۵ھ میں مدینہ منورہ میں ہوا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا زمانہ تھا مروان جو مدینہ کا گورنر تھا اس نے نماز جنازہ پڑھائی، ان کے بھائی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ اور ان کے لڑکوں عاصم، سالم، عبداللہ اور حمزہ نے قبر میں اتارا۔

انتقال کے وقت اپنے بھائی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو وصیت کی کہ غابہ کی جو جائداد تھی اس کو صدقہ کر کے وقف کردینا۔

مرویات: ان سے ۶۰ احادیث منقول ہیں (زرقانی ۳/۲۷۱)

مزید حالات کیلئے ملاحظہ فرمائیں:

(۱) اصابہ ۸/۵۱۔ (۲) زرقانی ۳/۲۷۱۔ (۳) مسند احمد ۶/۲۸۵۔ (۴) فتح الباری ۸/۵۰۴۔ (۵) طبقات ابن سعد۔ (۶) تہذیب۔ (۷) تذکرۃ الحفاظ وغیرہ۔

کپڑا پہننے اور وضوء کرتے وقت دائیں اعضاء سے شروع کرنا چاہیئے

(۷۲۶) ﴿وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَالَبِسْتُمْ وَإِذَا تَوَضَّأْتُم فَابْدَؤُا بِأَيَامِنِكُمْ﴾ حدیث صحیح. رواہ ابو داود والترمذی بإسناد صحیح.

ترجمہ: ”حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا جب تم کپڑا پہنو اور وضو کرو تو دائیں اعضاء سے شروع کرو۔ (یہ حدیث صحیح ہے ابوداود، ترمذی نے اس کو صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے)“

لغات: ❖ بأیامنکم: الایامن جمع ہے الایمن کی، داہنی جانب، مؤنث یمناء جمع یمن و ایامن. کہا جاتا ہے: ”ذهب الی ایمن الابل“ وہ اونٹوں کی داہنی جانب گیا۔ ونظر ایمن منه“ اس نے داہنی جانب دیکھا۔

تشریح: اِذَا لَبِسْتُمْ وَاِذَا تَوَضَّأْتُمْ فَابْدَؤُوْا بِاَيَامِنِكُمْ: جب کپڑا پہنو اور وضو کرو تو دائیں اعضاء سے شروع کرو۔ علماء نے ان روایات سے ایک اصول مرتب کیا ہے کہ وہ چیز جو شرف و بزرگی سے تعلق رکھتی ہو تو اس کو دائیں طرف سے اور جو اس جیسی نہ ہو اس کو بائیں طرف سے شروع کرنا مستحب ہے۔ یہی آپ ﷺ کی عادت مبارک نقل کی گئی ہے۔ ”كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمُ يُحِبُّ التَّيَمُّنَ مَا اسْتَطَاعَ فِيْ شَأْنِهِ كُلِّهِ فِيْ طُهُوْرِهِ وَ تَرَجُّلِهِ وَتَنَعُّلِهِ“ (۱)

ترجمہ: ”نبی کریم ﷺ دائیں طرف سے شروع کرنے کو حد ممکن پسند فرماتے شان والی چیزوں میں! طہارت میں، کنگھی کرنے میں اور جوتا پہننے میں۔ اسی سے علماء استدلال کرتے ہیں کہ ہر دائیں جانب والی چیز میں فضیلت زیادہ ہوتی ہے! وہ ہمسایہ جو دائیں طرف والا ہو وہ بائیں طرف والے سے مقدم ہوگا اسی طرح وہ فرشتہ جو دائیں کندھے والا ہے وہ بائیں کندھے والے فرشتے پر فوقیت رکھنے والا ہوگا۔“

تخریج حدیث: أخرجه سنن ابی داود كتاب اللباس (باب الانتعال) و سنن الترمذی ابواب اللباس (باب ما جاء بای رجل يبدأ اذا انتعل؟) واللفظ لابی داؤد. احمد ۳/۸٦٦٠ وابن حبان ١٠٩٠ وابن خزيمة ١٧٦ وابن ماجه.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) بخاری شریف

آپ ﷺ نے سر کے بال بھی پہلے دائیں طرف کے کٹوائے

(۷۲۷) ﴿وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَتَی مِنٰی: فَأَتَی الْجَمْرَةَ فَرَمَاهَا، ثُمَّ أَتَی مَنْزِلَهٗ بِمِنًی وَنَحَرَ ثُمَّ قَالَ لِلْحَلَّاقِ: "خُذْ" وَأَشَارَ إِلٰی جَانِبِهِ الْاَیْمَنِ، ثُمَّ الْاَیْسَرِ، ثُمَّ جَعَلَ یُعْطِیْهِ النَّاسَ. مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ. وَفِیْ رِوَایَةٍ: لَمَّارَمَی الْجَمْرَةَ وَنَحَرَ نُسُکَهٗ وَحَلَقَ: نَاوَلَ الْحَلَّاقَ شِقَّهُ الْاَیْمَنَ فَحَلَقَهٗ، ثُمَّ دَعَا اَبَاطَلْحَةَ الْاَنْصَارِیَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، فَأَعْطَاهَا إِیَّاهُ، ثُمَّ نَاوَلَهُ الشِّقَ الْاَیْسَرَفَقَالَ: "اِحْلِقْ" فَحَلَقَهٗ فَأَعْطَاهُ أَبَاطَلْحَةَ فَقَالَ: "اقْسِمْهُ بَیْنَ النَّاسِ﴾

ترجمہ: ''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ منی میں تشریف لائے پھر جمرہ پر آئے اس کو کنکر مارے پھر منی سے اپنے مقام پر تشریف لے گئے۔ اور قربانی فرمائی۔ اس کے بعد پھر سر مونڈنے والے سے اپنے سر کے دائیں جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: یہ بال پہلے کاٹو، پھر بائیں جانب والے بال کو کٹوایا پھر آپ ﷺ نے یہ بال لوگوں میں تقسیم کروادیئے۔ (بخاری و مسلم) اور ایک روایت میں ہے جب آپ ﷺ نے جمرے کو کنکریاں ماریں اور اپنی قربانی کا جانور ذبح کیا اور سر منڈوانے لگے تو آپ ﷺ نے سر مونڈنے والے کی طرف اپنے سر کا دایاں حصہ کیا، اس نے اسے مونڈا۔ پھر آپ ﷺ نے حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کو بلا کر وہ بال عطاء فرمائے۔ پھر آپ ﷺ نے سر مونڈنے والے کی طرف سر کا بایاں حصہ کیا اور فرمایا: اس طرف کے بال مونڈو، اس نے اس طرف کے بال کو مونڈا۔ آپ ﷺ نے اس طرف کے بال بھی حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے حوالے فرمائے اور فرمایا اس کو بھی لوگوں میں تقسیم کردو۔''

لغات: ❖ الجمرة: الجمر کا واحد ہے: انگارہ۔ کنکری۔ وہ تمام لوگ جو آپس میں بالکل متحد ہوگئے ہوں۔ کہا جاتا ہے "بنو فلان جمرة" فلاں کی اولاد متحد ہے۔ جمر (ض) جمراً وَجَمَّرَ، واَجْمَرَ واسْتَجْمَرَ. القوم علی امر. اکٹھا ہونا۔ نسکه: النسک: عبادت۔ اللہ تعالیٰ کا ہر ایک حق۔ بتثلیث نون (النُسک والنَسک والنِسک) نسک (ن) نسکاً و نسکا و نسوکا و نسکة و منسکا. الرجل. زاہد و عابد ہونا، للّٰہ۔ نفلی عبادت کرنا۔ خدا کے نام پر ذبح کرنا۔

تشریح: فَاَتَی الْجَمْرَةَ فَرَمَاهَا: جمرے پر تشریف لائے اور کنکریاں ماریں۔ اس سے مراد دس ذی الحجہ کی رمی ہے جو عرفات سے واپس آکر صرف ایک جمرہ پر یعنی جمرۃ اولی (عقبہ) پر ماری جاتی ہے۔

یوم نحر کے دن چار کام کئے جاتے ہیں

وَنَحَرَ ثُمَّ قَالَ لِلْحَلَّاقِ خُذ پھر جانور قربان کیا پھر سر مونڈنے والے سے فرمایا بال کاٹو۔ اس سے معلوم ہوا کہ یوم النحر یعنی دسویں ذی الحجہ کو حاجی کو چار کام کرنے ہوتے ہیں ① رمی جمرہ عقبہ ② قربانی ③ حلق ④ طواف زیارت۔ امام شافعی واحمد رحمہما اللہ وغیرہ کے نزدیک ان چاروں کاموں میں ترتیب سنت ہے اگر خلاف ترتیب بھی کچھ کردیا تو دم لازم نہیں آتا ہے مگر امام ابوحنیفہ اور امام مالک رحمہما اللہ کے نزدیک ان چاروں کاموں میں ترتیب واجب ہے، اگر ترتیب ترک کردی تو پھر دم لازم ہوجاتا ہے (۱)

إِلٰى جَانِبِهِ الْاَيْمَنِ ثُمَّ الْاَيْسَرِ: آپ ﷺ نے فرمایا پہلے دائیں جانب کے بال کاٹو پھر بائیں طرف کے۔ اس سے امام نووی رحمہ اللہ استدلال کررہے ہیں کہ بال کے کاٹنے کی ابتدا دائیں طرف سے ہوگی کیونکہ یہ شرافت کے کاموں میں سے ہے۔

آپ ﷺ نے اپنے بال لوگوں میں تقسیم کروائے

جَعَلَ يُعْطِيْهِ النَّاس لوگوں میں تقسیم کرنے لگے۔ علماء فرماتے ہیں دنیا میں آج بھی جو متعدد مقامات پر آپ ﷺ کے بال مبارک محفوظ ہیں یہ وہی حجۃ الوداع کے موقعہ پر تقسیم کردہ بال ہیں، یہ آثار باعث تبرک ہیں۔

تخریج حدیث: إخرجه صحيح بخاری كتاب الوضوء (باب الماء الذی يغسل به شعر الانسان) و صحيح مسلم كتاب الحج (باب بيان ان السنة يوم النحر ان يرمی ثم يحلق.) ابوداود و هكذا فی الترمذی.

نوٹ: راوی حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۱۵) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) نصب الرایہ: ۳/۱۲۹

كتاب آداب الطعام

کھانے کے آداب

(۱۰۰) بَابُ التَّسْمِيَةِ فِيْ أَوَّلِهٖ وَالْحَمْدِ فِيْ آخِرِهٖ

شروع میں بسم اللہ پڑھے اور آخر میں الحمد للہ پڑھے

اللہ کا نام لے کر کھاؤ

(۷۲۸) ﴿عَنْ عُمَرَ بْنِ اَبِيْ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

"سَمِّ اللّٰهَ وَكُلْ بِيَمِينِكَ، وَكُلْ مِمَّا يَلِيكَ.﴾ (متفق عليه) [1]

ترجمہ: "حضرت عمر بن ابی سلمۃ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا اللہ کا نام لے کر کھاؤ اور دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے سامنے سے کھاؤ۔" (بخاری و مسلم)

لغات: ❖ سم اللّٰه: اللہ کا نام لو۔ بسم اللہ پڑھو۔ سمّی الرجل زیداوبزیدٍ. نام رکھنا۔ الشارع فی العمل. کام شروع کرنے والے کا اللہ کا نام لینا۔ (سما یسمو سموا) الرجل زیدا و بزید: نام رکھنا۔

تشریح:

کھانے کے تین بنیادی آداب

حدیث بالا میں کھانے کے تین بنیادی اور اہم آداب کو بیان کیا گیا ہے، جوحسب ذیل ہیں۔

❶ بسم اللہ پڑھ کر کھانا

کھانے کی ابتدا میں بسم اللہ پڑھنا۔ کہ ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ جب آدمی کھانا کھانا شروع کرتا ہے تو شیطان بھی اس کے ساتھ کھانے میں شریک ہوجاتا ہے. جب وہ بسم اللہ پڑھتا ہے تو شیطان بھاگ جاتا ہے۔ [2] بعض علماء کے نزدیک بسم اللہ پڑھنا واجب ہے۔ [3]

❷ سیدھے ہاتھ سے کھانا

كُلْ بِيَمِينِكَ: دائیں ہاتھ سے کھاؤ۔ ایک روایت میں آتا ہے شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے۔ علامہ تورپشتی فرماتے ہیں بائیں ہاتھ سے کھانے والے بھی شیطان کے تابع دار ہوتے ہیں کہ شیطان ان کو بائیں ہاتھ سے کھانے پینے پر ابھارتا ہے۔ [4]

❸ اپنے سامنے سے کھانا

كُلْ مِمَّا يَلِيكَ: کھانے میں اپنے سامنے سے کھائے جب کہ ایک قسم کا کھانا ہو، اور اگر مختلف قسم کی چیزیں ہوں مثلاً میوے وغیرہ تو اب اختیار ہے کہ جو پسند ہو اس کو کھائے۔ [5]

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخارى كتاب الاطعمة (باب التسمية على الطعام والاكل باليمين) و صحيح مسلم كتاب الاشربة (باب آداب الطعام و الشرب و احكامهما).

نوٹ: راوی حدیث حضرت عمر بن ابی سلمۃ رضی اللہ عنہما کے حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۳۰۱) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) یہ حدیث پہلے "باب وجوب امر اهله و اولاده المميزين الخ" میں گزر چکی ہے۔

(۲) مشکوۃ (۳) عمدۃ القاری ۲۱/۲۸ (۴) مرقاۃ شرح مشکوۃ (۵) مرقاۃ ۸/۱۶۰، اشعۃ اللمعات ۳/۵۱۵

اگر بسم اللہ پڑھنا بھول جائے تو بسم اللہ اولہ وآخرہ پڑھ لے

(۷۲۹) ﴿وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِذَا أَكَلَ أَحَدُكُمْ فَلْيَذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ تَعَالٰى، فَإِنْ نَسِيَ أَنْ يَذْكُرَ اسْمَ اللّٰهِ تَعَالٰى فِيْ أَوَّلِهِ، فَلْيَقُلْ: بِسْمِ اللّٰهِ أَوَّلَهُ وَ آخِرَهُ﴾ رواه ابوداود، والترمذی، وقال: حدیث حسن صحیح.

ترجمہ: ''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص کھانا کھائے تو اللہ کا نام لے، اگر کھانے کے شروع میں اللہ کا نام لینا بھول جائے تو اس طرح کہہ لے بسم اللہ اولہ وآخرہ کہ شروع اور آخر دونوں ہی حالتوں میں اللہ کا نام ہے۔ (ابوداود وترمذی) صاحب ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔''

لغات: ❖ أکل: اکل (ن) اکلاً وماکلاً. الطعام: کھانا - الشیء - فنا کرنا۔

تشریح: بعد میں بسم اللہ پڑھنے سے سنت ادا ہوگی یا نہیں؟

فَإِنْ نَسِيَ اَنْ يَذْكُرَ اسْمَ اللّٰهِ تَعَالٰى: کہ اگر کھانے کے شروع میں اللہ کا نام لینا بھول جائے۔ علامہ طحطاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ بات کھانے کے متعلق ہے کہ شروع میں بھول جائے تو بعد میں بسم اللہ پڑھنے سے سنت ادا ہوجائے گی مگر وضو کے شروع میں بھی بسم اللہ سنت ہے شروع میں بھول جائے تو بعد میں پڑھنے سے سنت ادا نہیں ہوگی۔ (۱)

محیط میں ہے کہ اگر کوئی شخص وضو کرتے وقت بسم اللہ کے بجائے لا الہ الا اللہ یا الحمد للہ یا اشھد ان لا الہ الا اللہ کہے تو تب بھی سنت ادا ہوجائے گی۔ اسی طرح کھانے کے شروع میں بسم اللہ کے بجائے ان الفاظ کے پڑھنے سے بھی اللہ کے نام سے شروع کرنے والا سمجھا جائے گا اور اس سے سنت ادا ہوجائے گی۔

تخریج حدیث: إخرجه سنن ابی داود کتاب الاطعمة (باب التسمیة علی الطعام) و سنن ترمذی ابواب الاطعمة (باب ماجاء فی التسمیة علی الطعام) واحمد ۲۶۱۴۸/۱۰، وابن حبان ۵۲۱۴، الحاکم ۷۰۸۷/۴۔

نوٹ: راویہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۲) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) طحطاوی: ۵۲

بسم اللہ پڑھنے سے شیطان الگ ہوجاتا ہے

(۷۳۰) ﴿وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: إِذَا دَخَلَ

الرَّجُلُ بَيْتَهُ، فَذَكَرَاللّٰهَ تَعَالٰى عِنْدَدُخُولِهِ وَعِنْدَطَعَامِهِ، قَالَ الشَّيْطَانُ لِاَصْحَابِهِ: لَامَبِيْتَ لَكُم وَلَا عَشَاءَ، وَإِذَادَخَلَ، فَلَمْ يَذْكُرِاللّٰهَ تَعَالٰى عِنْدَدُخُولِهِ، قَالَ الشَّيْطَانُ: أَدْرَكْتُمُ الْمَبِيْتَ، وَ إِذَا لَمْ يَذْكُرِاللّٰهَ تَعَالٰى عِنْدَ طَعَامِهِ قَالَ: أَدْرَكْتُمُ الْمَبِيْتَ وَ الْعَشَاءَ» (رواہ مسلم)

ترجمہ: ”حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے آپ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ آپ ﷺ فرما رہے تھے کہ جب آدمی اپنے گھر میں داخل ہوتا ہے اور داخل ہوتے وقت اور کھانا کھاتے وقت بسم اللہ پڑھتا ہے تو شیطان اپنے ساتھیوں سے کہتا ہے تمہارے لئے (اس گھر میں) نہ رات گزارنے کی جگہ ہے اور نہ ہی کھانا ملے گا، اور جب داخل ہوتے وقت اللہ کا ذکر نہ کرے تو شیطان کہتا ہے تمہیں یہاں رات گزارنے کا ٹھکانہ مل گیا، اور جب کھانے کے وقت اللہ کا نام نہ لے تو شیطان کہتا ہے تمہیں رات گزارنے کا ٹھکانا بھی مل گیا ہے اور شام کا کھانا بھی۔“

لغات: ❖ مبیت: رہنے کی جگہ۔ شب باشی کی جگہ۔ بات (ن، ض) بيتا وبياتًا وبيتوتة ومبيتا ومباتا. في المكان. شب باشی کرنا۔ بات يبيت بيتا. الرجلُ: نکاح کرنا۔ الرجل. نکاح کرانا۔

تشریح: حدیث بالا کی طرح ترغیب میں دوسری روایت بھی آتی ہے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا جسے یہ پسند ہو کہ شیطان اس کے ساتھ کھانے میں، سونے میں، رات گزارنے میں شریک نہ ہو اسے چاہئے کہ جب گھر میں داخل ہو تو سلام کرے اور کھانے پر بسم اللہ پڑھے۔ (۱)

علماء فرماتے ہیں حدیث بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ شیطان اور اس کے چیلے چانٹوں سے بچنے کا علاج اللہ کا نام لینا ہے اور وقت کی دعاؤں کا پڑھنا ہے۔ نیز حدیث بالا میں اللہ کے نام سے مراد مسنون دعا ہے جو ایسے موقعوں پر آپ ﷺ سے منقول ہوئی ہے۔ بعض کتابوں میں گھر میں داخل ہونے کی یہ دعا بھی آتی ہے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّى اَسْأَلُكَ خَيْرَالْمَوْلِجِ وَخَيْرَالْمَخْرَجِ، بِسْمِ اللّٰهِ وَلَجْنَا، بِسْمِ اللّٰهِ خَرَجْنَا، وَعَلَى اللّٰهِ رَبِّنَا تَوَكَّلْنَا. (۲)

تخریج حدیث: اخرجه صحيح مسلم كتاب الاشربة (باب آداب الطعام والشراب و احكامهما) و احمد ٥/١٤٧٣٥ وهكذا في ابن ماجة.

نوٹ: راوی حدیث حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۴) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) ترغیب وترہیب ۳/۱۲۳

(۲) ابوداود

جس کھانے پر بسم اللہ نہ پڑھی جائے تو وہ کھانا شیطان کے لئے حلال ہوجاتا ہے

(۷۳۱) ﴿وَعَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كُنَّاإِذَاحَضَرْنَامَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَعَاماًلَمْ نَضَعْ أَيْدِيَنَاحَتّٰى يَبْدَأَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَضَعُ يَدَهُ. وَإِنَّاحَضَرْنَامَعَهُ مَرَّةًطَعَاماً، فَجَاءَ تْ جَارِيَةٌ كَأَنَّهَا تُدْفَعُ، فَذَهَبَتْ لِتَضَعَ يَدَهَا فِي الطَّعَامِ، فَأَخَذَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهَا، ثُمَّ جَاءَ أَعْرَابِيٌّ كَأَنَّمَا يُدْفَعُ، فَأَخَذَبِيَدِهِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ الشَّيْطَانَ يَسْتَحِلُّ الطَّعَامَ أَنْ لَايُذْكَرَاسْمَ اللّٰهِ تَعَالٰى عَلَيْهِ، وَإِنَّهُ جَاءَ بِهٰذِهِ الْجَارِيَةِ لِيَسْتَحِلَّ بِهَا، فَأَخَذْتُ بِيَدِهَا، فَجَاءَ بِهٰذَا الْأَعْرَابِيِّ لِيَسْتَحِلَّ بِهِ، وَأَخَذْتُ بِيَدِهِ، وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ إِنَّ يَدَهُ فِيْ يَدِيْ مَعَ يَدَيْهِمَا" ثُمَّ ذَكَرَ اسْمَ اللّٰهِ تَعَالٰى وَأَكَلَ.﴾ (رواه مسلم).

ترجمہ: ''حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب ہم آپ ﷺ کے ساتھ کسی کھانے میں شریک ہوتے تو ہم کھانے میں اس وقت تک ہاتھ نہ ڈالتے جب تک رسول اللہ ﷺ اپنا ہاتھ ڈال کر پہل نہ فرماتے ۔ایک مرتبہ ہم کھانے میں آپ ﷺ کے ساتھ شریک تھے کہ اچانک ایک لڑکی آئی گویا کہ اسے دھکیلا جارہا ہے اور کھانے میں اپنا ہاتھ ڈالنے لگی، تو آپ ﷺ نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ پھر ایک دیہاتی آیا گویا اسے بھی دھکیلا جارہا ہے۔ پس آپ ﷺ نے اس کا بھی ہاتھ پکڑ لیا اور آپ ﷺ نے فرمایا: جس کھانے پر اللہ کا نام نہ لیا جائے تو شیطان اس کو اپنے لئے حلال سمجھتا ہے، اور وہی شیطان اس لڑکی کو لایا تھا تاکہ اس کے ذریعے وہ اس کھانے کو اپنے لئے حلال کرے، تو میں نے اس لڑکی کا ہاتھ پکڑ لیا، پھر وہ اس دیہاتی کو لایا تاکہ اس کے ذریعے سے کھانے کو حلال کرے، تو میں نے اس کا بھی ہاتھ پکڑ لیا، قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے یقیناً اس شیطان کا ہاتھ ان دونوں کے ہاتھوں سمیت میرے ہاتھ میں ہے۔ پھر آپ ﷺ نے اللہ جل شانہ کا نام لیا اور کھانے کو تناول فرمایا۔'' (مسلم)

لغات: ❖تدفع: دفعه (ف) دفعا و دفاعا و مدفعا: ہٹانا۔ دور کرنا۔

تشریح: لَمْ نَضَعْ اَيْدِيَنَاحَتّٰى يَبْدَأَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ہم کھانے میں اس وقت تک ہاتھ نہ ڈالتے جب تک کہ آپ ﷺ اپنا ہاتھ ڈال کر پہل نہ فرماتے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دستر خوان پر جو بزرگ اور نیک آدمی ہو تو پہل اس سے کروانا چاہیئے۔ اسی

طرح ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ پلاتے یا کھلاتے تو فرماتے کہ بڑوں سے شروع کرو۔ (۱) اسی طرح ایک دوسری روایت میں آپ ﷺ نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ برکت بڑوں کے ساتھ ہے۔ (۲)

اِنَّ یَدَہٗ فِیْ یَدِیْ مَعَ یَدَیْهِمَا: بے شک شیطان کا ہاتھ ان دونوں (یعنی لڑکی اور اعرابی) کے ہاتھوں کے ساتھ میرے ہاتھ میں ہے۔ بعض روایات میں "مع یدھا" کے الفاظ آتے ہیں "مع یدیھما" کے بجائے، مگر زیادہ صحیح "مَعَ یَدَیْهِمَا" ہی معلوم ہوتا ہے، کیونکہ اس میں لڑکی اور اعرابی دونوں کا ذکر ہے، مگر "مع یدھا" ہو تب بھی صحیح ہے، اس میں اگرچہ صرف لڑکی کے ہاتھ کا ذکر ہے مگر وہ اس بات سے منافی نہیں کہ اعرابی کا ہاتھ آپ ﷺ کے ہاتھ میں نہیں ہے، اعرابی کے ہاتھ کو پکڑنے کا ذکر پہلے آچکا ہے۔ پہلے لڑکی کا ہاتھ پکڑا تھا اس لئے بطور خاص اس کا ذکر کر دیا گیا ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح مسلم كتاب الاشربة (باب آداب الطعام والشرب و احكامهما)، و هكذا في ابى داود.

نوٹ: راوی حدیث حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۱۰۲) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) مجمع الزوائد ۸۴/۵

(۲) مجمع الزوائد ۸۴/۵

بسم اللہ پڑھنے سے شیطان نے جو کچھ کھایا تھا اس کو قے کر دیا

(۷۳۲) ﴿وَعَنْ أُمَيَّةَ بْنِ مَخْشِيِّ الصَّحَابِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِساً، وَرَجُلٌ يَأْكُلُ، فَلَمْ يُسَمِّ اللّٰهَ حَتّٰى لَمْ يَبْقَ مِنْ طَعَامِهٖ، فَلَمَّارَفَعَهَا اِلٰى فِيْهِ، قَالَ: بِسْمِ اللّٰهِ أَوَّلَهٗ وَآخِرَهٗ، فَضَحِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ قَالَ: "مَازَالَ الشَّيْطَانُ يَأْكُلُ مَعَهٗ، فَلَمَّا ذَكَرَ اسْمَ اللّٰهِ اسْتَقَاءَ مَافِيْ بَطْنِهٖ﴾ رواه ابوداود، والنسائى.

ترجمہ: "حضرت امیہ بن مخشی صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ تشریف فرما تھے اور ایک آدمی کھانا کھا رہا تھا، لیکن اس نے بسم اللہ نہیں پڑھی تھی۔ جب اس کے کھانے کا ایک لقمہ رہ گیا تو اس نے اس لقمہ کو اپنے منہ کی طرف اٹھاتے وقت بسم اللہ اولہ وآخرہ پڑھ لی۔ یہ دیکھ کر آپ ﷺ مسکرائے اور فرمایا: شیطان اس کے ساتھ کھانا کھاتا رہا مگر جب اس نے بسم اللہ پڑھی تو شیطان نے اپنے پیٹ میں جو کچھ کھایا تھا سب قے کر کے باہر نکال دیا۔" (ابوداود، نسائی)

لغات: ❖ استفاء: بتکلف قے کرنا۔ استقاء استقاءة: بتکلف قے کرنا۔ قاء یقی قیأ. ما اکله. قے کرنا۹ صفت: قائی.

تشریح: اِسۡتَقَاءَ مَافِیۡ بَطۡنِہٖ: اپنے پیٹ میں جو کچھ کھایا سب قے کر کے باہر نکال دیا۔ بعض علماء نے اس کو حقیقت پر محمول کیا ہے کہ حقیقتاً جو کچھ کھایا تھا سب قے کر کے باہر نکال دیا۔ بعض علماء نے اس کو مجاز پر محمول فرمایا کہ کھاتے وقت بسم اللہ نہ کہنے کی وجہ سے جو برکت جاتی رہی تھی وہ سب بسم اللہ کے پڑھنے سے لوٹ آئی، گویا برکت اس شیطان کے پیٹ میں امانت تھی جب اس شخص نے بسم اللہ پڑھی تو وہ برکت کھانے میں واپس آگئی۔ (۱)

حدیث بالا میں آپ ﷺ کے معجزے کا بھی ذکر ہے کہ آپ ﷺ نے شیطان کو قے کرتے ہوئے دیکھا۔ (۲)

تخریج حدیث: أخرجه سنن ابی داود کتاب الاطعمة (باب التسمیة علی الطعام) والحاکم ۷۰۸۹/۴ من طریق المثنی بن عبدالرحمن الخزاعی.

راوی حدیث امیہ بن مخشی کے مختصر حالات:

یہ امیہ بن مخشی خزاعی ازدی ہیں، بصرہ کے رہنے والے تھے۔ مخشی یہ میم کے زبر اور خاء ساکن اور شین کے زیر اور آخر میں یاء مشدد کے ساتھ منقول ہے۔

مرویات کی تعداد: ان سے تین احادیث منقول ہیں، ان میں سے ایک حدیث بالا بھی ہے۔

---

(۱) مرقاۃ ومظاہر حق

(۲) روضۃ المتقین ۲۷۶/۲

بسم اللہ نہ پڑھنے سے کھانے سے برکت ختم ہوجاتی ہے

(۷۳۳) ﴿وَعَنۡ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنۡهَا قَالَتۡ: کَانَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ: یَأۡکُلُ طَعَامًا فِیۡ سِتَّةٍ مِنۡ أَصۡحَابِهٖ، فَجَاءَ أَعۡرَابِیٌّ، فَأَکَلَهٗ بِلُقۡمَتَیۡنِ. فَقَالَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ: "أَمَا إِنَّهٗ لَوۡ سَمّٰی لَکَفَاکُمۡ﴾ رواه الترمذی وقال: حدیث حسن صحیح.

ترجمہ: ''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ ایک دن اپنے چھ صحابہ کے ساتھ کھانا تناول فرمارہے تھے۔ ایک دیہاتی آیا اور وہ دو لقموں میں سارا کھانا کھا گیا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سن لو! اگر یہ اللہ کا نام لیتا تو یہ کھانا تم سب کو کافی ہوجاتا۔'' (ترمذی۔ صاحب ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے)

لغات: ❖ کفاکم: کفی یکفی کفایة. الشیء. کافی ہونا صفت: کافٍ.

تشریح: حدیث بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کا نام لینے سے کھانے میں برکت ہوتی ہے اور اگر نام لیئے بغیر کھایا جائے تو

اس کھانے کی برکت ختم ہوجاتی ہے۔ (۱)

ہرایک بسم اللہ پڑھ سکتا ہے

یہی مضمون حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ فرمایا جس کھانے میں بسم اللہ نہ پڑھی جائے اس میں برکت نہیں ہوتی۔ (۲)

علماء فرماتے ہیں کھانے کے شروع میں بسم اللہ پڑھنا سنت ہے، یہاں تک کہ اگر کوئی شخص جنبی ہو (یعنی ناپاکی کی حالت میں) یا کوئی عورت ایام حیض یا حالت نفاس میں ہو تو ان سب کے لئے بھی سنت ہے کہ بسم اللہ پڑھے مگر اس میں تلاوت کی نیت نہ کرے، بلکہ ذکر کی نیت سے پڑھے ورنہ حرام ہوگا۔

تخریج حدیث: أخرجه سنن ترمذی ابواب الاطعمة (باب ما جاء فی التسمية علی الطعام) و ابن ماجة و هكذا فی ابن حبان ٥٢١٤۔

نوٹ: راویہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۲) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) شمائل ترمذی

(۲) کنز العمال ۱۹/۱۸۰

دسترخوان کے اٹھاتے وقت کی دعا

(٧٣٤) ﴿وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا رُفِعَ مَائِدَتُهُ قَالَ: "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيراً طَيِّباً مُبَارَكاً فِيْهِ، غَيْرَ مَكْفِيٍّ وَلَا مُوَدَّعٍ. وَلَا مُسْتَغْنًى عَنْهُ رَبَّنَا﴾ (رواه البخاری).

ترجمہ: "حضرت ابوامامۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ کے سامنے جب دسترخوان اٹھایا جاتا تو آپ ﷺ یہ دعا پڑھتے تھے "الحمد للہ الخ" کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں، ایسی تعریف جو بہت پاکیزہ ہو اور اس میں برکت دی گئی ہو، نہ اس سے کفایت کی گئی ہو اور نہ اس کھانے سے بے نیازی ہو سکتی ہے، اے ہمارے رب!" (بخاری)

لغات: ❖ طيبا: اچھا اور عمدہ۔ پاکیزہ۔ طاب يطيب طِيبًا وطابًا وطِيبةً وتَطيابًا.

تشریح: غَيْرَ مَكْفِيٍّ وَلَا مُوَدَّعٍ وَلَا مُسْتَغْنًى عَنْهُ: "عنہ" کی ضمیر "طعام" (کھانے) کی طرف لوٹ رہی ہے، اسی کے مطابق اوپر ترجمہ کیا گیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اے اللہ! ہم نے ابھی کھانا تو کھایا ہے لیکن اتنا کافی نہیں ہے کہ اس کے بعد کھانے کی ہم کو مزید ضرورت نہ رہے، بلکہ ہمیں تیرے رزق کی ہر وقت ضرورت ہے۔ اس میں ہر لحظہ تسلسل و دوام کے ساتھ

نعمت کی درخواست ہے۔

وَلَامُوَدَّعٍ: یہ "وداع" ہے یعنی یہ ہمارا آخری کھانا نہیں ہے اور نہ ہم اس سے کبھی بے نیاز ہوسکتے ہیں۔ بعض نے "عنہ" کی ضمیر کا مرجع اللہ کو اور بعض محدثین نے "حمد" کو بھی بتایا ہے۔

خلاصہ: یہ ہے کہ ان الفاظ کے ذریعہ سے کھانے کی صفت بیان کی جارہی ہے کہ کھانا اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے، اس کی خواہش وطلب کو ترک نہیں کیا جاسکتا اور نہ اس سے بے نیازی برتی جاسکتی ہے، یا ان الفاظ سے حق تعالیٰ شانہ کے اوصاف جلیلہ کا اظہار ہے کہ کوئی ذات یا کوئی کلمہ نہیں جو اس کی ذات کبریائی کو کافی ہو بلکہ وہ ذات سارے جہاں اور ساری ضرورتوں کیلئے کافی ہے، اس کی قربت کی طلب وخواہش کو ترک نہیں کیا جاسکتا اور نہ اس کے فضل وکرم سے مستغنی اور بے نیاز ہوسکتے ہیں۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخاری كتاب الاطعمة (باب مايقول اذا فرغ من طعامه.) واحمد ٢٢٣٦٤/٨۔ ابوداودوالترمذی وابن ماجة وابن حبان ٥٢١٧ والحاكم ٧١٩١/٤ و هكذا فی البيهقی ٢٨٦/٧۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۷۳) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

کھانے کے بعد اس دعا کو پڑھنے سے اگلے پچھلے تمام گناہ معاف ہوجاتے ہیں

(٧٣٥) ﴿وَعَنْ مُعَاذِبْنِ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ أَكَلَ طَعَاماً فَقَالَ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ أَطْعَمَنِيْ هٰذَا، وَرَزَقَنِيْهِ مِنْ غَيْرِحَوْلٍ مِنِّيْ وَلَا قُوَّةٍ، غُفِرَلَهُ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ﴾ رواه ابوداودوالترمذی، وقال: حديث حسن.

ترجمہ: "حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے کھانا کھایا پھر یہ دعا پڑھی "الحمدللّٰه اطعمنی الخ" کہ تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے مجھے یہ کھانا کھلایا اور مجھ کو بغیر میری قوت اور طاقت کے رزق دیا تو اس کے تمام گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔ (ابوداود، ترمذی۔ صاحب ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے)"

لغات: ❖ حول: قدرت، ہوشیاری، دور بینی، سال۔ حال (ن) حولا وحُوُولا. الشیء. ایک حالت سے دوسری حالت میں بدلنا۔ کہا جاتا ہے "لاحول ولاقوۃ الاباللہ" یعنی نہ تو حرکت ہے نہ قوت ہے مگر اللہ تعالیٰ کی مشیت سے۔

تشریح: نبی کریم ﷺ سے کھانے کے بعد متعدد دعائیں پڑھنا منقول ہیں، ان منقولہ دعاؤں میں سے کسی ایک کا پڑھ لینا

ادائے سنت کے لئے کافی ہے۔ حدیث بالا میں بھی ایک بڑی جامع دعا کی طرف اشارہ ہے اور اس کی تاثیر خود حدیث بالا میں بتائی جارہی ہے کہ اس دعا کے پڑھنے سے تمام گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔ مگر محدثین کے نزدیک یہاں گناہوں سے صغائر مراد ہیں، کبائر گناہوں کی معافی کے لئے توبہ استغفار شرط قرار دیتے ہیں کہ کبیرہ گناہ بغیر توبہ استغفار کے معاف نہیں ہوتے۔

تخریج حدیث: رواہ سنن ابی داود اوائل کتاب اللباس و سنن الترمذی ابواب الدعوات و الحاکم ٤/٩٠ ٧٤٠ و ابن ماجه.

راوی حدیث حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات:

نام: معاذ، والد کا نام انس، قبیلہ جہینہ سے تعلق رکھتے تھے، مصر والوں میں ان کا شمار ہوتا ہے اور اہل مصر میں ہی ان کی روایات پائی جاتی ہیں، ان کے بیٹے سھل ان سے روایت نقل کرتے ہیں۔

(١٠١) بَابُ لَا يَعِيبُ الطَّعَامَ وَاسْتِحْبَابِ مَدْحِهِ

کھانے میں عیب نہ نکالنے اور کھانے کی تعریف کرنے کے مستحب ہونے کا بیان

آپ ﷺ کھانے میں عیب نہیں نکالتے تھے

(٧٣٦) ﴿عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: "مَاعَابَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَعَامًاقَطُّ، إِنِ اشْتَهَاهُ أَكَلَهُ وَ إِنْ كَرِهَهُ تَرَكَهُ.﴾ (متفق عليه)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے کبھی کسی کھانے میں عیب نہیں نکالا، اگر وہ کھانا پسند ہوتا تو نوش فرمالیتے، اگر ناپسند ہوتا تو اس کو چھوڑ دیتے۔'' (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ عاب: عاب یعیب عیبا. (ضرب) الشیء. عیب دار بنانا۔ فلانا۔ عیب کی طرف منسوب کرنا۔

تشریح: حدیث بالا میں نبی کریم ﷺ کے اخلاق حمیدہ کا تذکرہ ہے کہ کھانے میں عیب نہیں نکالتے تھے۔ اگر وہ چیز پسندیدہ ہوتی تو آپ ﷺ رغبت سے نوش فرمالیتے اور اگر وہ چیز آپ ﷺ کو مرغوب و پسندیدہ نہ ہوتی تو آپ ﷺ اس کو نوش نہیں فرماتے، مگر اس وقت اس کو برا بھی نہ فرماتے اور نہ عیب نکالتے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کھانا حرام قسم کا ہوتا تو آپ ﷺ اس کی مذمت فرماتے اور جو کھانا مشروع ہوتا اس وقت پسند نہ آنے پر مذمت نہیں فرماتے تھے۔ (١)

علامہ نووی رحمہ اللہ نے عیب بیان کرنے کی مثال یہ دی ہے کہ یہ کہا جائے کہ یہ کھانا کچا ہے، پانی بہت ہے، نمک بہت کم ہے وغیرہ۔ (٢)

تخریج حدیث: أخرجه صحیح بخاری کتاب الانبیاء و صحیح مسلم کتاب الاشربة (باب لا یعیب الطعام) و ابوداود و ترمذی و ابن ماجه و ابن حبان ٦٤٣٦۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔
(۱) فتح الباری ۹/۵۴۸
(۲) شرح مسلم للنووی

بہترین سالن سرکہ ہے

(۷۳۷) ﴿وَعَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنهُ أَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سَأَلَ أَهْلَهُ الْأُدْمَ فَقَالُوا: مَا عِنْدَنَا إِلَّا خَلٌّ، فَدَعَا بِهِ، فَجَعَلَ یَأْکُلُ وَیَقُوْلُ: "نِعْمَ الْأُدْمُ الْخَلُّ، نِعْمَ الْأُدْمُ الْخَلُّ"﴾ (رواه مسلم)

ترجمہ: ''حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے گھر والوں سے سالن مانگا تو انہوں نے کہا ہمارے پاس سرکہ کے علاوہ کچھ نہیں، تو آپ ﷺ نے اس کو ہی منگوایا اور اس کے ساتھ کھانا شروع کر دیا اور فرماتے جا رہے تھے: کہ سرکہ تو بہت اچھا سالن ہے، سرکہ تو بہت اچھا سالن ہے۔'' (مسلم)

لغات: ❖ الادم: ہر وہ چیز جس کو سالن بنایا جا سکے۔ ائتدم: سالن سے روٹی کھانا۔ (افتعال سے)

تشریح: نِعْمَ الْأُدْمُ الْخَلُّ: بہترین سالن سرکہ ہے۔ ایک دوسری روایت میں آتا ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ سرکہ انبیاء علیہم السلام کا سالن ہے اور ایک روایت میں آپ ﷺ نے اس میں برکت کی دعا بھی فرمائی ہے۔[1]

نیز ایک روایت میں فرمایا گیا کہ کوئی گھر فاقہ میں نہیں جس میں سرکہ موجود ہے۔[2] حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب سے میں نے آپ ﷺ سے سرکہ کی فضیلت سنی میں بھی سرکہ سے محبت کرنے لگا۔[3]

اطباء فرماتے ہیں کہ سرکہ بلغم اور صفراء کا قاطع ہے، کھانے کے ہضم کرنے میں معین ہے، پیٹ کے کیڑوں کا قاتل ہے، بھوک اچھی لگاتا ہے وغیرہ[4] بہر حال آپ ﷺ نے حدیث بالا میں دو مرتبہ یہ ارشاد فرمایا ''کہ سرکہ بہت اچھا سالن ہے'' اس کے بارے میں علماء فرماتے ہیں سرکہ کی فضیلت اور اہمیت کو اجاگر کرنے کے لئے فرمایا گیا ہے۔

نیز علماء فرماتے ہیں حدیث بالا سے کھانے پینے میں اعتدال اور میانہ روی کی طرف بھی اشارہ ہے کہ ہر وقت آدمی لذیذ کھانے کے لئے پیچھے نہ لگا رہے۔ اسی حدیث سے علماء نے یہ مسئلہ بھی مستنبط کیا ہے کہ اگر کسی نے یہ قسم کھالی کہ میں سالن سے روٹی نہیں کھاؤنگا پھر وہ سرکہ کے ساتھ روٹی کھالے تو اب وہ حانث ہو جائے گا کیونکہ حدیث بالا میں سرکہ کو کھانا نہیں بلکہ بہترین کھانا ارشاد فرمایا گیا ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه صحیح مسلم کتاب الاشربة (باب فضیلة الخل والتأدم به) وأحمد ١٤٢٢٩/٥

وابوداؤد والترمذی و هکذا فی ابن ماجه.

نوٹ: راوی حدیث حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۴) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔
(۱) خصائل ۱۱۹
(۲) ترمذی ۶/۲، سیرۃ خیر العباد ۳۱۱/۷
(۳) سیرۃ خیر العباد ۳۱۰/۷
(۴) خصائل ۱۱۹

(۱۰۲) بَابُ مَایَقُوْلُهُ مَنْ حَضَرَ الطَّعَامَ وَهُوَصَائِمٌ إِذَالَمْ يُفْطِرْ

روزہ دار کے سامنے جب کھانا آئے اور وہ روزہ توڑنا نہ چاہے تو وہ کیا کہے؟

دعوت قبول کرنا سنت رسول ہے

(۷۳۸) ﴿عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِذَادُعِیَ أَحَدُكُمْ، فَلْيُجِبْ، فَإِنْ كَانَ صَائِماً فَلْيُصَلِّ، وَإِنْ كَانَ مُفْطِراًفَلْيَطْعَمْ﴾ (رواہ مسلم).

قَالَ الْعُلَمَاءُ: مَعْنَى "فَلْيُصَلِّ": فَلْيَدْعُ، وَمَعْنَى "فَلْيَطْعَمْ" فَلْيَأْكُلْ.

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کو کھانے کی دعوت دی جائے تو اس کو چاہیئے کہ وہ اس دعوت کو قبول کرلے۔ اگر وہ روزہ داز ہو تو (دعوت کرنے والے کے حق میں) دعا کردے۔ اور اگر روزے سے نہ ہو تو دعوت کھالے۔ (مسلم)''

علماء فرماتے ہیں ''فلیصل'' کا معنی یہ ہے کہ خیر و برکت کی دعا کردے ''فلیطعم'' کا معنی یہ ہے کھانا کھالے۔

لغات: ❖ فلیصل: صل (ض) صلیلاً الشیء: آواز دینا۔ صل (ن) صلاً: الشراب- صاف کرنا۔

تشریح: إِذَادُعِیَ أَحَدُكُمْ فَلْيُجِبْ: جب دعوت دی جائے تو اس کو قبول کرلے۔ آپ ﷺ کی عادت شریفہ میں یہ بات بھی پائی جاتی ہے کہ آپ ﷺ ہر ایک کی دعوت کو قبول فرمالیتے تھے، بلکہ دعوت قبول نہ کرنے پر وعید بھی ارشاد فرمائی کہ اس نے خدا اور اس کے رسول کی نافرمانی کی [1] واضح رہے کہ دعوت علی طریق السنۃ ہو جو محض خلوص و محبت کی بنیاد پر ہو اور جو خلاف سنت ہو تو اس دعوت کو قبول نہیں کرنا چاہیئے۔

اگر کھانا نہ کھا سکے تو دعا دے دے

فَاِنْ کَانَ صَائِمًافَلْیُصَلِّ: اگر وہ روزہ دار ہو تو دعا کر دے۔ علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دعا سے مراد مغفرت اور برکت کی دعا کر دے۔ یہی بات ابن حبان کی روایت میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ روزہ سے ہوتے تو کھانا نہ کھاتے بلکہ برکت کی دعا کر دیتے ورنہ آپ ﷺ بیٹھتے اور کھانا کھاتے۔ (۲)

تخریج حدیث: أخرجه صحیح مسلم کتاب النکاح (باب الامر باجابة الداعی الی دعوته).

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔
(۱) بخاری شریف ۲/۷۷۸ (۲) صحیح ابن حبان

---

(۱۰۳) بَابُ مَایَقُوْلُهُ مَنْ دُعِيَ اِلٰى طَعَامٍ فَتَبِعَهٗ غَيْرُهٗ

جس شخص کو کھانے کی دعوت دی جائے اور کوئی اور اس کے ساتھ لگ جائے تو وہ میزبان کو کیا کہے

اگر دعوت میں فضولی ساتھ ہو جائے

(۷۳۹) ﴿عَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدِ الْبَدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: دَعَا رَجُلٌ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِطَعَامٍ صَنَعَهٗ لَهٗ خَامِسَ خَمْسَةٍ، فَتَبِعَهُمْ رَجُلٌ، فَلَمَّا بَلَغَ الْبَابَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ هٰذَا تَبِعَنَا فَاِنْ شِئْتَ اَنْ تَأْذَنَ لَهٗ، وَاِنْ شِئْتَ رَجَعَ" قَالَ: بَلْ آذَنُ لَهٗ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ.﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ”حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے آپ ﷺ کو کھانے کی دعوت کی جو کھانا اس نے تیار کیا تھا۔ آپ ﷺ پانچویں آدمی تھے۔ (یعنی اس دعوت میں آپ ﷺ کے علاوہ چار آدمی اور بھی تھے) پس ان کے ساتھ ایک آدمی اور پیچھے ہو گیا۔ جب آپ ﷺ دروازے پر پہنچے تو آپ ﷺ نے اس (میزبان) سے کہا: یہ شخص بھی ہمارے ساتھ آ گیا ہے، اگر تم چاہو تو اسے اجازت دے دو اور اگر چاہو تو یہ واپس چلا جائے گا۔ اس (میزبان) نے کہا یا رسول اللہ میں اس کو بھی اجازت دیتا ہوں۔“ (بخاری و مسلم)

لغات: ❖ تَبِعَهٗ: تبع (س) تبعاً وتباعاً وتباعة واتبعه: پیچھے چلنا، ساتھ چلنا۔ فرمانبردار ہونا۔ صفت (تبع) واحد اور جمع دونوں کیلئے آتا ہے ج: اتباع.

تشریح: دَعَارَجُلٌ: ایک دوسری روایت میں "رجل" کی وضاحت آتی ہے جس میں ہے: "كَانَ رَجُلٌ مِنَ الْاَنْصَارِ يُقَالُ لَهٗ اَبُوْشُعَيْبٍ وَكَانَ لَهٗ غُلَامٌ لَحَّامٌ فَرَاٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَرَفَ فِيْ وَجْهِهِ الْجُوْعَ الخ [1]

علماء فرماتے ہیں حدیث بالا سے کئی مسائل نکلتے ہیں

إِنَّ هٰذَا تَبِعَنَا: ① صاحب خانہ کی اجازت کے بغیر اس کے گھر میں داخل ہونا جائز نہیں ہے۔ اسی طرح مہمان کے لئے بھی جائز نہیں کسی بن بلائے شخص کو اپنے ساتھ دعوت میں لے جائے، ہاں اگر میزبان نے صریح طور پر اجازت دی ہو تو اب جائز ہے۔ "وَاِنْ شِئْتَ اَنْ تَاْذَنَ لَهٗ: ② دوسرا یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی بن بلائے شخص بھی دعوت میں ساتھ ہو جائے تو صاحب خانہ سے اس کی اجازت لے لینا چاہئے۔

آذَنُ لَهٗ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ: ③ تیسرا یہ کہ میزبان کو بھی چاہیئے کہ جب بن بلائے مہمان آ جائے تو اس کو بھی اجازت دے دے، الا یہ کہ مہمانوں کو اس سے کوئی نقصان یا تکلیف کا خوف ہو۔ شرح السنۃ میں ہے کہ یہ حدیث اس بات پر بھی دلالت کرتی ہے کہ کسی غیر مدعو کو دعوت کے کھانے میں شریک نہیں کرنا چاہئے۔ [2]

تخريج حديث: أخرجه صحيح بخارى كتاب الاطعمة (باب الرجل يتكلف الطعام لاخوانه) وكتاب البيوع و كتاب المظالم. وصحيح مسلم كتاب الاشربة (باب مايفعل الضيف اذا تبعه غيرمن دعاه صاحب الطعام) و هكذا فى ترمذى.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابومسعود عقبۃ بن عمرو بن ثعلبہ کے حالات اس سے قبل حدیث (۱۱۰) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) رواہ مسلم (۲) مرقاۃ ومظاہر حق ۳/۳۶۰

(١٠٤) بَابُ الْاَكْلِ مِمَّايَلِيْهِ وَوَعْظِهٖ وَتَأْدِيْبِهٖ مَنْ يُسِيْءُ أَكْلَهٗ

اپنے سامنے سے کھانے اور اس شخص کو تادیب کرنے اور وعظ کرنے کا بیان جو کھانے کو اس کے آداب کے مطابق نہیں کھائے

اپنے سامنے سے کھاؤ

(٧٤٠) ﴿عَنْ عُمَرَبْنِ اَبِىْ سَلَمَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: كُنْتُ غُلَاماً فِىْ حِجْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكَانَتْ يَدِىْ تَطِيْشُ فِى الصَّحْفَةِ، فَقَالَ لِىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "يَاغُلَامُ! سَمِّ اللّٰهَ تَعَالٰى، وَكُلْ بِيَمِيْنِكَ، وَكُلْ مِمَّايَلِيْكَ﴾ (متفق عليه).

قوله: "تَطِيشُ" بِكَسْرِ الطَّاءِ وَبَعْدَ هَا يَاءٌ مُثَنَّاةٌ مِنْ تَحْتٍ، مَعْنَاهُ: تَتَحَرَّكُ وَتَمْتَدُّ إِلَى نَوَاحِي الصَّحْفَةِ.

ترجمہ: ''حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ میں آپ ﷺ کی پرورش میں تھا اور اس وقت نوعمر تھا۔ میرا ہاتھ پوری پلیٹ میں گھومتا تھا۔ تو مجھ سے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے لڑکے! بسم اللہ پڑھو اور اپنے داہنے ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے سامنے سے کھاؤ۔''

"تطیش" طاء پر زبر اور اس کے بعد یاء۔ اس کے معنی ہیں اس کا ہاتھ حرکت کرتا اور برتن کے کناروں تک گھوم رہا تھا۔

لغات: ❖ حجر: حَجْر مصدر۔ منع۔ روک۔ الحجر من العين: آنکھ کا خانہ الحُجر، گود۔ حجرہ (ن) حجراً وحجراناً بتثليث الحاء في المصدرين: منع کرنا۔ تطیش: طاش يطيش طيشاً: اوچھا ہونا۔ طیش: اوچھا پن۔

تشریح: غُلَامًا: اس سے مراد غلام نہیں ہے بلکہ نابالغ بچہ مراد ہے۔

صَحْفَةَ: ایسا برتن جس میں پانچ آدمیوں کا کھانا آتا ہے۔

فِيْ حِجْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ: پرورش میں تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اپنے زیر پرورش بچے کو آداب سکھانے چاہئے، جیسے کہ آپ ﷺ نے حضرت عمر بن ابی سلمہ کو سکھائے۔ اس سے پہلے بھی یہ حدیث مع وضاحت کے گزر چکی ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخاری كتاب الاطعمة باب التسمية على الطعام والاكل باليمين) و (باب الاكل مما يليه) و صحيح مسلم كتاب الاشربة (باب آداب الطعام والشراب و احكامهما).

نوٹ: راوی حدیث حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہما کے حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۳۰۱) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

بائیں ہاتھ سے کھانے والے کو آپ ﷺ کی بددعا، پھر اس کا ہاتھ صحیح نہ ہوسکا

(۷۴۱) ﴿وَعَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَجُلًا أَكَلَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشِمَالِهِ، فَقَالَ: "كُلْ بِيَمِيْنِكَ" قَالَ: لَا اَسْتَطِيْعُ، قَالَ: "لَا اسْتَطَعْتَ"! مَامَنَعَهُ إِلَّا الْكِبْرُ فَمَارَفَعَهَا إِلَى فِيْهِ.﴾ (رواه مسلم)

ترجمہ: ''حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے آپ ﷺ کے پاس بائیں ہاتھ سے کھانا کھایا۔ آپ ﷺ نے اس کو فرمایا: دائیں ہاتھ سے کھاؤ، تو اس نے کہا کہ میں اس کی طاقت نہیں رکھتا۔ آپ ﷺ نے فرمایا تجھ کو پھر طاقت ہی نہ ہو (اس کو آپ ﷺ کے حکم ماننے سے) تکبر نے روکا تھا۔ چنانچہ پھر وہ اپنے

دائیں ہاتھ کو اپنے منہ تک نہ اٹھا سکا۔" (مسلم)

لغات: ❖ لا استطعت: استطاع استطاعة. الامر. طاقت۔ اور حذف تا کے ساتھ اسطاع یسطیع بھی کہا جاتا ہے۔

تشریح: علماء فرماتے ہیں اس شخص کا ہاتھ درست تھا، اس نے بہانہ بناتے ہوئے کہا کہ میں دائیں ہاتھ سے نہیں کھا سکتا یعنی معذور ہوں۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم نہیں کھا سکتے تو اب کبھی نہیں کھا سکو گے۔ اس پر اس کا ہاتھ ہمیشہ کے لئے شل ہو گیا۔ اسی طرح آپ ﷺ کے زمانے میں ایک عورت تھی جس کا نام سبیعۃ اسلمیۃ تھا اس کو بھی بائیں ہاتھ سے کھانے کی وجہ سے آپ نے بددعا فرمائی، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ طاعون میں مبتلاء ہو کر دنیا سے رخصت ہوئی۔ (۱)

دائیں ہاتھ سے کھانا واجب نہیں تو آپ ﷺ نے کیوں بددعا دی؟

علماء فرماتے ہیں دائیں ہاتھ سے کھانا واجب نہیں بلکہ سنت ہے۔ ان روایتوں میں مخالفت سنت کی وجہ سے ان دونوں کو سزا ملی یا ان روایتوں کو زجراً، تنبیہ اور مصالح شریعت پر محمول کریں گے۔ اس سے یہ مسئلہ بھی معلوم ہوا کہ بعض لوگ کھانے کے دوران پانی پیتے ہوئے بائیں ہاتھ سے گلاس پکڑتے ہیں اور دائیں ہاتھ کو ذرا سے لگا دیتے ہیں یہ بھی خلاف سنت ہے، بلکہ دائیں ہاتھ سے پکڑ کر پینا چاہئے، انگلیاں آلودہ ہوں تو پہلے اس کو چاٹ لے پھر گلاس کو پکڑ لے۔

تخریج حدیث: تقدم تخریجه فی باب الامر بالمحافظة علی السنة و آدابها.

نوٹ: راوی حدیث حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کے حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۱۶۰) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) یہ حدیث اس سے پہلے دو مرتبہ گزر چکی ہے، پہلی "باب فی الامر بالمحافظة علی السنة و آدابها" میں اور دوسری بار "باب تحریم الکبر والاعجاب" میں۔ (۲) رواہ طبرانی

---

(۱۰۵) بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْقِرَانِ بَيْنَ تَمْرَتَيْنِ وَنَحْوِهِمَا إِذَا أَكَلَ جَمَاعَةٌ إِلَّا بِإِذْنِ رُفْقَتِهِ

جب چند لوگ مل کر کھا رہے ہوں تو ساتھیوں کی اجازت کے بغیر کھجوروں یا اس قسم کی دوسری چیزوں کو اکٹھا کھانے کے منع ہونے کا بیان

قحط کے وقت میں دو کھجوریں ایک ساتھ کھانا منع ہے

(۷۴۲) ﴿عَنْ جَبَلَةَ بْنِ سُحَيْمٍ قَالَ: أَصَابَنَا عَامُ سَنَةٍ مَعَ ابْنِ الزُّبَيْرِ، فَرُزِقْنَا تَمْرًا، وَكَانَ عَبْدُاللهِ بْنُ

عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَمُرُّ بِنَا وَنَحْنُ نَأْكُلُ فَيَقُولُ: لَا تُقَارِنُوا، فَإِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الْإِقْرَانِ، ثُمَّ يَقُولُ: "إِلَّا أَنْ يَسْتَأْذِنَ الرَّجُلُ أَخَاهُ" (متفق عليه)

ترجمہ: ''حضرت جبلہ بن سحیم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں جب قحط سالی ہوئی تو ہمیں چند کھجوریں دی گئیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہمارے پاس سے گزرے تو ہم کھجوریں کھا رہے تھے، تو انہوں نے فرمایا کہ دو دو کو ملا کر نہ کھاؤ اس لئے کہ نبی کریم ﷺ نے ہمیں ملا کر کھانے سے منع فرمایا تھا۔ پھر فرمایا مگر یہ کہ آدمی اپنے بھائی (ساتھی) سے اجازت لے لے۔''

لغات: ❖ القران: اقرن. بین الامرین. جمع کرنا (قرن افصح ہے) قرن (ن) قرانا. بین الشیءِ والشیءَ: جمع کرنا۔ قارنہ قراناومقارنۃ: ساتھی ہونا، ملنا۔ لوجل: دو تیر چلانا۔ دو قیدیوں کو ایک رسی میں لانا۔ سینگ والے مینڈھے کی قربانی کرنا۔ ہر رات میں ایک سلائی سرمہ لگانا۔

تشریح: ایک ساتھ دو کھجور کھانا حرص کی علامت بھی ہے اور اس میں رفقاء کی حق تلفی بھی ہے، ہاں رفقاء کی اجازت ہو تو پھر اجازت ہے۔ علامہ سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں حدیث بالا میں ایک ساتھ دو کھجور کے کھانے کی ممانعت مطلقاً نہیں بلکہ یہ تنگ دستی، فقر و افلاس کے زمانے سے متعلق ہے، لیکن اگر وسعت و فراخی اور خوشحالی کا زمانہ ہو تو پھر یہ ممانعت نہیں ہوگی۔ جیسے کہ دوسری روایت میں آتا ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا: کہ میں تمہیں کھجوروں کو جمع کرنے سے یعنی ایک سے زائد کھجوروں کو ایک ساتھ کھانے سے منع کرتا تھا مگر اب جب کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں رزق کی وسعت و فراخی عطاء فرمائی ہے تو جمع کرو۔

بعض علماء فرماتے ہیں اس حدیث بالا کا محل اس وقت ہے جب چند لوگ کھا رہے ہوں اور وہ مشترکہ طور پر یکساں حق رکھتے ہوں اور ان سب کی طرف سے اس چیز کو مقررہ مقدار سے کھانے کی پابندی بھی نہ ہو تو اس صورت میں جب کہ سب ایک ایک کھجور کھا رہے ہوں تو اب یہ دو دو کھائے تو یہ کھانے کے آداب کے خلاف بھی ہوگا اور مروت کے بھی۔ ہاں! اگر تمام ساتھی ایسا کرنے کی اس کو صریح اجازت دے دیں یا کوئی ایسی چیز جو ان کی طرف سے اجازت پر دلالت کرتی ہو تو اب دو کھانے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ (۱)

یہ مسئلہ صرف کھجور کے ساتھ نہیں بلکہ کھجور کے علاوہ دوسری چیزوں کا بھی یہی حکم ہوگا۔

تخریج حدیث: أخرجه صحیح بخاری کتاب المظالم (باب اذا اذن انسان لآخر شيئا جاز) و کتاب الشرکة (باب القران فی التمربین الشرکاء) و کتاب الاطعمة (باب القران فی التمر). وصحیح مسلم کتاب الاشربة (باب نهی الاکل مع جماعة عن قران تمرتین) و احمد ۲/۵۰۶۳ و ابوداود و الترمذی و ابن ماجه و مصنف بن ابی شیبه و ابن حبان ۵۲۳۱ و هکذا فی البیهقی ۷/۲۸۱۔

راوی حدیث حضرت جبلہ بن سحیم کے مختصر حالات:

نام: جبلہ، ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ کوفی تابعی ہیں اور ان کا شمار اسماء الرجال والوں نے ثقات میں کیا ہے۔

وفات: ان کا انتقال ۱۲۵ھ میں ہوا، اور ان سے چھ روایات مروی ہیں۔

(۱) روضۃ المتقین ۲/۲۸۳، نفس مصدر

(۱۰۶) بَابُ مَایَقُوْلُهٗ وَیَفْعَلُهٗ مَنْ یَأْکُلُ وَلَا یَشْبَعُ

جو شخص کھانا کھائے اور سیر نہ ہو تو وہ کیا کہے اور کیا کرے؟

ایک ساتھ کھانا کھانے سے آدمی سیر ہوجاتا ہے

(۷۴۳) ﴿عَنْ وَحْشِیِّ بْنِ حَرْبٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ أَصْحَابَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالُوْا: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، إِنَّا نَأْکُلُ وَلَانَشْبَعُ؟ قَالَ: "فَلَعَلَّکُمْ تَفْتَرِقُوْنَ" قَالُوْا: نَعَمْ. قَالَ: "فَاجْتَمِعُوْا عَلٰی طَعَامِکُمْ وَاذْکُرُوا اسْمَ اللّٰهِ، یُبَارَکْ لَکُمْ فِیْهِ﴾ (رواہ ابوداود).

ترجمہ: ”حضرت وحشی بن حرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ کے صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم کھانا کھاتے ہیں، مگر سیر نہیں ہوتے؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: شاید کہ تم الگ الگ کھاتے ہو انہوں نے عرض کیا ہاں، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: پس تم کھانا اجتماعی طریقے سے کھاؤ اور بسم اللہ پڑھو تمہارے لئے کھانے میں برکت ڈال دی جائے گی۔“ (ابوداود)

لغات: ❖ تفترقون: افترق: وتفارق: ضد ہے تجمع اور اجتمع و تجامع کی۔ ایک ایک ہونا۔ جدا جدا ہونا۔

تشریح: **ایک ساتھ کھانے کی فضیلت**

ایک دوسری روایت میں بھی آتا ہے کہ مل کر کھاؤ اور الگ الگ نہ کھاؤ کیونکہ جماعت کے ساتھ کھانے میں برکت ہے۔[1]

اسی طرح ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مل کر کھاؤ، الگ الگ نہ کھاؤ[2] نیز ایک روایت میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ترین، پسندیدہ وہ کھانا ہے جس پر بہت سے لوگوں کے ہاتھ شامل

ہوں۔ (۳)

حدیث بالا سے معلوم ہوا اکھٹے بیٹھ کر کھانا اور کھاتے وقت بسم اللہ پڑھنا یہ دونوں برکت کا باعث ہیں کیونکہ جماعت پر اللہ جل شانہ کی مدد ونصرت ہوتی ہے، کم کھانا بھی کافی ہوجاتا ہے اور ایک ساتھ کھانا یہ باہمی الفت ومحبت کا سبب بھی ہے۔

علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں جماعت کے ساتھ کھانا مستحب ہے۔ تنہا نہ کھائے۔ جس قدر لوگ ہوں گے اتنی ہی برکت زائد ہوگی۔ بسا اوقات آدمی تنہا حرص کی وجہ سے کھاتا ہے اس کی اصلاح بھی ساتھ کھانے میں ہے۔ (۴)

سوال: قرآن میں بھی تو ہے "لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَأْكُلُوْا جَمِيْعًا اَوْ اَشْتَاتًا" تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم الگ الگ کھانا کھاؤ یا اکھٹے ہوکر۔ اس آیت سے بھی تنہا کھانے کی اجازت معلوم ہوتی ہے۔

جواب: آیت کا محمل ان لوگوں کے لئے ہے جو اکیلے ہی رہتے ہیں۔ ان کو رخصت دی جارہی ہے کہ وہ مشقت میں نہ پڑیں بلکہ اکیلے ہی کھا سکتے ہیں اور احادیث ان لوگوں کے لئے ہیں جو ایک ساتھ رہنے کے باوجود ایک ساتھ کھانا نہیں کھاتے۔

تخریج حدیث: أخرجه سنن ابی داود کتاب الاطعمة (باب الاجتماع علی الطعام(و احمد ۶۰۷۸/۵ و ابن ماجه والحاکم ۲/ ۲۵۰۰ و فی اسناده الولید بن مسلم و قد عنعن.

راوی حدیث حضرت وحشی بن حرب رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات:

نام: وحشی، ابودسمہ کنیت، نسلاً حبشی، حضرت جبیر بن مطعم کے غلام تھے۔ جنگ بدر میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے جبیر بن مطعم کے چچا طعیمہ بن عدی کو قتل کیا تھا، اس لئے جبیر کو اس کے انتقام کی بڑی فکر تھی۔ احد کی لڑائی میں جبیر نے وحشی سے کہا کہ اگر تم حضرت حمزہ کو شہید کردو گے تو آزاد۔ تو وحشی نے حضرت حمزہ کو ایسا نیزہ مارا جو ناف کے آر پار ہوگیا اور اسی جگہ وہ شہید ہوگئے (بخاری کتاب المغازی)

اسلام: فتح مکہ کے بعد مدینہ منورہ میں حاضر ہوکر مسلمان ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وحشی تجھ کو دیکھ کر مجھ کو میرے چچا حضرت حمزہ یاد آجاتے ہیں۔ حضرت حمزہ کی شہادت کا جرم حضرت وحشی کے دل پر ایسا زخم تھا جس کی وہ تلافی کرنا چاہتے تھے۔ تو جب مسیلمہ کذاب سے جنگ ہوئی تو وحشی نے وہی نیزہ لیا جس سے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تھا، اسی نیزے سے مسیلمہ کذاب کے سینہ پر ایسا وار کیا جو سینہ کے آر پار ہوگیا۔

وفات: حمص میں انتقال ہوا۔

مرویات: بعض کہتے ہیں کہ آٹھ اور بعض کے نزدیک ان سے چار روایات منقول ہے۔

---

(۱) ابن ماجہ وترغیب وترہیب ۱۳۳/۳
(۲) طبرانی وترغیب ۱۳۴/۳
(۳) ترغیب ۱۳۴/۳
(۴) عمدۃ القاری ۴۰/۲۱

(۱۰۷) بَابُ الْاَمْرِ بِالْاَكْلِ عَنْ جَانِبِ الْقَصْعَةِ وَالنَّهْيِ عَنِ الْاَكْلِ مِنْ وَسْطِهَا

برتن کے کنارے سے کھانے کا حکم اور اس کے درمیان سے کھانے کی ممانعت

﴿فِيهِ قَوْلُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ كُلْ مِمَّا يَلِيكَ. متفق عليه﴾ (۱)

ترجمہ: ''اس باب میں آپ ﷺ کا ارشاد گرامی، جو پہلے گزر چکا ہے کہ اپنے سامنے سے کھاؤ۔''

تخریج حدیث: "تقدم تخريجه في باب "الامر بالمحافظة على السنة و آدابها"

(۱) یہ حدیث پہلے گزر چکی ہے۔
باب الامر بالمحافظة على السنة و آدابها میں اور تحريم الكبر والاعجاب میں بھی اور باب الاكل مما يليه و وعظه وتاديبه......الخ میں بھی۔

برکت کھانے کے درمیان میں نازل ہوتی ہے

(۷۴۴) ﴿وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اَلْبَرَكَةُ تَنْزِلُ وَسَطَ الطَّعَامِ، فَكُلُوْامِنْ حَافَتَيْهِ وَلَاتَأْكُلُوْامِنْ وَسَطِهِ﴾ رواه أبوداودوالترمذی وقال: حديث حسن صحيح.

ترجمہ: ''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا برکت کھانے کے درمیان میں اترتی ہے پس تم برتن کے دونوں کناروں سے کھاؤ اور اس کے درمیان سے نہ کھاؤ (ابوداود، ترمذی۔ اور صاحب ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے)''

لغات: ❖ حافتيه: گوشہ۔ تثنیہ ہے حافة کی الحاف (فاعل) تیز نظر بد لگانے والا۔ الحف (مصدر) والحفف گوشہ، نشان قدم۔

تشریح: حدیث بالا والا مضمون متعدد روایات میں آتا ہے کہ برکت کھانے کے وسط میں نازل ہوتی ہے، برتن کے کنارے سے کھانا چاہئے تاکہ کھانے کی برکت آخر تک برقرار رہے۔ حدیث بالا میں بھی اسی کی ترغیب دی گئی ہے کہ برتن کے کناروں سے کھانا چاہئے، درمیانی حصہ کو شروع میں ہی ختم نہیں کرنا چاہئے۔

تخریج حدیث: أخرجه سنن ابی داود كتاب الاطعمة (باب ماجاء فی الاكل من اعلی الصحفة) و سنن الترمذی ابواب الاطعمة (باب ما جاء فی كراهية الاكل من وسط الطعام) و احمد ۲۴۳۹/۱۔ و ابن ماجه و ابن حبان ۵۲۴۵ و الحاكم ۷۱۱۸/۴۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حالات اس سے قبل حدیث نمبر(۱۱) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

آپ ﷺ کا ایک پیالہ تھا جس کا نام غراء تھا

(٧٤٥) ﴿وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُسْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَصْعَةٌ يُقَالُ لَهَا الْغَرَّاءُ، يَحْمِلُهَا أَرْبَعَةُ رِجَالٍ، فَلَمَّا أَضْحَوْا وَسَجَدُوا الضُّحَى، أُتِيَ بِتِلْكَ الْقَصْعَةِ، يَعْنِي وَ قَدْ ثُرِدَ فِيهَا، فَالْتَفُّوا عَلَيْهَا، فَلَمَّا كَثُرُوا، جَثَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَ أَعْرَابِيٌّ: مَاهٰذِهِ الْجِلْسَةُ؟ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ اللّٰهَ جَعَلَنِي عَبْداً كَرِيماً، وَلَمْ يَجْعَلْنِي جَبَّاراً عَنِيداً" ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كُلُوا مِنْ حَوَالَيْهَا، وَدَعُوا ذِرْوَتَهَا يُبَارَكْ فِيهَا﴾

(رواه ابو داود بإسناد جيد).

"ذروتها": أعلاها: بكسر الذال وضمها.

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ کا ایک پیالہ تھا جس کا نام غراء تھا۔ اس کو چار آدمی اٹھاتے تھے۔ جب چاشت کا وقت ہوتا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم چاشت کی نماز پڑھ لیتے تو وہ پیالہ لایا جاتا۔ اس میں ثرید ہوتی۔ لوگ اس کے اردگرد جمع ہوجاتے، اور جب لوگ زیادہ ہوتے تو آپ ﷺ گھٹنوں کے بل بیٹھ جاتے۔ چنانچہ ایک دیہاتی نے یہ کہا یہ کس طرح کا بیٹھنا ہے؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا بے شک اللہ جل شانہ نے مجھ کو مہربان بندہ بنا کر بھیجا ہے، متکبر اور سرکش نہیں بنایا۔ پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تم اس کے کناروں سے کھاؤ اور اس کا اوپر (درمیانی) والا حصہ چھوڑ دو، اس میں برکت نازل ہوتی ہے (ابوداود، اس حدیث کی سند عمدہ ہے)''

"ذِرْوَتَهَا" ذال کے کسرہ، ضمہ کے ساتھ بمعنی پیالہ کا درمیانی حصہ۔

لغات: ❖ فالتفوا عليها: اکٹھا ہونا۔ التف وتلفف. عليه القوم. اکٹھا ہونا۔ فی ثوبه. کپڑے میں لپٹنا۔ جثا: (ن) جثوا وجثی (ض) جثيا و جثيا زانو پر بیٹھنا یا انگلیوں کے بل، صفت (جاثٍ) ج: جثي و جثي، مؤنث جاثية.

تشریح: قَصْعَةٌ يُقَالُ لَهَا الْغَرَّاءُ پیالہ تھا جس کا نام غراء تھا۔ ''قَصْعَةٌ'' اس برتن کو کہتے ہیں جس میں دس آدمی کھانا کھا سکیں، اس برتن کو ''غراء'' کہتے تھے غراء کے معنی ہوتے ہیں چمکدار، بڑے برتن، کیونکہ وہ بھی بڑا ہونے کی وجہ سے کھلا اور کشادہ تھا۔ وَقَدْ ثُرِدَ: اس میں ثرید تیار کیا گیا تھا۔ ثرید اس کھانے کو کہتے ہیں جو روٹی کو شوربے میں ملا کر تیار کیا گیا ہو۔

فَلَمَّا کَثُرُوْا جَثَا: جب لوگ زیادہ ہوجاتے تو آپ ﷺ گھٹنوں کے بل بیٹھ جاتے۔ اس میں آپ ﷺ کے تواضع اور عاجزی کو بیان کیا جارہا ہے کہ آپ ﷺ اپنی کوئی خاص ہیئت نہیں رکھتے تھے، عام لوگوں کی طرح آپ ﷺ اٹھتے بیٹھتے تھے۔

کلوا من حوالیھا: اس کے کنارے سے کھاؤ۔

حَوَالَیْھَا: ''ھا'' ضمیر مفرد کا مطلب یہ ہے کہ اس میں ہر ایک کو خطاب ہے کہ یہ شخص اپنے کنارے سے کھائے، درمیان میں برکت نازل ہوتی ہے، اس سبب سے اس کو چھوڑ دو تاکہ آخر تک برکت نازل ہوتی رہے۔

تخریج حدیث: أخرجه سنن ابی داود و سنن ابن ماجه و اسناده صحیح.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۱۰۸) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱۰۸) بَابُ کَرَاھِیَةِ الْاَکْلِ مُتَّکِئًا

ٹیک لگا کر کھانا کھانے کی کراہیت کا بیان

آپ ﷺ ٹیک لگا کر کھانا نہیں کھاتے تھے

(۷۴۶) ﴿عَنْ اَبِیْ جُحَیْفَةَ وَھْبِ بْنِ عَبْدِاللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ "لَا آکُلُ مُتَّکِئًا"﴾ (رواہ البخاری)

"قَالَ الْخَطَّابِیُّ: اَلْمُتَّکِئُ ھُنَا: ھُوَالْجَالِسُ مُعْتَمِداً عَلٰی وِطَاءٍ تَحْتَہٗ، قَالَ: وَأَرَادَأَنَّہٗ لَایَقْعُدُ عَلَی الْوِطَاءِ وَالْوَسَائِدِ کَفِعْلِ مَنْ یُرِیْدُ الْاِکْثَارَمِنَ الطَّعَامِ، بَلْ یَقْعُدُمُسْتَوْفِزًالَامُسْتَوْطِئًا، وَیَأْکُلُ بُلْغَةً، ھٰذَاکَلَامُ الْخَطَّابِیِّ، وَأَشَارَغَیْرُہٗ إِلٰی أَنَّ الْمُتَّکِیءَ ھُوَالْمَائِلُ عَلٰی جَنْبِہٖ. والله أعلم.

ترجمہ: ''حضرت ابو جحیفہ وہب بن عبداللہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا میں ٹیک لگا کر کھانا نہیں کھاتا۔

امام خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہاں ٹیک لگانے سے وہ آدمی مراد ہے جو اپنے نیچے بچھائے ہوئے گدے پر سہارا لے کر بیٹھے، مقصد اس سے یہ ہے کہ آپ ﷺ گدے اور تکیوں پر اس آدمی کی طرح نہیں بیٹھتے تھے جو زیادہ کھانے کا ارادہ رکھتا ہے، بلکہ آپ ﷺ اپنے آپ کو سہارا دے کر بیٹھتے اور کسی چیز پر ٹیک نہ لگاتے اور بقدر کفایت کھانا کھاتے تھے۔ علامہ خطابی کے علاوہ دوسرے علماء فرماتے ہیں کہ اس سے مراد وہ شخص ہے جو ایک

پہلو کی طرف جھک کر کھائے۔ واللہ اعلم۔"

لغات: ❖ متکئا: اتکأ اتکاء: سہارا لینا۔ تکیہ لگانا۔ وطاء: الوَطاء والوِطاء: فرش۔ پست و نرم زمین۔ مستوفزاً: استوفز استیفازاً فی قعدته: غیر مطمئن بیٹھنا اور اٹھنے کیلئے تیار بیٹھنا۔ مستوطئاً: استوطاء، الشیء. نرم پانا۔

الوطء (مصدر) والوطاء: پست و نرم زمین۔ بلغة: البلغ: گزارہ کی مقدار۔

تشریح:

ٹیک لگانے کی کئی صورتیں ممکن ہیں

قَالَ الْخَطَّابِیُّ: ٹیک لگانے کے دو مطلب تو خود علامہ نووی نے بیان کئے۔ ٹیک لگانے کی علماء نے مزید کئی صورتیں بیان کی ہیں وہ سب ہی مراد ہوسکتی ہیں:

دو پہلوؤں میں سے کسی ایک پہلو پر ٹیک لگانا۔

زمین پر ایک ہاتھ رکھ کر ٹیک لگانا۔

چارزانو بیٹھنا۔

پیٹھ کو دیوار یا تکیہ وغیرہ کا سہارا لگانا۔

یہ سب صورتیں منع ہیں کیونکہ مومن کا کھانا کھانا یہ بھی عبادت ہے اور عبادت میں تواضع کی صورت مطلوب ہے۔ (۱)

ٹیک لگا کر کھانے میں نقصانات

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ٹیک لگا کر کھانے سے معدے میں کھانا آسانی سے نہیں پہنچتا، معدہ ایک جانب جھک جاتا ہے۔ (۲) اور حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ اس کو مکروہ فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اس سے پیٹ بڑا ہوجاتا ہے۔ (۳)

تخریج حدیث: أخرجه صحیح بخاری کتاب الاطعمة (باب الاکل متکئا) واحمد ۱۸۷۷۹/۶، وابوداود و ترمذی وابن ماجه والدارمی ۱۰۶/۲ وابن حبان ٥٦٤٠، و هکذا فی البیهقی ٤٩/٧۔

راوی حدیث حضرت ابوجحیفہ وہب بن عبداللہ کے مختصر حالات:

نام: وہب، ابوجحیفہ کنیت، والد کا نام: عبداللہ عامری ہے، کوفہ کے رہنے والے ہیں، کم سن صحابہ میں سے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں یہ بالغ نہیں ہوئے تھے، اس کے باوجود انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نقل کی ہے۔

وفات: ۷۴ھ میں کوفہ میں انتقال ہوا۔

---

(۱) سیرۃ الشامی ۲۶۲/۷ وسفر السعادۃ

(۲) زاد المعاد و جمع الوسائل ۱۹۱

(۳) جمع الوسائل ۱۹۱

کبھی آپ ﷺ کھاتے وقت پنڈلیوں کو کھڑا بھی رکھتے تھے

(۷۴۷) ﴿وَعَنْ اَنسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ جَالِساً مُقْعِیاً یَأکُلُ تَمْراً﴾ (رواه مسلم).

"اَلْمُقْعِیْ" هُوَالَّذِیْ یُلْصِقُ أَلْیَتَیْهِ بِالْاَرْضِ، وَیَنْصُبُ سَاقَیْهِ.

ترجمہ: "حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے آپ ﷺ کو اس حالت میں بیٹھے ہوئے دیکھا کہ آپ ﷺ کے دونوں زانو کھڑے ہوئے تھے اور آپ ﷺ کھجور تناول فرما رہے تھے۔ "المقعی" یعنی وہ شخص جو اپنے سرین کو زمین کے ساتھ رکھے اور اپنی پنڈلیوں کو کھڑا رکھتا ہو۔ (مسلم)"

لغات: ❖ مقعیا: سرین زمین پر اور دونوں ٹانگیں کھڑی کر کے بیٹھنا۔ (باب افعال سے) القعوۃ: ران کی جڑ۔ جمع قعیٌ.

تشریح: جَالِسًا مُقْعِیًا: آپ ﷺ کے دونوں زانو کھڑے تھے۔

کھانا کھاتے وقت کس طرح بیٹھنا چاہئے

کھانے کیلئے آپ ﷺ سے کئی طرح بیٹھنا ثابت ہے مثلاً:
دونوں قدموں کے بل بیٹھے (یعنی اکڑوں)
دائیں پیر کو اٹھالے اور بائیں پیر کو بٹھالے۔
بقول ابن قیم رحمہ اللہ کے آپ سرین کے بل بیٹھتے تھے اور بائیں پیر کے تلوے کو دائیں پیر کے اوپر رکھتے یہ سب سے انفع حالت ہے۔ (۱)

صاحب سفر السعادۃ لکھتے ہیں کہ کھانے کے وقت اس ہیئت پر بیٹھنا مستحب ہے کہ دونوں رانوں کو کھڑا کر لے اور دونوں قدموں کی پشت پر بیٹھے۔ بہر حال جو کیفیت حدیث بالا میں فرمائی گئی ہے یہ غیر اطمینان بخش ہے یہ عموماً اس وقت کی کیفیت ہوتی ہے جب کہ آپ ﷺ بہت جلدی میں ہوتے کہ چند کھجوروں کے ذریعے سے بھوک ہٹا کر کسی اہم کام میں مشغول ہونا پڑتا تھا۔ (۲)

تخریج حدیث: أخرجه صحیح مسلم کتاب الاشربة (باب استحباب تواضع الاکل و صفة قعوده) و ابو داود.

نوٹ: راوی حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۱۵) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔
(۱) شرح مناوی ۱۹۱ (۲) سفر السعادۃ (۳) مظاہر حق

(۱۰۹) بَابُ اِسْتِحْبَابِ الْاَكْلِ بِثَلَاثِ أَصَابِعَ، وَاسْتِحْبَابِ لَعْقِ الْاَصَابِعِ وَكَرَاهَةِ مَسْحِهَا قَبْلَ لَعْقِهَا وَاسْتِحْبَابِ لَعْقِ الْقَصْعَةِ وَأَخْذِ اللُّقْمَةِ الَّتِي تَسْقُطُ مِنْهُ وَأَكْلِهَا وَجَوَازِ مَسْحِهَا بَعْدَ اللَّعْقِ بِالسَّاعِدِ وَالْقَدَمِ وَغَيْرِهِمَا

تین انگلیوں سے کھانے، انگلیوں اور برتن کو چاٹنے، اور چاٹنے سے پہلے انہیں صاف کرنے کی کراہیت، اور گرے ہوئے لقمہ کو اٹھا کر کھانے کا پسندیدہ ہونا، اور چاٹنے کے بعد انگلیوں کو کلائی اور تلووں وغیرہ سے صاف کرنا مستحب ہونے کا بیان

کھانے کے بعد انگلیوں کو صاف کر لینا چاہئے

(۷۴۸) ﴿عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِذَا أَكَلَ أَحَدُكُمْ طَعَامًا، فَلَا يَمْسَحْ حَتّٰى يَلْعَقَهَا أَوْ يُلْعِقَهَا﴾ (متفق علیہ)

ترجمہ: "حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص کھانا کھائے تو اپنی انگلیاں صاف نہ کرے یہاں تک کہ انہیں چاٹ لے یا چٹوا دے۔ (بخاری و مسلم)"

لغات: ❖ یلعقها: لعق (س) لعقا و لَعقة و لُعقةً. العسل ونحوه. شہد وغیرہ کو زبان یا انگلی سے چاٹنا۔ العق ولعق: چٹانا۔

تشریح: يَلْعَقَهَا اَوْ يُلْعِقَهَا: چاٹ لے یا چٹوا دے۔ انگلیوں کا چاٹنا یہ بھی سنت رسول اللہ سے ثابت ہے اور یہ چاٹنا فقہاء کی اصطلاح میں مستحب ہے۔ علامہ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں بغیر چاٹے ہاتھ دھونا ممنوع ہے۔ انگلیاں جس میں کھانے کے اجزاء ملے ہوں اس کو خود چاٹ لے یا دوسرے کو چاٹنے دے مگر اس سے چٹوائے جس کو کراہیت محسوس نہ ہو، مثلاً اولاد، شاگرد، بیوی، لونڈی، خادم وغیرہ۔ [1]

تخریج حدیث: أخرجه صحیح بخاری کتاب الاطعمة (باب لعق الاصابع) و صحیح مسلم کتاب الاشربة (باب استحباب لعق الاصابع والقصعة) و ابن ماجه و احمد ۱/۱۹۲٤۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۱۱) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔
(۱) فتح الباری ۵۷۸/۹ و ہکذا فی عمدۃ القاری

آپ ﷺ تین انگلیوں سے کھانا نوش فرماتے تھے

(۷٤۹) ﴿وَعَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْكُلُ بِثَلاثِ أَصَابِعَ وَإِذَا فَرَغَ لَعِقَهَا.﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ: ''حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے آپ ﷺ کو تین انگلیوں سے کھانا کھاتے ہوئے دیکھا، پھر جب آپ کھا کر فارغ ہوگئے تو آپ ﷺ نے ان کو چاٹ لیا۔''

لغات: ❖ فرغ: فرغ (ف ن) وفرغ (س) فراغاوفروغاً. من العمل. کام سے خالی ہونا۔ فرغ من الشیء: پورا کرنا۔ تمام کرنا۔ فرغ (ک) فراغةً: رنجیدہ ہونا۔ گھبرانا۔

تشریح: ضرورت کی بناء پر پانچوں انگلیوں کا استعمال جائز ہے

اسی طرح حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں آتا ہے کہ آپ ﷺ تین انگلیوں سے کھاتے تھے اور فارغ ہونے پر ان کو چاٹ لیتے تھے (۱) علماء فرماتے ہیں حضور اقدس ﷺ کی عادت شریفہ تین ہی انگلیوں سے کھانا نوش فرمانے کی تھی مگر ضرورت کے پیش نظر کبھی چوتھی انگلی اور کبھی پانچوں انگلیوں کا بھی استعمال فرما لیتے تھے۔ (۲)

ابن عربی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کوئی پانچ انگلیوں سے کھانا چاہے تو کھا سکتا ہے (۳) اسی طرح ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں چار اور پانچ انگلیوں کا استعمال ضرورت کی بناء پر ہے، یہی بات امام نووی رحمہ اللہ کے کلام سے مفہوم ہوتی ہے۔ علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں بلاضرورت پانچ انگلیوں سے کھانے والا تارک سنت ہوگا۔ تین انگلیوں سے کھانے کی مصلحت یہ ہے کہ لقمہ چھوٹا ہو، زیادہ تعداد میں نہ کھایا جاسکے۔ (۴)

تخریج حدیث: أخرجه صحیح مسلم کتاب الاشربة (باب استحباب لعق الاصابع والقصعة). و ابوداود والترمذی فی الشمائل ۱٤٤۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۴۸۸) میں گزر چکے ہیں۔
(۱) مجمع الزوائد ومسند بزار (۲) فتح الباری ۵۷۸/۹ (۳) شرح المناوی ۱۹۰ (۴) عمدۃ القاری ۱۱۲/۲۱ و ہکذا فی خصائل ۱۱۲

آپ ﷺ نے انگلیوں کے چاٹنے کا حکم دیا

(۷۵۰) ﴿وَعَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِلَعْقِ الْأَصَابِعِ وَالصَّحْفَةِ، وَ قَالَ: "إِنَّكُمْ لَاتَدْرُوْنَ فِیْ أَیِّ طَعَامِكُمُ الْبَرَكَةُ"؟﴾ (رواه مسلم)

ترجمہ: ''حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بے شک آپ ﷺ نے انگلیاں اور پیالہ چاٹنے کا حکم فرمایا ہے۔ اور آپ ﷺ نے فرمایا۔ یقیناً تم نہیں جانتے کہ تمہارے کون سے کھانے میں برکت ہے۔'' (مسلم)

لغات: ❖ الصحفة: بڑا چوڑا پیالہ جس سے پانچ آدمی آسودہ ہوجائیں۔ جمع: صحاف.

تشریح: اَمَرَ بِلَعْقِ الْاَصَابِعِ وَ الصَّحْفَةِ: آپ ﷺ نے انگلیوں اور پیالہ کو چاٹنے کا حکم فرمایا۔

انگلیوں کے چاٹنے کی حکمتیں

انگلیوں کو چاٹنا اور ساتھ میں برتن کو بھی، اس کی احادیث میں بڑی فضیلت اور تاکید آئی ہے۔ عمدۃ القاری میں علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ کہنا کہ چاٹنا حرص کی علامت ہے، یہ جہالت ہے بلکہ نعمت خداوندی کی قدر کی علامت ہے۔ انگلیوں کا چاٹنا یہ دافع کبر بھی ہے (۱) علامہ خطابی فرماتے ہیں بعض بے وقوف انگلیاں چاٹنے کو ناپسند اور برا عمل سمجھتے ہیں حالانکہ ان کو اتنی عقل نہیں کہ انگلیوں میں جو کھانا لگا ہوا ہے وہی تو ہے جو اتنی دیر سے کھایا جارہا تھا۔ علامہ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کوئی شخص اپنے فعل کو قبیح سمجھے تو اس کے متعلق کلام کیا جاسکتا ہے مگر جو آپ ﷺ کے کسی فعل کو قباحت کی طرف منسوب کرے تو اس کے کفر کا اندیشہ ہے۔

آجکل جدید سائینس کی تحقیق کے مطابق پلیٹ کے پیندے میں وٹامنز اور خاص طور پر کھانے کے پیندے میں موجود وٹامن بی کمپلیکس اور ایسے غذائی اجزاء ہوتے ہیں جو تمام کھانے میں کم اور اس پیندے میں زیادہ ہوتے ہیں۔ اغذیہ میں موجود معدنی نمکیات (mineral salts) تو صرف پیندے ہی میں ہوتے ہیں، اس کے چاٹنے سے آدمی کی صحت صحیح رہتی ہے۔

انگلیوں کو چاٹنے کا طریقہ

سب سے پہلے بیچ والی پھر شہادت کی پھر انگوٹھا۔ (۲)

علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ اس طرح چاٹنے کی حکمت یہ بیان فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے بیچ والی کو اس لئے چاٹنا چاہئے کہ وہ کھانے میں زیادہ ملوث ہوتی ہے یا اس وجہ سے کہ وہ لمبی ہے پہلے لگی ہوگی۔ (۳)

تخریج حدیث: أخرجه صحیح مسلم کتاب الاشربة (باب استحباب لعق الأصابع والقصعة).

نوٹ: راوی حدیث حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۴) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) عمدۃ القاری ۲۱/۷۶

(۲) حاشیۃ جمع الوسائل ۱۸۹

(۳) عمدۃ القاری ۲۱/۷۶

اگر لقمہ گر جائے تو صاف کر کے کھالینا چاہیئے

(۷۵۱) ﴿وَعَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِذَاوَقَعَتْ لُقْمَةُ أَحَدِكُمْ، فَلْيَأْخُذْفَلْيُمِطْ مَاكَانَ بِهَامِنْ أَذًى وَلْيَأْكُلْهَا، وَلَايَدَعْهَالِلشَّيْطَانِ، وَلَايَمْسَحْ يَدَهُ بِالْمِنْدِيْلِ حَتّٰى يَلْعَقَ أَصَابِعَهُ فَإِنَّهُ لَايَدْرِيْ فِيْ أَيِّ طَعَامِهِ الْبَرَكَةُ﴾ (رواه مسلم)

ترجمہ: ''حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم سے کسی کا لقمہ گر جائے تو اسے اٹھالے اور اس میں جو گندگی لگ جائے تو اسے صاف کر لے اور کھالے اور اسے شیطان کے لئے نہ چھوڑے اور اپنے ہاتھ کو تولیئے سے نہ پونچھے یہاں تک کہ اپنی انگلیاں چاٹ لے، اس لئے کہ وہ نہیں جانتا کہ اس کے کون سے کھانے میں برکت ہے؟'' (مسلم)

لغات: ❖ فلیمط: (فلینزل) ماطه واماطه وماط به: (ض) جدا کرنا۔ دور کرنا۔ لے جانا۔ ماط یمیط میطاً و میطاناً واماط اماطةً – عن کذا: جدا ہونا۔ دور ہونا۔

تشریح: فَلْيُمِطْ مَاكَانَ بِهَا: لقمہ گر جائے تو اس کو اٹھالے اور کھالے۔ گرے ہوئے لقمہ کے اٹھانے اور کھانے میں قباحت یا کراہیت محسوس نہ کرے، سنت سمجھ کر کھالے تو ثواب عظیم ملے گا، شاید اسی گرے ہوئے لقمہ میں برکت ہو۔ ہاں اگر وہ لقمہ نجاست اور گندگی پر گرا ہو تو تب بھی اس کو دھو کر صاف کر کے کھالے، بشرطیکہ اس کو دھونا ممکن ہو ورنہ پھر بلی یا کتے وغیرہ کو کھلادے۔ علماء فرماتے ہیں اس میں تواضع اور عاجزی کا اظہار بھی ہے اور اللہ جل شانہ کی نعمت کی قدر دانی بھی ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه صحیح مسلم کتاب الاشربة (باب استحباب لعق الاصابع والقصعة) واحمد ۱٤۹٤۲/٥۔ و الترمذی و ابن ماجه و ابن حبان ٥۲٥۳ و هکذا فی مصنف ابن ابی شیبة ۲۹۷/۸۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۴) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

گرا ہوا لقمہ صاف کر کے خود کھالے، شیطان کے لئے نہ چھوڑے

(۷۵۲) ﴿وَعَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِنَّ الشَّيْطَانَ يَحْضُرُ أَحَدَكُمْ عِنْدَ كُلِّ شَيْءٍ مِنْ شَأْنِهِ، حَتّٰى يَحْضُرَهُ عِنْدَ طَعَامِهِ، فَإِذَا سَقَطَتْ لُقْمَةُ أَحَدِكُمْ فَلْيَأْخُذْهَا فَلْيُمِطْ مَا كَانَ بِهَا مِنْ أَذًى، ثُمَّ لِيَأْكُلْهَا وَلَا يَدَعْهَا لِلشَّيْطَانِ، فَإِذَا فَرَغَ فَلْيَلْعَقْ أَصَابِعَهُ، فَإِنَّهُ لَا يَدْرِيْ فِيْ أَيِّ طَعَامِهِ الْبَرَكَةُ﴾

(رواہ مسلم)

ترجمہ: ''حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بلا شبہ شیطان تمہارے ایک کے ساتھ اس کے ہر کام کے وقت موجود رہتا ہے حتیٰ کہ اس کے کھانے کے وقت بھی اس کے پاس موجود رہتا ہے، پس جب تم میں سے کسی کا لقمہ گر جائے تو اسے اٹھالے اور اس میں جو گندگی (مٹی وغیرہ) لگ گئی ہو اس کو صاف کر لے پھر اسے کھالے۔ اور اسے شیطان کے لئے نہ چھوڑے۔ پھر جب کھا کر فارغ ہوجائے تو اپنی انگلیاں چاٹ لے، اس لئے کہ وہ نہیں جانتا کہ اس کے کون سے کھانے میں برکت ہے۔''

لغات: ❖ یحضرہ: حضر (ن) حضوراً وحضارۃً موجود ہونا (حضارۃً) شہر میں مقیم ہونا۔ حضر (س) و حضر (ن) حُضوراً المجلس: حاضر ہونا۔

تشریح: إِنَّ الشَّيْطَانَ يَحْضُرُ أَحَدَكُمْ: بلا شبہ شیطان تمہارے ساتھ رہتا ہے۔ شیطان آدمی کے ساتھ ساتھ ہر وقت رہتا ہے اور ہر وقت ہی وہ کوشش کرتا ہے کہ وہ انسان کو اللہ کی نافرمانی پر آمادہ کرے۔ اگر کھانے کے شروع میں بسم اللہ پڑھ لی جائے تو اس سے آدمی شیطان کے ہتھکنڈوں سے بچ جاتا ہے۔

فَإِذَا سَقَطَتْ لُقْمَةُ اَحَدِكُمْ: جب تم میں سے کسی کا لقمہ گر جائے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ گرا ہوا لقمہ صاف کر کے نہ کھانا شیطان کو خوش کرتا ہے، اور جب وہ گرے ہوئے لقمہ کو صاف کر کے کھالیتا ہے تو اس سے شیطان ناراض ہوجاتا ہے۔

شیطان کے لئے نہ چھوڑنے کا مطلب

وَلَا يَدَعْهَا لِلشَّيْطَانِ: اسے شیطان کے لئے نہ چھوڑے۔ اس بارے میں بعض علماء کی رائے تو یہ ہے کہ واقعتاً شیطان اس گرے ہوئے لقمہ کو کھالیتا ہے یعنی وہ اس جملہ کو حقیقت پر محمول کرتے ہیں۔ اور بعض علماء اس کو مجاز پر محمول کرتے ہیں۔ گرے ہوئے لقمہ کو نہ اٹھانا اور اس کو حقیر سمجھنا یہ متکبرین کی عادت ہے اور تکبر کا یہ عمل شیطانی اثرات کی وجہ سے ہے۔

فَإِذَا فَرَغَ فَلْيَلْعَقْ اَصَابِعَهُ: جب کھانے سے فارغ ہوجائے تو انگلیوں کو چاٹ لے۔ یہ اگرچہ علیحدہ حکم ہے مگر حقیقت میں پہلے ہی والے حکم سے مستفاد ہے کہ تکبر کو ترک کرنے اور تواضع وانکساری کو اختیار کرنے کا حکم دوبارہ دیا جارہا ہے، تاکہ اللہ

جل شانہ کے رزق کی طرف اپنی کامل احتیاج اور تواضع وانکساری کا اظہار ہو اور تکبر ونخوت کا کوئی شائبہ نہ پایا جائے۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح مسلم كتاب الاشربة (باب استحباب لعق الاصابع و القصعة).

نوٹ: راوی حدیث حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۴) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

کھانے کے بعد برتن کو بھی چاٹ لینا چاہئے

(۷۵۳) ﴿وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَكَلَ طَعَامًا لَعِقَ أَصَابِعَهُ الثَّلَاثَ، وَقَالَ: "إِذَا سَقَطَتْ لُقْمَةُ أَحَدِكُمْ فَلْيَأْخُذْهَا، وَلْيُمِطْ عَنْهَا الْاَذٰى، وَلْيَأْكُلْهَا وَلَا يَدَعْهَا لِلشَّيْطَانِ، وَأَمَرَنَا أَنْ نَسْلُتَ الْقَصْعَةَ وَقَالَ: إِنَّكُمْ لَا تَدْرُوْنَ فِيْ أَيِّ طَعَامِكُمُ الْبَرَكَةُ﴾

(رواه مسلم)

ترجمہ: ”حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ جب کھانا کھاتے تو اپنی تینوں انگلیاں چاٹ لیتے اور فرماتے: کہ جب تم میں سے کسی کا لقمہ گر جائے تو اسے اٹھا لے اور اس سے گندگی (مٹی وغیرہ) کو صاف کر لے اور کھالے اور اسے شیطان کے لئے نہ چھوڑے۔ اور آپ ﷺ ہمیں یہ حکم دیتے کہ ہم سالن کا برتن چاٹ کر صاف کیا کریں اور فرماتے: کیونکہ تم نہیں جانتے کہ تمہارے کون سے کھانے میں برکت ہے۔“ (مسلم)

لغات: ❖ نسلت: سلت (ض ن) سلتاً. القصعة. پیالے کو پونچھنا۔ چاٹنا۔ سلت واستلت. القصعة: پیالہ کو انگلی سے چاٹنا۔ السلاته: پیالہ کو صاف کرنے کے لئے انگلی سے جو چیز چاٹی جائے۔

تشریح: إِذَا أَكَلَ طَعَاماً لَعِقَ أَصَابِعَهُ الثَّلَاثَ: جب آپ ﷺ کھانے سے فارغ ہوتے تو اپنی تینوں انگلیوں کو چاٹ لیتے۔ احادیث کی کتابوں میں بار بار یہ جملہ آتا ہے کہ کھانے کے بعد انگلیوں کو چاٹ لیا جائے، آجکل کی سائنس بھی اس کی قائل ہیں کہ جب آدمی انگلیوں کو چاٹتا ہے تو رطوبت ہاضم انگلیوں سے نکلتی ہے اور وہ آدمی کے کھانے کے ہضم کرنے میں معاون ہوتی ہے۔ مزید یہ کہ ہاضم رطوبت (digestive secretion) کا اثر نشاستہ دار (Carbohydrates) پر پڑتا ہے مزید اس رطوبت کا اثر لبلبہ (pancreas) پر پڑتا ہے جس سے شوگر کے مریضوں کو فائدہ ہوتا ہے اور جسم میں انسولین (Insulin) کی کمی واقع نہیں ہوتی۔

مزید انگلیوں کا چاٹنا بھی اس بات کو بتاتا ہے کہ وہ رطوبت ہاضم (digestive secretion) انگلیوں پر لگی رہتی ہے، کچھ تو کھانے کے ساتھ پیٹ میں چلی جاتی ہے اور کچھ انگلیوں پر لگی رہتی ہے، اس کو چاٹنے سے وہ بھی منہ میں چلی جاتی ہے۔ نیز انگلیوں کا چاٹنا اس کا اثر آنکھوں، دماغ، اور معدے پر پڑتا ہے۔ ایک فزیشن کہتا ہے کہ میری تحقیق ہے کہ کھانے کے بعد

انگلیوں کو چاٹنا واقعتاً دل کے امراض، معدے کے امراض اور دماغی امراض کے لئے مفید اور بطور علاج ہے۔ [1]

تخریج حدیث: أخرجه صحيح مسلم كتاب الاشربة (باب استحباب لعق الاصابع والقصعة)، واحمد ۱۲۸۱۵/٤ و ترمذی و ابوداود و ابن حبان والدارمی ۹٦/۲ مصنف ابن ابی شیبه ۲۹٤/۸ و هكذا فی البيهقی ۲۷۸/۷۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث اس سے قبل حدیث نمبر (۱۵) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) سنت نبوی اور جدید سائنس ۱/۱۱۲، ۱۱۱

آگ میں پکی ہوئی چیز سے کیا وضوء ٹوٹ جاتا ہے؟

(۷٥٤) ﴿وَعَنْ سَعِيْدِبْنِ الْحَارِثِ أَنَّهُ سَأَلَ جَابِرًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ الْوُضُوْءِ مِمَّامَسَّتِ النَّارُ، فَقَالَ: لَا، قَدْكُنَّازَمَنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَانَجِدُمِثْلَ ذٰلِكَ الطَّعَامِ إِلَّا قَلِيْلاً، فَإِذَا نَحْنُ وَجَدْنَاهُ، لَمْ يَكُنْ لَنَامَنَادِيْلُ إِلَّا أَكُفَّنَاوَسَوَاعِدَنَاوَأَقْدَامَنَا، ثُمَّ نُصَلِّيْ وَلَا نَتَوَضَّأُ.﴾ (رواه البخاری)

ترجمہ: ''حضرت سعید بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے آگ پر پکی ہوئی چیز کے کھانے سے وضوء (ٹوٹنے) کا مسئلہ معلوم کیا تو انہوں نے فرمایا: کہ اس سے وضوء نہیں ٹوٹتا۔ اور فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کے زمانہ اقدس میں اس قسم کے کھانے (آگ میں پکے ہوئے) بہت کم میسر آتے تھے۔ پس جب ہم اس قسم کا کھانا کھاتے، رومال تو ہمارے پاس ہوتے نہیں تھے، پس یہ ہتھیلیاں، کلائیاں اور تلوے ہی تھے (یعنی یہ اس سے ہاتھ پونچھ لیتے) پھر بلا وضو نماز پڑھ لیتے اور نیا وضو نہیں کرتے تھے۔'' (بخاری)

لغات: ❖مست: مس (ن س) مساً ومسیساً و مِسِّیسیٰ. الشیء: چھونا۔ پہنچنا۔

تشریح: مسئلہ کی تحقیق

عَنِ الْوُضُوْءِ مِمَّامَسَّتِ النَّارُ: وضوء کے بارے میں پکی ہوئی چیز کے کھانے سے۔ بعض روایتوں میں ''مَامَسَّتِ النَّارُ'' کے کھانے سے وضوء کے ٹوٹنے کا ذکر ہے اور بعض روایتوں میں ہے کہ یہ ناقض وضوء نہیں ہے۔ یہ اختلاف شروع میں تھا، مگر بعد میں سب کا اتفاق ہوگیا کہ اب یہ ناقض وضوء نہیں ہے۔ اسی پر ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے، یہی بات حدیث بالا سے بھی معلوم ہورہی ہے۔ جن روایات میں اس کو ناقض وضوء بتایا گیا ہے اس کی متعدد تاویلات کی جاتی ہیں، مثلاً:

وہ روایات منسوخ ہیں۔

وضو سے مراد وضو لغوی ہے یعنی ہاتھ اور منہ دھونا۔

اگر وضوء شرعی بھی مراد لیا جائے تو مراد استحباب کے لئے ہوگا۔ کہ اگر آگ میں پکی ہوئی کوئی چیز کھائی ہے تو اب بہتر ہے کہ دوبارہ وضوء کرلیں تاکہ تزکیہ نفس اور تشبہ بالملائکہ ہوجائے۔

کھانے سے فارغ ہوکر ہاتھ ملنا چاہئے یا دھونا؟

لَمْ يَكُنْ لَنَا مَنَادِيْلُ إِلَّا أَكُفَّنَاوَ سَوَاعِدَنَاوَأَقْدَامَنَا: ہمارے پاس رومال نہیں ہوتے بس یہ ہتھیلیاں، کلائیاں اور تلوے ہی تھے (جن سے ہم پونچھ لیتے تھے) علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کھانے کے بعد صحابہ عموماً ہاتھ بہت کم دھوتے تھے، کھانے کے بعد ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر یا بازو یا پیر یا پنڈلی میں مل لیا کرتے تھے [۱] علامہ نووی رحمہ اللہ شرح مسلم میں فرماتے ہیں کہ ہاتھ پونچھنے کے لئے رومال کا استعمال درست ہے بلکہ مستحب یہ ہے کہ چاٹنے کے بعد ہاتھ صاف کر لے۔ [۲] حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہاتھ کو پاؤں پر مل لیا کرتے تھے۔ [۳]

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہاتھ کا ملنا اور پونچھنا دونوں ہی مستحب ہے۔ [۴] قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں اگر ہاتھ میں چپکا بہت ہوتو دھولیا جائے اور اگر چپکا بہت نہ ہوتو پھر مل لیا جائے۔

کھانے سے فارغ ہونے کے بعد ہاتھ دھونے کا طریقہ

امام غزالی رحمہ اللہ نے ہاتھ دھونے کا طریقہ یہ بتایا ہے کہ صابن وغیرہ کو اولاً بائیں ہاتھ میں لے اور پہلے داہنے ہاتھ کی تین انگلیاں دھوئے اور ان پر صابن لگا کر ہونٹ دھوئے، اس پر انگلیاں ملے، پھر منہ دھوئے، دانتوں کو اوپر نیچے سے اور تالو کو انگلی سے ملے، پھر آخر میں ان انگلیوں کو صابن سے دھوڈالے۔ [۵]

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخاری کتاب الاطعمة (باب المنديل).

راوی حدیث حضرت سعید بن الحارث کے مختصر حالات:

ان کا نام سعید، والد کا نام حارث ہے، مدینہ منورہ کے قاضی اور جلیل القدر تابعین میں سے ہیں، انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ابوسعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ سے احادیث سنی ہیں، ان کے بارے میں اسماء الرجال والوں نے لفظ مشہور کے ساتھ توثیق کی ہے۔

---

(۱) عمدۃ القاری ۲۱/۷۷
(۲) شرح مسلم ۲/۱۷۵
(۳) عمدۃ القاری ۲۱/۷۷
(۴) فتح الباری
(۵) احیاء العلوم ۲/۱۲

(۱۱۰) بَابُ تَكْثِيرِ الْاَيْدِىْ عَلَى الطَّعَامِ

کھانے پر ہاتھوں کی کثرت کا بیان

دو آدمیوں کا کھانا تین آدمیوں کے لئے کافی ہوجاتا ہے

(۷۵۵) ﴿عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "طَعَامُ الْاِثْنَيْنِ كَافِى الثَّلَاثَةِ، وَطَعَامُ الثَّلَاثَةِ كَافِى الْاَرْبَعَةِ﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دو آدمیوں کا کھانا تین کو اور تین کا کھانا چار آدمیوں کے لئے کافی ہے۔''

لغات: ❖ کافی: الکافی والکفیُّ: جو تمہارے لئے کافی ہو اور تم کو غیر سے مستغنی کردے۔ کہا جاتا ہے: ھذا رجلٌ کافیک من رجل و رجلان کافیاک من رجلین و رجال کافوک من رجال" یہ مرد تمہارے لئے فلاں مرد سے کافی ہے اور اسی قیاس پر تثنیہ اور جمع۔ کفی الرجل: مرد کا قائم مقام۔

تشریح: ایک کا کھانا دو کو اور دو کا کھانا تین کو کافی ہونے کا مطلب

طَعَامُ الْاِثْنَيْنِ كَافِى الثَّلَاثَةِ: دو آدمیوں کا کھانا تین کو کافی ہوجاتا ہے۔ اس حدیث کا مطلب محدثین یہ بیان فرماتے ہیں کہ دو آدمیوں کا کھانا جس سے وہ سیر ہوجاتے ہیں اس کو تین آدمیوں کو کھلایا جائے تو ان کو بطور قناعت کافی ہوجاتا ہے کہ تینوں کی بھوک اس سے ختم ہوسکتی ہے اور ان کو عبادت وطاعت کی قوت حاصل ہوجائے گی۔ بعض حضرات علماء فرماتے ہیں کہ حدیث بالا میں ترغیب ہے کہ آدمی کے پاس کھانا ہو تو صرف اپنے پیٹ کے بھرنے میں نہ لگ جائے، بلکہ قناعت کے بقدر کھائے اور باقی دوسرے بھوکے اور محتاج آدمی کو بھی کھلائے، اس سے باہم الفت ومحبت میں اضافہ ہوگا۔

تخریج حدیث: تقدم تخریجه فی باب الایثار والمواساة.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

دو کا کھانا چار کیلئے کافی ہوتا ہے

(۷۵۶) ﴿وَعَنْ جَابِرٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "طَعَامُ الْوَاحِدِ يَكْفِى الْاِثْنَيْنِ، وَطَعَامُ الْاِثْنَيْنِ يَكْفِى الْاَرْبَعَةَ، وَطَعَامُ الْاَرْبَعَةِ يَكْفِى الثَّمَانِيَةَ﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ: ''حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے آپ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ایک آدمی کا کھانا دو کو، اور دو کا کھانا چار کو، اور چار کا کھانا آٹھ آدمیوں کے لئے کافی ہے۔''

لغات: ❖ یکفی: کفی یکفی کفایةً: کافی ہونا صفت: کافٍ.

تشریح: طَعَامُ الْوَاحِدِ يَكْفِي الْاِثْنَيْنِ: ایک آدمی کا کھانا دو کو کافی ہوجاتا ہے۔ حدیث بالا میں بھی مکارم اخلاق اور ہمدردی وقناعت کی تعلیم ہے کہ اگر کھانا کم ہو آدمی زیادہ ہوجائیں تو مذکورہ حساب سے مل جل کر کھالینا چاہئے اس میں اللہ کی طرف سے برکت ہوگی اور ثواب بھی ملے گا۔

سوال: حدیث بالا میں تضاعف کو بیان کیا گیا ہے کہ ایک کا کھانا دو کو اور دو کا چار کو چار کا آٹھ کو اور اس سے پہلے حدیث میں ایک کا کھانا دو کو اور دو کا کھانا تین کے لئے کافی کہا گیا تھا۔

جواب: اس کا جواب محدثین فرماتے ہیں کہ یہ اختلاف اشخاص اور احوال کے تفاوت کے سبب سے فرق ہوتا ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح مسلم كتاب الاشربة (باب فضيلة المواساة فى الطعام القليل). واحمد ۵/۱۵۱۰۶ و الترمذی والدارمی ۲/ ۱۰۰ وابن ماجه وابن حبان ۵۲۳۷ ومصنف بن ابی شيبة ۳۲۲۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۴) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱۱۱) بَابُ اَدَبِ الشُّرْبِ وَاسْتِحْبَابِ التَّنَفُّسِ ثَلَاثًا خَارِجَ الْإِنَاءِ، وَكَرَاهِيَةِ التَّنَفُّسِ فِي الْإِنَاءِ، وَاسْتِحْبَابِ إِدَارَةِ الْإِنَاءِ عَلَى الْاَيْمَنِ فَالْاَيْمَنِ بَعْدَ الْمُبْتَدِئِ

پانی پینے کے آداب، برتن سے باہر تین مرتبہ سانس لینے کا استحباب، برتن میں سانس لینے کی کراہیت، اور برتن کو پہلے آدمی کے لینے کے بعد دائیں طرف باری باری گھمانے کا پسندیدہ ہونا

آپ ﷺ پیتے وقت تین مرتبہ سانس لیتے تھے

(۷۵۷) ﴿عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَنَفَّسُ فِي الشَّرَابِ

ثَلاثًا. ﴾ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. يَعْنِیْ: يَتَنَفَّسُ خَارِجَ الْإِنَاءِ.

ترجمہ: ''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ پینے کی چیز پینے کے دوران تین بار سانس لیتے تھے۔ (مسلم) یعنی برتن سے باہر سانس لیتے تھے۔''

لغات: ❖ يتنفس: تنفس: سانس لیناتنفس الرجل فی الاناء: برتن بغیر جدا کئے ہوئے پانی پینا۔ تین سانس میں پانی پینا (اضداد میں سے ہے) حدیث میں ہے ''انه صلی الله علیه وسلم کان یتنفس فی الاناء و نهی عن النفس فی الاناء'' جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تین سانس میں پانی پیتے تھے اور برتن میں سانس لینے سے منع فرماتے تھے۔''

تشریح: كَانَ يَتَنَفَّسُ فِي الشَّرَابِ ثَلاثًا: تین بار سانس لیتے تھے۔ تین بار سانس لے کر پینے کے بارے میں ایک دوسری روایت میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ اس سے آدمی زیادہ سیراب ہوتا ہے، اور اس میں پیاس بھی بجھ جاتی ہے، بدن کو بھی صحت بخشتا ہے اور معدے میں بھی بڑی آسانی ہوتی ہے [1] اس میں بھی علماء فرماتے ہیں کہ پہلی بار میں تھوڑا اور پھر دوسری بار میں اس سے زیادہ اور پھر تیسری بار میں جتنی پیاس ہو اتنا پینا چاہیے۔

تخریج حدیث: أخرجه صحیح بخاری کتاب الاشربة (باب الشرب بنفس اوثلاثة). وصحیح مسلم کتاب الاشربة (باب کراهة التنفس فی الاناء) واحمدوالترمذی وابوداؤدوابن ماجه و ابن حبان ۵۳۲۹ و مصنف ابن ابی شیبة ۲۱۹/۸ و هکذا فی البیهقی ۲۸۴/۷۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۱۵) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) رواہ مسلم

اونٹ کی طرح ایک سانس میں پانی نہ پیو

(۷۵۸) ﴿وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ''لَا تَشْرَبُوْا وَاحِداً كَشُرْبِ الْبَعِيْرِ، وَلٰكِنْ اِشْرَبُوْا مَثْنٰى وَثُلَاثَ، وَسَمُّوْا إِذَا أَنْتُمْ شَرِبْتُمْ، وَاحْمَدُوْا إِذَا أَنْتُمْ رَفَعْتُمْ﴾ رواه الترمذی وقال: حديث حسن.

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایک ہی سانس میں اونٹ کی طرح پانی مت پیو بلکہ دو دو اور تین تین سانس میں پیا کرو اور جب پینا شروع کرو تو اللہ کا نام لو اور جب فارغ ہو جاؤ تو الحمدللہ کہو۔''

لغات: ❖ رفعتم: رفع (ف) رفعاً. الشیء. اٹھانا۔ مزید میں افتعال افعال وغیرہ سے مستعمل ہے۔

تشریح: لَا تَشْرَبُوْا وَاحِدًا کَشُرْبِ الْبَعِیْرِ: اونٹ کی طرح ایک سانس میں پانی مت پیو۔ کم از کم دو سانس میں پانی پینا چاہیئے تاکہ اونٹ کی مشابہت لازم نہ آئے، مگر تین سانس میں پینا یہ بہتر اور اولی ہے۔ بعض علماء دو سانس سے پانی کے درمیان کا سانس مراد لیتے ہیں، جب دو سانس لی جائے گی تو تین سانس میں پانی پینا ہوگا۔ (۱)

وَسَمُّوْا إِذَا اَنْتُمْ شَرِبْتُمْ: جب پینے لگو تو بسم اللہ پڑھو۔ اور اسی قسم کا مضمون حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ میں نے آپ ﷺ کو دیکھا کہ تین سانس میں پانی پیتے، شروع میں بسم اللہ اور آخر میں الحمد للہ پڑھتے تھے۔ (۲)

امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ پہلی سانس کے بعد الحمد للہ، دوسری سانس کے بعد رب العالمین کا اضافہ کرے اور تیسری سانس کے بعد الرحمٰن الرحیم پڑھے۔ (۳)

تخریج حدیث: أخرجه سنن الترمذی ابواب الاشربة (باب ما جاء فی التنفس فی الاناء).

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۱۱) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) خصائل ۱۵۵

(۲) مجمع الزوائد ۵/۸۴

(۳) احیاء العلوم

پانی پیتے وقت برتن میں سانس لینا منع ہے

(۷۵۹) ﴿وَعَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى أَنْ یُتَنَفَّسَ فِی الْاِنَاءِ.﴾ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ. یَعْنِیْ: یَتَنَفَّسُ فِیْ نَفسِ الْاِنَاءِ.

ترجمہ: ''حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا کہ برتن میں سانس لیا جائے۔''

آپ ﷺ کی مراد یہ ہے کہ پیتے وقت خود برتن کے اندر ہی سانس لیا جائے یہ منع ہے۔ (برتن سے منہ کو ہٹا کر سانس لینا چاہیئے)

لغات: ❖ الاناء: برتن- جمع آنیة اور جمع الجمع: اوان آتی ہے۔

تشریح: **برتن میں سانس لینے کے نقصانات**

ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے پینے کی چیزوں میں سانس لینے سے منع فرمایا ہے۔ (۱)

پیتے وقت برتن میں سانس لینے کو منع فرمایا گیا ہے تاکہ پانی میں تھوک وغیرہ نہ گر جائے اور دوسرے شخص کو اس میں کراہیت محسوس ہوگی، بسا اوقات منہ میں بدبو پیدا ہوتی ہے تو اب سانس لینے سے پانی میں بھی بدبو پہنچ جائے گی نیز یہ کہ پانی میں سانس لینا یہ جانوروں کا طریقہ بھی ہے۔

بعض اطباء نے لکھا ہے کہ برتن میں سانس لینے سے کبھی کبھار سانس کی نالی میں پانی چلا جاتا ہے، تو سانس کی گھٹن کا یہ باعث بن جاتا ہے۔ نیز اس کے اندر جراثیم بھی داخل ہوجاتے ہیں، یہ بھی پیٹ میں چلے جاتے ہیں۔

نیز پانی میں سانس لینے سے یہ بھی خطرہ ہوتا ہے کہ پانی ناک کی نالیوں میں چلا جائے، پھر دماغ اور ناک کے پردوں میں ورم کا باعث بن جاتا ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخارى كتاب الاشربة (باب النهى عن التنفس فى الاناء الخ) و كتاب الوضوء و صحيح مسلم كتاب الاشربة (باب كراهية التنفس فى الاناء). و احمد ۸/ ۲۲۷۱۰ و النسائى، و ابن حبان ۵۲۲۸، و مصنف ابن ابى شيبه ۸/ ۲۱۸ و هكذا فى البيهقى ۵/ ۲۸۳۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کے حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۲۱۹) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔
(۱) مجمع الزوائد

تقسیم کرتے وقت دائیں جانب والے کو مقدم رکھنا چاہئے

(۷۶۰) ﴿وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُتِيَ بِلَبَنٍ قَدْشِيْبَ بِمَاءٍ، وَعَنْ يَمِيْنِهِ أَعْرَابِيٌّ وَعَنْ يَسَارِهِ أَبُوْبَكْرٍرَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، فَشَرِبَ، ثُمَّ أَعْطَى الْأَعْرَابِيَّ وَقَالَ: اَلْأَيْمَنُ فَالْأَيْمَنُ.﴾ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. قَوْلُهُ: "شِيْبَ" أَيْ: خُلِطَ.

ترجمہ: ”حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ کے پاس پانی میں ملا کر دودھ لایا گیا اور آپ ﷺ کے دائیں جانب ایک دیہاتی تھا اور بائیں جانب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے۔ آپ ﷺ نے اس کو نوش فرمایا پھر دیہاتی کو دے دیا اور ارشاد فرمایا کہ دائیں جانب والا ہی (مقدم) ہے پھر دائیں والا۔“

”شیب“ بمعنی: ملا ہوا یعنی دودھ جس میں پانی ملایا ہوا ہو۔

لغات: ❖ شیب: شاب يشوب شوباً وشيبانا. الشیء. ملانا۔ الشیاب (مصدر) ملاوٹ از باب نصر وغیرہ۔

تشریح: أُتِيَ بِلَبَنٍ قَدْ شِيْبَ بِمَاءٍ: پانی ملا ہوا دودھ لایا گیا۔ علماء فرماتے ہیں پانی ملا کر دودھ پینا گرم علاقے میں بہت مفید ہے، اس سے مزاج معتدل ہوجاتا ہے۔ حدیث بالا سے معلوم ہوا کہ دودھ میں ٹھنڈا پانی ملا کر پینا سنت ہے۔ علامہ عینی

رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ پینے کے لئے دودھ میں پانی ملانا تو سنت ہے مگر فروخت کے لئے دودھ میں پانی ملانا درست نہیں ہے۔(۱)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی بخاری شریف میں "باب شرب اللبن بالماء" کا باب قائم کیا ہے کہ پینے کیلئے دودھ میں پانی ملانا سنت ہے۔

"اَلْاَیْمَنُ فَالْاَیْمَنُ" دائیں والا پھر دائیں والا۔ جو چیز تقسیم کرنی ہوتو دائیں طرف سے تقسیم شروع کی جائے گی۔ علماء فرماتے ہیں کہ "اَیْمَنُ" کے نون پر پیش پڑھنے سے ترجمہ یہ ہوگا کہ دایاں مقدم ہے اور پھر دایاں۔ یعنی سب سے پہلے داہنی طرف والے کو پھر اس کے برابر والے کو یہاں تک کہ سب کے آخر میں اس شخص کا نمبر آئے گا جو بائیں طرف بیٹھتا ہوگا۔ اور بعض علماء "اَیْمَنَ" نون پر زبر پڑھتے ہیں تو اس صورت میں ترجمہ یہ ہوگا کہ میں پہلے دائیں طرف والے کو دوں گا پھر دائیں طرف والے کو۔

حدیث بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی چیز کے تقسیم کرنے میں داہنی طرف والے کو مقدم رکھنا مستحب ہے، اگرچہ داہنی طرف والا شخص درجہ کے لحاظ سے بائیں والے سے کم تر ہی کیوں نہ ہو۔ جیسے کہ حدیث بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے دیہاتی کو مقدم کیا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر۔

بعض علماء فرماتے ہیں یہ حدیث آپ ﷺ کے عدل و انصاف اور آپ ﷺ کے وصف حق شناسی پر بھی شہادت دیتی ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخارى كتاب الاشربة (باب شرب اللبن بالماء) و (باب الايمن فالايمن). و صحيح مسلم كتاب الاشربة (باب استحباب ادارة الماء باللبن). و الامام مالك و الترمذى و ابن ماجه و ابن حبان ٥٣٣٤ و هكذا فى البيهقى ٢٨٥/٧۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۱۵) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) عمدۃ القاری ۱۹۰/۲۱

تقسیم کرتے وقت اگر بائیں جانب والے کو کچھ دینا ہو تو دائیں جانب والے سے اجازت لے لے

(٧٦١) ﴿وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُتِيَ بِشَرَابٍ، فَشَرِبَ مِنْهُ وَعَنْ يَمِيْنِهِ غُلَامٌ، وَعَنْ يَسَارِهِ أَشْيَاخٌ، فَقَالَ لِلْغُلَامِ: "أَتَأْذَنُ لِيْ أَنْ أُعْطِيَ هٰؤُلَاءِ"؟ فَقَالَ

الْغُلَامُ: لَا وَاللّٰہِ، لَا أُوْثِرُ بِنَصِیْبِیْ مِنْکَ أَحَداً، فَتَلَّہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ یَدِہٖ.

(متفق علیہ)

قَوْلُہٗ: "تَلَّہٗ" أَیْ: وَضَعَہٗ، وَھٰذَا الْغُلَامُ ھُوَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا.

ترجمہ: ''حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک پینے کی چیز لائی گئی، آپ ﷺ نے اس کو نوش فرمایا اور آپ ﷺ کے دائیں جانب ایک لڑکا تھا اور بائیں جانب کچھ بزرگ لوگ تھے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے لڑکے سے فرمایا: کیا تم مجھے اس بات کی اجازت دیتے ہو کہ میں ان بڑے لوگوں کو پہلے دے دوں؟ اس لڑکے نے کہا نہیں، خدا کی قسم! میں آپ کے ملنے والے اپنے حصے میں کسی کو ترجیح نہیں دوں گا، چنانچہ آپ ﷺ نے وہ پیالہ اس کے ہی ہاتھ میں دے دیا۔'' (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ فتلہ: تلہ (ن) تلاً: پچھاڑنا - الشیء فی یدہ: رکھنا۔

تشریح: وَعَنْ یَمِیْنِہٖ غُلَامٌ: غلام سے مراد حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ہیں۔ حدیث بالا بھی اس بات پر دلالت کر رہی ہے کہ مجلس میں اگر کوئی چیز تقسیم کرنی ہو تو دائیں طرف سے شروع کرنا چاہئے۔ ہاں، اگر کسی مصلحت کا تقاضہ ہو تو دائیں طرف سے اجازت لے لینی چاہیے جیسا کہ حدیث بالا سے معلوم ہوتا ہے۔

سوال: پچھلی حدیث میں بھی اسی طرح کا واقعہ ہے، آپ ﷺ نے وہاں دیہاتی سے یہ تو اجازت نہیں لی یہاں آپ ﷺ اجازت لے رہے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب: وہاں دیہاتی صحابی رضی اللہ عنہ تھے، اگر آپ ﷺ ان سے اجازت لے کر بھی ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دیتے تو وہ اپنی حق تلفی سمجھتے، ان دیہاتی صحابی رضی اللہ عنہ کی تالیف قلب اسی میں آپ ﷺ نے دیکھی کہ ان سے اجازت نہ لی جائے۔

اور حدیث بالا میں ابن عباس رضی اللہ عنہما ہیں جو آپ ﷺ کے قرابت دار ہیں اور بائیں طرف قریش کے سردار لوگ تھے۔ اس لئے آپ ﷺ نے اجازت لی کہ اگر ابن عباس رضی اللہ عنہما اجازت نہ بھی دیں تب بھی ان کو ناگواری نہ ہوگی اور ان بڑے عمر والوں کی تالیف قلوب ہو جائے گی۔ بخلاف پہلی حدیث کے وہاں پر بائیں طرف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے، ان کی تالیف قلب کا تو کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخارى كتاب الاشربة (باب هل يستأذن الرجل من عن يمينه فى الشرب ليعطى الاكبر) و صحيح مسلم كتاب الاشربة (باب استحباب ادارة الماء باللبن).

نوٹ: راوی حدیث حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کے حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۱۷۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) یہ حدیث "باب التنافس فی امور الاخرة والاستكثار مما يتبرك به" پر گزر چکی ہے وہاں پر بھی اس کی وضاحت ہو چکی ہے۔

(۱۱۲) بَابُ کَرَاھَةِ الشُّرْبِ مِنْ فَمِ الْقِرْبَةِ وَنَحْوِھَا وَبَیَانِ اَنَّهٗ کَرَاھَةُ تَنْزِیْهٍ لَاتَحْرِیْمٍ

مشک وغیرہ کو منہ لگا کر پینا مکروہ تنزیہی ہے تاہم حرام نہیں ہے

آپ ﷺ نے مشکوں کے منہ سے پانی پینے کو منع فرمایا

(۷٦۲) ﴿عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنِ اِخْتِنَاثِ الْاَسْقِیَةِ. یَعْنِیْ: أَنْ تُکْسَرَ أَفْوَاھُھَا، وَیُشْرَبَ مِنْهَا.﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت ابوسعید الخذری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے مشکوں کے منہ موڑ کر اس سے پانی پینے کو منع فرمایا۔ یعنی مشک کے منہ کو موڑا جائے اور اس سے پانی کو پیا جائے۔'' (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ اختناث: خنثه (ض) خنثا: ٹھٹھا کرنا۔ السقاء: مشکیزہ کے سرے کو پھاڑ کر باہر کی طرف موڑ دینا۔ خنث (س) خنثاً. الرجل. ہیجڑا ہونا صفت (خنث)

تشریح: مشک یا اسی قسم کی اور کوئی چیز بند منہ کی ہو تو اس سے منہ لگا کر پانی پینے کو نبی کریم ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ علماء فرماتے ہیں ممکن ہے کہ مشک میں کوئی کیڑا یا موذی چیز ہو جو اس کے پیٹ میں چلی جائے، اس لئے براہ راست مشک میں منہ لگا کر پانی پینے کے بجائے کسی برتن میں نکال کر اور اس کو دیکھ کر پیا جائے تا کہ نقصان کا اندیشہ نہ رہے۔

تخریج حدیث: أخرجه صحیح بخاری کتاب الاشربة (باب اختناث الاسقیة) و صحیح مسلم کتاب الاشربة (باب آداب الطعام والشراب الخ) واحمد ۱۱٦٤۲/٤ والترمذی وابن حبان ۵۳۱۷، وھکذا فی البیھقی ۲۸۵/۷۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوسعید الخذری رضی اللہ عنہ کے حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۲۰) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

مشک سے منہ لگا کر پانی پینا منع ہے

(۷٦۳) ﴿وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ أَنْ یُشْرَبَ مِنْ فِی السِّقَاءِ أَوِ الْقِرْبَةِ.﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا کہ مشک سے یا مشکیزے کو منہ لگا کر پانی پیا جائے۔'' (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ السقاء: مشک۔ جمع: اسقی واسقیات واساق. سقی (ض) سقیا. الرجل. پلانا۔ اسقی اسقاءً. الرجل: پانی پینے کے لئے دینا۔ پانی کی طرف راہنمائی کرنا۔ جانوروں کو یا زمین کو سیراب کرنا۔ القربة: مشک جمع: قرب و قِرِبات و قِرُبات و قِرَبات. قرب (س) و قرب (ک) قرباً وقرباناً. قریب ہونا۔

تشریح: اس حدیث میں بھی مشک سے منہ لگا کر پانی پینے سے منع کیا جارہا ہے اور یہ نہی کراہیت تنزیہی پر محمول ہوگی، تحریمی پر نہیں جیسا کہ آگے روایت میں خود آپ ﷺ کا مشکیزے سے پینا ثابت ہے۔ اس حدیث کی پوری وضاحت آگے والی حدیث میں آرہی ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخاری کتاب الاشربة (باب الشرب من فم السقاء) وكذا فی موطأ مالک و احمد ۳/۶ ۷۷۰ و ابوداود و الترمذی و ابن ماجه و ابن حبان ۵۱۵ و هكذا فی البیهقی ۱۵۷/۶۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ (عبدالرحمٰن) رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

آپ ﷺ نے مشکیزے سے منہ لگا کر ایک مرتبہ پانی پیا

(۷۶۴) ﴿وَعَنْ اُمِّ ثَابِتٍ كَبْشَةَ بِنْتِ ثَابِتٍ أُخْتِ حَسَّانَ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَعَنْهَا قَالَتْ: دَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَشَرِبَ مِنْ فِيْ قِرْبَةٍ مُعَلَّقَةٍ قَائِماً، فَقُمْتُ إِلٰى فِيْهَا فَقَطَعْتُهُ.﴾

(رواه الترمذی)

وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ. وَاِنَّمَا قَطَعَتْهَا: لِتَحْفَظَ مَوْضِعَ فَمِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَتَبَرَّكَ بِهِ، وَتَصُوْنَهُ عَنِ الْاِبْتِذَالِ. وَهٰذَا الْحَدِيْثُ مَحْمُوْلٌ عَلٰى بَيَانِ الْجَوَازِ، وَالْحَدِيْثَانِ السَّابِقَانِ لِبَيَانِ الْاَفْضَلِ وَالْاَكْمَلِ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ.

ترجمہ: ''حضرت ام ثابت کبشہ بنت ثابت ہمشیرہ حسان بن ثابت رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور آپ ﷺ نے کھڑے کھڑے ایک لٹکی ہوئی مشک کے منہ سے پانی پیا۔ پس میں اٹھی اور اس کے منہ والا حصہ میں نے کاٹ لیا (بطور تبرک کے)'' (ترمذی حسن صحیح)

حضرت ام ثابت رضی اللہ عنہا نے اس کو اس لئے کاٹا تاکہ وہ آپ ﷺ کے منہ کے لگنے کی جگہ کو محفوظ کر لیں اور پھر اس سے برکت حاصل کریں اور اس کو عام استعمال سے بچائیں۔ اور یہ حدیث اس کے جواز پر محمول

ہے اور پہلی دونوں حدیثیں افضل واکمل طریقے کی کیفیت کو بیان کر رہی ہیں۔

لغات: ❖ من فی قربة: فی بمعنی منہ۔ الفوہ والفاہ الفیہ. منہ: ج افواہ. فو اسمائے ستہ مکبّرہ میں سے ہے تبرک بہ: تبرک بہ: برکت حاصل کرنا۔ البرکة: زیادتی۔ بہتات۔ نیک بختی۔ نمو۔ الابتذال: تبذل و ابتذل: چھچھورا ہونا۔ وقار کے خلاف کرنا۔ البذل: عطاء۔ بخشش۔ رجل بذلٌ: فیاض مرد۔ بذل (ن ض) بذلاً. الشیء. دینا۔ سخاوت کرنا۔

تشریح: فَشَرِبَ مِنْ فِيْ قِرْبَةٍ مُعَلَّقَةٍ قَائِمًا: آپ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے کھڑے کھڑے ایک لٹکی ہوئی مشک کے منہ سے پانی پیا۔

ایک سوال اوراس کے پانچ جوابات

سوال: اس سے پہلے روایت میں جو مشکیزے سے منہ لگا کر پانی پینے سے منع کیا گیا تھا، حدیث بالا سے جائز معلوم ہوتا ہے؟

جواب ➊: ممانعت کا تعلق بڑے مشکیزے کے ساتھ تھا اور یہاں چھوٹے مشکیزے پر محمول ہے کہ اس کا دہانہ تنگ ہوتا ہے، اس میں تلویث کا اندیشہ نہیں ہے۔

جواب ➋: کبھی کبھار پر محمول ہے اور گذشتہ روایات میں ممانعت مستقل عادت بنانے کی تھی۔

جواب ➌: بعض علماء نے یہ جواب دیا کہ مشکیزے سے منہ لگا کر پینا جائز تو ہے مگر بہتر اور افضل اولی یہی ہے کہ اس طرح نہ پیا جائے۔ یعنی پہلی روایت کو افضلیت پر محمول کریں گے اور حدیث بالا کو بیان جواز پر محمول کریں گے۔

جواب ➍: اگر برتن موجود ہو تو جائز نہیں، اگر برتن موجود نہیں تو اب جائز ہوگا۔ حدیث بالا کو اسی پر محمول کریں گے کہ اس وقت پینے کے لئے کوئی برتن موجود نہیں تھا۔

جواب ➎: شروع میں مباح تھا اس طرح مشکیزے سے منہ لگا کر پینا، مگر جب ایک مرتبہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ اسی طرح پانی پی رہے تھے تو سانپ نکل آیا، اس کے بعد سے آپ ﷺ نے اس اباحت کو منسوخ فرما دیا کہ اب جائز نہیں ہے، پہلے جائز تھا۔

تخریج حدیث: أخرجه سنن الترمذی ابواب الاشربة (باب ماجاء فی الرخصة فی اختناث الاسقیة) و احمد ۱۰/۲۷۵۱۸، و ابن ماجه و ابن حبان ۵۳۱۸۔

راویہ حدیث حضرت ام کبشہ بنت ثابت رضی اللہ عنہا کے مختصر حالات:

نام: کبشہ، کنیت: ام ثابت، یہ انصاریہ صحابیہ ہیں اور یہ مشہور شاعر حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی بہن ہیں۔

ان سے صرف یہی حدیث بالا مروی ہے جو ترمذی اور ابن ماجہ وغیرہ میں موجود ہے۔

(۱۱۳) بَابُ کَرَاهَۃِ النَّفْخِ فِی الشَّرَابِ

پیتے وقت پانی میں پھونک مارنے کی ممانعت

پینے والی چیز میں پھونک مارنے سے آپ ﷺ نے منع فرمایا

(۷۶۵) ﴿عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِالْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَھٰی عَنِ النَّفْخِ فِی الشَّرَابِ، فَقَالَ رَجُلٌ: اَلْقَذَاۃُ اَرَاھَا فِی الْاِنَاءِ؟ فَقَالَ: "أَھْرِقْھَا" قَالَ: اِنِّیْ لَا أَرْوٰی مِنْ نَفَسٍ وَاحِدٍ؟ قَالَ: "فَأَبِنِ الْقَدَحَ إِذًا عَنْ فِیْکَ﴾ رواہ الترمذی وقال: حدیث حسن صحیح.

ترجمہ: ”حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے پینے والی چیز میں پھونک مارنے سے منع فرمایا۔ تو ایک آدمی نے عرض کیا بعض مرتبہ برتن میں تنکے وغیرہ کو دیکھتا ہوں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس کو گرادو۔ اس نے پھر عرض کیا ایک سانس میں میں سیراب نہیں ہوتا، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: پس برتن کو منہ سے دور کر کے سانس لو۔“ (ترمذی حدیث حسن صحیح ہے)

لغات: ❖ اھرقھا: ھرق (ف) واھرق الماء. پانی گرانا۔ ھراق الماء یھریق ھراقۃ: گرانا۔ اس کی اصل اراق یریق اراقۃ. ہمزہ کو ہاء سے بدل دیا گیا ہے اور اسی وجہ سے مضارع میں یھریق کی ہاء کو فتحہ دیا جاتا ہے۔

اروی: روی (س) ریاوروی. من الماء. سیراب ہونا - صفت (ریان) روی (ض) روایۃ. الحدیث: نقل کرنا۔ فَأَبِنِ القدح: ابان الشیء: جدا کرنا، کاٹنا، ظاہر کرنا واضح کرنا۔ بان (ض) بیانا و تبیاناً. ظاہر ہونا۔ واضح ہونا۔

تشریح: نَھٰی عَنِ النَّفْخِ فِی الشَّرَابِ: نبی کریم ﷺ نے پینے کی چیز میں پھونک مارنے سے منع فرمایا ہے۔ برتن میں اگر تنکا یا اسی قسم کی کوئی چیز گر جائے تو اب پھونک سے اس کو الگ کرنے سے بہتر یہ ہے کہ تھوڑا پانی گرا دیا جائے، اگر کوئی نقصان دہ چیز گر گئی ہے تو اب سارا پانی گرا دیا جائے، اگر مشروب قیمتی ہے تو اب اس تنکے وغیرہ کو چمچے وغیرہ سے نکال دیا جائے باقی مشروب کو پی لیا جائے۔

لَااَرْوٰی مِنْ نَفَسٍ وَاحِدٍ: میں ایک سانس میں سیراب نہیں ہوتا۔ اگر آدمی تین سانس میں پانی پیتا ہے تو اس سے سیرابی بھی ہوجاتی ہے۔ ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ پانی کو غٹ غٹ کر کے نہ پیو[۱] بلکہ پانی کو تین سانس میں چوس چوس کر پینا چاہئے اس سے سیرابی بھی ہوگی خوشگوار مزیدار اور بہتر بھی محسوس ہوگا۔[۲]

تخریج حدیث: رواہ الترمذی ابواب الاشربۃ (باب کراھیۃ النفخ فی الشراب) واحمد ۱۱۶۵۴/۴، وابن حبان ۵۳۲۶ والدارمی ۲۱۲۱، و مصنف ابن ابی شیبۃ ۲۲۰/۸ و اسنادہ صحیح.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ کے حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۲۰) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔
(۱) جمع الوسائل ۲۵۳ (۲) مجمع الزوائد ۸۳/۵

جس برتن سے پیئے اس میں پھونک مارنا منع ہے

(٧٦٦) ﴿وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى أَنْ يُتَنَفَّسَ فِی الْإِنَاءِ، أَوْ يُنْفَخَ فِيْهِ.﴾ رواه الترمذی وقال: حديث حسن صحيح.

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے برتن میں سانس لینے سے یا اس میں پھونک مارنے سے منع فرمایا۔'' (ترمذی حدیث حسن صحیح ہے)

لغات: ❖ نهی: نهاه ينهاه نهياً. عن كذا: ڈانٹنا۔ منع کرنا۔ مجرد از باب فتح وکرم۔ اور مزید میں یہ باب افعال اور افتعال وغیرہ سے مستعمل ہے۔

تشریح: نَهَی اَنْ یُتَنَفَّسَ فِی الْاِنَاءِ: آپ ﷺ نے برتن میں سانس لینے سے منع فرمایا۔ برتن میں سانس لینے سے تھوک وغیرہ گر جاتا ہے جو کراہیت کا باعث ہوتا ہے یا برتن میں سانس لینے سے جراثیم بھی پانی میں چلے جاتے ہیں، اگر وہ پینے والے کے پیٹ میں داخل ہوجائیں گے تو یہ نقصان کا باعث ہونگے۔

أَوْ یُنْفَخَ فِیْهِ: پھونک مارنے سے بھی منع فرمایا۔ علماء فرماتے ہیں کہ چیز گرم ہو تو اس کو ٹھنڈا کرنے کے لئے پھونک مارنا بھی صحیح نہیں ہے بلکہ اس کے ٹھنڈا ہونے کا انتظار کیا جائے۔

تخریج حدیث: أخرجه سنن الترمذی ابواب الاشربة (باب كراهية النفخ فی الشراب) وابوداود واحمد ١/١٩٠٧ و مصنف ابن ابی شيبة ٢١٧/٨ و ابن ماجه و اسناده صحيح علی شرط البخاری.

راوی حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۱۱) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(١١٤) بَابُ بَيَانِ جَوَازِ الشُّرْبِ قَائِماً وَبَيَانِ أَنَّ الْاَكْمَلَ وَالْاَفْضَلَ الشُّرْبُ قَاعِداً

کھڑے ہو کر پانی پینے کا جواز، البتہ اکمل وافضل صورت بیٹھ کر ہی پینا ہے

﴿وَفِيْهِ حَدِيْثُ كَبْشَةَ السَّابِقُ﴾

''اس مضمون کی حدیث حضرت کبشۃ رضی اللہ عنہا پہلے گزر چکی ہے۔''

''تقدم تخریجه فی باب کراهیة الشرب من فم القربة و نحوها''

زمزم کا پانی کھڑے ہوکر پی سکتے ہیں

(۷۶۷) ﴿وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: سَقَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ زَمْزَمَ، فَشَرِبَ وَهُوَ قَائِمٌ.﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو زمزم کا پانی پلایا آپ ﷺ نے اس کو کھڑے ہوکر پیا۔''

لغات: ❖ سقیت: سقی (ض) سقیاً. الرجل - پلانا۔ اور باب افعال وغیرہ سے متعدی استعمال ہوتا ہے۔

تشریح: ## زمزم کے پانی کو کھڑے ہوکر پینے کی کیوں اجازت ہوئی؟

زمزم کے پانی کو کھڑے ہوکر پینا افضل اور بہتر ہے کیونکہ مقصود:

❶ زمزم کا یہ ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ پیا جائے اور جب کھڑے ہوکر پیا جائے تو زیادہ پیا جاتا ہے۔ اس لئے شریعت میں زمزم کے پانی کو کھڑے ہوکر پینے کو فرمایا گیا ہے۔

❷ یا بعض علماء نے فرمایا کہ آپ ﷺ نے زمزم کا پانی کھڑے ہوکر اس لئے پیا کہ وہاں پر لوگوں کا ازدحام تھا۔ وہاں بیٹھنا ممکن نہیں تھا۔

❸ یا بعض کے نزدیک وہاں پر کیچڑ ہوگیا تھا اس لئے آپ ﷺ وہاں بیٹھ نہیں سکتے تھے۔ بہر حال عام پانی کے مقابلے میں زمزم کے پانی کو کھڑے ہوکر پینے کا جواز ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه صحیح بخاری کتاب الاشربة (باب الشرب قائما) و کتاب الحج (باب ما جاء فی زمزم) وصحیح مسلم کتاب الاشربة (باب فی الشرب من زمزم قائما) واحمد ۱۸۳۸/۱ والترمذی والنسائی و ابن ماجه و ابن حبان ۳۸۳۸ و هکذا فی البیهقی ۴۸۲/۷۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۱۱) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ کھڑے ہوکر پانی پیا

(۷۶۸) ﴿وَعَنِ النَّزَّالِ بْنِ سَبْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: أَتَى عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بَابَ الرَّحْبَةِ فَشَرِبَ

قَائِمًا، وَقَالَ: إِنِّیْ رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَعَلَ کَمَا رَأَیْتُمُوْنِیْ فَعَلْتُ. ﴾ (رواہ البخاری)

ترجمہ: ''حضرت نزال بن سبرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ باب الرحبہ (کوفہ میں ایک جگہ کا نام ہے) پر تشریف لائے اور کھڑے ہوکر پانی پیا اور بیان فرمایا کہ میں نے آپ ﷺ کو اسی طرح پیتے ہوئے دیکھا تھا جس طرح تم مجھے کرتا ہوا دیکھ رہے ہو۔''

لغات: ❖ الرحبة: الرَّحْبَة والرُّحْبَةُ: کشادہ زمین جس میں بکثرت گھاس ہو اور بہت لوگ آتے ہوں۔ مکانوں کے درمیان کھلی ہوئی جگہ۔ من الدار۔ مکان کا صحن۔ من الوادی وادی کی دونوں جانب پانی بہنے کی جگہ جمع رِحاب و رَحْب و رَحْبات و رَحَب و رَحَبات۔

تشریح: فَشَرِبَ قَائِمًا: کھڑے ہوکر پانی پیا۔ علماء فرماتے ہیں کہ پانی کو بیٹھ کر ہی پینا مسنون ہے۔ ہاں، کسی مجبوری کے تحت کھڑے ہوکر بھی پیا جاسکتا ہے، مثلاً: وہاں پر لوگوں کا ازدحام ہو، بیٹھنے کی جگہ نہ ہو یا آپ ﷺ نے امت کی آسانی کے لئے کھڑے ہوکر پیا تاکہ بیان جواز معلوم ہوجائے کہ مجبوری کے وقت کھڑے ہوکر پیا جاسکتا ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخاری كتاب الاشربة (باب الشرب قائما) واحمد ۱/۵۸۳ و ابن حبان ۱۰۵۷ و هكذا فی البيهقی ۱/۷۵۔

راوی حدیث حضرت نزال بن سبرۃ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات:

یہ نزال بن الہلالی الکوفی ہیں، ان کے بارے میں اختلاف ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے یا نہیں، حافظ نے تقریب میں کہا کہ بعض کے نزدیک انہوں نے زیارت کی ہے مگر باقیوں کے نزدیک یہ کبار تابعین میں سے ہیں، ان سے صرف یہی حدیث بالا منقول ہے۔ (فتح الباری)

صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم چلتے چلتے، کھڑے کھڑے کھا، پی لیا کرتے تھے

(۷۶۹) ﴿وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا قَالَ: کُنَّا نَأْکُلُ عَلٰی عَہْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نَمْشِیْ، وَنَشْرَبُ وَنَحْنُ قِیَامٌ. ﴾ رواہ الترمذی، وقال: حدیث حسن صحیح.

ترجمہ: ''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہم نبی کریم ﷺ کے زمانۂ اقدس میں چلتے چلتے کھالیتے اور کھڑے کھڑے پانی پی لیتے تھے۔'' (ترمذی، یہ حدیث حسن صحیح ہے)

لغات: ❖ علی عهدِ: علی عهد فلان اور فی عهدفلان یعنی یہ فلاں کے زمانہ میں۔ العهد (مصدر) وفا۔ ضمان، امان، ذمہ، دوستی، وصیت، میثاق، قسم، شاہی فرمان، جمع عُھُود وہ مکان جس میں کسی چیز کا عہد کیا گیا ہو۔

تشریح: نَأْکُلُ وَنَحْنُ نَمْشِیْ وَنَشْرَبُ وَنَحْنُ قِیَامٌ: چلتے چلتے کھالیتے اور کھڑے کھڑے پانی پی لیتے تھے۔ مطلب یہ

ہے کہ مجبوری کے تحت زندگی میں ایک دو بار ایسا ہوجائے تو اس کی تو گنجائش ہے مگر اس کی عادت بنانا یہ بہت برا ہے۔

جدید سائنس کے اعتبار سے کھڑے ہوکر پینے کی ممانعت

آج کل کی جدید تحقیق کے مطابق بھی کھڑے ہوکر پینا، یہ سخت منع ہے، کہتے ہیں کہ اگر کھڑے ہوکر پانی پینے کی عادت بنالی جائے تو اس سے معدہ (Stomach) اور جگر میں بیماری پھیل جاتی ہے جو لا علاج ہے۔

نیز کھڑے ہوکر پانی پینے سے پاؤں پر ورم کا بھی خطرہ رہتا ہے اور پھر یہ پاؤں کا ورم جسم کے تمام حصوں پر پھیل جاتا ہے اور کھڑے ہوکر پانی پینے سے استسقاء (Ocdema) ہوجاتا ہے۔ (۱)

تخریج حدیث: أخرجه سنن الترمذی ابواب الاشربة (باب ما جاء فی النهی فی الشرب قائما) و احمد ۵۸۷۹/۲ و ابن حبان ۵۳۲۲ والدارمی ۱۲۰/۲ و مصنف ابن ابی شیبة ۲۰۶/۸۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۱۲) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) سنت نبوی اور جدید سائنس ۱۳۱/۱

آپ ﷺ بھی کبھی کھڑے ہوکر پی لیا کرتے تھے

(۷۷۰) ﴿وَعَنْ عَمْرِوبْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَشْرَبُ قَائِماً وَقَاعِداً.﴾ رواه الترمذی وقال: حديث حسن صحيح.

ترجمہ: ''حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد شعیب سے اور وہ اپنے دادا سے روایت نقل کرتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کو کھڑے ہوئے اور بیٹھے ہوئے دونوں طرح سے پیتے دیکھا ہے۔'' (ترمذی، یہ حدیث حسن صحیح ہے)

لغات: ❖ قائما: قام يقوم قوما وقومة وقياماً و قامةً: کھڑا ہونا۔ ٹہرنا۔ قاعداً: قعد (ن) قعوداً و مقعداً: کھڑے سے بیٹھنا۔

تشریح: جیسا کہ پہلے آچکا ہے کہ کھڑے ہوکر پینا یہ کسی ضرورت پر مبنی ہوگا یا زندگی میں ایک دو بار، ورنہ صحابہ کی عام عادت یہی تھی کہ بیٹھ کر پیتے تھے، یا علامہ نووی رحمہ اللہ کے بقول کھڑے ہوکر پانی پینا جائز ہے مگر افضل و اکمل بیٹھ کر ہی پینا ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه سنن الترمذی ابواب الاشربة (باب ما جاء فی الرخصة فی الشرب قائما) وابن ماجه اسناده حسن.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عمرو بن شعیب کے حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۳۰۳) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

کھڑے ہو کر کھانا پینا خبیث عمل ہے

(۷۷۱) ﴿وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ أَنَّہُ نَھٰی أَنْ یَشْرَبَ الرَّجُلُ قَائِمًا، قَالَ قَتَادَۃُ: فَقُلْنَا لِاَنَسٍ: فَالْاَکْلُ؟ قَالَ: ذَالِکَ أَشَرُّ أَوْ أَخْبَثُ. رواہ مسلم.﴾ وفی روایۃ لہ أَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ زَجَرَ عَنِ الشُّرْبِ قَائِماً.

ترجمہ: ''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے منع فرمایا کہ کوئی آدمی کھڑے ہو کر پانی پیئے۔ حضرت قتادہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کھڑے ہو کر کھانا کھانے کا کیا حکم ہے، تو انہوں نے فرمایا یہ تو اس سے بھی بدتر ہے۔'' (مسلم)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے کھڑے ہو کر پانی پینے سے روکا۔

لغات: ❖ اشر: اسم تفضیل کا صیغہ ہے۔ ہمزہ کو کثرت استعمال کی وجہ سے حذف کر دیا جاتا ہے۔ شَرٌّ استعمال ہوتا ہے جیسا کہ خیر میں ہمزہ کو حذف کیا جاتا ہے۔ الشر: مصدر: برائی۔ جمع شرور. ہر قسم کی برائی اور خطا کے لئے اسم جامع ہے۔ شر (ض ن س) شراً و شرارۃ و شرراً۔ شریر ہونا۔ شرارت کرنا۔ صفت مذکر (شر) اور صفت مؤنث (شرۃ) جمع اَشرار و شِرار واشِرّاء. زجر: زجرہ (ن) زجراً عن کذا: روکنا۔ منع کرنا۔ ڈانٹنا۔ چلا کر دھتکارنا۔

تشریح: نَھٰی اَنْ یَشْرَبَ الرَّجُلُ قَائِمًا: آپ نے کھڑے ہو کر پانی پینے سے منع فرمایا۔ قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں اگرچہ بیٹھ کر پانی پینا سنت ہے واجب نہیں ہے مگر حدیث بالا میں اس کے خلاف تادیب وتنبیہ فرمائی جارہی ہے، یہ کراہت تنزیہی ہے نہ کراہت تحریمی، ورنہ آپ ﷺ اور صحابہ کرام سے بھی کبھی کبھار کھڑے ہو کر پانی پینے کا جواز ملتا ہے جیسا کہ گذشتہ احادیث میں گزرا۔ [1]

تخریج حدیث: أخرجہ صحیح مسلم کتاب الاشربۃ (باب کراھیۃ الشرب قائما) واحمد ۱۲۱۸۶/۴، الترمذی، ابوداود وابن ماجہ والدارمی ۱۲۰/۲ وابن حبان ۵۳۲۱، وھکذا فی البیھقی ۲۸۱/۷۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۱۵) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ

کوئی کھڑے ہو کر بھولے سے پی لے تو پھر اس کو قے کر دے

(۷۷۲) ﴿وَعَنْ اَبِی ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: ''لَایَشْرَبَنَّ

أَحَدٌ مِنكُمْ قَائِماً، فَمَنْ نَسِيَ فَلْيَسْتَقِيءْ﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا تم میں سے کوئی شخص ہرگز کھڑے ہوکر نہ پیئے اور جو بھول کر پی لے تو اسے چاہئے کہ وہ اس کو قے کردے۔'' (مسلم)

لغات: ❖ فليستقيء: تقيَّاء تقيُّوءً واستقاءً واستقاءةً: بتکلف قے کرنا۔

تشریح: لَايَشْرَبَنَّ اَحَدٌ مِنكُمْ قَائِمًا: کوئی شخص کھڑے ہوکر ہرگز پانی نہ پیئے۔

کھڑے ہوکر پینے کی مذمت

اسی حدیث بالا کی طرح ایک دوسری روایت میں جس کے راوی بھی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں فرماتے ہیں آپ ﷺ کی خدمت میں ایک آدمی آیا جو کھڑے ہوکر پانی پی رہا تھا، آپ ﷺ نے ارشادفرمایا کہ قے کردو۔ اس نے پوچھا کس وجہ سے؟ آپ ﷺ نے ارشادفرمایا کہ تمہارے ساتھ بلی پانی پیئے تو کیا تم پسند کروگے؟ اس نے کہا نہیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا اس سے زیادہ برا یہ ہے کہ شیطان نے تمہارے ساتھ پانی پیا ہے۔ (۱)

علماء فرماتے ہیں کہ یہ قے کرنے کا حکم بطور استحباب کے فرمایا، بطور وجوب کے نہیں۔ کہ بہتر یہ ہے کہ وہ کھڑے ہوکر پانی اور کھانے کی چیز کو قے کردے تاکہ آئندہ یہ غلطی نہ کرے۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح مسلم كتاب الاشربة (باب كراهية الشرب قائما).

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) سیرت خیر العباد۷/ ۳۶۹

(۱۱۵) بَابُ اِسْتِحْبَابِ كَوْنِ سَاقِي الْقَوْمِ آخِرُهُمْ شُرْباً

مستحب ہے کہ پلانے والا خود سب سے آخر میں پیئے

سب کو پلائے، خود سب سے آخر میں پیئے

(۷۷۳) ﴿عَنْ اَبِي قَتَادَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: سَاقِي الْقَوْمِ آخِرُهُمْ. يَعْنِيْ: شُرْبًا.﴾ رواه الترمذى وقال: حديث حسن صحيح.

ترجمہ: ''حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا لوگوں کو پلانے والا

سب سے آخر میں پیئے۔“ (ترمذی، یہ حدیث حسن صحیح ہے)

لغات: ❖ساقی: (فاعل) جمع سقاۃ وساقون وسقاء وسقیٌ. سقی (ض) سقیا. الرجل. پلانا۔ آخرهم: الآخِر: پچھلا۔ ج آخِرون. مؤنث اُخری. ج اخریات. اخَّرتأخیراً. ہ، عنه. پیچھے کرنا۔ تاخرواستأخر پیچھے رہنا۔ الآخَر: غیر: جمع: آخَرون. مؤنث: اخریٰ وأُخرَاۃج أُخَروأُخرَیَات. اَلآخِرۃ والاُخریٰ: دار البقاء اورنسبت کے لئے اخروی.

تشریح: سَاقِي الْقَوْمِ آخِرُهُمْ: پلانے والا سب سے آخر میں پیئے۔ حدیث بالا میں تقسیم کرنے کا ادب بتایا جارہا ہے کہ تقسیم کرنے والا پہلے سب کو پلائے اور پھر آخر میں خود کھائے یا پیئے، اسی میں اس تقسیم کرنے والے کی شان ظاہر ہوگی اور اس سے اس کی عزت اور وقار میں اضافہ ہوگا۔

تخریج حدیث: رواہ سنن الترمذی ابواب الاشربة (باب ماجاء ان ساقی القوم آخرهم) واحمد ۲۲٦٤٠/۸ و ابوداودوالدارمی ۱۲۲/۲ و ابن حبان ۵۳۳۸ وهکذا فی مصنف بن ابی شیبة ۲۳۱/۸۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کے حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۲۱۹) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱۱٦) بَابُ جَوَازِ الشُّرْبِ مِنْ جَمِيعِ الْاَوَانِي الطَّاهِرَةِ غَيْرَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ، وَجَوَازِ الْكَرْعِ وَهُوَالشُّرْبُ بِالْفَمِ مِنَ النَّهرِوَغَيْرِهِ بِغَيْرِاِنَاءٍ وَلَايَدٍ، وَتَحْرِيمِ اِسْتِعْمَالِ إنَاءِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ فِي الشُّرْبِ وَالْاَكْلِ وَالطَّهَارَةِ وَسَائِرِ وُجُوهِ الْاِسْتِعْمَالِ

سونے چاندی کے برتنوں کے علاوہ باقی تمام پاکیزہ برتنوں سے پانی پینے، اور نہر وغیرہ سے بغیر برتن اور بغیر ہاتھوں کے منہ لگا کر پینے کا جائز ہونا، کھانے پینے طہارت وغیرہ کے استعمال میں سونے چاندی کے برتنوں کے استعمال کی حرمت کا بیان

تھوڑے سے پانی میں سب آدمیوں نے وضوء کرلیا

(۷۷٤) ﴿عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: حَضَرَتِ الصَّلَاةُ، فَقَامَ مَنْ كَانَ قَرِيبَ الدَّارِإِلٰى أَهْلِهِ، وَبَقِيَ

قَوْمٌ فَأُتِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِخْضَبٍ مِنْ حِجَارَةٍ، فَصَغُرَ الْمِخْضَبُ أَنْ يَبْسُطَ فِيْهِ كَفَّهُ، فَتَوَضَّأَ الْقَوْمُ كُلُّهُمْ، قَالُوْا: كَمْ كُنْتُمْ؟ قَالَ: ثَمَانِيْنَ وَزِيَادَةً.﴾ (متفق عليه هذه رواية البخارى).

وفى روايةٍ لَهُ وَلِمُسْلِمٍ: ﴿أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعَابِإِنَاءٍ مِنْ مَاءٍ، فَأُتِيَ بِقَدَحٍ رَحْرَاحٍ فِيْهِ شَيْءٌ مِن مَاءٍ، فَوَضَعَ أَصَابِعَهُ فِيْهِ، قَالَ أَنَسٌ: فَجَعَلْتُ أَنْظُرُاِلَى الْمَاءِ يَنْبُعُ مِنْ بَيْنِ أَصَابِعِهِ، فَحَزَرْتُ مَنْ تَوَضَّأَمَابَيْنَ السَّبْعِيْنَ إِلَى الثَّمَانِيْنَ﴾

ترجمہ: ''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ جب نماز کا وقت آیا تو قریب قریب گھر والے تو اپنے گھروں میں (وضو کیلئے) جانے کے لئے کھڑے ہوگئے اور کچھ لوگ باقی رہ گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پتھر کا ایک ٹب پانی سے بھرا ہوا لایا گیا۔ وہ ٹب اتنا چھوٹا تھا کہ اس میں ہتھیلی بھی نہیں پھیل سکتی تھی لیکن سارے ہی لوگوں نے اس سے وضو کرلیا۔ لوگوں نے پوچھا کہ تم کتنے تھے؟ تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا اسی سے کچھ زیادہ۔ (بخاری ومسلم) یہ بخاری کی روایت ہے۔

اور صحیحین کی ایک اور روایت میں آتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی کا ایک برتن منگوایا چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک ایسا برتن لایا گیا جس کا منہ کھلا ہوا تھا مگر گہرائی کم تھی، اس میں پانی بھی تھوڑا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں اپنی انگلیاں رکھ دی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں پس میں پانی کو دیکھ رہا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں کے درمیان سے (چشمہ کی مانند) پھوٹ رہا تھا۔ پس جن لوگوں نے اس سے وضو کیا ان کا میں نے شمار کیا تو وہ ستر اور اسی کے درمیان تھے۔''

لغات: ❖ المِخْضَب: لگن، کپڑے دھونے یا رنگنے کا برتن، خضب (ض) خضباً وخضب. الشيء: رنگین کرنا۔

❖ فحزرت: اندازہ کرنا۔ حزر (ن ض) حزراً و محزرةً. الشيء. اندازہ کرنا۔ تخمینہ لگانا۔

تشریح: حَضَرَتِ الصَّلَاةُ: نماز کا وقت ہوگیا۔ ایک دوسری روایت میں یہ الفاظ بھی منقول ہیں ''رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَانَتْ صَلٰوةُ الْعَصْرِ فَالْتَمَسَ الْوَضُوْءَ فَلَمْ يَجِدُوْهُ[1] میں نے دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ عصر کی نماز کا وقت ہوگیا پس وضو کا پانی تلاش کیا مگر نہ ملا۔

اور دوسری روایت میں یہ الفاظ بھی اس جگہ پر منقول ہیں: ''خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَعْضِ مَخَارِجِه وَمَعَهُ نَاسٌ مِنْ اَصْحَابِهٖ فَانْطَلَقُوْا يَسِيْرُوْنَ فَحَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَلَمْ يَجِدُوْا مَاءً يَتَوَضَّؤُوْنَ'' ''فَأُتِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِخْضَبٍ'' آپ کے پاس ایک ٹب لایا گیا۔ بخاری کے الفاظ یہ ہے: فَانْطَلَقَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ فَجَاءَ

بِقَدَحٍ مِنْ مَاءٍ يَسِيْرٍ [۲] کہ ایک آدمی گئے اور ایک پتھر کا پیالہ لائے جس میں تھوڑا سا پانی تھا۔
فَتَوَضَّأَ الْقَوْمُ كُلُّهُمْ: سب نے ہی اس سے وضو کرلیا۔ ایک دوسری روایت میں یہ الفاظ آتے ہیں: فَأَخَذَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَوَضَّأَثُمَّ مَدَّاَصَابِعَهُ الْاَرْبَعَ عَلَى الْقَدَحِ ثُمَّ قَالَ قُوْمُوْا تَوَضَّؤُوْا [۳] آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے وضو فرمایا: اور پھر اپنی چار انگلیوں کو اس میں ڈال دیا اور فرمایا کھڑے ہوجاؤ وضو کرو۔ یہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ یہ ظاہر ہوا کہ تھوڑے سے پانی میں اتنی برکت ہوئی کہ سارے مجمع نے وضو کرلیا۔ نیز حدیث بالا سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ پتھر کے برتن میں وضو کرنا جائز ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخاری كتاب الوضوء (باب الغسل والوضوء فی المخضب والقدح والخشب والحجارة). وصحيح مسلم كتاب الفضائل (باب فی معجزات النبی صلی الله عليه وسلم و الترمذی وهكذافی النسائی).

نوٹ: راوی حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۱۵) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔
(۱) رواہ بخاری (۲) رواہ بخاری (۳) رواہ بخاری

پیتل کا برتن استعمال کرنا جائز ہے

(۷۷۵) ﴿وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: أَتَانَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَخْرَجْنَالَهُ مَاءً فِيْ تَوْرٍمِنْ صُفْرٍفَتَوَضَّأَ.﴾ (رواه البخاری)

"الصفر" بضم الصاد، وَ يَجُوْزُ كسرها، وَهُوَ النَّحَاسُ، وَ "التَّوْرُ": كَالْقَدَحِ، وَهُوَبالتاء المثناة من فوق.

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمارے پاس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، تو ہم نے ایک برتن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پانی پیش کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے وضو فرمایا۔

"الصفر" صاد پر پیش اور اس پر زیر پڑھنا صحیح ہے اس کے معنی پیتل کے ہیں، "تور" بمعنی پیالے کی طرح ایک برتن، تاء کے ساتھ ہے۔''

لغات: ❖ ثور من صفر: پیتل کا بنا ہوا تغار۔ پانی کا کوزہ۔ ثار (ن) ثوراً. الماء: جاری ہونا۔ اثاره اثارة: بار بار لوٹانا۔ الثارة: ایک مرتبہ۔

تشریح: حدیث بالا سے پیتل کے برتن کے استعمال کرنے کا بھی جواز معلوم ہوتا ہے۔ فَتَوَضَّأَ: بخاری کی ایک دوسری روایت میں آتا ہے: فَغَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا وَيَدَيْهِ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ فَأَقْبَلَ بِهِ وَأَدْبَرَ وَغَسَلَ رِجْلَيْهِ [1] کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ منہ کو دھویا اور دو دو مرتبہ ہاتھوں کو دھویا، سر کے آگے اور پیچھے کا مسح فرمایا اور پاؤں دھویا۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخارى كتاب الوضوء (باب الوضوء من التور).

راوی حدیث حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کے حالات:

نام: عبداللہ، ابومحمد کنیت، قبیلہ خزرج سے تعلق ہے، والد کا نام زید، والدہ کا نام ام عمارہ تھا۔

اسلام: ہجرت کے بعد مسلمان ہوئے۔ بدر کے علاوہ تمام غزوات میں شریک ہوئے، ان ہی نے مسیلمۃ الکذاب کو تلوار سے قتل کیا تھا جب کہ وحشی نے تیر سے مارا تھا (اسد الغابہ ۳/۱۶۸)

وفات: ۶۳ھ میں شہید ہوئے، جب کہ ان کی عمر اس وقت پچھتر (۷۵) سال کی تھی۔ ان کے دو اور نام کتابوں میں ملتے ہیں (۱) خلاد (۲) علی۔

مرویات: ان سے چند روایات منقول ہیں ان سے روایت نقل کرنے والے عباد بن تمیم، سعید بن مسیّب، یحییٰ بن عمارہ، واسع بن حیان، عبادۃ بن حبیب وغیرہ ہیں۔

مزید حالات کیلئے دیکھیں:

(۱) اسد الغابہ ۳/۱۶۸، (۲) بخاری شریف ۲/۵۹۹، (۳) مسند احمد ۴/۱، ۴۰، ۳۸ وغیرہ۔

---

[1] رواہ بخاری

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ٹھنڈا پانی پسند تھا

(۷۷٦) ﴿وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَى رَجُلٍ مِنَ الْاَنْصَارِ، وَمَعَهُ صَاحِبٌ لَهُ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنْ كَانَ عِنْدَكَ مَاءٌ بَاتَ هٰذِهِ اللَّيْلَةَ فِيْ شَنَّةٍ وَإِلَّا كَرَعْنَا.﴾ (رواه البخارى). "اَلشَّنُّ" اَلْقِرْبَةُ.

ترجمہ: "حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک انصاری آدمی کے پاس تشریف لے گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کے ایک صحابی بھی تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس انصاری سے فرمایا کہ اگر تمہارے پاس مشکیزے میں رات کا باسی پانی موجود ہے (تو ہمیں پینے کیلئے دو) ورنہ ہم نہر وغیرہ سے خود منہ لگا کر پی لیں گے۔" (بخاری) "شن" بمعنی مشکیزہ۔

لغات: ❖ شنة: چھوٹی پرانی مشک۔ شن (ن) شناً. الماء على الشراب. متفرق چھینٹا دینا۔ (و اشن). الغارة عليهم: چاروں طرف سے لوٹ ڈالنا۔ کرعنا: كرع (ف، س) كَرعاً و كُروعاً. فى الماء و الاناء. پانی یا برتن میں منہ لگا کر پانی پینا۔ كرعه (ف) كرعاً: پنڈلی پر تیر مارنا۔ كرع (س) كرعاً درد مند پنڈلی والا ہونا۔

تشریح: بَاتَ هٰذِهِ اللَّيْلَةَ فِيْ شَنَّةٍ: تمہارے پاس مشکیزے میں رات کا باسی پانی موجود ہے؟ گرمی کے موسم میں رات کا رکھا ہوا پانی کچھ ٹھنڈا ہوجاتا ہے اس لئے یہ پینے میں اچھا معلوم ہوتا ہے۔ پانی باسی نہیں ہوتا جس طرح کھانے پینے کی چیز باسی ہوتی ہے۔ اِلَّا كَرَعْنَا: ورنہ ہم نہر سے خود منہ لگا کر پانی پی لیں گے۔ علامہ سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں "کرع" یعنی منہ ڈال کر پانی پینا جائز ہے۔

سوال: ابن ماجہ کی ایک روایت میں اس طرح پینے کو منع کیا گیا ہے۔

جواب: اس ممانعت کو مکروہ تنزیہی پر محمول کیا جائے گا اور حدیث بالا کو بیان جواز پر محمول کریں گے۔ مطلب یہ ہے کہ عام حالات میں اس طرح منہ لگا کر پینا تو مکروہ ہے لیکن مجبوری میں اس طرح پینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخارى كتاب الاشربة (باب شرب اللبن بالماء) و (باب الكرع فى الحوض). و احمد ١٤٧١٤/٥ وابوداود وابن ماجه والدارمى ١٢٠/٢ وابن حبان ٥٣١٤ وهكذا فى البيهقى ٢٨٤/٧۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۴) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

سونے چاندی کے برتنوں میں کھانا پینا منع ہے

(٧٧٧) ﴿وَعَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَانَا عَنِ الْحَرِيْرِ وَ الدِّيْبَاجِ وَالشُّرْبِ فِيْ آنِيَةِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ، وَقَالَ: "هِيَ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا، وَهِيَ لَكُمْ فِي الآخِرَةِ﴾ (متفق عليه)

ترجمہ: "حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ریشمی لباس کے پہننے سے اور سونے چاندی کے برتنوں میں کھانے سے منع فرمایا اور ارشاد فرمایا: کہ یہ چیزیں دنیا میں کافروں کے لئے ہیں اور تمہارے لئے آخرت میں ہیں۔" (بخاری)

لغات: ❖ الديباج: ریشمی کپڑا جمع دبابج ودبابيج دبجه (ن) دبجاً ودبّجه: نقش کرنا۔ مزین کرنا۔ خوبصورت بنانا۔

تشریح: نَهَانَا عَنِ الْحَرِيْرِ وَالدِّيْبَاجِ: ریشمی لباس کے پہننے سے منع فرمایا۔ یہ حکم صرف مردوں کے حق میں ہوگا عورتوں کو ریشم پہننا جائز ہے۔ مردوں کو چار انگشت کے بقدر جائز ہوگا جو کنارے وغیرہ پر لگایا جاتا ہے۔ اسی طرح وہ کپڑا جس کے تانے میں تو ریشم ہو مگر بانے میں سوت ہو تو یہ بھی جائز ہوگا، اور اگر سوت بانے میں ہو اور ریشم تانے میں ہو تو اس کا پہننا حرام ہوگا[1] لیکن لڑائی کے موقعہ پر جائز ہوگا یا اسی طرح کسی کو خارش یا جوئیں وغیرہ ہوجائیں تو علاج کے لئے گنجائش ہے۔

وَالشُّرْبِ فِيْ آنِيَةِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ: سونے چاندی کے برتنوں میں کھانے پینے سے بھی منع فرمایا۔ تمام علماء کا اتفاق

ہے کہ اس حکم میں مرد اور عورتیں دونوں شامل ہیں کہ سونے اور چاندی کے برتن میں کھانا پینا دونوں کے لئے حرام ہے، اسی طرح لوٹا ہو یا عطردان یا پان دان وغیرہ بھی حرام ہوگا۔ عورتوں کو صرف زیورات کے طور سے استعمال کی اجازت ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخارى كتاب اللباس (باب لبس الحرير و افتراشه للرجال) و كتاب الاشربة (باب الشرب فى آنية الذهب) و (باب آنية الفضة). و صحيح مسلم كتاب اللباس (باب تحريم استعمال اناء الذهب والفضة) واحمد ۳٤۲٤/۹ والدارمى ۱۲۱/۲، ابوداؤد و الترمذى و ابن حبان ۵۳۳۹۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۱۰۲) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) ہدایہ

چاندی کے برتن میں کھانے والا اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ بھرتا ہے

(۷۷۸) ﴿وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اَلَّذِیْ يَشْرَبُ فِیْ آنِيَةِ الْفِضَّةِ إِنَّمَا يُجَرْجِرُ فِیْ بَطْنِهٖ نَارَ جَهَنَّمَ﴾ (متفق عليه).

وَفِیْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ: "إِنَّ الَّذِیْ يَأْكُلُ أَوْيَشْرَبُ فِیْ آنِيَةِ الْفِضَّةِ وَالذَّهَبِ"

وَفِیْ رِوَايَةٍ لَهٗ: "مَنْ شَرِبَ فِیْ إِنَاءٍ مِنْ ذَهَبٍ أَوْفِضَّةٍ فَإِنَّمَايُجَرْجِرُ فِیْ بَطْنِهٖ نَاراً مِنْ جَهَنَّمَ"﴾

ترجمہ: "حضرت ام سلمۃ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص چاندی کے برتنوں میں پیتا ہے وہ اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ کو بھر رہا ہے۔" (بخاری)

مسلم کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ بے شک وہ آدمی جو سونے اور چاندی کے برتنوں میں کھاتا یا پیتا ہے وہ اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ بھرتا ہے۔

لغات: ❖ يجرجر: غٹ غٹ اتارنا۔ جرجر وتجرتجر. الماء: غٹ غٹ پینا۔ جرجر الجمل: بلبلانا — الماء فی حلقه: گڑ گڑ کرنا۔

تشریح: سونے چاندی کے برتنوں کا استعمال حرام ہے

اِنَّمَا يُجَرْجِرُفِیْ بَطْنِهٖ نَارًا مِنْ جَهَنَّمَ: اس سے اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ بھرتا ہے۔ یہ وعید حرام ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ سونے چاندی کے برتن وغیرہ کا استعمال مشرکین اور متکبرین کا شیوہ ہے اور یہ اللہ کو ناراض کرنے والی چیز ہے، اس کا استعمال فقہاء کے نزدیک کبیرہ گناہ میں شامل ہے۔ علامہ طیبی رحمہ اللہ (شافعی) نے علامہ نووی شافعی رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے

کہ اگر چھوٹی چھوٹی کیلیں سونے اور چاندی کی ضرورت کی وجہ سے برتن میں استعمال کی گئی ہے تو یہ جائز ہوگا، لیکن اگر یہ زیادہ مقدار میں ہوں اور بڑی بڑی چوڑی ہوں تو یہ حرام کے حکم میں ہوں گی، لیکن اس میں بھی احناف کا مذہب یہ ہے کہ جس برتن میں سونے یا چاندی کی کیلیں لگی ہوں اس میں پانی پینا اس وقت جائز ہوگا جب کہ اس جگہ سے منہ لگا کر نہ پیا جائے جہاں پر سونا یا چاندی لگی ہے۔[1]

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخاری کتاب الاشربة (باب آنية الفضة) وصحيح مسلم کتاب اللباس (باب تحريم استعمال اوانی الذهب الخ) واحمد ۱۰/۲۶٦٤٤ و ابن ماجه وابن حبان ۵۳٤۱ و هكذا فى البيهقى ۱/۲۷۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ام سلمۃ رضی اللہ عنہا کے حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۸۲) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) مظاہر حق

كتاب اللباس

لباس کا بیان

(۱۱۷) بَابُ اِسۡتِحۡبَابِ الثَّوۡبِ الۡاَبۡيَضِ وَجَوَازِ الۡاَحۡمَرِ وَ الۡاَخۡضَرِ وَالۡاَسۡوَدِوَجَوَازِهٖ مِنۡ قُطۡنٍ وَكَتَّانٍ وَشَعۡرٍوَصُوۡفٍ وَغَيۡرِهِمَا اِلَّا الۡحَرِيۡرَ

سفید کپڑے کے مستحب ہونے اور سرخ، سبز اور سیاہ رنگ کے، نیز ریشم کے علاوہ سوت، بالوں اور اون وغیرہ کے کپڑوں کے جائز ہونے کا بیان

بہترین لباس تقویٰ ہے

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿يٰبَنِىۡۤ اٰدَمَ قَدۡ اَنۡزَلۡنَا عَلَيۡكُمۡ لِبَاسًا يُّوَارِىۡ سَوۡاٰتِكُمۡ وَرِيۡشًا، وَلِبَاسُ التَّقۡوٰى ذٰلِكَ خَيۡرٌ﴾ (سورة اعراف: ٢٦)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ''اے بنی آدم! ہم نے تم پر لباس اتارا جو تمہاری ستر پوشی کرتا ہے،

اور زینت کا سامان اتارا، اور پرہیزگاری کا لباس یہ زیادہ بہتر ہے۔"

تشریح: یٰبَنِیۡۤ اٰدَمَ قَدۡ اَنۡزَلۡنَا عَلَیۡکُمۡ لِبَاسًا: اللہ جل شانہ نے لباس کو ایک عظیم نعمت قرار دیا ہے کہ ستر پوشی یہ انسان کی فطری خواہش اور ضرورت ہے اور اس میں تمام مذہب اور ملت والے متفق ہیں۔

یُّوَارِیۡ سَوۡاٰتِکُمۡ وَ رِیۡشًا: "یواری" کے معنی ہوتے ہیں چھپانے کے۔ سواۃ: جسم کا وہ حصہ جسے چھپانا ضروری ہے جیسے شرم گاہ۔ ریشا: وہ لباس جو آدمی اپنی زینت و جمال کے لئے استعمال کرتا ہے۔ پہلی قسم کا لباس وہ ہے جس سے آدمی اپنی ضرورت پوری کرتا ہے اور یہ اسلام میں سب سے پہلا فرض ہے، باقی نماز وغیرہ اس کے بعد ہے۔ اور دوسری قسم کا لباس وہ ذکر کیا گیا جس سے آدمی زینت و جمال حاصل کرتا ہے اور اپنے اعضاء کو شائستہ بناتا ہے۔ اللہ جل شانہ نے دونوں ہی قسموں کے لباس کے لئے سامان اور مواد پیدا فرمائے ہیں۔

وَلِبَاسُ التَّقۡوٰی ذٰلِکَ خَیۡرٌ: اوپر کے لباس تو سب ہی جانتے ہیں ایک تیسرا لباس ہے وہ تقویٰ ہے۔ تقویٰ سے مراد یہاں پر بقول ابن عباس رضی اللہ عنہما اور عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے عمل صالح اور خوف خدا ہے۔ (۱) مفسرین فرماتے ہیں "لباس التقویٰ" کے لفظ سے اس کی طرف بھی اشارہ ہے کہ ظاہری لباس کے ذریعے ستر پوشی و تجمل ان سب کا اصل مقصد تقویٰ اور خوف خدا ہے، اس کا ظہور اس کے لباس میں بھی ہونا چاہئے کہ ستر پورا چھپا ہوا ہو۔ سادہ بھی ہو، اسراف بھی نہ کیا گیا ہو اور وہ لباس فخر و غرور کے لئے نہ پہنا گیا ہو، عورتیں مردوں والا اور مرد عورتوں والا لباس نہ پہنے وغیرہ وغیرہ یہ سب باتیں لباس التقویٰ میں داخل ہیں۔ (۲)

(۱) روح المعانی
(۲) معارف القرآن ۳/۵۳۶

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: ﴿وَجَعَلَ لَکُمۡ سَرَابِیۡلَ تَقِیۡکُمُ الۡحَرَّ، وَسَرَابِیۡلَ تَقِیۡکُمۡ بَاۡسَکُمۡ﴾ (سورۃ نحل: ۸۱)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: "کرتے بنائے جو تم کو گرمی سے بچائیں اور ایسے کرتے جو تم کو (اسلحہ) جنگ سے محفوظ رکھیں۔"

تشریح: آیت بالا میں بھی اللہ جل شانہ اپنی نعمت کا ذکر فرما رہے ہیں کہ اون اور روئی وغیرہ کے کپڑے جو تم بناتے ہو اس سے گرمی سے اپنے آپ کو بچاتے ہو اور دوسرا لوہے کی زرہیں جن کو جنگوں میں تم استعمال کرتے ہو یہ سب اللہ کی نعمتوں میں سے ہے، اسی نے اس کے استعمال میں لانے کی صلاحیتیں عطاء فرمائی۔

سوال: یہاں پر کپڑے کا غرض یہ بتایا گیا ہے کہ اس سے تم گرمی سے بچتے ہو حالانکہ کرتا یہ گرمی اور سردی دونوں سے بچاتا ہے۔

جواب ❶ : عرب ایک گرم ملک ہے وہاں پر برف باری کا تصور بھی مشکل ہے اور قرآن کریم میں عرب کی اس عادت اور ضرورت کا لحاظ کرتے ہوئے مخاطب کیا جا رہا ہے، اس لئے صرف گرمی کا ذکر کیا گیا ہے سردی کا نہیں۔

جواب ❷ : مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس سورت کے شروع میں "لَكُمْ فِيهَا دِفْءٌ" فرما کر سردی سے بچنے کو فرمایا گیا اور اب "تقيكم الحر" میں گرمی کو دفع کرنے کا ذکر کر دیا، اس طرح دونوں ہی موسموں کا تذکرہ آگیا۔ (۱)

(۱) هذا كله من قرطبی و روح المعانی و مظہری و معارف القرآن

سفید کپڑا پہننے کی ترغیب

(۷۷۹) ﴿وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِلْبَسُوْا مِنْ ثِيَابِكُمُ الْبَيَاضَ فَإِنَّهَا مِنْ خَيْرِ ثِيَابِكُمْ، وَكَفِّنُوْا فِيْهَا مَوْتَاكُمْ﴾ (رواه ابوداود، والترمذی و قال: حديث حسن صحيح)

ترجمہ: ''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم سفید کپڑے پہنا کرو اس لئے کہ یہ تمہارے کپڑوں میں سے بہترین کپڑے ہیں اور اپنے مردوں کو بھی اسی میں کفن دیا کرو۔'' (ترمذی، یہ حدیث حسن صحیح ہے)

لغات: ❖ البسوا: لبس (س) لبساً. الثوب: کپڑا پہننا۔ فلانا: مدت تک کسی کی معاشرت وصحبت سے فائدہ اٹھانا۔

تشریح: اِلْبَسُوْا مِنْ ثِيَابِكُمُ الْبَيَاضَ: سفید کپڑے پہنا کرو۔ ایک دوسری روایت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بھی آتی ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کا ارشاد نقل کیا کہ اللہ رب العزت نے جنت کو سفید بنایا ہے اور اللہ کو سفید رنگ پسند ہے۔ (۱)

ملا علی قاری رحمہ اللہ سے نقل کیا گیا ہے کہ سفید لباس تواضع اور عاجزی کی نشاندہی کرتا ہے، سفید رنگ فطری رنگ ہے اسی کی طرف قرآن میں اشارہ ہے "فِطْرَةَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا" مساجد، محافل اور ملاقوں کے سلسلے میں بھی سفید کپڑا پہننا مستحب اور افضل ہے، نیز عیدین اور جمعہ کے دن کا لباس بھی سفید ہونا اچھا ہے۔ (۲)

مگر بعض فقہاء کی رائے جمعہ اور عیدین میں یہ ہے کہ ایسا لباس پہنے جو اس کے پاس سب سے زیادہ قیمتی ہو جیسے کہ آپ ﷺ سے سرخ دھاریوں والی چادر عیدین اور جمعہ کے دن اوڑھنا ثابت ہے۔

سائنس دانوں کے نزدیک بھی سفید کپڑا صحت کے لئے مفید ہے

سائنس دان بھی یہ کہتے ہیں کہ سفید لباس موسمی تغیرات کا مقابلہ کرتا ہے۔ سخت گرمی کے موسم میں سفید لباس گرم نہیں ہوتا اسی طرح سخت سردی میں سفید لباس ٹھنڈا نہیں ہوتا، اسی طرح سفید لباس والے کو سرطان (کینسر) نہیں ہوتا، اسی طرح جلدی الرجی اور ہائی بلڈ پریشر والے مریضوں کو بھی سفید لباس پہننے کا مشورہ دیا جاتا ہے۔ ہومیوپیتھی کے اصول کے مطابق سفید لباس دماغ و دل اور جلد کا محافظ ہے۔ (۳)

تخریج حدیث: أخرجه سنن ابی داودکتاب اللباس (باب فی البیاض) وسنن الترمذی ابواب الجنائز (باب ما یستحب من الاکفان) واحمد ۲۲۱۹/۱ وابن ماجه وابن حبان ۵۴۲۳ وھکذافی البیھقی ۲۴۵/۳ واسناده صحیح.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۱۱) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) مسند بزار، مجمع الزوائد ۱۳۱/۵

(۲) جمع الوسائل ۱۲۱

(۳) اصول کروموپیتھی ۴۳ مصنف صابر اسلام

سفید کپڑے میں اپنے مردوں کو کفن دیا کرو

(۷۸۰) ﴿وَعَنْ سَمُرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اِلْبَسُوْا الْبِيَاضَ، فَاِنَّهَا اَطْهَرُ وَ أَطْيَبُ، وَكَفِّنُوْا فِيْهَا مَوْتَاكُمْ﴾ رواه النسائی، والحاکم وقال: حدیث صحیح.

ترجمہ: "حضرت سمرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا سفید کپڑے پہنا کرو اس لئے کہ وہ پاکیزہ اور عمدہ ہیں اور اپنے مردوں کو بھی اسی میں کفن دیا کرو۔" (نسائی، حاکم، حاکم نے کہا یہ حدیث صحیح ہے)

لغات: ❖ البیاض: سفید۔ سفیدی۔ دودھ۔ کہا جاتا ہے "فلاں یلبس السوادوالبیاض" وہ سیاہ وسفید پہنتا ہے۔ بَيَّضَهٗ: سفید کرنا۔ باض (ض) بیضاً. الطائر: انڈے دینا۔ صفت مذکر (بائض) مؤنث بائض ج بوائض۔

تشریح: فَاِنَّهَا اَطْهَرُ وَاَطْيَبُ: زیادہ پاک اور پاکیزہ ہوتا ہے۔ سفید کپڑا جلدی میلا ہوتا ہے اس لئے آدمی اس کو سفید رکھنے کی کوشش کرتا ہے بخلاف رنگین کپڑے کے، وہ میل خوار ہوتا ہے اس لئے میلا ہونے کے باوجود آدمی اس کو پہنے رہتا ہے، علامہ قطب الدین شارح مشکوٰۃ فرماتے ہیں کہ سلیم الطبع لوگ سفید ہی کپڑے کی طرف زیادہ راغب ہوتے ہیں۔ (۱)

كَفِّنُوْافِيْهَامَوْتَاكُمْ: اپنے مردوں کو کفن بھی سفید کپڑوں میں دو۔ کیونکہ اس وقت مردہ فرشتوں کی مجلس میں حاضر ہوتا ہے

اور مجلسوں اور محفلوں میں سفید کپڑا پہن کر جانا یہ مستحب اور افضل ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه سنن النسائی کتاب الجنائز (باب ای الکفن خیر؟) والمستدرک للحاکم واحمد ۲۰۲۲۱/۷ وابن ماجه.

نوٹ: راوی حدیث حضرت سمرۃ رضی اللہ عنہ کے حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۳۶۱) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔
(۱) مظاہر حق ۱۷۲/۴/۴، روضۃ المتقین ۳۱۴/۲

آپ ﷺ نے سرخ جوڑا پہنا ہوا تھا

(۷۸۱) ﴿وَعَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرْبُوْعاً وَلَقَدْ رَأَيْتُهُ فِيْ حُلَّةٍ حَمْرَاءَ، مَارَأَيْتُ شَيْئاً قَطُّ أَحْسَنَ مِنْهُ.﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کا قد درمیانہ تھا میں نے آپ ﷺ کو سرخ جوڑا پہنے ہوئے دیکھا، میں نے آپ ﷺ سے زیادہ کوئی حسین نہیں دیکھا۔'' (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ مربوعا: درمیانہ قد المر تبع والمر بوع: درمیانہ قد۔

تشریح: مَرْبُوْعًا: درمیانی قد۔ ایک دوسری روایت میں اس کی وضاحت اس طرح آتی ہے: اَحْسَنُ النَّاسِ وَجْهًا وَ اَحْسَنُهُ خُلُقًا، لَيْسَ بِالطَّوِيْلِ الذَّاهِبِ وَلَا بِالْقَصِيْرِ [1] کہ آپ ﷺ سب سے زیادہ خوبصورت تھے اور اخلاق میں سب سے بہتر، بہت لمبے اور چھوٹے قد کے نہیں تھے۔

حُلَّةٌ حَمْرَاءَ: سرخ جوڑا۔ حلة یہ تہبند اور چادر کے مجموعہ کو کہا جاتا ہے۔

سوال: سرخ رنگ تو شریعت نے مردوں کو منع فرمایا ہے، جیسے کہ روایات میں آتا ہے مثلاً: عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا خبردار! لال رنگ مت استعمال کرو یہ شیطان کا محبوب رنگ ہے۔ [2]

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ لال رنگ کو ناپسند فرماتے تھے۔ [3] ایک مرتبہ ایک شخص جس نے لال کپڑے پہنے ہوئے تھے اس نے آپ ﷺ کو سلام کیا تو آپ ﷺ نے اس کے سلام کا جواب بھی نہیں دیا۔ [4]

ایک مرتبہ آپ ﷺ نے ایک صحابی کے جسم پر سرخ لباس دیکھ کر فرمایا: یہ کفار کا لباس ہے اسے نہ پہنو۔ [5]

جواب: ابن قیم رحمہ اللہ نے اس کا جواب دیا ہے کہ جن روایتوں میں آپ ﷺ کے بارے میں سرخ یا سبز جوڑوں کا ذکر ہے وہاں مراد پورا کپڑا سرخ یا سبز نہیں ہے بلکہ صرف دھاریاں مراد ہے۔ [6]

اسی طرح ابن حجر رحمہ اللہ نے بھی ایک جگہ لکھا ہے کہ یمنی چادریں جو ہوتی تھیں مکمل رنگین نہیں ہوتی تھیں بلکہ اس میں

رنگین دھاریاں ہوتی تھیں۔ (۷)

تخریج حدیث: أخرجه صحیح بخاری کتاب اللباس (باب الثوب الاحمر) و کتاب المناقب (باب صفة النبی صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) وصحیح مسلم کتاب الفضائل (باب فی صفة النبی صلی اللّٰه علیه وسلم وانه کان احسن الناس وجها). و احمد ١٨٥٨٢/٦ والنسائی والترمذی و ابوداود وابن حبان ٦٢٨٤۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کے حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۸۰) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) مسلم (۲) مجمع الزوائد ۱۳۳/۵

(۳) عمدۃ القاری ۲۳/۲۲ (۴) ترمذی، ابوداود

(۵) مسلم ۱۹۳/۲ (۶) زاد المعاد ۵۱/۱

(۷) فتح الباری ۳۰۶/۱۰

آپ ﷺ کے وضو کے پانی کو صحابہ اپنے جسم پر ملتے تھے

(۷۸۲) ﴿وَعَنْ اَبِیْ جُحَيْفَةَ وَهَبِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ وَ هُوَبِالْاَبْطَحِ فِیْ قُبَّةٍ لَهُ حَمْرَاءَ مِنْ أَدَمٍ، فَخَرَجَ بِلَالٌ بِوَضُوْئِهِ، فَمِنْ نَاضِحٍ وَنَائِلٍ، فَخَرَجَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ حُلَّةٌ حَمْرَاءُ، كَأَنِّیْ أَنْظُرُ إِلَى بَيَاضِ سَاقَيْهِ، فَتَوَضَّأَ وَأَذَّنَ بِلَالٌ، فَجَعَلْتُ أَتَتَبَّعُ فَاهُ هٰهُنَا وَهٰهُنَا، يَقُوْلُ يَمِيْنًا وَشِمَالاً حَیَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَیَّ عَلَى الْفَلَاحِ، ثُمَّ رُكِزَتْ لَهُ عَنَزَةٌ، فَتَقَدَّمَ فَصَلَّى يَمُرُّ بَيْنَ يَدَيْهِ الْكَلْبُ وَ الْحِمَارُلَا يُمْنَعُ.﴾ (متفق علیه)

"اَلْعَنَزَةُ" بفتح النون: نَحْوَ الْعُكَّازَةِ.

ترجمہ: ''حضرت ابوحجیفۃ وھب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے آپ ﷺ کو مکے میں جب کہ آپ ﷺ ابطح وادی میں تھے، سرخ رنگ کے چمڑے سے بنے ہوئے خیمے میں دیکھا، حضرت بلال رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے وضو کا پانی لے کر باہر آئے تو کچھ لوگ وہ تھے جنہیں صرف چھینٹے مل سکے اور بعض وہ تھے جنہیں کچھ پانی میسر آیا۔ پس آپ ﷺ بھی باہر تشریف لائے اور آپ ﷺ کے جسم اطہر پر سرخ رنگ کا جوڑا تھا گویا کہ میں آپ ﷺ کی پنڈلیوں کی سفیدی کو دیکھ رہا تھا تو آپ ﷺ نے وضو فرمایا اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے آذان دی اور میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے منہ کا ادھر ادھر کرنا دیکھ رہا تھا کہ وہ حی علی الصلاۃ، کہتے ہوئے دائیں طرف اور حی علی الفلاح، کہتے ہوئے بائیں طرف منہ پھیرتے، پھر آپ ﷺ کے لئے ایک نیزہ گاڑ دیا گیا

پس آپ ﷺ آگے بڑھے اور نماز پڑھائی، آپ ﷺ کے سترے کے آگے سے کتا اور گدھا گزر رہے تھے ان کو روکا نہیں جاتا تھا۔" (بخاری و مسلم)

"اَلْعَنَزَةُ" نون کے زبر کے ساتھ چھوٹے نیزے کو کہتے ہیں۔

لغات: ❖ القبة: گنبد جمع قباب و قبب. أدم: پکایا ہوا چمڑا جمع ادیم. ادم (ن) ادماً. اهله: اپنے لوگوں کے لئے نمونہ بننا۔ ادم (ض) ادماً. الجند: سالن لگانا۔ صفت مفعولی: ادیم. ادم (س) ادماً و ادم (ک) ادمةً گندم گوں ہونا۔ ائتدم: سالن سے روٹی کھانا۔ رکزت: گاڑھنا۔ رکز (ن ض) رکزاً. الرمح ونحوه: پھاڑنا۔ دفن کرنا۔ العرق: حرکت کرنا۔ عنزة: ڈنڈا جس کے نیچے پھل لگا ہوا ہو۔ جمع عنز و عنزات۔

تشریح: هُوَ بِالْاَ بْطَحِ: یہ ایک جگہ کا نام ہے اس کا دوسرا نام وادی محصب بھی ہے "ابطح" اصل میں نشیبی جگہ کو کہتے ہیں یہ بھی نشیبی جگہ تھی یہاں سے برساتی پانی گزرتا تھا۔ (۱)

فَمِنْ نَاضِحٍ وَمِنْ نَائِلٍ: یعنی جن کو پانی نہیں ملا ان پر ان لوگوں نے اپنے ہاتھوں کی تری سے چھڑکاؤ کر دیا جن کو پانی ملا تھا۔ نائل یعنی وہ لوگ جن کو پانی ملا، انہوں نے ہاتھ تر کیا تھا۔ دوسری روایت اس معنی کی مزید وضاحت کرتی ہے جن کو پانی ملا انہوں نے وہ مل لیا اور جن کو نہیں ملا انہوں نے اپنے ساتھیوں کے ہاتھ کی تری لے کر اپنے جسم پر مل لی۔

ثُمَّ رُكِزَتْ لَهُ عَنَزَةٌ: آپ ﷺ کیلئے ایک نیزہ گاڑ دیا گیا، اگر دیوار وغیرہ نہ ہو، نمازی اپنے آگے سترہ رکھ لے، پھر اس کے آگے سے گزرنے میں کوئی حرج نہیں، یہ سترہ صرف امام کے آگے ہو تب بھی کافی ہے، سب کے سامنے ضروری نہیں جیسا کہ "رکزت" سے معلوم ہو رہا ہے کہ یہ سترہ صرف آپ ﷺ کے لئے لگایا گیا تھا۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخاری كتاب الصلوٰة (باب الصلاة فی الثوب الاحمر) وصحيح مسلم كتاب الصلاة (باب سترة المصلىٰ) واحمد ١٨٧٨٧/٦ و الترمذی والنسائی وابن حبان ٢٣٩٤ والحاكم ٧٢٥/١۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابو جحیفہ وہب بن عبداللہ کے حالات حدیث نمبر (۷۵۰) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) نزہۃ المتقین ۵۴۴/۱

آپ ﷺ نے دھاری دار سبز رنگ کے کپڑے بھی استعمال فرمائے ہیں

(٧٨٣) ﴿وَعَنْ اَبِیْ رِمْثَةَ رِفَاعَةَ التَّيْمِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ ثَوْبَانِ اَخْضَرَانِ. رواه ابو داود، والترمذی بإسناد صحيح﴾

ترجمہ: ''حضرت ابورمثہ رفاعۃ تیمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے آپ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ کے جسم مبارک پر دو سبز رنگ کے کپڑے تھے۔'' (ابوداود، ترمذی نے صحیح سند کے ساتھ اس کو روایت کیا ہے)

لغات: ❖ثوبان: دو کپڑے۔ الثوب: کپڑا جمع ثیاب و اثواب و اثوب۔

تشریح: حدیث بالا کی طرح حضرت یعلی بن امیہ کی روایت بھی آتی ہے جس میں وہ کہتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کو بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے دیکھا کہ آپ ﷺ سبز دھاری دار چادر اوڑھے ہوئے تھے جسے آپ ﷺ نے دائیں جانب سے نکال کر کندھے پر ڈال رکھی تھی۔ (۱)

پہلے یہ بات گزر چکی ہے یہ رنگین چادر صرف دھاریوں کے اعتبار سے تھی، پوری چادر سبز نہیں تھی، دھاری دار کپڑے پہننا عرب میں اس کا رواج تھا۔

تخریج حدیث: أخرجه سنن ابی داؤد کتاب اللباس (باب الرخصة فی اللون الاحمر) و سنن الترمذی ابواب الآداب (باب ماجاء فی الثوب الاخضر) واحمد ۷۱۳۱/۲ والنسائی وابن حبان ۵۹۹۵ وهکذا فی البیهقی ۲۷/۸۔

راوی حدیث حضرت ابورمثہ رفاعۃ التیمی کے مختصر حالات:

نام: رفاعۃ، کنیت ابورمثہ، قبیلہ تیم سے تعلق رکھتے ہیں، غالباً فتح مکہ کے بعد مشرف باسلام ہوئے۔ ان کے دین کی بابت سوال کرنے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کرسی پر بٹھا کر ضروری دین کی تعلیم دی۔ (مسلم)

ابورفاعۃ کے اندر جہاد کا بہت جذبہ تھا وہ دعا بھی کرتے تھے کہ اے اللہ! مجھے ایسی موت مرحمت فرما جو دوسرے مسلمانوں کے لئے قابل رشک ہو۔ (طبقات ابن سعد ۴۸/۷) ہوا بھی ایسا کہ ۴۴ھ میں جب کابل پر فوج کشی ہوئی، بجستان میں رات بھر عبادت کرتے ہوئے صبح کو ان کی آنکھ لگ گئی، فوج آگے چلی گئی یہ وہیں سو رہے تھے تو دشمنوں نے ان کو تنہا پا کر ذبح کر دیا۔ (طبقات ابن سعد)

ان سے کچھ روایات منقول ہیں جن کی مقدار میں علماء کا اختلاف ہے۔

---

(۱) رواہ ابوداود، زرقانی ۱۵۱/۵ و ہکذا فی مرقاۃ شرح مشکوٰۃ

فتح مکہ کے دن آپ ﷺ پر سیاہ عمامہ تھا

(۷۸۴) ﴿وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ.﴾ (رواه مسلم)

ترجمہ: ''حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ فتح مکہ والے دن مکے میں داخل ہوئے تو آپ ﷺ کے سر مبارک پر سیاہ رنگ کا عمامہ تھا۔'' (مسلم)

لغات: ❖ سوداء: سیاہ۔ العمامة السوداء: سیاہ پگڑی۔ السوداء والسُویداء: اطباء کے نزدیک ایک خلط کا نام۔ مالیخولیا کی بیماری۔ سوداء القلب وسویداہ: دل کا سیاہ نقطہ۔ تسود: نکاح کرنا۔ سردار ہونا۔ کالا ہونا۔

تشریح: کالا عمامہ باندھنا صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی ثابت ہے

عمامہ کے رنگ کے بارے میں شریعت نے کوئی قید نہیں لگائی، جس طرح ہو باندھ سکتا ہے، منع اس وقت ہوگا جب کسی مخصوص رنگ کو سنت سمجھا جائے اور نہ کرنے والے پر طعن کیا جائے۔ اسی طرح حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ عیدین کے دن کالا عمامہ استعمال فرماتے تھے اس کا شملہ پشت پر ڈال لیتے تھے۔ اسی طرح صحابہ سے بھی کالے رنگ کا عمامہ باندھنا ثابت ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو آپ ﷺ نے خیبر کے معرکے میں جب بھیجا تھا تو انہوں نے سیاہ عمامہ باندھا ہوا تھا اور اس کے شملہ کو پیچھے یا بائیں طرف چھوڑ دیا تھا۔ (۱)

انور زین کہتے ہیں حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے ہمیں خطبہ دیا، آپ ﷺ نے کالا عمامہ باندھا ہوا تھا۔ اسی طرح راوی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن زبیر کو دیکھا کہ انہوں نے سیاہ عمامہ باندھا ہوا تھا۔ اسی طرح حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ، حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ، عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ، سعید بن المسیب رحمہ اللہ اور حضرت بصری رحمہ اللہ، ابوعبیدہ اور اسود ان سب حضرات سے کالا عمامہ باندھنا ثابت ہے۔ (۳)

تخریج حدیث: أخرجه صحيح مسلم كتاب الحج (باب جواز دخول مكة بغير احرام) واحمد ١٤٩١٠/٥ و ابوداود والنسائي وابن ماجه وابن حبان ٣٧٢٢ و هكذا في البيهقي ١٧٧/٥۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۴) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) سیرت خیر العباد (۲) حاوی ۱۰۴/۲ (۳) الحاوی ۷۸/۲

آپ ﷺ کے عمامہ کا شملہ کندھوں کے درمیان ہوتا تھا

(٧٨٥) ﴿وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ عَمْرِو بْنِ حُرَیْثٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَیْهِ عَمَامَةٌ سَوْدَاءُ، قَدْ اَرْخٰی طَرَفَیْهَا بَیْنَ كَتِفَیْهِ.﴾ (رواه مسلم).

وفی روایةٍ لَهُ: ﴿اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَ النَّاسَ، وَعَلَیْهِ عَمَامَةٌ سَوْدَاءُ﴾

ترجمہ: ”حضرت ابوسعید عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے گویا کہ میں آپ ﷺ کی طرف دیکھ رہا ہوں اور آپ ﷺ کے سر مبارک پر سیاہ عمامہ ہے۔ آپ ﷺ نے اس کے دونوں کناروں کو اپنے کندھوں کے درمیان لٹکایا ہوا ہے۔

اور مسلم کی ایک اور روایت میں ہے بے شک آپ ﷺ نے لوگوں کو خطبہ دیا اور آپ ﷺ کے سر مبارک پر سیاہ رنگ کا عمامہ تھا۔"

لغات: ❖ ارخی: ارخی ارخاء. الشیء: نرم کرنا۔ ڈھیلا کردینا۔ لٹکانا۔ رخی (س) رخاًو رخوۃً و رخو (ک) رخاوۃً. نرم ہونا۔ آسان ہونا، آسودہ زندگی والا ہونا۔ خطب: خطب (ن) خطبۃ و خطباً و خطابۃ: وعظ کہنا۔ تقریر کرنا۔ حاضرین کے سامنے خطبہ دینا۔

تشریح: آپ ﷺ کے عمامہ کے بارے میں ذخیرہ حدیث میں تین رنگ ملتے ہیں ① سیاہ ② سفید ③ زرد۔ رنگ کی کوئی قید نہیں، ہر رنگ کا عمامہ باندھا جاسکتا ہے، کسی رنگ کو مخصوص نہیں سمجھنا چاہئے کہ یہی سنت ہے باقی نہیں، جیسا بھی رنگ مل جائے عمامہ باندھ لینا چاہئے۔

عمامہ باندھنے کے فضائل

عمامہ باندھنے کے احادیث میں متعدد فضائل وارد ہوئے ہیں، مثلاً ایک روایت میں آتا ہے عمامہ یہ مومن کا وقار ہے [1] ایک اور موقعہ پر فرمایا: عمامہ باندھا کرو اس سے حلم و بردباری میں اضافہ ہوگا۔ [2]

نیز ایک روایت میں آتا ہے عمامہ باندھو، عمامہ یہ اسلام کی نشانی ہے، یہ مسلمان اور کافروں کے درمیان باعث امتیاز ہے۔ [3]

تخریج حدیث: أخرجه صحيح مسلم كتاب الحج (باب جواز دخول مكة بغير احرام) واحمد ۱۸۷۵۹/۶ و ابوداؤد والنسائی.

راوی حدیث حضرت عمرو بن حریث کے مختصر حالات:

نام: عمرو، کنیت ابوسعید، والد کا نام حریث تھا، یہ قریشی مخزومی ہیں، انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے، بعض کے نزدیک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وفات کے وقت ان کی عمر ۱۲ سال تھی، آخر زمانہ میں کوفہ میں آکر آباد ہوگئے تھے اور پھر کوفہ کے امیر بھی بنے۔

وفات: ۸۵ھ میں انتقال ہوا۔

مرویات: ان سے ۱۸ احادیث منقول ہیں۔

---

(۱) مختصر کنز العمال ۲۲۳/۱۹ (۲) مجمع الزوائد ۱۲۲/۵ (۳) شرح مواہب لدنیہ ۱۰/۵

آپ ﷺ کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا تھا

(۷۸۶) ﴿وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: كُفِّنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ ثَلَاثَةِ

ثواب، بِيضٍ سَحُولِيَّةٍ مِنْ كُرْسُفٍ، لَيْسَ فِيهَا قَمِيصٌ وَلَا عِمَامَةٌ.﴾ (متفق عليه).

"اَلسَّحُولِيَّةُ" بفتح السين وضمهاوضم الحاء المهملتين: ثِيَابٌ تُنْسَبُ إِلٰى سَحُولٍ: قَرْيَةٍ بِالْيَمَنِ "وَ الْكُرْسُفُ" اَلْقُطْنُ.

ترجمہ: ''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کو تین سوتی کپڑوں میں کفن دیا گیا جو (یمن کے علاقہ) سحول کے بنے ہوئے تھے، اس میں نہ قمیص تھی اور نہ ہی عمامہ۔ (بخاری ومسلم) "السحولية" سین پر زبر اور پیش دونوں صحیح ہیں اور حاء پر پیش ہے، ایسے کپڑے جو یمن کی بستی ''سحول'' کی طرف منسوب ہیں "الکرسف" بمعنی روئی۔''

لغات: ❖ سحولية: یمن میں ایک بستی کے نام سے منسوب۔

سحل (ض) سحيلا سحالا. البغل: خچر کا ہنہنانا السحل (مصدر) ج اسحال و سحول وسحل و (السحيل) کپڑا جس کا سوت کچا ہو۔ اکہری بٹی ہوئی رسی۔ السحال: لگام۔

الکرسف: روئی۔ کرسف. الدابة: کونچ کٹنا۔ پاؤں باندھنا۔ الکرسف: روئی۔

تشریح: آپ ﷺ کو یمنی چادر میں کفن دیا گیا جو سحول کی بنی ہوئی تھی یہ یمن کے ایک علاقہ کا نام ہے۔ علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عرب میں نبی کریم ﷺ کے زمانہ اقدس میں یمن کی بنی ہوئی چادریں بڑی مقبول تھیں یہ سوتی ہوتی تھیں اس پر سبز یا لال دھاریاں بنی ہوتی تھی۔ (۱)

علماء فرماتے ہیں ایک کپڑے میں کفن دینا تو واجب ہے اور تین کپڑے میں دینا یہ سنت ہے جیسا کہ آپ ﷺ کو دیا گیا مگر عام زندگی کے کپڑوں کی طرح اس میں عمامہ اور قمیص نہیں ہوتی۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخارى كتاب الجنائز (باب الثياب البيض للكفن). وصحيح مسلم كتاب الجنائز (باب فى كفن الميت) واحمد ۲۶۰۰۸/۱۰ و ابوداود و الترمذى والنسائى وابن ماجه وابن حبان ۳۰۳۷ و هكذا فى البيهقى ۳۹۹/۳۔

نوٹ: راویہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۲) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) عمدة القاری ۳۱۱/۷

آپ ﷺ نے منقش چادر بھی استعمال کی ہے

(۷۸۷) ﴿وَعَنْهَا قَالَتْ: خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ غَدَاةٍ، وَعَلَيْهِ مِرْطٌ مُرَحَّلٌ مِنْ

شَعْرٍ أَسْوَدَ﴾ (رواه مسلم)

"اَلْمِرْطُ" بِكَسْرِ الْمِيمِ وَهُوَ كِسَاءٌ "وَالْمُرَحَّلُ" بالحاء المهملة: هُوَ الَّذِى فِيهِ صُورَةُ رِحَالِ الْإِبِلِ، وَهِيَ الْاَكْوَارُ.

ترجمہ: ''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک دن آپ ﷺ گھر سے باہر تشریف لے گئے اور آپ ﷺ کے جسم اطہر پر سیاہ بالوں کی بنی ہوئی ایک نقش ونگار والی چادر تھی۔

"المرط" میم پر زیر بمعنی: چادر "المرحل" حاء کے ساتھ وہ کپڑا جس میں اونٹ کے کجاووں کی تصویریں ہوں اور اسی کو اکوار بھی کہتے ہیں۔''

تشریح: بعض روایات میں "مرجل" جیم کے ساتھ بھی آتا ہے (۱) مگر محدثین کے نزدیک زیادہ صحیح حاء والا ہے۔ یعنی وہ چادر جو اونٹ کے پالان جیسے نقش ونگار والی ہو جو سیاہ بال سے بنائی گئی تھی۔ علماء فرماتے ہیں ممکن ہے کہ بنائی میں سیاہ بال بھیڑ یا دنبہ وغیرہ کے بن دیئے گئے ہوں جس کی وجہ سے سیاہ بالوں والی کہا جارہا ہے ورنہ تو صوف یا خز کی موٹی چادر کو آپ ﷺ استعمال فرماتے تھے۔ (۲)

تخریج حدیث: أخرجه صحيح مسلم كتاب اللباس (باب التواضع فى اللباس والاقتصار على الغليظ منه الخ) و احمد ۹/۲۰۳۵۰ و ابوداود و هكذا فى الترمذى.

نوٹ: راویہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۲) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) مسند احمد (۲) جمع الوسائل ص: ۱۲۲

آپ ﷺ نے اونی جبہ کو بھی استعمال فرمایا ہے

(۷۸۸) ﴿وَعَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كُنْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ فِي مَسِيرٍ. فَقَالَ لِي: "أَمَعَكَ مَاءٌ" ؟ قُلْتُ: نَعَمْ، فَنَزَلَ عَنْ رَاحِلَتِهِ، فَمَشَى حَتَّى تَوَارَى فِي سَوَادِ اللَّيْلِ، ثُمَّ جَاءَ، فَأَفْرَغْتُ عَلَيْهِ مِنَ الْإِدَاوَةِ، فَغَسَلَ وَجْهَهُ وَعَلَيْهِ جُبَّةٌ مِنْ صُوفٍ، فَلَمْ يَسْتَطِعْ أَنْ يُخْرِجَ ذِرَاعَيْهِ مِنْهَا حَتَّى أَخْرَجَهُمَا مِنْ أَسْفَلِ الْجُبَّةِ، فَغَسَلَ ذِرَاعَيْهِ وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ، ثُمَّ أَهْوَيْتُ لِأَنْزِعَ خُفَّيْهِ فَقَالَ: "دَعْهُمَا فَإِنِّي أَدْخَلْتُهُمَا طَاهِرَتَيْنِ" وَمَسَحَ عَلَيْهِمَا﴾ (متفق عليه).

وفى رواية: ﴿وَعَلَيْهِ جُبَّةٌ شَامِيَّةٌ ضَيِّقَةُ الْكُمَّيْنِ﴾

وفى رواية: ﴿أَنَّ هٰذِهِ الْقَضِيَّةَ كَانَتْ فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ﴾

ترجمہ: ''حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں ایک سفر میں رات کے وقت آپ ﷺ کے ساتھ تھا، آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: کیا تمہارے پاس پانی ہے؟ میں نے عرض کیا ہاں، پس آپ ﷺ اپنی سواری سے اترے اور پیدل چلے یہاں تک کہ رات کی تاریکی میں آپ ﷺ نظروں سے اوجھل ہوگئے، پھر آپ ﷺ واپس تشریف لائے تو میں نے برتن سے آپ ﷺ پر پانی ڈالا، پس آپ ﷺ نے اپنا چہرہ مبارک دھویا اور آپ ﷺ کے جسم پر اونی جبہ تھا۔ آپ ﷺ نے اس سے اپنے بازو کو نکالنے کی کوشش فرمائی لیکن وہ نہ نکل سکا یہاں تک کہ آپ ﷺ نے انہیں جبے کے نیچے سے نکالا۔ پس آپ ﷺ نے اپنے بازو دھوئے اور سر کا مسح کیا۔ پھر میں آپ ﷺ کے موزے اتارنے کیلئے جھکا تو آپ ﷺ نے فرمایا: انہیں چھوڑ دو، اس لئے کہ میں نے پاک پاؤں میں پہنے تھے، آپ نے ان پر مسح فرمایا (بخاری ومسلم)

اور ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ کے جسم اطہر پر شامی جبہ تھا جس کی آستینیں تنگ تھیں۔

اور ایک روایت میں ہے کہ یہ غزوہ تبوک کا واقعہ ہے۔''

لغات: ❖ تواری: توری توریا، تواریا. عنہ چھپنا۔ واری مواراۃً. الشیء: چھپانا۔

فأفرغت: افرغ وفرغ. للماء پانی گرانا۔ الاناء – برتن خالی کرنا۔

تشریح: حَتّٰی تَوَارٰی فِیْ سَوَادِ اللَّیْلِ: آپ ﷺ رات کی تاریکی میں چھپ گئے۔ آپ ﷺ قضاء حاجت کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ اور اس کے لئے بہتر یہی ہے کہ آدمی اتنا دور چلا جائے کہ لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل ہوجائے۔

آپ ﷺ کے زمانے میں اونی جبہ کا استعمال تواضع کی علامت تھی

وَعَلَیْهِ جُبَّةٌ مِنْ صُوْفٍ: آپ ﷺ کے جسم پر اونی جبہ تھا۔ علماء فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے زمانہ اقدس میں صوف (اون) معمولی کپڑے میں شمار ہوتا تھا۔ مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ نے معمولی سے معمولی کپڑوں اور چادروں کا استعمال فرمایا ہے جو تواضع اور سادگی کی علامت ہے اور باعث فضیلت بھی ہے، کیونکہ علماء فرماتے ہیں کہ لباس میں تواضع محمود ہے۔

فَلَمْ یَسْتَطِعْ اَنْ یُخْرِجَ ذِرَاعَیْهِ: آپ ﷺ نے اس سے اپنے بازو کو نکالنے کی کوشش کی لیکن نکال نہیں سکے۔ علماء فرماتے ہیں سفر کے دوران تنگ آستین کا ہونا مستحب ہے اور حضر میں مستحب یہ ہے کہ آستین کشادہ ہو، اور یہ واقعہ حدیث بالا کا غزوہ تبوک کا، یعنی سفر کا ہے۔ (۱)

ثُمَّ اَهْوَیْتُ لِاَنْزِعَ خُفَّیْهِ: میں آپ ﷺ کے موزے اتارنے کے لئے جھکا، آپ ﷺ نے موزہ پر مسح فرمایا اور یہ ائمہ اربعہ کے نزدیک متفق علیہ مسئلہ ہے کہ موزے پر مسح کیا جائے گا اور احناف کے نزدیک مقیم ایک دن ایک رات اور مسافر کے لئے تین دن تین رات تک کی اجازت ہے۔ (۲)

تخریج حدیث: أخرجه صحیح بخاری کتاب اللباس (باب من لبس جَبة ضیقة الکمین فی السفر) و (باب جبة الصوف فی الغزو). وصحیح مسلم کتاب الطهارة (باب المسح علی الخفین) واحمد ۱۸۲۱٤/٦، و ابوداود والنسائی وابن ماجه.

نوٹ: راوی حدیث حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۳۴۲) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔
(۱) مظاہر حق ۴/۱۵۸ (۲) کذافی کتب الفقہ

(۱۱۸) بَابُ اِسْتِحْبَابِ الْقَمِيْصِ
قمیص پہننے کے مستحب ہونے کا بیان

آپ ﷺ کا سب سے زیادہ پسندیدہ لباس قمیص تھا

(۷۸۹) ﴿عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَاقَالَ: كَانَ أَحَبَّ الثِّيَابِ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْقَمِيْصُ.﴾ رواه ابوداود، والترمذی وقال: حدیث حسن.

ترجمہ: ”حضرت ام سلمۃ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ کو کپڑوں میں سب سے زیادہ پسندیدہ قمیص تھی۔“ (ابوداود، ترمذی، صاحب ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے)

لغات: ❖ القمیص: کرتا (مذکر ومؤنث) جمع اقمصة و قمص و قمصان، تقمص: کرتا پہننا۔

تشریح: **قمیص کا استعمال بہتر ہونے کی وجہ**

كَانَ أَحَبَّ الثِّيَابِ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقَمِيْصُ: آپ ﷺ کو کپڑوں میں سب سے زیادہ پسندیدہ قمیص تھی۔ عہد رسالت میں عربوں میں عام طور سے لباس دو چادروں کا ہوتا، ایک چادر نیچے اور ایک چادر اوپر، قمیص کا رواج تھا مگر بہت کم۔ محدث زین الدین عراقی فرماتے ہیں کرتا پہننا مندوب و بہتر ہے اور آپ ﷺ کو زیادہ پسندیدہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں ستر پوشی زیادہ ہے، سلائی کی وجہ سے بدن چھپا رہتا ہے۔ ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کرتا زیادہ ستر کو چھپانے والا ہے اور بدن پر ہلکا بھی معلوم ہوتا ہے اس کے پہننے میں تواضع بھی ہوتی ہے اس لئے اس کا پہننا بہتر ہے۔ (۱)

تخریج حدیث: رواه سنن ابی داود کتاب اللباس (باب ماجاء فی القمیص) وسنن الترمذی ابواب اللباس

(باب ما جاء فی لبس الجبة و الخفین) اسناده حسن.

نوٹ: راویہ حدیث حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۸۲) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔
(۱) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ وجمع الوسائل: ۱۰۷، روضۃ المتقین ۲/۳۲۱، نزہۃ المتقین ۱/۵۴۷

(۱۱۹) بَابُ صِفَةِ طُوْلِ الْقَمِيْصِ وَالْكُمِّ وَالْإِزَارِ وَطَرْفِ الْعَمَامَةِ وَتَحْرِيْمِ إِسْبَالِ شَيْءٍ مِنْ ذٰلِكَ عَلٰى سَبِيْلِ الْخُيَلَاءِ وَكَرَاهَتِهِ مِنْ غَيْرِ خُيَلَاءَ

قمیص، آستین اور تہبند (یعنی شلوار پاجامہ) اور پگڑی کا کنارہ کتنا لمبا ہو؟ نیز تکبر کے طور پر ان میں سے کسی کو بھی لٹکانے کی حرمت اور بغیر تکبر کے لٹکانے کی کراہیت کا بیان

آپ ﷺ کی قمیص کی آستین پہنچوں تک تھی

(۷۹۰) ﴿عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيْدَ الْاَنْصَارِيَّةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَاقَالَتْ: كَانَ كُمُّ قَمِيْصِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الرُّسْغِ﴾ (رواہ ابوداودوالترمذی وقال: حدیث حسن)

ترجمہ: ''حضرت اسماء بنت یزید انصاری رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ کی قمیص کی آستین پہنچوں تک تھی۔'' (ابوداود، ترمذی۔ یہ حدیث حسن ہے)

لغات: ❖ القمیص: کرتا (مذکر ومؤنث) جمع اقمصة وقمص وقمصان، تقمص: کرتا پہننا۔
کُم: آستین جمع اکمام وکممة. کم (ن) کما: چھپانا، پوشیدہ کرنا۔ کمم واکم. القمیص: کرتے میں آستین لگانا۔

تشریح: كَانَ كُمُّ قَمِيْصِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الرُّسْغِ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قمیص کی آستین پہنچوں تک تھی۔

ایک سوال اور اس کا جواب

سوال: ایک دوسری روایت میں آستین انگلیوں تک بھی ثابت ہے۔[۲]

جواب: ملا علی قاری رحمہ اللہ یہ دیتے ہیں کہ پہنچوں تک آستین کا ہونا یہ تو سنت ہے مگر کبھی کبھار پہنچوں سے بھی زائد ہو جاتی تھی (۳) ممکن ہے کہ کوئی کرتا ایسا ہو جس کی آستین انگلیوں تک ہو۔ یا سردی کی وجہ سے ایسی قمیص آپ ﷺ نے استعمال فرمائی ہو۔ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں آپ ﷺ کی قمیص کی آستین تو پہنچوں تک ہی تھی ہاں، سفر میں آپ نے تنگ آستین والا جبہ پہنا تھا اس کی آستین بڑی تھی۔ (۴)

واضح رہے کہ انگلیوں سے زاید آستین آپ ﷺ کی نہیں ہوتی تھی، حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ انگلیوں سے زائد آستین کو کاٹ دیتے تھے۔ (۵)

تخریج حدیث: أخرجه سنن ابی داود کتاب اللباس، (باب ماجاء فی القمیص) و سنن الترمذی ابواب اللباس (باب ماجاء فی القمیص).

نوٹ: راویہ حدیث حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا کے حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۵۲۲) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) یہ حدیث پہلے "باب فضل الجوع و خشونة العیش" میں گزر چکی ہے۔

(۲) رواہ حاکم

(۳) مرقاۃ

(۴) زاد المعاد: ۱/۵۱

(۵) رواہ بیہقی بحوالہ جمع الوسائل ص: ۱۰۹

تکبر کی وجہ سے کپڑا لٹکانے والے کو اللہ رحمت کی نگاہ سے نہیں دیکھتا

(۷۹۱) ﴿وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنْ جَرَّ ثَوْبَهُ خُيَلَاءَ لَمْ يَنْظُرِ اللّٰهُ إِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ" فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ! إِنَّ إِزَارِيْ يَسْتَرْخِيْ إِلَّا أَنْ أَتَعَاهَدَهُ، فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّكَ لَسْتَ مِمَّنْ يَفْعَلُهُ خُيَلَاءَ﴾ (رواه البخاری وروی مسلم بعضه)

ترجمہ: "حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص بھی تکبر کی وجہ سے اپنا کپڑا زمین پر گھسیٹتا ہوا چلتا ہے اللہ جل شانہ قیامت کے دن اس کی طرف (رحمت کی نگاہ سے) نہیں دیکھیں گے۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ! میرا تہبند بھی نیچے لٹک جاتا ہے مگر یہ کہ میں بہت خیال رکھوں، تو آپ ﷺ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا تم ان لوگوں میں سے نہیں ہو جو تکبر کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں۔" (بخاری، مسلم نے بھی اس کا کچھ حصہ روایت کیا ہے)

لغات: ❖ خيلاء: الخيلاء والخيلاء والخيلة: تکبر، غرور۔ تخايل تخايلا واختال اختيالا: تکبر کرنا، اور اکڑ کر چلنا۔

تشریح: حدیث کا مطلب یہ ہے کہ کرتہ، تہبند یا پاجامہ کا بغیر قصد وارادہ کے ٹخنوں سے نیچے لٹکنا شرعی طور پر نقصان دہ نہیں ہے، خاص کر کے اس شخص کے بارے میں جو غرور اور تکبر سے دور رہتا ہے لیکن اس صورت میں بھی متکبرین کے ساتھ مشابہ نہ ہوجائے اس لئے تہبند، پائجامہ وغیرہ کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانا صحیح نہیں ہوگا۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخارى كتاب فضائل الصحابة (باب لو كنت متخذا خليلا). و صحيح مسلم كتاب اللباس (باب تحريم جرالثوب خيلاء وبيان حدما يجوزارخاءه اليه ومايستحب) و احمد ٢/٥٣٧٧، والترمذى والنسائى وابن ماجه وابن حبان ٥٤٤٤ وهكذا فى البيهقى ٢/٢٤٣۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۱۲) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے والا قیامت کے دن اللہ کی نظر رحمت سے محروم ہوگا

(۷۹۲) ﴿وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَايَنْظُرُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِلٰى مَنْ جَرَّ اِزَارَهُ بَطَراً"﴾ (متفق عليه)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس شخص کی طرف رحمت کی نظر سے نہیں دیکھے گا جو اپنا تہبند تکبر کے طور پر لٹکاتا ہے۔'' (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ بطرا: اترانا، حیران ہونا۔ بطر (س) بطرا: زیادہ نعمت کی وجہ سے اترانا۔ الحق: تکبر کی وجہ سے قبول نہ کرنا۔ الشيء: ناپسند کرنا حالانکہ وہ چیز ناپسندیدگی کے قابل نہ ہو صفت: بطر۔

تشریح: "بَطَرَ" کے معنی ہیں اللہ جل شانہ کی نعمتوں کا انکار کرنا اور ان پر اس کا شکر ادا نہ کرنا، جس کا لازمی نتیجہ اترانا اور تکبر کرنا ہے۔ اس کی علامت لباس میں یہ ہے کہ آدمی کپڑے کو زمین پر گھسیٹتا ہوا چلے۔ اس سے معلوم ہوا غرور وتکبر کی وجہ سے پائجامے وغیرہ کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانا حرام ہے۔ اگر تکبر وغیرہ نہ ہو تب بھی مکروہ تنزیہی ہوگا۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح البخارى كتاب اللباس، (باب من جر ثوبه من غير خيلاء) و صحيح مسلم كتاب اللباس، (باب تحريم جر الثوب خيلاء) واحمد ٣/٩٠١٤۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

جو حصہ ٹخنوں سے نیچے ہوگا وہ آگ میں جائے گا

(۷۹۳) ﴿وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَا اَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ مِنَ الْاِزَارِ فَفِي النَّارِ﴾

(رواه البخاری)

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تہبند کا جو حصہ ٹخنوں سے نیچے ہوگا وہ آگ میں جائے گا۔"

لغات: ❖ اسفل: پست ترجمع اسافل، سفل (ن) و سفل (س) و سفل (ک) سفولا و سفالا: پست ہونا، نیچا ہونا، حقیر ہونا، صفت: سافل۔

تشریح: عربوں میں لباس کا دامن اتنا لمبا یا تہبند اتنا نیچے رکھنا کہ وہ زمین پر گھسیٹتا ہوا چلے بڑائی کی نشانی سمجھی جاتی تھی، جتنا بڑا سردار ہوتا اس کا دامن اتنا ہی نیچے ہوتا، اس پر وعید فرمائی جارہی ہے کہ ٹخنوں سے نیچے جتنا حصہ لٹکا ہوا ہوگا وہ جہنم کی آگ میں ڈالا جائے گا۔

کپڑے سے مراد کپڑے والا ہے

حدیث بالا سے بظاہر یہ مفہوم ہوتا ہے کہ ٹخنوں سے نیچے لٹکنے والا کپڑا جہنم میں ہوگا، آدمی نہیں، لیکن یہ بات واضح ہے کہ جب کپڑا جہنم میں جلے گا تو کپڑے والا تو بطریق اولی جہنم میں جائے گا، یہی سوال جب حضرت نافع سے کیا گیا تو انہوں نے جواب میں فرمایا: کپڑوں کا کیا قصور، قصوروار تو انسان کے قدم ہیں جو آگ کا ایندھن بنیں گے۔ (۱)

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخارى كتاب اللباس (باب ما اسفل من الكعبين ففى النار) واحمد ۳/۹۹۴۱۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) نزہۃ المتقین ۱/۵۴۹

قیامت کے دن اللہ جل شانہ تین آدمیوں سے بات نہیں فرمائیں گے

(۷۹۴) ﴿وَعَنْ اَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ، وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ" قَالَ: فَقَرَأَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَ مِرَارٍ. قَالَ اَبُوْذَرٍّ: خَابُوْا وَ خَسِرُوْا مَنْ هُمْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ؟ قَالَ: "اَلْمُسْبِلُ وَالْمَنَّانُ،

وَالْمُنَفِّقُ سِلْعَتَهُ بِالْحَلَفِ الْكَاذِبِ﴾ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

وَفِي رِوَايَةٍ لَهُ: ﴿اَلْمُسْبِلُ إِزَارَهُ﴾

ترجمہ: ”حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا تین آدمی ایسے ہیں جن سے قیامت کے دن اللہ جل شانہ، نہ کلام فرمائے گا اور نہ ان کی طرف (نظر رحمت) سے دیکھے گا اور نہ ان کو پاک کرے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا۔ حضرت ابوذر فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے تین مرتبہ یہ کلمات دہرائے، حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا یہ نامراد ہوئے اور خسارے میں پڑ گئے یا رسول اللہ! یہ کون لوگ ہیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ (۱) ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے والا (۲) احسان کر کے احسان جتلانے والا (۳) جھوٹی قسم کھا کر اپنا سامان بیچنے والا۔“ (مسلم)

اور مسلم کی ایک اور روایت میں ہے اپنا تہبند (یا شلوار، پائجامہ) ٹخنوں سے نیچے لٹکانے والا۔

لغات: ❖ المسبل: اسبل. الستر: پردہ لٹکانا۔ المسبل: کپڑا لٹکانے والا، تکبر وغرور سے لمبی مونچھوں والا۔ المنان: بہت احسان جتانے والا۔ من (ن) مناومنة وامتن امتنانا. علیه بما صنع: احسان جتانا۔ تمن علیه: احسان جتلا کر تکلیف پہنچانا۔ المنان: بہت احسان کرنے والا، اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے ہے۔

تشریح: حدیث بالا میں تین قسم کے لوگوں کے لئے کہا جارہا ہے کہ یہ لوگ خسارے میں ہیں۔ علماء فرماتے ہیں کہ یہ تینوں ہی کام حرام ہیں، منجملہ ان میں سے ایک یہ بھی ہے جو اپنی شلوار، تہبند کو ٹخنوں سے نیچے لٹکائے۔ روایت بالا کے علاوہ اور بھی متعدد روایات میں اس شخص کے لئے سخت سے سخت وعیدیں زبان نبوت سے نکلی ہیں۔ ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ: شعبان کی پندرھویں شب میں سب مسلمانوں کی بخشش کی جاتی ہے سوائے کچھ لوگوں کے، ان میں سے ایک ٹخنوں سے نیچے تہبند رکھنے والا بھی ہے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ ایک شخص تکبر کے طور سے اپنی تہبند کو زمین پر گھسیٹتا ہوا چل رہا تھا تو اس کو زمین میں دھنسا دیا گیا، اب وہ قیامت تک اسی طرح زمین میں دھنستا چلا جائے گا۔ [1]

تخریج حدیث: أخرجه صحيح مسلم كتاب الايمان (باب بيان غلظ تحريم اسبال الازاروالمن بالعطية و تنفيق السلعة بالحلف الخ) واحمد ٢١٣٧٦/٨ وابوداود والترمذى والنسائى وابن حبان ٤٩٠٧ و الدارمى ٢٦٧/٢۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (٦١) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) بخاری شریف

اسبال حرام ہے

(۷۹۵) ﴿وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اَلْاِسْبَالُ فِی الْاِزَارِ وَالْقَمِیْصِ، وَالْعِمَامَةِ، مَنْ جَرَّ شَیْئًا خُیَلَاءَ لَمْ یَنْظُرِ اللّٰهُ اِلَیْهِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ﴾ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِیُّ بِاِسْنَادٍ صَحِیْحٍ)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اسبال (لٹکانا) تہبند، قمیص اور عمامہ تینوں میں ہوتا ہے جو بھی تکبر کے طور پر کپڑا لٹکائے گا اللہ جل شانہ قیامت کے دن اس کی طرف (نظر رحمت) سے نہیں دیکھے گا۔'' (ابوداود، نسائی، یہ روایت صحیح ہے)

لغات: ❖ جر: جره (ن) جراوجربه: کھینچنا۔ جرواجترو اجر. البعير: جگالی کرنا۔ الاجَرّان: انسان وجنات۔ المجرة: کہکشاں۔ عوام اس کو "درب التبانه" کہتے ہیں۔

تشریح: اَلْاِسْبَالُ: یعنی کپڑے کو شرعی مقدار سے زائد لٹکانا جس طرح تہبند، شلوار میں حرام ہے اسی طرح کرتے، پگڑی وغیرہ میں بھی مقدار سنت سے، زائد کرنا اور شرعی مقدار سے زائد لٹکانا حرام ہوگا۔

اَلْاِزَارُ: کی مقدار شرعی تو بار بار ذکر ہو چکی ہے ٹخنوں سے اوپر اوپر ہو۔

قَمِیْصٌ: اس میں بھی یہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ ٹخنوں تک ہو اور آستین ہاتھوں کے پہنچوں تک۔

عَمَامَةٌ: اس کا شملہ زیادہ سے زیادہ نصف پشت تک ہو اس سے زائد منع ہوگا۔ [1]

تخریج حدیث: أخرجه سنن ابی داود كتاب اللباس (باب ماجاء فی اسبال الازار) و سنن النسائی كتاب الزينة (باب التغليظ فی جرالازار) و (باب اسبال الازار). و ابن ماجه.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۱۲) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔
(۱) روضۃ المتقین ۳۲۶/۲

تہبند (شلوار) نصف پنڈلی تک رکھنا مستحب ہے

(۷۹۶) ﴿وَعَنْ اَبِیْ جُرَیٍّ جَابِرِبْنِ سُلَیْمٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: رَاَیْتُ رَجُلاً یَصْدُرُ النَّاسُ عَنْ رَاْیِهٖ لَا یَقُوْلُ شَیْئًا اِلَّا صَدَرُوْا عَنْهُ، قُلْتُ: مَنْ هٰذَا؟ قَالُوْا: رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قُلْتُ: عَلَیْکَ السَّلَامُ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَرَّتَیْنِ قَالَ: "لَا تَقُلْ عَلَیْکَ السَّلَامُ، عَلَیْکَ السَّلَامُ تَحِیَّةُ الْمَوْتٰی، قُلْ: اَلسَّلَامُ

عَلَیْکَ" قَالَ: قُلْتُ: أَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ؟ قَالَ: "أَنَارَسُوْلُ اللّٰهِ الَّذِیْ إِذَا اَصَابَکَ ضُرٌّفَدَعَوْتَهٗ کَشَفَهٗ عَنْکَ، وَإِذَا اَصَابَکَ عَامُ سَنَةٍ فَدَعَوْتَهٗ أَنْبَتَهَا لَکَ، وَ إِذَاکُنْتَ بِاَرْضٍ قَفْرٍأَوْفَلَاةٍ، فَضَلَّتْ رَاحِلَتُکَ، فَدَعَوْتَهٗ رَدَّهَا عَلَیْکَ" قَالَ: قُلْتُ: اِعْهَدْ اِلَیَّ. قَالَ: "لَاتَسُبَّنَّ اَحَداً" قَالَ: فَمَا سَبَبْتُ بَعْدَهٗ حُراً، وَلَاعَبْداً، وَلَابَعِیْراً وَلَاشَاةً "وَلَا تَحْقِرَنَّ مِنَ الْمَعْرُوْفِ شَیْئًا، وَ أَنْ تُکَلِّمَ أَخَاکَ وَأَنْتَ مُنْبَسِطٌ اِلَیْهِ وَجْهُکَ، إِنَّ ذٰلِکَ مِنَ الْمَعْرُوْفِ وَارْفَعْ إِزَارَکَ اِلٰی نِصْفِ السَّاقِ، فَاِنْ أَبَیْتَ فَاِلَی الْکَعْبَیْنِ، وَاِیَّاکَ وَاِسْبَالَ الْاِزَارِ فَاِنَّهَا مِنَ الْمَخِیْلَةِ، وَاِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمَخِیْلَةَ، وَاِنِ امْرُؤٌ شَتَمَکَ وَعَیَّرَکَ بِمَا یَعْلَمُ فِیْکَ فَلَا تُعَیِّرْهُ بِمَاتَعْلَمُ فِیْهِ، فَاِنَّمَاوَبَالُ ذٰلِکَ عَلَیْهِ﴾ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَ التِّرْمِذِیُّ بِاِسْنَادٍ صَحِیْحٍ وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ: حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ)

ترجمہ: ''حضرت ابوجری جابر بن سلیم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک آدمی کو دیکھا کہ لوگ اس کی رائے پر عمل کرتے ہیں وہ جو کچھ کہتا ہے اسے لوگ قبول کرتے ہیں میں نے پوچھا یہ کون شخص ہے؟ لوگوں نے بتلایا جناب رسول اللہ ﷺ ہیں۔ میں نے کہا: علیک السلام یا رسول اللہ، دومرتبہ، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: علیک السلام مت کہو، علیک السلام تو مردوں کا سلام ہے، تم کہو السلام علیک۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے کہا آپ اللہ کے رسول ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں، میں اس اللہ کا رسول ہوں کہ جب تجھے کوئی تکلیف پہنچے اور تو اسے پکارے تو وہ تجھ سے اس تکلیف کو دور کردے گا اور جب تو قحط سالی میں مبتلا ہو اور تو اس سے دعا کرے تو وہ تیرے لئے زمین سے پیداوار نکال دے گا اور جب تو کسی جنگل بیاباں میں ہو اور تیری سواری گم ہوجائے، تو اس سے دعا کرے تو وہ اسے تجھ پر واپس لوٹا دے گا۔ (حضرت جابر بن سلیم کہتے ہیں) میں نے کہا آپ مجھے ہدایات دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کسی کو ہرگز گالی نہ دینا چنانچہ اس کے بعد میں نے نہ کسی آزاد کو گالی دی اور نہ کسی غلام کو اور نہ کسی اونٹ کو اور نہ کسی بکری کو نیکی کے کسی بھی کام کو ہرگز معمولی مت سمجھنا اور تمہارا اپنے بھائی سے خندہ پیشانی کے ساتھ بات کرنا یہ بھی نیک کاموں میں سے ہے۔ اور اپنا تہبند آدھی پنڈلی تک اونچا، رکھنا اگر یہ تیرے لئے ممکن نہ ہو تو ٹخنوں تک تو ضرور اونچا رکھنا اور ٹخنوں سے نیچے لٹکانے سے بچنا، کیونکہ یہ تکبر ہے اور اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والے کو پسند نہیں فرماتے اور اگر کوئی شخص تجھے گالی دے یا تجھے ایسی بات پر عار دلائے جو تیرے اندر موجود ہے، جس کو وہ جانتا ہے، تو تم اس کو ایسی بات پر عار مت دلانا جو اس کے اندر موجود

ہے اور وہ تیرے علم میں ہے، اس وقت اس کا وبال اسی پر ہوگا۔‘‘ (ابوداود، ترمذی۔ صاحب ترمذی نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا، یہ روایت حسن صحیح ہے)

لغات: ❖ یصدر: صدر (ن ض) صدارا ومصدراً. عن المکان وعن الماء: واپس ہونا۔ الی مکان: متوجہ ہونا۔ الرجل عن کذا: واپس کردینا۔ منہ: ظاہر ہونا۔ صدر: ہر چیز کا سامنے سے اوپر کا حصہ، سینہ، ہر چیز کا ابتدائی حصہ، ہر چیز کا ایک ٹکڑا۔ عام سنۃ: قحط سالی۔ عامٌ (سَنِتٌ وسَنِیتٌ و مُسْنِتٌ) اسنت. القوم: قحط زدہ ہونا۔

تشریح: یَصْدُرُ النَّاسُ عَنْ رَأیِہٖ: یصدر کے معنی ہیں لوٹنے کے۔ اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ لوگ ان کی رائے پر عمل کرتے ہیں یا قبول کرتے ہیں۔

قُلْتُ: عَلَیْکَ السَّلَامُ: میں نے کہا ’’عَلَیْکَ السَّلَامُ‘‘ آپ ﷺ نے جو فرمایا کہ مردوں کا سلام ہے، زمانہ جاہلیت کے اعتبار سے ہے کہ زمانہ جاہلیت میں ان الفاظ سے مردوں کو سلام کرتے تھے ورنہ زمانہ اسلام میں تو مردوں اور زندوں سب کا سلام ’’السلام علیکم‘‘ ہی ہے، جیسے کہ قبرستان کی دعا حدیث میں آپ ﷺ سے یہ منقول ہے:

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَھْلَ الْقُبُوْرِ الخ (۱)

شلوار کو ٹخنوں تک رکھ سکتے ہیں

اِرْفَعْ اِزَارَکَ إِلیٰ نِصْفِ السَّاقِ: اپنے تہبند کو آدھی پنڈلی تک اونچا رکھو۔ حدیث بالا میں نصف پنڈلی تک بتایا جارہا ہے یہ افضل ہے۔ نیز اس میں تواضع بھی زیادہ ہے، تاہم ٹخنوں تک کی اجازت ہے کہ ٹخنے ننگے رہیں۔ علامہ زرقانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ٹخنوں سے اوپر ثلث پنڈلی کی مقدار مشروع ہے آدھی پنڈلی تک سنت ہے اور ٹخنوں تک جائز ہے۔ (۲)

وَاِنِ امْرُؤٌ شَتَمَکَ وَعَیَّرَکَ بِمَایَعْلَمُ فِیْکَ: اگر کوئی شخص تم کو گالی دے یا تم کو کسی ایسی بات پر عار دلائے جو تمہارے اندر موجود ہے جس کو وہ جانتا ہے تو تم اس کو عار مت دلانا جو اس کے اندر موجود ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی کو اس کی غلطی اور کوتاہی پر ذلیل اور شرمندہ مت کرو یعنی لوگوں کے سامنے اس کے عیب کو ظاہر نہ کرو، البتہ تنہائی میں اس کی اصلاح کی غرض سے اس کو سمجھا دیا جائے۔

تخریج حدیث: أخرجہ سنن ابی داود کتاب الادب (باب کراھیۃ ان یقول علیک السلام) و سنن الترمذی ابواب الاستیذان (باب ما جاء فی کراھیۃ ان یقول علیک السلام مبتدئا).

راوی حدیث حضرت ابوجری جابر بن سلیم رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات:

نام: جابر، والد کا نام سلیم، بعض کے نزدیک ان کا نام سلیم اور والد کا نام جابر ہے، مگر ابن الاثیر نے کہا کہ صحیح یہ ہے کہ ان کا نام تو جابر ہے، والد کا نام سلیم ہے۔

کنیت ابوجری ہے، عرب کے قبیلہ تمیم کی ایک شاخ سے نسبی تعلق تھا، اپنے اسلام لانے کا واقعہ تفصیلی حدیث بالا میں خود بیان فرمار ہے ہیں، ان سے

کچھ احادیث منقول ہیں، ان سے کوئی روایت بخاری و مسلم میں منقول نہیں۔ ابوداود، ترمذی وغیرہ اصحاب سنن نے ان سے روایت کو نقل کیا ہے۔
مزید حالات کیلئے ملاحظہ فرمائیں: (۱) استیعاب ۱/۸۸ (۲) تقریب وغیرہ۔

(۱) نزھۃ المتقین ۱/۵۵۱
(۲) زرقانی علی المواہب ۹/۵

ٹخنوں کو چھپا کر نماز پڑھنے والے کو آپ ﷺ نے نماز کے اعادہ کا حکم فرمایا

(۷۹۷) ﴿وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: بَیْنَمَارَجُلٌ یُصَلِّیْ مُسْبِلٌ اِزَارَهُ، قَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "اِذْهَبْ فَتَوَضَّأْ" فَذَهَبَ فَتَوَضَّأَ، ثُمَّ جَاءَ، فَقَالَ: "اِذْهَبْ فَتَوَضَّأْ" فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ: یَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَالَکَ أَمَرْتَهُ أَن یَّتَوَضَّأَثُمَّ سَکَتَّ عَنْهُ؟ قَالَ: "إِنَّهُ کَانَ یُصَلِّیْ وَهُوَمُسْبِلٌ إِزَارَهُ وَاِنَّ اللّٰهَ لَا یَقْبَلُ صَلَاةَ رَجُلٍ مُسْبِلٍ.﴾ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ بِاِسْنَادٍ صَحِیْحٍ عَلٰی شَرْطِ مُسْلِمٍ)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی اپنی تہبند (ٹخنوں سے نیچے) لٹکائے نماز پڑھ رہا تھا اس کو آپ ﷺ نے فرمایا: جاؤ وضو کرو۔ وہ آیا، آپ ﷺ نے دوبارہ فرمایا: جاؤ وضو کرو۔ ایک دوسرے شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ اس کو کس وجہ سے وضو کرنے کا حکم دیتے ہیں اور پھر خاموش ہوجاتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ اس حال میں نماز پڑھ رہا تھا کہ اس کا تہبند (ٹخنوں سے نیچے) لٹک رہا تھا اور اللہ تعالیٰ اس شخص کی نماز قبول نہیں فرماتا جس کا کپڑا (ٹخنوں سے نیچے) لٹک رہا ہو۔ ابوداود نے صحیح سند کے ساتھ امام مسلم کی شرط پر اس روایت کو روایت کیا ہے۔''

لغات: ❖ سکت عنه: اعراض کرنا۔ اسکت عن الشیء: اعراض کرنا۔ سکت (ن) سَکتاً وسُکُوتاً وسُکَاتاً وساکوتة. چپ رہنا، مرنا۔

تشریح: اِذْهَبْ فَتَوَضَّأْ: جاؤ وضو کرو۔ اس سے بعض علماء استدلال کرتے ہیں کہ ٹخنوں سے نیچے شلوار لٹکانے سے حقیقتاً وضو ٹوٹ جاتا ہے، مگر جمہور علما اس کو مجازاً زجر وتہدید اور ڈانٹ پر محمول کرتے ہیں۔ بعض لوگوں نے اس حدیث کی سند پر کلام کیا ہے کہ اس حدیث کی سند میں ابوجعفر مدنی راوی مجہول ہے۔ (۱)

تاہم ٹخنوں تک سے نیچے کپڑا لٹکانے کی وعید احادیث میں سخت سے سخت وارد ہوئی ہے، ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ جنت کی خوشبو ایک ہزار میل کی مسافت سے آئے گی، مگر خدا کی قسم پاجامہ لٹکا کر پہننے والے اس کی خوشبو نہ پائیں گے۔ (۲)

تخریج حدیث: أخرجه سنن ابی داود کتاب اللباس (باب ما جاء فی اسبال الازار) و کتاب الصلاۃ (باب الاسبال فی الصلاۃ.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔
(۱) تخریج مشکوٰۃ للالبانی ۱/ ۲۳۸
(۲) ترغیب ۳/ ۹۱

میدان جنگ میں اپنی بڑائی کا اظہار کرنا جائز ہے

(۷۹۸) ﴿وَعَنْ قَيْسِ بْنِ بِشْرٍ التَّغْلِبِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِيْ أَبِيْ وَكَانَ جَلِيْساًلِاَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ بِدِمَشْقَ رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَالُ لَهُ سَهْلُ بْنُ الْحَنْظَلِيَّةِ، وَكَانَ رَجُلاًمُتَوَحِّداً قَلَّمَايُجَالِسُ النَّاسَ، اِنَّمَاهُوَصَلَاةٌ، فَإِذَا فَرَغَ فَاِنَّمَا هُوَ تَسْبِيْحٌ وَ تَكْبِيْرٌ حَتّٰى يَأْتِيَ أَهْلَهُ، فَمَرَّبِنَاوَنَحْنُ عِنْدَاَبِي الدَّرْدَاءِ، فَقَالَ لَهُ اَبُو الدَّرْدَاءِ: كَلِمَةً تَنْفَعُنَاوَلَاتَضُرُّكَ. قَالَ: بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَرِيَّةً، فَقَدِمَتْ، فَجَاءَ رَجُلٌ مِّنْهُمْ فَجَلَسَ فِي الْمَجْلِسِ الَّذِيْ يَجْلِسُ فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لِرَجُلٍ اِلٰى جَنْبِهٖ: لَوْ رَأَيْتَنَاحِيْنَ اِلْتَقَيْنَانَحْنُ وَالْعَدُوُّ، فَحَمَلَ فُلَانٌ وَطَعَنَ، فَقَالَ: خُذْهَامِنِّيْ، وَأَنَا الْغُلَامُ الْغِفَارِيُّ، كَيْفَ تَرٰى فِيْ قَوْلِهٖ؟ قَالَ: مَاأُرَاهُ اِلَّاقَدْبَطَلَ أَجْرُهُ. فَسَمِعَ بِذٰلِكَ آخَرُفَقَالَ: مَاأَرٰى بِذٰلِكَ بَأْساً، فَتَنَازَعَاحَتّٰى سَمِعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: "سُبْحَانَ اللّٰهِ لَابَأْسَ أَنْ يُّؤْجَرَوَيُحْمَدَ" فَرَأَيْتُ أَبَا الدَّرْدَاءِ سُرَّ بِذٰلِكَ، وَجَعَلَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ إِلَيْهِ وَيَقُوْلُ: أَنْتَ سَمِعْتَ ذٰلِكَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ! ؟ فَيَقُوْلُ: نَعَمْ. فَمَازَالَ يُعِيْدُعَلَيْهِ حَتّٰى إِنِّيْ لَاَقُوْلُ لَيَبْرُكَنَّ عَلٰى رُكْبَتَيْهِ. قَالَ: فَمَرَّ بِنَايَوْماً آخَرَ، فَقَالَ لَهُ اَبُوالدَّرْدَاءِ: كَلِمَةً تَنْفَعُنَا وَلَا تَضُرُّكَ، قَالَ: قَالَ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اَلْمُنْفِقُ عَلَى الْخَيْلِ كَالْبَاسِطِ يَدَهُ بِالصَّدَقَةِ لَا يَقْبِضُهَا" ثُمَّ مَرَّبِنَايَوْماً آخَرَ، فَقَالَ لَهُ اَبُوالدَّرْدَاءِ: كَلِمَةً تَنْفَعُنَاوَلَا تَضُرُّكَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "نِعْمَ الرَّجُلُ خُرَيْمُ الْاَسَدِيُّ! لَوْلَاطُوْلُ جُمَّتِهٖ وَإِسْبَالُ إِزَارِهٖ!" فَبَلَغَ خُرَيْماً، فَعَجَّلَ، فَاَخَذَ شَفْرَةً فَقَطَعَ بِهَاجُمَّتَهُ اِلٰى اُذُنَيْهِ، وَرَفَعَ اِزَارَهُ اِلٰى اَنْصَافِ سَاقَيْهِ. ثُمَّ مَرَّبِنَايَوْماً آخَرَ فَقَالَ لَهُ اَبُو الدَّرْدَاءِ: كَلِمَةً تَنْفَعُنَا وَلَا تَضُرُّكَ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

يَقُولُ: "إِنَّكُمْ قَادِمُوْنَ عَلٰى اِخْوَانِكُمْ، فَأَصْلِحُوْا رِحَالَكُمْ، وَ أَصْلِحُوْا لِبَاسَكُمْ حَتّٰى تَكُوْنُوْا كَأَنَّكُمْ شَامَةٌ فِي النَّاسِ، فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفُحْشَ وَلَا التَّفَحُّشَ﴾ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ بِاِسْنَادٍ حَسَنٍ، اِلَّاقَيْسَ بْنَ بِشْرٍ، فَاخْتَلَفُوْا فِيْ تَوْثِيْقِهٖ وَتَضْعِيْفِهٖ، وَقَدْ رَوٰى لَهٗ مُسْلِمٌ)

ترجمہ: ''حضرت قیس بن بشر تغلبی بیان کرتے ہیں کہ مجھے میرے والد بشر نے جو حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے ہم نشین تھے خبر دی کہ دمشق میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ایک صحابی رضی اللہ عنہ تھے جن کو ابن حنظلیہ کہا جاتا تھا اور وہ تنہائی پسند تھے، لوگوں کے ساتھ کم ہی اٹھتے بیٹھتے تھے، ان کی توجہ نماز پڑھنے پر ہی رہتی تھی، جب نماز سے فارغ ہوتے تو اپنے گھر آنے تک تسبیح وتکبیر میں مصروف رہتے۔ پس یہ ایک مرتبہ ہمارے پاس سے گزرے جب کہ ہم حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، تو ان سے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے کہا ایسی بات بیان فرمایئے جس سے ہمیں فائدہ ہو اور آپ کو نقصان نہ ہو، انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے (جہاد کے لئے) ایک لشکر بھیجا، جب وہ واپس آیا تو ان میں سے ایک آدمی آیا اور اس مجلس میں بیٹھ گیا جس میں آپ ﷺ تشریف فرما تھے، پس اس نے اپنے پہلو میں بیٹھے ہوئے آدمی سے کہا اگر تم ہمیں اس وقت دیکھتے جب ہم اور دشمن ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہوئے، ایک آدمی نے نیزہ اٹھایا اور کسی کو مارا (ساتھ میں یہ بھی کہا) لو مجھ سے لڑائی کا مزہ چکھ لو، میں ایک غفاری لڑکا ہوں۔ اس آدمی کی اس بات کے بارے میں آپ ﷺ کی کیا رائے ہے؟ اس نے کہا کہ میرا خیال ہے کہ اس کا اجر تو ضائع ہوگیا۔ اس کی یہ بات ایک دوسرے شخص نے سنی تو کہا میرے خیال میں تو اس میں کوئی حرج نہیں، کیونکہ اس سے مقصود فخر وغرور کا اظہار نہیں، بلکہ دشمن کو مرعوب اور خوفزدہ کرنا ہے۔ پس یہ دونوں جھگڑنے لگے حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ نے سن لیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: سبحان اللہ، اس میں کوئی حرج نہیں کہ اسے اجر بھی دیا جائے اور اس کی تعریف بھی کی جائے۔ پس میں نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ اس بات سے وہ خوش ہوئے ہیں اور اس کی طرف سر اٹھا کر فرمانے لگے، کیا آپ نے یہ بات رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے؟ وہ کہنے لگے، ہاں۔ پس وہ مسلسل ان پر یہ بات موڑتے رہے یہاں تک کہ میں کہنے لگا یہ ضرور ابن حنظلیہ رضی اللہ عنہ کے گھٹنوں پر بیٹھ جائیں گے (یعنی قربت کے طور پر، یہ زیادہ قربت کے اظہار کے لئے استعارہ ہے) راوی نے بیان کیا کہ ایک اور دوسرے دن وہ صحابی شخص ہمارے پاس سے گزرے تو ان سے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے کہا ہمیں ایسی بات بیان فرمایئے جو

ہمیں نفع دے اور آپ کو نقصان نہ پہنچائے۔ انہوں نے کہا ہم سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (جہاد کے) گھوڑوں پر خرچ کرنے والا اس شخص کی طرح ہے جو صدقے کے لئے اپنا ہاتھ کھلا رکھے اسے (کبھی) بند نہ کرے۔ پھر ایک اور دن ہمارے پاس سے گزرے تو ان سے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے کہا: ہمیں ایسی بات بیان فرمائیے جو ہمارے لئے نفع بخش ہو اور آپ کے لئے نقصان کا باعث نہ ہو۔ انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: خریم اسدی اچھا آدمی ہے اگر اس کے سر کے بال لمبے نہ ہوتے اور اس کا تہ بند ٹخنوں سے نیچے لٹکا ہوا نہ ہوتا۔ یہ بات خریم کو پہنچی تو انہوں نے فوری طور پر ایک چھری لی اور اس سے اپنے سر کے بڑھے ہوئے بالوں کو کاٹ کر اپنے کانوں تک کر لیا اور اپنا تہ بند اٹھا کر آدھی پنڈلی تک اونچا کر لیا۔ ابن الحنظلیہ پھر ایک اور دن ہمارے پاس سے گزرے تو ان سے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے کہا، ہمیں ایسی بات ارشاد فرمائیے جس سے ہمیں فائدہ ہو اور آپ کو نقصان نہ ہو۔ انہوں نے کہا، میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ تم اپنے بھائیوں کے پاس جانے والے ہو، پس اپنے کجاووں اور اپنے لباس کو درست کر لو، یہاں تک کہ تم ایسے ہو جاؤ جیسے چہرے پر تل والا شخص لوگوں میں نمایاں اور خوبصورت ہوتا ہے (یعنی سفر سے واپسی پر گھر جانے سے پہلے اپنے کو بنا سنوار لو، تاکہ گھر والے تمہیں دیکھ کر خوش ہوں، متوحش نہ ہوں) یقیناً اللہ تعالیٰ ان کو بھی پسند نہیں فرماتا جو بغیر ارادے کے بدہیئتی (مکروہ شکل وصورت) اختیار کرتے ہیں اور ان کو جو بہ تکلف ایسا کرتے ہیں۔

اس کو ابوداود نے حسن سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ البتہ اس کے راوی قیس بن بشر کے ثقہ اور ضعیف ہونے میں محدثین کے درمیان اختلاف ہے (یعنی کوئی ثقہ قرار دیتا ہے اور کوئی ضعیف) اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے حدیث روایت کی ہے۔"

لغات: ❖ متوحدا: توحد. تنہا باقی رہنا۔ لیبرکن: برک (ن) بروکاً و تبراکا و برّک واستبرک. البعیر: بیٹھنا۔ برّک. بالمکان: امامت کرنا۔ المنفق علی الخیل: انفق المال: خرچ کرنا۔ الخیل (مصدر): گھوڑوں کا گروہ جمع خیول واخیال مجاز اخیل کا اطلاق سواروں پر بھی ہوتا ہے، کہا جاتا ہے "اتی بخیلہ و رجلہ" وہ اپنے سوار اور پیادوں کے ساتھ آیا۔

تشریح: خُذْهَامِنِّي وَاَنَا الْغُلَامُ الْغِفَارِيُّ: لڑائی کا مزہ چکھ لو میں غفاری لڑکا ہوں۔ علماء فرماتے ہیں میدان جنگ میں آدمی اپنی شجاعت اور بہادری کی تعریف کر سکتا ہے جب کہ اس کا مقصد دشمنوں کو مرعوب کرنا ہو۔

فَاَخَذَ شَفْرَةً فَقَطَعَ بِهَا جُمَّتَهٗ اِلٰی اُذُنَيْهِ: انہوں نے فوری طور پر چھری لی اور اس سے اپنے سر کے بڑھے ہوئے بالوں

کو کاٹ کر کانوں تک کر لیا۔ احادیث میں تین قسم کے بالوں کا تذکرہ آتا ہے ① جو بال کندھوں تک ہوان کو "جمة" کہتے ہیں ② جو بال کانوں کی لو اور کندھوں کے درمیان ہوان کو "لمه" کہتے ہیں۔ ③ جو کانوں کی لو تک ہو اس کو "وفره" کہتے ہیں۔ ان صحابی کے بال "جمة" تھے جس کو آپ ﷺ نے پسند نہیں فرمایا۔ نیز اس سے معلوم ہوتا ہے اپنے تعلق والے کی کوتاہی کا اظہار اس کے غائب ہونے کی صورت میں بھی جائز ہے، جیسے کہ یہاں پر آپ ﷺ نے خریم رضی اللہ عنہ کے بابت فرمایا یہ غیبت میں شامل نہیں ہوگا۔

تخریج حدیث: أخرجه سنن ابی داود کتاب اللباس، (باب ماجاء فی اسبال الازار) و مسند احمد ۱۷۹/٤، ۷۳۷۱/٤ مختصراً.

راوی حدیث حضرت قیس بن بشر تغلبی رحمہ اللہ کے مختصر حالات:

نام: قیس، والد کا نام بشر، قبیلہ تغلب سے تعلق تھا، یہ تابعی ہیں، ابوحاتم وغیرہ کہتے ہیں کہ ان کی روایت صحیح ہے، ان کی روایت کے نقل کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ ابوداود وغیرہ کے راوی ہیں۔

ٹخنوں کے نیچے شلوار وغیرہ کا رکھنا اللہ کے غصہ کا باعث ہے

(۷۹۹) ﴿وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِزَارَةُ الْمُسْلِمِ اِلٰى نِصْفِ السَّاقِ، وَلَا حَرَجَ أَوْ لَا جُنَاحَ فِيْمَابَيْنَهُ وَ بَيْنَ الْكَعْبَيْنِ، فَمَا كَانَ أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ فَهُوَفِي النَّارِ، وَمَنْ جَرَّإِزَارَهُ بَطَراً لَمْ يَنْظُرِ اللّٰهُ اِلَيْهِ﴾ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ)

ترجمہ: "حضرت ابوسعید الخذری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مسلمان کا تہبند آدھی پنڈلی تک ہوتا ہے، اس میں کوئی گناہ نہیں کہ آدھی پنڈلی سے ٹخنوں تک کے درمیان میں ہو اور جو ٹخنوں سے نیچے ہوگا پس وہ آگ میں ہوگا اور جو اپنا تہبند تکبر کے طور پر ٹخنوں سے نیچے گھسیٹتا ہوا چلے گا اللہ جل شانہ اس کی طرف (رحمت کی نظر سے) نہیں دیکھے گا۔" (اس کو ابوداود نے صحیح سند سے روایت کیا ہے)

لغات: ❖ حرج: گناہ، تنگی، قصور، اعتراض (لاحرج علیک) حرج (س) حرجاً. الشیء: تنگ ہونا۔ الرجل: گنہگار ہونا، علیه الشیء: حرام ہونا۔ الیه: پناہ لینا۔

تشریح: حدیث بالا میں بھی ٹخنوں سے نیچے تہبند لٹکانے والے کے لئے وعید ارشاد فرمائی جارہی ہے۔ اس کے بارے میں احادیث میں سخت سے سخت وعیدیں ارشاد فرمائی گئی ہیں، ایک دوسری روایت میں آتا ہے، آپ ﷺ نے حضرت سفیان بن ابی سھل رضی اللہ عنہ کی کمر کو پکڑ کر فرمایا: سفیان! اپنی تہبند کو مت لٹکاؤ، اللہ تعالیٰ تہبند کو لٹکانے والے کو پسند نہیں کرتا۔ [1]

وَ لَاحَرَجَ اَوْ لَاجُنَاحَ راوی کو شک ہے کہ آپ ﷺ نے لا حرج فرمایا تھا یا لا جناح فرمایا تھا۔ مگر بعض دوسری روایات میں بغیر شک کے "لاجناح علیه" کے الفاظ وارد ہوئے ہیں۔ (۲)

تخریج حدیث: أخرجه سنن ابی داود کتاب اللباس (باب فی قدر موضع الازار) واحمد ٤/١١٠٢٨ و ابن ماجه ٣٥٧٣ و مصنف ابن ابی شیبة ٨/٢٨٧ و ابن حبان ٥٤٤٦ و هکذا فی البیهقی ٢/٢٤٤۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ کے حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۲۰) ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) ابن ماجہ ۲/۲۹۴

(۲) رواہ موطا مالک، ابن حبان ومسند احمد بحوالہ روضۃ المتقین ۱/۳۳۱

آپ ﷺ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا اپنی لنگی اوپر رکھو

(۸۰۰) ﴿وَعَنِ ابْنِ عُمَرَرَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: مَرَرْتُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَفِیْ إِزَارِیْ اِسْتِرْخَاءٌ، فَقَالَ: "یَاعَبْدَاللّٰهِ، اِرْفَعْ إِزَارَکَ" فَرَفَعْتُهُ ثُمَّ قَالَ "زِدْ" فَزِدْتُ، فَمَا زِلْتُ أَتَحَرَّاهَابَعْدُ. فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ: اِلٰی أَیْنَ؟ فَقَالَ: اِلٰی أَنْصَافِ السَّاقَیْنِ﴾ (رَوَاهُ مُسْلِم)

ترجمہ: "حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں آپ ﷺ کے پاس سے گزرا، میرا تہبند لٹکا ہوا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے عبداللہ! اپنا تہبند اوپر کرلو۔ چنانچہ میں نے اسے اونچا کرلیا، پھر فرمایا اور اونچا کرلو پس میں نے اور اونچا کرلیا۔ اس کے بعد سے تو میں اس کا خیال رکھنے لگا۔ پس بعض لوگوں نے پوچھا کہ تہبند کہاں تک ہو؟ تو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا آدھی پنڈلیوں تک۔" (مسلم)

لغات: ❖ استرخاء: ڈھیلا پن۔ لٹکا ہونا۔ أتحری: تحری قابل استعمال کو طلب کرنا، دو چیزوں میں سے اولیٰ کو طلب کرنا۔ حری: (ض) حریا. الشیء: گھٹنا، کم ہونا، احری. الشیء: کم کرنا، گھٹانا۔

تشریح:

لنگی آدھی پنڈلیوں تک باندھنا چاہیے

حدیث بالا میں آپ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو نصف پنڈلی تک تہبند باندھنے کو فرمایا۔ انہی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تہبند اس طرح باندھو جس طرح فرشتے باندھتے ہیں۔ پوچھا وہ کیسے باندھتے ہیں یا رسول اللہ! آپ ﷺ نے فرمایا نصف پنڈلی تک۔ (۱)

اسی طرح حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اپنی لنگی کو نصف پنڈلی تک باندھا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہی ہیئت میرے آقا جناب رسول اللہ ﷺ کی لنگی کی تھی۔ (۲)

اسی طرح حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ تم نے تہبند کے بارے میں آپ ﷺ سے کچھ سنا ہے کہ مومن کا تہبند نصف پنڈلی تک ہونا چاہیے۔ (۳)

تخريج حديث: أخرجه صحيح مسلم كتاب اللباس (باب تحريم جر الثوب خيلاء).

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۱۲) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) مجمع الزوائد ۱۲۶/۵

(۲) شمائل: ۹

(۳) ابن ماجہ ۲۹۴/۲

عورتیں اپنے ٹخنوں کو چھپائیں گی

(۸۰۱) ﴿وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ جَرَّ ثَوْبَهٗ خُيَلَاءَ لَمْ يَنْظُرِ اللّٰهُ اِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ" فَقَالَتْ اُمُّ سَلَمَةَ: فَكَيْفَ تَصْنَعُ النِّسَاءُ بِذُيُوْلِهِنَّ، قَالَ: "يُرْخِيْنَ شِبْراً" قَالَتْ: إِذاً تَنْكَشِفُ أَقْدَامُهُنَّ. قَالَ: "فَيُرْخِيْنَ ذِرَاعاًلايَزِدْنَ.﴾ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ)

ترجمہ: "حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص تکبر کی وجہ سے اپنا کپڑا لٹکا کر اور گھسیٹ کر چلے، اللہ جل شانہ قیامت کے دن اس کی طرف (رحمت کی نگاہ) سے نہیں دیکھے گا۔ یہ سن کر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: عورتیں اپنے دامنوں کے بارے میں کیا کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ نصف پنڈلی سے ایک بالشت نیچے لٹکالیں۔ انہوں نے عرض کیا تب ان کے پاؤں نظر آئیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ ایک ہاتھ کے برابر لٹکالیں اس سے زائد نہیں۔" (ابوداود، ترمذی۔ امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے)

لغات: ❖ بذیولھن: ذیول جمع ہے ذیل کی، دامن۔ چیز کا آخری حصہ ج: اذیال، ذیول، اذیل. ذال (ض) ذیلا. الثوب: کپڑے کا لمبا ہونا، دامن دار ہونا۔ الجاریۃ: لڑکی کا دامن کھینچتے ہوئے ناز سے چلنا۔ تذیَّل. الجاریۃ۔ لڑکی کا دامن کھینچتے ہوئے ناز سے چلنا۔ الفرس فی استنانہ: گھوڑے کا دوڑنے میں خوشی سے دم ہلانا۔ ذیل الفرس: دم یا دم کا لٹکا ہوا حصہ۔

تشریح: عورتوں کا اپنے ٹخنوں کو ظاہر کرنا حرام ہے

ٹخنوں سے نیچے تہبند، ازار، چادر لٹکانے کی وعید جو گزری یہ سب مردوں کے حق میں تھی۔ عورتیں اس میں شامل نہیں بلکہ

عورتوں کو تو ٹخنے ڈھانکنے کا حکم فرمایا گیا ہے۔ جیسا کہ حدیث بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ جب حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے ازار لٹکانے کی وعید سنی تو آپ ﷺ سے معلوم کیا کہ پھر عورتیں کیا کریں گی؟ کیا عورتیں بھی اپنا ٹخنہ کھولیں گی؟ تو اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عورتیں تو اپنے ٹخنوں کو چھپائیں گی، یہاں تک کہ ایک ہاتھ کے برابر اپنے کپڑے کو لٹکائیں گی تا کہ پاؤں بالکل نظر نہ آئے۔ عورتوں کے ٹخنوں کے چھپانے کے بارے میں قاضی عیاض رحمہ اللہ نے اجماع نقل کیا ہے کہ سب کا اتفاق ہے۔ (۱)

ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مردوں سے عورتوں کو ایک بالشت زائد کپڑا لٹکانا مستحب ہے۔ (۲)

علماء فرماتے ہیں کہ اگر عورتوں کا پاؤں چادر وغیرہ سے اچھی طرح نہ چھپ سکے تو موزے کا استعمال کریں تا کہ اس کا اوپری حصہ اور اس کا رنگ وروپ بھی مستور رہے۔ (۳)

تخریج حدیث: أخرجه سنن ابی داود ابواب اللباس (باب فی الانتعال) و سنن الترمذی ابواب اللباس (باب ما جاء فی القمیص) و احمد ۱۰/۲۶۵۹۴ والنسائی و ابن حبان ۵۴۵۱ و اسناده صحیح.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۱۲) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) مجمع الوسائل ۱/۷۴ (۲) فتح الباری ۱۰/۲۵۱ (۳) شمائل کبری ۱/۲۸۳

(۱۲۰) بَابُ اِسْتِحْبَابِ تَرْکِ التَّرَفُّعِ فِی اللِّبَاسِ تَوَاضُعًا

تواضع کے طور پر عمدہ لباس چھوڑ دینا پسندیدہ ہے

﴿قَدْسَبَقَ فِیْ بَابِ فَضْلِ الْجُوْعِ وَخُشُوْنَةِ الْعَیْشِ جُمَلٌ تَتَعَلَّقُ بِهٰذَا الْبَابِ﴾

"باب "فضل الجوع وخشونة العيش" میں کچھ باتیں گزر چکی ہیں جو اس باب کے ساتھ بھی متعلق ہیں۔"

محض اللہ کے لئے معمولی لباس پہننے والے کو اللہ قیامت کے دن اس کا پسندیدہ جوڑا پہنائیں گے

(۸۰۲) ﴿وَعَنْ مُعَاذِبْنِ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنْ تَرَکَ اللِّبَاسَ تَوَاضُعًالِلّٰهِ وَهُوَیَقْدِرُعَلَیْهِ، دَعَاهُ اللّٰهُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ عَلٰی رُؤُوْسِ الْخَلَائِقِ حَتّٰی یُخَیِّرَهٗ مِنْ أَیِّ حُلَلِ الْاِیْمَانِ شَاءَ یَلْبَسُهَا﴾ (رواه الترمذی وقال: حدیث حسن)

ترجمہ: ’’حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے محض اللہ کی رضاء کے لئے تواضع کے طور پر عمدہ لباس کو پہننا چھوڑ دیا حالانکہ وہ اس کے پہننے پر قادر تھا، تو قیامت کے دن اللہ جل شانہ تمام مخلوقات کے سامنے اسے بلائے گا اور اسے اختیار دے گا کہ ایمان کے جوڑوں میں سے جو جوڑا وہ پسند کرے اس کو پہن لے۔‘‘ (ترمذی، یہ حدیث حسن ہے)

لغات: ❖ الترفع: ترفع: برتری ظاہر کرنا۔ خشونة: خشن (ک) خُشْنَة وَخَشَانة وخُشُونةً ومَخْشَنَة: سخت وکھردرا ہونا۔ خَشِنٌ ج خِشان. خشونة العيش: سخت زندگی۔ تخشَّن: سخت زندگی بسر کرنا، موٹا کھردرا پہننا۔

تشریح: ایک دوسری روایت میں ہے کہ جس نے باوجود قدرت واستطاعت کے خوب صورت اور عمدہ لباس کو چھوڑ دیا تو اللہ جل شانہ اسے اکرام واعزاز کا لباس پہنائے گا۔ (۱)

حدیث کا مطلب علماء یہ فرماتے ہیں کہ جو شخص اعلیٰ ونفیس کپڑے اور زینت وآرائش کا لباس پہننے کی طاقت رکھتا ہو لیکن اس طاقت رکھنے کے باوجود یا تو اللہ جل شانہ کی خوف کی وجہ سے یا آخرت میں بلند مرتبہ پانے کی تمنا میں یا دنیا کی زینت وآرائش کو بے وقعت وحقیر جان کر اعلیٰ لباس کو چھوڑ دے تو اب اس کو اللہ جل شانہ دنیا وآخرت میں عزت وعظمت کی دولت سے نوازیں گے۔ (۲)

تخریج حدیث: أخرجه سنن الترمذى ابواب صفة القيامة واحمد ١٥٦٣١/٥ والحاكم ٧٣٧٢/٤۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ کے حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۷۳۹) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) ترغیب وترھیب ۱۰۷/۳ (۲) مرقاۃ ومظاہر حق ۱۷۸/۴

(۱۲۱) بَابُ اِسْتِحْبَابِ التَّوَسُّطِ فِي اللِّبَاسِ وَلَا يَقْتَصِرُ عَلَى مَا يُزْرِىْ بِهٖ لِغَيْرِ حَاجَةٍ وَلَا مَقْصُوْدٍ شَرْعِيٍّ

لباس میں میانہ روی اختیار کرنا پسندیدہ ہے اور بلاضرورت اور بغیر کسی حاجت کے ایسا معمولی لباس نہ پہنے جو اس شخص کو عیب ناک کر دے

اللہ کو یہ بات پسند ہے کہ وہ اپنے بندوں پر اپنی نعمت کا اثر دیکھے

(۸۰۳) ❁ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ: "إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ أَنْ يَرَى أَثَرَ نِعْمَتِهِ عَلَى عَبْدِهِ۔﴾ (رواه الترمذی وقال: حدیث حسن)

ترجمہ: ''حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند فرماتا ہے کہ وہ اپنے بندے پر اپنی نعمت کا اثر دیکھے۔'' (ترمذی، امام ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے)

لغات: ❖ اثر: الاثر: نشان، حدیث، سنت، مدت، جمع: آثار و اثور. تَأَثَّرَ و اِئْتَثَرَ منه وبه: اثر قبول کرنا۔

تشریح: حدیث بالا کا مطلب محدثین عظام یہ بیان فرماتے ہیں کہ جب اللہ جل شانہ نے کسی بندے پر اپنی دنیاوی نعمت فرمائی ہے تو وہ اس کو استعمال بھی کرے، مگر اس استعمال کرنے میں وہ اسراف اور مبالغہ نہ کرے اور اس میں غرور وریاء کا جذبہ نہ ہو بلکہ اللہ کی دی ہوئی نعمت کو اس کے شکرگزاری کی نیت سے استعمال کرے، کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ کفران نعمت کا موجب بن جائے۔ اسی پر قیاس کرتے ہیں علماء روحانی نعمت کو کہ اللہ جل شانہ نے جب کسی بندے کو علم وفضل سے نوازا ہو تو اس کو بھی چاہئے کہ وہ لوگوں کے سامنے اس نعمت کا اظہار کرے تاکہ لوگ اس سے فائدہ اٹھائیں۔ (۱)

تخریج حدیث: أخرجه سنن الترمذی ابواب الادب (باب ماجاء ان اللّٰه تعالیٰ یحب ان یری اثرنعمته علی عبده) واسناده حسن.

نوٹ: راوی حدیث عمرو بن شعیب کے حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۳۰۳) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) مظاہر حق ۴/۱۷۹

(۱۲۲) بَابُ تَحْرِيمِ لِبَاسِ الْحَرِيرِ عَلَى الرِّجَالِ وَتَحْرِيمِ جُلُوسِهِمْ عَلَيْهِ وَاسْتِنَادِهِمْ إِلَيْهِ وَجَوَازِ لُبْسِهِ لِلنِّسَاءِ

مردوں کے لئے ریشم کا پہننا اور اس پر بیٹھنا اور اسکا تکیہ استعمال کرنا حرام ہے۔ ہاں، عورتوں کے لئے ریشمی لباس پہننا جائز ہے

جو مرد دنیا میں ریشمی لباس پہنے گا وہ قیامت کے دن اس سے محروم ہوگا

(۸۰۴) ﴿عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَاتَلْبَسُوا الْحَرِيرَ، فَإِنَّ مَنْ لَبِسَهُ فِي الدُّنْيَا لَمْ يَلْبَسْهُ فِي الْآخِرَةِ﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ریشم کا لباس مت پہنو، اس لئے کہ جو اسے دنیا میں پہنے گا وہ اسے آخرت میں نہیں پہنے گا۔'' (بخاری و مسلم)

لغات: ❖ لبس: لبس (س) لُبسا. الثوب: کپڑا پہننا۔ اللبس، لباس جمع لبوس، اللباس: جو کپڑا پہنا جائے جمع لُبُس و اَلبِسة۔

تشریح: حدیث میں فرمایا جارہا ہے کہ جو دنیا میں ریشم پہنے گا آخرت میں ریشمی لباس سے محروم ہوجائے گا۔

ایک سوال کے چار جواب

سوال: کیا جنت میں جانے کے بعد یہ کبھی بھی ریشمی لباس نہیں پہن سکے گا؟

جواب ❶: جو مرد ریشم کو حلال سمجھ کر پہنے تو وہ کافر ہوجائے گا اور پھر کافروں کو جنتی ریشم کا لباس کبھی بھی نہیں ملے گا۔

جواب ❷: حدیث بالا کا ارشاد تہدید و زجر ہے کہ دنیا میں مرد لوگ ریشمی لباس پہننا چھوڑ دیں۔

جواب ❸: جنت میں جانے کے خاص مدت تک محروم رہے گا پھر مل جائے گا۔

جواب ❹: ابتداء میں جب جنتیوں کو ریشمی لباس ملیں گے یہ محروم رہے گا، پھر بعد میں اس کو بھی مل جائے گا۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخاری كتاب اللباس (باب لبس الحرير وافتراشه للرجال). وصحيح مسلم كتاب اللباس (باب تحريم استعمال اناء الذهب والفضة على الرجال والنساء وخاتم الذهب والحرير على الرجال واباحته للنساء) و الترمذی.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۱) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

ریشمی لباس والے کا قیامت میں کوئی حصہ نہیں ہوگا

(۸۰۵) ﴿وَعَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "اِنَّمَا يَلْبَسُ الْحَرِيْرَ مَنْ لَا خَلَاقَ لَهُ﴾ متفق عليه. وَفِيْ رِوَايَةٍ لِلْبُخَارِيِّ: ﴿مَنْ لَا خَلَاقَ لَهُ فِي الْآخِرَةِ﴾.

قوله: "مَنْ لَا خَلَاقَ لَهُ" أى: لَا نَصِيْبَ لَهُ.

ترجمہ: ''حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ریشم تو وہی شخص پہنتا ہے جس کا کوئی حصہ نہیں۔'' (بخاری و مسلم)

اور بخاری کی ایک دوسری روایت میں ہے اس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔

"من لاخلاق له" بمعنی اس کا کوئی حصہ نہیں۔

لغات: ❖ الحریر: ریشم، ریشم کا بنا ہوا، ریشم کا کپڑا۔ حر: (س ن ض) حراًوحرة وحرورة وحرارة: گرم ہونا، الحریروالمحرور: غصہ کی وجہ سے گرم۔

تشریح: مطلب حدیث بالا کا یہ ہے کہ دنیا میں ریشم پہننے والا شخص آخرت کا عقیدہ نہیں رکھتا۔ یا مطلب یہ ہے کہ دنیا میں ریشم پہننے والے کو آخرت میں ریشم پہننا نصیب نہیں ہوگا۔ [1]

علماء فرماتے ہیں ریشمی لباس کا استعمال مرد کے لئے کبیرہ گناہ ہے، جس نے مرنے سے پہلے خالص توبہ نہ کی تو جنت سے محرومی کا اندیشہ ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه صحیح بخاری کتاب اللباس (باب لبس الحریرللرجال وقدرمایجوزمنه). وصحیح مسلم کتاب اللباس (باب تحریم استعمال اناء الذهب والفضة علی الرجال والنساء) واحمد ۲/۴۷۱۳ و ابوداود و ابن ماجه و ابن حبان ۵۴۳۹ و هکذا فی البیهقی ۲/۴۲۲۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے حالات اس سے قبل حدیث نمبر(۱) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) روضۃ المتقین ۲/۳۳۶

جس نے دنیا میں ریشمی لباس پہنا وہ آخرت میں نہیں پہن سکے گا

(۸۰۶) ﴿وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ لَبِسَ الْحَرِيْرَفِي الدُّنْيَالَمْ يَلْبَسْهُ فِي الْاٰخِرَةِ﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے دنیا میں ریشم پہنا وہ اسے آخرت میں نہیں پہنے گا۔'' (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ خلاق: الخلاق بھلائی کا وافر حصہ (لاخلاق له ای لانصیب له) خلق (ن) وخلق (س) و خلق (ک) خلوقةً وخلقاً. الثوب: بوسیدہ ہونا، چکنا ونرم ہونا۔ خلق الغلام: اچھے اخلاق والا ہونا۔ الخلق (مصدر) فطرت، لوگ۔ ہر چکنی چیز۔

تشریح: حدیث بالا میں بھی مسلمان مردوں کو خطاب ہے کہ ریشم ان کے لئے حرام ہے، اس لئے اس کو پہنا نہ جائے۔ علماء نے مردوں کے لئے حرام ہونے کی متعدد وجوہات بھی بیان فرمائی ہیں۔

مردوں کے لئے ریشم کے حرام ہونے کی وجہ

مثلاً:

❶ ریشم میں زیب وزینت کا وصف ہے یہ عورتوں کا وصف ہے جب کہ مردوں کی شان اور وصف تو شجاعت و بہادری ہے۔ اگر مرد استعمال کریں گے تو ان میں بھی عورتوں والی وصف آئے گی۔

❷ بعض فرماتے ہیں ریشمی لباس حرام ہونے کی وجہ غرور وتکبر ہے، اس کے استعمال سے آدمی میں تکبر آجاتا ہے اور تکبر کو بھی حرام کیا گیا ہے۔

❸ بعض کہتے ہیں مشرکین کی مشابہت کی وجہ سے حرام کیا گیا ہے کہ مشرکین مرد اس کا استعمال کرتے ہیں۔

❹ بعض فرماتے ہیں کہ شریعت نے سادگی پر زور دیا ہے۔ اس قسم کے پرتکلف لباس، قیمتی پوشاک، آرائش وزیبائش، یہ آدمی کو سادگی سے نکال دیتی ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخارى كتاب اللباس (باب لبس الحرير للرجال و قدر ما يجوز منه) وصحيح مسلم كتاب اللباس (باب تحريم استعمال اناء الذهب والفضة على الرجال والنساء) واحمد ١٣٩٩٤/٤ و ابن حبان ٥٤٣٥ وابن ماجه و هكذا في البيهقي ٤٢٢/٢ ـ

نوٹ: راوی حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۱۵) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

سونا اور ریشم میری امت کے مردوں پر حرام ہیں

(۸۰۷) ﴿وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: "رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخَذَ حَرِيْرًا، فَجَعَلَهُ فِيْ يَمِيْنِهِ، وَذَهَبًا فَجَعَلَهُ فِيْ شِمَالِهِ، ثُمَّ قَالَ: إِنَّ هٰذَيْنِ حَرَامٌ عَلٰى ذُكُوْرِ أُمَّتِيْ﴾ (رواه ابوداود باسناد حسن)

ترجمہ: ''حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے آپ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نے ریشم کو اٹھا کر اپنے دائیں ہاتھ میں رکھا اور پھر سونا پکڑا پھر اسے بائیں ہاتھ پر رکھا پھر فرمایا: یہ دونوں چیزیں میری امت کے مردوں پر حرام ہیں۔'' اس کو ابوداود نے حسن سند کے ساتھ روایت کیا۔

لغات: ❖ ذکور: جمع ہے ذکر کی: نر۔ من الحدید: عمدہ لوہا، ذکور البقل: وہ ترکاریاں جو لمبی اور سخت ہوگئی ہوں۔

تشریح: إِنَّ هٰذَيْنِ حَرَامٌ عَلٰى ذُكُوْرِ أُمَّتِيْ: یہ دونوں چیزیں میری امت کے مردوں پر حرام ہیں۔

علماء فرماتے ہیں مرد کے اندر چھوٹے بچے بھی داخل ہیں، بچے اگرچہ مکلّف نہیں ہیں اس لئے ان کے حق میں ان چیزوں کی حرمت کا تعلق ان کے پہنانے والوں سے ہوگا کہ اگر کوئی بچہ ریشم یا سونے کا زیور پہنے گا تو اس کا گناہ اس کے پہنانے والے پر ہوگا۔ (۱)

نیز محدثین فرماتے ہیں کہ سونے سے مراد سونے کے زیورات ہیں، ورنہ سونے چاندی کے برتن کا استعمال جس طرح مردوں کے لئے حرام ہے اسی طرح عورتوں کے لئے بھی حرام ہوگا۔

تخریج حدیث: أخرجه سنن ابی داود کتاب اللباس (باب فی الحریر للنساء) واحمد ۱/۹۳۵ والنسائی وابن حبان ٥٤٣٤ وھکذا فی البیھقی ۲/۴۲۵۔

راوی حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات:

نام: علی۔ ابوالحسن، ابوتراب، کنیت۔ حیدر لقب، والد کا نام ابوطالب اور والدہ کا نام فاطمہ تھا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نجیب الطرفین ہاشمی تھے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی چچازاد بھائی تھے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے دس سال پہلے پیدا ہوئے۔ تقریبا دس سال کی عمر میں مشرف باسلام ہوئے، بعض کہتے ہیں کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلمان ہوئے اور بعض نے کہا کہ حضرت خدیجہ کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلمان ہوئے۔ مکہ معظمہ میں تیرہ سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی رہے اور پھر مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی اور یہ تمام غزوات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ رہے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد تیسرے دن ۲۱رذی الحجہ بروز دوشنبہ مسجد نبوی میں ان کو خلیفہ بنایا گیا۔ (طبری)

وفات: ۴۰ھ میں نماز فجر کی امامت کررہے تھے، ابن ملجم نے تلوار سے نہایت کاری وار کیا سر پر زخم آیا، لوگوں نے ابن ملجم کو پکڑ لیا (طبری) اسی دن ۲۰ رمضان ۴۰ھ میں دنیا سے رخصت ہوئے۔

مرویات: بچپن سے لے کر وفات نبوی تک تقریبا ۳۰ سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہے مگر احادیث کے نقل کرنے میں بہت ہی زیادہ محتاط تھے۔ اس لئے ان سے بہت کم روایات کتب احادیث میں ملتی ہیں، آپ سے کل ۵۸۶ روایات مروی ہیں جن میں سے بیس حدیثوں میں بخاری اور مسلم دونوں کا اتفاق ہے اور ۹ حدیثیں بخاری میں اور دس حدیثیں مسلم میں ہیں۔

مزید حالات کیلئے ملاحظہ فرمائیں:

(۱) اسد الغابہ ۵/۵۱۷، (۲) زرقانی ۱/۲۸۰، (۳) طبری ۲/۱۲۷، (۴) طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۵) اصابہ (۶) تاریخ ابن خلدون ۲/۱۰۶، (۷) فتوح البلدان بلاذری ۴۷۷، (۸) تہذیب التہذیب، (۹) ازالۃ الخفاء، (۱۰) تاریخ الخلفاء وغیرہ۔

---

(۱) فتاویٰ قاضی خان

ریشم عورتوں کے لئے حلال ہے

(۸۰۸) ﴿وَعَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "حُرِّمَ لِبَاسُ الْحَرِیْرِ وَالذَّهَبِ عَلٰی ذُکُوْرِ اُمَّتِیْ، وَاُحِلَّ لِاِنَاثِهِمْ﴾ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ: حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ)

ترجمہ: ''حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ریشم کا لباس اور سونا میری امت کے مردوں پر حرام اور ان کی عورتوں کے لئے حلال کیا گیا ہے۔'' (ترمذی، امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے)

لغات: ❖ ذکور: جمع ہے ذَکَر کی، نر. من الحدید: عمدہ لوہا، ذکور البقل: وہ ترکاریاں جو لمبی اور سخت ہوگئی ہوں۔

تشریح: حدیث بالا سے بھی گذشتہ حدیث کے مفہوم کی تائید ہو رہی ہے کہ ریشم مردوں کے لئے حرام ہے اور عورتوں کے لئے حلال ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه سنن الترمذی ابواب اللباس (باب ماجاء فی الحریر والذهب) واحمد ۱۹٦٦٤/۷ و النسائی وهکذا فی البیهقی ۲۷۵/۳ من طرق عن نافع عن سعید بن ابی هند.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ کے حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۸) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

سونے چاندی کے برتن اور ریشم کے لباس کا استعمال یہ سب حرام ہیں

(۸۰۹) ﴿وَعَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: نَهَانَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نَشْرَبَ فِيْ آنِيَةِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ، وَأَنْ نَأْكُلَ فِيْهَا، وَعَنْ لُبْسِ الْحَرِيْرِ وَالدِّيْبَاجِ، وَأَنْ نَجْلِسَ عَلَيْهِ.﴾ (رواه البخاری)

ترجمہ: ''حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ہمیں سونے چاندی کے برتنوں میں کھانا کھانے اور پانی پینے سے اور ریشم کا لباس پہننے سے اور اس پر بیٹھنے سے منع فرمایا ہے۔'' (بخاری)

لغات: ❖ آنية: الاناء: برتن جمع آنية وجمع الجمع. اوان۔

تشریح: وَعَنْ لُبْسِ الْحَرِيْرِ وَالدِّيْبَاجِ: ریشم کا لباس پہننے سے منع فرمایا۔

حَرِيْرٌ: باریک ریشم اور دیباج موٹا ریشم۔ خلاصہ یہ ہے کہ ریشم کی جتنی بھی قسمیں ہونگی وہ سب مردوں کے لئے حرام ہونگی اور عورتوں کے لئے جائز ہونگی۔

کیا ریشمی بستر اور تکیہ بنایا جاسکتا ہے؟

اَنْ نَجْلِسَ عَلَيْهِ: ریشم پر بیٹھنا یہ بھی منع ہے۔ یعنی اس کا بستر بنانا اور اس کا تکیہ بنانا یہ بھی صحیح نہیں۔

اس میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بستر اور تکیہ مکروہ تنزیہی ہوگا کیونکہ پہننے کے بارے میں صاف ممانعت آتی ہے جب کہ اس پر بیٹھنا پہننے کے معنی میں نہیں، دونوں الگ الگ چیزیں ہیں، مگر اس کا مطلب یہ بھی نہیں ہے کہ ریشم کا تکیہ یا

بستر بنوایا جائے یہ احتیاط وتقویٰ کے خلاف ہوگا کیونکہ مؤمن کی شان یہ ہے: "دَعْ مَا یُرِیْبُکَ اِلٰی مَا لَا یُرِیْبُکَ" یعنی اس کام کو چھوڑ دو جس میں شک ہو اور اس کام کو اختیار کرو جس میں شک نہ ہو۔ مگر صاحبین رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جس طرح ریشم کا پہننا حرام ہے اسی طرح اس کا بستر اور تکیہ وغیرہ بھی مکروہ تحریمی ہوگا۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخاری كتاب اللباس (باب لبس الحرير وافتراشه للرجال و ما يجوز منه).

نوٹ: راوی حدیث حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۱۰۲) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱۲۳) بَابُ جَوَازِ لُبْسِ الْحَرِیْرِ لِمَنْ بِهٖ حِكَّةٌ

جس کو خارش ہو اس کے لئے ریشمی لباس پہننے کے جواز کا بیان

مجبوری کی بناء پر ریشمی لباس کا استعمال جائز ہوگا

(۸۱۰) ﴿عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: رَخَّصَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلزُّبَيْرِ وَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فِیْ لُبْسِ الْحَرِیْرِ لِحِكَّةٍ بِهِمَا.﴾ (متفق عليه)

ترجمہ: "حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو ریشم کا لباس پہننے کی اجازت دی تھی کیونکہ ان دونوں کو خارش تھی۔" (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ رخص: رخص. فی كذا: اجازت دیا جانا۔ له. كذاوفی كذا: ممانعت کے بعد اجازت دینا۔ حكة: خارش، کھجلی: حكّه و احكه، احكا كاواحتكه، واستحكه. رأسه: کھجلانا۔

تشریح: حدیث بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ خاص ضرورت اور مجبوری کے وقت مردوں کو بھی ریشمی لباس پہننے کی اجازت ہے، جیسے خارش کی بیماری یا اسی طرح اور کوئی بیماری جس کا علاج ریشم کے ساتھ ہی ہوتا ہو تو اب اس مجبوری کے تحت ریشم پہننا بقدر ضرورت جائز ہوگا۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخاری كتاب اللباس (باب مايرخص من الحريرللحكة) و كتاب الجهاد (باب الحرير فی الحرب) وصحيح مسلم كتاب اللباس (باب إباحة لبس الحريرلرجل اذاكانت به حكة) اونحوها واحمد ۱۲۸۶۳/۴ والترمذی وابن حبان ۵۴۳۰ وهكذا فی البيهقی ۲۶۷/۳۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۱۵) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(١٢٤) بَابُ النَّهْيِ عَنْ اِفْتِرَاشِ جُلُوْدِالنُّمُوْرِوَالرُّكُوْبِ عَلَيْهَا

چیتے کی کھال پر بیٹھنے اور اس پر سوار ہونے کی ممانعت کا بیان

ریشم اور چیتے کی کھال کا استعمال تکبر کی علامت ہے

(٨١١) ﴿عَنْ مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تَرْكَبُوا الْخَزَّ وَلَا النِّمَارَ﴾ (حَدِيْثٌ حَسَنٌ، رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَوَغَيْرُهٗ بِاِسْنَادٍحَسَنٍ)

ترجمہ: ’’حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم ریشم اور چیتے کی کھال پر مت سوار ہونا۔‘‘ (اس روایت کو ابوداود وغیرہ نے حسن سند کے ساتھ روایت کیا ہے)

لغات: ❖ النمار: نَمِر کی جمع ہے بمعنی: چیتا (النمار چیتے کی کھال) نمر (س) نمراً: غضبناک ہونا، بدخلق ہونا، النِمَر: صاف پانی۔

تشریح: لَا تَرْكَبُوا الْخَزَّ: خز پر سوار نہ ہو۔ خز: یہ اون اور ریشم سے ملا کر بناتے تھے۔ بعض کہتے ہیں کہ خالص ریشم کو کہتے ہیں۔ اگر خز سے مراد وہ کپڑا ہو جو اون اور ریشم سے ملا کر بنایا جائے تو یہ غیر مسلم عجمیوں کی مشابہت کی وجہ سے مکروہ تنزیہی ہوگا۔ اور اگر خز سے مراد خالص ریشم ہے تو اب اس کا استعمال مکروہ تحریمی ہوگا۔ بہر حال حدیث بالاؔ سے معلوم ہوا کہ ریشم کی بنی ہوئی زین اور کجاوہ پر بھی سوار ہونا جائز نہیں۔

نَمَارٌ: بمعنی: چیتا۔ چیتے کی کھال کو استعمال کرنا بھی جائز نہیں، کیونکہ اس میں تکبر کا اظہار ہونے کے ساتھ ساتھ غیر مسلموں سے مشابہت بھی آتی ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه سنن ابیؔ داود كتاب اللباس (باب جلود النمور والسباع) و ابن ماجه مختصراً واسناده حسن.

راوی حدیث حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات:

نام: معاویہ، ابوعبدالرحمٰن کنیت، والد کا نام ابوسفیان، اور والدہ کا نام ہندہ تھا۔ زمانہ جاہلیت میں بھی ان کا خاندان ممتاز تھا۔

اسلام: فتح مکہ کے دن حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے والد ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ دونوں مسلمان ہوئے۔ بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ صلح حدیبیہ کے زمانہ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اندر اسلام کی حقانیت آ چکی تھی مگر خاندان کے خوف سے اظہار نہیں کیا تھا۔ مگر پہلی روایت زیادہ قوی ہے۔ پھر غزوہ حنین اور طائف میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے، حنین کے مال غنیمت میں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو سو

اونٹ اور چالیس اوقیہ سونا یا چاندی مرحمت فرمائی (طبقات ابن سعد)

حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۴۰ھ میں خلافت ان کے حوالے کردی، اس کے بعد انہوں نے انیس (۱۹) سال تین ماہ حکومت کی جس میں کئی علاقے فتح ہوئے۔

وفات: رجب ۶۰ھ میں ۷۵ سال کی عمر میں ان کو لقوہ کی بیماری ہوگئی۔ آخری ایام میں فرماتے کہ کاش میں قریش کا ایک آدمی ہوتا اور حکومت وغیرہ نہ کرتا۔ ان کے پاس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر، قمیص اور کچھ موئے مبارک اور ناخن موجود تھے۔ انہوں نے نصیحت کی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر اور قمیص اور ازار میں مجھ کو کفن دینا۔ میری ناک اور اعضاء سجدے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال اور ناخن رکھ دینا، شاید خدا اسی کے طفیل سے میری مغفرت فرمادے (استیعاب ۱/۳۶۳) ضحاک نے نماز جنازہ پڑھائی اور دمشق میں مدفون ہوئے۔

مرویات: کتب احادیث میں ان سے ایک سو تریسٹھ (۱۶۳) روایات ملتی ہیں، ۴ بخاری و مسلم دونوں میں ہیں ۴ میں بخاری اور ۵ میں مسلم منفرد ہیں۔

مزید حالات کیلئے ملاحظہ فرمائیں:

(۱) طبقات ابن سعد ۲/ ۱۲۸، (۲) اسماء للنووی ۱/۱۰۲، (۳) فتوح البلدان بلاذری ۱۳۳، (۴) طبری ۷/۳۳۳، استیعاب ۱/ ۲۶۱، (۶) تاریخ الخلفاء سیوطی ۱۹۴، (۷) اسد الغابہ ۵/۱۴۳، (۸) مروج الذہب مسعودی ۲/۴۲۳، (۹) البدایہ والنہایہ ۸/۱۳۲۔

درندوں کی کھالوں کا استعمال کرنا ناجائز ہے

(۸۱۲) ﴿وَعَنْ اَبِی الْمَلِیحِ عَنْ اَبِیهِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَهٰی عَنْ جُلُوْدِ السِّبَاعِ﴾ (رواه ابوداود والترمذی والنسائی بأسانید صحاح.

وفی روایة الترمذی: ﴿نَهٰی عَنْ جُلُوْدِالسِّبَاعِ أَنْ تُفْتَرَشَ﴾

ترجمہ: ''حضرت ابوالملیح اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے درندوں کی کھالوں کے استعمال کرنے سے منع فرمایا ہے۔'' (ابوداود، ترمذی، نسائی۔ ان کی سندیں صحیح ہیں)

اور ترمذی کی روایت میں ہے: درندوں کی کھالوں پر بیٹھنے سے منع فرمایا۔

لغات: ❖ جلود: جلد کی جمع ہے: کھال جلد. الکتاب: جلد باندھنا۔ الجزور: کھال اتارنا۔

تشریح: نَهٰی عَنْ جُلُوْدِ السِّبَاعِ: درندوں کی کھالیں استعمال کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اس سے وہ کھال مراد ہے جو دباغت سے پاک نہیں ہوتیں اور جو دباغت سے پاک ہوجاتی ہے اس کا استعمال کرنا جائز ہے۔ عام درندوں کی کھالیں یہ دباغت سے بھی پاک نہیں ہوتی، ان کے بالوں میں نجاست باقی رہتی ہے اس لئے ان کا استعمال جائز نہیں۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ درندوں کی کھالیں یہ فضول خرچ اور متکبرین لوگ استعمال کرتے تھے اس لئے آپ ﷺ نے اس کے استعمال سے منع فرمایا۔

تخریج حدیث: أخرجه سنن ابی داود کتاب اللباس (باب جلور النمور والسباع) و سنن الترمذی ابواب

اللباس و سنن النسائی کتاب الفرع والعتیرۃ (باب النھی عن الانتفاع بجلود السباع).

راوی حدیث حضرت ابوالملیح کے مختصر حالات:

نام: عمیر، کنیت ابوالملیح والد کا نام اسامہ الھزلی، بعض نے عبداللہ کہا ہے۔ یہ کوفہ کے رہنے والے صحابی تھے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اپنے والد سے روایت کرنے میں یہ منفرد ہیں۔ ان سے بخاری ومسلم میں کوئی روایت نہیں، سنن میں ان کی حدیث موجود ہے۔ ان سے چند احادیث منقول ہے جن کی صحیح مقدار بتانے سے اسماء الرجال والے قاصر ہیں۔

(۱۲۵) بَابُ مَا يَقُوْلُ اِذَا لَبِسَ ثَوْبًا جَدِيْدًا اَوْ نَعْلًا اَوْ نَحْوَهٗ

نیا لباس یا جوتا وغیرہ پہنتے وقت کون سی دعاء پڑھنی چاہئے؟

آپ ﷺ نیا کپڑا پہننے سے پہلے دعاء پڑھتے تھے

(۸۱۳) ﴿عَنْ اَبِی سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اسْتَجَدَّ ثَوْبًا سَمَّاهُ بِاسْمِهٖ عَمَامَةً، أَوْقَمِيْصًا، أَوْرِدَاءً يَقُوْلُ:" اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ، أَنْتَ كَسَوْتَنِيْهِ، أَسْأَلُكَ خَيْرَهٗ وَخَيْرَمَاصُنِعَ لَهٗ، وَأَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّهٖ وَشَرِّمَاصُنِعَ لَهٗ﴾ (رواه ابوداود و الترمذی وقال: حديث حسن)

ترجمہ: ”حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ جب کوئی نیا کپڑا پہنتے تو اس کا نام لیتے (مثلاً عمامہ، قمیص، چادر) اور پھر یہ دعا پڑھتے ”اللھم لک الحمد الخ“ اے اللہ تیرے لئے تمام تعریفیں ہیں، تو نے مجھے یہ کپڑا پہنایا ہے، میں اس کی بھلائی کا اور جس غرض کے لئے اس کو بنایا گیا ہے اس کی بھلائی کا تجھ سے سوال کرتا ہوں اور اس کے شر سے اور جس غرض کے لئے اس کو بنایا گیا ہے اس کے شر سے تجھ سے پناہ طلب کرتا ہوں۔“ (ابوداود، ترمذی۔ امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے)

لغات: ❖ استجد: نیا پانا، استجد. الشیء: نیا ہونا۔ الشیء: نیا کرنا یا نیا پانا۔ تجدد: نیا ہونا، جد (ص) جدۃ: نیا ہونا۔ جدد واجد الشیء: نیا کرنا۔ اجد ثوبا: نیا پہننا۔

صنع: صنع (ف) صنعاوصُنعاً. الشیء: بنانا، الصنع: بنا ہوا، کپڑا، عمامہ، حوض، قلعہ، صنع الیدین: کاریگری میں ماہر۔

تشریح: سَمَّاهُ بِاسْمِهٖ: نام لیتے تھے۔ مطلب یہ ہے یہ کہا جائے کہ اللہ نے یہ کرتا دیا، یہ چادر دی وغیرہ [1] حدیث بالا سے معلوم ہوا نیا لباس پہنتے وقت یہ دعا مسنون ہے [2] اور پڑھنا چاہئے کہ اللہ جل شانہ نے یہ نعمت دی ہے، اس کا شکر ادا کیا

جائے، کہیں کفران نعمت نہ ہوجائے۔

تخریج حدیث: أخرجه سنن ابی داوداول كتاب اللباس سنن الترمذی ابواب اللباس (باب ما يقول اذا لبس ثوبا جديدا) واحمد ٤/١١٢٤٨ والحاكم ٤/٧٤٠٨ وابن حبان ٥٤١٠۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ کے حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۲۰) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) حاشیہ ابن سنی ص: ۱۵ (۲) نزہۃ المتقین ۱/۵۶۰

(١٢٦) بَابُ اِسْتِحْبَابِ الْاِبْتِدَاءِ بِالْيَمِيْنِ فِى اللِّبَاسِ

لباس پہنتے وقت دائیں طرف سے ابتداء کرنے کا استحباب

﴿هٰذَا الْبَابُ قَدْ تَقَدَّمَ مَقْصُوْدُهُ وَ ذَكَرْنَا الْاَحَادِيْثَ الصَّحِيْحَةَ فِيْهِ﴾

اس باب کا ماحصل اور مقصود پہلے گزر چکا ہے اور اس میں صحیح احادیث بیان ہو چکی ہیں۔ (۱)

(۱) اس میں اشارہ ہے "باب استحباب تقديم اليمين فی كل ما هو من باب التكريم. باب نمبر ۹۹" وہاں پر اس سلسلہ کی احادیث بھی گزر چکی ہیں۔

كتاب آداب النوم والاضطجاع

سونے کے آداب

باب آداب النوم وَالْاِضْطِجَاعِ وَالْقُعُوْدِ وَالْمَجْلِسِ وَالْجَلِيْسِ وَالرُّؤْيَا

سونے، لیٹنے، بیٹھنے، مجلس، ہم نشین اور خواب کے آداب

(١٢٧) بَابُ مَا يَقُوْلُ عِنْدَ النَّوْمِ

سونے کے وقت کی دعائیں

آپ ﷺ داہنی کروٹ پر آرام فرماتے تھے

(٨١٤) ﴿عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَوٰى

اِلٰی فِرَاشِہٖ نَامَ عَلٰی شِقِّہِ الْاَیْمَنِ، ثُمَّ قَالَ: "اَللّٰھُمَّ اَسْلَمْتُ نَفْسِیْ اِلَیْکَ، وَوَجَّھْتُ وَجْھِیْ اِلَیْکَ، وَ فَوَّضْتُ أَمْرِیْ اِلَیْکَ، وَأَلْجَاْتُ ظَھْرِیْ اَلَیْکَ، رَغْبَۃً وَرَھْبَۃً اِلَیْکَ، لَامَلْجَأَوَلَا مَنْجٰی مِنکَ اِلَّا اِلَیْکَ، آمَنْتُ بِکِتَابِکَ الَّذِیْ أَنْزَلْتَ. وَ نَبِیِّکَ الَّذِیْ أَرْسَلْتَ"﴾ (رواہ البخاری بھذا اللفظ فی کتاب الادب من صحیحہ)

ترجمہ: ''حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ جب بستر پر تشریف لاتے تھے تو دائیں کروٹ پر لیٹتے تھے، پھر یہ دعاء پڑھتے: ''اللھم اسلمت نفسی الیک الخ'' اے اللہ میں نے اپنا معاملہ تیرے سپرد کیا اور اپنی پیٹھ کو تیری طرف پھیر دیا، تجھ سے ثواب حاصل کرتے ہوئے اور تجھ سے ڈرتے ہوئے، تیرے سواء کوئی جائے پناہ اور چھٹکارے کی جگہ نہیں۔ میں تیری اس کتاب پر ایمان لایا جو تو نے اتاری اور تیرے اس پیغمبر پر جو تو نے بھیجا'' امام بخاری نے ان الفاظ سے یہ روایت اپنی صحیح کے کتاب الادب میں روایت کی ہے۔''

لغات: ❖ أوی: اوی (ض) اویاواواءً۔ البیت والی البیت: ٹھکانا لینا، پناہ دینا، اترنا۔ آؤی واوی. ہ. البیت والی البیت: ٹھکانا دینا، پناہ دینا، اتارنا۔ فوضت: فوض تفویضاً. الیہ الامر: سپرد کردینا۔ المرأۃ: بغیر مہر کے نکاح کردینا۔

تشریح: داہنے کروٹ پر آرام کرنے کے فوائد

إِذَا أَوٰی اِلٰی فِرَاشِہٖ نَامَ عَلٰی شِقِّہِ الْاَیْمَنِ: جب آپ ﷺ بستر پر تشریف لاتے تو دائیں کروٹ پر لیٹتے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دائیں کروٹ پر لیٹنا یہ بیدار ہونے کے لئے زیادہ معین ہے، اس صورت میں دل لٹکا رہتا ہے اس لئے نیند سے بوجھ پیدا نہیں ہوتا، غفلت کی نیند نہیں آتی۔ اطباء بھی کہتے ہیں کہ آدمی کے لئے سب سے اچھی حالت سونے کی دائیں کروٹ کی ہی ہے۔ اولا دائیں کروٹ پر سوئے پھر بعد میں بائیں کروٹ ہوجائے۔ بائیں کروٹ سے کھانا جلد ہضم ہوجاتا ہے۔ (1)

ملاعلی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بائیں کروٹ دل کے لئے نقصان دہ ہے اور دائیں کروٹ میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ یہ ہیئت قبر کی یاد دلاتی ہے (کہ قبر پر اسی طرح لٹایا جاتا ہے) پھر یہ دعا مسنون بھی پڑھے جو حدیث بالا میں ذکر ہوئی۔ اس دعاء میں رات کے سوتے وقت اپنے ایمان واسلام اور اللہ سے کئے ہوئے عہد کی تجدید ہے۔ ہر مسلمان کو اس طرح رات کو تجدید عہد کرلینا چاہئے تاکہ دن بھر کی مصروفیتوں میں بھی خدا کی یاد رہے۔

تخریج حدیث: أخرجہ صحیح بخاری کتاب الدعوات (باب النوم علی الشق الایمن) و احمد ۱۸۶۱۱/۶، و ابوداود و ابن ماجہ و ابن حبان ۵۵۲۷۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کے حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۸۰) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔
(۱) فتح الباری ۱۱/۱۱۰ و ہکذا فی روضۃ المتقین ۲/۳۴۳

سونے کے لئے وضو کر لینا چاہئے

(۸۱۵) ﴿وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا أَتَيْتَ مَضْجَعَكَ فَتَوَضَّأْ وُضُوْئَكَ لِلصَّلَاةِ، ثُمَّ اضْطَجِعْ عَلٰى شِقِّكَ الْاَيْمَنِ، وَقُلْ" وَذَكَرَ نَحْوَهُ، وفيه: "وَاجْعَلْهُنَّ آخِرَ مَا تَقُوْلُ﴾ (متفق عليه)

ترجمہ: ''حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ ہم سے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم اپنے خواب گاہ پر آ ؤ تو اس طرح وضو کرو جس طرح نماز کے لئے وضو کیا جاتا ہے پھر اپنی دائیں کروٹ پر لیٹ جاؤ۔ اور یہ دعا پڑھو (جو دعا پہلے حدیث میں ذکر کی) اس میں یہ بھی ہے کہ یہ کلمات سب سے آخر میں کہے۔'' (یعنی اس کے بعد کسی سے کوئی بات نہ کرے)

لغات: ❖ مضجعک: ضجع (ف) صجعا وضجوعاً وانضجع واضجع واضطجع: پہلو کے بل لیٹنا۔ المضجع: خواب گاہ۔ جمع مضاجع. المضطجع: خواب گاہ۔

تشریح: سونے سے پہلے وضوء کرنے کے فضائل

فَتَوَضَّأْ وُضُوْئَكَ لِلصَّلٰوة: بستر پر آنے سے پہلے اس طرح وضو کرو جیسے نماز کیلئے کیا جاتا ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں باوضو سونا سنت ہے۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ اگر آدمی باوضو سوئے پھر اسی رات انتقال کر جائے تو شہید ہوگا [۱] ایک دوسری روایت میں آتا ہے باوضو سونے والا جب کروٹ لیتا ہے تو فرشتہ کہتا ہے کہ اے اللہ اس بندہ کی مغفرت فرما [۲] نیز ایک روایت میں آتا ہے کہ باوضو سونے والا روزہ دار شب گزار کی طرح ہے [۳] حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں باوضو سونے والے کو خواب سچے آتے ہیں۔ [۴]

وَذَكَرَ نَحْوَهُ: جیسے پہلی حدیث میں دعا گزری راوی نے وہی دعا یہاں بھی ذکر کی یعنی "اللهم اسلمت نفسی الیک الخ" والی، مگر اس دعا میں مزید اتنا اضافہ ہے کہ اس دعا کو سونے سے پہلے پڑھا جائے، اس دعا کے پڑھنے کے بعد مزید کوئی بات نہ کی جائے۔

تخریج حدیث: أخرجه صحیح مسلم کتاب الوضوء (باب فضل من بات علی الوضوء) و صحیح مسلم کتاب الذکر (باب ما یقول عند النوم).

نوٹ: راوی حدیث حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۸۰) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔
(۱) کنز العمال ۱۹/۳۳۳ (۲) مجمع الزوائد ۱/۲۳۲ (۳) فیض القدیر ۶/۲۹۳ (۴) فتح الباری ۵/۱۷۶

آپ ﷺ فجر کی سنتوں کے بعد تھوڑا سا آرام فرماتے تھے

(٨١٦) ﴿وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ مِنَ اللَّيْلِ إِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً، فَإِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ، ثُمَّ اضْطَجَعَ عَلٰى شِقِّهِ الْاَيْمَنِ حَتّٰى يَجِيْءَ الْمُؤَذِّنُ فَيُؤْذِنَهٗ.﴾ (متفق عليه)

ترجمہ: ''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ رات کو گیارہ رکعت پڑھا کرتے تھے پس جب صبح صادق ہوجاتی تو ہلکی سی دو رکعتیں (فجر کی سنتیں) پڑھتے، پھر آپ ﷺ اپنی دائیں کروٹ پر لیٹ جاتے یہاں تک کہ مؤذن آتا اور آپ ﷺ کو جماعت فجر کی اطلاع دیتا۔'' (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ شقة: الشق: جانب، کنارہ، انسان کی ایک جانب جس چیز کی طرف تمہاری نظر ہو۔

تشریح: آپ ﷺ عموماً آٹھ رکعت تہجد کی پڑھتے تھے

يُصَلِّيْ مِنَ اللَّيْلِ اِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً: آپ ﷺ رات کو گیارہ رکعت پڑھا کرتے تھے۔ یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کی تہجد کے بارے میں فرمارہی ہیں کہ پورے سال تقریباً یہی معمول رہتا تھا کہ آٹھ رکعت تہجد اور پھر تین رکعت وتر ہوتی تھی۔

فَاِذَاطَلَعَ الْفَجْرُ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ: جب صبح صادق ہوجاتی تو ہلکی سی دو رکعت پڑھتے۔

یہ فجر کی دو رکعت سنتیں ہیں، اس کو عام نماز سے ہلکی پڑھنا بھی سنت ہے، جیسے کہ حدیث بالا سے بھی معلوم ہورہا ہے، اس میں آپ ﷺ پہلی رکعت میں سورت فاتحہ کے بعد ''قل یا ایھا الکافرون'' اور دوسری رکعت میں سورت فاتحہ کے ساتھ ''قل ھو اللہ احد'' پڑھتے تھے۔

ثُمَّ اضْطَجَعَ عَلٰى شِقِّهِ الْاَيْمَنِ: پھر آپ ﷺ اپنی دائیں کروٹ پر لیٹ جاتے۔ سنت پڑھ کر آپ ﷺ کچھ دیر آرام فرماتے پھر تازہ دم ہوکر فجر کی نماز پڑھاتے تھے، علماء نے لکھا ہے کہ جو شخص رات میں عبادت الٰہی اور ذکر اللہ وغیرہ میں کافی دیر مشغول رہے تو اس کے لئے فجر کی سنتیں پڑھ کر تھوڑی دیر کے لئے بغرض استراحت لیٹ جانا مستحب ہے اور یہ لیٹنا اصحاب ظواہر کے نزدیک واجب ہے۔[1]

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخاري كتاب الدعوات (باب الضجع على الايمن) و صحيح مسلم

کتاب صلاة المسافرین (باب صلاة اللیل و عدد رکعات النبی صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فی اللیل) واحمد ۲۵۰۶۳/۹ والدارمی ۳۳۷/۱ والترمذی والنسائی وابوداؤد وابن حبان ۲٤٦۷ وهکذا فی البیهقی ٤٤/۳۔

نوٹ: راویہ حدیث حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۲) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) مظاہر حق ۷۷۶/۱ وہکذا فی روضۃ المتقین ۳۴۶/۲

سوتے وقت آپ ﷺ اپنا دایاں ہاتھ دائیں رخسار کے نیچے رکھتے تھے

(۸۱۷) ﴿وَعَنْ حُذَیْفَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَخَذَ مَضْجَعَهُ مِنَ اللَّیْلِ وَضَعَ یَدَهُ تَحْتَ خَدِّهِ، ثُمَّ یَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ بِاسْمِکَ أَمُوْتُ وَ أَحْیَا" وَ إِذَا اسْتَیْقَظَ قَالَ: "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ أَحْیَانَا بَعْدَمَا أَمَاتَنَا وَإِلَیْهِ النُّشُوْرُ﴾ (رواه البخاری)

ترجمہ: "حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب نبی کریم ﷺ رات کو اپنے بستر پر تشریف لاتے تو اپنا دایاں ہاتھ اپنے (دائیں) رخسار کے نیچے رکھتے اور یہ دعا پڑھتے: "اللهم باسمک الخ" اے اللہ! تیرے نام کے ساتھ ہی سوتا ہوں اور بیدار ہوتا ہوں، اور جب بیدار ہوتے تو یہ دعا پڑھتے: الحمدللّٰه الذی احیانا" تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے مارنے کے بعد دوبارہ زندگی عطا فرمائی اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ (بخاری)

لغات: ❖ خده: الخدمن الوجه: رخسار۔ جمع خدود. خد. (ض) خداً. فیه الضرب: بھدی پڑنا۔ الارض: کھودنا۔ الخدة: لمبا گڑھا۔ ج خُدَد. النشور: نشر (ن) نشراً و نشورا. اللّٰه الموتی: زندہ کرنا۔ نَشَرو نُشِر الموتی: زندہ ہونا، صفت: ناشرون. النشور: زندہ ہونا، قیامت کے دن اٹھنا۔

تشریح: إِذَا أَخَذَ مَضْجَعَهُ مِنَ اللَّیْلِ وَضَعَ یَدَهُ تَحْتَ خَدِّهِ: رات کو جب آپ ﷺ بستر پر تشریف لاتے تو اپنا دایاں ہاتھ دائیں رخسار کے نیچے رکھتے۔ اسی طرح سے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی روایت بھی شمائل میں آتی ہے کہ آپ ﷺ جس وقت آرام فرماتے تو اپنا دایاں ہاتھ رخسار کے نیچے رکھ لیتے۔ علماء فرماتے ہیں کہ ابتداءً اس طرح لیٹ جائے پھر اگر ضرورت ہو تو بدل سکتا ہے۔

اَللّٰهُمَّ بِاسْمِکَ أَمُوْتُ وَأَحْیَا: اے اللہ تیرے نام کے ساتھ ہی مرتا اور زندہ ہوتا ہوں۔

حدیث بالا میں نیند کو موت سے اور بیداری کو زندگی سے تعبیر فرمایا جا رہا ہے کیونکہ سویا اور مرا ہوا آدمی برابر ہوتا ہے۔ اگر آدمی یہ دعا اس جذبہ سے پڑھے تو پھر روزانہ اس کو نیک اعمال کرنے میں اللہ کی طرف سے ایک مہلت نظر آئے گی اور اس

کے لئے نیک اعمال کرنا آسان بھی ہوگا۔

تخریج حدیث: أخرجه صحیح بخاری کتاب الدعوات (باب ما یقول اذا نام) و (باب ما یقول اذا اصبح) و (باب وضع الید الیمنی تحت الخد الایمن) واحمد ۲۳۴۲۹/۹ و ابوداود و ابن حبان ۵۰۳۲۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۱۰۲) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔
(۱) شمائل ص: ۱۸

پیٹ کے بل سونے سے آپ ﷺ نے منع فرمایا

(۸۱۸) ﴿وَعَنْ يَعِيْشَ بْنِ طِخْفَةَ الْغِفَارِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ أَبِيْ: بَيْنَمَا أَنَا مُضْطَجِعٌ فِي الْمَسْجِدِ عَلٰى بَطْنِيْ إِذَا رَجُلٌ يُحَرِّكُنِيْ بِرِجْلِهٖ فَقَالَ: "إِنَّ هٰذِهٖ ضِجْعَةٌ يُبْغِضُهَا اللّٰهُ" قَالَ: فَنَظَرْتُ، فَإِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.﴾ (رواہ ابو داود باسناد صحیح)

ترجمہ: ''حضرت یعیش بن طخفہ الغفاری رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ میرے والد نے بیان فرمایا ایک دن میں مسجد میں پیٹ کے بل سویا ہوا تھا کہ اچانک ایک آدمی نے مجھے اپنے پاؤں سے حرکت دی اور کہا: لیٹنے کی یہ کیفیت اللہ کو ناراض کرنے والی ہے، میں نے دیکھا تو وہ رسول اللہ ﷺ تھے۔ ابوداود نے صحیح سند کے ساتھ اس روایت کو نقل کیا ہے۔''

لغات: ❖ ضجعة: پہلو پر لیٹنے کی ہیئت، کاہلی الضجع: جھکاؤ۔

تشریح: أَنَا مُضْطَجِعٌ فِي الْمَسْجِدِ عَلٰى بَطْنِيْ کہ میں ایک دن مسجد میں پیٹ کے بل سویا ہوا تھا۔

علماء فرماتے ہیں سونے کی چار حالتیں ہیں

❶ چت سونا یہ حضرات انبیاء علیہم السلام کا طریقہ ہے، یہ حضرات اس حالت پر لیٹ کر آسمان و زمین کی پیدائش اور حکمت پر غور فرماتے تھے۔

❷ داہنی کروٹ پر سونا یہ سنت نبوی ﷺ ہے۔

❸ بائیں کروٹ پر سونا یہ بادشاہوں اور اہل دنیا کا طریقہ ہے۔

❹ منہ کے بل سونا یہ طریقہ شیطان کا ہے۔[1]

نیز ایک روایت میں اس کو جہنمی کا سونا بھی ارشاد فرمایا گیا ہے۔[2] اطباء اس طرح سونے کو طب اور صحت کے اعتبار سے مضر بتاتے ہیں۔

مُضْطَجِعٌ فِي الْمَسْجِدِ: میں مسجد میں لیٹا ہوا تھا۔ دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے یہ اصحاب الصفہ میں سے تھے اس لیے رات مسجد میں ہی گزراتے تھے۔ (۳)

تخريج حديث: أخرجه سنن ابى داود كتاب النوم (باب فى الرجل يضطجع على بطنه) واحمد ۱۵۵۴۳/۵ و ابوداود وابن ماجه والحاكم ۷۷۰۹/۴ وابن حبان ۵۵۴۹ من حديث ابى هريرة رضى الله تعالىٰ عنه و اسناده صحيح.

راوی حدیث حضرت یعیش بن طخفۃ الغفاری رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات:

نام: یعیش، والد کا نام: طخفۃ تھا، قبیلہ غفار سے تعلق رکھتے تھے، شام کے رہنے والے تھے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں ان سے صرف یہی ایک روایت منقول ہیں اور ان کی یہ روایت بخاری مسلم میں نہیں ہے صرف سنن اربعہ میں سے ابوداود و ابن ماجہ نے اس روایت کو نقل کیا ہے۔

---

(۱) مرقاۃ، مظاہر حق ۴/۴۰۰ و اسوۃ ۳۴۴ (۲) ابن ماجہ وہکذا فی زرقانی ۶۹/۵ (۳) روضۃ المتقین ۳۴۸/۲

جوسونے سے پہلے اللہ کا ذکر نہیں کرتا تو اللہ اس پر ناراض ہوتے ہیں

(۸۱۹) ﴿وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنْ قَعَدَ مَقْعَداً لَمْ يَذْكُرِ اللّٰهَ تَعَالٰى فِيْهِ، كَانَتْ عَلَيْهِ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى تِرَةٌ، وَمَنِ اضْطَجَعَ مَضْجَعاً لَايَذْكُرُ اللّٰهَ تَعَالٰى فِيْهِ، كَانَتْ عَلَيْهِ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى تِرَةٌ﴾ (رواه ابوداود باسناد حسن)

"التِّرَة" بكسر التاء المثناة من فوق، وهي: النقص، وقيل: التَّبِعة.

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص کسی مجلس میں بیٹھا اور وہاں اس نے اللہ کا ذکر نہ کیا تو اس پر اللہ کی طرف سے حسرت (وبال) ہوگی۔ اور جو شخص لیٹنے کے لئے لیٹا اور اس نے اللہ کا ذکر نہیں کیا تو اس پر اللہ کی طرف سے ناراضگی ہوگی۔'' ابوداود نے حسن سند کے ساتھ اس روایت کو روایت کیا ہے۔

"الترۃ" تاء پر زیر بمعنی کوتاہی اور بعض کے نزدیک وبال کا معنی ہے۔

لغات: ❖ ترۃٌ: ڈانٹ (تبعۃ جمع۔ تبعات) تاوان۔ جرمانہ۔

تشریح: وَمَنْ قَعَدَ مَقْعَداً لَمْ يَذْكُرِ اللّٰهَ تَعَالٰى: جو شخص کسی جگہ بیٹھا اس میں اس نے اللہ کا ذکر نہ کیا تو یہ باعث وبال ہوگا۔ علماء فرماتے ہیں کہ جب بھی آدمی کسی مجلس میں بیٹھے تو کم از کم کچھ نہ کچھ اللہ کا ذکر اس مجلس میں کر لے یا کم از کم مجلس کے آخر کی دعا ہی پڑھ لے۔ دعا آگے حدیث میں آرہی ہے۔

وَمَنِ اضْطَجَعَ مَضْجَعاًلا یَذْکُرُ اللّٰہَ تعالٰی فِیْہِ کَانَتْ عَلَیْہِ مِنَ اللّٰہِ تِرَۃٌ: جو بستر پر لیٹے اس میں اللہ کا ذکر نہ کرے تو اس پر اللہ کی طرف سے ناراضگی ہوگی۔ قرآن مجید کی اس آیت میں اس عمل کا اشارہ ملتا ہے: "اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِھِمْ: کہ بعض لوگ اللہ کا ذکر کرتے ہیں کھڑے کھڑے، بیٹھے بیٹھے اور لیٹے لیٹے۔

سوتے وقت اللہ کے ذکر کرنے کے فضائل

کئی روایات میں سوتے وقت ذکر کرنے کے فضائل وارد ہوئے ہیں۔ مثلاً: ایک روایت میں آتا ہے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کوئی مسلمان ایسا نہیں کہ رات کو ذکر کرتا ہو طہارت کی حالت میں، سویا ہو اور پھر رات کو اٹھا ہو پھر اس نے دنیا یا آخرت کا سوال کیا ہو مگر یہ کہ اللہ پاک اس کو وہ عطاء فرمادیتے ہیں۔ (۱)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بھی ابومرہ عجلی رحمہ اللہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص اپنے بستر پر پاکی کی حالت میں آئے اور ذکر کرتا ہوا سو جائے تو اس کا یہ بستر مسجد ہوجاتا ہے اور نماز و ذکر کی حالت میں رہتا ہے یہاں تک کہ وہ بیدار نہ ہوجائے۔ (۲) آپ ﷺ کی عادت طیبہ بھی یہ نقل کی جاتی ہے کہ آپ ﷺ بستر پر جب تک نیند نہ آجاتی دائیں کروٹ ہو کر اللہ کی یاد میں مشغول رہتے تھے۔

تخریج حدیث: أخرجه سنن ابی داود کتاب الادب (باب کراھیۃ ان یقوم الرجل من مجلسہ و لا یذکر) و اسنادہ حسن.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) مسند احمد ۲۳۵/۵ (۲) فتح الباری ۱۱۰/۱۱

---

(۱۲۸) بَابُ جَوَازِ الِاسْتِلْقَاءِ عَلَی القَفَا وَوَضْعِ اِحْدَی الرِّجْلَیْنِ عَلَی الْاُخْرٰی اِذَالَمْ یَخَفْ اِنْکِشَافَ الْعَوْرَۃِ وَجَوَازِ الْقُعُوْدِ مُتَرَبِّعًا وَّمُحْتَبِیًا

چت لیٹنے اور پاؤں کو دوسرے پاؤں پر رکھ کر لیٹنے، جب کہ ستر کھلنے کا اندیشہ نہ ہو اور چوکڑی مار کر اور اکڑوں بیٹھ کر ہاتھوں کو ٹانگوں کے گرد کر کے بیٹھنے کے جواز کا بیان

آپ ﷺ مسجد میں چت لیٹے ہوئے تھے

(۸۲۰) ﴿عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ زَیْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا اَنَّہُ رَاٰی رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مُسْتَلْقِیًا

فِي الْمَسْجِدِ وَاضِعًا إِحْدَى رِجْلَيْهِ عَلَى الْأُخْرَى. ﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو مسجد میں چت لیٹا ہوا دیکھا کہ آپ ﷺ نے ایک پاؤں کو دوسرے پاؤں پر رکھا ہوا تھا۔'' (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ مستلقیاً: استلقی علی قفاه: چت سونا۔ از باب استفعال مجرد سمع وغیرہ سے۔

تشریح: ایک پاؤں کو دوسرے پاؤں پر رکھنا اس پر سوال اور جواب

وَاضِعًا إِحْدَى رِجْلَيْهِ عَلَى الْأُخْرَى: ایک پاؤں کو دوسرے پاؤں پر رکھا ہوا تھا، بعض دوسری روایات میں اس طرح لیٹنے کی ممانعت بھی آتی ہے: نَهَى رَسُوْلُ اللّٰهِ اَنْ يَرْفَعَ الرَّجُلُ اِحْدٰى رِجْلَيْهِ عَلَى الْأُخْرٰى. (۱)

ترجمہ: آپ ﷺ نے منع فرمایا کہ کوئی شخص ایک پاؤں کھڑا کر کے دوسرے پاؤں پر رکھ کر لیٹے۔

جواب: اس میں علماء فرماتے ہیں کہ اگر اس طرح لیٹنے میں ستر کھلنے کا خطرہ ہو تو اس طرح لیٹنا صحیح نہیں اور اگر ستر کھلنے کا خطرہ نہ ہو تو جائز ہے۔ یا بعض علماء نے یہ فرمایا کہ جن روایات میں آپ ﷺ کا عمل نقل کیا گیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ پاؤں کو پھیلا کر ایک پاؤں کو دوسرے پاؤں پر رکھا جائے اس میں ستر کھلنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

علامہ قطب الدین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس طرح لیٹنا آپ کا کبھی کبھار ہوتا تھا یہ بھی بیان جواز کی خاطر یا کچھ دیر ویسے ہی تکان کو دور کرنے کے لئے (۲) یا یہ عمل منسوخ ہوگیا ہے جیسے کہ علامہ خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ (۳)

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخارى كتاب المساجد (باب الاستلقاء فى المسجد) وكتاب اللباس (باب الاستلقاء و وضع الرجل على الاخرى) و صحيح مسلم كتاب اللباس (باب فى اباحة الاستلقاء و وضع احدى الرجلين على الاخرى) واحمد ٥/١٦٤٣٠، والترمذى و النسائى وابن حبان ٥٥٥٢۔ والدارمى ٢/٢٨٢۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۷۷۹) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) رواہ مسلم

(۲) مظاہر حق ۴/۳۹۶ و ہکذا فی روضۃ المتقین ۲/۳۴۹

(۳) روضۃ المتقین ۲/۳۴۹

فجر کی نماز کے بعد آپ ﷺ چار زانو ہو کر بیٹھتے تھے

(۸۲۱) ﴿وَعَنْ جَابِرِبْنِ سَمُرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَاصَلَّى الْفَجْرَتَرَبَّعَ فِيْ مَجْلِسِهِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ حَسْنَاءَ. ﴾ (حديث صحيح. رواه ابوداؤد وغيره

بأسانيد صحيحة)

ترجمہ: ’’حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب نبی کریم ﷺ فجر کی نماز سے فارغ ہوجاتے تو آپ ﷺ چار زانوں ہو کر بیٹھ جاتے یہاں تک کہ سورج اچھی طرح طلوع ہوجاتا۔‘‘ (یہ حدیث صحیح ہے، ابوداؤد وغیرہ نے اسے صحیح سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے)

لغات: ❖ تربع: تربع. في جلوسه: چار زانو ہو کر بیٹھنا۔ حسناء: حسن (ک) و حسن (ک ن) حسنا: خوب صورت ہونا۔ صفت حسن جمع حسان، مؤنث: حسنة و حسناء ج حسان و حسنات۔

تشریح: إِذَا صَلَّى الْفَجْرَ تَرَبَّعَ فِيْ مَجْلِسِهٖ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ حَسْنَاءَ:

جب آپ ﷺ فجر کی نماز سے فارغ ہوجاتے تو چار زانوں ہو کر بیٹھ جاتے یہاں تک کہ سورج اچھی طرح طلوع ہوجاتا۔ اس سے علماء نے استدلال کیا ہے کہ اشراق تک مسجد میں رہنا اگر کوئی عذر نہ ہو تو مستحب ہے جیسے کہ آپ ﷺ کا معمول اور صحابہ کا یہ معمول نقل کیا جاتا ہے۔ علماء فرماتے ہیں یہ وقت بڑا مبارک ہوتا ہے، اس وقت میں آدمی کا دماغ حاضر ہوتا ہے یہ وقت تلاوت، ذکر، دعا میں گزارے۔ (۱)

تخریج حدیث: أخرجه صحيح مسلم كتاب الصلاة (باب فضل الجلوس فى مصلاه بعد الصبح)، و سنن أبى داؤد كتاب الادب (باب فى الرجل يجلس متربعاو اسناده حسن.

نوٹ: راوی حدیث حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۱۴۸) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) روضۃ المتقین ۳۵۰/

آپ ﷺ قرفصاء کی صورت میں بھی کبھی بیٹھ جاتے

(۸۲۲) ﴿وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِفِنَاءِ الْكَعْبَةِ مُحْتَبِيًا بِيَدَيْهِ هٰكَذَا. وَوَصَفَ بِيَدَيْهِ الْاِحْتِبَاءَ، وَهُوَ الْقُرْفُصَاءُ.﴾ (رواه البخارى)

ترجمہ: ’’حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کو صحن کعبہ میں اپنے ہاتھوں کے ساتھ اس طرح احتباء کرتے ہوئے دیکھا۔ پھر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے دونوں ہاتھوں کے ساتھ احتباء کو بیان کیا۔ اسی کا نام القرفصاء ہے (یعنی دونوں زانوں کھڑے ہوں اور دونوں ہاتھوں کا پنڈلیوں پر حلقہ بنا ہوا ہو)‘‘

لغات: ❖ محتبیا: احتبى احتباء. بالثوب: کسی کپڑے میں لپٹ جانا، پیٹھ اور پنڈلیوں کو کسی کپڑے سے باندھ لینا۔

القرفصاء: اکڑوں بیٹھنا اور ہاتھوں کوٹانگوں کے گرد باندھنا۔ تقرفصت العجوز: بڑھیا کا کپڑوں میں لپٹنا۔ القرافصة: ڈاکو۔

تشریح: قرفصاء بیٹھنے کی صورت

القُرفُصَاءُ: یہ لفظ قاف کے پیش اور راء کے جزم اور فاء کے پیش یا فاء کے زبر کے ساتھ ہے اس کا معنی ہوتا ہے کہ اکڑوں بیٹھنا اور ہاتھوں کو ٹانگوں کے گرد باندھ لینا۔ مطلب یہ ہوا کہ دونوں ٹانگوں کو کھڑا کر کے سرینوں پر بیٹھ جائے اور زانوں کو پیٹ سے لگالے اور پھر دونوں ہاتھوں کو پنڈلیوں سے باندھ لے۔ بعض لوگوں نے قرفصاء کی یہ دوسری صورت بھی لکھی ہے کہ دونوں زانوں کو زمین پر ٹیک کر رانوں کو پیٹ سے لگالے اور ہاتھوں کی ہتھیلیوں سے دونوں بغلوں میں دبالے اس طور پر کہ دائیں ہتھیلی بائیں بغل میں اور بائیں ہتھیلی دائیں بغل میں رہے۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخاري كتاب الاستيذان (باب الاحتباء باليد وهو القرفصاء).

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۱۲) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

آپ ﷺ کو قرفصاء حالت میں بیٹھا دیکھ کر قیلہ پر کپکپی طاری ہوگئی

(۸۲۳) ﴿وَعَنْ قَيْلَةَ بِنْتِ مَخْرَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَاقَالَتْ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَقَاعِدٌ الْقُرْفُصَاءَ، فَلَمَّا رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْمُتَخَشِّعَ فِي الْجِلْسَةِ أُرْعِدْتُ مِنَ الْفَرَقِ.﴾

(رواه ابوداؤد والترمذی)

ترجمہ: ”حضرت قیلۃ بن مخرمۃ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو قرفصاء کی حالت میں بیٹھے ہوئے دیکھا، جب میں نے آپ ﷺ کو اس خشوع وخضوع کی حالت میں دیکھا تو آپ ﷺ کے جلال سے مجھ پر کپکپی طاری ہوگئی۔“

لغات: ❖ المتخشع: تخشع: فروتنی کرنا و تخاشع فروتنی دکھانا، خشع (ف) خشوعاً. له: خشوع کرنا۔ عاجزی کا اظہار کرنا۔ أرعدت: لرزنا، کپکپانا، رعد: (ف) رعداً ورُعُوداً. السحاب: بادل گڑگڑانا۔ ارعده. الخوف: لرزانا، کپکپا دینا۔

تشریح: قرفصاء کی کیفیت میں بیٹھنا تواضع اور عاجزی ہے

حدیث بالا کا مطلب یہ ہے کہ جب حضرت قیلہ بنت مخرمہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کو قرفصاء کی حالت میں بیٹھا ہوا

دیکھا تو ان پر کپکپی طاری ہوگئی۔ اس کی وجہ علماء نے یہ لکھی ہے کہ عمومی طور سے اس حالت میں مسکین وغریب لوگ بیٹھتے ہیں یا جو تفکرات وخیالات اور غم میں مبتلا ہوں، نیز اس طرح بیٹھنے میں انتہائی عجز و بے چارگی اور کمال انکساری کو ظاہر کرنا ہے، آپ ﷺ تو دونوں جہاں کے سردار ہیں اور اس طرح بیٹھے ہوئے ہیں، اس حالت میں بیٹھنے ہی نے حضرت قیلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ہیبت ڈال دی۔

تخریج حدیث: أخرجه سنن أبی داؤد کتاب الادب (باب جلوس الرجل) و سنن الترمذی ابواب الاستذان.

راویہ حدیث حضرت قیلہ بنت مخرمہ رضی اللہ عنہا کے مختصر حالات:

نام: قیلہ، مخرمہ کی بیٹی ہیں۔ قبیلہ بنوتمیم سے تعلق رکھتی ہیں۔ ان سے علیبہ کی بیٹیاں صفیہ اور وجیہہ روایت کرتی ہیں۔ یہ دونوں ان کے والد کی راویہ بھی ہیں، ان سے اس حدیث کے علاوہ اور روایات بھی منقول ہیں۔ یہ بھی سنن کی راویہ ہیں، بخاری مسلم میں ان سے کوئی روایت منقول نہیں ہے۔

اللہ کی ناراضگی والا بیٹھنا

(۸۲٤) ﴿وَعَنِ الشَّرِيْدِبْنِ سُوَيْدٍرَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: مَرَّبِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَاجَالِسٌ هٰكَذَا، وَقَدْوَضَعْتُ يَدِیَ الْيُسْرٰى خَلْفَ ظَهْرِیْ، وَاتَّكَأْتُ عَلٰى أَلْيَةِ يَدِیْ فَقَالَ: "أَتَقْعُدُ قِعْدَةَ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ؟﴾ (رواه ابو داؤد بإسناد صحيح)

ترجمہ: ''حضرت شرید بن سوید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ میرے پاس سے گزرے جب کہ میں اس طرح بیٹھا ہوا تھا کہ اپنا بایاں ہاتھ اپنے پیٹھ کے پیچھے رکھا ہوا تھا اور ہاتھ کے انگوٹھے کے نچلے حصے پر ٹیک لگائے ہوئے تھا، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا ان لوگوں کی طرح بیٹھتے ہو جن پر اللہ کا غضب نازل ہوا ہے۔'' (ابوداؤد نے اس کو صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے)

لغات: ❖ ألية: اَلِیَ (س) اليأ. الكبش: مینڈھے کا بڑی چکتی والا ہونا، الالية: دنبہ کی چکتی۔ مثنی اليان. جمع الآيَا والَيَات، الية: انگوٹھے کی جڑ میں چکتی نما گوشت۔

تشریح:

مغضوب علیہم سے کون مراد ہیں؟

وَاتَّكَأْتُ عَلٰى أَلْيَةِ يَدِیْ فَقَالَ: أَتَقْعُدُ قِعْدَةَ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ؟ انگوٹھے کے نچلے حصے پر ٹیک لگائے ہوئے تھے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا تم ان لوگوں کی طرح بیٹھے ہوئے ہو جن پر خدا کا غضب نازل ہوا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اس ہیئت پر بیٹھنا ان لوگوں کی عادت ہے جن پر اللہ کا غضب ہوا ہے، مراد اس سے یہود ہیں۔ یا بعض لوگ یہ بیان کرتے ہیں کہ

مسلمان تو سب قوموں سے منفرد ہیں ان کو کسی ایسی قوم کی مشابہت زیب نہیں دیتی جن پر اللہ کی ناراضگی ہو چکی ہو۔ (۱)

بعض محدثین کا کہنا یہ ہے کہ "مغضوب علیھم" کا لفظ اپنے وسیع و عام مفہوم میں یہاں استعمال ہو رہا ہے یعنی اس سے مراد تمام وہ لوگ ہیں جو اپنے چلنے پھرنے، بیٹھنے اٹھنے میں کفار کی مشابہت کریں۔ (۲)

تخریج حدیث: أخرجه سنن أبی داؤد کتاب الادب (باب الجلسة المكروهة) والحاكم ٤/٧٧٠٣ ورجال اسناده ثقات الا ان فيه ابن جريج و هو مدلس.

راوی حدیث حضرت شرید بن سوید رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات:

نام: شرید ہے، والد کا نام سوید کہا جاتا ہے، قبیلہ ثقیف سے تعلق رکھتے ہیں، بعض کہتے ہیں کہ یہ حضرموت یمن سے تعلق رکھتے تھے، بعض نے ان کو اہل طائف میں شمار کیا ہے، بیعت رضوان میں بھی شریک تھے۔

ان سے دو روایات مسلم میں بھی ہیں، اسی طرح ابوداؤد اور نسائی میں بھی ان کی روایت ملتی ہے، مگر صحیح تعداد احادیث کی کتب اسماء الرجال میں نہیں ملتی، ان کی روایات اہل حجاز میں زیادہ ملتی ہیں۔

(۱) روضۃ المتقین ۲/۳۵۲

(۲) مظاہر حق وہکذا فی روضۃ المتقین ۲/۳۵۳

(١٢٩) بَابُ آدَابِ الْمَجْلِسِ وَالْجَلِيْسِ

مجلس اور ہم نشین کے ساتھ بیٹھنے کے آداب کا بیان

کسی کی جگہ پر خود نہ بیٹھے

(٨٢٥) ﴿عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا يُقِيْمَنَّ أَحَدُكُمْ رَجُلًا مِنْ مَجْلِسِهٖ ثُمَّ يَجْلِسُ فِيْهِ، وَلٰكِنْ تَوَسَّعُوْا وَتَفَسَّحُوْا" وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اِذَا قَامَ لَهٗ رَجُلٌ مِنْ مَجْلِسِهٖ لَمْ يَجْلِسْ فِيْهِ.﴾ (متفق عليه)

ترجمہ: "حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی شخص یہ نہ کرے کہ کسی آدمی کو اس کی جگہ سے اٹھا کر پھر خود اس کی جگہ پر بیٹھ جائے لیکن تم مجلس میں فراخی اور گنجائش پیدا کرو۔ اور خود حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی عادت یہ تھی کہ جب کوئی شخص ان کی خاطر مجلس سے اٹھ کھڑا ہوتا تو وہ اس کی جگہ پر نہ بیٹھتے تھے۔" (بخاری و مسلم)

لغات: ❖تفسحوا: تفسح. کشادہ ہونا۔ لہ: کشادہ کرنا۔ تفسحوا فی المجالس وتفاسحوا. کشادگی کرو۔

تشریح: دوسرے کی جگہ پر بیٹھنا مکروہ تحریمی ہے

حدیث بالا میں مجلس کو وسعت دینے کی ترغیب ہے تاکہ ہر آنے والے کو مجلس میں بیٹھنے کی جگہ مل جائے اور وہ یہ سمجھے کہ میں اپنوں ہی میں آگیا ہوں۔ بعض محدثین کا کہنا یہ ہے کہ مفہوم حدیث کا یہ ہے ”وَلٰكِنْ لِيَقُلْ تَفَسَّحُوْا وَتَوَسَّعُوْا“ یعنی کسی شخص کو اس کی جگہ سے اٹھا کر وہاں خود نہ بیٹھے بلکہ اس سے یہ کہنا چاہئے کہ کشادگی کے ساتھ بیٹھ اور آنے والے کو جگہ دے۔ علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ ممانعت مکروہ تحریمی کے طور پر ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص کسی ایسی جگہ پر جا کر پہلے سے بیٹھ جائے کہ وہ جگہ کسی کے لئے مخصوص نہیں تھی مثلاً جمعہ کے دن پہلے سے وہ آگے صف میں مسجد میں جا کر بیٹھ گیا تو اب کوئی بعد میں آنے والا اس کو اس جگہ سے اٹھا کر خود اس کی جگہ پر بیٹھ جائے صحیح نہیں [1] اس سے یہ ظاہر و معلوم ہوگا کہ پہلے سے بیٹھنے والا شخص معمولی درجہ کا اور کمتر مرتبہ کا ہے، یہ خیال کرنا بھی صحیح نہیں ہے۔

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ اِذَاقَامَ لَهٗ رَجُلٌ مِنْ مَجْلِسِهٖ لَمْ يَجْلِسْ فِيْهِ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی عادت یہ تھی جب کوئی ان کی خاطر مجلس سے اٹھ کھڑا ہوتا تو وہ اس کی جگہ پر نہ بیٹھتے۔ علماء فرماتے ہیں جب آدمی اپنی خوشی سے دوسرے کو اپنی جگہ پر بٹھائے تو یہ جائز ہے مگر ابن عمر رضی اللہ عنہما کا نہ بیٹھنا یہ ان کے احتیاط اور تقویٰ کی بات تھی۔ [2]

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخاری كتاب الاستيذان (باب لا يقيم الرجل الرجل من مجلسه) و (باب اذا قيل لكم تفسحوا)، وكتاب الجمعة (باب لايقيم الرجل اخاه من مقعده)، و صحيح مسلم كتاب السلام (باب تحريم اقامة الانسان من موضعه). وأحمد ٥٦٢٩/٢۔ والترمذی وابن حبان ٥٨٦ الدارمی ٢٨١/٢ و هكذا فی البيهقی ١٥٠/٦۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۱۲) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) مظاہر حق ۳۸۹/۴ وہکذا فی روضۃ المتقین ۳۵۳،۳۵۴/۲

(۲) روضۃ المتقین ۳۵۴/۲

کسی عذر سے اٹھنے والا واپسی پر اپنی جگہ کا زیادہ حقدار ہے

(٨٢٦) ﴿وَعَنْ أَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ”اِذَا قَامَ أَحَدُكُمْ مِنْ مَجْلِسٍ، ثُمَّ رَجَعَ اِلَيْهِ، فَهُوَأَحَقُّ بِهٖ﴾ (رواه مسلم)

ترجمہ: ”حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص کسی

جگہ سے اٹھے پھر وہ واپس آ جائے تو وہ اس جگہ پر بیٹھنے کا زیادہ حق دار ہے۔'' (مسلم)

لغات: ❖ احق به: حق (ن ض) حقاًو حقةً. الامر: ثابت ہونا و واجب ہونا۔ احق به: وہ اس کا زیادہ حق دار ہے۔

تشریح: ثُمَّ رَجَعَ اِلَيْهِ فَهُوَاَحَقُّ بِهٖ: پھر وہ واپس آ جائے تو وہ اس جگہ کا زیادہ حق دار ہے۔ محدثین فرماتے ہیں یہ حکم اس صورت میں ہے جب کہ وہ شخص اپنی جگہ سے اس ارادے کے ساتھ اٹھا ہے کہ میں جلد ہی واپس آؤنگا، وضو کرنے یا کسی ضرورت کے لئے گیا ہو اب وہ وضو کر کے آ جائے تو اب پرانی جگہ پر دوبارہ اس کا ہی حق ہے [(۱)] اس دوران اگر دوسرا کوئی اس کی جگہ پر بیٹھ جائے تو یہ اب اس کو اٹھا بھی سکتا ہے مگر اس میں بہتر یہ ہے کہ جانے والا آدمی کوئی چیز وہاں اپنی رکھ کر چلا جائے تا کہ دوسرے پر یہ بات واضح رہے کہ اس کا واپسی کا ارادہ ہے۔ اور اگر کوئی طویل وقفہ کے لئے چلا گیا تو پھر واپس آ کر اپنی سابقہ جگہ کا وہ مستحق نہیں رہے گا۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح مسلم كتاب السلام (باب اذا قام من مجلسه ثم عاد فهو احق به) وأحمد ۸۵۱۷/۳ دارمی ۲۸۲/۱ و ابوداؤد وابن حبان ۵۸۸۔ وابن ماجه و هكذا فى البيهقى ۲۳۳/۳۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) روضۃ المتقین ۳۵۴/۲

نبی ﷺ کی مجلس میں جس کو جہاں جگہ ملتی وہیں بیٹھ جاتا

(۸۲۷) ﴿وَعَنْ جَابِرِبْنِ سَمُرَةَرَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: كُنَّا اِذَا أَتَيْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، جَلَسَ أَحَدُنَا حَيْثُ يَنْتَهِي.﴾ (رواه ابوداؤد، والترمذى وقال: حديث حسن)

ترجمہ: ''حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب ہم نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو ہم میں سے ہر کوئی جہاں پہنچتا وہیں بیٹھ جاتا۔'' (ابوداؤد ترمذی، امام ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے)

لغات: ❖ حيث: ظرف مکان مبنی برضمہ، اور کہا جاتا ہے ''مِن هذه الحيثية اس اعتبار سے اور کبھی ظرف زمان کیلئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ ينتهي: انتهى انتهاءً: انتہاء کو پہنچنا۔ النِّهاءَ: چیز کا آخری مرتبہ۔

تشریح: حدیث بالا میں مجلس کے آداب میں سے یہ بیان کیا جارہا ہے کہ اگر آدمی کسی کی مجلس میں جائے اور پہلے سے لوگ وہاں موجود ہو تو اب جہاں بھی اس کو جگہ ملے بیٹھ جائے، گردنیں پھلانگ کر نہ جائے کہ اس کے آگے جانے سے لوگوں کو تکلیف ہوتی ہے۔ [(۱)]

تخریج حدیث: أخرجه سنن أبى داؤد كتاب الادب (باب فى التحلق) وسنن الترمذى ابواب الاستيذان

(باب اجلس حیث انتهی بک المجلس) وأحمد ۲۰۹۸۳/۷ و ابن حبان ٦٤٣٣ وھکذا فی البیھقی ۲۳۱/۳ و رجال اسنادہ ثقات.

نوٹ: راوی حدیث حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۱۴۸) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) روضۃ المتقین ۳۵۵/۲

جمعہ کے دن بھی دو آدمیوں کے درمیان گھس کر نہ بیٹھے

(۸۲۸) ﴿وَعَنْ أَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ سَلْمَانَ الْفَارِسِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: "لَایَغْتَسِلُ رَجُلٌ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ، وَیَتَطَھَّرُمَا اسْتَطَاعَ مِنْ طُھْرٍ، وَیَدَّھِنُ مِنْ دُھْنِہٖ، أَوْ یَمَسُّ مِنْ طِیْبِ بَیْتِہٖ، ثُمَّ یَخْرُجُ فَلَا یُفَرِّقُ بَیْنَ اِثْنَتَیْنِ، ثُمَّ یُصَلِّیْ مَاکُتِبَ لَہٗ، ثُمَّ یُنْصِتُ اِذَا تَکَلَّمَ الْاِمَامُ اِلَّا غُفِرَلَہٗ مَابَیْنَہٗ وَبَیْنَ الْجُمُعَۃِ الْاُخْرٰی.﴾ (رواہ البخاری)

ترجمہ: ”حضرت ابوعبداللہ سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا: جو آدمی جمعہ کے دن غسل کرے اور جس قدر ممکن ہو خوب پاکیزگی حاصل کرے اور تیل یا گھر میں موجود خوشبو استعمال کرے، پھر وہ جمعہ کے لئے گھر سے نکلے اور مسجد میں پہنچ کر دو آدمیوں کے درمیان گھس کر ان کو ایک دوسرے سے جدا نہ کرے، پھر اس کے لئے جو مقدر ہے وہ نماز پڑھے، پھر جب امام خطبہ دے تو وہ خاموش رہے، تو اس کے اس جمعہ سے دوسرے جمعہ تک درمیانی مدت تک کے تمام (صغیرہ) گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں۔“

(بخاری)

لغات: ❖ ینصت: نصت (ض) نصتاًوانصت وانتصت لہ: بات سننے کیلئے خاموش رہنا۔ انصتہ: خاموش کرنا۔ النصتۃ: خاموشی۔

تشریح: لَا یَغْتَسِلُ رَجُلٌ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ، وَیَتَطَھَّرُ مَا اسْتَطَاعَ مِنْ طُھْرٍ: آدمی جمعہ کے دن غسل کرے اور جس قدر ممکن ہو خوب پاکیزگی حاصل کرے۔ جمعہ کے دن کا غسل ابتداءً ضروری تھا مگر جب مسلمانوں میں کشادگی آئی تو اس کو منسوخ کر کے سنت کردیا گیا۔ ”وَیَتَطَھَّرُ“ پاکی حاصل کرے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ لبیں کتروائے۔ ناخن کٹوائے، زیرناف بال صاف کرے، بغلوں کے بال دور کرے اور پاک صاف کپڑے پہنے وغیرہ[1]

وَ یَدَّھِنُ مِنْ دُھْنِہٖ أوْیَمَسُّ مِنْ طِیْبِ بَیْتِہٖ: جمعہ کے دن تیل اور خوشبو بھی استعمال کرنا چاہیئے، فرمایا جارہا ہے اگر آدمی کے پاس خوشبو نہ ہو تو اپنے گھر والوں سے (عورتوں کو اہتمام ہوتا ہے خوشبو کا) لے لے۔

ثُمَّ یَخْرُجُ فَلَا یُفَرِّقُ بَیْنَ اثْنَتَیْنِ: دو آدمیوں کے درمیان گھس کر ان کو ایک دوسرے سے جدا نہ کرے۔ مطلب یہ ہے کہ مسجد میں دو آدمی آپس کے محبت و تعلق والے بیٹھے ہیں یا مطلقاً دو آدمیوں کے درمیان جگہ نہ ہو ان کے درمیان گھس کر بیٹھنے کو منع فرمایا جا رہا ہے۔ (۲)

علماء فرماتے ہیں یہ ممانعت اس وقت ہے جب کہ آگے جگہ خالی نہ ہو، اگر اگلی صفوں میں جگہ خالی پڑی ہو تو اب صفوں کو چیر کر وہاں تک جانا درست ہے، یہ پچھلی صفوں میں بیٹھنے والوں کا قصور ہے کہ انہوں نے آگے کی جگہ کیوں پر نہیں کی۔ (۳)

بعض محدثین نے فرمایا اس حدیث میں اشارہ ہے کہ آدمی جمعہ کے دن جلدی مسجد پہنچ جائے تا کہ ان باتوں کی نوبت ہی نہ آئے۔ (۴)

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخارى كتاب الجمعة (باب الدهن للجمعه) و (باب لايفرق بين الاثنتين يوم الجمعة) وأحمد ۲۳۷۸۶/۷ الدارمى ۳۶۲/۱ و ابن ماجه وابن حبان ۲۷۷۶۔

راوی حدیث حضرت ابوعبداللہ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات:

نام: مجوسی: مایہ تھا، اسلام قبول کرنے کے بعد سلمان رکھا گیا، ابوعبداللہ کنیت ہے، نسب نامہ کچھ اس طرح ہے: مایہ بن لوذخشان بن مورسلان بن بہبوذان بن فیروز ابن سہرک۔

زمانہ جاہلیت میں بھی مجوسی مذہب میں پکے تھے۔ ان کا شمار آگ کے ان پجاریوں میں ہوتا تھا جو کسی وقت آگ کو بجھنے نہ دیتے تھے۔ پھر عیسائی مذہب کی طرف مائل ہوئے اور اس سلسلہ میں کئی پادریوں کے پاس رہے، آخری پادری نے ان کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی بشارت دی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچ کر مسلمان ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی حضرت ابودرداء سے مواخاۃ کروادی (بخاری ۵۹۸/۲) سب سے پہلا غزوہ ان کا خندق کا تھا، اس کے بعد پھر تمام لڑائیوں میں مسلمانوں کے دوش بدوش شریک ہوئے (مسند احمد ۴۴/۵) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو مدائن کا گورنر بھی بنا دیا تھا، ان کی زندگی میں چند صفات بہت زیادہ اجاگر تھیں ان میں: (۱) زہد و تقویٰ (۲) رہبانیت سے نفرت (۳) سادگی (۴) سخاوت (۵) صدقات سے اجتناب وغیرہ شامل ہے۔

وفات: عہد عثمانی میں انتقال ہوا، ان کی عمر بعض کے نزدیک ۲۵۰ یا ۳۵۰ سال ہوئی۔

مرویات: ان کی روایات کی تعداد ۶۰ کے قریب ہے۔ حضرت ابوسعید الخدری، ابن عباس، اوس بن مالک رضی اللہ عنہم وغیرہ ان کے شاگرد ہیں۔

مزید حالات کیلئے ملاحظہ فرمائیں:

(۱) مسند احمد ۴۱/۵ تا ۴۴ (۲) بخاری ۸۹۸/۲ (۳) طبقات بن سعد ۴۸/۱ (۴) اسد الغابۃ ۳۳۰/۲ (۵) مستدرک حاکم ۵۹۹/۳ (۶) استیعاب ۵۷۲/۲ (۷) تہذیب الکمال ۱۴۷ (۸) صفوۃ الصفوۃ وغیرہ۔

(۱) مظاہر حق ۸۹۹/۱، روضۃ المتقین ۳۵۶/۲ (۲) مرقاۃ و روضۃ المتقین ۳۵۶ (۳) مظاہر حق ۹۰۰/۱ و مرقاۃ و ہکذا فی التعلیق الصبیح

دو آدمیوں کے درمیان ان کی اجازت کے بغیر بیٹھنا منع ہے

(۸۲۹) ﴿وَعَنْ عَمْرِوبْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ قَالَ: "لاَ يَحِلُّ لِرَجُلٍ أَنْ يُفَرِّقَ بَيْنَ اثْنَيْنِ اِلَّا بِاِذْنِهِمَا". ﴾ (رواه ابوداؤدوالترمذی وقال: حدیث حسن.)

وفی روایة لأبی داؤد: ﴿لايَجْلِسُ بَيْنَ رَجُلَيْنِ اِلَّا بِاِذْنِهِمَا﴾

ترجمہ: ''حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کسی آدمی کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ دو شخصوں کے درمیان ان کی اجازت کے بغیر بیٹھے۔ ابوداؤد، ترمذی اور امام ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن ہے۔''

اور ابوداؤد کی ایک دوسری روایت میں ہے دو آدمیوں کے درمیان ان کی اجازت کے بغیر بیٹھنا منع ہے۔

لغات: ❖ تفرق: فرق تفریقاًوتفرقةً. الشیء: جدا جدا کرنا۔ الرجل: خوف دلانا۔ شعره: کنگھے سے مانگ نکالنا الفاروق: وہ شخص جو امور میں فیصلہ کرے۔ لقب خلیفہ دوم کا۔ الفارق: ہر وہ چیز جو حق اور باطل کے درمیان فرق کرنے والی ہو۔

تشریح: لَايَحِلُّ لِرَجُلٍ أَنْ يُفَرِّقَ بَيْنَ اثْنَيْنِ اِلَّابِاِذْنِهِمَا: کسی آدمی کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ دو شخصوں کے درمیان بغیر ان کی اجازت کے بیٹھے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر دو آدمی ایک ساتھ بیٹھے ہیں تو اب کوئی تیسرا آدمی ان کے درمیان گھس کر نہ بیٹھ جائے، ہوسکتا ہے کہ وہ آپس میں محبت وتعلق رکھتے ہوں وہ کچھ آپس میں بات کرنا چاہتے ہوں۔ نیز علماء فرماتے ہیں کہ اگر یہ معلوم ہو کہ یہ دونوں بیٹھنے والے آدمی آپس میں محبت اور تعلق کی وجہ سے بیٹھے ہیں تو درمیان میں نہیں بیٹھنا چاہیئے، اگر یہ معلوم ہو کہ یہ اتفاقی ویسے ہی بیٹھے ہیں ان میں آپس میں تعلق نہیں تو اب ان کے درمیان بیٹھ جانے میں کوئی حرج نہیں۔ اور اگر یہ صورت ہے کہ ان کے درمیان میں تعلق ہونے اور نہ ہونے دونوں کا علم نہ ہو تو اب احتیاط کا تقاضہ یہی ہوگا کہ ان کے درمیان میں جا کر نہ بیٹھے۔ (۱)

تخریج حدیث: أخرجه سنن أبی داؤد کتاب الادب (باب فی الرجل یجلس بین الرجلین بغیراذنهما) وسنن الترمذی ابواب الادب (باب ماجاء فی کراهیة الجلوس بین الرجلین بغیر اذنهما) واحمد ۷۰۱۸/۲ واسناده حسن.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عمرو بن شعیب کے حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۳۰۳) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ

حلقہ کے درمیان میں بیٹھنے والے پر لعنت کی گئی ہے

(۸۳۰) ﴿وَعَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَنَ مَنْ جَلَسَ وَسْطَ الْحَلْقَةِ.﴾ (رواہ ابو داؤد باسناد حسن)

وروی الترمذی ﴿عَنِ أَبِىْ مِجْلَزٍ: اَنَّ رَجُلًا قَعَدَ وَسْطَ حَلْقَةٍ، فَقَالَ حُذَيْفَةُ: مَلْعُوْنٌ عَلٰى لِسَانِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَوْ: لَعَنَ اللّٰهُ عَلٰى لِسَانِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ جَلَسَ وَسْطَ الْحَلْقَةِ.﴾ (قال الترمذی: حدیث حسن صحیح)

ترجمہ: ”حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس شخص پر لعنت فرمائی ہے جو حلقہ کے درمیان میں بیٹھے (اسے ابوداؤد نے حسن سند کے ساتھ روایت کیا ہے)

اور امام ترمذی نے ابومجلز سے روایت کیا ہے کہ ایک آدمی کسی حلقے کے درمیان میں بیٹھا تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا حلقے کے درمیان میں بیٹھنے والا آپ ﷺ زبان مبارک سے ملعون ہے۔ یا اللہ جل شانہ نے خود آپ ﷺ کی زبان مبارک سے اس پر لعنت فرمائی ہے۔“ (امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے)

لغات: ❖ وسط: وسط يسط وسطًا و سطة. المكان او القوم: بیچ میں بیٹھنا صفت واسط

تشریح: لَعَنَ مَنْ جَلَسَ وَسْطَ الْحَلْقَةِ: اس شخص پر لعنت ہے جو حلقے کے درمیان میں بیٹھے۔ اس حدیث کے بارے میں علماء کے کئی اقوال ہیں مثلاً:

1. کسی جگہ لوگ حلقہ بنا کر بیٹھے ہیں ایک آدمی ان سب کے درمیان میں بیٹھ جائے۔
2. مسخرا پن کرنے کے لئے حلقہ کے درمیان میں جا کر بیٹھ جائے تا کہ ان کو ہنسائے۔ (۱)
3. کوئی آدمی حلقہ کے درمیان میں جا کر بیٹھ گیا کہ ایک دوسرے کے چہرے ان سے چھپ گئے جس کی بناء پر حلقے میں بیٹھنے والے تکلیف وضرر محسوس کرنے لگیں۔ (۲)

نبی کریم ﷺ کے ارشادات جامع ہوتے ہیں یہ سب ہی مراد ہوسکتا ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه سنن ابی داؤد كتاب الادب (باب الجلوس وسط الحلقة) و سنن الترمذی ابواب الادب (باب ما جاء فی کراهية القعود وسط الحلقة) واحمد ۹/۲۳٤۳٦۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۱۰۲) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) روضۃ المتقین ۲/ ۳۵۸ و ہکذا مظاہر حق ۴/ ۴۰۲ (۲) مظاہر حق ۴/ ۴۰۲

بہتر مجلس وہ ہے جو زیادہ کشادہ ہو

(۸۳۱) ﴿وَعَنْ أَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: "خَیْرُ الْمَجَالِسِ أَوْسَعُھَا"﴾ (رواہ ابوداؤد باسناد صحیح علی شرط البخاری)

ترجمہ: ''حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے آپ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ سب سے بہتر مجلس وہ ہے جو سب سے زیادہ فراخ ہو۔'' (اس روایت کو ابوداؤد نے صحیح سند کے ساتھ شرط بخاری پر روایت کیا ہے)

لغات: ❖ اوسع: وسع یسع و یسِع سَعۃً و سِعۃً. المکان: کشادہ ہونا اوسع: اسم تفضیل ہے، سب سے زیادہ کشادہ۔ السَّعۃ والوُسعۃ و التوسِعۃ۔ گنجائش السَّعۃ: توانگری-غنی، طاقت، قدرت۔

تشریح: خَیْرُ الْمَجَالِسِ اَوْسَعُھَا: بہترین مجلس وہ ہے جو سب سے زیادہ کشادگی والی ہو۔ اس حدیث کے دو مطلب بیان کئے جاتے ہیں۔ کوئی مجلس وعظ ونصیحت کی ہو یا کوئی جائز تقریب منعقد کرنی ہو اور لوگوں کو اس میں جمع کرنا ہو تو حدیث بالا میں ترغیب دی جارہی ہے کہ ایسی جگہ پر یہ مجلس رکھی جائے جو جگہ کشادہ ہو، تا کہ لوگوں کو آنے اور بیٹھنے میں تنگی نہ ہو۔ [1]

دوسرا مطلب یہ ہے کہ مجلس میں لوگ بیٹھے ہیں اور کچھ لوگ اور آجائیں تو یہ پہلے سے بیٹھنے والے بعد میں آنے والوں کے لئے جگہ کردیں اور ان کو بھی بیٹھنے کی جگہ دے دیں۔

تخریج حدیث: أخرجہ سنن ابی داؤدکتاب الادب (باب فی سعۃ المجلس) واحمد ۱۱۱۳۷/٤ والحاکم ٤/۷۷۰۵ واسنادہ صحیح.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۲۰) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) مظاہر حق ۴/۴۰۳ و ہکذا فی روضۃ المتقین ۲/۳۵۸

مجلس سے اٹھنے کی دعا

(۸۳۲) ﴿وَعَنْ أَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: "مَنْ جَلَسَ فِیْ مَجْلِسٍ، فَکَثُرَ فِیْہِ لَغَطُہٗ فَقَالَ قَبْلَ اَنْ یَقُوْمَ مِنْ مَجْلِسِہٖ ذٰلِکَ: سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ، أَشْھَدُاَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ، اَسْتَغْفِرُکَ وَأَتُوْبُ اِلَیْکَ اِلَّاغُفِرَلَہٗ مَاکَانَ فِیْ مَجْلِسِہٖ ذٰلِکَ.﴾ (رواہ الترمذی وقال: حدیث حسن صحیح)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص کسی مجلس میں بیٹھے اور اس میں اس نے لایعنی (فضول) باتیں کیں، پس اپنی مجلس سے اٹھنے سے پہلے اس نے یہ دعا پڑھ لی: "سبحانک اللھم" الخ ''اے اللہ! تو پاک ہے اپنی تمام خوبیوں کے ساتھ میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں، میں تجھ سے گناہوں کی معافی مانگتا ہوں اور تیری طرف توبہ کرتا ہوں۔'' تو اس کے اس مجلس کے گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں۔'' (ترمذی، امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے)

لغات: ❖ لغطه: لغط (ف) لَغطاًو لغاطاًو اَلغط ولغَّط. القوم: شور کرنا اللَّغط (مصدر) دروازے کے آگے کا صحن (واللَّغط) آواز، شور، مبہم آواز جو سمجھ میں نہ آئے جمع الغاط.

تشریح: فَكَثُرَ فِيْهِ لَغَطُهٗ: اس مجلس میں بہت سی لایعنی فضول باتیں ہوئیں۔ "لَغَطُهٗ" شور اور غوغا اور ایسی بات جس کے معنی سمجھ میں نہ آتے ہوں۔ مراد یہاں پر بے فائدہ باتیں ہیں یعنی کسی مجلس میں ایسی باتیں کرنا جس کا آخرت میں کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ (۱)

اِلَّا غُفِرَلَهٗ مَاكَانَ فِيْ مَجْلِسِهٖ ذٰلِكَ: تو اس کے اس مجلس کے گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں۔ علماء فرماتے ہیں اس مغفرت سے مراد صغیرہ گناہ ہے، کبیرہ گناہ اور حقوق العباد سے متعلق گناہ نہیں ہے وہ تو بغیر توبہ کے اور حقوق ادا کئے بغیر معاف نہیں ہوتے۔

تخریج حدیث: أخرجه سنن الترمذی ابواب الدعوات (باب ما يقول اذا قام من مجلسه واحمد ۳/۱۰٤۲۰ و ابن حبان ٥٩٤ والحاكم ١٩٦٩۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) روضۃ المتقین ۲/۳۵۹

آپ ﷺ جب بھی مجلس سے کھڑے ہوتے تو مجلس کی دعا پڑھتے

(۸۳۳) ﴿وَعَنْ أَبِيْ بَرْزَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ بِأَخَرَةٍ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَقُوْمَ مِنَ الْمَجْلِسِ: "سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ أَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ، اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ" فَقَالَ رَجُلٌ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ، اِنَّكَ لَتَقُوْلُ قَوْلاً مَاكُنْتَ تَقُوْلُهٗ فِيْمَا مَضٰى؟ قَالَ: "ذٰلِكَ كَفَّارَةٌ لِمَايَكُوْنُ فِي الْمَجْلِسِ"﴾ (رواه ابوداؤد. ورواه الحاكم ابوعبدالله فى "المستدرک" من رواية عائشة رضى الله عنهاوقال: صحيح الاسناد)

ترجمہ: ”حضرت ابوبرزہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب مجلس سے کھڑے ہونے کا ارادہ فرماتے تو آخر میں یہ دعا کرتے: سبحٰنک اللھم الخ ”اے اللہ! تو پاک ہے اپنی تعریفوں کے ساتھ، میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں، میں تجھ سے گناہوں کی معافی مانگتا ہوں اور تیری طرف رجوع کرتا ہوں۔“ ایک آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ! ایسی بات (دعا) فرما رہے ہیں جو پہلے نہیں فرماتے تھے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ ان (فضول) باتوں کا کفارہ ہے جو مجلس میں ہو جاتی ہیں۔“ ابوداؤد و مستدرک حاکم، امام حاکم نے اسے صحیح الاسناد کہا ہے۔

لغات: ❖ بِأَخَرةٍ: دیری، کہا جاتا ہے ”جاء اَخرةً و بِأَخَرةٍ“ وہ آخر میں آیا۔ باخرةٍ: ای فی آخر عمرہ۔

تشریح: اِنَّکَ لَتَقُوْلُ قَوْلًا مَا کُنْتَ تَقُوْلُهٗ فِیْمَا مَضٰی: ایک آدمی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ ایسی دعا فرما رہے ہیں جو پہلے نہیں فرماتے تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے یہ دعا آپ ﷺ نے آخری زمانے میں پڑھنا شروع فرمائی۔

ذٰلِکَ کَفَّارَةٌ لِمَّا یَکُوْنُ فِی الْمَجْلِسِ: اس میں کفارہ ہے جو مجلس میں فضول باتیں ہو جاتی ہیں۔

ایک سوال اور اس کے دو جواب

سوال: آپ ﷺ کی زبان مبارک سے لایعنی اور فضول باتیں تو صادر نہیں ہوتی تھیں، تو آپ ﷺ کیوں پڑھتے تھے؟

جواب ❶: اللہ کی حمد و ثناء، تعریف کرنا مقصود تھا۔

جواب ❷: آپ ﷺ کئی کام امت کی تعلیم کے لئے بھی کیا کرتے تھے کہ جب میں یہ کرتا ہوں اور معصوم ہوں تو تم کو تو اس کا بہت زیادہ اہتمام کرنا چاہیے۔ (۱)

تخریج حدیث: أخرجه سنن ابی داؤد کتاب الادب (باب کفارة المجلس) ومستدرک حاکم ۱/۱۳۷ واسنادہ صحیح ولہ شاھد.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوبرزہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۴۱۰) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) مرقاۃ شرح مشکوۃ و ہکذا فی روضۃ المتقین باختصار ۳/۳۶۰

مجلس سے اٹھنے کی دوسری دعا

(۸۳۴) ﴿وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَلَّمَا کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْمُ مِنْ مَجْلِسٍ حَتّٰی یَدْعُوَ بِهٰؤُلَاءِ الدَّعْوَاتِ: ”اَللّٰهُمَّ اقْسِمْ لَنَا مِنْ خَشْیَتِکَ مَا تَحُوْلُ بِهٖ بَیْنَنَا وَ بَیْنَ مَعَاصِیْکَ، وَمِنْ طَاعَتِکَ مَا تُبَلِّغُنَا بِهٖ جَنَّتَکَ، وَمِنَ الْیَقِیْنِ مَا تُهَوِّنُ عَلَیْنَا مَصَائِبَ الدُّنْیَا، اَللّٰهُمَّ مَتِّعْنَا

بِأَسْمَاعِنَا، وَأَبْصَارِنَا، وَقُوَّتِنَامَا أَحْيَيْتَنَا، وَاجْعَلْهُ الْوَارِثَ مِنَّا، وَاجْعَلْ ثَأْرَنَا عَلَى مَنْ ظَلَمَنَا، وَانْصُرْنَا عَلَى مَنْ عَادَانَا، وَلَا تَجْعَلْ مُصِيبَتَنَا فِي دِينِنَا، وَلَا تَجْعَلِ الدُّنْيَا أَكْبَرَ هَمِّنَا، وَلَا مَبْلَغَ عِلْمِنَا، وَلَاتُسَلِّطْ عَلَيْنَا مَنْ لَّا يَرْحَمُنَا" (رواه الترمذی وقال حدیث حسن)

ترجمہ: ''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایسا بہت کم ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ ان کلمات کو کہے بغیر مجلس سے کھڑے ہوں، اللھم اقسم لنا الخ ''اے اللہ! اپنے خوف کا اتنا حصہ ہمیں عطا فرما جو ہمارے اور تیری معصیت کے درمیان حائل ہوجائے اور اتنی اطاعت وعبادت کی توفیق دے جو ہمیں تیری جنت کا مستحق بنادے اور اتنا یقین عنایت فرما کہ جس کے ذریعے سے تو ہم پر دنیا کی مصیبتیں ہلکی کردے۔ اے اللہ جب تک تو ہمیں زندہ رکھے ہمیں اپنے کانوں آنکھوں اور اپنی قوت سے نفع اٹھانے کا موقع عطا فرما اور اس کو ہمارا وارث بنا (یعنی یہ حواس جانشین کی طرح باقی رہیں) اور تو ہمارا بدلہ اور انتقام ان سے لے جو ہم پر ظلم کرے اور ان لوگوں کے مقابلہ میں مدد فرما جو ہم سے دشمنی رکھیں، اور ہمیں ہمارے دین کے بارے میں آزمائش میں نہ ڈالنا اور دنیا کو ہماری سب سے بڑی سوچ اور ہماری انتہائے علم نہ بنانا اور ہم پر ایسے لوگوں کا غلبہ نہ فرما جو ہم پر رحم نہ کریں۔'' (ترمذی، امام ترمذی نے فرمایا یہ حسن درجہ کی روایت ہے)

لغات: ❖ تحول: حال (ن) حَولاً وحُؤُولاً. الشیء: ایک حالت سے دوسری حالت میں بدلنا۔ الحول: قدرت، ہوشیاری، دوربینی، سال، جمع: حُؤُول واحوال. الحِوَل: ہوشیاری، دوربینی، قدرت، تصرف، زوال، انتقال۔ کہا جاتا ہے ''لاحول عنہ'' تُهَوِّن: هوَّن تهويناً. عليه الامر: نرم وہلکا کرنا۔ هوَّن الشیء: ہیچ سمجھنا۔

تشریح: حدیث بالا میں مجلس کے اختتام پر یہ دعا پڑھنا بھی آپ ﷺ کے عمل میں سے بتائی جارہی ہے۔ بہت ہی جامع اور دنیا وآخرت کی تمام بھلائیوں پر مشتمل دعا ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه سنن الترمذی ابواب الدعوات باب بلا ترجمة بعد باب ماجاء فی التسبیح بالید. والحاکم ۱/۱۹۳٤ و اسناده حسن.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۱۲) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

بغیر ذکر کے مجلس قیامت کے دن ندامت کا باعث ہوگی

(۸۳۵) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَامِنْ قَوْمٍ

يَقُوْمُوْنَ مِنْ مَجْلِسٍ لَايَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ تَعَالٰى فِيْهِ، اِلَّا قَامُوْاعَنْ مِثْلِ جِيْفَةِ حِمَارٍ، وَكَانَ لَهُمْ حَسْرَةٌ"﴾

(رواه ابوداؤد باسناد صحيح)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جولوگ کسی مجلس سے اللہ کا ذکر کئے بغیر اٹھ جاتے ہیں تو وہ ایسے ہیں جیسے وہ کسی مردار گدھے کے پاس سے اٹھے ہیں اور یہ مجلس ان کے لئے (قیامت کے دن) باعث حسرت ہوگی۔''

لغات: ❖ جِيْفَة: میت کا بدبودار جثہ۔ جمع جِيَف واَجْيَاف. جافت (ض) جَيفاً وجيَّفت وتجيَّفت و اجتافت وانجافت. الجثة: بدبودار ہونا۔

تشریح: اِلَّا قَامُوْا عَنْ مِثْلِ جِيْفَةِ حِمَارٍ: اللہ کے ذکر کے بغیر مجلس سے اٹھ جائے تو گویا کہ وہ مردار گدھے کے پاس سے اٹھے ہیں۔ مقصد حدیث بالا کا یہ ہے کہ ہر مجلس اور ہر موقعہ اور جگہ پر اللہ جل شانہ کا ذکر آدمی کچھ نہ کچھ کرتا رہے، غفلت کا پردہ اس کے دل و دماغ پر نہ پڑے، کیونکہ اللہ سے غفلت ہی تمام گناہوں پر آدمی کو آمادہ کرتی ہے۔

اس لئے حدیث بالا میں ترغیب دی جارہی ہے کہ ہر مجلس میں جب آدمی آپس میں بیٹھتے ہیں تو ادھر ادھر کی باتیں ہوہی جاتی ہیں اس لئے مجلسوں میں اللہ کا کچھ نہ کچھ ذکر بھی لازم ہوجائے تاکہ اس کے وبال سے آدمی بچ جائے۔

تخریج حدیث: اخرجه سنن ابى داؤد كتاب الادب (باب كراهية ان يقوم الرجل من مجلسه و لا يذكر الله) و احمد ۱۰۸۷/۳۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

جس مجلس میں اللہ کا ذکر اور آپ ﷺ پر درود نہ ہو تو اللہ چاہے تو عذاب دے یا چاہے معاف کردے

(۸۳۶) ﴿وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَاجَلَسَ قَوْمٌ مَجْلِسًالَمْ يَذْكُرُوا اللّٰهَ تَعَالٰى فِيْهِ، وَلَمْ يُصَلُّوْاعَلٰى نَبِيِّهِمْ فِيْهِ، اِلَّا كَانَ عَلَيْهِمْ تِرَةٌ، فَاِنْ شَاءَ عَذَّبَهُمْ وَاِنْ شَاءَ غَفَرَلَهُمْ".﴾ (رواه الترمذى وقال: حديث حسن)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جولوگ کسی مجلس میں بیٹھیں پھر اس میں اللہ کا ذکر نہ ہو اور نہ اپنے نبی پر درود بھیجیں تو یہ مجلس ان کے لئے اللہ کی ناراضگی کا باعث

ہوگی۔ پس اگر اللہ چاہے گا تو عذاب دے گا اور چاہے گا تو معاف فرمادے گا۔" (ترمذی، اور امام ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن ہے)

لغات: ❖ ترۃ: ڈانڈ تاوان۔ (تبعۃ جمع تبعات)

تشریح: تِرَۃٌ: بمعنی حسرت، وبال، ندامت، آگ کے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ جس مجلس میں دنیا کی بات ہوتی رہے اور اللہ کا ذکر اور نبی کریم ﷺ پر درود بالکل ہی نہ بھیجا جائے تو ان کے لئے قیامت کے دن یہ مجلس وبال، ندامت اور جہنم کی آگ کا سبب بن سکتی ہے۔ اس جیسی روایات کی وجہ سے بعض علماء نے مجلس میں اللہ کا ذکر کرنے اور نبی کریم ﷺ پر درود پڑھنے کو واجب قرار دیا ہے کہ اس کے ترک کرنے پر جہنم کی آگ کی وعید فرمائی جارہی ہے۔

تخریج حدیث: رواہ سنن الترمذی ابواب الدعوات (باب القوم یجلسون و لا یذکرون اللّٰہ تعالٰی)

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

جس مجلس میں ذکر اللہ نہ ہو وہ باعث حسرت وندامت ہوگی

(۸۳۷) ﴿وَعَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنْ قَعَدَمَقْعَدًالَمْ يَذْكُرِاللّٰهَ تَعَالٰى فِيْهِ كَانَتْ عَلَيْهِ مِنَ اللّٰهِ تِرَةٌ، وَمَنِ اضْطَجَعَ مَضْجَعًا لَايَذْكُرُ اللّٰهَ تَعَالٰى فِيْهِ كَانَتْ عَلَيْهِ مِنَ اللّٰهِ تِرَةٌ"﴾

(رواہ ابوداؤد وقد سبق قریبا وشرحنا "اَلتِّرَۃَ" فیہ)

ترجمہ: "حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص کسی مجلس میں بیٹھا اس میں اللہ کا ذکر نہیں کیا تو یہ مجلس اس پر اللہ کی طرف سے حسرت وندامت کا باعث ہوگی اور جو کسی بستر پر لیٹا پھر اس نے اللہ کا ذکر نہیں کیا تو یہ اس کے لئے اللہ کی طرف سے ناراضگی کا سبب ہوگا۔"

لغات: ❖ مقعدا: بیٹھنے کی جگہ جمع مقاعد. قعد (ن) قعوداً و مقعداً: کھڑے سے بیٹھنا (قعوداً) کھڑا ہونا۔ قعد بہ: بٹھانا۔

تشریح: كَانَتْ عَلَيْهِ مِنَ اللّٰهِ تِرَةٌ: اللہ کی طرف سے حسرت، ندامت کا باعث ہوگا۔ مقصد یہ ہے کہ آدمی کا رابطہ اور تعلق ہر وقت اللہ جل شانہ سے قائم رہے۔ اگر ہر موقعہ پر اللہ سے رابطہ اور دھیان رہے گا تو پھر ہماری مجلسیں غیبت، بدگوئی طعن وغیرہ سے محفوظ رہیں گی اس سے آپس میں محبت واتحاد جنم لے گا۔ اور اگر مجلسوں میں اللہ کے ذکر اور نبی کریم ﷺ کی سنتوں کی باتوں کے اور لوگوں کی اصلاح کے علاوہ نفرت، عداوت کی باتیں ہوئیں تو اس سے آپس میں دنیا میں نفرت، بغض وعناد ہی جنم لے گا اور پھر قیامت کے دن بھی ان مجلسوں کی وجہ سے حسرت وندامت ہوگی۔

تخریج حدیث: اخرجه سنن ابی داؤد کتاب الادب (باب کراھیة ان یقوم الرجل من مجلسه و لایذکر الله تعالیٰ).

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱۳۰) بَابُ الرُّؤْیَا وَمَا یَتَعَلَّقُ بِهَا

خواب اور اس کے متعلقات کا بیان

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿وَمِنْ اٰیَاتِهٖ مَنَامُکُمْ بِاللَّیْلِ وَالنَّهَارِ﴾ (سورة روم: ۲۳)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ''اللہ کی قدرت کی نشانیوں میں سے تمہارا رات اور دن میں سونا بھی ہے۔''

تشریح: انسان جب سوتا ہے تو اس سونے میں اس کا شعور اور حواس ختم ہوجاتے ہیں اور وہ میت کی مثل ہوجاتا ہے اور جب وہ بیدار ہوتا ہے تو اس کے شعور اور حواس دوبارہ بحال ہوجاتے ہیں، گویا کہ اللہ نے اس کو مردہ ہونے کے بعد دوبارہ زندگی دی اس پر انسان کو اللہ کا شکر کرنا چاہیئے۔ اس میں اللہ کی قدرت اور توحید کی دلیل بھی ہے۔ نیز آیت بالا میں فرمایا جارہا ہے کہ انسانوں کا سونا یہ بھی اللہ کی قدرت میں سے ہے۔ بعض ایسے ہیں کہ جن کو خوب نیند آتی ہے اور بعض ایسے ہیں کہ ڈاکٹری گولیاں کھانے کے باوجود ان کو نیند نہیں آتی [1] اس کو دیکھ کر بھی اللہ کو پہچانا جائے اور اللہ کے احکامات کی پیروی کی جائے۔

(۱) معارف القرآن ۶/۷۳۷

اچھے خواب نبوت کے علم میں سے ہیں

(۸۳۸) ﴿وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: "لَمْ یَبْقَ مِنَ النُّبُوَّةِ اِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ" قَالُوْا: وَمَا الْمُبَشِّرَاتُ؟ قَالَ: "اَلرُّؤْیَا الصَّالِحَةُ"﴾ (رواه البخاری)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے آپ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ نبوت کے حصوں میں سے مبشرات باقی رہ گئے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے پوچھا کہ مبشرات سے کیا مراد ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اچھے خواب۔'' (بخاری)

لغات: ❖ النبوة: نَبَایَنْبُو نُبُوءً ا. الشیء: بلند ہونا، دور ہونا، نبأتنبئة وانبأ. فلانا الخبر وبالخبر: خبر دینا۔ تنبأ تنبوًا:

دعوی نبوت کرنا۔ النبأ: خبر ج انباءٌ. النُبوءَة و النُّبوَّة: اللہ تعالیٰ کے الہام سے غیب کی باتیں بتانا، پیشین گوئی کرنا، خدا کی طرف سے پیغامبری۔

تشریح: اِلَّا الْمُبَشَّرَاتُ: مبشرات باقی رہ گئے ہیں، بمعنی: خوش خبری۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں خواب مؤمن مرد اور مؤمن عورت دونوں کے حق میں بشارت ہے۔ (۱) وحی کے ختم اور خواب کے باقی رہنے کا مطلب حافظ ابن حجر رحمہ اللہ یہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میری وفات سے وحی کا سلسلہ جس سے آئندہ ہونے والے امور کا علم ہوتا تھا وہ تو ختم ہوگیا البتہ اللہ جل شانہ سچے خواب کے ذریعہ سے آئندہ ہونے والی بات کا علم دیتے رہیں گے۔ (۲)

ایک سوال اور اس کا جواب

سوال: کبھی آدمی خواب میں ڈراؤنے مناظر بھی دیکھتا ہے، اس سے تو اس کو خوشی نہیں ملتی۔ (وہ تو منذرات ہوئے یعنی ڈرانے والے)

جواب: حدیث بالا میں تغلیباً سب کو ہی مبشرات کہہ دیا گیا ہے (۳) جیسے کہ والد اور والدہ دونوں کو جمع کر کے والدین کہہ دیا جاتا ہے والد کو تغلیب کرتے ہوئے۔ اسی طرح حدیث بالا میں کیا گیا ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخاری كتاب التعبير (باب المبشرات).

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) فتح الباری ۱۲/۳۷۶ وہکذا فی روضۃ المتقین ۲/۳۶۴ (۲) فتح الباری ۱۲/۳۷۶ (۳) مظاہر حق ۴/۳۲۲

قیامت کے قریب خواب زیادہ تر سچے ہونگے

(۸۳۹) ﴿وَعَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِذَا اقْتَرَبَ الزَّمَانُ لَمْ تَكَدْ رُؤْيَا الْمُؤْمِنِ تَكْذِبُ وَرُؤْيَا الْمُؤْمِنِ جُزْءٌ مِنْ سِتَّةٍ وَّاَرْبَعِيْنَ جُزْءً مِنَ النُّبُوَّةِ"﴾ (متفق عليه)

وفی رواية: ﴿اَصْدَقُكُمْ رُؤْيَا اَصْدَقُكُمْ حَدِيْثًا﴾

ترجمہ: "حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب زمانہ (قیامت کے) قریب ہو جائے گا تو مؤمن کا خواب جھوٹا نہیں ہوگا اور مؤمن کا خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے۔"

اور ایک روایت میں ہے: زیادہ سچا خواب اس کا ہوتا ہے جو زیادہ سچی بات کہتا ہے۔ (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ لم تكد: كاديكا دكوداً ومكاداً ومكادة: فعل کرنے کے قریب ہونا اور نہ کرنا جیسے "کاد یضرب" مارنے کے قریب ہوا اور مارا نہیں، یہ افعال مقاربہ میں ہے۔ کبھی کاد زائدہ ہوتا ہے اور کلام کا صلہ واقع ہوتا ہے جیسے "لم یکد

یراھا" معنی میں "لم یراھا" کے۔

تشریح: إِذَا اقْتَرَبَ الزَّمَانُ: جب زمانہ قیامت کے قریب ہوجائے گا۔یعنی جب دنیاختم ہونے کے قریب ہوجائے گی،تو عموماً خواب سچے ہونگے۔

رُؤْيَا الْمُؤْمِنِ جُزْءٌ مِنْ سِتَّةٍ وَّ اَرْبَعِيْنَ جُزْءً مِنَ النُّبُوَّةِ: مؤمن کا خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے۔

حدیث بالا میں اچھے خواب کی فضیلت اور منقبت کو بیان کیا جارہا ہے کہ اچھا خواب حقیقت میں نبوت کا پرتو ہے، اگرچہ اس کے دیکھنے والا غیر نبی ہوتا ہے۔

خواب نبوت کا کون سا حصہ ہے؟

حدیث بالا میں خواب کونبوت کا چھیالیسواں حصہ، دوسری روایت میں چھبیسواں اور ایک روایت میں چھتر اور ایک روایت میں چوبیس کا عدد بھی مذکور ہے۔

چھیالیسواں حصہ کا کیا مطلب؟

اس جز سے کیا مراد ہے؟ اس کا صاف ستھرا جواب محدثین یہ دیتے ہیں کہ اس کا صحیح علم صاحب شریعت کو ہے [1] ایک دوسرا جواب حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اپنی کتاب شرح بخاری میں حدیث بالا کے تحت یہ دیا ہے کہ چھیالسواں کا جواب یہ ہے کہ نبوت سے پہلے چھ ماہ تک خواب کا سلسلہ چلا اور پھر اس کے بعد ۲۳ سال تک وحی کے نزول کا سلسلہ چلا تو چھ ماہ تیئس (۲۳) سال سے یہ چھیالیسواں حصہ ہے اس طرح نبوت کا ۴۶ واں حصہ بن گیا۔ [2] مگر یہ مفہوم واضح نہیں اس لئے پہلا جواب ہی راجح معلوم ہوتا ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه صحیح بخاری کتاب التعبیر (باب القیدفی المنام) وصحیح مسلم اول کتاب الرؤیا و ابوداؤد وهکذا فی الترمذی.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) روضۃ المتقین ۳۶۶/۲ (۲) فتح الباری ۳۶۴/۱۲

جس نے خواب میں نبی کو دیکھا اس نے حقیقتاً نبی کو ہی دیکھا

(۸٤٠) ﴿وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ رَآنِيْ فِي الْمَنَامِ فَسَيَرَانِيْ فِي الْيَقْظَةِ أَوْ كَاَنَّمَا رَآنِيْ فِي الْيَقْظَةِ لَا يَتَمَثَّلُ الشَّيْطَانُ بِيْ"﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے مجھے خواب

میں دیکھا وہ عنقریب مجھے (قیامت کے دن) حالت بیداری میں دیکھے گا یا یہ فرمایا: گویا کہ اس نے مجھے بیداری میں دیکھا، اس لئے کہ شیطان میری صورت اختیار نہیں کرسکتا۔"

لغات: ❖ یتمثل: تمثل به: مشابہ ہونا۔ مثل (ن) مثولا: مانند ہونا (فلاناً بفلان) مشابہت دینا۔ مثل (ک ن) مثولا: مثلاً یدی فلان: کسی کے سامنے کھڑا ہونا۔

تشریح: خواب میں نبی کریم ﷺ کو دیکھنے کے فضائل

اَوْ كَاَنَّمَا رَاٰنِیْ فِی الْیَقْظَةِ: یا فرمایا گویا کہ اس نے مجھے بیداری میں دیکھا۔ اس میں راوی کو شک ہے کہ آپ ﷺ نے کونسی بات ارشاد فرمائی۔ اگر پہلی بات فرمائی ہے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ خواب میں آپ ﷺ کو دیکھنے والا قیامت کے دن بھی زیارت سے مشرف ہوگا یا زیارت اس کے مؤمن ہونے کی دلیل ہوگی۔ اگر دوسری بات ہے تو مفہوم واضح ہی ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں انبیاء علیہ السلام کو خواب میں دیکھنا یہ صلح، تقویٰ اور کمال مرتبہ اور فلاح کی علامت ہے [1] آپ ﷺ کو خواب میں دیکھنا اسلام پر موت اور آخرت میں ملاقات اور زیارت کی علامت ہے۔ [2]

ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں جو خواب میں دیکھے گا مرنے کے بعد اسے خصوصی ملاقات و زیارت کا شرف ملے گا [3] آپ ﷺ کی زیارت قیامت میں شفاعت اور سفارش کی علامت ہے۔

مگر یہ یاد رہے کہ جس کو خواب میں آپ ﷺ کی زیارت نہ ہوئی تو وہ یہ نہ سمجھے کہ میرے دین میں کوئی نقص یا خلل ہے۔

شیطان نبی کی صورت کیوں نہیں بنا سکتا؟

لَا یَتَمَثَّلُ الشَّیْطَانُ بِیْ: کہ آپ ﷺ کی زیارت کرنے والے نے آپ ﷺ کی ہی زیارت کی، شیطان آپ ﷺ کی صورت میں خواب میں نہیں آسکتا، کیونکہ آپ ﷺ امام خیر و ہدایت ہیں اور شیطان امام شر و ضلالت ہے، ایک دوسرے کی ضد ہے۔ شیطان اللہ کی صورت میں آسکتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ جل شانہ کی ذات اقدس صفات ہدایت اور صفات اضلال دونوں کی جامع ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخاری كتاب التعبير (باب من رای النبی صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فی المنام) و صحيح مسلم كتاب الرؤيا و ابن حبان ٦٠٥١ و أحمد ٧٥٥٦/٣۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) فتح الباری ۳۸۷/۱۲ (۲) جمع الوسائل: ۲۳۲

(۳) فتح الباری ۳۸۵/۱۲ (۴) القول البدیع: ۴۳

اچھا خواب محبت کرنے والے کو بتائے

(۸۴۱) ﴿وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِالْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّہٗ سَمِعَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: "اِذَارَاٰی اَحَدُکُمْ رُؤْیَایُحِبُّھَا، فَاِنَّمَاھِیَ مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی، فَلْیَحْمَدِاللّٰہَ عَلَیْھَا، وَلْیُحَدِّثْ بِھَا.﴾ وَ فِیْ رِوَایَۃٍ: ﴿فَلَا یُحَدِّثْ بِھَا اِلَّامَنْ یُحِبُّ، وَاِذَارَاٰی غَیْرَ ذٰلِکَ مِمَّایَکْرَہُ، فَاِنَّمَا ھِیَ مِنَ الشَّیْطَانِ، فَلْیَسْتَعِذْمِنَ شَرِّھَا وَلَایَذْکُرْھَا لِاَحَدٍ، فَاِنَّھَالَا تَضُرُّہٗ"﴾ (متفق علیہ)

ترجمہ: ''حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جب تم میں سے کوئی شخص پسندیدہ خواب دیکھے تو وہ اللہ کی طرف سے ہے۔ پس وہ اس پر اللہ کی حمد کرے اور اسے بیان کردے۔ ایک اور روایت میں ہے۔ پس اسے ایسے لوگوں کے سامنے بیان کرے جو اس سے محبت رکھتے ہیں اور جب اس کے برعکس ناپسندیدہ خواب دیکھے تو وہ شیطان کی طرف سے ہے، پس وہ اس کے شر سے پناہ مانگے اور کسی کے سامنے اسے بیان نہ کرے اس طرح وہ (خواب) اسے نقصان نہیں پہنچا سکے گا'' (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ رؤیا: الرؤیا: خواب جمع رؤی، رأی یری رأیاًورویۃ وراءۃ ورئیانا: بصارت یا بصیرت سے دیکھنا۔

تشریح: اِذَارَاٰی اَحَدُکُمْ رُؤْیَایُحِبُّھَا: جب تم میں سے کوئی شخص پسندیدہ خواب دیکھے تو اچھا خواب اللہ جل شانہ کی طرف سے ہوتا ہے اور یہ بشارت ہے تاکہ مؤمن بندہ خوش ہو اور یہ خواب کے ذریعہ سے حسن سلوک اور امید آوری کا باعث اور شکر خداوندی کے اضافہ کا موجب ہوتا ہے۔ (۱)

اس کو اپنے دوست سے بیان کرے۔ اس کا مطلب حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے یہ فرمایا کہ بسا اوقات دوسرا شخص بغض یا حسد کی وجہ سے ناپسندیدہ تعبیر دے اور ایسا ہی واقع ہوجائے۔ (۲)

نیز حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا خواب ذکر کرنے کے تین آداب احادیث سے معلوم ہوتے ہیں۔ ① الحمدللہ کہے ② اللہ کی تعریف کرے ③ اس کو کسی عالم خیرخواہ کے سامنے ذکر کرے۔ (۳)

وَاِذَارَاٰی غَیْرَ ذٰلِکَ مِمَّایَکْرَہُ فَاِنَّمَاھِیَ مِنَ الشَّیْطَانِ: جب وہ اس کے برعکس ناپسندیدہ بات خواب میں دیکھے تو وہ شیطان کی طرف سے ہے۔ برا خواب شیطان کی طرف سے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ برا خواب شیطانی اثرات کا عکاس ہوتا ہے۔ اس خواب سے وہ انسان کو پریشان کرتا ہے۔ اس سے شیطان کو بہت خوشی ہوتی ہے پھر اس کی وجہ سے وہ آدمی بدگمانی، ناامیدی، تقرب الٰہی اور تلاش حق کی راہ میں سست روی کا شکار ہوجاتا ہے۔ (۴)

وَلَایَذْکُرْھَالِاَحَدٍفَاِنَّھَالَاتَضُرُّہٗ: علامہ قطب الدین فرماتے ہیں جس طرح اللہ نے صدقہ وخیرات کو مال کی حفاظت و برکت کا سبب بنایا ہے اسی طرح مذکورہ چیز یعنی اللہ کی پناہ مانگنے اور کسی سے بیان نہ کرنے سے انشاء اللہ برے خواب کے مضر

اثرات سے وہ محفوظ رہے گا۔ (۵)

تخریج حدیث: أخرجه صحیح بخاری کتاب التعبیر (باب الرؤیا الصالحة من الله) و صحیح مسلم اول کتاب الرؤیاوالترمذی.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۲۰) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) مظاہر حق ۳۲۶ (۲) فتح الباری ۱۲/۴۳۱ (۳) فتح الباری ۱۲/۳۷۰ (۴) مظاہر حق ۳۲۶ (۵) نفس مصدر

اچھے خواب اللہ کی طرف سے ہوتے ہیں

(۸۴۲) ﴿وَعَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اَلرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ. وَفِیْ رِوَايَةٍ: اَلرُّؤْيَا الْحَسَنَةُ مِنَ اللّٰهِ، وَالْحُلُمُ مِنَ الشَّيْطَانِ، فَمَنْ رَاٰی شَيْئًا يَكْرَهُهُ فَلْيَنْفُثْ عَنْ شِمَالِهٖ ثَلَاثًا، وَلْيَتَعَوَّذْ مِنَ الشَّيْطَانِ فَاِنَّهَا لَا تَضُرُّهُ﴾ (متفق علیه)

"اَلنَّفْثُ" نَفْخٌ لَطِيْفٌ لَا رِيْقَ مَعَهٗ.

ترجمہ: "حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اشادفرمایا: نیک خواب اور ایک روایت میں ہے کہ اچھا خواب اللہ کی طرف سے ہے اور برا خواب شیطان کی طرف سے ہے۔ پس جو شخص کوئی ناپسندیدہ خواب دیکھے تو اپنی بائیں جانب تین مرتبہ پھونک دے اور شیطان سے پناہ مانگے۔ پس یہ خواب اسے نقصان نہیں پہنچائے گا۔" (بخاری ومسلم)

"النفث" ایسی غیر محسوس پھونک جس میں تھوک نہ ہو۔

لغات: ❖ الحلم: (مصدر) خواب جمع احلام اور کہا جاتا ہے "هذه احلام نائم" یہ جھوٹی آرزوئیں ہیں۔ انحلم واحتلم. فی نومه: خواب دیکھنا۔ فلینفث: نفث (ن ض) نفثا و نفثانا. البصاق من فيه: منہ سے تھوکنا، پھینکنا۔ النفث (مصدر) بلغم۔

تشریح: اَلرُّؤْيَا الْحَسَنَةُ مِنَ اللّٰهِ: اچھا خواب اللہ جل شانہ کی طرف سے ہے۔ اسی خواب کو ایک حدیث میں مبشرات بھی کہا گیا ہے اور "لهم البشرى" کے لفظ سے قرآن کریم میں اسی کی جانب اشارہ بھی ہے اور اسی کو نبوت کا چھیالیسواں حصہ بھی بتایا گیا ہے۔

رؤیا اور حلم میں فرق ہے

اَلْحُلُمُ مِنَ الشَّيْطَانِ: برا خواب شیطان کی طرف سے ہے۔ پہلے خواب کے لئے رؤیا اور اب الحلم کا لفظ استعمال کیا

جارہا ہے، اصطلاح شریعت میں رؤیا اچھے خواب اور حلم برے خواب کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ برے خواب دیکھنے کے بعد اس کے حل کے لئے اس حدیث میں ایک علاج بتایا جارہا ہے کہ بائیں جانب تین مرتبہ پھونک دے اور شیطان سے پناہ مانگے۔

برے خواب دیکھنے کے بعد کیا کرے؟

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں برے خواب دیکھے تو اس کے آداب ہیں۔ پھر ان سب کو جمع کیا ہے:
اللہ سے پناہ مانگے مثلاً: اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھ لے۔
کسی سے بیان نہ کرے۔
بائیں طرف تھتکار دے۔
کروٹ بدل لے۔
اٹھ کر نماز پڑھ لے۔
ایک مرتبہ آیت الکرسی پڑھ لے۔ (۱)
علامہ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اگر اس نے نماز پڑھ لی تو اب تمام ہی آداب کو شامل ہوجائے گا۔
حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اگر برا خواب دیکھے تو یہ دعا پڑھ لے:
اَعُوْذُ بِمَا عَاذَتْ بِهٖ مَلَائِكَةُ اللهِ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ شَرِّ هٰذِهٖ اَنْ يُّصِيْبَنِيْ فِيْمَا اَكْرَهُ فِيْ دِيْنِيْ وَ دُنْيَایَ. (۲)
ترجمہ: میں اس خواب کی تکلیف وغیرہ امور سے پناہ مانگتا ہوں جیسے فرشتوں اور اس کے رسول نے اللہ سے پناہ مانگی ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخارى كتاب التعبير (باب الرؤيا الصالحة جزء من ستة و اربعين) و صحيح مسلم اول كتاب الرؤيا و أحمد ٦٤٦/٧ وابن حبان ٦٠٥٩ و دارمی ١٢٤/٢۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کے حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۲۱۹) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔
(۱) بخاری شریف۔/۱۰۴۳، فتح الباری ۳۷۰/۱۰ (۲) فتح الباری ۳۷۱/۱

برا خواب دیکھے تو تین مرتبہ پھونک دے

(۸۴۳) ﴿وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِذَا رَاٰی اَحَدُكُمُ الرُّؤْيَا يَكْرَهُهَا، فَلْيَبْصُقْ عَنْ يَسَارِهٖ ثَلَاثًا، وَلْيَتَعَوَّذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ ثَلَاثًا، وَلْيَتَحَوَّلْ عَنْ جَنْبِهِ الَّذِیْ كَانَ عَلَيْهِ"﴾ (رواه مسلم)
ترجمہ: "حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص

ناپسندیدہ خواب دیکھے تو اپنی بائیں جانب تین مرتبہ پھونک دے اور تین مرتبہ اللہ کی بارگاہ میں شیطان سے پناہ مانگے اور اپنے اس پہلو کو بدل لے جس پر وہ پہلے تھا۔"

لغات: ❖ فلیبصق: بصق (ن) بصقا: تھوکنا البصاق: تھوک جب تک منہ میں ہو اس کو ریق کہتے ہیں۔ و لیتحول: تحول عنه: پھرجانا۔ حال (ن) حولا وحؤ ولا. الشیء: ایک حالت سے دوسری حالت میں بدلنا۔

تشریح: فَلْيَبْصُقْ عَنْ يَسَارِهِ ثَلَاثًا: بائیں جانب تین مرتبہ پھونک مارے۔ حدیث بالا میں تھوکنے کے لئے "فلیبصق" کا لفظ استعمال ہورہا ہے اور اس سے پہلے روایت میں "فلینفث" کا لفظ استعمال ہوا تھا دونوں میں کیا فرق ہے؟ علماء فرماتے ہیں "فلیبصق" ایسے تھوکنے کو کہتے ہیں کہ منہ کے اندر سے تھوک نکلے اس طرح کہ کچھ حلق میں بھی رہے اور معمولی سا باہر بھی آجائے اور "فلینفث" کہتے ہیں ایسی پھونک جس میں تھوک شامل نہ ہو۔ (۱)

حالات کے اعتبار سے دونوں حدیثوں پر عمل کیا جاسکتا ہے۔ "وَيَتَحَوَّلُ عَنْ جَنْبِهِ" اپنے پہلو کو بدل لے۔ علماء فرماتے ہیں خواب کے اثرات و کیفیات میں تغیر و تبدیلی کے لئے کروٹ اور پہلو کا بدلنا بہت ہی زیادہ مؤثر چیز ہے۔ (۲)

تخریج حدیث: أخرجه صحیح مسلم اول کتاب التعبیر و ابوداؤد و هكذا فی ابن ماجه.

نوٹ: راوی حدیث حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۴) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) مرقاۃ و روضۃ المتقین /۳۷۰ (۲) مظاہر حق ۴/۳۷

بڑا بہتان ہے کہ آدمی خواب میں نہ دیکھے اور اس کو بیان کرے

(۸٤٤) ﴿وَعَنْ اَبِی الْاَسْقَعِ وَاثِلَةَ بْنِ الْاَسْقَعِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "اِنَّ مِنْ اَعْظَمِ الْفِرٰی اَنْ یَّدَّعِیَ الرَّجُلُ اِلٰی غَیْرِ اَبِیْهِ اَوْ یُرِیَ عَیْنَهٗ مَالَمْ تَرَ، اَوْیَقُوْلَ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَالَمْ یَقُلْ﴾

ترجمہ: "حضرت ابو اسقع واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا بلاشبہ سب سے بڑا بہتان یہ ہے کہ آدمی اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف اپنی نسبت کرے۔ یا اپنی آنکھوں کو وہ دکھائے جو اس نے نہیں دیکھا یا نبی کریم ﷺ کی طرف ایسی بات منسوب کرے جو آپ نے ارشاد نہیں فرمائی۔"

لغات: ❖ الفِرٰی: فَرٰی یَفرِی فَرْیاً. علیه الکذب: کسی پر جھوٹ باندھنا۔ الفِریۃ جھوٹ۔ تہمت ج فِرًی.

تشریح: اِنَّ مِنْ اَعْظَمِ الْفِرٰی اَنْ یَّدَّعِیَ الرَّجُلُ اِلٰی غَیْرِ اَبِیْهِ: بلاشبہ سب سے بڑا افتراء یہ ہے کہ آدمی اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرے۔ مطلب یہ ہے کہ اپنے والد کو چھوڑ کر کسی دوسرے کی طرف منسوب کرنا یہ حرام

اور کبیرہ گناہ ہے۔اس میں نسب ضائع ہونا ہوتا ہے اور بہت سی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔

اَوْ یُرٰی عَیْنَہٗ مَالَمْ تَرَ: یا اپنی آنکھوں کو وہ کچھ دکھائے جو اس نے نہیں دیکھا۔ مطلب یہ ہے کہ اس نے اس کے خواب میں کچھ دیکھا تو نہیں مگر دعوی یہ کرتا ہے مجھ کو اللہ نے یہ یہ بات خواب میں بتائی ہے۔ یہ بھی کبیرہ گناہ ہے۔اس کو بھی بڑا بہتان فرمایا، کیونکہ خواب کو وحی کا قائم مقام کہا گیا ہے، اس خواب کا تعلق اللہ جل شانہ سے ہے۔ پس گویا اس جھوٹے خواب بنانے والے نے اللہ جل شانہ پر الزام لگایا ہے کہ اللہ نے مجھ کو یہ دکھایا ہے۔

اَوْیَقُوْلَ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم مَالَمْ یَقُلْ: آپ کے ذمے ایسی بات کہے جو آپ ﷺ نے ارشاد نہیں فرمائی۔ مطلب یہ ہے کہ جھوٹی احادیث کو آپ ﷺ کی طرف منسوب کرے۔ اس سے گمراہی پھیلتی ہے اور آپ ﷺ کی پاکیزہ شخصیت داغ دار ہوتی ہے۔ اس لئے اس بڑے گھناؤنے جرم سے اجتناب ضروری ہے اور یہ بھی باتفاق حرام ہے ایک دوسری روایت میں فرمایا گیا جو نبی کریم ﷺ کی طرف ایسی بات منسوب کرے جو نبی ﷺ نے نہیں فرمائی ہو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔ (۱)

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخارى كتاب المناقب وأحمد ١٦٠٠٨/٥ وابن حبان ٣٢ والحاكم ٨٢٠٤/٤۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر(   ) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) رواہ مسلم

کتاب السلام

سلام کا بیان

(۱۳۱) بَابُ فَضْلِ السَّلَامِ وَالْاَمْرِ بِاِفْشَائِہٖ

سلام کرنے کی فضیلت اور اس کے پھیلانے کا حکم

گھر میں اجازت اور سلام کر کے داخل ہو

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: ﴿یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ بُیُوْتِکُمْ حَتّٰی تَسْتَأْنِسُوْا. وَ تُسَلِّمُوْا عَلٰی اَھْلِھَا﴾ (سورۃ نور: ٢٧)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ''اے ایمان والو! تم اپنے گھروں کے علاوہ دوسرے گھروں میں اس وقت تک داخل نہ ہو جب تک تم اجازت نہ لے لیا کرو اور گھر والوں کو سلام نہ کر لیا کرو۔''

تشریح: یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا: اے ایمان والو!۔ اگرچہ اس میں مردوں کو حکم ہے مگر عورتیں اس میں داخل ہیں، حضرت ام ایاس فرماتی ہیں کہ ہم چار عورتیں اکثر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس جایا کرتی تھیں، گھر میں جانے سے پہلے ان سے اجازت لیا کرتی تھیں، جب وہ اجازت دیتی تو اندر جاتی تھیں۔ (۱)

آیت کے عموم سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آدمی اپنی ماں، بہن یا دوسری محرم عورتوں کے پاس جائے تو تب بھی اجازت لے کر جائے۔ (۲)

حَتّٰی تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰی اَھْلِھَا: جب گھر میں داخل ہو تو جب تک دو کام نہ کر لو اندر داخل نہ ہو (۱) اجازت لے لو (۲) سلام کر لو۔ بعض روایات میں اس کا طریقہ یہ بتایا گیا ہے کہ پہلے باہر سے سلام کرے السلام علیکم، اس کے بعد اپنا نام ظاہر کرے کہ فلاں شخص ملنا چاہتا ہے۔ (۳)

(۱) تفسیر ابن کثیر (۲) معارف القرآن ۶/۳۸۷ (۳) رواہ الترمذی عن جابر

سلام یہ اللہ کی طرف سے پاکیزہ تحفہ ہے

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: ﴿فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُیُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰی اَنْفُسِکُمْ تَحِیَّۃً مِّنْ عِنْدِاللّٰہِ مُبٰرَکَۃً طَیِّبَۃً.﴾

(سورۃ نور: ٦١)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ''پس جب تم گھروں میں داخل ہونے لگو تو اپنے (گھر والوں) کو سلام کرو یہ اللہ کی طرف سے مبارک اور پاکیزہ تحفہ ہے۔''

تشریح: آیت کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ اپنے گھر میں داخل ہو تو سلام کرو کہ اس سے گھر میں برکت ہوگی۔ امام قشیری سے منقول ہے کہ یہ حکم عام ہے ہر گھر میں داخل ہونے کے لئے یہی حکم ہے یعنی سلام کرنے کا اگر گھر میں دوسرا کوئی مسلمان مرد یا عورت یا بچے رہائش پذیر ہوں تو یوں کہے ''السلام علیکم و رحمة الله و بر کاته''۔

اگر ایسا گھر ہے جس میں کوئی نہیں ہے تو یہ کہے ''السلام علینا و علی عباد الله الصالحین'' اور اگر ایسا گھر ہے جس میں غیر مسلم ہو تو پھر یہ کہے ''السلام علی من اتبع الهدی''.

آیت کریمہ میں ''تحیة من عند الله'' کا مطلب یہ ہے کہ یہ دعاء اللہ کی طرف سے مشروع و ثابت ہے۔

''طیبة'' اس کا مطلب یہ ہے کہ اس دعا کے سننے سے یعنی سلام کے سننے سے، سننے والے کا دل خوش ہو جاتا ہے۔

سلام کا جواب اس سے بہتر یا کم از کم اتنا ہی دینا چاہئے

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: ﴿وَاِذَا حُيِّيْتُم بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِأَحْسَنَ مِنْهَا اَوْ رُدُّوْهَا﴾ (سورة نساء: ٨٦)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ''اور جب تم کو کوئی دعا دے تو تم اس سے بہتر دعا دو یا انہی لفظوں سے دعا دو۔''

تشریح: امام جصاص رازی فرماتے ہیں کہ اہل عرب ایک دوسرے کو "حیاک اللہ" (خدا تم کو زندہ رکھے) اس طرح سلام کرتے تھے، اسلام نے آکر اس کو بدل کر "**السلام علیکم**" کو رواج دیا۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سب سے پہلے میں نے آپ ﷺ کو سلام کیا اور کہا "**السلام علیکم ورحمة الله وبركاته.**" حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ سلام کرنا مستحب ہے اور جواب دینا واجب ہے [۱] آیت کریمہ میں تحیۃ سے مراد سلام کرنا ہے [۲]

آیت کریمہ میں مسلمانوں کو خطاب ہے کہ جب کوئی مسلمان تم کو دعا دے یا سلام کرے تو تم پر بھی اس کا جواب لازم ہے، یا تو یہی کلمہ تم بھی اس کو کہو یا اس سے بہتر۔ مثلاً اگر کسی نے "**السلام علیکم**" کہا تو تم اس کے جواب میں "**وعلیکم السلام**" کہو اور اگر زیادہ ثواب چاہتے ہو تو "**رحمة الله**" بھی بڑھا دو اور اگر اس سے زیادہ ثواب چاہتے ہو تو "**وبركاته**" کا بھی اضافہ کردو۔

---

(۱) احکام القرآن/۳۰۹ (۲) تفسیر قرطبی

فرشتوں نے آکر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو سلام کیا

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: ﴿هَلْ اَتَاکَ حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرَاهِيْمَ الْمُكْرَمِيْنَ ۝ اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلَامًا، قَالَ سَلَامٌ ۝﴾ (سورة زاريات: ٢٤، ٢٥)

اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ''کیا تمہارے پاس ابراہیم علیہ السلام کے معزز مہمانوں کی خبر پہنچی؟ جب وہ ان کے پاس آئے تو انہوں نے سلام کیا تو انہوں نے بھی جواب میں سلام کہا۔''

تشریح: ضَيْفِ اِبْرَاهِيْمَ الْمُكْرَمِيْنَ: حضرت ابراہیم کے معزز مہمانوں کی خبر۔

ان کو معزز اس لئے کہا گیا کہ وہ ملائکہ یعنی فرشتے تھے اور فرشتوں کی صفت قرآن میں "**بل عباد مكرمون**" کے ساتھ کی گئی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے معزز بندے تھے۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ ان کو معزز اس لئے کہا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی عادت کے موافق ان کا اکرام کیا، کیونکہ وہ انسانی شکل وصورت میں آئے تھے۔

حضرت ابراھیم علیہ السلام نے فرشتوں کے سلام کا ان سے اچھا جواب دیا

فَقَالُوْا سَلَامًاقَالَ سَلَامٌ: فرشتوں نے سلاما کہا اس کے جواب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سلام کہا، دو رفع یعنی پیش کے ساتھ، اس کو جملہ اسمیہ بنایا اور جملہ اسمیہ میں استمرار و دوام اور قوت زیادہ ہوتی ہے کیونکہ قرآن میں آتا ہے ”وَاِذَاحُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْابِأَحْسَنَ مِنْهَا الخ: کہ جب کوئی تم کو سلام کرے تو تم اس سے بہتر دعا دو تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس پر عمل کرتے ہوئے ان فرشتوں کا جواب ان کے سلام سے زیادہ اچھا دیا۔

اسلام کا سب سے بہتر عمل

(۸۴۵) ﴿وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرِوبْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَجُلًاسَأَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَيُّ الْاِسْلَامِ خَيْرٌ؟ قَالَ: ”تُطْعِمُ الطَّعَامَ، وَتَقْرَأُالسَّلَامَ عَلٰى مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَمْ تَعْرِفْ“ (متفق علیه)

ترجمہ: ”حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے آپ ﷺ سے سوال کیا اسلام کا کون سا عمل زیادہ بہتر ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کھانا کھلانا اور سلام کہنا، چاہے تم اسے پہچانو یا نہ پہچانو۔“ (بخاری و مسلم)

لغات: ❖ تقرأ: قَرَأَ (ف ن) قَرْأً وقِرَاءَةً وقُرْآنًا الكتاب: پڑھنا۔ قِرَاءَةً عليه السلام: سلام پہنچانا۔

تشریح: اَيُّ الْاِسْلَامِ خَيْرٌ: اسلام کا کون سا عمل سب سے بہتر ہے؟

سوال: احادیث میں متعدد صحابہ نے یہ سوال کیا ”کون سا عمل بہتر ہے؟“ آپ ﷺ نے بہتر عمل الگ الگ بتائے، حالانکہ سوال ایک جیسا ہے تو جواب بھی ایک جیسا سب کا ہونا چاہئے؟

جواب ❶: آپ ﷺ نے مختلف اوقات میں مختلف اعمال کو بہتر فرمایا کہ اوقات کے اعتبار سے کبھی ایک عمل بہتر اور کبھی دوسرا عمل بہتر ہے۔

جواب ❷: سائل کے احوال کے اختلاف اور تفاوت کے اعتبار سے مختلف جواب ہے یعنی جس چیز کی کمی سائل میں آپ ﷺ نے دیکھی اس کو وہی عمل بہتر فرما دیا۔

تَقْرَأُ السَّلَامَ: سلام کہنا، مساکین وغرباء کو کھانا کھلانا اور ہر شناسا و غیر شناسا کو سلام کرنا یہ دونوں ایسی صفات ہیں کہ جس سے نفرت و کدورت دور ہوتی ہے اور محبت پیدا ہوتی ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخارى كتاب الايمان (باب اطعام الطعام فى الاسلام) و صحيح مسلم

كتاب الايمان (باب بيان تفاضل الاسلام و اى اموره افضل؟) واحمد ٦٥٩٢/٢ و ابوداؤد والنسائى وابن ماجه وهكذا فى ابن حبان ٥٠٥۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۳۸) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام نے فرشتوں کو سلام کیا

(٨٤٦) ﴿وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَمَّاخَلَقَ اللّٰهُ تَعَالٰى آدَمَ عَلَيْهِ السَّلَام قَالَ: اِذْهَبْ فَسَلِّمْ عَلٰى اُولٰئِكَ نَفَرٍمِنَ الْمَلَائِكَةِ جُلُوْسٍ فَاسْتَمِعْ مَا يُحَيُّوْنَكَ. فَاِنَّهَا تَحِيَّتُكَ وَتَحِيَّةُ ذُرِّيَّتِكَ، فَقَالَ: اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ، فَقَالُوْا: اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ فَزَادُوْهُ: وَرَحْمَةُ اللّٰهِ".﴾ (متفق عليه)

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو کہا: ان بیٹھے ہوئے فرشتوں کے پاس جاؤ اور ان کو سلام کہو اور غور سے سنو کہ وہ تمہارے سلام کا کیا جواب دیتے ہیں، پس وہی اور تمہارا اور تمہاری اولاد کا سلام ہوگا۔ پس حضرت آدم علیہ السلام نے جا کر فرشتوں کو "السلام علیکم" کہا۔ فرشتوں نے ورحمۃ اللہ کا اضافہ کر دیا۔"

لغات: ❖ يحيونك: سلام کرنا حَيّٰى وتحية: سلام کرنا۔ حياك الله کہنا (زندگی باقی رکھنا) حَيِىَ (س) حَيَاةً زندہ رہنا۔ اس میں ایک لغت ادغام سے بھی ہے۔ حَيَّ يَحَيَّ. ذرية: ذرۃ نسل. ذرية. الرجل (بتثليث الراء) اولاد ونسل ج ذرارى و ذريات. ذر (ن) ذراً. الحب فى الارض: دانہ بونا۔

تشریح: فَاِنَّهَا تَحِيَّتُكَ وَ تَحِيَّةُ ذُرِّيَّتِكَ تمہارا اور تمہاری اولاد کا وہی سلام ہوگا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے مسلمانوں کا یہ سلام یعنی "السلام علیکم" یہ حضرت آدم علیہ السلام سے ہی چلا آرہا ہے اور ہر آسمانی دین میں یہی طریقہ سلام تھا۔

فَزَادُوْهُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ: پس انہوں نے رحمۃ اللہ کا اضافہ کر دیا۔ فرشتوں نے ورحمۃ اللہ کا اضافہ کر کے سلام کے جواب میں ایک تہذیب وشائستگی اور ادب فضیلت کی طرف اشارہ کیا ہے افضل طریقہ یہی ہے کہ اگر کوئی شخص السلام علیکم کہے تو اس کے جواب میں "وعليكم السلام و رحمة الله" کہا جائے۔ اور ایک دوسری روایت میں وبرکاتہ کا بھی اضافہ آتا ہے اور بعض نے ومغفرتہ کا بھی اضافہ کرنے کو فرمایا ہے اگرچہ حدیث ضعیف سے ثابت ہے مگر صاحب ابوداؤد نے فرمایا کہ فضائل میں معتبر ہے۔

ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مغفرتہ کہا جا سکتا ہے [۱] مگر اس سے زائد اضافہ صحیح نہیں [۲] فتاویٰ عالمگیری میں ہے: لا

يَنْبَغِيْ اَنْ يُزَادَ عَلٰى بَرَكَاتِه [۳] کہ وبرکاتہ سے زائد کا اضافہ مناسب نہیں ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخارى كتاب الانبياء وكتاب الاستئذان (باب بدء السلام) و صحيح مسلم كتاب الجنة الخ (باب يدخل الجنة اقوام افئدتهم مثل افئدة الطير) واحمد ۸۱۷۷/۳ وابن حبان ۶۱۶۲۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) فتح الباری (۲) فتاویٰ شامی (۳) عالمگیری ۳۲۵/۵

نبی کریم ﷺ نے سات باتوں کا حکم فرمایا

(۸۴۷) ﴿وَعَنْ اَبِیْ عُمَارَةَ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسَبْعٍ: "بِعِيَادَةِ الْمَرِيْضِ، وَاتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ، وَتَشْمِيْتِ الْعَاطِسِ، وَنَصْرِ الضَّعِيْفِ، وَعَوْنِ الْمَظْلُوْمِ وَإِفْشَاءِ السَّلَامِ، وَإِبْرَارِ الْمُقْسِمِ"﴾ (متفق عليه، وهذالفظ إحدى روايات البخارى)

ترجمہ: ”حضرت ابوعمارہ براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے سات باتوں کا حکم فرمایا: ① بیمار کی بیمار پرسی کرنا ② جنازوں کے پیچھے جانا ③ چھینکنے والے کی چھینک کا جواب ”یرحمک اللّٰہ“ کہہ کر دینا ④ کمزور کی مدد کرنا ⑤ مظلوم کی مدد کرنا ⑥ سلام کو عام کرنا ⑦ قسم کھانے والے کی قسم کو پورا کرنا (بخاری ومسلم) بخاری کی ایک روایت میں یہی الفاظ ہیں۔“

لغات: ❖ ابرار: ابرالیمین: قسم پوری کرنا، بر (س ض) براًوبرارة وبرورةً. فی قوله: سچ بولنا۔ خَالِقَهُ: اطاعت کرنا۔ ابرار المقسم: قسم کھانے والے کا قسم (کے حق) کو پورا کرنا۔

تشریح: یہ حدیث ”باب تعظیم حرمات المسلمین الخ“ (باب نمبر ۲۷) میں گزر چکی ہے۔

مصنف نے اس باب کو دوبارہ اس لئے ذکر کردیا کہ اس میں بھی مسلمانوں کے حقوق میں سے سلام کے جواب کو بھی ذکر کیا جارہا ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخارى كتاب الاستئذان (باب افشاء السلام) و صحيح مسلم كتاب السلام (باب من حق المسلم للمسلم رد السلام).

نوٹ: راوی حدیث حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۸۰) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

ایمان کے بغیر آدمی جنت میں داخل نہیں ہوسکتا

(۸٤۸) ﴿وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ حَتّٰی تُؤْمِنُوْا، وَلَا تُؤْمِنُوْا حَتّٰی تَحَابُّوْا، أَوَلَا أَدُلُّكُمْ عَلٰی شَیْءٍ إِذَا فَعَلْتُمُوْهُ تَحَابَبْتُمْ؟ اَفْشُوا السَّلَامَ بَیْنَكُمْ.﴾ (رواه مسلم)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم جنت میں داخل نہیں ہوسکو گے جب تک ایمان نہ لاؤ اور تم ایمان نہیں لا سکتے جب تک ایک دوسرے سے محبت نہ کرو، کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتلاؤں کہ جب تم اسے اختیار کرو گے تو آپس میں محبت کرنے لگو گے؟ تم آپس میں سلام کو پھیلاؤ اور عام کرو۔''

لغات: ❖افشوا: افشی افشاء. الشیء: پھیلانا۔ اور ظاہر کرنا۔ از باب افعال۔

تشریح: یہ حدیث پہلے "باب فضل الحب فی اللّٰه والحث علی الخ" میں گزر چکی ہے۔ دوبارہ اس لئے ذکر کیا اس باب میں کہ سلام کرنا مسلمانوں کے درمیان باہمی حقوق میں سے ہے کہ اس کے ذریعہ سے آپس میں محبت و الفت پیدا ہوتی ہے اور ان کے درمیان اس کے ذریعہ سے ربط و تعلق میں اضافہ ہوتا ہے۔ ایک دوسرے کا احترام ادب کا جذبہ پروان چڑھتا رہتا ہے اور یہ بات اس کو جنت میں داخل کروانے کا ذریعہ بن جائے گی۔

تخریج حدیث: أخرجه صحیح مسلم کتاب الایمان (باب بیان انه لا یدخل الجنة الا المؤمنون و ان محبة المؤمنین من الایمان).

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

سلام اور صلۂ رحمی کرنے کا حکم

(۸٤۹) ﴿وَعَنْ اَبِیْ یُوْسُفَ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: "یَا اَیُّهَا النَّاسُ اَفْشُوا السَّلَامَ وَاَطْعِمُوا الطَّعَامَ وَصِلُوا الْاَرْحَامَ، وَصَلُّوْا وَالنَّاسُ نِیَامٌ، تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ"﴾ (رواه الترمذی وقال: حدیث حسن صحیح)

ترجمہ: ''حضرت ابویوسف عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے آپ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: اے لوگو! سلام کو پھیلاؤ، لوگوں کو کھانا کھلاؤ، صلہ رحمی کرو اور جب لوگ سوئے ہوئے ہوں تو نماز پڑھو، تم جنت

میں سلامتی کے ساتھ داخل ہوجاؤ گے'' (ترمذی، اور امام ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن صحیح ہے)

لغات: ❖ نیام: نام ینام نوماً و نیاماً: اونگھنا یا سونا۔ نائم: (فاعل) سونے والا، لیٹنے والا جمع نِیَام و نُوَّم و نُیَّم و نِیَّم و نُوَّامٌ و نُیَّام و نَوْمٌ. اور کہا گیا ہے کہ نَوْم اسم جمع ہے اور کہا جاتا ہے "لیلٌ نائمٌ" گہری نیند والی رات۔

تشریح: اَفْشُوا السَّلَامَ: سلام کو پھیلاؤ۔ ایک دوسری حدیث میں آتا ہے کہ سلام کرو ہر ایک کو خواہ اس سے جان پہچان ہو یا نہ ہو، سلام میں سلامتی ہے جتنا سلام کیا جائے گا اتنی سلامتی پھیلے گی۔

اَطْعِمُوا الطَّعَامَ: لوگوں کو کھانا کھلاؤ۔ عام وقتوں میں کھانا کھلانا سنت ہے مگر جب کوئی اضطراری حالت میں ہو تو پھر کھانا کھلانا فرض ہوجاتا ہے۔

وَصِلُوا الْاَرْحَامَ: تیسرا حکم صلہ رحمی کرنے کا ہے۔ آدمی ہر ایک کے ساتھ اچھا سلوک کرے، خاص کر کے قریبی رشتہ داروں سے، ان سے زیادہ ہی اچھا معاملہ کیا جائے اگرچہ وہ اس کے ساتھ اچھا معاملہ نہ بھی کریں۔

اور آخری حکم ہے کہ رات کو جب لوگ سو رہے ہوں تو تہجد کی نماز پڑھی جائے۔ ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ جو تہجد کا اہتمام کرتے ہیں۔ قیامت کے دن وہ بغیر حساب کتاب کے جنت میں داخل کر دیئے جائیں گے۔ احادیث میں تہجد کے بہت زیادہ فضائل بیان کئے گئے ہیں۔ ان اعمال کی برکت سے فرمایا جارہا ہے کہ اللہ اس کو جنت میں داخل فرمادیں گے۔

تخریج حدیث: أخرجه سنن الترمذى ابواب الاطعمة (باب ما جاء فى فضل اطعام الطعام) احمد ۲۳۸۴۵/۹ وابن ماجه و هكذا فى الدارمى ۱۴۶۰ اسناده صحيح.

راوی حدیث حضرت عبداللہ بن سلام کے مختصر حالات:

نام: عبداللہ، ابو یوسف کنیت، حبر: لقب، یہود مدینہ کے خاندان قینقاع سے تعلق تھا، ان کا سلسلہ نسب حضرت یوسف علیہ السلام تک پہنچتا ہے، ایام جاہلیت میں ان کا نام حصین تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ نام بدل کر عبداللہ رکھا۔

اسلام: جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ پہنچے تو انہوں نے چند سوالات کئے اور کہا کہ ان سوالات کا نبی کے علاوہ کوئی جواب نہیں دے سکتا، اس کے بعد مسلمان ہوئے۔ بدر اور احد میں شرکت میں اختلاف ہے مگر خندق میں بالاتفاق شریک تھے۔

علامہ ذہبی ان کے بارے میں لکھتے ہیں: كَانَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ عَالِمَ اَهْلِ الْكِتَابِ وَ فَاضِلَهُمْ فِیْ زَمَانِهٖ بِالْمَدِيْنَةِ. (تذکرۃ الحفاظ ۲۲/۱)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن سلام مدینہ میں اہل الکتاب کے سب سے بڑے عالم تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں فرمایا تھا کہ "انه عاشر عشرة فى الجنة" (ترمذی) کہ وہ گیارہواں جنتی ہیں۔ اس سب کے باوجود نہایت تواضع اور عاجزی والے تھے۔ ایک مرتبہ لوگوں نے دیکھا کہ گٹھا لکڑیوں کا اٹھا کر لارہے ہیں کسی نے وجہ پوچھی تو فرمایا کہ اپنے کبر و غرور کو ختم کرنے کے لئے کر رہا ہوں۔

وفات: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ۴۳ھ میں مدینہ منورہ میں ہی انتقال ہوا۔

مرویات: ان سے ۲۵ احادیث منقول ہیں۔ مزید حالات کے لئے ملاحظہ فرمائیں: (۱) اصابۃ ۳۲۱/۲ (۲) مسند احمد ۳۵/۴ (۳) تذکرۃ الحفاظ ۲۲/۱ (۴) استیعاب ۳۹۶/۱ وغیرہ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سلام کرنے کی نیت سے بازار میں جاتے تھے

(۸۵۰) ﴿وَعَنِ الطُّفَيْلِ بْنِ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ اَنَّهُ كَانَ يَأْتِيْ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عُمَرَ، فَيَغْدُوْمَعَهُ اِلَى السُّوْقِ، قَالَ: فَاِذَا غَدَوْنَا اِلَى السُّوْقِ، لَمْ يَمُرَّ عَبْدُاللّٰهِ عَلٰى سَقَّاطٍ وَلَاصَاحِبِ بَيْعَةٍ، وَلَا مِسْكِيْنٍ، وَلَا اَحَدٍ اِلَّاسَلَّمَ عَلَيْهِ، قَالَ الطُّفَيْلُ: فَجِئْتُ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عُمَرَيَوْمًا فَاسْتَتْبَعَنِى اِلَى السُّوْقِ فَقُلْتُ لَهُ: مَاتَصْنَعُ بِالسُّوْقِ، وَاَنْتَ لَا تَقِفُ عَلَى الْبَيْعِ، وَ لَاتَسْاَلُ عَنِ السِّلَعِ، وَلَاتَسُوْمُ بِهَا، وَلَاتَجْلِسُ فِيْ مَجَالِسِ السُّوْقِ؟ وَاَقُوْلُ: اِجْلِسْ بِنَاهٰهُنَا نَتَحَدَّثُ، فَقَالَ: "يَا اَبَابَطْنٍ. وَكَانَ الطُّفَيْلُ ذَابَطْنٍ. اِنَّمَانَغْدُوْمِنْ اَجْلِ السَّلَامِ، فَنُسَلِّمُ عَلٰى مَنْ لَقِيْنَاهُ"﴾ (رواه مالك فى الموطاباسنادصحيح)

ترجمہ: ''حضرت طفیل بن ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آیا جایا کرتے تھے، وہ ان کو بازار لے جاتے۔ وہ بیان کرتے ہیں پس جب ہم بازار جاتے تو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا گزر رَدی فروش (کباڑیے) یا کسی تاجر یا کسی مسکین کے پاس سے ہوتا تو وہ سلام کرتے۔ حضرت طفیل کہتے ہیں کہ ایک دن میں حضرت عبداللہ بن عمر کے پاس آیا تو انہوں نے مجھے اپنے ساتھ بازار چلنے کو کہا، میں نے ان سے کہا آپ بازار میں کیا کریں گے؟ آپ تو نہ کسی کے متعلق پوچھتے ہیں اور نہ کسی چیز کا بھاؤ دریافت کرتے ہیں اور نہ بازار کی کسی مجلس میں بیٹھتے ہیں، میں کہتا ہوں کہ آپ یہیں تشریف رکھیں ہم آپس میں کچھ باتیں کریں۔ انہوں نے فرمایا اے پیٹ والے (ان کا پیٹ بڑا تھا) ہم تو صرف سلام کرنے کی غرض سے ہی بازار جاتے ہیں کہ جو بھی ملے ہم اسے سلام کریں۔'' (اس حدیث کو امام مالک نے موطا میں صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے)

لغات: ❖ فاستتبعني: استتبعه: پیچھے چلنے کو کہنا۔ مجرد تبع سمع سے ہے بمعنی تابع ہونا۔ سقاط: بہت گرنے والا (والسقطی) ردی سامان بیچنے والا۔ کباڑیا۔

تشریح: غَدَوْنَا اِلَى السُّوْقِ: غدا یغدو کے معنی ہوتے ہیں صبح سویرے جانا، مگر مطلقاً جانے کے لئے بھی یہ لفظ استعمال ہوتا ہے اور یہاں پر مطلقاً جانے کے لئے ہی یہ لفظ استعمال ہوا ہے۔ حدیث بالا میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے جذبہ افشاء سلام کا بیان ہے [1] کہ میں اتباع رسول میں ہر ایک کو سلام کروں، اس کا یہ بہتر ذریعہ اور مظہر ہے۔

يَا اَبَابَطْن: اے پیٹ والے۔ حضرت طفیل کا پیٹ بڑا تھا اس لئے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ان کو ابوبطن کہا۔ اس سے معلوم ہوا کہ کسی شخص کو اس کے کسی وصف کے ساتھ پکارنا جائز ہے بشرطیکہ اس کو یہ وصف ناگوار نہ ہو اور نہ اس کی اس میں

تحقیر مقصود ہو اگر اس کو ناگوار گزرتا ہو تو یہ جائز نہیں ہوگا۔

تخریج حدیث: أخرجه مؤطا الامام مالک کتاب السلام (باب جامع السلام) و اسناده صحیح.

راوی حدیث حضرت طفیل بن ابی کعب کے مختصر حالات:

نام: طفیل۔ والد کا نام ابی بن کعب۔ یہ تابعی ہیں، بعض نے صحابی کہا ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ غزیر الحدیث ہیں ان کی احادیث زیادہ تک اہل حجاز میں پائی جاتی ہیں، اپنے والد حضرت ابی بن کعب اور دوسرے صحابہ سے بھی روایات نقل کرتے ہیں۔

(۱) روضۃ المتقین ۲/۳۷۹

(۱۳۲) بَابُ كَيْفِيَّةِ السَّلَامِ

سلام کی کیفیت کا بیان

﴿يَسْتَحِبُّ اَنْ يَقُوْلَ الْمُبْتَدِئُ بِالسَّلَامِ: "اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ" فَيَأْتِيْ بِضَمِيْرِ الْجَمْعِ، وَاِنْ كَانَ الْمُسَلَّمُ عَلَيْهِ وَاحِدًا، وَيَقُوْلُ الْمُجِيْبُ: "وَ عَلَيْكُمُ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ" فَيَأْتِي بِوَاوِ الْعَطْفِ فِيْ قَوْلِهِ: وَعَلَيْكُمْ﴾

ترجمہ: "امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ بات مستحب ہے کہ سلام کرنے والا صیغہ جمع کے ساتھ "السلام علیکم و رحمة الله و برکاته" کہے اگرچہ جس کو وہ سلام کر رہا ہے وہ ایک ہی آدمی کیوں نہ ہو (اور پھر جواب دینے والا بھی جمع کے صیغہ کے ساتھ جواب دے) اور واو عطف بھی ساتھ میں لگائے "و علیکم السلام و رحمة الله و برکاته" کہے۔"

سلام کا ثواب کم اور زائد

(۸۵۱) ﴿عَنْ عِمْرَانَ بْنِ الْحُصَيْنِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ، فَرَدَّ عَلَيْهِ ثُمَّ جَلَسَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "عَشْرٌ" ثُمَّ جَاءَ آخَرُ، فَقَالَ: اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ، فَرَدَّ عَلَيْهِ فَجَلَسَ، فَقَالَ: "عِشْرُوْنَ" ثُمَّ جَاءَ آخَرُ، فَقَالَ: اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ، فَرَدَّ عَلَيْهِ فَجَلَسَ، فَقَالَ: "ثَلَاثُوْنَ"﴾ (رواه ابوداؤد والترمذی وقال: حديث حسن)

ترجمہ: ''حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے کہا "السلام علیکم"، آپ ﷺ نے اس کے سلام کا جواب دیا، پھر وہ آدمی بیٹھ گیا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: دس نیکیاں ملیں۔ پھر ایک دوسرا آدمی آیا اور اس نے کہا "السلام علیکم و رحمة الله"، آپ ﷺ نے اس کے سلام کا بھی جواب دیا، پھر وہ بھی بیٹھ گیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس کو بیس نیکیاں ملیں۔ پھر ایک اور آدمی آیا اس نے کہا "السلام علیکم و رحمة الله و بركاته"، آپ ﷺ نے اس کے سلام کا بھی جواب دیا، پس وہ بھی بیٹھ گئے۔ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس کو تیس نیکیاں ملیں۔'' (ابوداؤد، ترمذی، امام ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن ہے)

لغات: ❖ فرد عليه: رده (ن) رَداً ومَرداً ومَردُوداً ورِدِيْدىٰ. عليه الشيء: لوٹانا، پھیر دینا، قبول نہ کرنا (رد علیہ السلام) سلام کا جواب دیا۔

تشریح: سلام میں زائد الفاظ کہاں تک استعمال کرے

حدیث بالا سے معلوم ہو رہا ہے کہ صرف "السلام علیکم" کے کہنے سے دس نیکیاں ملیں گی اور "رحمة الله" کے اضافہ سے مزید دس نیکیاں اور و "برکاته" کے اضافے سے مزید دس نیکیاں ملیں گی۔ اور بعض روایات میں ومغفرتہ کا بھی اضافہ ثابت ہے تاہم اس سے زیادہ الفاظ کا اضافہ حدیث صحیح سے ثابت نہیں ہیں۔ شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمہ اللہ نے موطا کی شرح "اوجز المسالک" میں لکھا ہے کہ مغفرتہ تک کی اجازت تو حدیث سے ثابت ہوتی ہے، گو سنت تو "برکاته" تک کی ہی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ عام عادت آپ ﷺ کی و برکاتہ تک کی ہی ہے مگر کبھی کبھار "مغفرتہ" کی بھی گنجائش نکلتی ہے مگر کتب احناف میں برکاتہ تک کی اجازت ہے۔ [1]

تخریج حدیث: أخرجه سنن ابى داؤد كتاب الادب (باب كيف السلام) و سنن الترمذى ابواب الاستئذان (باب ما ذكر فى فضل السلام) والبخارى فى "الادب المفرد" و ابن حبان ٤٩٣ باسناد صحيح.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۲۲) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) الادب المفرد باب منتہی السلام: ۲۹۶ شامی وفتاویٰ عالمگیری۔

حضرت جبرائیل امین کا حضرت عائشہ کو سلام

(۸۵۲) ﴿وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ لِي رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "هٰذَا جِبْرِيْلُ يَقْرَأُ عَلَيْكِ السَّلَامَ" قَالَتْ: قُلْتُ: "وَعَلَيْهِ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ"﴾ (متفق عَلَيْهِ)

وَهٰكَذَاوَقَعَ فِيْ بَعْضِ روايات الصحيحين: "وَبَرَكَاتُهُ" وفي بعضها بحذفها، وزيادة الثقة مقبولة.

ترجمہ: ''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ مجھ سے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ جبرئیل ہیں جو تجھے سلام کرر ہے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے جواب میں کہاو عليه السلام و رحمة الله وبر كاته." (بخاری ومسلم)

بخاری ومسلم کی بعض روایات میں اسی طرح "و بر كاته" کے ساتھ ہے اور بعض میں اس کے بغیر ہے اور ثقہ راوی کی زیادتی مقبول ہے (اس لئے و برکاتہ کا اضافہ صحیح ہے)

لغات: ❖ جبريل: (وجبرائیل) ایک مشہور فرشتہ کا نام جو پیغمبروں پر وحی الٰہی لانے پر موکل تھے۔

تشریح: يَقْرَأُ عَلَيْكِ السَّلَامَ: جبرئیل تم کو سلام کہہ رہے ہیں۔ اس سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت ثابت ہوتی ہے امہات المومنین میں سے حضرت جبرئیل علیہ السلام کا سلام صرف دو کے بارے میں ثابت ہے (۱) حضرت عائشہ اور (۲) حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہما۔ (۱)

وَعَلَيْهِ السَّلَام: اس جملہ میں غائبانہ سلام کے جواب دینے کا طریقہ بھی بیان کیا جارہا ہے کہ جواب میں "وعليكم" کے بجائے عليه السلام (ضمیر غائب) استعمال کیا جائے گا۔ نیز حدیث بالا سے یہ بھی معلوم ہورہا ہے سلام کے جواب میں زائد دعائیہ کلمہ زائد کرنا افضل ہے، جیسے کہ حضرت عائشہ نے حضرت جبرئیل کے علیک السلام کے جواب " ں (وعلیہ السلام و رحمۃ اللہ و برکاتہ) کے ساتھ جواب دیا۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخارى كتاب بدء الخلق و صحيح مسلم كتاب فضائل الصحابة (باب في فضل عائشه رضى الله عنها) و ابوداؤد و هكذا في الترمذى و ابن ماجه.

نوٹ: راویہ حدیث حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۲) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) ترمذی ۲/۹۹ بخاری ۲۴ رواہ نسائی ونزل الابرار: ۳۵۰

مجمع زیادہ ہوتا تو آپ ﷺ تین مرتبہ سلام کرتے

(۸۵۳) ﴿وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَاتَكَلَّمَ بِكَلِمَةٍ أَعَادَهَا ثَلَاثًا حَتّٰى تُفْهَمَ عَنْهُ وَاِذَا أَتٰى عَلٰى قَوْمٍ فَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ، سَلَّمَ عَلَيْهِمْ ثَلَاثًا.﴾ (رواه البخاري).

وَ هٰذَا مَحْمُوْلٌ عَلٰى مَا اِذَاكَانَ الْجَمْعُ كَثِيْرًا.

ترجمہ: ”حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب کوئی بات ارشاد فرماتے تو اسے تین مرتبہ دھراتے تاکہ اسے اچھی طرح سمجھ لیا جائے اور جب کسی قوم کے پاس آکر سلام کرتے تو سلام بھی تین مرتبہ فرماتے (بخاری) یہ حدیث محمول ہے اس صورت پر جب کہ لوگ بہت زیادہ ہوں۔“

لغات: ❖ اعاد: اعادا عادةً، الامرا والکلام: دہرانا۔ محمولٌ: گمان کیا ہوا، لادا ہوا۔ حمل (ض) حملاًو حملاناً. الشيء علی الآخر: ایک کا حکم دوسرے پر لگانا۔

تشریح:

تین مرتبہ سلام کرنے کی حکمت

جب آپ ﷺ سلام کرتے اور مجمع زیادہ ہوتا تو آپ تین مرتبہ سلام کرتے، ایک مرتبہ دائیں جانب پھر بائیں جانب اور پھر ایک سامنے کی طرف، تاکہ سب کو ہی آپ ﷺ کی آواز پہنچ جائے۔ علماء نے لکھا ہے اس میں بھی آپ ﷺ کے اخلاق کا اعلیٰ نمونہ ہے کہ آپ لوگوں کے جذبات کا احترام اور ان کی خاطر داری کا بہت زیادہ اہتمام فرماتے تھے، اگرچہ مجمع پر ایک شخص بھی سلام سن کر جواب دیدے تب بھی کافی ہے مگر آپ ﷺ سب کی دلداری کا خیال رکھتے تھے تاکہ سب ہی سلام کو سن لیں اور کسی کو شکوہ نہ ہو۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخاری کتاب العلم (باب من اعاد الحديث ثلاثا) و کتاب الاستئذان (باب التسليم والاستئذان ثلاثا) و هكذا فی الترمذی.

نوٹ: راوی حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۱۵) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

سلام اتنے آہستہ سے کرے کہ سونے والا بیدار نہ ہوجائے

(٨٥٤) ﴿وَعَنِ الْمِقْدَادِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فِیْ حَدِیْثِهِ الطَّوِیْلِ قَالَ: كُنَّا نَرْفَعُ لِلنَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَصِیْبَهُ مِنَ اللَّبَنِ، فَیَجِیْءُ مِنَ اللَّیْلِ، فَیُسَلِّمُ تَسْلِیْمًا لَا یُوْقِظُ نَائِمًا، وَیُسْمِعُ الْیَقْظَانَ، فَجَاءَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمَ كَمَا كَانَ یُسَلِّمُ"﴾ (رواه مسلم)

ترجمہ: ”حضرت مقداد رضی اللہ عنہ اپنی لمبی حدیث میں بیان فرماتے ہیں کہ ہم نبی کریم ﷺ کے لئے ان کے حصے کا دودھ اٹھا کر رکھ دیا کرتے تھے۔ پس آپ ﷺ رات کو تشریف لاتے اور اس طرح سلام کرتے کہ سوئے ہوئے بیدار نہ ہوں اور بیدار آدمی آپ ﷺ کے سلام کو سن لے، پس نبی کریم ﷺ تشریف لائے اور اس طرح سلام کیا جس طرح آپ ﷺ کیا کرتے تھے۔“ (مسلم)

لغات: ❖ نرفع: رفع (ف) رفعاً. الشیء: اٹھانا۔ الشیء: لینا۔

تشریح: حدیث بالا میں ایک اہم ادب بیان کیا جا رہا ہے کہ ایسی جگہ جہاں پر کچھ لوگ بیدار ہوں اور کچھ سوئے ہوئے ہوں تو وہاں اس طرح سے سلام کیا جائے کہ بیدار لوگ سلام کے الفاظ کو سن لیں اور وہ جواب دیدیں اور جو سوئے ہوئے ہیں وہ اس کی آواز سن کر بیدار نہ ہو جائیں۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح مسلم كتاب الاشربة (باب فضل الضيف و فضل ايثاره) و هكذا فى الترمذى.

نوٹ: راوی حدیث حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۳۸۶) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

آپ ﷺ نے اشارہ سے سلام کیا

(۸۵۵) ﴿وَعَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيْدَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ فِى الْمَسْجِدِ يَوْمًا، وَ عُصْبَةٌ مِنَ النِّسَاءِ قُعُوْدٌ، فَأَلْوَى بِيَدِهِ بِالتَّسْلِيْمِ.﴾ (رواه الترمذى وقال: حديث حسن)

وَهٰذَا مَحْمُوْلٌ عَلَى اَنَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، جَمَعَ بَيْنَ اللَّفْظِ وَالْاِشَارَةِ، وَيُؤَيِّدُهُ ان فى رواية أبى داؤد فَسَلَّمَ عَلَيْنَا.

ترجمہ: ”حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ ایک روز مسجد سے گزرے۔ وہاں عورتوں کی ایک جماعت بیٹھی ہوئی تھی پس آپ ﷺ نے ہاتھ کے اشارے سے سلام کیا۔“ (ترمذی اور یہ حدیث حسن ہے)

یہ اس صورت پر محمول ہے کہ آپ ﷺ نے لفظ اور اشارہ دونوں کو جمع فرما لیا یعنی منہ سے تو السلام علیکم کے الفاظ ادا فرمائے اور ہاتھ کے ساتھ اشارہ بھی فرمایا۔ اس بات کی تائید ابوداؤد کی اس روایت سے ہوتی ہے جس میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے ہمیں سلام کہا۔

لغات: ❖ عصبة: من النساء: عورتوں کی جماعت، عصب (س) عصباً. القوم به: اجتماع کرنا، احاطہ کرنا۔ قعود: (مصدر) بیٹھنا۔ قعد (ن) قعوداً و مقعداً: کھڑے سے بیٹھنا۔ فألوى: بيده: الوى الواءً. بيده أو بثوبه: ہاتھ سے یا کپڑے سے اشارہ کرنا۔

تشریح: وَأَلْوَى بِيَدِهِ بِالتَّسْلِيْمِ: پس آپ ﷺ نے ہاتھ کے اشارہ سے سلام کیا۔ صرف ہاتھ کے اشارے سے سلام کرنے کی احادیث میں ممانعت آتی ہے اور اس کو یہود و نصاریٰ کا طریقہ بتایا گیا ہے، اس لئے حدیث بالا کی علامہ نووی رحمہ

اللہ نے یہ تاویل کی ہے کہ آپ ﷺ نے زبان سے بھی سلام کے الفاظ استعمال فرمائے اور ہاتھ کے ساتھ اشارہ بھی فرمایا۔ نیز یہ کہ حدیث بالا میں ہے کہ آپ ﷺ نے عورتوں کو سلام کیا۔ علماء فرماتے ہیں یہ آپ کی خصوصیت تھی تاہم امت کے لئے جائز نہیں کہ وہ عورتوں کو سلام کرے یا ان کے سلام کا جواب دیں، کیونکہ اس میں فتنہ کا اندیشہ ہے، ہاں اگر محرم ہو یا بہت عمر رسیدہ عورت ہو کہ فتنہ کا بالکل خوف نہیں تو وہاں سلام کرنے کی اجازت ہوگی۔ جہاں یہ فتنہ کا خوف ہو وہاں پر دل میں جواب دیں۔[1]

تخریج حدیث: أخرجه سنن الترمذی ابواب الاستئذان (باب ما جاء فی التسلیم علی النساء) و سنن ابی داؤد و ابن ماجه والبخاری فی الادب المفرد.

نوٹ: راویہ حدیث حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۵۲۲) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔
(۱) شامی: ۶/۳۶۹

علیک السلام یہ مردوں کا سلام ہے

(۸۵۶) ﴿وَعَنْ أَبِیْ جُرِیِّ الْهُجَیْمِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: اَتَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ: عَلَیْکَ السَّلَامُ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ . قَالَ: "لَاتَقُلْ عَلَیْکَ السَّلَامُ، فَاِنَّ عَلَیْکَ السَّلَامُ تَحِیَّةُ الْمَوْتٰى"﴾ (رواه أبو داؤد والترمذی وقال: حدیث حسن صحیح وقد سبق بطوله)

ترجمہ: "حضرت ابوجری الہجیمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا علیک السلام یا رسول اللہ! آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: علیک السلام مت کہو اس لئے کہ علیک السلام مردوں کا سلام ہے۔" ابوداؤد، ترمذی اور امام ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن صحیح ہے (یہ حدیث پوری پہلے گزر چکی ہے)

لغات: ❖ تحیة: الموتی: حیَّاہ تحیة: سلام کرنا۔ حیاک اللہ کہنا (یعنی اللہ تمہاری عمر دراز کرے) حیی (س) حیاةً: زندہ رہنا۔ احیاہ: زندہ کرنا۔ الموتی: مات یموت موتاً: مرنا. اماته اماتة: مارڈالنا۔ المیت: مردہ ج میتون. المیت: لاش ج اموات، وموتی ومیتون. الموات غیر ذی روح۔ غیر آباد زمین۔

تشریح: حدیث بالا پہلے "کتاب اللباس باب صفة طول القمیص والکم والازار وطرف العمامةوتحریم اسبال شیء من ذلک علی سبیل الخیلاء و کراهته من غیر خیلاء" میں گزر چکی ہے اور وہاں پر اس کی وضاحت بھی ہوچکی ہے۔ مصنف نے دوبارہ یہاں پر باب کی مناسبت سے ذکر فرمادی ہے کہ سلام کا اسلام میں طریقہ "السلام علیکم" کے

ساتھ ہے ورنہ زمانہ جاہلیت میں علیک السلام کہتے تھے۔ یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ اسلام میں زندہ اور مردہ دونوں کے لئے السلام علیکم استعمال ہوتا ہے۔

تخریج حدیث: سبق تخریجه فی باب صفة طول القمیص والکم.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوجری الجہیمی رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۸۰۰) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

---

(۱۳۳) بَابُ آدَابِ السَّلَامِ

سلام کے آداب کا بیان

ہر اعلیٰ ادنیٰ کو سلام کرے

(۸۵۷) ﴿عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "یُسَلِّمُ الرَّاكِبُ عَلَى الْمَاشِیْ، وَالْمَاشِیْ عَلَى الْقَاعِدِ، وَالْقَلِیْلُ عَلَى الْكَثِیْرِ"﴾ (متفق علیه).

وَفِیْ رِوَایَةٍ لِلْبُخَارِیِّ: ﴿وَ الصَّغِیْرُ عَلَى الْكَبِیْرِ﴾

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا سوار پیادہ چلنے والے کو اور چلنے والا بیٹھنے والے کو سلام کرے اور تھوڑے لوگ زیادہ لوگوں کو سلام کریں۔ (بخاری ومسلم)

بخاری کی ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ چھوٹا بڑے کو سلام کرے۔"

لغات: ❖ الراکب: سوار، رکب (س) رکوباً و مرکباً. الدابة وعلی الدابة، چڑھنا، سوار ہونا۔ الماشی: چلنے والا: مشی (ض) مشیا و تمشاء: چلنا، بہت مویشی والا ہونا۔ القاعد: بیٹھا ہوا، بیٹھنے والا، قعد (ن) قعوداً ومقعداً: کھڑے سے بیٹھنا (قعوداً) کھڑا ہونا۔ إقعاد: افعال سے کسی دوسرے کو بٹھانا۔ اس کے علاوہ یہ مزید کے اور بابوں سے بھی مستعمل ہے۔

تشریح:

تواضع اور انکساری کی تعلیم

یُسَلِّمُ الرَّاكِبُ عَلَى الْمَاشِیْ: سواری والا پیدل چلنے والے پر سلام کرے۔ علماء فرماتے ہیں یہ حکم شریعت نے آدمی کو تواضع اور انکساری کی تعلیم کے لئے دیا ہے کہ سواری پر سوار آدمی کو فخر نہ آئے پیدل چلنے والے کے مقابلے میں، اس لئے شریعت نے کہا کہ تم سلام میں پہل کرو تاکہ تم میں عاجزی اور انکساری آجائے [1] اسی طرح پیدل چلنے والا ایک گونہ فوقیت رکھتا ہے بیٹھنے والے پر اس لئے اس کو سلام میں پہل کرنے کو فرمایا۔

اَلْقَلِیْلُ عَلَی الْکَثِیْرِ: جولوگ تعداد میں کم ہوں وہ ایسے لوگوں سے ملیں جو تعداد میں ان سے زیادہ ہوں تو ان کو چاہئے کہ تواضع اور انکساری کی بناء پر اور اکثریت کے احترام کے پیش نظر سلام کرنے میں پہل کریں۔ (۲) غیروں کی طرح یہ طریقہ اسلام میں نہیں کہ ادنی اعلی کو سلام کرے۔

تخریج حدیث: أخرجه صحیح بخاری کتاب الاستئذان (باب تسلیم القلیل علی الکثیر) و (باب تسلیم الراکب علی الماشی) و (باب تسلیم الماشی علی القاعد) وصحیح مسلم کتاب السلام (باب تسلیم الراکب علی الماشی) واحمد ۱۰۶۲۹/۳ وابوداؤد والترمذی و ابن حبان ٤٩٧ و غیرهم من ائمة الحدیث.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) مظاہر حق ۳۴۷/۴

(۲) مظاہر حق ۳۴۷/۴

اللہ کا مقرب وہ ہے جو سلام میں پہل کرے

(۸۵۸) ﴿وَعَنْ أَبِیْ اُمَامَةَ صُدَیِّ بْنِ عَجْلَانَ الْبَاهِلِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "اِنَّ أَوْلَی النَّاسِ بِاللّٰهِ مَنْ بَدَأَهُمْ بِالسَّلَامِ"﴾ (رواه ابوداؤد باسناد جید).

وَ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ ﴿عن أبی امامة رضی الله عنه: قِیْلَ: یَارَسُوْلَ اللّٰهِ، الرَّجُلَانِ یَلْتَقِیَانِ، اَیُّهُمَا یَبْدَأُ بِالسَّلَامِ؟ قَالَ: "أَوْلَا هُمَا بِاللّٰهِ تَعَالٰی".﴾ (قال الترمذی: هذا حدیث حسن)

ترجمہ: ”حضرت ابوامامہ صدی بن عجلان باھلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک لوگوں میں اللہ جل شانہ کے مقرب وہ شخص ہے جو سلام میں پہل کرے اس کو ابوداؤد نے عمدہ سند کے ساتھ روایت کیا۔“

اور ترمذی نے بھی اسے حضرت ابوامامہ سے رویت کیا ہے اس میں یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ سے دریافت کیا گیا اے اللہ کے رسول! جب دو آدمی آپس میں ملیں تو ان میں سے سلام میں پہل کون کرے؟ آپ ﷺ نے ارشادفرمایا: جو ان میں سے اللہ کے زیادہ نزدیک ہے (ترمذی، یہ حدیث حسن درجہ کی ہے)

لغات: ❖ بدأ: بدء (ف) بدء أو ابتداءً وتبدء. الشیء وبه: پہلے کرنا، شروع کرنا، پیدا کرنا، صفت: بادی و مُبدی.

تشریح: سلام میں پہل کرنے کی فضیلت کے مخاطب وہ لوگ ہیں کہ جو راستہ میں جب ایک دوسرے سے ملیں کیونکہ اس صورت میں سلام کرنے کے حق کے سلسلے میں وہ برابر کی حیثیت رکھیں گے لہٰذا ان میں سے جو شخص پہلے سے سلام کرے گا تو وہ

حدیث بالا کی فضیلت کا مستحق ہوگا۔ (۱)

حضرت عمر کے بارے میں منقول ہے کہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ تین چیزیں ایسی ہیں جن کو اختیار کرنے سے مسلمانوں کے باہمی تعلقات میں استحکام پیدا ہوتا ہے اور ایک دوسرے کی محبت میں اضافہ ہوتا ہے۔

1. ملاقات کے وقت سلام کرنے میں پہل کرنا۔
2. دوسرے کو ایسے نام سے پکارنا جس کو وہ پسند کرتا ہو۔
3. جب وہ مجلس میں آئے تو اس کو عزت واحترام کے ساتھ جگہ دینا۔

تخریج حدیث: أخرجه سنن ابی داؤد کتاب الادب (باب فی فضل من بدء السلام) و سنن الترمذی ابواب الاستئذان (باب ما جاء فی فضل الذی یبدأ بالسلام) فی اسناده اکثر من مقال.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوامامہ صدی بن عجلان کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۷۳) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) مظاہر حق ۴/۳۵۴

(۲) مظاہر حق ۴/۳۵۴

(۱۳٤) بَابُ اِسۡتِحۡبَابِ إِعَادَةِ السَّلَامِ عَلٰى مَنۡ تَكَرَّرَ لِقَاؤُهٗ عَلٰى قُرۡبٍ بِأَنۡ دَخَلَ ثُمَّ خَرَجَ، ثُمَّ دَخَلَ فِي الۡحَالِ، أَوۡحَالَ بَيۡنَهُمَا شَجَرَةٌ وَنَحۡوُهَا

بار بار سلام کہنے کے مستحب ہونے کا بیان جیسے کوئی مل کر اندر گیا پھر فوراً باہر آ گیا پھر باہر سے اندر گیا یا ان کے درمیان درخت اور کسی قسم کی کوئی چیز حائل ہوگئی تو پھر سلام کرنا

صحابہ معمولی وقفہ سے سلام کرتے تھے

(۸۵۹) ﴿عَنۡ اَبِیۡ هُرَيۡرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنۡهُ فِیۡ حَدِيۡثِ الۡمُسِیۡءِ صَلَاتُهٗ اَنَّهٗ جَاءَ فَصَلّٰى، ثُمَّ جَاءَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ، فَسَلَّمَ عَلَيۡهِ، فَرَدَّ عَلَيۡهِ السَّلَامَ، فَقَالَ: "اِرۡجِعۡ فَصَلِّ، فَإِنَّکَ لَمۡ تُصَلِّ" فَرَجَعَ فَصَلّٰى ثُمَّ جَاءَ فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى فَعَلَ ذٰلِکَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ.﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ (حدیث مسئی الصلاۃ) نماز کو بگاڑ کر پڑھنے والے کے قصے میں بیان فرماتے ہیں کہ ایک شخص آیا، نماز پڑھی۔ پھر آپ کے پاس آیا۔ آپ ﷺ کو سلام کیا، آپ نے اس کے سلام کا

جواب دیا اور ارشاد فرمایا: جاؤ پھر نماز پڑھو، چنانچہ وہ واپس گیا اور نماز پڑھی۔ پھر آیا اور نبی کریم ﷺ کو سلام کیا یہاں تک کہ اس نے اسی طرح تین مرتبہ کیا۔" (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ المسیء: صلوتہ: نماز خراب کرنے والا۔ اساء اساءۃ: خراب کرنا، بگاڑنا۔ المسیء، فاعل۔

تشریح: ثُمَّ جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فَسَلَّمَ عَلَيْهِ فَرَدَّعَلَيْهِ السَّلَامَ: نماز پڑھی پھر آپ ﷺ کے پاس آیا آپ ﷺ کو سلام کیا۔

دوسری روایت میں آتا ہے "ثم جاء الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فسلم علیہ فقال رسول اللہ وعلیک السلام".

فَارْجِعْ فَصَلِّ: جاؤ پھر نماز پڑھو۔ اس بات سے علامہ نووی اس بات کو ثابت کر رہے ہیں کہ تھوڑے تھوڑے وقفہ سے بار بار سلام کرنے کا اثبات ہو رہا ہے کہ اس صحابی نے تھوڑے تھوڑے وقفہ سے تین بار سلام کیا۔ **فانک لم تصل** تم نے نماز نہیں پڑھی۔ علماء فرماتے ہیں ممکن ہے کہ واجبات نماز میں سے کچھ چھوٹ رہا ہوگا اس لئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم نے نماز نہیں پڑھی۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخارى كتاب الاذان وابواب متعددة وصحيح مسلم كتاب الصلاة (باب وجوب قرأة الفاتحة فى كل ركعة). و ابوداؤد والنسائى وابن ماجه و الترمذى و ابن حبان ۱۸۹۰ و هكذا فى البيهقى ۱۲۲/۲۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

جب بھی ملاقات ہو سلام کرے اگرچہ درخت یا دیوار کے حائل ہونے کے بعد ہی کیوں نہ ہو

(۸۶۰) ﴿وَعَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِذَا لَقِيَ اَحَدُكُمْ اَخَاهُ، فَلْيُسَلِّمْ عَلَيْهِ، فَإِنْ حَالَتْ بَيْنَهُمَا شَجَرَةٌ أَوْجِدَارٌ أَوْحَجَرٌ، ثُمَّ لَقِيَهُ فَلْيُسَلِّمْ عَلَيْهِ" (رواه ابوداؤد)

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی سے ملے تو اس کو سلام کرے۔ پس اگر اس کے درمیان کوئی درخت یا دیوار یا پتھر حائل ہو جائے پھر اس سے ملاقات ہو تو پھر وہ سلام کرے۔" (ابوداؤد)

لغات: ❖ حالت: حال (ن) حولاً وحؤلا. الشيء حولا وحؤلا وحيلولة: درمیان میں حائل ہونا۔ حائل: بیچ میں

آنے والا، روک، آڑ، مانع ج حوائل۔

تشریح: حدیث بالا کی طرح حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی بھی روایت ہے کہ آپ ﷺ کے اصحاب چلتے اور درخت حائل ہوجاتا جس کی وجہ سے دونوں جانب بٹ جاتے، کوئی دائیں کوئی بائیں پھر جب باہم ملتے تو ایک دوسرے کو سلام کرتے۔ (۱)

مطلب یہ ہے کہ اتنے معمولی وقفہ کے بعد بھی جب ملاقات ہو تو سلام کرنا دوبارہ مستحب ہے چہ جائیکہ جب زیادہ عرصہ درمیان میں گزر جائے۔ علماء فرماتے ہیں سلام تو ایک دعا ہے یہ جس قدر زیادہ ہو اتنا ہی بہتر اور باعث ثواب ہے۔ (۲)

تخریج حدیث: أخرجه سنن ابی داؤد کتاب الادب (باب فی الرجل یفارق الرجل ثم یلقاه یسلم علیه) واسناده صحیح.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) ترغیب ۴۲۸ وہکذا فی الادب المفرد ۲۹۸

(۲) شمائل کبری ۳/ ۴۴۵

---

(۱۳۵) بَابُ اِسْتِحْبَابِ السَّلَامِ اِذَا دَخَلَ بَیْتَهٗ

اپنے گھر میں بھی داخل ہوتے وقت سلام مستحب ہونے کا بیان

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُیُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰی اَنْفُسِکُمْ تَحِیَّةً مِنْ عِنْدِاللّٰهِ مُبٰرَکَةً طَیِّبَةً﴾ (۱)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ”پس جب تم گھروں میں داخل ہونے لگو تو اپنے (گھر والوں) کو سلام کرو، یہ اللہ کی طرف سے مبارک اور پاکیزہ تحفہ ہے۔“

تشریح: آیت بالا کا مفہوم و مطلب باب نمبر ”۱۳۱ فضل السلام والامر بافشائه“ میں آیت نمبر ۲۶۹ میں گزر چکی ہے۔

گھر پر آنے کے بعد سلام کرنے سے گھر میں برکت ہوتی ہے

(۸۶۱) ﴿وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: ”یَابُنَیَّ اِذَا دَخَلْتَ عَلٰی اَهْلِکَ فَسَلِّمْ یَکُنْ بَرَکَةً عَلَیْکَ وَعَلٰی اَهْلِ بَیْتِکَ“﴾ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ)

ترجمہ: ”حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھ سے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے بیٹے! جب تم اپنے گھر والوں کے پاس جاؤ تو سلام کرو، اس سے تم پر اور تمہارے گھر والوں پر برکت ہوگی۔“ (ترمذی، اور امام ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن صحیح ہے)

لغات: ❖فسلم: سلمه و سلم عليه. السلام عليك کہنا۔ سلم له. حوالہ کرنا۔ مجرد باب سمع سے مستعمل ہے۔

تشریح: ایک دوسری روایت میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم اپنے گھر والوں میں داخل ہو تو اہل خانہ کو سلام کرو۔ جب تم سلام کرو گے تو شیطان تمہارے گھر میں داخل نہ ہوگا (1) یہی مضمون کئی اور صحابہ سے بھی مروی ہے۔ علماء فرماتے ہیں جس چیز پر اور جس کام کے وقت اللہ کا نام لے لیا جاتا ہے تو شیطان کے تصرف سے وہ چیز محفوظ ہو جاتی ہے جب گھر میں داخل ہونے کے وقت اللہ کا نام لے لیا جائے گا تو شیطان اس کے ساتھ گھر میں داخل نہ ہو سکے گا۔ نیز جیسے کہ پہلے بھی ذکر ہوا کہ سلام تو سلامتی کی دعا دینا ہے تو اپنے گھر والے تو اس کے زیادہ مستحق ہیں کہ ان کو یہ دعا دی جائے۔

تخریج حدیث: أخرجه سنن الترمذی ابواب الاستئذان (باب ما جاء في التسليم اذا دخل بيته)

نوٹ: راوی حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۱۵) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱۳۶) بَابُ السَّلَامِ عَلَى الصِّبْيَانِ

بچوں کو سلام کرنے کا بیان

آپ ﷺ کی انکساری وشفقت

(۸۶۲) ﴿عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ مَرَّ عَلٰى صِبْيَانٍ، فَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ، وَقَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُهُ.﴾ (متفق عليه)

ترجمہ: ”حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بچوں کے پاس سے گزرے تو انہیں سلام کیا اور فرمایا: آپ ﷺ بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے۔“ (بخاری ومسلم)

لغات: ❖مر: مر (ن) مراً ومروراً وممراً: گزرنا، جانا۔ مر و مر به و مر عليه: گزرنا۔

تشریح: علماء فرماتے ہیں بچوں کو سلام کرنے میں تواضع وانکساری کا اظہار ہے دوسرا یہ کہ اس سے آپ ﷺ کی بچوں سے محبت کا بھی پتہ چلتا ہے جس سے آپ ﷺ کے اخلاق کا بھی پتہ چلتا ہے۔

نیز علماء نے فرمایا ہے اس سے بچوں کو سلام کرنے کی تعلیم بھی دینی ہے تاکہ وہ بھی اس کے عادی ہوجائیں اسی وجہ سے امام بخاری نے اپنی کتاب میں "باب التسلیم علی الصبیان" باب قائم کرکے اس کی طرف اشارہ بھی فرمایا ہے۔ حاشیہ ابن سنی میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ اگر لڑکا ابھی بالغ نہیں ہوا مگر خوب رو ہے فتنہ کا اندیشہ ہے تو اب ایسے لڑکے کو سلام کرنا ممنوع ہوگا۔ (۱)

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخارى كتاب الاستئذان (باب التسليم على الصبيان) و صحيح مسلم كتاب السلام (باب استحباب السلام على الصبيان) و ابوداؤد و ابن ماجه و ابن حبان ٤٥٩ و هكذا فى الدارمى ٢/٢٧٦۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۱۵) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) حاشیہ ابن سنی ص: ۹۸۸

(۱۳۷) بَابُ سَلَامِ الرَّجُلِ عَلٰى زَوْجَتِهٖ وَالْمَرْأَةِ مِنْ مَحَارِمِهٖ وَعَلٰى أَجْنَبِيَّةٍ وَأَجْنَبِيَّاتٍ لَايَخَافُ الْفِتْنَةَ بِهِنَّ، وَسَلَامُهُنَّ بِهٰذَا الشَّرْطِ

آدمی کا اپنی بیوی کو، اپنی محرم عورتوں کو اور اجنبی عورتوں پر سلام کرنے کے جائز ہونے کا بیان جب کہ ان پر سلام کرنے سے فتنہ کا خوف نہ ہو اور بشرط مذکور عورتوں کے سلام کرنے کا بیان

ایک بوڑھی عورت جمعہ کے دن صحابہ کو چقندر پکا کر کھلاتی تھیں

(۸۶۳) ﴿عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَتْ فِينَا امْرَأَةٌ وَفِي رِوَايَةٍ: كَانَتْ لَنَا عَجُوزٌ تَأْخُذُ مِنْ أُصُولِ السِّلْقِ فَتَطْرَحُهُ فِي الْقِدْرِ، وَتُكَرْكِرُ حَبَّاتٍ مِنْ شَعِيرٍ، فَإِذَا صَلَّيْنَا الْجُمُعَةَ وَانْصَرَفْنَا، نُسَلِّمُ عَلَيْهَا، فَتُقَدِّمُهُ إِلَيْنَا.﴾ (رواه البخارى).

قوله: "تُكَرْكِرُ" اى: تَطْحَنُ.

ترجمہ: "حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمارے محلے میں ایک عورت تھی اور ایک روایت

میں ہے کہ وہ بوڑھی عورت تھی۔ وہ چقندر کی جڑیں لیتی اور ان کو ہانڈی میں ڈال کر پکاتی اور پھر اس میں جو کے دانوں کو پیس کر ڈالتی۔ جب ہم جمعہ کی نماز پڑھ کر واپس آتے اسے سلام کرتے تو وہ یہ کھانا ہمارے سامنے پیش کرتی۔
''تُکَرْکِرُ'' بمعنی: پیستی تھی۔''

لغات: ❖ السلق: چقندر: پانی بہنے کی جگہ، بھیڑیا جمع سُلقان وسِلقان. سلق (ن) سلقا. البیض أوالبقل: انڈے یا سبزی ابالنا۔ فتطرحه: طرح (ف) طرحاً. الشیء و بالشیء: پھینک دینا۔ عنه: ڈالدینا اور دور کردینا۔ تکرکر: کرکر. کرکرة. الشیء: بار بار اعادہ کرنا۔ الحب: دانہ پیسنا۔

تشریح: کَانَتْ لَنَا عَجُوْزٌ: ایک بوڑھی عورت تھی۔ جوان عورتوں کو سلام کرنا تو بالاتفاق ناجائز ہے۔ ہاں بوڑھی عورت جس سے فتنے کا خوف نہ ہو تو اس کو سلام کر بھی سکتے ہیں اور اس کے سلام کا جواب بھی دے سکتے ہیں، مگر افضل یہی صورت ہوگی کہ بوڑھی عورت کو بھی اس زمانے میں سلام نہ کیا جائے۔ (۱)

تَأْخُذُ مِنْ اُصُوْلِ السِّلْقِ: چقندر کی جڑیں لیتی۔ علماء فرماتے ہیں صحابہ کی عادت جمعہ کے دن نماز جمعہ کے بعد کھانے کی تھی، جمعہ سے پہلے جمعہ کی تیاری کا اہتمام کرتے تھے۔ حدیث بالا سے بھی اس مسئلہ کے بارے میں اشارہ معلوم ہوتا ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه صحیح بخاری کتاب الجمعة (باب القائلة بعد الجمعة) و کتاب الحرث و کتاب الاطعمة و کتاب الاستئذان وابوداؤد والترمذی وابن حبان ۵۳۰۷ ومصنف بن ابی شیبه ۱۰۶/۲ و ابن ماجه و هکذا فی البیهقی ۲۴۱/۳۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۱۷۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔
(۱) روضۃ المتقین ۳۸۹/۲

حضرت ام ہانی نے آپ ﷺ کو سلام کیا

(۸۶۴) ﴿وَعَنْ أُمِّ هَانِئٍ فَاخِتَةَ بِنْتِ اَبِیْ طَالِبٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: أَتَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَوْمَ الْفَتْحِ وَهُوَ یَغْتَسِلُ، وَفَاطِمَةُ تَسْتُرُهُ بِثَوْبٍ، فَسَلَّمْتُ وَذَکَرَتِ الْحَدِیْثَ.﴾ (رواه مسلم)

ترجمہ: ''حضرت ام ہانی (فاختہ بنت ابی طالب) سے روایت ہے کہ وہ فتح مکہ والے دن نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور آپ ﷺ غسل فرما رہے تھے اور حضرت فاطمہ آپ ﷺ کو کپڑے سے پردہ کئے ہوئی تھیں۔ پس میں نے سلام کیا اور پھر آگے لمبی حدیث کو بیان کیا۔'' (مسلم)

لغات: ❖ تستره: ستر (ن ض) ستراً وستراً وستر. الشیء: کسی چیز کو چھپانا، ڈھانکنا۔ تستر و استتر و انستر:

چھپنا، ڈھک جانا۔ السِّتر : پردہ، خوف، حیا جمع ستور و استار السَّتَر : ڈھال۔

تشریح: اُمّ ھَانِئ: یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بہن تھی۔ علماء فرماتے ہیں کہ اپنی والدہ، بہن، چچی، پھوپھی اور محارم رشتہ داروں کو سلام کرنے کی آدمی کو اجازت ہے مگر قریبی رشتہ داروں میں چچا کی لڑکی، ماموں، پھوپھی کی لڑکی کو سلام کرنے کی اجازت نہیں ہے [1] یہاں پر ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ ﷺ کو سلام کیا یہ آپ ﷺ کی خصوصیت ہے اور ام ہانی آپ ﷺ کی چچازاد بہن تھیں۔

وَھُوَ یَغْتَسِلُ: آپ غسل فرما رہے تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے بقدر ضرورت غسل کرتے ہوئے بات کرنے کی اجازت ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه صحیح مسلم كتاب الطهارة (باب تستر المغتسل بثوب و نحوه) واحمد ۱۰/ ۲۶۹۶۲ واخرجه مالک فی مؤطئه.

راویہ حدیث حضرت اُم ہانی رضی اللہ عنہا کے مختصر حالات:

نام: فاختہ، ام ہانی کنیت، والد کا نام ابوطالب، والدہ کا نام فاطمہ بنت اسد تھا، یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حقیقی بہن ہیں۔

نکاح: ہبیرہ بن عمرو مخزومی سے نکاح ہوا۔ فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئیں مگر ان کا شوہر ہبیرہ نجران بھاگ گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کو بڑی عقیدت تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن ان کے گھر تشریف لے گئے اور شربت نوش فرمایا۔ اس کے بعد اس میں سے ان کو بھی دیا انہوں نے کہا کہ میرا روزہ ہے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جھوٹا واپس کرنا نہیں چاہتی تھیں (مسند احمد ۶/۳۴۱)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ فرمایا: ام ہانی بکری لے لو یہ بڑی خیر و برکت والی چیز ہے۔

وفات: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں انتقال ہوا۔

مرویات: ان سے ۴۶ احادیث منقول ہیں۔ مزید حالات کیلئے ملاحظہ فرمائیں:

مسند احمد: ۶/ ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳ وغیرہ تہذیب التہذیب، سیر اعلام النبلاء وغیرہ۔

---

(۱) حاشیہ بخاری ۲/۹۲۳

آپ ﷺ نے عورتوں کی جماعت کو سلام کیا

(۸۶۵) ﴿وَعَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ یَزِیْدَرَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَاقَالَتْ: "مَرَّعَلَیْنَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ نِسْوَةٍ فَسَلَّمَ عَلَیْنَا"﴾ (رواه ابوداؤد والترمذی وقال: حدیثٌ حَسَنٌ، وَهٰذَ الفظ أبی داؤد)

ولفظ الترمذی: ﴿اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَرَّفِی الْمَسْجِدِ یَوْمًا، وَعُصْبَةٌ مِنَ النِّسَاءِ قُعُوْدٌ، فَأَلْوَی بِیَدِهٖ بِالتَّسْلِیْمِ﴾

ترجمہ: "حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ کا ہم چند عورتوں کے پاس سے گزر ہوا تو آپ ﷺ نے ہمیں سلام کیا (ابوداؤد، ترمذی اور یہ حدیث حسن ہے) اور یہ الفاظ ابوداؤد کے ہیں۔

اور ترمذی کے الفاظ میں اس طرح ہے آپ ﷺ ایک دن مسجد سے گزرے وہاں عورتیں بیٹھی ہوئی تھیں تو آپ ﷺ نے ان کو ہاتھ کے اشارہ کے ساتھ سلام کیا۔"

لغات: ❖ فی نسوۃ: عورتیں اس کا مفرد نہیں ہے۔ امرأۃ کی جمع ہے خلاف قیاس۔ نِسوۃ ونُسوۃ والنساء والنِّسوان والنِّسُون والنِّسْنِین. عورتیں (یہ سب الفاظ مرأۃ کی جمع ہیں)

تشریح: **عورتوں کو سلام کرنے کا مسئلہ**

مَرَّعَلَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: آپ ﷺ ہمارے پاس سے گزرے اور سلام کیا۔ علماء فرماتے ہیں عورتوں کو سلام کرنا اجنبی مرد کے لئے جائز نہیں۔ یہاں پر آپ ﷺ نے جو سلام کیا یہ آپ ﷺ کی ذات اقدس کے ساتھ مخصوص تھا کیونکہ سلام کرنے میں جو فتنہ وشر کا عام آدمی کو خطرہ ہوتا ہے اس سے آپ ﷺ مامون تھے۔ مگر باقی اور کسی کے لئے جائز نہیں کہ وہ سلام کرے بلکہ علماء فرماتے ہیں کہ اگر فتنہ وشر میں مبتلا ہونے کا خوف بھی نہ ہو تب بھی سلام کرنا جائز نہیں (۱) ہاں! بوڑھی عورتوں کو جن کی طرف بالکل توجہ ہی نہیں ہوتی ان کو سلام کرنے کی گنجائش ہے۔ (۲)

تخریج حدیث: أخرجه سنن ابی داؤد کتاب الادب (باب السلام علی النساء) و سنن الترمذی ابواب الاستئذان (باب ما جاء فی التسلیم علی النساء).

نوٹ: راویہ حدیث حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۵۲۲) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) مظاہر حق ۳۵۴/۴ و ہکذا فی مرقاۃ ۵۶/۹ (۲) شامی ۳۶۹/۶

---

(۱۳۸) بَابُ تَحْرِيْمِ اِبْتِدَائِنَا الْكُفَّارَ بِالسَّلَامِ وَكَيْفِيَةِ الرَّدِّ عَلَيْهِمْ وَ اِسْتِحْبَابِ السَّلَامِ عَلَى اَهْلِ مَجْلِسٍ فِيْهِمْ مُسْلِمُوْنَ وَكُفَّارٌ

کافر کو سلام میں پہل کرنے کے حرام ہونے اور ان کو سلام کا جواب دینے کا طریقہ، اور مجلس میں مسلمان اور کافر موجود ہوں تو ان کو سلام کہنے کے مستحب ہونے کے بیان میں

غیر مسلم کو سلام کرنے کا مسئلہ

(۸۶۶) ﴿عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَا تَبْدَؤُا الْيَهُوْدَ

وَلاَ النَّصَارَی بِالسَّلاَمِ، فَاِذَا لَقِیْتُمْ اَحَدَھُمْ فِیْ طَرِیْقٍ فَاضْطَرُّوْہُ اِلٰی أَضْیَقِہٖ"﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہود و نصاریٰ کو سلام کرنے میں پہل مت کرو جب تم ان سے کسی راستے میں ملو تو ان کو راستے کے تنگ حصے پر چلنے پر مجبور کرو۔"

لغات: ❖ فاضطرھم: اضطرہ. الی کذا: محتاج کرنا، مجبور کرنا۔ ضر (ن) ضَراً و ضُراً. فلانا و لفلان: نقصان دینا۔ ہ الی کذا: مجبور کرنا۔ اضطرار، مجبور کرنا، مجبوری۔

تشریح: غیر مسلم کو ابتداء بالسلام کیوں منع ہے؟

لَا تَبْدَؤُا الْیَھُوْدَ وَلاَ النَّصَارَی بِالسَّلاَمِ: یہود و نصاریٰ کو سلام کرنے میں پہل مت کرو۔ ان کو ابتداء سلام کرنا منع ہے کیونکہ سلام میں پہل کرنا یہ درحقیقت اسلامی تہذیب کا بخشا ہوا ایک اعزاز ہے جس کے غیر مسلم مستحق نہیں اس کے مستحق مسلمان ہی ہیں۔ یا یہ کہ سلام کرنا ایک اکرام و احترام کی علامت ہے اور غیر مسلم اس اکرام و احترام کے مستحق نہیں۔ (۱)

بعض علماء فرماتے ہیں سلام میں پہل کرنا یہ الفت و محبت کو پیدا کرتا ہے اور غیر مسلموں سے الفت و محبت کرنے کو تو اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔ "لَا تَجِدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَآدُّوْنَ مَنْ حَادَّ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ" ترجمہ: آپ ایسی کسی قوم کو نہیں پائیں گے جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہو وہ ان لوگوں سے دوستی رکھتے ہوں جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں۔ اب سوال یہ ہوتا ہے کہ اگر یہ غیر مسلم ابتداء بالسلام کریں تو پھر کیا جواب دیا جائے؟ تو علماء فرماتے ہیں کہ اس صورت میں ان کو صرف "وعلیکم" کہہ دیا جائے یا "یھدیکم اللہ" کہنا چاہئے۔ (۲)

فَاضْطَرُّوْہُ اِلٰی اَضْیَقِہٖ: ان کو تنگ ترین راستے پر چلنے پر مجبور کرو۔ مطلب یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ جو دین اسلام کے دشمن ہیں جو اسلام کو بدنام کرنا چاہتے ہیں تو اب ایسے لوگ راستہ میں ملیں تو ان پر اتنا دباؤ ڈالا جائے کہ وہ نیچے ہو کر گزرنے پر مجبور ہوں تا کہ اسلام کی عظمت و شوکت اور مسلمانوں کا دبدبہ ظاہر ہو۔ (۳)

تخریج حدیث: أخرجہ صحیح مسلم کتاب السلام (باب النھی عن ابتداء اھل الکتاب بالسلام و کیف یرد علیھم)، و احمد ۳/۷۶۲۱ و الترمذی و ابن حبان ۵۰۰، ۵۰۱ وھکذا فی البیھقی ۲۰۳/۹۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) مظاہر حق: ۳۴۸/۴

(۲) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ

(۳) ایضاً

اہل کتاب کے سلام کے جواب میں صرف "وعلیکم" کہنا چاہئے

(۸۶۷) ﴿وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اِذَاسَلَّمَ عَلَيْكُمْ اَهْلُ الْكِتَابِ فَقُوْلُوْا: وَعَلَيْكُمْ"﴾ (متفق عليه)

ترجمہ: "حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تمہیں اہل کتاب سلام کریں تو تم 'وعلیکم' کہا کرو۔"

لغات: ❖ اهل الكتاب: آسمانی کتابوں والے۔ یہود ونصاریٰ۔ الاهل: کنبہ۔ رشتہ دار جمع اهلون واهال و آهال اهل (ن ض) اَهلا و اُهولا. الرجل: شادی ہونا۔ امرأةً: نکاح کرنا۔

تشریح: اہل کتاب کے سلام میں صرف "وعلیکم" کہنے کی وجہ

علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں غیر مسلم کے سلام کا جواب دینا ہے مگر "وعلیکم" کے ساتھ [1] بعض روایات میں "علیکم" بغیر واو کے بھی آتا ہے [2] اور محدثین کی رائے یہ ہے کہ اگر بغیر واو کے "علیکم" کہا جائے تو زیادہ اچھا ہے تا کہ اس چیز میں مشارکت لازم نہ آئے جو ان کی زبان سے ادا ہوتی ہے (کیونکہ غیر مسلم "سام علیکم" کہتے تھے یعنی تم پر موت ہو)

بعض علماء فرماتے ہیں "واو" کے ساتھ کہنے میں حرج نہیں (کیونکہ غیر مسلم "سام علیکم" کہتے تھے یعنی تم پر موت آئے) کیونکہ جس چیز میں مشارکت لازم آئے گی وہ موت ہے اور موت تو سب کو آنے والی ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہاں پر واو مشارکت کے لئے نہیں بلکہ استیناف کے لئے ہے تو اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ "وعلیکم ماتستحقونه من الذم" کہ تم پر وہ برائی ہو جس کے تم مستحق ہو۔ [3]

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخاری كتاب الاستيذان (باب كيف يردعلى اهل الذمة بالسلام؟) وصحيح مسلم كتاب السلام (باب النهى عن ابتداء اهل الكتاب بالسلام) وابوداؤد و الترمذی و ابن حبان ٥٠٣ و احمد ١١٩٤٨/٤ وابن ماجه.

نوٹ: راوی حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۱۵) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) شرح مسلم (۲) دارقطنی (۳) مظاہر حق ۳۴۹/۴

مسلم و غیر مسلم کی مشترکہ مجلس میں سلام کا طریقہ

(۸۶۸) ﴿وَعَنْ اُسَامَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّعَلٰى مَجْلِسٍ فِيْهِ اَخْلَاطٌ مِنَ

الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُشْرِكِيْنَ عَبَدَةِ الْاَوْثَانِ وَالْيَهُوْدِفَسَلَّمَ عَلَيْهِمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ﴾ (متفق عليه)

ترجمہ: ''حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کا گزر ایک ایسی مجلس پر ہوا جس میں مسلمان، مشرک، بت پرست اور یہود سب ملے جلے موجود تھے، پس آپ ﷺ نے ان کو سلام کیا۔''

(بخاری ومسلم)

لغات: ❖ اخلاط: ملی جلی قسمیں خلط (ض) خلطاً وخلط. الشيء بالشيء: ملانا۔

تشریح: علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کوئی مسلمان کسی ایسی جماعت کے پاس سے گزرے جس میں کچھ مسلمان بھی ہوں اور کچھ غیر مسلم بھی خواہ مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہو یا کم یہاں تک کہ ایک ہی ہو تو اس صورت میں مسلمان کی نیت کر کے پوری جماعت کو سلام کیا جا سکتا ہے۔ کہنے میں تو یہ "السلام علیکم" کہے مگر نیت صرف اس مسلمان کی کرے۔ یا بعض علماء فرماتے ہیں ایسی جگہ پر "السلام علی من اتبع الھدی" کہے۔ نیز اگر کسی غیر مسلم کو خط لکھا جائے تو اس خط میں بھی "السلام علیکم" کی جگہ پر "سلام علی من اتبع الھدی" ہی لکھے۔ اسی طرح آپ ﷺ نے بھی ہرقل (روم کے بادشاہ) کو بھی یہی الفاظ لکھوائے تھے۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخاری كتاب الاستيذان (باب التسليم على مجلس فيه اخلاط) و صحيح مسلم كتاب الجهاد والسير (باب فی دعاء النبی صلی الله عليه وسلم وصبره على اذى المنافقين) و الترمذی و ابن حبان ٦٥٨١۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۲۹) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(١٣٩) بَابُ اِسْتِحْبَابِ السَّلَامِ اِذَاقَامَ مِنَ الْمَجْلِسِ وَفَارَقَ جُلَسَاءَهُ اَوْجَلِيْسَهُ

مجلس سے کھڑے ہوتے وقت اور اپنے ساتھیوں یا ساتھی سے جدا ہوتے وقت سلام کے مستحب ہونے کا بیان

مجلس سے واپسی پر سلام کرنا چاہئے

(٨٦٩) ﴿عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اِذَا انْتَهٰى اَحَدُكُمْ اِلَى الْمَجْلِسِ فَلْيُسَلِّمْ، فَاِذَا اَرَادَ اَنْ يَقُوْمَ فَلْيُسَلِّمْ، فَلَيْسَتِ الْاُوْلٰى بِاَحَقَّ مِنَ الْاٰخِرَةِ"﴾ (رواه

ابو داؤد والترمذی وقال: حدیث حسن)

ترجمہ: ”حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص مجلس میں پہنچے تو سلام کرے اور جب اٹھ کر جانے لگے تب بھی سلام کرے اس لئے کہ پہلا سلام دوسرے سلام سے زیادہ بہتر نہیں ہے۔“ (ابوداود، ترمذی۔ امام ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن درجے کی ہے)

لغات: ❖أراد: اراد ارادة. خواہش کرنا۔ چاہنا، راغب ہونا۔ راد یرود روداً و ریاداً. الشیء: طلب کرنا۔

تشریح: فَاِذَا اَرَادَ اَنْ یَقُوْمَ فَلْیُسَلِّمْ اور جب اٹھ کر جانے لگے تب بھی سلام کرے۔ مطلب یہ ہے کہ جب مجلس میں بیٹھنے کے بعد وہاں سے واپس آنے کے لئے کھڑا ہو۔ یا بعض علماء کے نزدیک یہ بات مطلقاً ہے کہ جب وہاں سے چلنے کا ارادہ ہو خواہ مجلس میں بیٹھا ہو یا نہ بیٹھا ہو تو سلام کرے اور یہ سلام کرنا بھی سنت ہے جیسے کہ ابتداءِ سلام کرنا سنت تھا اسی طرح ابتدائی سلام ہو یا رخصت والا سلام ہو دونوں کا جواب دینا بھی واجب ہے، مگر بعض علماء نے کہا ہے کہ رخصت ہوتے وقت کا سلام اور اس کا جواب مستحب ہے۔ (۱)

تخریج حدیث: اخرجه سنن ابی داؤد. کتاب الادب (باب السلام اذا قام من المجلس) وسنن الترمذی ابواب الإستیذان، (باب ماجاء فی التسلیم عند القیام وعند القعود). واحمد ۳/۷۱۴۵، والبخاری فی الادب المفرد ۱۰۰۷، وابن حبان ٤٩٥، بالفاظ متقاربة.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ (عبدالرحمٰن) رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) مظاہر حق ۴/۳۶۲، مرقاۃ ۹/۶۲ (۲) مرقاۃ شرح مرقاۃ ۹/۶۳

(۱٤٠) بَابُ الْاِسْتِئْذَانِ وَآدَابِهٖ

اجازت طلب کرنے اور اس کے آداب کا بیان

﴿قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: "یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا لَاتَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ بُیُوْتِکُمْ حَتّٰی تَسْتَأْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰی اَهْلِهَا﴾ (سورۃ نور: ۲۷)

”اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: اے ایمان والو! تم اپنے گھروں کے علاوہ دوسرے گھروں میں اس وقت تک داخل نہ ہو جب تک اجازت نہ لے لو اور گھر والوں کو سلام نہ کرلو۔“

آیت بالا کا مفہوم و مطلب ”باب نمبر ۱۳۱ فضل السلام والامر بافشائه“ میں گزر چکا ہے۔

بچے جب بلوغت کو پہنچ جائیں تو وہ بھی اجازت لے کر گھر میں داخل ہوں

﴿وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: وَاِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَاْذِنُوْا كَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ﴾
(سورۃ نور: ۵۹)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ''اور جب تمہارے بچے بلوغت کو پہنچ جائیں تو وہ اسی طرح اجازت طلب کریں جیسے ان سے پہلے لوگ اجازت مانگتے تھے۔''

تشریح: محارم سے اجازت طلب کرنا مستحب ہے

آیت کریمہ میں بچوں کو تعلیم دی جارہی ہے کہ جب وہ بالغ ہوجائیں یا بالغ ہونے کے قریب ہوں تو وہ اجازت لے کر اندر داخل ہوا کریں جیسے کہ بالغ اور بڑے لوگ اجازت لے کر آتے ہیں۔ علماء فرماتے ہیں آیت بالا کا تعلق محارم اور اقارب کے ساتھ ہے جو عموماً ایک گھر میں رہتے ہیں ان کا گھر کی عورتوں سے پردہ نہیں تو ان کے لئے حکم ہے کہ وہ بھی اجازت لے کر آئیں اور یہ اجازت لینا ان پر واجب نہیں بلکہ مستحب ہے یا کم ازکم قدموں کی آہٹ کو ذرا تیز کر کے یا کھانس کھنکار کر گھر میں داخل ہوں اور اس کو بالکل ترک کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔ (۱)

---

(۱) معارف القرآن ۶/۴۴۴

اجازت تین بار طلب کرے

(۸۷۰) ﴿وَعَنْ اَبِیْ مُوْسَى الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ''اَلْاِسْتِئْذَانُ ثَلَاثٌ، فَاِنْ اُذِنَ لَکَ وَاِلَّا فَارْجِعْ''﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اجازت طلب کرنا تین بار ہے، پس اگر اجازت مل جائے (تو اندر چلے جائیں) ورنہ واپس لوٹ جائیں۔'' (بخاری و مسلم)

لغات: ❖ الاستیذان: اجازت چاہنا۔ استأذن، ہ: اجازت طلب کرنا۔ علیه. اندر آنے کی جازت مانگنا۔ الاذن: اجازت، علم۔ کہا جاتا ہے ''فعله باذنی'' اس نے اس کو میرے دانستگی میں کیا۔

تشریح: حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ تین مرتبہ اجازت طلب کی جائے اگر اجازت مل جائے تو صحیح ورنہ واپس لوٹ جائے۔ ایک واقعہ حضرت عمر اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما کے درمیان پیش آیا اور پھر حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے یہ روایت سنائی جس کا پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو علم نہیں تھا، وہ واقعہ بخاری اور مسلم دونوں میں موجود ہے۔

راوی حدیث حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ ہمارے پاس آئے اور کہنے لگے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے میرے پاس ایک آدمی کو بھیج کر مجھ کو بلوایا ہے اور جب میں ان کے دروازے پر پہنچا۔ میں نے تین بار سلام کیا تو مجھ کو سلام کا جواب نہیں ملا میں واپس چلا آیا پھر بعد میں ملاقات ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے پوچھا کہ میرے پاس آنے سے تم کو کس نے روکا؟ میں نے کہا میں تو آیا تھا اور آپ کے دروازے پر کھڑے ہو کر میں نے تین مرتبہ سلام کیا لیکن آپ نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا لہٰذا میں واپس آ گیا کیونکہ آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا تھا کہ جب تم میں سے کوئی شخص کسی کے گھر جائے اور دروازے پر کھڑے ہو کر تین بار اجازت طلب کرے اس کو اجازت مل جائے تو صحیح ورنہ واپس چلا آئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس حدیث پر گواہ مانگا تو حضرت ابوسعید خدری نے گواہی دی کہ اسی طرح آپ نے ارشاد فرمایا تھا۔ (۱)

تین مرتبہ اجازت لینے کی حکمت

بعض علماء نے تین مرتبہ سلام میں یہ حکمت لکھی ہے کہ ایک بار سلام کرنے میں اہل خانہ اس شخص کو پہچانیں گے کہ یہ کون شخص ہے، دوسری بار سلام سن کر وہ سوچیں گے کہ اس کو اندر آنے کی اجازت دینی ہے یا نہیں، تیسری بار سلام سننے کے بعد اس کو اجازت دیں گے۔ (۲)

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخارى كتاب الاستيذان (باب التسليم والاستيذان ثلاثا) وصحيح مسلم اول كتاب الاستيذان ومالك فى مؤطئه واحمد ۱۱۰۲۹/۴ وابن حبان ۵۸۱۰ وهكذا فى البيهقى ۳۳۹/۸۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۸) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) بخاری و مسلم

(۲) مظاہر حق ۴/ ۳۶۹

اجازت لینا اس لئے ہے کہ نامحرم پر نظر نہ پڑے

(۸۷۱) ﴿وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اِنَّمَا جُعِلَ الْاِسْتِئْذَانُ مِنْ اَجْلِ الْبَصَرِ"﴾ (متفق عليه)

ترجمہ: "حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اجازت کا طلب کرنا اس لئے مقرر کیا گیا ہے کہ نامحرم پر نظر نہ پڑے۔" (بخاری و مسلم)

لغات: ❖ البصر: دیکھنے کی قوت آنکھ۔ علم جمع ابصار. بصر (ک) بصر (س) بصراً وبصارة. ہ وبہ: جاننا دیکھنا۔

تشریح: انسان اپنے گھر میں مختلف کاموں میں مصروف رہتا ہے اور بسا اوقات وہ یہ پسند بھی نہیں کرتا کہ میرے اس کام پر

دوسرے لوگ مطلع ہوں اور علاوہ ازیں گھر میں عورتیں بھی اپنے کام کاج میں لگی رہتی ہیں۔ اگر کسی گھر کے اندر داخل ہوتے وقت اجازت طلب کرنا ضروری نہ ہوتا تو پردہ دری ہونے کے ساتھ نامحرم عورتوں پر بھی نظر پڑتی اور نظر تو شیطان کے تیروں میں سے تیر ہے۔ ان قباحتوں کے سد باب کے لئے شریعت نے اجازت لینے کو لازم قرار دیا۔

تخريج حديث: أخرجه صحيح بخارى كتاب الاستيذان (باب الاستيذان من أجل البصر) و صحيح مسلم كتاب الاستيذان (باب تحريم النظر فى بيت غيره) واحمد ۲۲۸۶۶/۸، و الترمذى والنسائى وابن حبان ۵۸۰۹ والبخارى فى الادب المفرد ۱۰۷۰ و هكذا فى البيهقى ۳۳۸/۸۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۱۷۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

اجازت لینے کا صحیح طریقہ

(۸۷۲) ﴿وَعَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ قَالَ: حَدَّثَنَا رَجُلٌ مِنْ بَنِيْ عَامِرٍ اِسْتَأْذَنَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِيْ بَيْتٍ فَقَالَ: أَأَلِجُ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِخَادِمِهِ: "اُخْرُجْ اِلٰى هٰذَا فَعَلِّمْهُ الْاِسْتِئْذَانَ فَقُلْ لَهُ: قُلْ: اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ، أَأَدْخُلُ؟" فَسَمِعَهُ الرَّجُلُ فَقَالَ: اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ، أَأَدْخُلُ؟ فَأَذِنَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَخَلَ"﴾ (رواه ابو داؤد باسناد صحيح)

ترجمہ: ''حضرت ربعی بن حراش بیان کرتے ہیں کہ ہمیں بنو عامر قبیلے کے ایک آدمی نے بتلایا کہ اس نے نبی کریم ﷺ سے اجازت طلب کی جب کہ آپ گھر کے اندر موجود تھے۔ اس نے کہا کیا میں داخل ہو جاؤں؟ آپ ﷺ نے اپنے خادم سے فرمایا: کہ اس شخص کے پاس جاؤ اور اس کو اجازت طلب کرنے کا طریقہ سکھلاؤ اور اس سے کہو کہ ان الفاظ کے ساتھ اجازت مانگو السلام علیکم کیا میں اندر آ جاؤں؟ پس اس آدمی نے سن کر کہا السلام علیکم کیا میں اندر آ جاؤں؟ پس آپ ﷺ نے ان کو اجازت مرحمت فرمائی اور وہ اندر داخل ہوئے۔'' (ابوداؤد نے اسے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے)

لغات: ❖ ألج: ولج يلج ولوجاً ولجة. البيت. وولج الشيء فى غيره: گھر میں داخل ہونا، از باب ضرب۔

تشریح: حدیث بالا میں بھی آپ ﷺ کی شفقت اور محبت کی ایک جھلک ہے کہ آپ ﷺ غلط کام کرنے والے کو نہ ڈانٹتے تھے اور نہ برا بھلا کہتے بلکہ اس کو محبت سے سکھاتے تا کہ آئندہ وہ بھی شریعت کے مطابق عمل کر سکے۔ نیز حدیث بالا سے معلوم ہوا کہ دروازے پر کھڑے ہو کر پہلے سلام کرنا چاہیے پھر اندر جانے کی اجازت طلب کرنا چاہیے یہ مسنون طریقہ ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه سنن ابی داؤد کتاب الادب (باب کیفیة الاستیذان) و اسناده صحیح.

راوی حدیث حضرت ربعی بن حراش کے مختصر حالات:

نام: ربعی، والد کا نام حراش۔ یہ تابعی ہیں اور بڑے تابعیوں میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ علامہ ذہبی فرماتے ہیں کہ یہ کبھی جھوٹ نہیں بولتے تھے۔ (الکاشف)
وفات: ۱۰۰ھ میں ان کا انتقال ہوا، بعض نے اس کے علاوہ سن بتایا ہے۔ (تقریب)

گھر میں داخل ہونے سے پہلے سلام پھر اندر آنے کی اجازت لینا چاہئے

(۸۷۳) ﴿وَعَنْ كِلْدَةَ بْنِ الْحَنْبَلِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَدَخَلْتُ عَلَيْهِ وَلَمْ اُسَلِّمْ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اِرْجِعْ فَقُلِ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَأَدْخُلُ؟"﴾ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ، وَ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ)

ترجمہ: "حضرت کلدہ بن حنبل بیان کرتے ہیں میں نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور سلام کئے بغیر ہی اندر داخل ہوا تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: واپس لوٹ جاؤ اور اس طرح کہو کہ السلام علیکم کیا میں اندر آجاؤں؟" (ابوداؤد، ترمذی اور امام ترمذی نے فرمایا یہ روایت حسن ہے)

لغات: ❖أرجع: رجع (ض) رجوعاً ومرجعاً ومرجعة ورُجعیٰ ورجعانا: واپس آنا، لوٹنا۔

تشریح: حدیث پاک کا مطلب یہ ہے کہ جب آدمی کسی کے گھر وغیرہ میں جائے تو اولا سلام کرے پھر اجازت لے۔ حدیث بالا سے معلوم ہو رہا ہے کہ اگر کوئی بغیر سلام کے داخل ہو جائے تو اس کو واپس کردے اور سلام کے ساتھ داخل ہونے کی تاکید کرے، اس کو سنت کی اہمیت سمجھائے تاکہ وہ ناراض نہ ہو اور جس کو واپس بھیجا جائے وہ بھی ناراض نہ ہو اور اس کو تشدد قرار نہ دے، کیونکہ آپ ﷺ راہ اعتدال پر تھے متشدد نہ تھے۔ (۱)

تخریج حدیث: رواه سنن ابی داؤد کتاب الادب (باب کیفیة الاستئذان) و سنن الترمذی ابواب الاستئذان (باب ما جاء فی التسلیم قبل الاستئذان) واحمد ۵/۱۵۴۲۵ باسناد صحیح.

راوی حدیث حضرت کلدہ بن حنبل کے مختصر حالات:

نام: کلدہ، والد کا نام حنبل ہے۔ یہ خاندان اسلم سے تعلق رکھتے تھے۔ مشہور صحابی صفوان بن امیہ کے اخیافی (ماں شریک) بھائی تھے۔ یہ معمر بن حبیب کے غلام تھے، انہوں نے ان کو سوق عکاظ میں یمن والوں سے خریدا تھا پھر ان کو حلیف بنا کر ان کا نکاح کردیا۔ ہمیشہ مکہ میں ہی رہے۔ محدثین کا خیال ہے کہ مکہ میں ہی ان کا انتقال ہوا۔

(۱) شمائل کبریٰ ۳/۴۴۲

(١٤١) بَابُ بَيَانِ اَنَّ السُّنَّةَ اِذَا قِيلَ لِلْمُسْتَأْذِنِ: مَنْ أَنْتَ؟ اَنْ يَقُولَ: فُلَانٌ، فَيُسَمِّيْ نَفْسَهُ بِمَايُعْرَفُ بِهِ مِنْ اِسْمٍ اَوْ كُنْيَةٍ وَكَرَاهَةِ قَوْلِهِ: "أَنَا" وَنَحْوِهَا

اجازت طلب کرنے والے سے جب پوچھا جائے کہ تم کون ہو؟ تو سنت یہ ہے کہ وہ جس نام یا کنیت سے مشہور ہو وہ بیان کردے اور اس بات کی کراہت کا بیان کہ وہ جواب میں ''میں'' یا اس قسم کے (مہمل) الفاظ کہے

داروغۂ آسمان نے پوچھا کون! جبریل نے فرمایا محمد (ﷺ)

(٨٧٤) ﴿عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِيْ حَدِيْثِهِ الْمَشْهُوْرِ فِي الْاِسْرَاءِ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "ثُمَّ صَعِدَبِيْ جِبْرِيْلُ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا فَاسْتَفْتَحَ، فَقِيْلَ: مَنْ هٰذَا؟ قَالَ: جِبْرِيْلُ، قِيْلَ: وَمَنْ مَعَكَ؟ قَالَ: مُحَمَّدٌ. ثُمَّ صَعِدَ إِلَى السَّمَاءِ الثَّانِيَةِ وَالثَّالِثَةِ وَ الرَّابِعَةِ وَ سَائِرِهِنَّ، وَيُقَالُ فِيْ بَابِ كُلِّ سَمَاءٍ: مَنْ هٰذَا؟ فَيَقُوْلُ: جِبْرِيْلُ"﴾ (متفق عليه)

ترجمہ: ''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ان کی مشہور حدیث اسراء (معراج میں آپ کے جانے کے بارے میں) میں ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: پھر مجھے جبرئیل امین آسمان دنیا پر لے گئے اور پھر دروازہ کھولنے کو کہا تو پوچھا گیا کہ کون ہو؟ کہا کہ جبرئیل، پھر پوچھا گیا تمہارے ساتھ کون ہے؟ انہوں نے کہا محمد ﷺ۔ پھر دوسرے، تیسرے، چوتھے اور باقی آسمانوں پر چڑھے اور ہر آسمان کے دروازے پر پوچھا گیا یہ کون ہیں؟ تو جبرئیل امین جواب میں کہتے: جبرئیل۔'' (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ الاسراء: اسری اسراء: رات میں چلنا۔ السری وا لسریان والسریة (مصادر) رات کا سفر ابن السری: رات کا مسافر۔

تشریح: ثُمَّ صَعِدَ بِيْ جِبْرِيْلُ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا فَاسْتَفْتَحَ: مجھے حضرت جبرئیل آسمان دنیا پر لے گئے اور دروازہ کھولنے کو کہا۔ قاضی عیاض مالکی فرماتے ہیں کہ آسمان پر حقیقتاً دروازے ہیں جس کی حفاظت کے لئے فرشتے مقرر ہیں۔ نیز اس سے

اجازت طلب کرنے کا مسئلہ معلوم ہوتا ہے کہ بغیر اجازت کے نہیں جانا چاہئے۔ [1]

قَالَ مُحَمَّدٌ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ): جبریل نے کہا فرمایا: محمد (ﷺ)! اس سے معلوم ہوتا ہے جب پوچھا جائے کہ کون ہو؟ تو نام یا کنیت بتائے جو مشہور ہو جس کے ذریعہ اس کا تعارف ہو سکے۔ چنانچہ جبریل نے فوراً اپنا اور اپنے ساتھی کا نام بتایا۔ ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ جب آپ ﷺ کا نام لیا گیا تو فرشتوں نے کہا "مَرْحَبًا بِهٖ فَنِعْمَ الْمَجِيْءُ جَاءَ فَفَتَحَ" یعنی مبارک ہو، بہت ہی بہتر آنے والا ہے اور پھر انہوں نے دروازہ کھول دیا۔ [2]

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخاری كتاب بدء الخلق (باب ذكر الملائكة) و صحيح مسلم كتاب الايمان (باب الاسراء برسول الله صلى الله عليه وسلم) واحمد ٦/ ١٧٨٥٠ و الترمذی والنسائی و ابن حبان ٤٨۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۱۵) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) روضۃ المتقین ۲/ ۳۹۶

(۲) نفس مصدر

آپ ﷺ نے ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کون؟ تو انہوں نے کہا، ابوذر

(۸۷۵) ﴿وَعَنْ اَبِىْ ذَرٍّ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: خَرَجْتُ لَيْلَةً مِنَ اللَّيَالِىْ، فَاِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْشِىْ وَحْدَهٗ، فَجَعَلْتُ اَمْشِىْ فِىْ ظِلِّ الْقَمَرِ، فَالْتَفَتَ فَرَآنِىْ فَقَالَ: "مَنْ هٰذَا"؟ فَقُلْتُ: أَبُوْ ذَرٍّ، فَجَعَلَنِىَ اللّٰهُ فَدَاكَ.﴾ (متفق عليه)

ترجمہ: "حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک رات کو میں گھر سے باہر نکلا تو میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ اکیلے چل رہے ہیں تو میں بھی چاند کے سائے (چاندی) میں آپ ﷺ کے پیچھے پیچھے چلنے لگا، پس آپ ﷺ مڑے تو مجھے دیکھ لیا فرمایا: کون ہو؟ میں نے کہا ابوذر۔ اللہ مجھے آپ ﷺ پر قربان کردے۔" (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ فالتفت: التفت و تلفت. اليه: چہرہ پھیرنا۔ لفت (ض) لفتاً. الشیء: دائیں یا بائیں مڑنا۔ التفات: متوجہ ہونا، مائل ہونا۔

تشریح: فَجَعَلْتُ اَمْشِىْ فِىْ ظِلِّ الْقَمَرِ: میں بھی چاند کی روشنی میں چلنے لگا۔ اس سے صحابہ کی آپ ﷺ سے محبت کا اندازہ ہوتا ہے کہ جب حضرت ابوذر نے دیکھا کہ آپ ﷺ اکیلے جا رہے ہیں تو ان کو ڈر ہوا کہ کہیں آپ ﷺ کو کوئی تکلیف نہ پہنچائے اس نیت کے ساتھ وہ فوراً پیچھے پیچھے ساتھ ہو لئے تاکہ وقت ضرورت پر میں آپ ﷺ کے کام آسکوں۔ [1]

فَقُلْتُ: اَبُوْذَرٍّ: میں نے کہا ابوذر۔ امام نووی رحمہ اللہ یہ بتانا چاہ رہے ہیں کہ جب کسی سے پوچھا جائے تو تم کون ہو؟ تو اس کو چاہئے کہ وہ نام بتائے جیسے کہ حضرت ابوذر نے اپنا نام بتایا۔

فَجَعَلَنِیَ اللّٰهُ فِدَاکَ: ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ ابوذر سے جب آپ ﷺ نے فرمایا ابوذر ہو تو کہنے لگے "لبیک و سعدیک"۔ (۲)

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخارى كتاب الرقاق (باب المكثرون هم الخ) و صحيح مسلم كتاب الزكاة (باب الترغيب فى الصدقة).

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۶۱) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) دلیل الفالحین و روضۃ المتقین ۲/۳۹۸

(۲) رواہ بخاری و مسلم

آپ ﷺ نے ام ہانی سے پوچھا کون؟ تو انہوں نے کہا: ام ہانی

(۸۷۶) ﴿وَعَنْ أُمِّ هَانِیءٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَاقَالَتْ: أَتَيْتُ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَيَغْتَسِلُ وَفَاطِمَةُ تَسْتُرُهُ فَقَالَ: "مَنْ هٰذِهٖ"؟ فَقُلْتُ: اَنَا أُمُّ هَانِیءٍ.﴾ (متفق عليه)

ترجمہ: "حضرت ام ہانی (فاختہ بنت ابی طالب) سے روایت ہے کہ وہ فتح مکہ والے دن نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور آپ ﷺ غسل فرما رہے تھے اور حضرت فاطمہ آپ ﷺ کو کپڑے سے پردہ کئے ہوئی تھیں۔ آپ ﷺ نے پوچھا کون؟ میں نے کہا میں ام ہانی ہوں۔" (بخاری و مسلم)

لغات: ❖ أتيت: اتى (ض) اتيانا و اتيا و ايتانة. و ماتاة۔ آنا۔ المكان: حاضر ہونا۔ الشیء: کرنا۔ علی الشیء: پورا کرنا، نافذ کرنا۔

تشریح: یہ روایت پہلے گزر چکی ہے "باب (۱۳۷) باب سلام الرجل على زوجته والمرأة من محارمه و على أجنبية و أجنبيات لا يخاف الفتنة بهن، و سلامهن بهذا الشرط" میں۔ یہاں پر امام نووی رحمہ اللہ دوبارہ موجودہ باب کی مناسبت سے لا رہے ہیں کہ جب پوچھا جائے کہ تم کون ہو تو اپنا نام بتانا چاہئے، جیسے کہ حدیث بالا میں آپ ﷺ نے پوچھا کہ کون ہو؟ تو حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا: میں ام ہانی ہوں۔

تخریج حدیث: اخرجه صحيح بخارى و صحيح مسلم.

نوٹ: راویہ حدیث حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۸۶۸) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

آپ ﷺ نے ''میں'' جواب کوسن کر ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا

(۸۷۷) ﴿وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَقَقْتُ الْبَابَ فَقَالَ: "مَنْ ذَا"؟ فَقُلْتُ: أَنَا فَقَالَ: "أَنَا أَنَا"؟! كَأَنَّهُ كَرِهَهَا.﴾ (متفق عليه)

ترجمہ: ''حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور دروازہ کھٹکھٹایا تو آپ ﷺ نے پوچھا کون ہے؟ میں نے عرض کیا ''میں'' ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں، میں، گویا کہ آپ ﷺ نے اس کلمے کو ناپسند فرمایا۔'' (بخاری مسلم)

لغات: ❖ فدققت: دق (ن) دقاً. الباب: دروازہ کھٹکھٹانا۔

تشریح: فَقُلْتُ اَنَا: میں نے کہا ''میں'' ہوں۔ آپ ﷺ نے اس جواب کو اچھا نہیں سمجھا کیونکہ اس طرح کہنے سے ابہام کا ازالہ نہیں ہوتا اور صاحب خانہ پر ظاہر نہیں ہوتا کہ یہ آنے والا شخص کون ہے، بلکہ جواب میں اپنا نام اور اگر کنیت مشہور ہو تو کنیت کو بتانا چاہیئے تاکہ صاحب خانہ پر ظاہر ہوجائے کہ آنے والا شخص کون ہے۔ (۱)

كَأَنَّهُ كَرِهَهَا: آپ نے ناپسند فرمایا۔ آپ ﷺ نے ناگواری کا اظہار حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو تعلیم کے طور پر کیا کہ کسی کے دروازے پر پہنچ کر پہلے اپنی آمد کی اطلاع دو اور صاف طور پر اپنا نام بتاؤ، محض یہ کہنے پر اکتفاء نہ کرو کہ ''میں'' ہوں۔ (۲)

بعض محدثین کی رائے یہ ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے اس طرح کہنے کو اس لئے برا سمجھا کہ انہوں نے سلام کے ذریعہ اجازت حاصل نہیں کی تھی جو ایک سنت طریقہ تھا۔ (۳)

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخارى كتاب الاستئذان (باب كراهية قول المستأذن أنا اذا قيل من هذا؟). واحمد ٥/١٤٤٤٦ و الترمذى وابن ماجه وابن حبان ٥٨٠٨ و هكذا فى البيهقى ٣٤٠/٨۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۴) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) مرقاۃ ۹/۱۷

(۲) مظاہر حق ۴/۳۷۰

(۳) مظاہر حق ۴/۳۷۱

(۱٤۲) بَابُ اِسْتِحْبَابِ تَشْمِیْتِ الْعَاطِسِ اِذَاحَمِدَ اللّٰہَ تَعَالٰی وَکَرَاھَۃِ تَشْمِیْتِہٖ اِذَالَمْ یَحْمَدِ اللہ تَعَالٰی، وَبَیَانِ آدَابِ التَّشْمِیْتِ وَالْعُطَاسِ وَالتَّثَاؤُبِ

چھینکنے والا جب الحمدللہ کہے تو اس کے جواب میں یرحمک اللہ کہنا مستحب ہے اور جب وہ الحمدللہ نہ کہے تو اس کا جواب دینا بھی مکروہ ہے اور چھینک کا جواب دینے، چھینکنے اور جمائی کے آداب کا بیان

جمائی شیطان کی طرف سے ہے

(۸۷۸) ﴿عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْعُطَاسَ، وَیَکْرَہُ التَّثَاؤُبَ، فَاِذَا عَطَسَ اَحَدُکُمْ وَحَمِدَاللّٰہَ تَعَالٰی کَانَ حَقًّا عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ سَمِعَہٗ اَنْ یَقُوْلَ لَہٗ: یَرْحَمُکَ اللّٰہُ، وَاَمَّا التَّثَاؤُبُ فَاِنَّمَا ھُوَ مِنَ الشَّیْطَانِ، فَاِذَا تَثَائَبَ اَحَدُکُمْ فَلْیَرُدَّہٗ مَا اسْتَطَاعَ، فَاِنَّ اَحَدَکُمْ اِذَا تَثَاءَ بَ ضَحِکَ مِنْہُ الشَّیْطَانُ" رواہ البخاری﴾

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ چھینک کو پسند فرماتے ہیں اور جمائی کو ناپسند کرتے ہیں۔ پس جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے اور وہ الحمدللہ کہے تو ہر اس مسلمان نے جس نے الحمداللہ سنا تو اس کو "یرحمک اللہ" کہنا ضروری ہے۔ لیکن جمائی تو شیطان کی طرف سے ہے پس جب تم میں سے کسی کو جمائی آئے تو اپنی طاقت سے اسے روکنے کی کوشش کرے، اس لئے کہ جب تم میں سے کوئی جمائی لیتا ہے تو شیطان اس سے ہنستا ہے۔" (بخاری)

لغات: ❖ العطاس: عطس (ن ض) عطساًوعطاساً: چھینکنا۔ العطاس: چھینکنا اور چھینک کی بیماری۔ التثاؤب: ثئب (س) ثاباًوثِئبَ وتثائب: جمائی لینا صفت (مثؤوب) وتثائب الاخبار: جستجو کرنا۔ الثَّأَب والثُّؤَبَاء والتثائب: جمائی۔

تشریح: اللہ چھینک سے کیوں خوش ہوتے ہیں اور جمائی کو کیوں ناپسند کرتے ہیں؟

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْعُطَاسَ وَ یَکْرَہُ التَّثَاؤُبَ: اللہ جل شانہ چھینک کو پسند فرماتے ہیں اور جمائی کو ناپسند کرتے ہیں۔ ملاعلی

قاری رحمۃ اللہ علیہ اس بارے میں فرماتے ہیں کہ اللہ چھینک کو پسند کرتے ہیں کہ چھینک سے انسان کا دماغ، ہلکا ہو جاتا ہے اور جسم کو راحت محسوس ہوتی ہے، پھر یہ چیز طاعت وحضوری قلب کا باعث و مددگار بنتی ہے اس پر اللہ کی حمد کرنی چاہئے۔ (۱)

اس کے برعکس جمائی بسیارخوری سستی، بوجھ، حواس کی کدورت کی وجہ سے ہوتی ہے اور پھر یہ چیز طاعت وعبادت میں عدم نشاط کا باعث بنتی ہے، اس لئے جمائی کے آنے سے شیطان خوش ہوتا ہے۔ (۲) اسی بناء پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جمائی نہیں آتی تھی۔ (۳)

داڑھ اور کان اور کمر کے درد سے حفاظت

وَحَمِدَ اللّٰهَ تَعَالٰی: چھینک آنے پر الحمد اللہ کہے۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ اگر الحمد للہ کے ساتھ "رَبِّ الْعَالَمِیْنَ عَلٰی کُلِّ حَالٍ" بھی ملا دیا جائے تو پھر داڑھ اور کان کے درد میں یہ شخص کبھی مبتلاء نہیں ہوگا (۴) نیز حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے طبرانی سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ اس کے کمر اور داڑھ کا درد الحمد للہ کے کہنے سے نہیں ہوگا۔ (۵)

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخاری كتاب الادب (باب مايستحب من العطاس و يكره من التثاؤب) واحمد ۳/۲۰۷۶۰۲، وان حبان ۵۹۸ والبخاری فی الادب المفرد ۲۷۳۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) مرقاۃ ۹/۹۴ ومظاہر حق ۴/۴۰۷، روضۃ المتقین ۲/۳۹۹

(۲) مرقاۃ ۹/۹۴ ومظاہر حق ۴/۴۰۷

(۳) سیرۃ الشامی

(۴) مصنف بن ابی شیبہ، الادب المفرد ۲۷۳

(۵) حاشیۃ الادب المفرد ۲۷۳

جس کو چھینک آئے وہ الحمدللہ کہے

(۸۷۹) ﴿وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِذَاعَطَسَ اَحَدُكُمْ فَلْيَقُلْ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، وَلْيَقُلْ لَهٗ اَخُوْهُ اَوْصَاحِبُهٗ: يَرْحَمُكَ اللّٰهُ . فَاِذَا قَالَ لَهٗ: يَرْحَمُكَ اللّٰهُ، فَلْيَقُلْ: يَهْدِيْكُمُ اللّٰهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ"﴾ (رواه البخاری)

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے تو اسے چاہئے کہ "الحمد لله" کہے (سننے والا) اس کا بھائی یا اس کا ساتھی اس کے لئے "يرحمك الله" کی دعا دے پس جب اس کو "يرحمك الله" کہے تو چھینکنے والا "يهديكم الله ويصلح

بالکم" کہے۔ (اللہ تعالیٰ تمہیں ہدایت دے اور تمہارے حال کی اصلاح فرمائے)۔" (بخاری)

لغات: ❖ بالکم: البال: دل، کہا جاتا ہے "ماخطر الامر ببالی" یہ معاملہ میرے دل میں نہیں گزرا، حال وشان، کہا جاتا ہے "فلان رخی البال" فلاں آسودہ حال ہے۔ خیال، کہا جاتا ہے "فلان کاسف البال" فلاں برے خیال والا ہے۔ جس چیز کا اہتمام کیا جائے، کہا جاتا ہے "لیس ھذا من بالی" یعنی ان چیزوں مین سے نہیں جن کی میں پرورش کرتا ہوں۔ "وامر ذو بال" یعنی ایسا کام جو قابل اہتمام ہو۔ "ومابالک" یعنی تمہاری کیا حالت ہے؟

تشریح: وَلْيَقُلْ لَهُ اَخُوْهُ اَوْصَاحِبُهُ: يَرْحَمُكَ اللّٰهُ: اس کو یہ دعا دے یرحمک اللہ کہنا چاہیئے، حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جب چھینکنے والا "الحمد للہ" کہے تو اب سننے والے کو یرحمک اللہ کہنا چاہئے۔

ہر سننے والے کو یرحمک اللہ کہنے میں فقہاء کے مذاہب

احناف کے مذہب کے اعتبار سے یرحمک اللہ کہنا یہ واجب علی الکفایۃ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ چھینکنے والے کے الحمد للہ کے سننے والے ایک سے زائد لوگ ہوں تو وہاں پر موجود لوگوں میں سے کسی ایک شخص نے بھی یرحمک اللہ کہہ دیا تو اب وجوب سب کے ذمہ سے ساقط ہوجائے گا۔ اکابر علماء کی ایک جماعت اور صاحب سفر السعادہ کے نزدیک چھینک کا جواب دینا یہ ہر سننے والے پر فرض ہے، جو جواب نہیں دے گا وہ گناہ گار ہوگا۔ علماء شوافع کے نزدیک چھینک کا جواب یہ سنت علی الکفایہ ہے، نیز وہ فرماتے ہیں کہ بہتر یہ ہے کہ ہر ایک جواب دے۔ اور امام مالک کے مذہب میں کئی اقوال ملتے ہیں، ایک قول کے اعتبار سے واجب اور دوسرے کے مطابق سنت ہے۔ (۱)

فَلْيَقُلْ: يَهْدِيْكُمُ اللّٰهُ وَ يُصْلِحُ بَالَكُمْ: جب چھینکنے والے کو یرحمک اللہ کے ساتھ جواب دیا جائے تو اب پھر چھینکنے والا "یھدیکم اللہ ویصلح بالکم" کہے۔ بعض علماء نے فرمایا کہ اگر اس کے ساتھ "یغفر اللہ لی و لکم" بھی ملا لیا جائے تو زیادہ بہتر ہے۔ (۲)

تخریج حدیث: اخرجہ صحیح بخاری کتاب الادب (باب اذا عطس کیف یشمت).

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) مرقاۃ شرح مشکوۃ ۹/۹۸ وہکذا فی مظاہر حق ۴/۴۰۸

(۲) مظاہر حق ۴/۴۱۲

جس نے الحمد اللہ نہیں کہا تو اس کو جواب میں یرحمک اللہ نہیں کہا جائے گا

(۸۸۰) ﴿وَعَنْ اَبِىْ مُوْسَى رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "اِذَاعَطَسَ اَحَدُكُمْ فَحَمِدَ اللّٰهَ فَشَمِّتُوْهُ، فَاِنْ لَمْ يَحْمَدِ اللّٰهَ فَلَا تُشَمِّتُوْهُ"﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ: ''حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کوفرماتے ہوئے سنا: جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے اور وہ اس پر اللہ کی حمد کرے (''الحمد الله" کہے) تو تم اس کا جواب دو (''یرحمک الله" کے ساتھ) اور اس نے ''الحمد الله" نہیں کہا تو تم بھی اس کو''یرحمک الله" کا جواب مت دو۔''

لغات: ❖ فشمتوه: شمت. العاطس وشمت عليه: "یرحمک الله" کہہ کر دعا کرنا یا یہ دعا کرنا کہ ایسی حالت میں مبتلاء نہ ہو جس پر کسی کو شماتت (اس مصیبت پر خوشی) کا موقع ملے۔ شمت: (س) شماتاً وشماتةً. بفلان: کسی کی مصیبت پر خوش ہونا صفت فاعلی: شامت. جمع شمات اور صفت مفعولی: مشموت. به۔

تشریح: حدیث بالا کا مطلب یہ ہے کہ اگر چھینکنے والے نے "الحمد الله" کہا ہو تو اس کا جواب "یرحمک الله" کے ساتھ دیا جائے اور اگر اس نے "الحمد الله" نہیں کہا تو اب اس کو جواب نہیں دیا جائے گا۔ اسی طرح اگر کسی نے "الحمد الله" تو کہا لیکن کسی نے سنا نہیں تو اس پر بھی جواب دینا ضروری نہیں۔ اگر صورت یہ پیش آئی کہ مجلس میں کسی کو چھینک آئی اس نے "الحمد الله کہا جس کو بعض مجلس والوں نے سنا اور بعض نے نہیں سنا تو اب جنہوں نے نہیں سنا ان پر جواب دینا لازم نہیں صرف جنہوں نے سنا ان پر لازم ہوگا۔ قاضی ابوبکر ابن العربی مالکی فرماتے ہیں کہ جب بعض نے یرحمک اللہ کہا تو اس سے اندازہ ہوگیا کہ اس نے "الحمد الله" کہا ہے تو اب جنہوں نے نہیں سنا ان کو بھی "یرحمک الله کہنا چاہئے۔

تخریج حدیث: أخرجه صحیح مسلم كتاب الزهد والرقائق (باب تشميت العاطس) واحمد ۱۹۷۱۶/۷۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۸) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

جس صحابی نے الحمد اللہ نہیں کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو جواب میں یرحمک اللہ نہیں کہا

(۸۸۱) ﴿وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: عَطَسَ رَجُلَانِ عِنْدَالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَشَمَّتَ اَحَدَ هُمَا وَلَمْ يُشَمِّتِ الْاٰخَرَ، فَقَالَ الَّذِیْ لَمْ يُشَمِّتْهُ: عَطَسَ فُلَانٌ فَشَمَّتَّهُ، وَعَطَسْتُ فَلَمْ تُشَمِّتْنِیْ! فَقَالَ: "هٰذَا حَمِدَ اللّٰهَ، وَاِنَّکَ لَمْ تَحْمَدِاللّٰهَ"﴾ (متفق عليه)

ترجمہ: ''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دو آدمیوں کو چھینک آئی

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے ایک کو جواب دیا اور دوسرے کو جواب نہیں دیا۔ پس جس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب نہیں دیا تھا اس نے کہا: فلاں شخص کو چھینک آئی تو آپ نے اسے جواب دیا اور مجھے چھینک آئی تو آپ نے مجھے جواب نہیں دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس شخص نے "الحمد الله" کہا اور تم نے "الحمد الله نہیں کہا تھا۔" (بخاری ومسلم)

تشریح: حدیث بالا سے معلوم ہوا کہ دعائے خیر یعنی "یرحمک الله" کا مستحق وہی شخص ہوگا جو سنت کے مطابق چھینک آنے پر "الحمد الله" کہے ورنہ جواب دینے کی ضرورت نہیں۔ ملا علی قاری رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ حضرت مکحول بیان کرتے ہیں کہ ایک دن میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھا ہوا تھا، کسی شخص نے مسجد کے کونے میں چھینکا، اس کی "الحمد الله" کی آواز کو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے نہیں سنا تو فرمایا: یَرْحَمُکَ اللّٰہُ اِنْ کُنْتَ حَمِدْتَ اللّٰہَ: کہ اگر تو نے اللہ کی حمد کی ہے تو تجھ پر اللہ کی رحمت ہو[1] یعنی (یرحمک الله)

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخارى كتاب الادب (باب لايشمت العاطس اذالم يحمد) و صحيح مسلم كتاب الزهد والرقائق (باب تشميت العاطس) واحمد ١١٩٦٢/٤ وابوداؤد والدارمى والبخارى فى الادب المفرد و مصنف ابن ابى شيبة ٦٨٣/٨ بالفاظ متقاربة.

نوٹ: راوی حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۱۵) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) مرقاۃ ۹/۹۶، ادب المفرد: ۲۷۵

جس کو چھینک آئے تو وہ اپنا ہاتھ یا اپنا کپڑا منہ پر رکھ لے

(٨٨٢) ﴿وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا عَطَسَ وَضَعَ يَدَهُ اَوْ ثَوْبَهُ عَلٰى فِيْهِ، وَخَفَضَ أَوْغَضَّ بِهَاصَوْتَهُ. شَكَّ الرَّاوِیْ. رواه ابوداؤدوالترمذى وقال: حديث حسن صحيح﴾

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب چھینک آتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے منہ پر اپنا ہاتھ یا اپنا کپڑا رکھ لیتے اور اس کے ذریعے سے اپنی آواز کو ہلکا یا پست کر لیتے۔ راوی کو شک ہے کہ لفظ خفض استعمال کیا گیا یا غض." (ابوداؤد، ترمذی۔ اور امام ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن صحیح ہے)

لغات: ❖ خفض: خفضه (ض) خفضاً: پست کرنا۔ الصوت: آہستہ کہنا الصوت: آہستہ ہونا۔ غض: غض (ن)

غضاً وغضاضاً وغضاضاً وغِضاضةً طرفه ومن طرفه اوصوته ومن صوته: پست نگاہ یا آواز کرنا۔

تشریح: **چھینک آتے وقت آواز کو پست رکھنے کی حکمت**

اِذَاعَطَسَ وَضَعَ یَدَهُ اَوْ ثَوْبَهُ عَلٰی فِیْهِ: جب چھینک آتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے منہ پر اپنا ہاتھ یا اپنا کپڑا رکھ لیتے۔اس میں ایک نہایت اہم ادب بیان کیا جارہا ہے بالخصوص مجلس میں جب آدمی ہوتو چھینک آتے وقت کپڑا یا ہاتھ منہ پر رکھ لے تاکہ آواز پست ہوجائے۔ دوسرا یہ کہ چھینک آتے وقت عموماً دماغ کا فضلہ بلغم وغیرہ ناک یا منہ سے نکل پڑتا ہے جو دوسرے کے لئے ناگواری کا باعث ہوتا ہے۔اسی طرح چھینک کے وقت بسا اوقات آدمی کے چہرے کی ہیئت بدل جاتی ہے۔ اس سے اندازہ لگایا جائے کہ اسلام نے جہاں تہذیب وشائستگی کی تعلیم دی ہے تو وہاں پر دوسروں کے احساسات کا خیال رکھنے کی بھی تلقین کی ہے۔علماء فرماتے ہیں چھینکنے والے کے لئے مستحب ہے کہ اپنی چھینک کی آواز کو پست کرے اور الحمد اللہ کو بلند آواز سے کہے، تاکہ لوگ سن کر اس کو دعا دیں۔

تخریج حدیث: أخرجه سنن ابی داؤد کتاب الادب (باب فی العطاس) و سنن الترمذی ابواب الاستئذان (باب ما جاء فی خفض الصوت و تغیر الوجه عند العطاس) واسناده حسن.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

یہود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بتکلف چھینکتے تھے تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ رحمت کی دعا حاصل کرسکیں

(۸۸۳) ﴿وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: کَانَ الْیَهُوْدُ یَتَعَاطَسُوْنَ عِنْدَرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، یَرْجُوْنَ اَنْ یَقُوْلَ لَهُمْ: یَرْحَمُکُمُ اللّٰهُ، فَیَقُوْلُ: "یَهْدِیْکُمُ اللّٰهُ وَیُصْلِحُ بَالَکُمْ﴾ (رواه ابوداودوالترمذی وقال: حدیث حسن صحیح)

ترجمہ: ''حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہودی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بتکلف چھینکتے تھے اس امید پر کہ آپ ان کے لئے "یرحمک اللہ" کہیں گے لیکن آپ ان کو "یرحمک اللہ" کے بجائے "یهدیکم الله ویصلح بالکم" کہتے۔'' (ابوداؤد، ترمذی۔امام ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے)

لغات: ❖ یرجون: رجا (ن) رجاءً ورجواور جاة ومرجاةً ورجاوة ورجاءة: پر امید ہونا۔ الشیء: امید کرنا، خوف کرنا۔ الرجل: کسی کے متعلق کچھ امید لگانا۔

تشریح: کَانَ الْیَھُوْدُ یَتَعَاطَسُوْنَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: یہود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بتکلف چھینکتے تھے۔ حدیث بالا سے معلوم ہوا کہ غیر مسلموں کی چھینک کے جواب میں صرف "یھدیکم اللہ و یصلح بالکم" کہنا چاہئے۔ یہودیوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی برحق ہونے کا یقین تھا، صرف ضد کی بناء پر مسلمان نہیں ہوتے تھے، ان کو معلوم تھا کہ یہ نبی برحق ہے یہ ہمارے لئے دعا دے دیں گے تو ہمارا کام بن جائے گا۔

اسی وجہ سے علامہ عاقولی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہود کی خباثت یہ تھی کہ وہ طلب رحمت چاہتے تھے بغیر مسلمان ہوئے، کیونکہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو دعا (یعنی یرحمک اللہ) فرماتے تو ان کے لئے بھی رحمت کی امید کی جاسکتی تھی۔

تخریج حدیث: أخرجه سنن ابی داؤد کتاب الادب (باب کیف یشمت الذمی؟) و سنن الترمذی ابواب الادب (باب ماجاء کیف یسمت العاطس؟) واحمد ۱۹۶۰۳/۶۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۸) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

جمائی کے وقت اپنا منہ بند رکھنا چاہئے

(۸۸۴) ﴿وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: "اِذَا تَثَاءَ بَ اَحَدُکُمْ فَلْیُمْسِکْ بِیَدِہٖ عَلٰی فِیْہِ، فَاِنَّ الشَّیْطَانَ یَدْخُلُ﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ: "حضرت ابوسعید الخذری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کسی شخص کو جمائی آئے تو اپنے ہاتھ سے اپنا منہ بند کر لے، اس لئے کہ شیطان اندر داخل ہو جاتا ہے۔"

(مسلم)

لغات: ❖ فلیمسک: امسکه: روکنا۔ امسک به چمٹنا۔ مسک (ن ض) مسکاً: چمٹنا۔ معلق ہونا۔ مسک به: چمٹنا۔ مسکه: مشک سے خوشبو دار کرنا۔

تشریح: فَاِنَّ الشَّیْطَانَ یَدْخُلُ: کیونکہ شیطان منہ میں داخل ہو جاتا ہے۔ جمائی کے وقت منہ کو ہاتھ سے بند کر لینا چاہئے۔ اسی طرح اس وقت میں آواز نکالنے کو بھی منع فرمایا گیا ہے، اس سے بھی شیطان ہنستا اور خوش ہوتا ہے[۲] حدیث کا یہ عمل گویا شیطان کو ذلیل کرنے اور ناکام بنانے کا حیلہ ہے۔

شیطان کے منہ میں داخل ہونے کا مطلب

منہ میں شیطان کے گھسنے سے علماء فرماتے ہیں اس کے دو مطلب ہیں: ① حقیقتاً گھس جاتا ہے کہ جمائی آتے وقت منہ بند نہیں کرتا تو شیطان اندر چلا جاتا ہے۔ ② شیطان کے داخل ہونے سے اس کے اثر انداز ہونے اور اس کے وساوس و اوہام

میں مبتلا کرنے پر قادر ہونا مراد ہے۔ (۳)

تخریج حدیث: أخرجه صحيح مسلم كتاب الزهد والرقائق (باب تشميت العاطس وكراهية التثاؤب) واحمد ۱۱۸۸۹ وهكذا فى ابى داؤد.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۲۰) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) مسلم (۲) ترمذی ۱۰۳ (۳) مرقاۃ ۹/۷۹

---

(۱٤۳) بَابُ اِسْتِحْبَابِ الْمُصَافَحَةِ عِنْدَاللِّقَاءِ، وَبَشَاشَةِ الْوَجْهِ، وَتَقْبِيْلِ يَدِالرَّجُلِ الصَّالِحِ، وَتَقْبِيْلِ وَلَدِهٖ شَفَقَةً، وَمُعَانَقَةِ الْقَادِمِ مِنْ سَفَرٍ، وَكَرَاهِيَةِ الْاِنْحِنَاءِ

ملاقات کے وقت مصافحہ کرنے، خندہ پیشانی سے پیش آنے اور نیک آدمی کے ہاتھ کو بوسہ دینے اور اپنی اولاد کو شفقت کے ساتھ چومنے اور سفر سے آنے والے سے معانقہ کرنے کا جواز، لیکن سر جھکانے کی کراہیت کا بیان

صحابہ بھی آپس میں مصافحہ کرتے تھے

(۸۸۵) ﴿عَنْ أَبِى الْخَطَّابِ قَتَادَةَ قَالَ: قُلْتُ لِاَنَسٍ: أَكَانَتِ الْمُصَافَحَةُ فِىْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ؟ قَالَ: نَعَمْ.﴾ (رواه البخارى)

ترجمہ: ''حضرت ابوالخطاب قتادہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کہا کہ کیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں مصافحہ کا معمول تھا؟ انہوں نے جواب دیا جی ہاں۔'' (بخاری)

لغات: ❖ المصافحة: صافحه مصافحة و صفاحاً: ہاتھ ملنا، مصافحہ کرنا۔

تشریح: قَالَ نَعَمْ: صحابۂ کرام کا ایک دوسرے سے مصافحہ کرنے کا معمول تھا۔

مصافحہ کی تعریف

مصافحہ کی تعریف ہے: دست یکدیگر را گرفتن کہ ''دو آدمیوں کا باہم ایک دوسرے سے ہاتھ ملانا'' اور مصافحہ دونوں ہاتھوں سے کرنا سنت ہے صرف ایک ہاتھ سے کرنا سنت کے خلاف ہے اور علماء فرماتے ہیں کہ مصافحہ کرنے سے پہلے سلام کرنا چاہیے

صرف مصافحہ کرنا بغیر سلام کے صحیح نہیں ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخارى كتاب الاستئذان (باب المصافحة).

نوٹ: راوی حدیث حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۲۱۹) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

یمن میں مصافحہ کا رواج پہلے سے موجود تھا

(۸۸۶) ﴿وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: لَمَّاجَاءَ اَهْلُ الْيَمَنِ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "قَدْجَاءَ كُمْ اَهْلُ الْيَمَنِ، وَهُمْ اَوَّلُ مَنْ جَاءَ بِالْمُصَافَحَةِ"﴾ (رواه ابو داؤد باسناد صحيح)

ترجمہ: ''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب یمن والے آئے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہارے پاس یمن والے آئے ہیں اور یہ پہلے لوگ ہیں جنہوں نے آکر مصافحہ کیا۔'' (ابوداؤد نے صحیح سند کے ساتھ اس روایت کو نقل کیا ہے۔)

لغات: ❖اول: الاول: پہلا ج اوائل و اوال واولون مونث اولی ج اول و اولیات۔اول جب صفت واقع ہوتا ہے تو غیر منصرف ہوتا ہے جیسے "لقیتہ عاما اول" اوراس کے ماسوا صورتوں میں منصرف ہوتا ہے۔

تشریح: وَهُمْ اَوَّلُ مَنْ جَاءَ بِالْمُصَافَحَةِ: یہ پہلے لوگ ہیں جنہوں آکر مصافحہ کیا۔ حدیث بالا سے معلوم ہوا کہ مصافحہ کرنے کا رواج یمن میں پہلے سے تھا، اس وجہ سے جب وہاں کے چندلوگ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے آتے ساتھ مصافحہ کیا جس کو آپ ﷺ نے پسند فرمایا جب آپ ﷺ نے اس عمل کو پسند فرمایا تو یہ سنت (تقریری) ہوگی۔ آپ ﷺ نے اپنے سے پہلے جواچھے طریقے تھے ان کو باقی رہنے دیا اور جو برے طریقے تھے ان کو بدل دیا۔

تخریج حدیث: رواه سنن ابى داؤد كتاب الادب (باب المصافحة) و اسناده صحيح.

نوٹ: راوی حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۱۵) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

مصافحہ میں ہاتھ جدا ہونے سے پہلے گناہ معاف ہوجاتے ہیں

(۸۸۷) ﴿وَعَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَامِنْ مُسْلِمَيْنِ يَلْتَقِيَانِ فَيَتَصَافَحَانِ إِلَّا غُفِرَلَهُمَا قَبْلَ اَنْ يَفْتَرِقَا"﴾ (رواه ابوداؤد)

ترجمہ: ''حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشادفرمایا: جو دومسلمان آپس میں

ملاقات کریں اور مصافحہ کریں تو ان دونوں کے جدا ہونے سے پہلے اللہ ان کے گناہوں کو معاف فرمادیتے ہیں۔“
(ابوداؤد)

لغات: ❖ یفترقا: تفرق تَفَرُّقاً وتِفِرَّاقاً وافترق وتفارق: ضد ہے تَجَمَّع اور اجتمع و تجامع کی کہا جاتا ہے ”تفرقت بھم الطروق“ یعنی ہر ایک ایک راستہ کو ہولیا۔

تشریح: مصافحہ کرنے کے فضائل

ایک دوسری روایت میں جس کے راوی حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ ہیں وہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب مومن ایک دوسرے سے سلام کرتے ہیں اور پھر مصافحہ کرتے ہیں تو ان کے گناہ اس طرح جھڑ جاتے ہیں جس طرح درخت کے پتے موسم خزاں میں جھڑ جاتے ہیں۔ (۱)

اسی طرح حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی روایت میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ جب دو مسلمان ملاقات کرتے ہیں اور مصافحہ کرتے ہیں پھر اللہ کی تعریف کرتے ہیں اور اللہ سے استغفار کرتے ہیں تو اللہ جل شانہ ان کی مغفرت فرمادیتے ہیں۔ (۲)

حضرت عطا خراسانی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ مصافحہ کرو اس سے کینہ کدورت نکلتا ہے اور آپس میں ہدیہ لیا دیا کرو اس سے محبت ہوگی اور عداوت ختم ہوگی (۳) علماء فرماتے ہیں کہ مصافحہ کرنے سے جو گناہوں کی معافی کا اعلان ہے اس سے صغائر گناہ مراد ہیں کبائر کے لئے تو توبہ واستغفار ضروری ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه سنن ابی داؤد كتاب الادب (باب المصافحه) واحمد ۱۸۵۷۲ و الترمذی و ابن ماجه و فی اسناده مقال.

نوٹ: راوی حدیث حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کے حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۸۰) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔
(۱) ترغیب ۳/۴۳۳
(۲) بیہقی فی شعب ۴۷۴
(۳) ترغیب ۳/۴۳۴

سلام سر کو جھکائے بغیر کرنا چاہیے

(۸۸۸) ﴿وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَجُلٌ: یَارَسُوْلَ اللّٰهِ، اَلرَّجُلُ مِنَّا یَلْقٰی اَخَاهُ اَوْ صَدِیْقَهٗ، أَیَنْحَنِی لَهٗ؟ قَالَ: ”لَا“ قَالَ: أَفَیَلْتَزِمُهٗ وَیُقَبِّلُهٗ؟ قَالَ: ”لَا“ قَالَ فَیَأْخُذُ بِیَدِهٖ وَ یُصَافِحُهٗ؟ قَالَ: ”نَعَمْ“﴾
(رواه الترمذی وقال: حدیث حسن)

ترجمہ: ''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے کہا اے اللہ کے رسول! ہم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی یا دوست سے ملتا ہے تو کیا وہ اس کے لئے سر کو جھکائے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نہیں۔ اس نے پوچھا کیا پس اس سے لپٹ جائے اور اس کا بوسہ لے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں۔ اس نے کہا پس اس کا ہاتھ پکڑے اور اس سے مصافحہ کرے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔'' (ترمذی، امام ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن ہے)

لغات: ❖ ینحنی: انحنی: ٹیڑھا ہونا۔ حنا (ن) حنواُواحنی. علیه: مائل ہونا۔ یلتزمه: التزمه بمعنی لازمه، فلانا: گردن پکڑنا لازمه لزاماً ملازمة: چمٹے رہنا اور جدا نہ ہونا۔

تشریح:

سلام کرتے وقت جھکنے کا حکم

اَیَنْحَنِیْ لَہٗ؟ قَالَ: لَا کیا وہ اس کے لئے اپنے سر کو جھکائے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ نہیں۔ حدیث بالا سے معلوم ہوا کہ سلام کرتے وقت جو بعض لوگوں کا معمول ہے کہ وہ جھک جاتے ہیں وہ خلاف سنت ہے۔ یہی بات شیخ یحییٰ نے محی السنۃ سے نقل کی ہے کہ سلام کرتے وقت پیٹھ جھکانا مکروہ ہے، کیونکہ اس کی ممانعت حدیث بالا سے معلوم ہورہی ہے۔ عقائد کے امام شیخ ابومنصور ماتریدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص کسی کے سامنے زمین بوسی کرے یا اس کے آگے پیٹھ کو جھکائے تو اس کی وجہ سے وہ کافر تو نہ ہوا مگر سخت گناہ گار ہوگا، اگر عبادت کی نیت سے جھکا ہے تو اس صورت میں وہ کافر ہوجائے گا۔

''اَفَیَلْتَزِمُہٗ وَیُقَبِّلُہٗ؟ قَالَ: لَا. گلے ملے اور اس کو بوسہ دے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں۔

معانقہ کرنا اور بوسہ لینا کیا مکروہ ہے؟

معانقہ اور بوسہ لینا یہ جائز ہے، البتہ امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے بارے میں منقول ہے کہ وہ دونوں حضرات اس کو مکروہ کہتے ہیں جیسے کہ حدیث بالا سے معلوم ہوتا ہے۔ اور دوسرے حضرات کہتے ہیں جائز ہے۔ وہ ان احادیث سے استدلال کرتے ہیں جن میں خود نبی کریم ﷺ نے گلے سے لگایا اور بوسہ دیا۔ اس اختلاف کو دور کرنے کے لئے عقائد کے امام حضرت شیخ ابومنصور ماتریدی فرماتے ہیں معانقہ اور بوسہ اگر برے خیال اور جنسی جذبات کے ساتھ ہو تو یہ مکروہ ہے اور معانقہ تعلق، اکرام و محبت کے جذبہ سے ہو تو وہ بلا شک وشبہ جائز ہے۔ بعض دوسرے علماء نے فرمایا فقہاء کے درمیان جو اختلاف ہے وہ اس صورت میں ہے جب کہ جسم پر کپڑے نہ ہوں، اگر بدن پر کپڑے ہوں تو اب کوئی اختلاف نہیں سب کے نزدیک جائز ہوگا۔ (۱)

تخریج حدیث: أخرجه سنن الترمذی ابواب الاستئذان (باب ما جاء فی المصافحة) وابن ماجه واحمد ۱۳۰۴۳/٤۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۱۵) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔
(۱) مظاہر حق ۴/۴۷۶

یہودیوں نے آپ ﷺ کے ہاتھ اور پیر کو بوسہ دیا

(۸۸۹) ﴿وَعَنْ صَفْوَانَ بْنِ عَسَّالٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ يَهُوْدِيٌّ لِصَاحِبِهٖ: اِذْهَبْ بِنَا اِلَى هٰذَا النَّبِيِّ، فَأَتَيَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَاهُ عَنْ تِسْعِ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ، فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ اِلَى قَوْلِهٖ: فَقَبَّلَا يَدَهٗ وَرِجْلَهٗ، وَقَالَا: نَشْهَدُ اَنَّکَ نَبِيٌّ﴾ (رواه الترمذی وغيره باسناد صحيح)

ترجمہ: ''حضرت صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک یہودی نے اپنے ساتھی سے کہا چلو ہم اس نبی کے پاس چلیں۔ پس وہ دونوں آپ ﷺ کے پاس آئے اور آپ ﷺ سے موسی علیہ السلام کے نو معجزات کے بارے میں پوچھا۔ راوی نے آگے حدیث میں بیان کیا جس میں یہ بھی ہے کہ ان دونوں یہودیوں نے آپ ﷺ کے ہاتھ اور پیر کو بوسہ دیا اور کہا ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ پیغمبر ہیں۔'' (اس حدیث کو ترمذی وغیرہ نے صحیح سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے۔)

لغات: ❖ فقبلا: قبله: بوسہ دینا۔ مجرد سمع و نصر قبول کرنا۔

تشریح: فَسَأَلَاهُ عَنْ تِسْعِ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ: موسی علیہ السلام کے نو معجزات کے بارے میں پوچھا۔ آپ ﷺ نے اس کا جواب دیا جو دوسری حدیث میں آتا ہے کہ: ''لَا تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ شَيْئًا وَلَا تَسْرِقُوْا وَلَا تَزْنُوْا وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِىْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا تَمْشُوْا بِبَرِئٍ اِلٰى ذِىْ سُلْطَانٍ لِيَقْتُلَهٗ وَلَا تَسْحَرُوْا وَلَا تَأْكُلُوا الرِّبٰوا وَلَا تَقْذِفُوْا مُحْصِنَةً وَلَا تَوَلَّوُا الْفِرَارَ يَوْمَ الزَّحْفِ وَ عَلَيْكُمْ خَاصَّةً الْيَهُوْد اَلَّا تَعْتَدُوْا فِى السَّبْتِ۔

ترجمہ: (۱) کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک مت کرو (۲) چوری نہ کرو (۳) زنا نہ کرو (۴) اور کسی جاندار کو جس کو اللہ نے حرام کیا ہے اس کو قتل نہ کرو مگر حق کے ساتھ (۵) کسی بے گناہ کو بادشاہ کے پاس نہ لے جاؤ کہ وہ اس کو قتل کردے (۶) جادو نہ کرو (۷) سود نہ کھاؤ (۸) اور کسی بے گناہ عورت پر بہتان نہ لگاؤ (۹) اور شکست کے وقت پیٹھ پھیر کر نہ بھاگو۔ اور تمہارے یہودیوں کے لئے ایک بات خاص ہے کہ تم ہفتہ کے دن میں تجاوز نہ کرو۔

کیا پاؤں کا بوسہ دینا جائز ہے؟

فَقَبَّلَا يَدَهٗ وَرِجْلَهٗ: ان دونوں یہودیوں نے آپ ﷺ کے ہاتھ اور پاؤں کو بوسہ دیا۔ حدیث بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ پاؤں کو چومنا یہ بھی جائز ہے۔ علماء فرماتے ہیں یہ صرف آپ کی خصوصیت کے ساتھ محمول ہے یا یہ کہ یہ ابتداء جائز تھا بعد میں

ممنوع قرار دے دیا گیا یا یہ کہ وہ یہود اس مسئلہ سے ناواقف تھے۔ بہر حال اب کسی کے پاؤں کو بوسہ دینا قطعاً ناجائز اور حرام ہوگا۔

تخریج حدیث: أخرجه سنن الترمذی ابواب الاستئذان (باب ما جاء فی قبلة الید والرجل) وسنن النسائی کتاب السیر و کتاب المحاربة و سنن ابن ماجه و احمد ٦/١٨١١٤ و فی اسناده مقال.

راوی حدیث حضرت صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات:

نام: صفوان۔ والد کا نام: عسال۔ کوفہ کے رہنے والے تھے۔ ان کی روایات زیادہ تر کوفہ والوں میں ہی پائی جاتی ہیں۔ ان سے چند روایات منقول ہیں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ہم نے آپ ﷺ کے ہاتھ کو بوسہ دیا

(٨٩٠) ﴿وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قِصَّةٌ قَالَ فِيهَا: فَدَنَوْنَا مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَبَّلْنَا يَدَهُ.﴾ (رواه ابو داؤد)

ترجمہ: ”حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ایک قصہ منقول ہے جس میں وہ بیان فرماتے ہیں کہ ہم آپ ﷺ کے قریب آئے اور آپ ﷺ کے ہاتھ کو ہم نے بوسہ دیا۔“ (ابوداؤد)

لغات: ❖ دنونا: دنا یدنو دنوا ودناوۃً. للشیء ومنه والیه: کسی چیز کے قریب ہونا۔ صفت (دان) جمع دناۃ۔

تشریح: کن کو پیار کرنا جائز اور کن کو پیار کرنا ناجائز ہے

فَقَبَّلْنَا يَدَهُ: ہم نے آپ ﷺ کے ہاتھ کو بوسہ دیا۔ آپ ﷺ کے ہاتھ کو بوسہ دینا تو بالاتفاق جائز ہے مگر عام لوگوں کے بارے میں بعض موقعہ پر جائز اور بعض موقعہ پر ناجائز ہے۔ اس سلسلے میں شیخ علی محفوظ ان سب کا حکم تحریر فرماتے ہیں۔

والد اپنے بچوں کو یا کسی اور کے معصوم و شیر خوار بچے کو چومے بوجہ محبت و شفقت کے۔ اور یہ رخسار پر ہوتا ہے اور یہ بوسہ دینا جائز ہے۔

والدین کی تعظیم و اکرام کی وجہ سے چومنا اور یہ چومنا۔ سر پر ہوتا ہے یہ بھی جائز ہے۔

بیوی کو چومنا۔ یہ چہرے اور منہ پر ہوتا ہے یہ بھی جائز ہے۔

شفقت کی وجہ سے بھائی یا دوست کو چومنا۔ اور یہ پیشانی پر ہوتا ہے۔

علماء اور بزرگ یا عادل حاکم کو چومنا۔ یہ ہاتھ پر ہوتا ہے یہ بھی جائز ہے۔

اس کے علاوہ اور جو بھی قسم ہو سب ناجائز ہیں۔ علماء نے لکھا ہے جس آدمی کی خواہش ہو کہ لوگ میرے ہاتھ کو چومے تو اس کے ہاتھ کو چومنا بھی ناجائز ہوگا۔ (١) بقول شاعر ؎

انالا ارضی بتقبل ید قطعها اجمل من تلک القبل

میں راضی اور خوش نہیں ہوں ہاتھ چومنے سے بلکہ اس ہاتھ کا کٹ جانا ہی زیادہ بہتر ہے اس کو چومے جانے سے۔

تخریج حدیث: أخرجه سنن ابی داؤدکتاب الادب (باب قبلة الید) وآواخر کتاب الجهاد واحمد ۵۹۰۲/۲ و هکذا فی البیهقی ۱۰۱/۷ واسناده ضعیف.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۱۲) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) الابداع فی مضار الابتداع تالیف شیخ علی محفوظ

آپ ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ سے معانقہ کے ساتھ ان کو پیار بھی کیا

(۸۹۱) ﴿وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهَا قَالَتْ: "قَدِمَ زَيْدُبْنُ حَارِثَةَ الْمَدِيْنَةَ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَيْتِيْ، فَاَتَاهُ فَقَرَعَ الْبَابَ، فَقَامَ اِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجُرُّ ثَوْبَهٗ، فَاعْتَنَقَهٗ وَقَبَّلَهٗ".﴾

(رواه الترمذی وقال حدیث حسن)

ترجمہ: ''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ جب مدینہ آئے جب کہ آپ ﷺ میرے گھر میں تھے۔ پس زید رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے پاس آئے اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ پس نبی کریم ﷺ اپنے کپڑے گھسیٹتے ہوئے ان کی طرف تشریف لے گئے اور ان سے معانقہ کیا اور ان کو پیار کیا۔ (ترمذی اور امام ترمذی نے فرمایا: یہ حدیث حسن ہے)''

لغات: ❖ فاعتنقه: بمعنی عانقه: بغلگیر ہونا۔ عانقه معانقة وعناقاً: گلے لگانا۔

تشریح: سفر کی واپسی پر معانقہ کرنا بالاتفاق جائز ہے

فَاعْتَنَقَهٗ وَقَبَّلَهٗ: ان سے معانقہ کیا اور ان کو پیار کیا۔ خلاصہ حدیث یہ ہے کہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ جب آپ ﷺ کے گھر میں آئے تو آپ ﷺ جلدی سے کھڑے ہوئے یہاں تک کہ آپ ﷺ کی چادر مبارک زمین پر گر رہی تھی اور آپ نے جلدی میں ان سے معانقہ بھی فرمایا اور ان کو پیار بھی کیا۔ حدیث بالا کی طرح کا مضمون حضرت جعفر بن ابی طالب کے واقعہ میں بھی آتا ہے کہ جب وہ حبشہ سے واپس آئے تو آپ ﷺ نے ان سے معانقہ فرمایا تھا۔ (۱)

اصل میں معانقہ کہتے ہیں ''ایک دوسرے کو گردن سے لگانا'' جیسے کہ عربوں کی عادت ہے اگر سینے سے بھی لگایا جائے تو یہ بھی بعض روایات سے ثابت ہے زیادہ تر احادیث میں معانقہ ہی کا لفظ آتا ہے، جیسے کہ حدیث بالا میں بھی یہی الفاظ وارد ہوئے ہیں۔ علماء فرماتے ہیں کہ جب آدمی سے سفر وغیرہ کی وجہ سے یعنی کافی عرصہ کے بعد ملاقات ہو تو اس صورت میں

معانقہ جائز ہے اور اگر اس سے کسی برائی میں مبتلا ہونے یا کسی شک وشبہ کے پیدا ہونے کا خوف ہوتو اس صورت میں یہ معانقہ جائز نہیں ہوگا یعنی جنسی جذبات کی وجہ سے ہو یا بدن وغیرہ پر کپڑا نہ ہوتو بالکل جائز نہیں ہوگا۔ (۲)

نیک لوگوں کے ہاتھ کو بوسہ دینا مستحب ہے

وَقَبَّلَهٗ: آپ ﷺ نے بوسہ دیا۔ علامہ نووی رحمہ اللہ نے شرح مسلم میں اس سلسلہ میں جو بات فرمائی ہے اس کا مختصر خلاصہ یہ ہے کہ اگر کسی آدمی کا ہاتھ اس کے زہد ونیکی اور علم وعزت کی بناء پر چوما جائے تو یہ صرف جائز ہی نہیں بلکہ کارثواب (یعنی مستحب) ہے۔ اگر دنیوی غرض سے ہوتو یہ مکروہ ہوجائے گا۔ (۳)

تخریج حدیث: أخرجه سنن الترمذی ابواب الاستئذان (باب ماجاء فی المعانقة والقبلة)، واسناده ضعیف.

نوٹ: راویہ حدیث حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۲) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) رواہ مشکوٰۃ

(۲) مظاہر حق

(۳) شرح مسلم للنووی وروضۃ المتقین ۲/۴۰۹

بھائی سے خندہ پیشانی کے ساتھ ملنا بھی نیکی ہے

(۸۹۲) ﴿وَعَنْ أَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تَحْقِرَنَّ الْمَعْرُوْفَ شَیْئًا، وَلَوْاَنْ تَلْقَی اَخَاکَ بِوَجْهٍ طَلِیْقٍ.﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ: ”حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھ سے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ کسی بھی بھلائی کو ہرگز حقیر نہ جاننا اگرچہ وہ اپنے بھائی سے خندہ پیشانی سے ملنا ہی کیوں نہ ہو۔“ (مسلم)

لغات: ❖ طلیق: آزاد، غیر مقید، کشادہ رجل طلیق الوجه: کشادہ رومرد، ہنس مکھ۔ طلق (ک) طلوقتو طلاقة. الرجل: ہنس مکھ ہونا۔

تشریح: یہ حدیث پہلے بھی گزر چکی ہے "باب بیان کثرة طرق الخ" میں۔ نیز ایک دوسری روایت جس کے راوی حضرت انس ہیں فرماتے ہیں کہ جب دو مسلمان ایک دوسرے سے ملتے ہیں اور مصافحہ کرتے ہیں تو ستر مغفرت ان کے درمیان تقسیم ہوتی ہے، انہتر (۶۹) ان کے لئے جو بشاشت اور مسکراتے چہرے سے ملتے ہیں۔ (۱)

اسی طرح ایک دوسری روایت میں جس کے راوی حضرت عمر فاروق ہیں آپ ﷺ نے فرمایا: جب دو مسلمان ملاقات کرتے ہیں اور اپنے ساتھی کو سلام کرتا ہے تو ان میں سب سے زیادہ اللہ کو وہ محبوب ہے جو اپنے ساتھی سے مسکرا کر مل رہا ہو،

پھر جب وہ دونوں مصافحہ کرتے ہیں تو ان پر سو رحمتیں نازل ہوتی ہیں اور پہل کرنے والے پر نوے (۹۰) اور دوسرے پر دس رحمتیں نازل ہوتی ہیں (۲)

تخریج حدیث: أخرجه صحیح مسلم تقدم تخریجه فی باب بیان کثرة طرق الخیر.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۶۱) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) مکارم الخرائطی ۸۲۰ (۲) مجمع ۸/۳۷، ترغیب ۳/۴۳۳، مکارم الخرائطی ۸۲۰

آپ ﷺ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کو پیار کرتے تھے

(۸۹۳) ﴿وَعَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَبَّلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْحَسَنَ بْنَ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، فَقَالَ الْاَقْرَعُ بْنُ حَابِسٍ: اِنَّ لِیْ عَشَرَةً مِنَ الْوَلَدِمَا قَبَّلْتُ مِنْهُمْ اَحَدًا. قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ لَایَرْحَمْ لَا یُرْحَمْ"﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت حسن بن علی کو بوسہ دیا تو اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ نے کہا میرے تو دس بچے ہیں میں نے تو ان میں سے کسی کا بھی بوسہ نہیں لیا۔ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو رحم نہیں کرتا اس پر بھی رحم نہیں کیا جاتا۔'' (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ یرحم: رحمه (س) رحمة ومرحمة ورُحماً ورَحماً: نرم دل ہونا، مہربان ہونا، شفقت کرنا، بخش دینا۔

تشریح: حدیث بالا میں ہے کہ بچوں کو پیار کرنا اور ان کو چومنا رحم وشفقت کا ایک حصہ ہے جو اس سے محروم ہوتا ہے اور لوگوں سے رحم وشفقت کا معاملہ نہیں کرتا وہ اللہ کی رحمت سے محروم رہ سکتا ہے۔ اسی طرح دوسری حدیث میں آتا ہے: "اِرْحَمْ مَنْ فِی الْاَرْضِ یَرْحَمْکَ مَنْ فِی السَّمَآءِ" (۱) نیز اور ایک روایت میں آتا ہے "اِرْحَمُوْا تُرْحَمُوْا وَاغْفِرُوْا یُغْفَرْلَکُمْ" تم رحم کرو تم پر رحم کیا جائے گا تم معاف کرو تمہیں معاف کیا جائے گا۔

یہ حدیث پہلے "باب تعظیم حرمات المسلمین وبیان حقوقهم والشفقة علیهم ورحمتهم" (باب نمبر ۲۷) پر بھی گزر چکی ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه صحیح بخاری و صحیح مسلم وابوداؤد و الترمذی و ابن حبان ٤٥٧ والبخاری فی الادب المفرد ایضا.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) جامع صغیر ۱/۸۹۶، ۸۹۷

كتاب عيادة المريض، وتشييع الميت،

والصلاة عَلَيْهِ، وَحُضُورِ دَفْنِهٖ، وَالْمَكْثِ عِنْدَ قَبْرِهٖ بَعْدَ دَفْنِهٖ

بیمار کی مزاج پرسی، جنازے کے ساتھ جانے، جنازے کی نماز پڑھنے اور دفن کے وقت میں موجود رہنے اور دفن کرنے کے بعد قبر پر کچھ دیر ٹھہرنے کا بیان

(١٤٤) بَابُ الامر بالعيادة وتشييع الميت

مسلمان کے مسلمان پر چند حقوق ہیں

(٨٩٤) ﴿عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: أَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعِيَادَةِ الْمَرِيْضِ، وَاتِّبَاعِ الْجَنَازَةِ، وَتَشْمِيْتِ الْعَاطِسِ، وَإِبْرَارِ الْمُقْسِمِ، وَنَصْرِ الْمَظْلُوْمِ، وَإِجَابَةِ الدَّاعِيْ، وَإِفْشَاءِ السَّلَامِ.﴾ (متفق عليه)

ترجمہ: ''حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مریض کی بیمار پرسی کرنے، جنازے کے ساتھ جانے، چھینکنے والے کی چھینک کا جواب دینے، قسم دلانے والے کی قسم پوری کرنے، مظلوم کی مدد کرنے، دعوت کرنے والے کی دعوت قبول کرنے اور سلام کو پھیلانے اور اس کو عام کرنے کا حکم فرمایا۔'' (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ عيادة: بیمار پرسی، عاد يعود عوداً وعياداً وعيادة وعُوادةً. المريض: بیمار پرسی کرنا صفت مذکر عائدج عُوَّاد وعُوُدو عَوُد صفت مونث: عائدة ج عُوَّد صفت مفعولی: معود و معوودٌ۔

اجابة الداعي: قبول کرنا، جواب دینا۔ اجابه، اجابةواجاباً واجاب. سواله و عن سواله و الى سواله: جواب دینا۔

تشریح: حدیث بالا کتاب السلام (باب ۱۳۱) پر گزر چکی ہے یہاں پر عیادۃ المریض کا عنوان ہے اس لئے علامہ نووی رحمہ اللہ اسی عنوان کی مناسبت سے اس حدیث کو دوبارہ ذکر فرما رہے ہیں۔

تخریج حدیث: أخرجه صحیح بخاری و صحیح مسلم و قد سبق تخریجه فی کتاب السلام.

نوٹ: راوی حدیث حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۸۰) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

مسلمان کے مسلمان پر پانچ حق ہیں

(۸۹۵) ﴿وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَی الْمُسْلِمِ خَمْسٌ: رَدُّالسَّلَامِ، وَعِیَادَةُ الْمَرِیْضِ، وَاتِّبَاعُ الْجَنَائِزِ، وَ إِجَابَةُ الدَّعْوَةِ، وَتَشْمِیْتُ الْعَاطِسِ.﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ”حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مسلمان کے مسلمان پر پانچ حق ہیں ① سلام کا جواب دینا ② بیمار کی مزاج پرسی کرنا ③ جنازوں میں پیچھے چلنا ④ دعوت کا قبول کرنا ⑤ چھینکنے والے کی چھینک کا جواب دینا۔“ (بخاری و مسلم)

لغات: ❖ حق: ثابت شدہ حصہ، فیصلہ شدہ معاملہ، مال اور ملک، واجب جمع: حقوق. حق (ن ض) حقا و حقةً. الامر: ثابت و واجب ہونا۔

تشریح: علماء فرماتے ہیں کہ حدیث بالا کی پانچوں چیزیں فرض کفایہ ہیں۔ سلام کرنا اگرچہ سنت ہے مگر سلام کرنا یہ تواضع و انکساری کا سبب بنتا ہے بلکہ یہ ادائے سنت اور واجب کا ذریعہ بھی ہے۔

اِجَابَةُ الدَّعْوَةِ دعوت قبول کرنا۔ اس میں یہ بھی داخل ہے کہ کوئی ضیافت کے لئے بلائے تو اس کی یہ ضیافت کو قبول کرے جب کہ اس ضیافت میں گناہ کا کام نہ ہو رہا ہو۔ نیز اس میں یہ بھی داخل ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی مدد کے لئے بلائے تو اس کی جائز مدد کرنا اس کا حق ہے۔[1]

یہ حدیث بھی پہلے "باب تعظیم حرمات المسلمین وبیان حقوقهم الخ (باب ۲۷) پر گزر چکی ہے۔ باب کی مناسبت سے مصنف دوبارہ یہاں پر ذکر فرما رہے ہیں۔

تخریج حدیث: أخرجه بخاری و مسلم و قد سبق تخریجه فی باب تعظیم حرمات المسلمین.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ (عبدالرحمٰن بن صخر) رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) مرقاۃ مظاہر حق ۲/۲۶

اللہ جل شانہ کا انسانوں سے شکوہ

(۸۹۶) ﴿وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يَقُوْلُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: "يَا ابْنَ آدَمَ! مَرِضْتُ فَلَمْ تَعُدْنِيْ! قَالَ: يَارَبِّ كَيْفَ اَعُوْدُكَ وَاَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ؟! قَالَ: اَمَاعَلِمْتَ اَنَّ عَبْدِيْ فُلاَنًا مَرِضَ فَلَمْ تَعُدْهُ؟ اَمَاعَلِمْتَ اَنَّكَ لَوْعُدْتَّهُ لَوَجَدْتَّنِيْ عِنْدَهُ؟ يَا ابْنَ آدَمَ اِسْتَطْعَمْتُكَ فَلَمْ تُطْعِمْنِيْ! قَالَ: يَارَبِّ كَيْفَ اُطْعِمُكَ؟ وَاَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ! قَالَ: اَمَاعَلِمْتَ اَنَّهُ اِسْتَطْعَمَكَ عَبْدِيْ فُلاَنٌ فَلَمْ تُطْعِمْهُ، أَمَاعَلِمْتَ اَنَّكَ لَوْ اَطْعَمْتَهُ لَوَجَدْتَّ. ذٰلِكَ عِنْدِيْ؟ يَا ابْنَ آدَمَ اِسْتَسْقَيْتُكَ فَلَمْ تَسْقِنِيْ! قَالَ: يَارَبِّ كَيْفَ أَسْقِيْكَ وَاَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ؟! قَالَ: اِسْتَسْقَاكَ عَبْدِيْ فُلاَنٌ فَلَمْ تَسْقِهِ! أَمَاعَلِمْتَ اَنَّكَ لَوْسَقَيْتَهُ لَوَجَدْتَّ ذٰلِكَ عِنْدِيْ"﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ جل شانہ قیامت کے دن فرمائیں گے اے آدم کے بیٹے میں بیمار ہوگیا تھا تو نے میری بیمار پرسی نہ کی۔ انسان کہے گا میرے رب! میں کیسے تیری عیادت کرتا جب کہ تو تمام جہانوں کا پروردگار ہے؟ اللہ جل شانہ فرمائے گا: کیا تجھے علم نہیں تھا کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہوا لیکن تو نے اس کی مزاج پرسی نہیں کی، کیا تجھے علم نہیں تھا؟ اگر تو اس کی بیمار پرسی کرتا، تو یقیناً تو مجھے اس کے پاس ہی پاتا۔ اے آدم کے بیٹے! میں نے تجھ سے کھانا مانگا تھا لیکن تو نے مجھے کھلایا نہیں۔ وہ کہے گا اے میرے رب! میں تجھے کس طرح کھانا کھلاتا جب کہ تو ہی تمام جہانوں کا پالنے والا ہے؟ اللہ جل شانہ فرمائے گا: کیا تجھے معلوم نہیں تھا کہ میرے فلاں بندے نے تجھ سے کھانا مانگا تھا؟ پس تو نے اسے کھانا نہیں کھلایا تھا۔ کیا تجھے علم نہیں تھا کہ اگر تو اسے کھانا کھلاتا تو یقیناً اس کے ثواب کو میرے پاس پاتا۔ اے آدم کے بیٹے! میں نے تجھ سے پانی طلب کیا تھا تو نے مجھے پانی نہیں پلایا۔ وہ کہے گا اے میرے رب! میں تجھے کیسے پانی پلاتا جب کہ تو ہی تمام جہانوں کا رب ہے؟ اللہ جل شانہ فرمائے گا: کہ تجھ سے میرے فلاں بندے نے پانی مانگا، مگر تو نے اسے پانی نہیں پلایا۔ کیا تجھ کو نہیں معلوم تھا کہ اگر اس کو پانی پلاتا تو یقیناً تو میرے پاس ہی اس کے ثواب کو پاتا؟'' (مسلم)

لغات: ❖ رب: الرب (مصدر) مالک، سردار، درست کرنے والا، پرورش کرنے والا۔ رب (ن) رب القوم: بالا دست ہونا۔

تشریح: ایک دوسری روایت میں آتا ہے: ''اَلْخَلْقُ كُلُّهُمْ عَيَالُ اللّٰهِ'' کہ تمام مخلوق اللہ تعالیٰ کا کنبہ ہے نیز ایک دوسری

روایت میں آتا ہے کہ۔ "فَأَحَبُّهُمْ إِلَى اللّٰهِ اَنْفَعُهُمْ بِعَيَالِهِ" وہ شخص اللہ جل شانہ کو سب سے زیادہ محبوب ہے جو اس کے کنبہ کے لئے سب سے زیادہ نفع بخش ہے۔ اب حدیث بالا میں جو مضمون بیان ہو رہا ہے کہ اللہ کے لئے ضرورت مند لوگوں کی خدمت کرنا، ان کی عیادت کرنا، ان کو کھانا، پلانا وغیرہ یہ سب اللہ کو بہت پسند ہے کیونکہ یہ شخص اللہ کے کنبہ کے ساتھ اچھا سلوک کر رہا ہے۔

حدیث بالا میں تین صورتیں بیان کی گئی ہیں: عیادت کرنا، کھانا کھلانا، پانی پلانا۔ ان تینوں میں فرق ہے۔ عیادت مریض کے بارے میں تو اللہ جل شانہ نے فرمایا کہ اگر تو عیادت کرتا تو مجھے بھی وہاں ہی پاتا جب کہ کھانا کھلانے اور پانی پلانے کے بارے میں اللہ جل شانہ فرمائیں گے کہ اگر تو یہ عمل کرتا تو اس کے ثواب کو میرے پاس پاتا اس سے معلوم ہوا کہ مریض کی عیادت یہ زیادہ افضل اور بہتر ہے کھانا کھلانے اور پانی پلانے سے۔ (۱)

تخریج حدیث: أخرجه صحيح مسلم كتاب البر والصلة (باب فضل عيادة المريض).

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) مظاہر حق: ۲/ ۲۹

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین کام کرنے کو ارشاد فرمایا

(۸۹۷) ﴿وَعَنْ اَبِیْ مُوْسَی رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "عُوْدُوا الْمَرِيْضَ، وَأَطْعِمُوا الْجَائِعَ، وَفُكُّوا الْعَانِيَ".﴾ (رواه البخاری).

"اَلْعَانِیُ" اَلْاَسِیْرُ.

ترجمہ: "حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ بیمار کی بیمار پرسی کرو، بھوکے کو کھانا کھلاؤ، قیدی کو رہا کراؤ" (بخاری)

"العانی" بمعنی: قیدی۔

لغات: ❖ العانی: عنی تعنیة. الرجل: قید کرنا العانی: قیدی۔ باب ضرب وسمع سے۔

تشریح: علماء فرماتے ہیں کہ حدیث بالا میں تین باتوں کا حکم دیا جا رہا ہے اور یہ تینوں چیزیں وجوب علی الکفایہ کے طور پر ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی ایک شخص نے بھی اس کو پورا کر دیا تو پھر بقیہ دوسرے لوگوں کے لئے انہیں پورا کرنا ضروری نہیں ہے تاہم سب کے لئے ان احکام پر عمل کرنا سنت ہے اور اگر کوئی بھی ان حکموں کو پورا نہ کرے تو سب گناہ گار ہوں گے۔

بھوکے کو کھانا کھلانا کب سنت اور کب فرض ہوتا ہے؟

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ بھوکے کو اس صورت میں کھانا کھلانا سنت ہے جب کہ وہ حالت اضطرار میں نہ ہو، حالت اضطراری میں کھانا کھلانا فرض ہوگا۔ اسی طرح بیمار کی عیادت اور مزاج پرسی سنت ہے جس کا کوئی خبر گیر اور تیمار دار ہو اور اس بیمار کی عیادت و مزاج پرسی واجب ہے جس کا کوئی خبر گیر و تیمار دار نہ ہو۔ (۱)

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخاری، کتاب المرضی (باب وجوب عيادة المريض).

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۸) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) مظاہر حق ۲/۲۵

جب تک آدمی عیادت کرتا ہے وہ جنت کے پھلوں کو چنتا رہتا ہے

(۸۹۸) ﴿وَعَنْ ثَوْبَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِنَّ الْمُسْلِمَ اِذَا عَادَ اَخَاهُ الْمُسْلِمَ لَمْ يَزَلْ فِيْ خُرْفَةِ الْجَنَّةِ حَتّٰى يَرْجِعَ" قِيْلَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا خُرْفَةُ الْجَنَّةِ؟ قَالَ: "جَنَاهَا"﴾

(رواه مسلم)

ترجمہ: "حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مسلمان جب اپنے مسلمان بھائی کی عیادت کرتا ہے تو واپسی آنے تک وہ جنت کے تازہ پھلوں کو چننے میں مصروف رہتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا "خرفة الجنة" کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تازہ پھل۔"

لغات: ❖ خرفة: چنا ہوا میوہ۔ خرف (ن) خَرْفا و خِرَافاً و خَرَافاً و مَخْرَفا. الثمر چننا۔ اخترف الثمر: چننا۔ الخريف: چنی ہوئی کھجور۔

تشریح: حدیث بالا میں مریض کی عیادت کرنے کی فضیلت کو بیان کیا جارہا ہے کہ مریض بے چارہ مرض کی کلفت، خدمت کی محتاجی اور اپنی بے چارگی میں مبتلا رہتا ہے، جب اقرباء یا دوست احباب اس کی عیادت اور مزاج پرسی کرتے ہیں تو اس مریض کی طبیعت میں فرحت و مسرت، سرور و انشراح، نشاط کی لہر دوڑ جاتی ہے بلکہ اس خوشی میں وہ اپنے مرض کو بھی بھول جاتا ہے۔ ساتھ ساتھ شریعت مطہرہ نے عیادت کرنے والے کو بھی محروم نہیں فرمایا بلکہ فرمایا کہ جب تک تم مریض کے پاس رہوگے اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور برکتوں سے فیضیاب ہوتے رہوگے اور اس انسانی اخلاقی ہمدردی کی بناء پر وہ جنت کے میوہ خوری کا مستحق ہوجاتا ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح مسلم کتاب البر والصلة (باب فضل عيادة المريض) واحمد ۸/۲۲۴۳۶.

وهكذا فی الترمذی.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۱۰۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

عیادت کرنے والے کیلئے ستر ہزار فرشتے دعائے خیر کرتے ہیں

(۸۹۹) ﴿وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "مَامِنْ مُسْلِمٍ يَعُوْدُ مُسْلِمًا غُدْوَةً اِلَّاصَلَّى عَلَيْهِ سَبْعُوْنَ أَلْفَ مَلَكٍ حَتَّى يُمْسِيَ، وَاِنْ عَادَهُ عَشِيَّةً اِلَّا صَلَّى عَلَيْهِ سَبْعُوْنَ أَلْفَ مَلَكٍ حَتَّى يُصْبِحَ، وَكَانَ لَهُ خَرِيْفٌ فِي الْجَنَّةِ"﴾ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ)

"اَلْخَرِيْفُ" اَلثَّمَرُ الْمَخْرُوْفُ، ای: المجتنی.

ترجمہ: ''حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو مسلمان کسی مسلمان کی صبح کے وقت مزاج پرسی کرتا ہے تو شام تک ستر ہزار فرشتے اس کے لئے (مغفرت) کی دعائے خیر کرتے رہتے ہیں۔ اگر وہ شام کے وقت بیمار پرسی کرتا ہے تو صبح تک ستر ہزار فرشتے اس کی مغفرت کی دعا کرتے رہتے ہیں اور جنت میں اس کے لئے پھلوں کا چننا ہوتا ہے۔'' (ترمذی۔ امام ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن ہے)

"الخریف" معنی: چنے ہوئے پھل۔

لغات: ❖ غدوۃ: صبح، فجر اور طلوع آفتاب کا درمیان۔ دن کا ابتدائی حصہ جمع غُدًی وغُدُوٌّ. غداۃ: صبح، فجر اور طلوع آفتاب کا درمیان، دن کا ابتدائی حصہ جمع: غدوات۔

تشریح: حدیث بالا میں عیادت کی فضیلت کو بیان کیا جارہا ہے کہ مریض آدمی اپنے مرض کی وجہ سے طبعی اضمحلال سے دوچار ہوتا ہے اور جب کوئی اس کی عیادت کرتا ہے تو یہ عیادت اس کے جلد صحت یاب ہونے میں اہم رول ادا کرتی ہے۔ اسلام میں عیادت اور مزاج پرسی کو مسلمانوں کے حقوق میں شمار کیا گیا ہے۔

اور دوسری طرف عیادت کرنے والے کو بھی یہ فضیلت سنائی جارہی ہے کہ اگر وہ صبح کے وقت عیادت کے لئے جائے تو شام تک اور شام کو جائے تو صبح تک فرشتے اس کے لئے مغفرت کی دعا کرتے رہتے ہیں۔ [1]

تخریج حدیث: أخرجه سنن الترمذی ابواب الجنائز (باب ماجاء فی عیادة المریض) واحمد ۱/۶۱۲، ۱/۹۵۵ وابوداؤد وابن ماجه وابن حبان ۲۹۵۸، ومصنف بن ابی شیبة ۳/۲۳٤ وهكذا فی البیهقی ۳/۳۸۰۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر(۸۱۰) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔
(۱) دلیل الفالحین ۳/۳۷۸

آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہودی لڑکے کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے

(۹۰۰) ﴿وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: کَانَ غُلَامٌ یَهُوْدِیٌّ یَخْدِمُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَمَرِضَ فَاَتَاہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَعُوْدُہٗ، فَقَعَدَعِنْدَ رَأْسِہٖ فَقَالَ لَہٗ: "أَسْلِمْ" فَنَظَرَاِلٰی اَبِیْہِ وَھُوَعِنْدَہٗ؟ فَقَالَ: أَطِعْ أَبَا الْقَاسِمِ، فَأَسْلَمَ، فَخَرَجَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ، وَھُوَیَقُوْلُ: "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ أَنْقَذَہٗ مِنَ النَّارِ".﴾ (رواہ البخاری)

ترجمہ: ''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک یہودی لڑکا تھا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا۔ وہ بیمار ہوگیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے سر کے نزدیک بیٹھ گئے اور اس سے فرمایا: کہ اسلام قبول کرلے، اس نے اپنے باپ کی طرف دیکھا جو اس کے پاس موجود تھا تو اس کے والد نے کہا ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی بات مان لو پس وہ مسلمان ہوگیا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرماتے ہوئے تشریف لائے: تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے اس لڑکے کو جہنم کی آگ سے بچالیا۔'' (بخاری)

لغات: ❖ انقذہ: من النار: نجات دینا۔ چھڑانا۔ نقذ (ن) نقذاً ونقذ وانقذ. فلانا من کذا نقذ (س) نقذا. نجات پانا۔

تشریح: غیر مسلم کی عیادت کرنا جائز ہے

حدیث بالا سے فقہاء استدلال کرتے ہیں کہ یہود کی عیادت کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں لیکن مجوسیوں کی عیادت کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔ اسی طرح فاسق وفاجر کی عیادت میں اختلاف ہے مگر اس میں راجح قول یہی ہے کہ جانے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ نیز اس حدیث سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ استدلال کرتے ہیں کہ نابالغ کا اسلام قبول کرنا معتبر ہے جیسا کہ حدیث بالا سے معلوم ہورہا ہے۔

یہودی لڑکے کا نام

غُلَامٌ یَهُوْدِیٌّ یَخْدِمُ: اس یہودی لڑکے کا نام محدثین نے عبدالقدوس بتایا ہے۔ اس سے یہ بھی استدلال کیا جاتا ہے کہ

کافر، ذمی سے خدمت لینا بھی جائز ہے[1]

فَقَعَدَ عِنْدَ رأسِہٖ" آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے سر کے قریب بیٹھ گئے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عیادت کے وقت مریض کے سر کے پاس بیٹھنا مستحب ہے۔[2] فَأَسْلَمَ: وہ لڑکا مسلمان ہوگیا۔ ایک دوسری روایت میں آتا ہے: "فَقَالَ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ" کہ اس نے کلمہ شہادت پڑھ لیا۔[3]

"الحمدالذی انقذہ من النار" تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے اس لڑکے کو جہنم کی آگ سے بچالیا۔

ایک دوسری روایت میں آتا ہے: "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَنْقَذَهٗ مِنْ نَارِ جَهَنَّمَ"[4] اور ایک روایت میں۔ "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَنْقَذَهٗ بِیْ مِنَ النَّارِ"[5] کے الفاظ بھی وارد ہوئے ہیں سب کا مطلب تقریباً ایک ہی ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح البخاری کتاب الجنائز (باب اذا اسلم الصبی فمات هل یصلی علیه؟) واحمد ٤/١٣٩٧٨ وابوداؤد و ابن حبان ٢٩٦٠ وهكذا فی البيهقی ٣/٣٨٣۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث (١٥) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) روضۃ المتقین ۲/۴۱۶ (۲) نفس مصدر و دلیل الفالحین ۳/۳۷۸

(۳) رواہ ابن حبان (۴) ابن حبان (۵) مسند احمد

(١٤٥) بَابُ مَایُدْعٰی بِهٖ لِلْمَرِیْضِ

بیمار کو کس طرح دعا دی جائے

زخم، پھنسی وغیرہ کی دعا

(٩٠١) ﴿عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا، اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا اشْتَکَی الْاِنْسَانُ الشَّیْءَ مِنْهُ، أَوْکَانَتْ بِهٖ قَرْحَةٌ أَوْجُرْحٌ، قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِأَصْبَعِهٖ هٰکَذَا، وَوَضَعَ سُفْیَانُ بْنُ عُیَیْنَةَ الرَّاوِیُّ سَبَّابَتَهٗ بِالْاَرْضِ ثُمَّ رَفَعَهَا وَقَالَ: "بِسْمِ اللّٰهِ، تُرْبَةُ اَرْضِنَا، بِرِیْقَةِ بَعْضِنَا، یُشْفٰی بِهٖ سَقِیْمُنَا، بِاِذْنِ رَبِّنَا"﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: "حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ سے جب کوئی آدمی اپنی بیماری کی شکایت کرتا یا اس کو کوئی پھوڑا یا زخم ہوتا تو نبی کریم ﷺ اپنی انگلی مبارک کے ساتھ اس طرح کرتے۔ پھر راوی حضرت سفیان نے اپنی انگلی شہادت زمین پر رکھی پھر اسے اٹھایا اور پھر یہ دعا پڑھی بسم اللہ تربۃ ارضنا الخ "اللہ کے نام

سے، ہماری زمین کی مٹی، ہم میں سے بعض کے لعاب دھن سے مل کر، ہمارے رب کے حکم سے، ہمارے مریض کی شفایابی کا ذریعہ ہو جائے۔“ (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ اشتکی: بیمار ہونا۔ شکا یشکو شَکْویٰ شَکْوًا وشَکَاۃً وشِکَاوَۃً وشَکَایَۃً وشَکِیَّۃً الیه. زیداً: شکایت کرنا۔ مرضه للطبیب: مرض کی کیفیت بیان کرنا۔ تَشَکّٰی: بیمار ہونا۔ الیه شکایت کرنا۔ من حرج: دردمند ہونا۔ اشتکی. بیمار ہونا۔ الیه: شکایت کرنامن جرحه: دردمند ہونا۔

تشریح: بِاِصْبَعِه: انگلی مبارک رکھتے۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ اپنے لعاب مبارک کو اپنی انگلی پر لگاتے اور پھر اسے مٹی پر رکھتے پھر خاک آلودہ انگلی کو درد کی جگہ پر رکھ کر اس حصہ پر پھیرتے جاتے اور مذکورہ بالا دعا پڑھتے جاتے تھے۔ (۱)

فَکَانَتْ بِهٖ قَرْحَةٌ اَوْجُرْحٌ: پھوڑا یا زخم ہوتا۔ پھوڑا اور زخم کے لئے اس طرح عمل کرنا علامہ قاضی بیضاوی کے نزدیک یہ ہے کہ تبدیلی مزاج میں لعاب دھن بہت مؤثر ہوتا ہے۔ اسی طرح مزاج کو اپنی حالت پر برقرار رکھنے کے لئے وطن کی مٹی بھی بہت تاثیر رکھتی ہے، اس لئے آپ ﷺ نے یہ عمل کیا۔ بعض کہتے ہیں مدینہ منورہ کی مٹی کی برکت ہے مگر تاثیر شفاء کا پیدا ہونا یہ من جانب اللہ ہے۔ (۲)

حدیث بالا سے معلوم ہوا کہ اہل علم صلاح وتقویٰ کی طرف جسمانی تکالیف کے ازالے کے لئے دعاء خیر کے لئے رجوع کرنا صحیح ہے، بشرطیکہ وہ منتر اور تعویذ مشرکانہ الفاظ کے نہ ہو۔ (۳)

تخریج حدیث: أخرجه صحیح بخاری کتاب الطب (باب رقیة النبی صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ) وصحیح مسلم کتاب السلام (باب استحباب الرقیة من العین والنملة) واحمد ۲٤٦٧١/۹، و ابوداؤد و ابن ماجه وهکذا فی ابن حبان ۲۹۷۳۔

نوٹ: راویہ حدیث حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۲) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔
(۱) شرح مسلم للنووی ودلیل الفالحین ۳۸۱/۳ (۲) روضۃ المتقین ۴۱۸/۲ (۳) نزہۃ المتقین ۴۷۱/۲

مریض کی عیادت کس طرح کرے؟

(۹۰۲) ﴿وَعَنْهَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ یَعُوْدُ بَعْضَ اَهْلِهٖ یَمْسَحُ بِیَدِهِ الْیُمْنٰی وَیَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ رَبَّ النَّاسِ، اَذْهِبِ الْبَأْسَ، وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِیْ لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَاؤُکَ، شِفَاءً لَا یُغَادِرُ سَقَمًا"﴾

(متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنے بعض گھر والوں کی بیمار پرسی جب کرتے تو اپنا دایاں ہاتھ مریض کے درد والے حصہ پر پھیرتے اور پھر یہ دعا پڑھتے: اللھم رب الناس الخ اے اللہ لوگوں کے پروردگار تکلیف کو دور فرمادے، تو شفاء عطاء فرما، تو ہی شفاء دینے والا ہے، تیری شفاء کے سواء کوئی شفاء دینے والا نہیں ہے، تو ایسی شفاء دے کہ اس سے یہ بیماری باقی نہ رہے۔''

لغات: ❖ البأس: عذاب، دکھ، بہادری، قوت، لڑائی، مرض۔ البؤس: شدت ومحتاجی جمع اَبْؤُس.

تشریح: كَانَ يَعُوْدُ: بیمار پرسی کرتے۔ اور بخاری کی روایت میں یعوذ کا لفظ ہے جس کو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے یرقی بمعنی دم کے لیا ہے۔

يَمْسَحُ بِيَدِهِ الْيُمْنَى: اپنا دایاں ہاتھ مریض کے درد والے حصہ پر پھیرتے تھے۔ علامہ طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس طرح عمل کرنے سے آپ ﷺ تفاؤل لیتے تھے مرض کے ختم ہونے کا[1] اس طرح تفاؤل لینا جائز ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخاری كتاب الطب (باب رقية النبی صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) و (باب مسح الراقی) وصحيح مسلم كتاب السلام (باب استحباب رقية المريض) و احمد ۹/۲۵۰۰۰ و هكذا فی ابن حبان ۲۹۷۲۔

نوٹ: راویہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۲) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) روضۃ المتقین ۲/۴۱۸

آپ ﷺ کا طریقۂ دم

(۹۰۳) ﴿وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ قَالَ لِثَابِتٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى أَلَا أُرْقِيكَ بِرُقْيَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ؟ قَالَ: بَلَى، قَالَ: اَللّٰهُمَّ رَبَّ النَّاسِ، مُذْهِبَ الْبَأْسِ، اِشْفِ أَنْتَ الشَّافِيْ لَا شَافِيَ إِلَّا اَنْتَ، شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا.﴾ (رواه البخاری)

ترجمہ: ''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت ثابت (بنانی) سے کہا کیا میں تم پر آپ ﷺ کا بتلایا ہوا دم نہ کروں؟ انہوں نے کہا کیوں نہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے یہ دعا پڑھی: اے اللہ! لوگوں کے پروردگار، تکلیف کو لے جانے والے، تو شفاء عطاء فرما، تو ہی شفاء دینے والا ہے، تیرے سواء کوئی شفاء دینے والا نہیں، تو ایسی شفاء عطاء فرما جو بیماری کو نہ چھوڑے۔''

لغات: ❖ رقية: الرقية: منتر، افسوں۔ تعویذ جمع رُقًى ورُقْيات ورقيات رقا (ض) رَقْيًا و رُقِيًّا و رُقْيَةً. ہ و عليه:

نفع یا نقصان کے لئے منتر کرنا۔

تشریح: حدیث بالا سے نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا دم کرنا ثابت ہے اس لئے دم کرنے کا جواز معلوم ہوتا ہے۔ تاہم اس کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ اللہ جل شانہ کے اسماء وصفات اور مسنون دعاؤں کے ذریعہ سے ہو یا کم از کم ایسے الفاظ ہوں جن کے معنی صحیح ہو الفاظ شرکیہ یا الفاظ کفریہ نہ ہو۔ (۱)

تخریج حدیث: أخرجه صحیح بخاری کتاب الطب (باب رقیة النبی صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ) و ابوداؤد والترمذی.

نوٹ: راوی حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث (۱۵) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) مفہوم دلیل الفالحین ۳/۳۸۲

آپ ﷺ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو اس طرح دعا دی

(۹۰٤) ﴿وَعَنْ سَعْدِبْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: عَادَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: "اَللّٰهُمَّ اشْفِ سَعْدًا، اَللّٰهُمَّ اشْفِ سَعْدًا، اَللّٰهُمَّ اشْفِ سَعْدًا"﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ: ''حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ میری عیادت کو تشریف لائے تو یہ دعا فرمائی: اے اللہ! سعد کو شفاء عطا فرما۔ اے اللہ! سعد کو شفاء عطا فرما۔ اے اللہ! سعد کو شفاء عطاء فرما۔'' (مسلم)

لغات: ❖ اشف: شفا یشفی شفاء. الله فلانامن المرض: تندرست کرنا، صحت یاب کرنا۔ اشفی اشفاء. فلاناً: شفاء مانگنا۔ الشفاء (مصدر) دوا (مجاز ہے اس لئے کہ سبب کا نام وہ رکھا گیا ہے جو مسبب کا تھا)۔

تشریح: حدیث بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ عیادت کے لئے جانا بڑا مبارک عمل ہے خود نبی کریم ﷺ تشریف لے جایا کرتے تھے۔ دوسرے یہ بھی معلوم ہوا کہ مریض کے لئے بطور خاص اس کا نام لے کر دعائے صحت وشفاء کرنا بھی سنت ہے (۱) نیز یہ بھی حدیث بالا سے معلوم ہوا کہ دعا میں تکرار کرنا، بار بار الحاح وزاری سے التجاء ودعا کرنا یہ قبولیت کے زیادہ قریب ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه صحیح مسلم کتاب الوصیة (باب الوصیة بالثلث) واحمد فی مسنده ١/١٥٢٤ و ابن حبان ٤٢٤٩۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث (٦) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) نزہۃ المتقین

آدمی خود بھی اپنے اوپر دم کرسکتا ہے

(۹۰۵) ﴿وَعَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عُثْمَانَ بْنَ اَبِی الْعَاصِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّہٗ شَکَا اِلٰی رَسُوْلِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَجْعًا یَجِدُہٗ فِیْ جَسَدِہٖ فَقَالَ لَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: ضَعْ یَدَکَ عَلَی الَّذِیْ یَأْلَمُ مِنْ جَسَدِکَ، وَقُلْ: بِسْمِ اللّٰہِ ثَلاثًا وَقُلْ سَبْعَ مَرَّاتٍ: اَعُوْذُ بِعِزَّۃِ اللّٰہِ وَقُدْرَتِہٖ مِنْ شَرِّمَا اَجِدُوَاُحَاذِرُ"﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ: "حضرت ابوعبداللہ عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو اپنے اس درد کے بارے میں شکایت کی جو وہ اپنے جسم میں محسوس کر رہے تھے تو آپ ﷺ نے ان کو فرمایا اپنا ہاتھ جسم کے اس حصے پر رکھ جو درد کر رہا ہے اور پھر تین مرتبہ بسم اللہ اور سات مرتبہ "اَعُوْذُ بِعِزَّۃِ اللّٰہِ وَقُدْرَتِہٖ مِنْ شَرِّمَا اَجِدُوَاُحَاذِرُ" کہو یعنی "میں اللہ کی پناہ اور اس کی قدرت میں آتا ہوں اس برائی سے جو میں پاتا ہوں اور جس سے مجھے ڈر لگ رہا ہے۔"

لغات: ❖ وجعاً: درد۔ وجع یوجع وجعاً: مریض اور دردمند ہونا الوجع. مرض وتکلیف۔ جمع وِجَاع و اوجاع الوجع: درد والا۔

تشریح: ضَعْ یَدَکَ: اپنا ہاتھ رکھو۔ علماء فرماتے ہیں اولی اور مستحب یہی ہے کہ جس جگہ درد ہو اس جگہ یہ پھیرا جائے اور پھر دم کیا جائے۔ اور اگر صرف دم پر اکتفاء کرلیا جائے ہاتھ نہ پھیرا جائے تب بھی صحیح ہے یہ بھی بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے۔ دعا بالا بھی بڑی مجرب ہے۔ نیز حدیث بالا سے یہ بھی معلوم ہوا کہ انسان خود بھی اپنے اوپر دم کرسکتا ہے صرف دوسروں سے ہی دم کروانا ضروری نہیں ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح مسلم كتاب السلام (باب استحباب رقية المريض) ومالک فی موطئه ۷۵٤ ابوداؤد و ترمذی و ابن ماجه و ابن حبان ۲۹٦٤۔

راوی حدیث حضرت ابوعبداللہ عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات:

نام: عثمان، ابوعبداللہ کنیت۔ نسب نامہ عثمان بن ابی العاص بن بشر بن وھبان بن عبداللہ بن آبان الخ۔ طائف کے وفد کے ساتھ غزوہ طائف کے بعد آئے (سیرۃ ابن ھشام ۲/۳۳۸) عثمان اگرچہ ابھی نئے مسلمان ہوئے تھے مگر ان میں تعلیم کی استعداد کو دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی ثقیف کی امارت و امامت ان ہی کے سپرد فرما دی اور فرمایا: کہ لوگوں کے حالات کو دیکھ کر نماز پڑھنا، نماز میں کمزور اور بوڑھے، بچے، کاروباری سب قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ (اصابہ ۴/۲۲۱)

بصرہ کے آباد ہونے کے بعد لوگوں نے بصرہ کا امیر عثمان بن ابی العاص کو بنوانا چاہا مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں ان کو طائف سے کیسے بلاؤں جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ان کو اس کا امیر بنایا تھا؟ لوگوں نے کہا کہ یہ ہوسکتا ہے کہ وہاں اپنا قائم مقام کسی کو بنادیں پھر یہ اپنے بھائی حکم کو

اپنا قائم مقام بنا کر بصرہ کے امیر بن گئے اور پھر مستقل ہی وہاں آباد ہو گئے۔ (استیعاب ۲/۶۹۶)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کے بارے میں فرمایا تَفَقَّهَ فِی الْاِسْلَامِ اور عَلِمَ بِالْقُرْآنِ. حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے عثمان بن ابی العاص سے افضل کسی کو نہیں دیکھا۔

وفات: امیر معاویہ کے عہد میں ۵۵ھ کے لگ بھگ انتقال ہوا۔ (تہذیب التہذیب ۷/۱۲۹)

مرویات: ان کی مرویات کی تعداد ۲۹ ہے۔

مزید حالات کیلئے دیکھیں:

(۱) سیرۃ ابن ہشام ۲/۳۳۸ (۲) اصابہ ۴/۲۲۱ (۳) استیعاب ۲/۶۹۶ (۴) فتوح البلدان (۵) طبری ۲۸۱۹ (۶) تہذیب التہذیب ۷/۱۲۹ (۷) طبقات ابن سعد ۷/۶۶ وغیرہ

مریض کی صحت کے لئے یہ دعا پڑھی جائے

(۹۰۶) ﴿وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنْ عَادَ مَرِیْضًا لَمْ یَحْضُرْهُ اَجَلُهُ فَقَالَ عِنْدَهُ سَبْعَ مَرَّاتٍ: اَسْأَلُ اللّٰهَ الْعَظِیْمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ اَنْ یَشْفِیَکَ: اِلَّا عَافَاهُ اللّٰهُ مِنْ ذٰلِکَ الْمَرَضِ"﴾ (رواه ابوداؤد والترمذی وقال: حدیث حسن، وقال الحاکم: حدیث صحیح علی شرط البخاری)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص کسی مریض کی عیادت کرے جس کی موت کا وقت ابھی نہ آیا ہو، اس کے پاس سات مرتبہ یہ دعا پڑھے: میں اللہ برتر سے جو عرش عظیم کا مالک بھی ہے یہ سوال کرتا ہوں کہ وہ تجھے شفاء عطاء فرمادے تو اللہ تعالیٰ اسے اس بیماری سے عافیت عطاء فرمادیتے ہیں۔'' (ابوداؤد، ترمذی اور امام ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن ہے اور امام حاکم نے کہا یہ حدیث امام بخاری کی شرط پر ہے)

لغات: ❖ عافاه: عافى معافاة وعفاء وعافية. الله . فلانا: صحت دینا، بلا اور برائی سے بچانا۔

تشریح: اِلَّا عَافَاهُ اللّٰهُ مِنْ ذٰلِکَ الْمَرَضِ: مگر اللہ تعالیٰ اسے اس بیماری سے عافیت عطاء فرمادیتے ہیں۔ مریض کے لئے صدق واخلاق سے جب دعا کی جائے خاص کر کے مسنون دعا جو آپ ﷺ سے منقول ہے وہ مانگی جائے تو اس دعا کی قبولیت کا بہت زیادہ امکان ہوتا ہے[۱] اس لئے پورے یقین واذعان سے دعا کرنا چاہئے۔ جیسے کہ حدیث قدسی میں آتا ہے: "اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ" میں بندے کے گمان کے مطابق فیصلہ کرتا ہوں۔ اگر وہ قبولیت کے یقین کے ساتھ دعا مانگے گا تو اللہ بھی اس کے گمان کے مطابق اس کی دعا کو قبول فرمالیں گے۔[۲]

تخریج حدیث: أخرجه سنن ابی داؤد کتاب الجنائز (باب الدعاء للمریض عندالعیادة) وسنن الترمذی ابواب الطهارة واحمد فی مسنده ۱/۲۱۳۷ و ابوداؤد وابن حبان ۲۹۷۵۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث (۱۱) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔
(۱) نزہۃ المتقین ۱/۶۰۴ (۲) روضۃ المتقین ۲/۴۳۱

آپ ﷺ دیہاتی آدمی کی عیادت کے لئے بھی تشریف لے گئے

(۹۰۷) ﴿وَعَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلٰی اَعْرَابِیٍّ یَعُوْدُهٗ، وَکَانَ اِذَادَخَلَ عَلٰی مَنْ یَعُوْدُهٗ قَالَ: "لَا بَأْسَ، طُهُوْرٌ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ"﴾ (رواه البخاری)

ترجمہ: "حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ہی سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ دیہاتی آدمی کی عیادت کے لئے ان کے پاس تشریف لے گئے اور جب بھی آپ کسی بیمار کی عیادت کو تشریف لے جاتے تو یہ دعا پڑھتے: "لَا بَأْسَ طُهُوْرٌ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ" کوئی فکر نہیں، اللہ جل شانہ نے چاہا تو یہ بیماری گناہوں سے پاک کرنے والی ہے۔"
(بخاری)

لغات: ❖ طھورٌ: جس سے پاکی حاصل کی جائے۔ یہرہ (ف) طھراً: دور کرنا۔ یعنی مرض تیرے عیب کو دور کرنے والی ہے۔

تشریح: ملاعلی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں حدیث بالا میں آپ ﷺ کے کمال تواضع کا عملی نمونہ ہے کہ آپ ﷺ دیہاتی کی عیادت کے لئے بھی تشریف لے جاتے تھے۔ علماء فرماتے ہیں اس میں امت کو تعلیم ہے کہ مزاج پرسی کے لئے صرف اپنے سے اوپر اور اعلی لوگوں کے پاس ہی نہیں جانا چاہئے بلکہ اپنے سے کم تر اور ادنی درجے والے کے پاس بھی جانا چاہئے۔ (۱)

لَا بَأْسَ: کوئی بات نہیں، یہ گناہوں سے پاک ہونے کا ذریعہ ہوگا۔ انشاء اللہ مطلب یہ ہے کہ بیماری کی تکلیف اگرچہ ہے لیکن اس کے برداشت کرنے میں گناہوں کی معافی ہے۔ اس لئے گناہوں کی معافی کے بدلے میں یہ زیادہ نہیں ہے۔
"طھور" یہ بیماری گناہوں سے پاکی کا ذریعہ اور سبب ہوگی۔

تخریج حدیث: أخرجه صحیح بخاری کتاب المرضی (باب عیادة الاعراب).

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث (۱۱) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔
(۱) مرقاۃ ۳/۳۵۰

حضرت جبرئیل کی جانب سے دفع مرض کی دعا

(۹۰۸) ﴿وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ جِبْرِیْلَ أَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: یَا مُحَمَّدُ اِشْتَکَیْتَ؟ قَالَ: "نَعَمْ" قَالَ: بِسْمِ اللّٰهِ أَرْقِیْکَ، مِنْ کُلِّ شَیْءٍ یُؤْذِیْکَ، مِنْ شَرِّ کُلِّ نَفْسٍ أَوْعَیْنِ حَاسِدٍ، اَللّٰهُ یَشْفِیْکَ، بِسْمِ اللّٰهِ أَرْقِیْکَ"﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ: ''حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور پوچھا اے محمد! کیا آپ بیمار ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں! تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ان الفاظ سے دعا دی: بسم الله ارقیک الخ ''اللہ کے نام سے آپ ﷺ پر دم کرتا ہوں اور ہر اس چیز سے جو آپ کو تکلیف پہنچائے، ہر حسد کرنے والے کے نفس سے اور حاسد کی آنکھ کے شر سے اللہ جل شانہ آپ کو شفاء عطاء فرمائے۔ اللہ کے نام سے آپ پر دم کرتا ہوں۔'' (مسلم)

لغات: ❖ اشتکیت: اشتکی: بیمار ہونا۔ الیه: (ض) شکایت کرنا - من جرحه: دردمند ہونا۔

تشریح: أَنَّ جِبْرِیْلَ اَتَی النَّبِیَّ صلی الله علیه وسلم: جبرئیل علیہ السلام آپ ﷺ کے پاس آئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مریض کے پاس بیٹھ کر اس کی دل جوئی کرنا اور اس کے لئے دعا پڑھنا یہ جبرئیل علیہ السلام اور آپ ﷺ اور صحابہ اور اکابر سب سے ثابت ہے، مریض سے نفرت نہیں کرنا چاہئے۔ حدیث بالا سے معلوم ہوا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ ﷺ سے کتنی محبت اور شفقت کرتے تھے۔ نیز حدیث بالا سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کو بھی بیماری لاحق ہوتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ کے لئے بھی ان چیزوں سے صحت وسلامتی کی دعا کی گئی ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه صحیح مسلم کتاب السلام (باب الطب والمرض والرقی) و الترمذی و هکذا فی ابن ماجه.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث (۲۰) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

بیمار اگر یہ دعا پڑھتا رہے تو جہنم سے چھٹکارا پائے

(۹۰۹) ﴿وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ وَاَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّهُمَا شَهِدَا عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ: "مَنْ قَالَ: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَکْبَرُ، صَدَّقَهُ رَبُّهُ فَقَالَ: لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا وَاَنَا

اَکْبَرُ وَاِذَاقَالَ: لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْکَ لَهٗ قَالَ: یَقُوْلُ: لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا وَحْدِیْ، لَاشَرِیْکَ لِیْ. وَاِذَاقَالَ: لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ لَهُ الْمُلْکُ وَلَهُ الْحَمْدُقَالَ: لَا اِلٰـهَ اِلَّا اَنَا، لِیَ الْمُلْکُ وَلِیَ الْحَمْدُوَاِذَاقَالَ: لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّابِاللّٰهِ، قَالَ: لَا اِلٰـهَ اِلَّا اَنَا وَلَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّابِیْ". وَکَانَ یَقُوْلُ: "مَنْ قَالَهَا فِیْ مَرَضِهٖ ثُمَّ مَاتَ لَمْ تَطْعَمْهُ النَّارُ" (رواه الترمذی وقال: حدیث حسن)

ترجمہ: ''حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ دونوں آپ ﷺ کے بارے میں اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے بھی کہا لا الہ الا اللہ واللہ اکبر تو اللہ جل شانہ اس کی تصدیق کرتے ہوئے فرماتے ہیں: میرے سوا کوئی معبود نہیں اور میں سب سے بڑا ہوں۔ اور جب وہ کہتا ہے: لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ، تو آپ ﷺ نے فرمایا تو اللہ جل شانہ فرماتے ہیں: میرے سوا کوئی معبود نہیں، میں اکیلا ہوں، میرا کوئی شریک نہیں۔ اور جب وہ یہ کہتا ہے لا الہ الا اللہ لہ الملک ولہ الحمد تو اللہ جل شانہ فرماتے ہیں: میرے سوا کوئی معبود نہیں، میرے ہی لئے تعریف ہے اور میری ہی بادشاہی ہے۔ اور جب وہ کہتا ہے لا الہ الا اللہ ولاحول ولاقوۃ الاباللہ، تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: میرے سوا کوئی معبود نہیں، گناہ سے پھیرنا اور نیکی کرنے کی ہمت دینا صرف میرا ہی کام ہے۔ اور نبی کریم ﷺ فرمایا کرتے تھے جو شخص ان کلمات کو اپنی بیماری میں پڑھے پھر وہ اس بیماری میں مرجائے تو اسے جہنم کی آگ نہیں کھائے گی۔'' (ترمذی اور امام ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن ہے)

لغات: ❖ تطعمه: طعم (س) طعماًوطعماً. الشیء: چکھنا۔ طعم (س) طَعْماًوطُعْاماً. العطام: کھانا۔ اور باب افعال سے متعدی استعمال ہوتا ہے۔

تشریح: حدیث بالا میں جو کلمات مذکور ہیں ان میں اللہ جل شانہ کی بڑائی اور عظمت کا ذکر ہے جس سے اللہ جل شانہ خوش ہوتے ہیں۔ ان کلمات کو عام وقتوں میں پڑھنا بھی باعث اجر وثواب ہے، خاص کر کے بیماری میں پڑھنا اور اسی بیماری میں اگر موت آجائے تو حسن خاتمہ کا ذریعہ ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه سنن الترمذی ابواب الدعوات، (باب مایقول العبد اذا مرض).

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث (۲۰) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(١٤٦) بَابُ اِسْتِحْبَابِ سُؤَالِ اَهْلِ الْمَرِيْضِ عَنْ حَالِهِ

بیمار کے گھر والوں سے بیمار کی حالت دریافت کرنا مستحب ہے

لوگوں کے پوچھنے پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ آپ ﷺ کی طبیعت صحیح ہے

(٩١٠) ﴿عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، اَنَّ عَلِيَّ بْنَ اَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ خَرَجَ مِنْ عِنْدِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ وَجْعِهِ الَّذِيْ تُوُفِّيَ فِيْهِ، فَقَالَ النَّاسُ: يَا اَبَا الْحَسَنِ، كَيْفَ اَصْبَحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ؟ قَالَ: اَصْبَحَ بِحَمْدِاللّٰهِ بَارِئًا.﴾ (رواه البخاری)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے پاس سے اس بیماری میں باہر آئے جس میں آپ ﷺ کا انتقال ہوا تو لوگوں نے پوچھا اے ابوالحسن! آپ ﷺ کا حال کیسا ہے؟ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا آپ ﷺ بحمد اللہ خیریت سے ہیں۔''

(بخاری)

لغات: ❖ وجعاً: درد۔ وجع یوجع وجعًا: مریض اور دردمند ہونا الوجع مرض وتکلیف۔ جمع وجاع واوجاع الوجع: درد والا۔

تشریح: قَالَ اَصْبَحَ بِحَمْدِاللّٰهِ بَارِئًا: آپ ﷺ نے الحمد اللہ بہتر ہونے کی حالت میں صبح کی۔ حدیث بالا سے علماء استدلال کرتے ہیں کہ مریض کی حالت زیادہ خطرناک ہو اور اس کا ہر ایک سے ملنا مفید نہ ہو اور اس کو ملنے میں تکلیف ہوتی ہو تو اس سے ملنا نہیں چاہئے بلکہ اس کے گھر والوں سے اس کی خیریت معلوم کر لینا چاہئے۔ دوسری بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ گھر والوں کے لئے یہ ضروری ہے کہ مریض کی حالت کو مسرت افزاء انداز میں بیان کریں۔ (١)

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخاری كتاب الاستئذان (باب المعانقة).

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث (١١) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(١) دلیل الطالبین ١/٧٠٨ ونزہۃ المتقین ١/٦٠٦ ودلیل الفالحین ٣/٣٨٩

(۱۴۷) بَابُ مَايَقُوْلُهٗ مَنْ أَيِسَ مِنْ حَيَاتِهٖ

اپنی زندگی سے مایوس ہونے والا شخص کیا دعا پڑھے؟

آخری وقت میں آپ ﷺ فرمارہے تھے کہ اے اللہ مجھے رفیق اعلیٰ سے ملادے

(۹۱۱) ﴿عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُسْتَنِدٌ اِلَيَّ يَقُوْلُ: "اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ وَارْحَمْنِيْ، وَأَلْحِقْنِيْ بِالرَّفِيْقِ الْاَعْلٰى"﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے آپ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ آپ میری طرف سہارا لگائے ہوئے تھے فرماتے تھے: اے میرے اللہ! مجھے بخش دے، مجھ پر رحم فرما اور مجھے رفیق اعلیٰ سے (یعنی اپنے سے) ملادے۔''

لغات: ❖ الحقني: الحقه. بفلان: ملادینا، لاحق کردینا۔ الحقه: پالینا، آملنا۔ لحق (س) لحقاًولحاقاً. فلانا وبفلان: پالینا، آملنا، آپہنچنا۔ الی قوم کذا: چمٹنا۔ اللاحق: پہلے پھل کے بعد کا پھل۔

تشریح: وَهُوَمُسْتَنِدٌاِلَيَّ: آپ میرے طرف سہارا لگائے ہوئے تھے۔ ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ هُوَ مُسْتَنِدٌ اِلٰى صَدْرِهَا [1] آپ ان کے سینے سے سہارا لگائے ہوئے تھے۔

رفیق اعلیٰ سے کیا مراد ہے؟

وَأَلْحِقْنِيْ بِالرَّفِيْقِ الْاَعْلَى: رفیق اعلیٰ سے مراد اکثر علماء کے نزدیک اللہ جل شانہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنی میں رفیق بھی ایک نام ہے۔ بعض محدثین کے نزدیک رفیق اعلیٰ سے فرشتے، انبیاء اور صالحین مراد ہیں جیسے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے بھی دعا فرمائی تھی: "أَلْحِقْنِيْ بِالصَّالِحِيْنَ" کہ مجھے نیکوں کے ساتھ ملادے۔ [2]

حدیث بالا سے معلوم ہوا کہ موت کے وقت اپنا تعلق دنیا کی چیزوں سے منقطع کرکے آخرت کے ساتھ جوڑ لینا چاہئے۔

اللهم اغفرلي و ارحمني: اے اللہ مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرمادے۔ آپ ﷺ تو بخشے بخشائے اور معصوم تھے یہ دعا تعلیم امت کے لئے ہے اور اس قسم کی دعاء سے آپ کے لئے رفع درجات اور اضافہ حسنات ہے۔ [3]

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخاری كتاب المرضى (باب تمنى المريض الموت) و صحيح مسلم كتاب السلام (باب استحباب رقية المريض) و مالك فی مؤطئه ۵۶۲ واحمد ۲۶۰۰۶/۱۰، و الترمذی وابن حبان ۶۶۱۸۔

نوٹ: راویہ حدیث حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۲) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔
(۱) رواہ مسلم (۲) نزہۃ المتقین ۱/ ۶۰۷، وفتح الباری ۸/ ۱۳۷، ودلیل الفالحین ۳/ ۳۹۰ (۳) نزہۃ المتقین ۱/ ۶۰۷

انتقال کے وقت آپ ﷺ اپنے دست مبارک سے اپنے چہرے پر پانی مل رہے تھے

(۹۱۲) ﴿وَعَنْهَا قَالَ: رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ بِالْمَوْتِ، عِنْدَهُ قَدَحٌ فِيْهِ مَاءٌ، وَهُوَ يُدْخِلُ يَدَهُ فِي الْقَدَحِ، ثُمَّ يَمْسَحُ وَجْهَهُ بِالْمَاءِ، ثُمَّ يَقُوْلُ: "اَللّٰهُمَّ اَعِنِّيْ عَلَى غَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَسَكَرَاتِ الْمَوْتِ".﴾ (رواہ الترمذی)

ترجمہ: ”حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ہی روایت ہے کہ میں نے آپ ﷺ کو انتقال کے وقت دیکھا کہ آپ ﷺ کے پاس ایک پیالہ رکھا ہوا تھا جس میں پانی تھا، آپ ﷺ اپنا ہاتھ پیالے میں ڈالتے پھر اپنے چہرۂ مبارک پر پانی کو ملتے اور ارشاد فرماتے: اے اللہ! موت کی سختیوں اور بے ہوشیوں پر میری مدد فرما۔“

تشریح: آخری ایام میں آپ ﷺ شدید بخار میں مبتلا رہے، اسی شدت حرارت کو کم کرنے کے لئے آپ ﷺ بار بار اپنا دست مبارک پانی میں تر کر کے اپنے چہرے انور پر پھیرتے [(۱)] اور ساتھ ساتھ دعا بھی فرماتے کہ اے اللہ! موت کی سختی میں آسانی فرما۔ حدیث بالا سے معلوم ہوا کہ انسان کو آخری وقت میں خوب اللہ جل شانہ کی مدد کا طالب ہونا چاہئے۔ [(۲)]

ایک سوال اور اس کا ایک جواب

سوال: آپ ﷺ کو انتقال کے وقت میں اتنی تکلیف کیوں ہوئی؟

جواب: آپ ﷺ کو سکرات الموت پر یہ کیفیت اس لئے طاری ہوئی تا کہ امت کے لوگ اس کے سبب سے اپنی موت کے بارہ میں زیادہ پریشان نہ ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ جب لوگوں کو معلوم ہوگا کہ آپ ﷺ کی سکرات الموت میں یہ کیفیت تھی تو اب باقی لوگ بھی موت کی پریشانی پر صبر کریں اور نبی کریم ﷺ کی پریشانی کو سن کر ان کو اپنی پریشانی آسان معلوم ہوگی۔

تخریج حدیث: أخرجه سنن الترمذی ابواب الجنائز (باب ماجاء فی التشدید عند الموت) واحمد فی مسنده ۹/ ۲٤٤١٠ و الترمذی وابن ماجه.

نوٹ: راویہ حدیث حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۲) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔
(۱) نزہۃ المتقین ۱/ ۶۰۷ (۲) نفس مصدر (۳) مظاہر حق ۲/ ۴۸

(۱٤۸) بَابُ اِسۡتِحۡبَابِ وَصِيَّةِ اَهۡلِ الۡمَرِيۡضِ وَمَنۡ يَخۡدِمُهُ بِالۡاِحۡسَانِ اِلَيۡهِ وَالصَّبۡرِ عَلَى مَايَشُقُّ مِنۡ اَمۡرِهٖ وَكَذَا الۡوَصِيَّةُ بِمَنۡ قَرُبَ سَبَبُ مَوۡتِهٖ بِحَدٍّ أَوۡ قِصَاصٍ وَنَحۡوِهِمَا

مریض کے گھر والوں اور اس کے خدمت گاروں کو مریض کے ساتھ اچھا سلوک کرنے، اور مریض کی طرف سے پیش آنے والی مشقتوں پر صبر کرنے کی تلقین، اسی طرح جس کی موت کا سبب قریب ہو یعنی حد یا قصاص وغیرہ نافذ ہونے والی ہو اس کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی تاکید کا بیان

حالت حمل میں رجم نہیں کیا جائے گا

(۹۱۳) ﴿عَنۡ عِمۡرَانَ بۡنِ الۡحُصَيۡنِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنۡهُمَا، أَنَّ اِمۡرَأَةً مِنۡ جُهَيۡنَةَ أَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ حُبۡلٰى مِنَ الزِّنَا، فَقَالَتۡ: يَارَسُوۡلَ اللّٰهِ ! أَصَبۡتُ حَدًّا فَأَقِمۡهُ عَلَيَّ، فَدَعَا رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ وَلِيَّهَا، فَقَالَ: اَحۡسِنۡ اِلَيۡهَا، فَاِذَاوَضَعَتۡ فَائۡتِنِيۡ بِهَا" فَفَعَلَ، فَامَرَبِهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ فَشُدَّتۡ عَلَيۡهَا ثِيَابُهَا ثُمَّ أُمِرَبِهَافَرُجِمَتۡ، ثُمَّ صَلَّى عَلَيۡهَا.﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ: ''حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قبیلہ جہینہ کی ایک عورت جو زنا کی وجہ سے حاملہ تھی وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا اے اللہ کے رسول میں حد کو پہنچ گئی ہوں، آپ مجھ پر حد قائم فرمائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کے سرپرست کو بلایا اور فرمایا اس کے ساتھ اچھا سلوک کرو پس جب یہ بچہ جن لے تو اسے میرے پاس لے آنا۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ اس کے کپڑے کو مضبوطی سے باندھ دیا جائے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو رجم کرنے

کا حکم ارشاد فرمایا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔'' (مسلم)

لغات: ❖ اصبت: حداً: حد کو پانا، صاب یصوب صوباً ومصاباً ہ المطر: بارش کا پہنچنا۔ اصاب. الشیء: پانا۔ فرجمت: رجمه (ن) رجماً: سنگ ساری کرنا، لعنت کرنا۔ القبر: نشان کے لئے پتھر لگانا۔

تشریح: اَحْسِنْ اِلَیْهَا: اچھا معاملہ کرو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر حد قائم نہیں فرمائی، علماء فرماتے ہیں زانیہ جب تک بچہ کی ولادت سے فارغ نہ ہوجائے اس وقت تک اس پر حد قائم نہیں کی جائے گی تاکہ بے گناہ بچہ جو اس کے پیٹ میں ہے وہ نہ مرجائے۔

فَاِذَا وَضَعَتْ فَأْتِنِیْ بِهَا: جب بچہ جن لے تو اسے میرے پاس لانا۔ دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف بچہ کی ولادت کافی نہیں بلکہ اس کو دودھ بھی یہ عورت پلائے گی جب کہ کوئی دوسری عورت اس کو دودھ پلانے والی اور اس کی دیکھ بھال کرنے والی نہ ہو۔

فَشُدَّتْ عَلَیْهَا ثِیَابُهَا: اس پر کپڑے مضبوطی سے باندھے گئے۔ یہ اس لئے کیا گیا تاکہ اس کا ستر نہ کھل جائے۔

صَلّٰی عَلَیْهَا: آپ نے نماز جنازہ پڑھی۔ اس جملہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے خود نماز جنازہ پڑھی ہے مگر بعض روایات میں یہ لفظ مجہول بھی منقول ہے [1] جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دوسرے لوگوں نے تو پڑھی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں پڑھی اس وجہ سے فقہاء میں اختلاف ہوا۔

زنا کرنے والوں کی نماز جنازہ پڑھنا

امام مالک کے نزدیک ایسے لوگوں کی نماز جنازہ پڑھنا مکروہ ہے۔ امام احمد بن حنبل کے نزدیک حاکم وقت اور اہل فضل و علماء اس کی نماز نہ پڑھیں، باقی دوسرے احباب پڑھ لیں۔ امام شافعی رحمہ اللہ اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی کیونکہ ہر کلمہ گو خواہ وہ فاسق و فاجر کیوں نہ ہو تب بھی اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ [2]

تخریج حدیث: أخرجه صحيح مسلم كتاب الحدود (باب من اعترف على نفسه بالزنى) واحمد ۱۹۹۷٤/۷ و ابوداؤد و الترمذی والنسائی.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۲۲) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) کمارواہ مصنف ابن ابی شیبۃ وابوداؤد

(۲) مرقاۃ وہکذا فی مظاہر حق: ۶۰۷/۳

(١٤٩) بَابُ جَوَازِ قَوْلِ الْمَرِيْضِ: اَنَاوَجِعٌ، اَوْشَدِيْدُالْوَجَعِ، اَوْ مَوْعُوْكٌ اَوْوَارَأْسَاهُ! وَنَحْوِ ذٰلِكَ، وَبَيَانِ اَنَّهٗ لَاكَرَاهَةَ فِيْ ذٰلِكَ اِذَالَمْ يَكُنْ عَلَى التَّسَخُّطِ وَاِظْهَارِالْجَزَعِ

بیمار کا یہ کہنا کہ مجھے تکلیف ہے یا سخت تکلیف ہے یا بخار ہے یا ہائے میرا سر وغیرہ بلا کراہیت جائز ہے، بشرطیکہ اللہ سے ناراضگی اور جزع فزع کے اظہار کے طور پر نہ ہو

آپ ﷺ کو دو آدمیوں کے برابر بخار ہوتا تھا

(٩١٤) ﴿عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُوْعَكُ، فَمَسَسْتُهٗ، فَقُلْتُ: اِنَّكَ لَتُوْعَكُ وَعْكًا شَدِيْدًا، فَقَالَ: "أَجَلْ، اِنِّيْ اُوْعَكُ كَمَا يُوْعَكُ رَجُلَانِ مِنْكُمْ"﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ”حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا جب کہ آپ کو بخار تھا۔ میں نے آپ ﷺ کے جسم کو ہاتھ لگایا اور عرض کیا کہ آپ ﷺ کو تو بہت شدید بخار ہے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے اتنا بخار ہوتا ہے جتنا تم میں سے دو آدمیوں کو ہوتا ہے۔“

لغات: ❖ یوعک: وعک یعک وعکاً ووعکة. الحر: گرمی تیز ہونا وعکته الحمی: تیز بخار چڑھنا۔ الوعک (مصدر) (والوعک والموعوک) بخار والا۔

تشریح: علامہ سبکی رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ مریض کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ لوگوں کو اپنے مرض اور تکلیف کی اطلاع دے مگر اس میں اللہ جل شانہ کے شکوہ وشکایت اور ناراضگی کا پہلو نہ ہو۔ اس میں طریقہ یہ اختیار کیا جائے کہ پہلے الحمد اللہ کہے پھر اپنے مرض کو بیان کرے[1] یہی بات حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ فرماتے ہیں کہ شکر کو شکوہ پر مقدم کیا جائے تو پھر وہ شکوہ نہیں رہتا۔ نیز علماء فرماتے ہیں کہ مریض کے لئے جائز ہے کہ وہ عیادت کرنے والوں کو اپنی تکلیف سے آگاہ کرے یہ شکوہ اور شکایت میں داخل نہیں ہوگا۔

اِنَّکَ لَتُوْعَکُ وَعْکًا شَدِیْدًا: آپ ﷺ کو بہت شدید بخار ہے۔ ایک دوسری روایت میں آتا ہے: وَذٰلِکَ اَنَّ لَکَ اَجْرَیْنِ (۲) اسی وجہ سے آپ کو اس میں ڈبل ثواب ملتا ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخارى كتاب المرضى (باب شدة المرض) و (باب اشد الناس بلاء الانبياء) و (باب ما يقال للمريض و ما يجيب)، و صحيح مسلم كتاب البر والصلة و الآداب، (باب ثواب المؤمن فيما يصيبه من مرض او حزن او نحو ذلك) و احمد ۳/۳۶۱۸، و ابن حبان ۲۹۳۷ والدارمی ۲/۳۱۶ و هكذا فی البيهقی ۳/۳۷۲۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث (۳۶) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) الدین الخالص لعلامہ السبکی (۲) رواہ بخاری

آپ ﷺ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے

(۹۱۵) ﴿وَعَنْ سَعْدِبْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: جَاءَ نِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَعُوْدُنِیْ مِنْ وَجَعٍ اشْتَدَّبِیْ، فَقُلْتُ: بَلَغَ بِیْ مَا تَرٰی، وَاَنَا ذُوْمَالٍ، وَلَا یَرِثُنِیْ اِلَّا ابْنَتِیْ، وَذَکَرَ الْحَدِیْثَ.﴾ (متفق عليه)

ترجمہ: ''حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ میری بیمار پرسی کے لئے تشریف لائے، مجھے سخت درد تھا۔ میں نے عرض کیا مجھے وہ تکلیف ہورہی ہے جس کو آپ دیکھ رہے ہیں اور میں مالدار آدمی ہوں لیکن میری وارث میری ایک بیٹی ہے۔ پھر آگے حدیث کو بیان کیا۔'' (بخاری ومسلم)

لغات: ❖یرثنی: ورث یرث ورثاً و ورثاًو ارثاً و ارثة و رثةً و تراثاً — فلانا — وارث ہونا۔

تشریح: یَعُوْدُنِیْ مِنْ وَجَعٍ اِشْتَدَّ بِیْ: میری بیمار پرسی کے لئے تشریف لائے۔ ایک دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حجۃ الوداع کا زمانہ تھا۔ (۱)

وَلَایَرِثُنِي اِلَّا ابْنَتِيْ: میری وارث میری صرف ایک بیٹی ہی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ذوی الفروض میں سے میرا کوئی وارث نہیں ہے یا کہ ایسے وارثوں میں سے کہ جن کے بارے میں مجھے یہ خوف نہ ہو کہ وہ میرا مال ضائع کردیں گے علاوہ ایک بیٹی کے اور کوئی وارث نہیں۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے اس جملہ کی یہ تاویل اس لئے کی گئی ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے کئی عصبات وارث موجود تھے۔

تخریج حدیث: اخرجه صحيح بخارى كتاب المرضى (باب قول المريض انى وجع) و صحيح مسلم

کتاب الوصية (باب الوصية بالثلث).

نوٹ: راوی حدیث حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث (۶) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔
(۱) رواہ بخاری

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا ہائے میرا سر

(۹۱۶) ﴿وَعَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ قَالَ: قَالَتْ: عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا وَارَأْسَاهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "بَلْ أَنَا وَا رَأْسَاهُ" وَذَكَرَ الْحَدِيْثَ.﴾ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

ترجمہ: ''حضرت قاسم بن محمد بیان کرتے ہیں کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا ہائے میرا سر! تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بلکہ میں کہتا ہوں ہائے میرے سر کا درد اور پھر باقی حدیث بیان کی۔''

تشریح: مریض کی فریاد اور آہ وزاری کا حکم

بَلْ اَنَاوَا رَأسَاهُ: بلکہ میں کہتا ہوں ہائے میرے سر کا درد۔ یعنی جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سر میں درد ہوا جس کا اظہار انہوں نے آپ ﷺ سے کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرا سر بھی درد کی شدت سے پھٹ رہا ہے۔

علماء فرماتے ہیں کہ:

1. اگر یہ آہ وبکاء شکایتاً نہ ہو تو جائز ہے۔
2. اور اگر تقدیر اور اللہ کے فیصلہ پر ناراضگی کے اظہار کی وجہ سے ہو کہ میں ہی رہ گیا ہوں (معاذ اللہ) کہ اللہ مجھے بیمار کرے اور بھی بہت سے لوگ ہیں وغیرہ وغیرہ، تو اس صورت میں آہ وزاری اور فریاد حرام ہوگی۔
3. اور اگر یہ آہ وزاری مرض سے تنگ آنے کی وجہ سے کر رہا ہے تو یہ مکروہ ہے۔
4. اور اگر اس آہ وزاری سے اس کو راحت ملتی ہے تو اب اس صورت میں مباح اور جائز ہوگا۔
5. اور اگر آہ وزاری کا مقصد اللہ جل شانہ کے سامنے اپنے عجز وضعف کو بیان کرنا ہے کہ ''اے اللہ! مرض بھی تیری طرف سے ایک انعام ہے اور صحت بھی، اے اللہ! مرض کے انعام کو صحت کی حالت سے بدل دے'' تو یہ کر سکتا ہے تو اس صورت میں آہ وزاری مستحب ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخاری کتاب المرضی (باب قول المريض انی وجع او وارأساه) واحمد ۱۰/۲۵۹۶۶۔

راوی حدیث حضرت القاسم بن محمد کے مختصر حالات:

نام: قاسم، ابومحمد کنیت، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے محمد بن ابی بکر کے فرزند ہیں۔ ان کی والدہ ام ولد تھیں جن کا نام سودہ تھا۔ ان کا شمار مدینہ کے سات فقہاء میں ہوتا ہے، ان کے والد کا جب انتقال ہوا تو قاسم کم سن تھے تو ان کی تربیت و پرورش ان کی پھوپھی حضرت ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمائی۔ علامہ ابن سعد حضرت قاسم کے بارے میں فرماتے ہیں وہ بلند منزلت اور عالی مرتبت والے فقیہ، امام اور بڑے حافظ حدیث اور متقی تھے۔ (طبقات ابن سعد ۱۳۹/۵)

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ بڑے جلیل القدر تابعی ہیں ان کی جلالت توثیق اور امامت پر سب کا اتفاق ہے۔ (تہذیب الاسماء ۵۵/۱)

قاسم بن محمد نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سے بھی بھر پور استفادہ کیا۔ ان کے علاوہ اور بھی صحابہ سے انہوں نے علم حاصل کیا۔ اسی وجہ سے امام ذھبی ان کے بارے میں فرماتے ہیں یہ امام اور قدوہ تھے۔ (تذکرۃ الحفاظ ۸۴/۱)

ان کا حلقہ مسجد نبوی میں لگتا تھا جو منبر نبوی اور روضہ نبوی کے درمیان خوخہ عمر کے سامنے ہوتا تھا۔ (طبقات ابن سعد ۱۳۹/۵)

وفات: باختلاف روایت ۱۰۷ھ یا ۱۰۸ھ میں انتقال ہوا۔ انتقال کے وقت ان کی عمر ستر یا بہتر سال کی تھی (طبقات ابن سعد ۱۴۳/۵)

مزید حالات کے لئے دیکھیں:

(۱) طبقات ابن سعد ۱۳۹/۵۔ (۲) تہذیب الاسماء ۵۵/۱۔ (۳) تذکرۃ الحفاظ ۸۴/۱۔ (۴) تہذیب التہذیب ۳۴۲/۸ وغیرہ۔

(۱۵۰) بَابُ تَلْقِينِ الْمُحْتَضَرِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

قریب المرگ شخص کو لا الہ الا اللہ کی تلقین کا بیان

جس کا آخری کلام کلمہ اخلاص ہوگا وہ جنت میں جائے گا

(۹۱۷) ﴿عَنْ مُعَاذٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ كَانَ آخِرُ كَلَامِهِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ"﴾ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالْحَاكِمُ وَقَالَ: صَحِيْحُ الْاِسْنَادِ)

ترجمہ: ''حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس کا آخری کلام لا الہ الا اللہ ہو تو وہ جنت میں جائے گا۔'' (ابوداؤد، حاکم، امام حاکم نے اس کو صحیح اسناد کہا ہے)

لغات: ❖ آخر کلامه: الآخر: پچھلا حصہ جمع آخرون. مؤنث اخری جمع اخریات۔ کہا جاتا ہے "لا افعله آخر الدهر واخری اللیالی" یعنی میں اس کو کبھی نہیں کروں گا۔ آخر کلامه: آخری کلام۔

تشریح: حدیث کا مطلب یہ ہے کہ لا الہ الا اللہ کا آخری وقت میں زبان پر جاری ہونا اس کے مومن ہونے کی علامت ہے۔ مگر یہ احتمال باقی ہے کہ سیدھا جنت میں داخل ہوجائے گا یا اپنے گناہوں کے بقدر عذاب برداشت کرنے کے بعد جنت

میں داخل کیا جائے گا، مگر اللہ جل شانہ سے پہلے ہی احتمال کی امید رکھنی چاہئے۔ (۱)

تخریج حدیث: أخرجه سنن ابی داؤد کتاب الجنائز (باب فی التلقین) والمستدرک للحاکم واحمد فی مسنده ۲۲۰۹۵/۸ و اسناده حسن.

نوٹ: راوی حدیث حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۲۱۰) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) دلیل الفالحین ۳۱۶/۳

اپنے مرنے والے کو کلمے کی تلقین کرو

(۹۱۸) ﴿وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "لَقِّنُوْا مَوْتَاکُمْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ"﴾ (رواه مسلم)

ترجمہ: "حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اپنے مردوں کو لا الٰہ الا اللہ پڑھنے کی تلقین کرو۔" (مسلم)

لغات: ❖ لقنوا: موتاکم: لقنه. الکلام: بالمشافہ سمجھانا۔ اللَّقَانَة واللَّقَانِیَة. زودفہمی۔ لقن (ک) لَقَانَةً: تیزفہم وذکی ہونا۔

تشریح: لَقِّنُوْا مَوْتَاکُمْ: مردوں کو کلمہ تلقین کرو۔ مردوں سے مراد یہاں قریب المرگ ہیں جس پر موت کی علامات ظاہر ہونے لگیں۔ علامت موت یہ ہے کہ مریض کے پاؤں سست ہوجائیں، اگر انہیں کھڑا کیا جائے تو کھڑا نہ کرسکے، ناک کا بانسہ ٹیڑھا ہوجائے، کنپٹیاں بیٹھ جائیں۔ (۱)

کلمہ طیبہ کا مطلب

تلقین سے مراد یہ ہے کہ مرنے والے کے پاس بیٹھ کر کلمہ لا الٰہ الا اللہ کو پڑھا جائے تاکہ وہ بھی سن کر پڑھ لے۔ علماء فرماتے ہیں کہ اس وقت میں اس سے نہیں کہنا چاہئے کہ تم بھی پڑھو، مبادا شدت مرض وتکلیف میں اس کے منہ سے انکار نہ نکل جائے۔ (۲)

اس میں غلط رسم

مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ اس سلسلہ میں فرماتے ہیں بعض لوگ مرنے والے کو کلمہ پڑھوانے میں اس قدر سختی کرتے ہیں کہ پیچھے ہی لگ جاتے ہیں، وہ بے چارہ تنگ آکر تکلیف جھیل کر کسی طرح پڑھ لیتا ہے، اس پر بھی کفایت نہیں کرتے یہ چاہتے ہیں کہ برابر پڑھتا ہی رہے، دم نہ لے، یہ سراسر جہالت کی بات ہے خدا بچائے۔ (۳)

تخریج حدیث: أخرجه صحیح مسلم کتاب الجنائز (باب تلقین الموتی لا اله الا الله) و احمد ۱۰۹۹۳/٤ و ابوداؤد والنسائی وابن ماجه وابن حبان ۳۰۰۳، مصنف ابن ابی شیبة ۲۳۸/۳۔ وهکذا فی البیهقی ۳۸۳/۳۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث (۲۰) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) مرقاۃ

(۲) مظاہر حق ۷۸/۲

(۳) اصلاح انقلاب امت ۲۳۶/۱

(۱۵۱) بَابُ مَایَقُوْلُهٗ بَعْدَ تَغْمِیْضِ الْمَیِّتِ

مرنے والے کی آنکھیں بند کرنے کے بعد کون سی دعا پڑھی جائے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کے انتقال کے وقت بذات خود موجود تھے

(۹۱۹) ﴿عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَاقَالَتْ: دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلٰی اَبِیْ سَلَمَةَ وَقَدشَقَّ بَصرُهٗ فَأَغْمَضَهٗ ثُمَّ قَالَ: "اِنَّ الرُّوْحَ اِذَاقُبِضَ، تَبِعَهُ الْبَصَرُ" فَضَجَّ نَاسٌ مِنْ اَهْلِهٖ، فَقَالَ: "لَاتَدْعُوْاعَلٰی اَنْفُسِکُمْ اِلَّابِخَیْرٍ، فَاِنَّ الْمَلَائِکَةَ یُؤَمِّنُوْنَ عَلٰی مَا تَقُوْلُوْنَ" ثُمَّ قَالَ: "اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِاَ بِیْ سَلَمَةَ، وَارْفَعْ دَرَجَتَهٗ فِیْ الْمَهْدِیِّیْنَ، وَاخْلُفْهُ فِیْ عَقِبِهٖ فِیْ الْغَابِرِیْنَ، وَاغْفِرْلَنَا وَلَهٗ یَارَبَّ الْعَالَمِیْنَ، وَافْسَحْ لَهٗ فِیْ قَبْرِهٖ، وَنَوِّرْلَهٗ فِیْهِ"﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ: "حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ابوسلمہ کے پاس حاضر ہوئے جب کہ ان کی آنکھیں پتھرا چکی تھیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھیں بند کرتے ہوئے فرمایا: کہ جب روح قبض کی جاتی ہے تو آنکھیں اس کے پیچھے لگتی ہیں۔ ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کے گھر والے رونے اور چلانے لگے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اپنے لئے بھلائی کے سوا اور کوئی دعا نہ کرو اس لئے کہ فرشتے جو تم کہتے ہو اس پر آمین کہتے ہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! ابوسلمہ کو بخش دے اور اس کے درجات ہدایت یافتہ لوگوں میں بلند فرما اور اس کے بعد ان کے پیچھے رہنے والوں میں ان کا حلقہ بنا اور ہمیں اور ان کو اے

رب العالمین معاف کردے، اس کی قبر کشادہ فرمادے اوران کی قبر کو روشن فرمادے۔" (مسلم)

لغات: ❖ شق: بصرہ: پھٹنا۔ شق (ن) شقاً ومشقة. الامر: دشوار ہونا۔ ضج: ضج (ن) ضجاً وضجیجاً وضَجاجاً وضِجاجاً. چیخنا، شور مچانا۔ الضجة: چیخ و پکار، شور۔ المهديين: مهدی (مفعول): وہ شخص جس کی اللہ تعالیٰ حق کی طرف راہنمائی کریں۔ مهديين: جن کو اللہ نے اسلام کی طرف اوراپنے رسول کی طرف راہنمائی کی۔

تشریح: فَاَغْمَضَهٗ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھیں بند کردیں۔ مطلب یہ ہے کہ انسان کی روح جب نکلتی ہے تو آنکھیں اس کی دیکھتی رہتی ہیں، اس لئے وہ کھلی رہتی ہیں۔ اس لئے جب روح نکل جائے تو میت کی آنکھیں بند کردینی چاہئیں۔ (۱)

لاَ تَدْعُوْا عَلٰى اَنْفُسِكُمْ اِلاَّبِخَيْرٍ: اپنی جانوں کے لئے بھلائی کی ہی دعا کرو۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس وقت میں بددعاء نہیں دینا چاہئے بلکہ اچھی اور خیر کی باتیں ہی کرنا چاہیئے۔ (۲)

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِاَبِىْ سَلَمَةَ: اس سے علماء فرماتے ہیں کہ جب کسی کا انتقال ہو اہل علم کو چاہیئے کہ وہ میت کے گھر میں جائیں اور میت کے لئے مغفرت کی دعا کریں اور متعلقین کو صبر اور دیگر امور خیر کی تلقین کریں۔ (۳)

تخریج حدیث: اخرجه صحیح مسلم کتاب الجنائز (باب فی اغماض المیت والدعاء له اذا احتضر) و احمد ۲۶۶۰۵/۱۰ و ابوداؤد و ابن ماجه وهكذا فی البیهقی ٦٣/٤۔

نوٹ: راویہ حدیث حضرت ام المؤمنین ام سلمۃ ہند بنت امیہ رضی اللہ عنہا کے حالات حدیث نمبر (۸۲) کے ضمن میں گذر چکے۔

(۱) نزہۃ المتقین ۶۱۰/۱ (۲) نزہۃ المتقین ۶۱۰/۱ (۳) روضۃ المتقین ۴۳۲/۲

(۱۵۲) بَابُ مَايُقَالُ عِنْدَ الْمَيِّتِ وَمَا يَقُوْلُهٗ مَنْ مَاتَ لَهٗ مَيِّتٌ

میت کے پاس کیا کہا جائے اور مرنے والے کے ورثہ کے پاس کیا کلمات کہے جائیں؟

ابوسلمہ کے انتقال کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہ کو یہ دعا پڑھنے کو ارشاد فرمایا

(۹۲۰) ﴿عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اِذَا حَضَرْتُمُ الْمَرِيْضَ، اَوِالْمَيِّتَ، فَقُوْلُوْاخَيْرًافَاِنَّ الْمَلَائِكَةَ يُؤَمِّنُوْنَ عَلٰى مَاتَقُوْلُوْنَ" قَالَتْ: فَلَمَّا مَاتَ اَبُوْسَلَمَةَ،

أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَنَّ اَبَاسَلَمَةَ قَدْ مَاتَ، قَالَ: "قُوْلِيْ: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ وَلَهُ، وَأَعْقِبْنِيْ مِنْهُ عُقْبٰى حَسَنَةً" فَقُلْتُ: فَأَعْقَبَنِيَ اللّٰهُ مَنْ هُوَخَيْرٌلِيْ مِنْهُ: مُحَمَّدًاصَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. ﴾ (رواه مسلم هكذا: "اِذَا حَضَرْتُمُ الْمَرِيْضَ" اَو "الْمَيِّتَ" عَلَى الشَّكِّ)

ورواه ابوداؤد وغيره: "اَلْمَيِّتُ" بِلَا شَكٍّ.

ترجمہ: ''حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم بیمار یا میت کے پاس آؤ تو اس کے لئے اچھی بات کہو کیونکہ فرشتے جو تم کہتے ہو اس پر آمین کہتے ہیں۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب (میرے خاوند) ابوسلمہ فوت ہوئے تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا یا رسول اللہ! ابوسلمہ کا انتقال ہوگیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم یہ دعا پڑھو: **اللهم اغفر لی و له الخ** ''اے اللہ! مجھے اور اس کو بخش دے اور مجھے اس سے بہتر بدلہ عطاء فرما۔ پس میں نے انہی الفاظ کے ساتھ دعا کی تو اللہ جل شانہ نے مجھے ان سے بہتر بدل محمد صلی اللہ علیہ وسلم عطاء فرما دیا۔ مسلم میں اس طرح ہے جب تم مریض یا میت کے پاس آؤ۔ شک کے ساتھ روایت ہے۔ مگر ابوداؤد وغیرہ میں بغیر شک کے "المیت" کے ساتھ روایت ہے یعنی جب تم میت کے پاس آؤ۔''

لغات: ❖ اعقبنی: اعقبه: جانشین ہونا۔ اچھا بدلہ دینا۔ عرب کہتے ہیں "اعقبت الرجل" یعنی بہترین بدلہ دیا، اور "عاقبته" یعنی برا بدلہ دیا۔ عاقبه عقاباً ومعاقبة. بذنبه وعلى ذنبه. مواخذہ کرنا، سزا دینا۔ اسم: العقوبة. العُقْبٰى: کام کا بدلہ، ہر چیز کا آخر، آخرت۔

تشریح: فَلَمَّامَاتَ اَبُوْسَلَمَةَ: جب ام سلمہ کے شوہر ابوسلمہ کا انتقال ہوگیا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ام سلمہ کو اس دعاء کے پڑھنے کو فرمایا کہ یہ دعا پڑھو: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ وَلَهُ وَأَعْقِبْنِيْ مِنْهُ عُقْبٰى حَسَنَةً، اے اللہ! مجھے اس سے بہتر بدل عطاء فرما، اس سے معلوم ہوتا ہے ورثائے میت کو چاہئے کہ وہ مرنے والے کے خلاء کو پر کرنے کے لئے دعا مانگے تاکہ اس کو صرف بدل ہی نہیں بلکہ اس سے اچھا بدل مل جائے۔ اللہ جل شانہ تو ہر چیز پر قادر ہے اس پر کوئی بات مشکل نہیں۔ حضرت ام سلمہ کہتی تھیں کہ میں سوچتی تھیں کہ ابوسلمہ سے زیادہ اچھا کون سا شوہر مجھے مل سکتا ہے مگر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح ہوا تو تب اس دعا کا اثر معلوم ہوا۔ (۱)

تخریج حدیث: رواه صحيح مسلم كتاب الجنائز (باب ما يقال عند المريض والميت) و سنن ابى داؤد كتاب الجنائز (باب ما يستحب ان يقال عند الميت من الكلام) واحمد ۲٦٥٥۹/۱۰، و ابوداؤد و الترمذى والنسائى و ابن ماجه والحاكم وابن حبان ۳۰۰۵، مصنف ابن ابى شيبة ۲۳٦/۳ و هكذا فى البيهقى ۳۸۳/۳۔

نوٹ: راویہ حدیث حضرت ام المؤمنین ام سلمۃ ہند بنت امیہ رضی اللہ عنہا کے مختصر حالات (۸۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) دلیل الفالحین ۳/۴۰۱

مصیبت کے وقت پڑھنے کی دعا

(۹۲۱) ﴿وَعَنهَا قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "مَامِنْ عَبْدٍ تُصِيْبُهُ مُصِيْبَةٌ، فَيَقُوْلُ: اِنَّالِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ: اَللّٰهُمَّ اْؤجُرْنِىْ فِىْ مُصِيْبَتِىْ، وَاخْلُفْ لِىْ خَيْرًامِنْهَا، اِلَّا أَجَرَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى فِىْ مُصِيْبَتِهٖ وَأَخْلَفَ لَهٗ خَيْرًامِنْهَا. قَالَتْ: فَلَمَّا تُوَفِّىَ اَبُوْسَلَمَةَ، قُلْتُ كَمَا أَمَرَنِىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ، فَاخْلَفَ اللّٰهُ خَيْرًامِنْهُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ: ”حضرت ام المؤمنین ام سلمۃ سے روایت ہے کہ جس بندے کو کوئی مصیبت پہنچے اور وہ یہ کہے کہ ”ہم اللہ ہی کے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ اے اللہ مجھے میری مصیبت میں اجر عطاء فرما اور اس کی جگہ بہتر بدل عطاء فرما“ تو اللہ تعالیٰ اسے اس کی مصیبت میں اجر عطاء کرتا اور اس کی جگہ اسے بہتر جانشین عطاء فرماتا ہے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب ابوسلمہ کا انتقال ہوگیا تو میں نے اس طرح دعا کی جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم فرمایا تھا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے ان (ابوسلمہ) سے بہتر جانشین یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم عطاء فرمادیا۔“

لغات: ❖ واخلف لی: اخلف. له: بدلہ دینا۔ اخلف الله علیه: ضائع شدہ کا بدلہ دینا' خلفه (ن) خِلَافَةً و خِلِّيفَى: جانشین ہونا۔

تشریح: مَامِنْ عَبْدٍ تُصِيْبُهُ مُصِيْبَةٌ: جب بھی کسی بندے کو کوئی مصیبت پہنچے تو یہ دعا پڑھے: انا لله و انا الیه راجعون اللهم اجرنی“ مطلب یہ ہے کہ ہم اور جو کچھ ہمارے پاس ہے وہ سب خدا ہی کی ملکیت اور اسی کی پیدا کی ہوئی ہیں، ہم لوٹ کر اسی کی طرف جانے والے ہیں کہ اگرچہ اس چیز کی نسبت ہمارے طرف کی جاتی ہے مگر حقیقت میں خدا کی ملکیت ہے، جس شخص کے دل میں یہ بات ہوگی تو کسی بھی مصیبت میں مبتلا ہوگا مگر صبر و رضاء کے دامن کو کبھی نہیں چھوڑے گا اور اس کے لئے پھر مصیبت آسان معلوم ہوگی۔

اؤجرنی: یہ لفظ ہمزہ اور جیم کے پیش کے ساتھ بھی منقول ہے اور ہمزہ کے زبر اور جیم کے زیر کے ساتھ بھی منقول ہے مگر دونوں ہی صورت میں ترجمہ ایک ہی ہوگا۔ [1]

تخریج حدیث: أخرجه صحیح مسلم کتاب الجنائز (باب ما یقال عند المصیبة).

نوٹ: راویہ حدیث حضرت ام المؤمنین ام سلمۃ ہند بنت امیہ رضی اللہ عنہا کے مختصر حالات حدیث نمبر (۸۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) ہکذا فی دلیل الفالحین ۳/۴۰۲

بچہ کے انتقال پر صبر کرنے پر اللہ اس کو مرنے کے بعد بیت الحمد نامی محل عطاء فرمائے گا

(۹۲۲) ﴿وَعَنْ اَبِیْ مُوْسَی رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِذَامَاتَ وَلَدُالْعَبْدِ، قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی لِمَلَائِكَتِهٖ: قَبَضْتُمْ وَلَدَعَبْدِیْ؟ فَيَقُوْلُوْنَ: نَعَمْ، فَيَقُوْلُ: قَبَضْتُمْ ثَمَرَةَ فُؤَادِهٖ؟ فَيَقُوْلُوْنَ: نَعَمْ، فَيَقُوْلُ: فَمَاذَا قَالَ عَبْدِیْ؟ فَيَقُوْلُوْنَ: حَمِدَکَ وَاسْتَرْجَعَ، فَيَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰی: اُبْنُوْالِعَبْدِیْ بَيْتًا فِی الْجَنَّةِ، وَ سَمُّوْهُ بَيْتَ الْحَمْدِ". ﴾ (رواه الترمذی وقال: حدیث حسن)

ترجمہ: ''حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب کسی آدمی کا بچہ فوت ہوجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں سے فرماتے ہیں: تم نے میرے بندے کے بچے کی روح قبض کر لی؟ وہ کہتے ہیں ہاں، پھر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: تم نے اس کے دل کے پھل کو لے لیا؟ وہ کہتے ہیں ہاں، تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: پس میرے بندے نے کیا کہا؟ وہ بتلاتے ہیں اس نے تیری حمد کی اور ''اناللّٰہ وانا الیہ راجعون'' پڑھا، پس اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: میرے بندے کے لئے جنت میں گھر بنادو اور اس کا نام بیت الحمد رکھو۔''
(ترمذی اور امام ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن درجے کی ہے)

لغات: ❖ فؤاده: دل. جمع اَفْئِدَة. حَمْد: حمده (س) حَمْدا ومَحْمَداً ومَحْمِدا ومَحْمِدَةً ومَحْمَدَةً: فضیلت کی بنا پر تعریف کرنا۔ احمد: قابل تعریف کام کرنا۔ الشیء: قابل تعریف ہونا۔

تشریح: قَبَضْتُمْ ثَمَرَةَ فُؤَادِهٖ: اس کے دل کا پھل لے لیا۔ آدمی کا بچہ ہو یا بچی اس سے آدمی کو اپنے سے بھی زیادہ محبت ہوتی ہے مگر اس کے انتقال پر وہ جزع وفزع کے بجائے اللہ جل شانہ کی تعریف بیان کرتا ہے کہ وہ اللہ کی امانت تھی اللہ نے لے لی تو اس پر اللہ جل شانہ خوش ہوکر اس کے لئے جنت میں ایک گھر تیار کردیتے ہیں۔

سَمُّوْهُ بَيْتَ الْحَمْدِ: اس کا نام بیت الحمد رکھو۔ اس نے مصیبت کے وقت بھی اللہ کی تعریف کی اور حمد بیان کی، اسی مناسبت سے اس کے بدلہ میں جو گھر دیا جائے گا اس کا نام بھی بیت الحمد (حمد اور تعریف کا مکان) ہوگا۔[1]

تخریج حدیث: أخرجه سنن الترمذی ابواب الجنائز (باب فضل المصيبة اذا احتسب) واحمد فی مسنده

۱۹۷۴٦/۷ و ابن حبان ۲۹٤۹ و رجال اسناده ثقات.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۸) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔
(۱) روضۃ المتقین ۲/۴۳٦

پسندیدہ چیز کے ختم ہونے پر صبر کیا جائے تو اس کا بدلہ جنت ہے

(۹۲۳) ﴿وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: یَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰی: "مَالِعَبْدِیَ الْمُؤْمِنِ عِنْدِیْ جَزَاءٌ اِذَا قَبَضْتُ صَفِیَّهٗ مِنْ اَهْلِ الدُّنْیَا، ثُمَّ احْتَسَبَهٗ اِلَّا الْجَنَّةَ"﴾

(رواه البخاری)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مومن بندے کے لئے میرے پاس جب میں اس کی دنیا کی پسندیدہ چیز چھین لوں پھر وہ اس پر ثواب کی نیت رکھے جنت کے علاوہ کوئی بدلہ نہیں ہے۔'' (بخاری)

لغات: ❖ احتسبه: احتسب. الامر: گمان کرنا۔ شمار کرنا۔ ماعندفلان: آزمائش کرنا۔ عندالله خیراً: ثواب کی امید کرنا۔ حسبه (ن) حَسْباً وحِسَابا وحِسْباناً وحُسْباناً وحِسْبة وحِسَابة: شمار کرنا۔

تشریح: مطلب حدیث پاک کا یہ ہے کہ جب کسی شخص کا کوئی عزیز ومحبوب جیسے اولاد، باپ، ماں یا اس کے علاوہ کوئی بھی ایسا شخص جسے وہ محبوب رکھتا تھا انتقال کر جائے اور پھر وہ اس پر صبر کرے تو اس صبر کرنے کی بناء پر اللہ جل شانہ اس کو جنت عطاء فرمائیں گے۔ (۱)

مِنْ اَهْلِ الدُّنْیَا: دنیا کی کوئی عزیز چیز۔ اس سے معلوم ہوا کہ اہل آخرت میں سے کوئی عزیز ومحبوب چیز مرجائے تو اس پر پھر وہ صبر کرے تو اس سے بڑی سعادت ملتی ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہوگا اور اللہ کی رضاء تو تمام چیزوں سے بڑھ کر ہے۔ (۲)

تخریج حدیث: أخرجه صحیح بخاری کتاب الرقاق (باب العمل الذی یبتغی به وجه الله تعالیٰ).

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔
(۱) مظاہر حق ۲/۱۴۹
(۲) مرقاۃ ۴/۹۲

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے کا انتقال

(٩٢٤) ﴿وَعَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: اَرْسَلَتْ اِحْدٰى بَنَاتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَيْهِ تَدْعُوْهُ وَتُخْبِرُهُ اَنَّ صَبِيًّا لَهَا ـ اَوْ اِبْنًا فِي الْمَوْتِ، فَقَالَ لِلرَّسُوْلِ: "اِرْجِعْ اِلَيْهَا، فَأَخْبِرْهَا اَنَّ لِلّٰهِ مَا اَخَذَ، وَلَهُ مَا اَعْطٰى، وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهُ بِأَجَلٍ مُسَمًّى، فَمُرْهَا، فَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ" وَذَكَرَ تَمَامَ الْحَدِيْثِ.﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں میں سے ایک صاحبزادی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلانے کا پیغام بھیجا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی کہ ان کا بچہ یا بیٹا موت کی آغوش میں ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قاصد سے فرمایا: جاؤ واپس جاؤ اور اس سے کہہ دو کہ اللہ کیلئے ہے جو اس نے لیا اور اسی کا ہے جو اس نے دیا۔ اور ہر چیز کیلئے اس کے پاس ایک وقت مقرر ہے، پس اس کو حکم دیں کہ وہ صبر کرے اور اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھے۔ اور باقی حدیث بیان فرمائی۔'' (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ للرسول: بھیجا ہوا، پیغمبر۔ قاصد جمع رُسُل ورُسْل واَرْسُل ورُسَلاء. ارسله: بھیجنا۔ چھوڑنا۔ ارسل به والیه: پیغام کے ساتھ بھیجنا۔

تشریح: یہ حدیث پہلے ''باب الصبر باب نمبر۳'' میں گزر چکی ہے۔ علامہ نووی رحمہ اللہ یہاں پر دوبارہ اس لئے لائے ہیں کہ یہ حدیث بھی یہاں باب کے ساتھ مناسبت رکھتی ہے کہ جس کے گھر پر موت کا حادثہ ہوا تو اس کو کیا کہا جائے۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخارى كتاب الجنائز (باب قول الرسول صلى الله عليه وسلم يعذب الميت ببكاء اهله) و صحيح مسلم كتاب الجنائز (باب البكاء على الميت).

نوٹ: راوی حدیث حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۲۹) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(١٥٣) بَابُ جَوَازِ الْبُكَاءِ عَلَى الْمَيِّتِ بِغَيْرِ نُدْبٍ وَلَا نِيَاحَةٍ

میت پر بغیر نوحہ خوانی و چیخ وپکار کے رونے کے جواز کا بیان

﴿اَمَّا النِّيَاحَةُ فَحَرَامٌ وَسَيَأْتِيْ فِيْهَابَابٌ فِيْ كِتَابِ النَّهْيِ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى. وَاَمَّا الْبُكَاءُ فَجَاءَتْ اَحَادِيْثُ كَثِيْرَةٌ بِالنَّهْيِ عَنْهُ، وَاِنَّ الْمَيِّتَ يُعَذَّبُ بِبُكَاءِ اَهْلِهِ، وَهِيَ مُتَأَوَّلَةٌ وَمَحْمُوْلَةٌ عَلٰى مَنْ اَوْصٰى

بِهٖ، وَالنَّهْيُ اِنَّمَاهُوَعَنِ الْبُكَاءِ الَّذِیْ فِیْهِ نُدْبٌ، اَوْنِيَاحَةٌ، وَالدَّلِيْلُ عَلٰى جَوَازِالْبُكَاءِ بِغَيْرِنُدْبٍ وَلَانِيَاحَةٍ اَحَادِيْثُ كَثِيْرَةٌ، مِنْهَا﴾

ترجمہ: ''میت پرنوحہ خوانی جائزنہیں (اور) رونا جائز ہے۔نوحہ کرنا تو حرام ہےجس پرعنقریب کتاب النھی میں انشاء اللہ ایک باب آرہاہے۔البتہ رونا (یعنی چیخ، پکار کرنا) اس کی ممانعت کی بھی احادیث ہیں اور گھر والوں کے رونے کی وجہ سے میت کو عذاب ہوتا ہے، اس کی تاویل یہ کی گئی ہے کہ اس کو ایسے لوگوں پرمحمول کیا جاتا ہے جو رونے پیٹنے کی وصیت کرکے مرے، اور رونا وہ ممنوع ہے جس میں نوحہ خوانی ہو ورنہ بغیر نوحہ خوانی کے رونے کے جواز پر بکثرت احادیث دلالت کرتی ہیں جیسے۔''

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انتقال کے وقت آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے

(۹۲۵) ﴿عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَادَ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ، وَمَعَهُ عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ، وَسَعْدُ بْنُ وَقَّاصٍ، وَعَبْدُاللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ، فَبَكٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا رَاَى الْقَوْمُ بُكَاءَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَكَوْا، فَقَالَ: "اَلَا تَسْمَعُوْنَ؟ اِنَّ اللّٰهَ لَايُعَذِّبُ بِدَمْعِ الْعَيْنِ، وَلَا بِحُزْنِ الْقَلْبِ، وَلٰكِنْ يُعَذِّبُ بِهٰذَا اَوْ يَرْحَمُ" وَاَشَارَاِلٰى لِسَانِهٖ.﴾ (متفق علیہ)

ترجمہ: ''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی عیادت کی اور آپ ﷺ کے ساتھ عبدالرحمٰن بن عوف، سعد بن ابی وقاص اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم بھی تھے۔آپ ﷺ وہاں پہنچ کر بے اختیار رو پڑے۔ پس صحابہ نے آپ ﷺ کو روتا دیکھا تو وہ بھی رونے لگے۔ پس آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیاتم سنتے نہیں ہو یقیناً اللہ تعالیٰ آنکھ کے آنسو بہانے اور دل کے غم پر عذاب نہیں دے گا لیکن اس کی وجہ سے عذاب دے گا یا رحم کرے گا اور پھر اپنی زبان کی طرف اشارہ فرمایا۔''

(بخاری ومسلم)

لغات: ❖ الحزن: غم حَزِن و حَزِین: غمگین۔جمع۔حزناء. مجرد سمع سے ہے بمعنی غمگین ہونا۔

تشریح: فَلَمَّا رَأَى الْقَوْمُ بُكَاءَ رَسُوْلِ اللّٰهِ بَكَوْا: جب لوگوں نے آپ ﷺ کو روتے دیکھا تو صحابہ بھی رو پڑے۔

مطلب یہ ہے کہ شدت غم سے اگر آنکھوں سے آنسو جاری ہوجائے اور دل پریشان ہو یہ فطری امر ہے، اس میں آدمی کا اختیار نہیں ہوتا اور یہ شریعت میں ناجائز بھی نہیں ہے اور اس پر کسی قسم کا مواخذہ بھی نہیں ہے اور جس کو شریعت نے منع کیا ہے وہ رونا ہے جس میں زبان سے بے صبری اور ناشکری کے کلمات کہے جائیں اور منہ کو پیٹا جائے اور بالوں کونوچا جائے۔ صرف مصیبت پر رونا تو آپ ﷺ اور صحابہ سے بھی منقول ہے اور یہ اللہ کی رحمت اور دل کی نرمی کا ایک حصہ ہے۔ (۱)

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخارى كتاب الجنائز (باب البكاء عند المريض) و صحيح مسلم كتاب الجنائز باب البكاء على الميت و ابن حبان ٣١٥٩ و هكذا فى البيهقى ٤/٦٩۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث (۱۲) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) دلیل الفالحین ۳/۴۰۸

مرنے والے پر رونا یہ بھی دل کی نرمی کی علامت ہے

(٩٢٦) ﴿وَعَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُفِعَ اِلَيْهِ ابْنُ ابْنَتِهٖ وَهُوَ فِى الْمَوْتِ، فَفَاضَتْ عَيْنَا رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهٗ سَعْدٌ: مَاهٰذَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: "هٰذِهٖ رَحْمَةٌ جَعَلَهَا اللّٰهُ تَعَالٰى فِىْ قُلُوْبِ عِبَادِهٖ، وَاِنَّمَا يَرْحَمُ اللّٰهُ مِنْ عِبَادِهِا لرُّحَمَاءَ"﴾

(متفق عليه)

ترجمہ: "حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ ﷺ کی طرف ان کے نواسے کو اٹھا کر لایا گیا جو مرنے کے قریب تھا۔ پس آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے کہا یا رسول اللہ! یہ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ رحمت ہے جو اللہ نے اپنے بندوں کے دلوں میں رکھی ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے رحم دل بندوں پر ہی رحمت نازل فرماتا ہے۔"

لغات: ❖ فاضت: فاضت عينه: یعنی آنسو بہہ نکلنا۔ افاض افاضة. الدمع: آنسو بہانا۔

تشریح: اِبْنُ اِبْنَتِهٖ: علماء فرماتے ہیں وہ آپ ﷺ کی سب سے بڑی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا صاحبزادہ تھا۔

مرنے والے پر رونا حرام نہیں

فَقَالَ سَعْدٌ: مَاهٰذَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ؟ آپ ﷺ کو روتا ہوا دیکھ کر حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے پوچھا یا رسول اللہ یہ کیا ہے؟ علماء کہتے ہیں کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے یہ گمان کیا کہ رونے کی تمام اقسام حرام اور مکروہ ہیں اور آپ

ﷺ جو رورہے ہیں یہ سہواً رورہے ہوں گے ورنہ یہ گناہ آپ ﷺ کیسے کریں گے، اس لئے انہوں نے سوال کرلیا۔ اس پر آپ ﷺ نے ان کو جواب دیا کہ رونا تو صرف یہ ہے کہ آنکھیں آنسو بہارہی ہوں۔ یہ نہ حرام ہے اور نہ ہی مکروہ بلکہ اس طرح رونا تو جذبہ ترحم کی علامت ہے اور اللہ نے اپنے بندوں کے دل میں رحمت رکھی ہے۔ وہ رونا جس کے ساتھ گریبان چاک کرنا ہو، منہ کو پیٹنا ہو، حرام اور ممنوع ہوگا۔ (۱)

تخریج حدیث: أخرجه صحیح بخاری کتاب الجنائز (باب قول النبی صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یعذب المیت ببکاء اهله علیه) و صحیح مسلم کتاب الجنائز (باب البکاء علی المیت) واحمد فی مسنده ۲۱۸۳۸/۸، و ابن حبان ۳۱۵۸، مصنف ابن ابی شیبة ۳۹۲/۳ و هکذا فی البیهقی ۶۸/۴۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث (۲۹) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) روضۃ المتقین ۴۳۸/۲

آپ ﷺ نے اپنے بیٹے حضرت ابراھیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انتقال پر فرمایا: دل غمگین ہے اور آنکھیں آنسو بہارہی ہیں

(۹۲۷) ﴿وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلٰی اِبْنِهٖ اِبْرَاهِیْمَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ وَهُوَیَجُوْدُ بِنَفْسِهٖ فَجَعَلَتْ عَیْنَارَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تَذْرِ فَانِ، فَقَالَ لَهٗ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ: وَاَنْتَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ ؟! فَقَالَ: "یَا ابْنَ عَوْفٍ اِنَّهَارَحْمَةٌ" ثُمَّ أَتْبَعَهَا بِأُخْرٰی، فَقَالَ: "اِنَّ الْعَیْنَ تَدْمَعُ وَالْقَلْبَ یَحْزَنُ، وَلَانَقُوْلُ اِلَّامَایُرْضِیْ رَبَّنَا، وَ اِنَّا بِفِرَاقِکَ یَا اِبْرَاهِیْمُ لَمَحْزُوْنُوْنَ". ﴾ (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ وَرَوٰی مُسْلِمٌ بَعْضَهٗ).

وَالْاَحَادِیْثُ فِی الْبَابِ کَثِیْرَةٌ فِی الصَّحِیْحِ مَشْهُوْرَةٌ! واللّٰه اعلم.

ترجمہ: ''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ اپنے بیٹے حضرت ابراھیم کے پاس آئے جب کہ وہ جان کنی کے عالم میں تھا۔ پس آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے کہا یا رسول اللہ! آپ بھی روتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابن عوف! یہ رحمت و شفقت ہے اور پھر آپ ﷺ دوبارہ رو پڑے اور فرمایا: بے شک آنکھیں آنسو بہارہی ہیں اور دل غمگین ہے، لیکن ہم وہی بات کہیں گے جو ہمارے رب کو راضی کرے۔ اور اے ابراھیم! ہم تیری جدائی پر یقیناً غمزدہ ہیں۔''

(بخاری) مسلم نے بعض حصہ کو روایت کیا ہے۔

اس مسئلہ میں صحیح حدیثیں کثرت کے ساتھ وارد ہیں جو مشہور ہیں۔ واللہ اعلم۔

لغات: ❖ یجود: جاد (ن) جَوْدة وجُودة: عمدہ ہونا، اچھا بننا۔ جاده (ن) جَوْداً بخشش میں غالب ہونا جوداً علیه: بخشش کرنا۔ بنفسه: جان دینا صفت: جَوَّاد. بالمال: خرچ کرنا۔ تذرفان: ذرف (ض) ذَرْفاًوذَرِيفاً و ذُرُوْفا وذَرْفاناً وتَذْرَافاً. الدمع: بہنا۔ صفت (ذریف ومذرف)

تشریح: وَهُوَيَجُوْدُبِنَفْسِهِ: وہ جان کنی کے عالم میں تھا۔ مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ اس دایہ کے گھر تشریف لے گئے جہاں حضرت ابراہیم دودھ پی رہے تھے جب ان کے انتقال کا وقت ہوا حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سولہ سترہ مہینے کے تھے۔ آپ ﷺ نے اس وقت ان کو اپنے گود میں لیا اور پیار کیا پھر آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو نکلنے لگے۔ اس پر حضرت عبدالرحمٰن نے عرض کیا کہ اسی وقت تو تمام لوگ روتے ہیں مگر آپ ﷺ کی عظمت شان کمال معرفت کے لئے یہ بات بعید تھی کہ آپ ﷺ روئیں۔ اس کے جواب میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: یہ رونا رحمت ہے یعنی بچہ کو اس حالت میں دیکھ کر جذبہ رحم امنڈ رہا ہے جو آنسوؤں کی صورت میں بہہ رہا ہے۔

وَالْقَلْبُ يَحْزَنُ: دل غمگین ہے۔ علماء فرماتے ہیں کہ ایسے وقت جب کہ لخت جگر دم توڑ رہا ہو، اس موقع پر بھی آنسو نہ نکلے تو یہ صبر وضبط نہیں بلکہ احساس محبت ومروت اور جذبہ ترحم کا نہ ہونا ہے۔ (1)

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخاری کتاب الجنائز (باب قول النبی صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انا بک لمحزونون). و صحیح مسلم کتاب الفضائل (باب رحمة الصبيان والعيال و تواضعه) واحمد فی مسنده ۱۳۰۱۳/۵۔ وابن حبان ۲۹۰۲ و هكذا في البيهقي ۶۹/۴۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے حالات اس سے قبل حدیث (۱۵) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) مظاہر حق ۱۴۴/۲ ومرقاۃ

(۱۵۴) بَابُ الْكَفِّ عَمَّايَرَى فِى الْمَيِّتِ مِنْ مَكْرُوْهٍ

میت کے عیب کو دیکھ کر بیان کرنے سے رکنے کا بیان

میت کو غسل دینے والا اس کے اندر کے عیوب کو بیان نہ کرے

(۹۲۸) ﴿عَنْ اَبِى رَافِعٍ اَسْلَمَ مَوْلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنْ غَسَّلَ مَيِّتًا فَكَتَمَ عَلَيْهِ، غَفَرَ اللّٰهُ لَهُ اَرْبَعِيْنَ مَرَّةً" (رواه الحاكم وَقَالَ: صَحِيْحٌ عَلَى شَرْطِ مُسْلِمٍ)

ترجمہ: ''حضرت ابورافع اسلم رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص کسی میت کو غسل دے پس وہ اس کی پردہ پوشی کرے تو اللہ تعالیٰ اسے چالیس مرتبہ معاف فرمائے گا۔'' (حاکم نے روایت کیا اور کہا کہ یہ مسلم کی شرط پر ہے)

لغات: ❖ کتم علیه: کتم (ن) کتماً و کتمانا و کتّم و اکتم. الشیء: پوشیدہ کرنا، چھپانا۔ اور کبھی کتم کا تعدیہ دو مفعول کی طرف ہوتا ہے اور کہا جاتا ہے ''کتمت زیدا الحدیث'' (میں نے زید سے بات چھپائی) اور مفعول اول میں ''من'' کی زیادتی بھی ہوتی ہے اور کہا جاتا ہے ''کتمت من زید الحدیث''.

تشریح: میت کو غسل دینے کی فضیلت

ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ میت کو غسل دینے والا شخص گناہوں سے ایسا پاک ہوجاتا ہے جیسے ابھی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہو۔ اور جو میت کو کفن پہنائے تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت کا جوڑا پہنائیں گے۔ (۱)

میت کو غسل دینے والے کو ہدایت

فَكَتَمَ عَلَيْهِ: غسل دینے والے کو ہدایت دی جارہی ہے کہ اگر میت میں کوئی عیب دیکھے تو اس کو چھپادے اور اس کو لوگوں کے سامنے بیان کرنے سے گریز کرے تاکہ اس کی ذلت اور رسوائی نہ ہو۔ جب مرنے کے بعد اس کے عیب کو بیان کرنا جائز نہیں تو پھر زندگی میں کیسے جائز ہوگا؟ ہاں میت میں کوئی اچھی بات دیکھے تو اسے بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

غَفَرَ اللّٰهُ لَهُ اَرْبَعِيْنَ مَرَّةً: تو اللہ اس کو چالیس مرتبہ معاف کرے گا کہ اس نے تو میت کے ایک عیب کو چھپایا مگر اللہ اس کے چالیس عیوب (گناہ) کو چھپائیں گے۔ (۲)

تخریج حدیث: أخرجه المستدرک للحاکم فی الجنائز.

راوی حدیث حضرت ابورافع اسلم مولی رسول اللہ ﷺ کے مختصر حالات:

نام: اسلم، ابورافع کنیت، یہ شرف ان کے لئے بہت ہے کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں میں شمار ہوتے ہیں۔ ابتداء حضرت ابورافع حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے غلام تھے انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدیہ دے دیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس کے مسلمان ہونے کی خوشی میں ان کو آزاد کردیا (طبقات ابن سعد ۱/۵۱) بدر کے بعد ہجرت کر کے مدینہ آئے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مقیم ہوگئے (طبقات ابن سعد)

بدر کے علاوہ تمام غزوات میں شریک ہوئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ سریہ میں بھی گئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی عدم موجودگی میں سریہ کی نگرانی ان کے سپرد کی تھی (مستدرک حاکم ۳/۵۹۸)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اگرچہ ان کو آزاد کردیا تھا مگر وہ بدستور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں گرفتار رہے، اگرچہ آزاد تھے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت گزاری کا شرف نہیں چھوڑا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان سے بہت محبت فرماتے تھے ان کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی بہت محبوب تھی ہمیشہ اپنے آپ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام کہتے تھے۔

وفات: حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ابتدائی زمانہ خلافت میں انتقال ہوا۔ (اسد الغابۃ ۵/۱۹۱)

مرویات: ان سے کتب احادیث میں ۶۸ روایات ملتی ہیں، ان میں سے ایک میں بخاری اور ۳ میں مسلم منفرد ہیں۔ (تہذیب الکمال، ص: ۴۴۹) مزید حالات کے لئے ملاحظہ فرمائیں:

(۱) طبقات ابن سعد ۱/۵۱) (۲) مستدرک حاکم ۳/۵۹۸ (۳) اسد الغابہ ۵/۱۹۱ (۴) تہذیب التہذیب ۲/۹۲ (۵) تہذیب الکمال ۴۴۹ (۶) اصابہ ۴/۹۲ وغیرہ۔

---

(۱) احکام میت ص: ۴۵

(۲) روضۃ المتقین ۲/۴۴۱

---

(۱۵۵) بَابُ الصَّلاۃِ عَلَی الْمَیِّتِ وَ تَشْیِیْعِہٖ وَحُضُوْرِ دَفْنِہٖ وَکَرَاھَۃِ اِتِّبَاعِ النِّسَاءِ الْجَنَائِزَ

میت کی نماز جنازہ پڑھنے نیز جنازے کے ساتھ چلنے اور دفن میں شریک ہونے اور جنازوں کے ساتھ عورتوں کے جانے کی کراہیت کا بیان

"وَقَدْسَبَقَ فَضْلُ التَّشْیِیْعِ" جنازے کے ساتھ چلنے کی فضیلت پہلے گزر چکی ہے۔ (مزید احادیث ملاحظہ فرمائیں)

جنازہ اور دفن میں موجود رہنے والے کو دو قیراط ثواب ملتا ہے

(۹۲۹) ﴿عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: "مَنْ شَھِدَ الْجَنَازَۃَ حَتّٰی یُصَلّٰی عَلَیْھَا فَلَہٗ قِیْرَاطٌ، وَمَنْ شَھِدَھَا حَتّٰی تُدْفَنَ، فَلَہٗ قِیْرَاطَانِ" قِیْلَ: وَمَا الْقِیْرَاطَانِ؟ قَالَ: "مِثْلُ الْجَبَلَیْنِ الْعَظِیْمَیْنِ"﴾ (متفق علیہ)

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص جنازے میں حاضر ہو یہاں تک کہ میت کی نماز جنازہ پڑھی جائے، اس کے لئے ایک قیراط ثواب ہے اور جو اس کے دفن تک موجود رہے اس کے لئے دو قیراط ثواب ہے۔ دریافت کیا گیا دو قیراط کی مقدار کیا ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: دو

بڑے پہاڑوں کی مانند۔'' (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ شهد: (س) شهودا. المجلس: حاضر ہونا۔ الشیء: معائنہ کرنا۔ اطلاع پانا۔ قیراط: بقدر چار جو، نصف دانق ج قراریط۔

تشریح: حدیث بالا میں مسلمان کے جنازے میں شرکت کی فضیلت کا بیان ہے کہ اگر جنازے میں شریک ہوتو ایک قیراط ثواب اور پھر تدفین میں بھی شریک ہو جائے تو مزید ایک قیراط کا ثواب ملتا ہے۔ ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں "قیراط" اصل میں دینار کے بارہویں حصے کو کہتے ہیں جس کا وزن تقریباً ۴ جو کے برابر ہوتا ہے، مگر یہاں مراد قیراط سے عظیم حصہ یعنی بہت بڑا انبار ہے جس کو احد پہاڑ کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے۔ (۱)

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخاری کتاب الجنائز (باب من انتظر حتى تدفن) و صحيح مسلم كتاب الجنائز (باب فضل الصلاة على الجنازة واتباعها) والنسائی واحمد فی مسنده ۹۲۱۹/۳ وابن حبان ۳۰۷۸ و هكذا في البيهقي ۴۱۲/۳۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) مرقاۃ ۴/۴۴۔ ونزہۃ المتقین ۱/۶۱۶

قیراط سے احد پہاڑ کے برابر ثواب مراد ہے

(۹۳۰) ﴿وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنِ اتَّبَعَ جَنَازَةَ مُسْلِمٍ اِيْمَاناً، وَاحْتِسَاباً، وَكَانَ مَعَهُ حَتّٰى يُصَلّٰى عَلَيْهَا وَيُفْرَغَ مِنْ دَفْنِهَا، فَاِنَّهُ يَرْجِعُ مِنَ الْاَجْرِبِقِيْرَاطَيْنِ، كُلُّ قِيْرَاطٍ مِثْلُ اُحُدٍ، وَمَنْ صَلّٰى عَلَيْهَا، ثُمَّ رَجَعَ قَبْلَ اَنْ تُدْفَنَ، فَاِنَّهُ يَرْجِعُ بِقِيْرَاطٍ"﴾ (رواه البخاری)

ترجمہ: ''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص کسی مسلمان کے جنازے کے ساتھ ایمان اور ثواب کی نیت سے جائے اور اس کی نماز جنازہ پڑھے اور دفن سے فارغ ہونے تک اس کے ساتھ رہے تو وہ دو قیراط ثواب لے کر لوٹے گا، ہر قیراط احد پہاڑ کے مانند ہے اور جو اس کے دفن کرنے سے پہلے واپس لوٹ آئے تو وہ ایک قیراط کے ساتھ واپس آئے گا۔'' (بخاری)

لغات: ❖ اتبع: اتبعه: پیچھے چلنا۔ ساتھ چلنا۔ تبعه (س) تبعا و تباعاً و تباعة و اتبعه: فرمان بردار ہونا۔ اتبع. الشیء: پیروی کرنا، نشان قدم پر چلانا۔ تبعه: پیروی کرنا۔

تشریح: مَنِ اتَّبَعَ جَنَازَةَ مُسْلِمٍ اِيْمَاناًوَاحْتِسَاباً: جو شخص کسی مسلمان کے جنازے کے ساتھ ایمان اور ثواب کی نیت سے

جائے۔ مطلب یہ ہے کہ جنازے کی نماز اور تدفین کرنے کا جو ثواب ہے وہ اس صورت میں ہے جب کہ محض اللہ جل شانہ کی رضاء کو سامنے رکھ کر کیا جائے اور اگر کسی اور غرض کے ساتھ یہ کام کیا جائے کہ یہ ہمارا پڑوسی تھا، ہمارا افسر ہے یا ہمارا رشتہ دار ہے وغیرہ تو یہ اجر نہیں ملے گا۔

كُلُّ قِيْرَاطٍ مِثْلُ أُحُدٍ: ہر قیراط احد پہاڑ کے مانند ہے، اس سے پہلے روایت میں کہا گیا تھا کہ قیراط بڑا پہاڑ ہے، مگر اس حدیث میں مزید وضاحت ہے کہ پہاڑ سے بھی احد کا پہاڑ مراد ہے۔

تخريج حديث: أخرجه صحيح بخارى كتاب الايمان (باب اتباع الجنازة من الايمان) واحمد فى مسنده ۹۵۵۵/۳، والنسائى.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

عورتوں کا جنازہ کے ساتھ جانا منع ہے

(۹۳۱) ﴿وَعَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: نُهِينَا عَنِ اتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ، وَلَمْ يُعْزَمْ عَلَيْنَا"﴾ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

وَمَعْنَاهُ: وَلَمْ يُشَدَّدْ فِي النَّهْيِ كَمَا يُشَدَّدُ فِي الْمُحَرَّمَاتِ.

ترجمہ: ''حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ ہمیں (یعنی عورتوں کو) جنازوں کے ساتھ جانے سے روک دیا گیا ہے لیکن ہم پر سختی نہیں کی گئی ہے۔ (بخاری ومسلم)

اس کا مطلب یہ ہے کہ روکا تو یقیناً گیا ہے لیکن اس میں اس طرح سختی نہیں کی گئی ہے جس طرح دوسرے محرمات میں سختی کی گئی ہے۔''

لغات: ❖ يعزم عليه: قسم دینا۔ عزم (ض) عَزماً و عُزما ومَعْزَماً ومَعْزِماً وعَزِيْمًا وعَزَمَةً وعَزِيْمَةً وعُزْمَانًا الامرو عليه: پختہ ارادہ کرنا الرجل: کوشش کرنا الامر: واجب ہونا فلان علی فلان: قسم دینا۔

تشریح: نُهِينَا عَنِ اتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ: کہ ہمیں (عورتوں کو) جنازوں کے ساتھ جانے سے منع کر دیا گیا ہے۔

عورتوں کا جنازے کے ساتھ جانے میں فقہاء کے مذاہب

جمہور علماء کے نزدیک عورتوں کا جنازے کے ساتھ جانا بالکل ناجائز ہے۔ اس میں کئی خرابیاں لازم آتی ہیں مثلاً مردوں کے ساتھ اختلاط ہونا، دوسرا عورتوں کا جزع وفزع زیادہ کرنا، ان سب کا راستہ بند کرنے کے لئے شریعت نے عورتوں کو جنازے کے ساتھ جانے سے روک دیا ہے۔ [1]

اسی وجہ سے امام سبکی نے فرمایا کہ احناف اور امام احمد اور جمہور علماء کے نزدیک عورتوں کا جنازے کے ساتھ جانا مکروہ

تحریمی ہے اور امام شافعی کے نزدیک مکروہ تنزیہی ہے اور وہ استدلال حدیث بالا سے کرتے ہیں۔ علامہ ابن امیر الحاج فرماتے ہیں کہ علماء کا اختلاف جنازے کے ساتھ عورتوں کے جانے کا خیر القرون میں تھا جب کہ وہ عورتیں دین کی تابع اور ناجائز باتوں سے اجتناب کرنے والی تھیں، ہمارے زمانے میں تو اب کسی کا اختلاف نہیں سب ہی ناجائز کہتے ہیں۔ (۲)

علامہ ابن امیر الحاج یہ ساتویں صدی ہجری کے آخر اور آٹھویں صدی کے ابتداء میں گزرے ہیں، جب وہ اپنے زمانے میں یہ فرماتے ہیں تو اب پندرھویں صدی میں کیسے جائز ہوگا؟

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخاري كتاب الجنائز (باب اتباع النساء الجنائز) و صحيح مسلم كتاب الجنائز (باب نهي النساء عن اتباع الجنائز).

نوٹ: راویہ حدیث حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا کے حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۷۲۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) روضۃ المتقین

(۲) کتاب المدخل

(۱۵۶) بَابُ اِسْتِحْبَابِ تَكْثُرِ الْمُصَلِّيْنَ عَلَى الْجَنَازَةِ وَجَعْلِ صُفُوْفِهِمْ ثَلاثَةً فَاكْثَرَ

نماز جنازہ پڑھنے والوں کا زیادہ ہونا اور تین یا تین سے زیادہ صفیں بنانا مستحب ہے

جنازے کی نماز میں سو آدمی ہوں تو میت کی مغفرت ہوجاتی ہے

(۹۳۲) ﴿عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَاقَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَامِنْ مَيِّتٍ يُصَلِّي عَلَيْهِ اُمَّةٌ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ يَبْلُغُوْنَ مِائَةً كُلُّهُمْ يَشْفَعُوْنَ لَهُ اِلَّا شُفِّعُوْافِيْهِ﴾ (رواه مسلم)

ترجمہ: ”حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس مسلمان میت پر مسلمانوں کی ایک جماعت نماز پڑھے جس کی تعداد سو تک پہنچتی ہو وہ سب میت کی بخشش کی سفارش کریں تو اس کے بارے میں ان کی سفارش قبول ہوگی۔“

لغات: ❖ امۃ: جماعت، لوگوں کا گروہ، طریقہ، وقت، قد وقامت۔ جمع امم۔

تشریح: مطلب حدیث پاک کا یہ ہے کہ جس مسلمان میت پر سو آدمی نماز جنازہ پڑھیں تو ان کی سفارش قبول ہوجاتی ہے اور اس میت کی مغفرت ہوجاتی ہے۔ واضح رہے کہ اس سلسلہ میں تین قسم کی احادیث وارد ہوئی ہے۔

❶ حدیث بالا کہ سو آدمی نماز جنازہ پڑھیں تو مغفرت۔

❷ چالیس آدمی نماز جنازہ پڑھیں تو مغفرت۔

❸ تین صف میں نماز پڑھ لیں تو مغفرت۔

علماء نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ ممکن ہے کہ شروع میں سو آدمیوں کی شرکت پر یہ فضیلت نازل ہوئی ہو پھر اللہ نے اپنے بندوں پر رحم فرما کر چالیس بیان فرمادی اور پھر مزید رحم فرمایا اور تین صف پر یہ فضیلت بیان فرمادی گئی یا بعض کے نزدیک تینوں احادیث میں تعداد مراد نہیں ہیں بلکہ کثرت مراد ہے۔ (۱)

تخریج حدیث: أخرجه صحيح مسلم كتاب الجنائز (باب من صلى عليه مائة شفعوا فيه) واحمد ۲٤۰۹۳/۹ و الترمذی والنسائی وابن حبان ۳۰۸۱ و مصنف ابن ابی شيبه ۳۲۱/۳۔

نوٹ: راویہ حدیث حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۲) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) مرقاۃ وہکذا فی مظاہر حق ۱۱۵/۲ و دلیل الفالحین ۴۱۶/۳

جنازے میں اگر چالیس افراد ہوں تو میت کی مغفرت ہوجاتی ہے

(۹۳۳) ﴿وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَقُوْلُ: "مَامِنْ رَجُلٍ مُّسْلِمٍ يَمُوْتُ، فَيَقُوْمُ عَلٰى جَنَازَتِهٖ اَرْبَعُوْنَ رَجُلاً لَا يُشْرِكُوْنَ بِاللّٰهِ شَيْئًا اِلَّا شَفَّعَهُمُ اللّٰهُ فِيْهِ"﴾ (رواه مسلم)

ترجمہ: ''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا جو مسلمان آدمی مرجائے اور اس کے جنازے میں ایسے چالیس آدمی نماز پڑھیں جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتے ہوں تو اللہ تعالیٰ میت کے حق میں ان کی مغفرت کی سفارش کو قبول فرمالیتا ہے۔''

لغات: ❖ شفع: شفع (ف) شفاعة لفلان أوفيه. الى زيد: سفارش کرنا۔ شفعهم. فيه: سفارش قبول کرنا۔

تشریح: نماز جنازہ میں زیادہ سے زیادہ لوگوں کی شرکت پسندیدہ ہے، اس کے لئے فضیلت ارشاد فرمائی جارہی ہے کہ سو آدمی ہوں تو اس پر اللہ اس میت کی مغفرت فرمادیتے ہیں، یا اس پر مزید کرم یہ کہ کم ازکم چالیس تو ہوجائیں ایسے لوگ جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتے ہوں، اس پر بھی اللہ جل شانہ میت کی مغفرت فرمادیتے ہیں۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح مسلم كتاب الجنائز (باب من صلى عليه اربعون شفعوا فيه) واحمد فی مسنده ۲۵۰۹/۱ و ابوداؤد وابن ماجه وابن حبان ۳۰۸۲۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث (۱۱) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

اگر جنازے میں لوگ کم ہوں تو ان کو تین صفوں میں تقسیم کردینا چاہئے

(۹۳۴) ﴿وَعَنْ مُرْثِدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْيَزَنِيِّ قَالَ: كَانَ مَالِكُ بْنُ هُبَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ إِذَا صَلّٰى عَلَى الْجَنَازَةِ، فَتَقَالَّ النَّاسَ عَلَيْهَا، جَزَّأَهُمْ عَلَيْهَا ثَلَاثَةَ أَجْزَاءٍ، ثُمَّ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ صَلّٰى عَلَيْهِ ثَلَاثَةُ صُفُوْفٍ، فَقَدْ أَوْجَبَ"﴾ (رواه ابوداؤدوالترمذی وقال: حديث حسن)

ترجمہ: ''حضرت مرثد بن عبداللہ یزنی سے روایت ہے کہ حضرت مالک بن ہبیرہ رضی اللہ عنہ جب جنازے کی نماز پڑھنے لگتے اور لوگوں کا مجمع تھوڑا سمجھتے تو لوگوں کو تین صفوں میں تقسیم کردیتے اور پھر فرماتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص پر تین صفیں نماز پڑھیں تو اس کے لئے جنت واجب ہوجاتی ہے۔'' (ابوداؤد، ترمذی، امام ترمذی نے اس حدیث کوحسن کہا ہے)

لغات: ❖ تقال: تقال. الشیء: کم گننا۔ قل (ض) قِلّا و قُلًّا و قِلَّة: کم ہونا۔ جزأهم: جزء تجزئة و تجزيئاً. الشیء: تقسیم کرنا۔ جزء (ف) جَزْءًا. الشیء: اجزاء میں تقسیم کرنا، ایک جزء لینا۔ (وتجزء واجتزء) بالشیء: اکتفاء کرنا۔

تشریح: مسلمانوں کا مسلمانوں پر منجملہ یہ بھی حق ہے کہ جب اس کا انتقال ہوجائے تو اس کے جنازے میں شرکت کرے، اگر جنازے میں بہت سے لوگ ہیں تو جتنی بھی ان کی صفیں بنے صحیح ہے اور اگر آدمی کم ہوں تو اب ان کو تین صفوں میں تقسیم کر لیا جائے۔

کیا اللہ پر کوئی چیز لازم ہے؟

فَقَدْ اَوْجَبَ: اس نے جنت واجب کرلی۔

سوال: اللہ پر تو کسی کا کوئی حق نہیں تو یہاں پر فرمایا جارہا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر جنت واجب کردیتا ہے؟

جواب: اللہ جل شانہ نے اپنے فضل وکرم سے خود اپنے اوپر یہ لازم اور واجب کرلیا ہے کہ اس کو جنت میں داخل فرمادیں یا مطلب یہ ہے کہ اس قسم کے شخص کے لئے اللہ نے جنت میں داخل کرنے کا وعدہ اپنے فضل سے کرلیا ہے اور ظاہر ہے کہ حق تعالیٰ جو وعدہ کرے اس کو وہ ضرور پورا فرماتے ہیں، اس کو وجوب لغیرہ کہتے ہیں جو جائز ہے۔ ہاں! وجوب لذاتہ حق تعالیٰ شانہ کی ذات کے لئے جائز نہیں ہے۔ بقول علامہ کرمانی رحمہ اللہ شارح بخاری کے کہ عام نماز کی جماعت میں صف اول سب سے زیادہ فضیلت والی ہوتی ہے، بخلاف نماز جنازہ کے کہ اس میں سب سے آخری صف سب سے زیادہ فضیلت والی ہوتی ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه سنن ابی داؤد کتاب الجنائز (باب الصفوف علی الجنازة) و سنن الترمذی ابواب الجنائز (باب ماجاء فی الصلوٰة علی الجنازة والشفاعة للمیت) واحمد فی مسنده ١٦٧٢٤/٥ وابن ماجه.

راوی حدیث حضرت مرثد بن عبداللہ کے مختصر حالات:

نام: مرثد، والد کا نام عبداللہ، ابوالخیر کنیت، یزنی اور مصری کہلاتے ہیں۔ بڑے تابعین میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ عموماً یہ عقبہ بن عامر، ابوایوب، عبداللہ بن عمر اور عمرو بن عاص رضی اللہ عنہم سے روایات نقل کرتے ہیں۔

وفات و روایات: ۹۰ھ میں انتقال ہوا، ان سے صحاح ستہ سب ہی نے ایک روایت نقل کی ہے۔ (التقریب)

(١٥٧) بَابُ مَايُقْرَأُ فِیْ صَلَاةِ الْجَنَازَةِ

نماز جنازہ میں پڑھی جانے والی دعاؤں کا بیان

﴿یُکَبِّرُ اَرْبَعَ تَکْبِیْرَاتٍ یَتَعَوَّذُ بَعْدَ الْاُوْلٰی، ثُمَّ یَقْرَأُ فَاتِحَةَ الْکِتَابِ، ثُمَّ یُکَبِّرُ الثَّانِیَةَ، ثُمَّ یُصَلِّی عَلَی النَّبِیِّ صلی اللّٰهُ علیهِ وسلمَ، فَیَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ، وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ، وَالْاَفْضَلُ اَنْ یُتِمَّهٗ بِقَوْلِهٖ: کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ. الٰی قولِهٖ: اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ. وَلَایفعَلُ مَایَفْعَلُهٗ کَثِیْرٌ مِّنَ الْعَوَامِ مِنْ قِرَائَتِهِمْ "اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِکَتَهٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ" فَاِنَّهٗ لَا تَصِحُّ صَلَاتُهٗ اِذَا اقْتَصَرَ عَلَیْهِ. ثُمَّ یُکَبِّرُ الثَّالِثَةَ، وَیَدْعُوْ لِلْمَیِّتِ وَلِلْمُسْلِمِیْنَ بِمَا سَنَذْکُرُهٗ مِنَ الْاَحَادِیْثِ ان شاء الله تعالی، ثُمَّ یُکَبِّرُ الرَّابِعَةَ وَیَدْعُوْ، وَمِنْ أَحْسَنِهٖ: اَللّٰهُمَّ لَا تُحْرِمْنَا أَجْرَهٗ، وَلَاتفتِنَّا بَعْدَهٗ، وَاغْفِرْلَنَا وَلَهٗ. وَالْمُخْتَارُ اَنَّهٗ یُطَوِّلُ الدُّعَاءَ فِی الرَّابِعَةِ خِلَافَ مَایَعْتَادُهٗ اَکْثَرُ النَّاس، لِحَدِیْثِ ابْنِ اَبِیْ أَوْفٰی الَّذِیْ سَنَذْکُرُهٗ ان شاء الله تعالٰی.﴾

ترجمہ: "نماز جنازہ میں چار تکبیریں کہے۔ پہلی تکبیر کے بعد اعوذ باللہ پڑھ کر سورت فاتحہ پڑھے۔ پھر دوسری تکبیر کہہ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے اللهم صل علی محمد الخ۔ اس طرح نہ کہے جس طرح عام لوگ کہتے ہیں: ان الله وملائکته یصلون علی النبی، اس کے کہنے پر اکتفاء نہ کرے۔ پھر تیسری تکبیر کہہ کر میت اور عام مسلمانوں کے لئے دعا کرے جو ہم آئندہ احادیث میں انشاء اللہ ذکر کریں گے، پھر چوتھی تکبیر کہنے کے بعد دعا کرے۔ بہتر دعا یہ ہے: اللهم لاتحرمنا اجره ولاتفتنابعده واغفرلناوله، اے اللہ ہم کو اس کے ثواب سے محروم نہ فرما اور اس کے بعد ہم کو فتنہ میں نہ ڈال اور ہم کو اور اس کو معاف فرمادے۔ پسندیدہ بات یہ ہے کہ چوتھی تکبیر میں خوب لمبی دعا کرے برعکس اس کے جس کے لوگ عادی ہیں جیسا کہ ابن ابی اوفی کی حدیث سے

ثابت ہے جس کو ہم انشاء اللہ ذکر کریں گے۔"

تشریح: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک پہلی تکبیر کے بعد سورت فاتحہ پڑھنا چاہئے جب کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک پہلی تکبیر کے بعد ثناء پڑھنا ہے اور اگر کسی نے ثناء کی جگہ پر سورت فاتحہ پڑھ لی تو اب یہ ثناء کے قائم مقام ہوجائے گی۔ امام ابن ہمام فرماتے ہیں کہ پہلی تکبیر کے بعد سورت فاتحہ بنیت ثناء پڑھ لی گئی تو اب جائز ہوگا، بنیت قرات وتلاوت سورت فاتحہ پڑھی تو یہ جائز نہیں ہوگا۔ دوسری تکبیر کے بعد درود شریف پڑھنا ہے، اس میں بھی بہتر یہ ہے کہ درود ابراہیمی پڑھی جائے۔ اور تیسری تکبیر کے بعد کوئی بھی دعا پڑھنی ہے، سب جائز ہے سب کے نزدیک۔

فَامَّا الْاَدْعِيَةُ الْمَأْثُوْرَةُ بَعْدَ التَّكْبِيْرِ الثَّالِثَةِ، فَمِنْهَا.

تیسری تکبیر کے بعد جو دعائیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں ان میں سے بعض حسب ذیل ہیں:

جنازے کی نماز کی ایک جامع دعا

(۹۳۵) ﴿عَنْ اَبِیْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَوْفِ بْنِ مَالِکٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: صَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰی جَنَازَةٍ فَحَفِظْتُ مِنْ دُعَائِهِ وَهُوَ يَقُوْلُ: "اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلَهُ، وَ ارْحَمْهُ، وَعَافِهِ، وَاعْفُ عَنْهُ، وَاَكْرِمْ نُزُلَهُ وَوَسِّعْ مَدْخَلَهُ وَاغْسِلْهُ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَ الْبَرْدِ، وَنَقِّهِ مِنَ الْخَطَايَا، كَمَا نَقَّيْتَ الثَّوْبَ الْاَبْيَضَ مِنَ الدَّنَسِ، وَاَبْدِلْهُ دَاراً خَيْراً مِّنْ دَارِهِ، وَاَهْلاً خَيْراً مِّنْ اَهْلِهِ وَزَوْجاً خَيْراً مِّنْ زَوْجِهِ، وَاَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ، وَأَعِذْهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَمِنْ عَذَابِ النَّارِ" حَتّٰی تَمَنَّيْتُ اَنْ اَكُوْنَ اَنَا ذٰلِکَ الْمَيِّتَ﴾

(رواہ مسلم)

ترجمہ: "حضرت ابوعبدالرحمٰن عوف بن مالک الاشجعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جنازے کی نماز پڑھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دعا پڑھی میں نے وہ یاد کر لی، آپ فرما رہے تھے: **اللھم اغفرلی الخ.** "اے اللہ اس کو معاف کردے اور اس پر رحم فرما، اس کو عذاب سے عافیت دے اور اس سے درگزر فرما، اس کی مہمان نوازی اچھی کر، اس کی قبر کشادہ کردے، اس کو برف اور اولوں کے پانی سے دھودے، اور اس کو گناہوں سے اس طرح صاف کردے جیسے تو نے سفید کپڑے کو میل کچیل سے صاف کردیا اور اس کو اس کے دنیاوی گھر کے بدلے میں بہتر گھر، اس کے گھر والوں سے بہتر گھر والے اور اس کی بیوی سے بہتر بیوی عطاء فرما اور اس کو جنت میں داخل کر اور اس کو عذاب قبر اور جہنم کی آگ سے بچا۔ راوی حدیث کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی

اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا اس انداز سے مانگی حتیٰ کہ میں نے آرزو کی کہ یہ میت (کاش کہ) میری ہی ہوتی۔"

(مسلم)

لغات: ❖ نزله: انزل انزالاو منزلا: اتارنا۔ اَنْزَلَ الضیف: مہمان اتارنا، اَلنُّزُل: بابرکت کھانا۔ النُّزل والنُّزُل والنَزَال: داد ودہش وفضل۔ النَّزَل: بارش، کھیتی کی بالیدگی اور ستھرائی۔

تشریح: نماز جنازہ میں پہلی تکبیر کے بعد ثناء پڑھیں جو نماز میں پڑھی جاتی ہے مگر اس میں "و تعالٰی جدک" کے بعد "وجل ثنائک" پڑھنا زیادہ بہتر ہے۔ پھر دوسری تکبیر کے بعد درود شریف پڑھیں، بہتر ہے کہ درود ابراہیمی پڑھیں، جو نماز کے قعدہ اخیرہ میں پڑھا جاتا ہے۔ پھر تیسری تکبیر کے بعد اپنے اور میت اور تمام مومنین اور مومنات کے لئے دعا کریں۔ اس کے لئے کوئی دعا مقرر نہیں مگر بہتر یہ ہے کہ ان دعاؤں میں سے پڑھے جو احادیث میں منقول ہیں [1] ان ماثورہ دعاؤں میں سے ایک دعا بالا بھی ہے اس کو بھی پڑھا جاسکتا ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه مسلم واحمد ۹/۲۴۰۳۰ و الترمذی والنسائی وابن ماجه وابن حبان ۳۰۷۵ و هكذا فی البیهقی ۴/۴۰۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوعبدالرحمٰن عوف بن مالک الاشجعی کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۵۳۳) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) عمدۃ الفقہ ۲/۵۱۹

جنازے کی نماز کی ایک دوسری اہم دعا

(۹۳۶) ﴿وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ وَاَبِیْ قَتَادَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ وَاَبِیْ اِبْرَاهِیْمَ الْاَشْهَلِیِّ عَنْ اَبِیْهِ وَاَبُوْهُ صَحَابِیٌّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صلی الله علیه وسلم اَنَّهُ صَلّٰی عَلٰی جَنَازَةٍ فَقَالَ: "اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَیِّنَا وَمَیِّتِنَا وَصَغِیْرِنَا وَكَبِیْرِنَا وَذَكَرِنَا وَ اُنْثَانَا وَ شَاهِدِنَا وَ غَائِبِنَا. اَللّٰهُمَّ مَنْ اَحْیَیْتَهٗ مِنَّا، فَاَحْیِهٖ عَلَی الْاِسْلَامِ، وَمَنْ تَوَفَّیْتَهٗ مِنَّا فَتَوَفَّهٗ عَلَی الْاِیْمَانِ، اَللّٰهُمَّ لَا تُحْرِمْنَا أَجْرَهٗ، وَلَاتَفْتِنَّا بَعْدَهٗ"﴾

رواه الترمذی من روایة ابی هریرة و الاشهلی رضی الله عنهما، ورواه ابوداؤد من روایة ابی هریرة و ابی قتادة رضی الله عنهما. قال الحاكم: حدیث ابی هریرة صحیح علی شرط البخاری ومسلم. قال الترمذی: قال البخاری: أصح روایات هذا الحدیث روایة الاشهلی. قال البخاری: وأصح شیء فی الباب حدیث عوف بن مالک.

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ، حضرت قتادہ اور ابوابراہیم الاشہلی رضی اللہ عنہم اپنے والد سے جو صحابی ہیں روایت

کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جنازے پر نماز پڑھی تو اس میں یہ دعا پڑھی: **اللھم اغفرلحیناومیتنا الخ.** ''اے اللہ ہمارے زندہ اور مردہ کو، ہمارے چھوٹے اور بڑے کو، ہمارے مردوں اور عورتوں کو، ہمارے حاضر اور غائب سب کو بخش دے۔ اے اللہ ہم میں سے جس کو تو زندہ رکھے، پس اسے اسلام پر زندہ رکھ اور ہم میں سے جس کو تو موت دے تو ایمان پر موت دے، اے اللہ ہمیں اس کے اجر سے محروم نہ کر، اس کے بعد ہم کو فتنہ میں نہ ڈال۔'' اس حدیث کو ترمذی نے حضرت ابوہریرہ اور اشھلی کی روایت سے اور ابوداؤد نے حضرت ابوہریرہ اور ابوقتادہ کی روایت سے بیان کیا ہے۔ امام حاکم نے کہا ابوہریرہ کی حدیث بخاری ومسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ امام ترمذی نے کہا کہ امام بخاری نے فرمایا اس حدیث کی روایات میں اشھلی کی روایت سب سے زیادہ صحیح ہے اور اس باب میں سب سے زیادہ صحیح روایت حضرت عوف بن مالک کی ہے۔''

لغات: ❖ **فتوفه:** **توفی توفیا:** پورا ہونا۔ **حقه:** پورا حق لینا۔ **توفاه الله:** موت دینا۔ اللہ تعالیٰ کو مُتَوَفِّیْ اور بندے کو مُتَوَفّٰی کہتے ہیں۔

تشریح: حدیث بالا میں جو دعا منقول ہے یہ نماز جنازہ کی تیسری تکبیر کے بعد پڑھی جانے والی مشہور دعا ہے اور اسی دعا پر عامۃ الامت کا عمل چلا آرہا ہے۔ اس دعا کا پڑھنا بہتر اور افضل ہے۔ (۱)

تخریج حدیث: **أخرجه سنن الترمذی ابواب الجنائز (باب ما یقول فی الصلاۃ علی المیت) و سنن ابی داؤد کتاب الجنائز (باب الدعاء للمیت) واحمد فی مسنده ۸۸۱۷/۳ وابن ماجه وابن حبان ۳۰۷۰۔**

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں اور راوی حدیث حضرت ابوقتادہ الحارث بن ربعی رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث (۲۱۹) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

راوی حدیث ابوابراہیم الاشھلی کے مختصر حالات:

یہ ابوابراہیم تابعین میں سے ہیں اور ان کا قبیلہ بنی عبدالاشھل ہے۔ بنوالاشھل یہ انصار کے خاندان میں سے ہیں۔

(۴) عن ابیه: والد کا نام کیا ہے، یہ معلوم نہیں مگر صحابی ہیں، اس لئے حدیث میں کوئی فرق نہیں پڑے گا کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے ''الصحابة کلهم عدول'' کہ صحابہ سب کے سب عادل ہیں۔

---

(۱) عمدۃ الفقہ

نماز جنازہ خوب خلوص کے ساتھ پڑھی جائے

(۹۳۷) ﴿وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: ''اِذَا

صَلَّيْتُمْ عَلَى الْمَيِّتِ فَأَخْلِصُوْالَهُ الدُّعَاءَ"﴾ (رواہ ابوداؤد)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کوفرماتے ہوئے سنا کہ جب تم میت پر نماز جنازہ پڑھوتو خلوص کے ساتھ اس کے لئے دعا کرو۔'' (ابوداؤد)

لغات: ❖ اخلصوا: اخلص. الشیء: خالص کرنا۔ خلاصہ لینا۔ چن لینا۔ الطاعة وفی الطاعة. بے نام ونمود کرنا۔

تشریح: اِذَاصَلَّيْتُمْ عَلَى الْمَيِّتِ فَأَخْلِصُوْا لَهُ الدُّعَاءَ: جب تم میت پر نماز جنازہ پڑھوتو خلوص کے ساتھ اس کے لئے دعا کرو۔ حدیث بالا میں ترغیب ہے کہ نماز جنازہ خوب اہتمام کے ساتھ پڑھی جائے کہ میت کا یہ آخری عمل ہے اور اس اہتمام کے ساتھ اس کے لئے دعائیں مانگو اسی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعدد دعائیں منقول ہیں (جو کچھ گزری اور کچھ آگے بھی آرہی ہیں)

یہ بات یاد رہے کہ یہ دعا نماز جنازے کے اندر کی ہے۔ نماز جنازہ کے بعد اب اجتماعی طور سے شریعت میں دعا مانگنے کا ثبوت نہیں ملتا اگر جنازہ کے بعد دعا مانگنی ہے تو وہ انفرادی طور پر فرداً فرداً مانگی جائے۔

تخریج حدیث: أخرجه سنن ابی داؤد کتاب الجنائز (باب الدعاء للمیت) و ابن ماجه وابن حبان ٣٠٧٦ و هکذا فی البیهقی ٤٠/٤۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

نماز جنازہ کی ایک اور دعا

(٩٣٨) ﴿وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الصَّلَاةِ عَلَى الْجَنَازَةِ "اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبُّهَا، وَاَنْتَ خَلَقْتَهَا، وَاَنْتَ هَدَيْتَهَا لِلْاِسْلَامِ، وَاَنْتَ قَبَضْتَ رُوْحَهَا، وَاَنْتَ اَعْلَمُ بِسِرِّهَا وَعَلَانِيَتِهَا، جِئْنَاكَ شُفَعَاءَ لَهُ، فَاغْفِرْلَهُ"﴾ (رواہ ابوداؤد)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنازے کی نماز میں یہ دعا پڑھی: اللهم انت ربها الخ. ''اے اللہ تو ہی اس کا رب ہے، تو نے ہی اسے پیدا فرمایا، تو نے ہی اسے اسلام کی ہدایت کی، توفیق دی اور تو نے ہی اس کی روح قبض فرمائی اور تو ہی اس کے پوشیدہ اور ظاہر اعمال کو سب سے زیادہ جانتا ہے۔ ہم تیرے پاس اس کے سفارشی بن کر آئے ہیں پس تو اس کو بخش دے۔''

لغات: ❖ شفعاء: جمع ہے الشفیع کی۔ سفارش کرنے والے۔ شفع (ف) شفاعة. لفلان أوفیه الی زید: سفارش کرنا۔

تشریح: جنازے کی نماز میں کئی دعائیں پڑھی جاسکتی ہیں

یہ دعا بھی نماز جنازہ میں تیسری تکبیر کے بعد پڑھی جانے والی دعا ہے اور بھی کئی دعائیں کتب احادیث میں منقول ہیں، وقت کی گنجائش کے مطابق جتنی دعائیں جمع کر کے پڑھنا چاہے پڑھ سکتے ہیں۔ گنجائش کے اعتبار سے زیادہ دعائیں پڑھنا مستحسن ہے۔ اس جمع کرنے میں کوئی برائی نہیں ہے۔ (۱)

تخریج حدیث: أخرجه سنن ابی داؤد كتاب الجنائز (باب الدعاء) للميت و اسناده حسن.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) عمدۃ الفقہ: ۵۱۹/۲

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نام لے کر نماز جنازہ میں دعا فرمائی

(۹۳۹) ﴿وَعَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْاَسْقَعِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: صَلّٰی بِنَارَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلٰی رَجُلٍ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ، فَسَمِعْتُهُ یَقُوْلُ: "اَللّٰهُمَّ اِنَّ فُلَانَ ابْنَ فُلَانٍ فِیْ ذِمَّتِکَ وَحَبْلِ جِوَارِکَ، فَقِهِ فِتْنَةَ الْقَبْرِ، وَعَذَابَ النَّارِ، وَاَنْتَ اَهْلُ الْوَفَاءِ وَ الْحَمْدِ، اَللّٰهُمَّ فَاغْفِرْلَهٗ، وَارْحَمْهُ، اِنَّکَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ"﴾ (رواه ابوداؤد)

ترجمہ: ''حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مسلمان آدمی کی نماز جنازہ پڑھائی پس میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ پڑھتے ہوئے سنا: اللهم ان فلان بن فلان الخ. ''اے اللہ! فلاں ابن فلاں تیری امان میں اور تیری حفاظت میں ہے پس تو اس کو قبر کی آزمائش اور جہنم کے عذاب سے بچا، تو وعدے کو پورا کرنے والا اور تعریف کے لائق ہے۔ اے اللہ! پس تو اس کو بخش دے اور اس پر رحم فرما، بے شک تو بہت بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔''

لغات: ❖ ذمتک: ذمة: امان، عہد، ذمہ داری ج ذمم. اذمه. پناہ دینا اور اپنی حفاظت میں لے لینا۔ قابل مذمت پانا۔ ذمه (ن) ذماو مذمة: برائی بیان کرنا۔

تشریح: یہ دعا بھی تیسری تکبیر کے بعد پڑھی جانے والی دعاؤں میں سے ہے، بہت اچھی دعا ہے یاد کر کے پڑھنا چاہئے۔

وَحَبْلِ جِوَارِکَ: ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں لفظ "حبل" کے متعدد معنی بیان کئے گئے ہیں مگر سب سے اچھا ترجمہ وہ ہے جو قرآن میں آتا ہے بمعنی مضبوطی سے پکڑنے والا: "واعتصموا بحبل الله جميعا ولا تفرقوا" یا حبل سے مراد

قرآن مجید ہے۔

"جوارک" بمعنی امام، حفاظت۔ "حبل جوارک" اس میں اضافت بیانیہ ہے گویا اس جملہ کا مطلب یہ ہوا کہ وہ شخص جو قرآن کریم کو مضبوطی سے پکڑنے والا ہے۔ ایسے ہی قرآن کریم کو جو مضبوطی سے اختیار کرتا ہے (یعنی اس پر پوری طرح عمل کرتا ہے) یہ اس کے لئے امن وسلامتی ایمان اور معرفت کا باعث اور ذریعہ بن جاتا ہے۔ (۱)

تخریج حدیث: أخرجه سنن ابی داؤد کتاب الجنائز (باب الدعاء للمیت) واحمد فی مسنده ٥/١٦٠١٨ و ابن حبان ٣٠٧٤ و اسناده حسن.

نوٹ: راوی حدیث حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۸۴۸) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ۴/۶۱و۶۰ والتعلیق الصبیح

جنازے کی نماز میں چوتھی تکبیر کے بعد بھی دعا مانگی جاسکتی ہے

(٩٤٠) ﴿وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ اَبِیْ اَوْفٰی رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّهُ كَبَّرَ عَلٰی جَنَازَةِ ابْنَةٍ لَهُ اَرْبَعَ تَكْبِيْرَاتٍ، فَقَامَ بَعْدَ الرَّابِعَةِ كَقَدْرِ مَابَيْنَ التَّكْبِيْرَتَيْنِ يَسْتَغْفِرُ لَهَا وَيَدْعُوْ، ثُمَّ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وسلمَ يَصْنَعُ هٰكَذَا.

وَفِیْ رِوَايَةٍ: "كَبَّرَ أَرْبَعاً، فَمَكَثَ سَاعَةً حَتّٰى ظَنَنْتُ اَنَّهُ سَيُكَبِّرُ خَمْسًا، ثُمَّ سَلَّمَ عَنْ يَمِيْنِهٖ وَعَنْ شِمَالِهٖ. فَلَمَّا انْصَرَفَ قُلْنَالَهُ: مَاهٰذَا؟ فَقَالَ: اِنِّیْ لَا اَزِيْدُكُمْ عَلٰی مَارَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُ اَوْ: هٰكَذَاصَنَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ"﴾ (رواه الحاكم وقال: حديث صحيح)

ترجمہ: "حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنی بیٹی کے جنازے پر چار تکبیریں کہیں، چوتھی تکبیر کے بعد اتنی دیر کھڑے رہے جتنا دو تکبیروں کے درمیان وقفہ ہوتا ہے۔ اس میں مرنے والی بیٹی کیلئے مغفرت کی دعائیں کرتے رہے پھر فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح ہی کیا کرتے تھے۔"

ایک اور روایت میں ہے کہ انہوں نے چار تکبیریں کہیں پھر کچھ دیر ٹھہرے رہے یہاں تک کہ میں نے گمان کیا کہ وہ پانچویں تکبیر بھی کہیں گے پھر انہوں دائیں اور بائیں سلام پھیر دیا پس جب وہ فارغ ہوئے تو ہم نے ان سے کہا یہ کیا بات ہے؟ تو عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں تمہارے سامنے اس سے زیادہ نہیں کروں گا جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کرتے ہوئے دیکھا (یا یہ فرمایا) اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم نے کیا (راوی کو شک ہے) (اس روایت کو حاکم نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث صحیح ہے)

لغات: ❖ یصنع: صنع (ف) صَنعاً وصُنعاً. الشیء: بنانا۔ ھکذا: ایسا کرنا۔ الیہ معروفا: احسان کرنا۔

تشریح: فَقَامَ بَعْدَ الرَّابِعَةِ كَقَدْرِ مَا بَيْنَ التَّكْبِيرَ تَيْنِ يَسْتَغْفِرُ لَهَا وَ يَدْعُوْ: چوتھی تکبیر کے بعد اتنی دیر کھڑے رہے جتنا دو تکبیروں کے درمیان وقفہ ہوتا ہے۔ اس میں مرنے والی بیٹی کے لئے مغفرت طلب کرتے رہے اور دعائیں مانگتے رہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ چوتھی تکبیر کے بعد دعا مانگی جا سکتی ہے سلام سے پہلے، سلام پھیرنے کے بعد پھر کوئی دعا نہیں ہے کیونکہ نماز جنازہ یہ بذات خود ہی دعا ہے اور وہ اتنی جامع اور مفید دعائیں ہیں جیسے کہ چند دعائیں ان میں سے گزریں کہ ہم جتنی بھی دعائیں کر لیں اس تک نہیں پہنچ سکتے۔ (۱)

نماز جنازہ میں چار تکبیروں پر فقہاء کا اتفاق

كَبَّرَ اَرْبَعاً: چار تکبیریں کہیں۔ اس بارے میں تمام علماء کا اتفاق ہے کہ نماز جنازہ میں چار ہی تکبیریں کہی جائیں گی کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور صحابہ سے چار سے زائد اگرچہ تکبیریں منقول ہیں مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری عمل چار ہی تکبیروں کا تھا، لہٰذا روایتوں میں چار سے زائد تکبیریں جو منقول ہیں وہ منسوخ ہیں۔ (۲)

تخریج حدیث: أخرجه المستدرک للحاکم، واحمد فی مسنده ۱۶۰۱۸/۵ وابوداؤد وابن حبان ۳۰۷۴ واسناده حسن.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۵۳) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) مزید وضاحت کے لئے دیکھیں: دلیل الخیرات ۵۱ تا ۵۳ وامداد ۴۴۴ (۲) مرقاۃ وہکذا فی مظاہر حق ۲/۱۱۱

(۱۵۸) بَابُ الْاِسْرَاعِ بِالْجَنَازَةِ

جنازہ جلدی لے جانے کا حکم

جنازے کو قبرستان لے جانے میں جلدی کرنا چاہئے

(۹۴۱) ﴿عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عنهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اَسْرِعُوْا بِالْجَنَازَةِ، فَاِنْ تَكُ صَالِحَةً، فَخَيْرٌ تُقَدِّمُوْنَهَا اِلَيْهِ، وَاِنْ تَكُ سِوٰى ذٰلِكَ، فَشَرٌّ تَضَعُوْنَهٗ عَنْ رِقَابِكُمْ﴾ (متفق علیہ)

وفی روایة لمسلم: "فَخَيْرٌ تُقَدِّمُوْنَهَا عَلَيْهِ"

ترجمہ: ”حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جنازہ لے جانے میں جلدی کرو اس لئے کہ اگر وہ نیک ہے تو وہ ایک بھلائی ہے جس کی طرف تم اسے آگے بڑھاؤ گے اور اگر وہ اس کے برعکس ہے تو وہ ایک برائی ہے جیسے تم اپنی گردنوں سے اتار کر رکھ دو۔“ (بخاری ومسلم)

مسلم کی ایک روایت میں ہے تم اسے بھلائی پر پیش کرو گے۔

لغات: ❖ اسرعوا: سَرِعَ (س) وسَرُعَ (ک) سُرْعَۃً وسِرَعًا وسَرَعاً وسرعاً وسَرْعاً وسَرَاعَۃً: جلدی کرنا۔

تشریح: اَسْرِعُوْابِالْجَنَازَۃِ: جنازہ جلدی لے کر چلو۔ مطلب یہ ہے کہ جب جنازہ کو دفن کے لئے قبرستان لے چلو تو جلدی جلدی چلو لیکن جلدی سے دوڑنا مراد نہیں ہے بلکہ متوسط چال سے چلنا مراد ہے یعنی معمولی چال سے تو زیادہ ہو اور دوڑنے سے کم ہو۔

فَاِنْ تَکُ صَالِحَۃً: اگر وہ جنازہ نیک آدمی کا ہے تو اس کو جلدی اس کی قبر میں پہنچاؤ تاکہ وہ آخرت کے ثواب اور اللہ جل شانہ کی رحمت تک جلد سے جلد پہنچ جائے۔ (۱)

وَاِنْ تَکُ سِوَی ذٰلِکَ: اگر وہ آدمی برا ہے اور اس نے اپنی زندگی کو اللہ کی نافرمانی کے ساتھ گزاری ہے تو جلدی اس کو اپنے کاندھوں سے نیچے اتار ڈالو۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخاری كتاب الجنائز (باب السرعة بالجنازة) و صحيح مسلم كتاب الجنائز (باب الاسراع بالجنازة) و مالك فی مؤطئه ٥٧٤ و الترمذی و ابوداؤد والنسائی وابن ماجه و ابن حبان ٣٠٤٢ و هكذا فی البيهقی ٤/٢١۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) دلیل الفالحین ۳/ ۴۲۷

مردے کی آواز کو انسان (اور جنات) کے علاوہ دوسری مخلوقات سب سنتی ہیں

(۹۴۲) ﴿وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِالْخُدْرِیِّ رضیَ اللّٰهُ عنهُ قَالَ: كَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: اِذَاوُضِعَتِ الْجَنَازَةُ، فَاحْتَمَلَهَا الرِّجَالُ عَلٰی اَعْنَاقِهِمْ، فَاِنْ كَانَتْ صَالِحَةً، قَالَتْ: قَدِّمُوْنِیْ، وَ اِنْ كَانَتْ غَيْرُ صَالِحَةٍ، قَالَتْ لِاَهْلِهَا: يَاوَيْلَهَا اَيْنَ تَذْهَبُوْنَ بِهَا؟ يَسْمَعُ صَوْتَهَا كُلُّ شَیْءٍ اِلَّا الْاِنْسَانُ، وَلَوْسَمِعَ الْاِنْسَانُ لَصَعِقَ"﴾ (رواه البخاری)

ترجمہ: ”حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ جب

جنازہ رکھا جاتا ہے اور لوگ اسے اپنے کندھوں پر اٹھاتے ہیں، پس اگر وہ نیک ہوتا ہے تو کہتا ہے مجھے آگے لے چلو اور اگر وہ نیک نہیں ہوتا تو وہ لوگوں سے کہتا ہے ہائے ہلاکت وبربادی تم کہاں لے جا رہے ہو؟ اس کی یہ آواز انسانوں کے علاوہ کائنات کی ہر چیز سنتی ہے۔ اگر انسان سن لے تو وہ بے ہوش ہو جائے۔"

لغات: ❖ وضعت: وضع يضع وضعاً وموضعاً وموضوعاً. الشيء: رکھنا۔ لصعق: صعق (س) صعقاً. الرعد: زور سے بادل گرجنا۔ وصُعِقَ صَعْقاً وصَعَقاً و صَعْقَةً و تصْعَاقًا لله: گرج سے غشی طاری ہو جانا۔ صفت (صعقٌ) مرنا۔

تشریح: فَإِنْ كَانَتْ صَالِحَةً: اگر آدمی نیک بخت ہے تو وہ جنت کی نعمتیں اور اللہ جل شانہ کی رحمتیں دیکھتا ہے، اس لئے اپنے آپ کو جلدی لے چلنے کے لئے وہ کہتا ہے۔

قَدِّ مُوْنِيْ: مجھے جلدی لے چلو۔ مردہ کیسے بولتا ہے؟ اس بولنے کی حقیقت اللہ ہی جانتے ہیں تاہم اس کا بولنا ناممکن نہیں کہ اللہ جل شانہ ہر چیز پر قادر ہے، جب کہ یہ بولنا صحیح حدیث سے ثابت ہے تو اس پر ایمان رکھنا ضروری ہے۔ اور بعض روایات میں آتا ہے مردے کی آواز انسان اور جن نہیں سنتے باقی دوسری مخلوقات اس کی آواز سنتی ہیں۔

فَإِنْ كَانَتْ غَيْرُ صَالِحَةٍ: اگر وہ آدمی بدبخت تھا تو اب وہ اپنے سامنے عذاب الٰہی کو دیکھتا ہے تو اب وہ واویلا کرتا ہے اور کہتا ہے کہ مجھ کو عذاب کی طرف کیوں لے جا رہے ہو؟

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخارى كتاب الجنائز (باب حمل الرجال الجنازة دون النساء) واحمد فی مسنده ۱۱۵۵۲/۴ وابن حبان ۳۰۳۸ وهكذا فى البيهقى ۲۶/۴۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث (۲۰) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱۵۹) بَابُ تَعْجِيلِ قَضَاءِ الدَّيْنِ عَنِ الْمَيِّتِ وَالْمُبَادَرَةِ اِلٰى تَجْهِيزِهٖ اِلَّا اَنْ يَّمُوْتَ فُجَاءَةً فَيُتْرَكُ حَتّٰى يُتَيَقَّنَ مَوْتُهٗ

میت کے ذمے قرض کی ادائیگی میں اور اس کی تجہیز و تکفین میں جلدی کرنا، ہاں اچانک فوت ہونے کی صورت میں کچھ توقف اختیار کرنا تاکہ موت کا یقین ہو جائے

مؤمن کی روح اس کے قرض کی وجہ سے معلق رہتی ہے

(۹۴۳) ﴿عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "نَفْسُ الْمُؤْمِنِ مُعَلَّقَةٌ

بِدَيْنِهٖ حَتّٰى يُقْضٰى عَنْهُ"﴾ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ.

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مؤمن کی روح اس کے قرض کی وجہ سے معلق رہتی ہے یہاں تک کہ اس کا قرض ادا کیا جائے۔ (ترمذی۔ اور امام ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن درجہ کی ہے)''

لغات: ❖ يقضى عنه: قضى يقضى قضاءً. الدين: قرض ادا کرنا، حاجته: پوری کرنا اور فارغ ہونا۔ الصلوة: نماز ادا کرنا -الشيء: مضبوطی سے بنانا -وطره: مراد کو پہنچنا۔

تشریح: قرض سے مراد وہ ہے جو بلاضرورت لیا گیا ہو

نَفْسُ الْمُؤْمِنِ مُعَلَّقَةٌ بِدَيْنِهٖ: مؤمن کی روح اس کے قرض کی وجہ سے معلق رہتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ نجات یا عذاب سے مبتلا ہونے کا فیصلہ قرض کی ادائیگی تک موقوف رہتا ہے، اس لئے علماء فرماتے ہیں میت کے مال میں سے سب سے پہلے اس کا قرض ادا کرنا چاہئے۔ علماء فرماتے ہیں اس قرض سے مراد وہ قرض ہے جو بلاضرورت لیا گیا ہو اور اگر ضرورت کی بناء پر لیا ہو اور پھر موت آجائے تو ایسا قرض اس کو جنت اور بندگان صالح کی جماعت میں داخل ہونے سے انشاء اللہ نہیں روکے گا۔ اور ایسے قرض کو بھی سلطان وقت یا اس کے رشتہ دار میں سے اہل ثروت کا اخلاقی فریضہ ہوگا کہ وہ ادا کردیں۔[1]

تخریج حدیث: رواه سنن الترمذى ابواب الجنائز (باب ما جاء عن النبى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نفس المؤمن معلقة بدينه و احمد فى مسنده ۱۰۱۶۰/۳ والدارمى ۲۵۹۱ و ابن حبان ۳۰۶۱ و هكذا فى البيهقى ۷۶/۶۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) مظاہر حق ۱۳۶/۳

انتقال کے بعد جلدی دفنا دینا چاہئے

(۹۴۴) ﴿وَعَنْ حُصَيْنِ بْنِ وَحْوَحٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ طَلْحَةَ بْنَ الْبَرَاءِ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ مَرِضَ، فَأَتَاهُ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُوْدُهُ فَقَالَ: اِنِّى لَا أُرٰى طَلْحَةَ اِلَّا قَدْحَدَثَ فِيْهِ الْمَوْتُ فَآذِنُوْنِىْ بِهٖ وَعَجِّلُوْابِهٖ، فَاِنَّهٗ لَايَنْبَغِىْ لِجِيْفَةِ مُسْلِمٍ اَنْ تُحْبَسَ بَيْنَ ظَهْرَانَىْ اَهْلِهٖ.﴾ (رواه ابوداؤد)

ترجمہ: ''حضرت حصین بن وحوح رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت طلحہ بن براء بن عازب رضی اللہ عنہ جب بیمار ہوئے تو نبی کریم ﷺ ان کی عیادت کے لئے تشریف لائے۔ پس انہیں دیکھ کر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

میرا خیال ہے کہ طلحہ کی موت کا وقت قریب آگیا ہے پس مجھے ان کے فوت ہونے کی خبر دیدینا اور جلدی کرنا (دفن کرنے میں) اس لئے کہ کسی مسلمان کی میت کے لئے یہ بات مناسب نہیں کہ اس کو اپنے اہل کے درمیان روکے رکھے۔" (ابوداؤد)

لغات: ❖ فآذنونی: آذن ایذاناً. الامر وبالامر: آگاہ کرنا۔ جتلانا۔

تشریح: اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے آپ ﷺ سے سنا آپ ﷺ ارشاد فرمارہے تھے: کہ جب تمہارا کوئی آدمی انتقال کرجائے تو اسے دیر تک گھر میں مت رکھو، قبر تک پہنچا دو اور دفن کرنے میں جلدی سے کام لو۔ (۱)

ایک غلط رسم

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بعض جگہ مال ودولت کی جانچ پڑتال یا تقسیم ترکہ کے انتظام واہتمام یا دوستوں اور رشتہ داروں کے انتظار یا نمازیوں کی کثرت یا ایسی ہی اور کسی غرض سے میت کی تدفین میں دیر کی جاتی ہے حتیٰ کہ بعض جگہ کامل دو دن تک میت پڑی رہتی ہے یہ سب ناجائز اور منع ہے۔ (۲)

تخریج حدیث: أخرجه سنن ابی داؤد کتاب الجنائز (باب التعجیل بالجنازة و کراهیة حبسها.)

راوی حدیث حضرت حصین بن وحوح کے مختصر حالات:

نام: حصین، والد کا نام: وحوح۔ یہ انصاری صحابی ہیں، ان کی روایات مدینہ والوں میں زیادہ مشہور ہیں جنگ قادسیہ میں شہید ہوئے، کہا جاتا ہے ان کو بہت زیادہ تکلیفیں پہنچا کر شہید کیا گیا۔

---

(۱) رواہ البیہقی فی شعب الایمان

(۲) احکام میت ص: ۲۲۷ مصنف ڈاکٹر عبدالحی

(۱۶۰) بَابُ الْمَوْعِظَةِ عِنْدَ الْقَبْرِ

قبر کے پاس وعظ ونصیحت کرنے کا بیان

کیا ہم اپنی تقدیر پر اعتماد کر کے بیٹھ جائیں؟

(۹۴۵) ﴿عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كُنَّا فِيْ جَنَازَةٍ فِيْ بَقِيْعِ الْغَرْقَدِ فَأَتَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَعَدَ، وَقَعَدْنَا حَوْلَهُ وَمَعَهُ مِخْصَرَةٌ، فَنَكَّسَ وَجَعَلَ يَنْكُتُ بِمِخْصَرَتِهِ ثُمَّ قَالَ: مَامِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ اِلَّا وَقَدْ كُتِبَ مَقْعَدُهُ مِنَ النَّارِ وَمَقْعَدُهُ مِنَ الْجَنَّةِ" فَقَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! أَفَلَا نَتَّكِلُ عَلَى كِتَابِنَا؟ فَقَالَ: "اِعْمَلُوْا، فَكُلٌّ مُيَسَّرٌ لِمَاخُلِقَ لَهُ" وَ ذَكَرَ تَمَامَ الْحَدِيْثِ. (متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم بقیع الغرقد (قبرستان) میں ایک جنازے کے ساتھ تھے۔ پس ہمارے پاس آپ ﷺ تشریف لائے اور بیٹھ گئے۔ ہم بھی آپ ﷺ کے اردگرد بیٹھ گئے آپ کے پاس ایک چھڑی تھی پس آپ ﷺ نے سر جھکایا اور چھڑی سے زمین کو کریدنا شروع کردیا پھر ارشاد فرمایا: تم میں سے ہر شخص جہنمی اور جنتی لکھ دیا گیا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا: کیا پس ہم اپنے لکھے ہوئے پر بھروسہ کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایانہیں، بلکہ عمل کرو پس ہر شخص کو اسی عمل کی توفیق ہوگی جس کے لئے وہ پیدا کیا گیا ہے۔ اور باقی حدیث کو بیان کیا۔'' (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ الغرقد: ایک بڑا کانٹے دار درخت۔ مخصرة: ٹیک لگانے کی چیز جیسے لاٹھی چھڑی وغیرہ، عصائے شاہی جس کو بادشاہ تقریر کے وقت اپنے ہاتھ میں لے۔ جمع مخاصر. فنکس: سر نیچے کرنا۔ نکسه (ن) نکساً، اوندھا کردینا۔

تشریح: حدیث بالا سے قبر کے پاس وعظ ونصیحت کرنے کا اثبات ہو رہا ہے جیسے کہ امام نووی رحمہ اللہ نے باب باندھا ہے۔ اس وقت میں دنیا کی بے ثباتی کا منظر انسان کے سامنے ہوتا ہے اور دلوں پر رقت طاری ہوتی ہے اس موقعہ پر وعظ و نصیحت بہت زیادہ موثر ہونے کا امکان ہے۔

تقدیر پر اعتماد کرنے کا مطلب

اَفَلَا نَتَّكِلُ عَلَى كِتَابِنَا؟ کیا ہم اپنے لکھے ہوئے پر بھروسہ نہ کرلیں؟ یعنی اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے کہ یہ اچھے اعمال کرنے والا ہے یا برے اور یہ اللہ نے لکھ دیا ہے مگر اللہ کے علم یا لکھے جانے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ انسان وہ عمل کرنے پر مجبور ہے جو اللہ کے ہاں لکھا ہوا ہے بلکہ یہ تو اللہ تعالیٰ کو پہلے سے علم ہے فلاں شخص اپنے اختیار سے نیکوں کا عمل کرے گا اور فلاں بدوں کا عمل کرے گا اور جب تک اللہ کے علم اور لکھے ہوئے پر انسان کی رسائی نہیں ہوتی اور یہ ہو بھی نہیں سکتی تو پھر یہ کیونکر صحیح ہوسکتا ہے کہ وہ اللہ کے علم پر بھروسہ کرتے ہوئے عمل صالح کو چھوڑ دے؟

اور دوسرا یہ کہ ہر شخص کو اس کام کی توفیق ملتی ہے جس کے لئے وہ پیدا کیا گیا ہے پھر کیوں نہ انسان نیکی کا راستہ اپنا کر اللہ سے خیر کی توفیق کا طالب اور آرزومند رہے؟ انسان کا جو وظیفہ مقرر کیا (نیک اعمال کرنا) وہی اس پر فرض ہے۔ (۱)

تخریج حدیث: أخرجه صحیح بخاری کاب الجنائز (باب موعظة المحدث عند القبر الخ) و صحیح مسلم اوائل کتاب القدر و احمد فی مسنده ۶۲۱، ۱۰۶۷ و الترمذی وابن ماجه وابن حبان ۳۳۴۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۸۱۰) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔
(۱) خلاصہ شرح طیبی ۱/۲۲۴، ۲۲۵۔ مزید وضاحت کے لئے فتح الباری ۱۱/ ۴۸۷ دیکھیں و دلیل الفالحین ۳/ ۴۳۰۔

(۱۶۱) بَابُ الدُّعَاءِ لِلْمَيِّتِ بَعْدَ دَفْنِهِ وَالْقُعُوْدِ عِنْدَ قَبْرِهِ سَاعَةً لِلدُّعَاءِ لَهُ وَالْاِسْتِغْفَارِ وَالْقِرَاءَةِ

میت کو دفنانے کے بعد اس کے لئے دعا کرنے اور کچھ دیر اس کی قبر کے پاس بیٹھ کر اس کے لئے دعائے استغفار اور تلاوتِ قرآن کرنے کا بیان

دفن کرنے کے بعد میت کے لئے دعا و استغفار کرنا چاہئے

(۹۴۶) ﴿عَنْ اَبِیْ عَمْرٍو. وَقِيْلَ: اَبُوْعَبْدِاللّٰهِ، وَقِيْلَ: اَبُوْلَيْلَى عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَافَرَغَ مِنْ دَفْنِ الْمَيِّتِ وَقَفَ عَلَيْهِ، وَ قَالَ: "اِسْتَغْفِرُوْا لِاَخِيْكُمْ وَ سَلُوْا لَهُ التَّثْبِيْتَ. فَاِنَّهُ الْاٰنَ يُسْأَلُ"﴾ (رواہ ابوداؤد)

ترجمہ: ''حضرت ابوعمرو اور بعض کے نزدیک ابوعبداللہ اور بعض کے نزدیک ابولیلیٰ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب میت کو دفن کرنے سے فارغ ہوجاتے تو قبر پر ٹھہر جاتے اور فرماتے: اپنے بھائی کے لئے بخشش مانگو اور اس کے لئے منکر نکیر کے سوال و جواب میں ثابت قدمی کی دعا کرو اس لئے کہ اب اس سے سوال کیا جارہا ہے۔''

لغات: ❖ التثبیت: ثبتہ (واثبتہ) ثابت کرنا۔ الحق: دلائل سے مؤکد کرنا۔

تشریح: اِسْتَغْفِرُوْا لِاَ خِيْكُمْ: اپنے بھائی کے لئے بخشش مانگو۔ کہ اگر مردے نے منکر نکیر کے سوالات کے صحیح جوابات بتادیئے تو اس کے لئے قبر جنت کا باغ بن جائے گی اور اگر اس نے صحیح جوابات نہیں بتائے تو اب اس کے لئے یہی قبر جہنم کا گڑھا بن جائے گی اس لئے دفن ہونے کے بعد بھی کچھ دیر تک مردے کے لئے ثابت قدمی کی دعا مانگنی چاہئے۔ یہ بھی انفرادی طور سے ہوگا۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ اتنی دیر ٹھہرنا مستحب ہے جتنی دیر میں ایک اونٹ ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم ہوسکتا ہو (۱) اس وقت ٹھہر کر دعائے مغفرت اور قرآن کی تلاوت کرنا مستحب ہے۔ (۲)

ایک غلط رسم

فتاویٰ امداد الاحکام میں لکھا ہے بعض لوگ جب مردے کو قبر میں دفن کر چکے ہوتے ہیں تو قبر پر انگلی رکھ کر مردہ کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ تم سے فرشتے پوچھے کہ تمہارا رب کون ہے؟ تو تم کہنا کہ میرا رب اللہ ہے میرا رسول محمد ﷺ اور میرا دین اسلام ہے۔ یہ روافض کا شعار ہے اس میں متعدد مفاسد اور خرابیاں ہیں اس لئے اس سے پرہیز کرنا چاہئے۔ (۳)

تخریج حدیث: أخرجه سنن ابی داؤد کتاب الجنائز (باب الاستغفار عند القبر للمیت فی وقت الانصراف) و هکذا فی البیهقی ٤/٥٦۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۴۸۵) میں گزر چکے ہیں۔
(۱) فتاویٰ عالمگیری ۱/۱٦٦
(۲) شامی، بہشتی گوہر
(۳) امداد الاحکام ۱/۱۱۵ تا ۱۱۹

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وصیت کہ میری قبر پر اونٹ کے ذبح اور اس کے گوشت کے تقسیم کرنے کے بقدر ٹھہرنا

(٩٤٧) ﴿وَعَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: اِذَا دَفَنْتُمُوْنِیْ فَأَقِیْمُوْا حَوْلَ قَبْرِیْ قَدْرَ مَاتُنْحَرُ جُزُوْرٌ، وَیُقَسَّمُ لَحْمُهَا حَتّٰی أَسْتَأْنِسَ بِكُمْ، وَأَعْلَمَ مَاذَا أُرَاجِعُ بِهٖ رُسُلَ رَبِّیْ.﴾

(رواه مسلم وقد سبق بطوله.)

قَالَ الشَّافِعِیُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ: وَ یُسْتَحَبُّ أَنْ یَقْرَأَ عِنْدَهٗ شَیْءٌ مِنَ الْقُرْآنِ، وَاِنْ خَتَمُوا الْقُرْآنَ عِنْدَهٗ كَانَ حَسَنًا.

ترجمہ: ”حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا جب تم دفن کر کے فارغ ہو جاؤ تو میری قبر کے پاس اتنی دیر ٹھہرنا جتنی دیر میں ایک اونٹ کو ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کیا جاتا ہے، تاکہ میں تم سے مانوس رہوں اور میں جان لوں کہ اپنے پروردگار کے بھیجے ہوئے فرشتوں کو کیا جواب دوں۔ (مسلم) اور یہ روایت تفصیل سے پہلے گزر چکی ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قبر کے پاس قرآن مجید کا کچھ حصہ پڑھنا مستحب ہے اور اگر سارا ہی

قرآن پڑھا جائے تو اچھا ہے۔"

لغات: ❖ جزور: ذبح کیلئے اونٹنی یا بکری ج جُزُر و جَزُورات و جزائر. جزر (ن ض) جزراًوجزراً وجزاراً و اجتزر الشاۃ: ذبح کرنا۔

تشریح: فَأَقِيمُوا حَوْلَ قَبْرِیْ قَدْرَ مَاتُنْحَرُ جَزُوْرٌ: میری قبر کے پاس اتنی دیر ٹھہرنا جتنی دیر میں ایک اونٹ ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کیا جاتا ہے۔ عرب لوگ یہ کام بہت پھرتی سے کر لیتے تھے کہ عصر کی نماز کے بعد یہ کام شروع کرتے اور مغرب کی نماز سے پہلے اس سے فارغ ہوجاتے جیسا کہ روایات میں مذکور ہے۔

میت کو دفن کرنے کے بعد کی ایک دعا

مولانا منظور نعمانی نے دفن کرنے کے بعد یہ دعا بھی لکھی ہے کہ اس کو بھی پڑھ لیا جائے تو بہتر ہے:

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلَهٗ وَارْحَمْهُ وَعَافِهٖ وَاعْفُ عَنْهُ وَاَكْرِمْ نُزُلَهٗ وَوَسِّعْ مَدْخَلَهٗ وَاغْسِلْهُ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ وَنَقِّهٖ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا نَقَّيْتَ الثَّوْبَ الْاَبْيَضَ مِنَ الدَّنَسِ وَأَبْدِلْهُ دَاراً خَيْراً مِنْ دَارِهٖ وَاَهْلًا خَيْراً مِنْ اَهْلِهٖ وَ زَوْجًا خَيْراً مِنْ زَوْجِهٖ وَاَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ وَأَعِذْهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَ عَذَابِ النَّارِ. اَللّٰهُمَّ أَنْتَ رَبُّهَا وَأَنْتَ خَلَقْتَهَا وَاَنْتَ هَدَيْتَهَا لِلْاِسْلَامِ وَأَنْتَ قَبَضْتَ رُوْحَهَا وَاَنْتَ اَعْلَمُ بِسِرِّهَا وَعَلَانِيَتِهَا جِئْنَا شُفَعَاءَ فَاغْفِرْلَهَا (١)

تخریج حدیث: أخرجه صحيح مسلم كتاب الايمان (باب كون الاسلام يهدم ماكان قبله وكذلك الهجرة والفتح.)

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث (۱۳۸) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) معارف الحدیث

(١٦٢) بَابُ الصَّدَقَةِ عَنِ الْمَيِّتِ وَالدُّعَاءِ لَهٗ

میت کی طرف سے صدقہ کرنا اور اس کے حق میں دعا کرنے کا بیان

مسلمانوں کی دعا

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿وَالَّذِيْنَ جَاؤُوْا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ﴾ (سورة حشر: ١٠)

ترجمہ: ''اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ''اور وہ جوان کے بعد آئے وہ کہتے ہیں اے ہمارے رب! ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے۔''

تشریح: امت محمدیہ کے تین طبقے

آیت بالا میں امت محمدیہ کے تین طبقے بیان ہوئے ہیں ① مہاجرین ② انصار ③ باقی تمام امت۔ مہاجرین و انصار کے خاص اوصاف اور فضائل بیان فرمائے کہ ہم صحابہ کرام کی سبقت ایمانی اور ایمان کے ہم تک پہنچانے کا ذریعہ ہونے کو پہچانیں اور سب کے لئے دعائے مغفرت کریں۔ اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کے بعد والے جتنے مسلمان ہیں ان سب کا ایمان واسلام مقبول ہونے اور نجات پانے کی شرط یہ ہے کہ صحابہ کرام کی عظمت ومحبت ان کے دلوں میں ہو، اگر صحابہ کرام کی محبت نہ ہوتو مسلمان کہلانے کے وہ مستحق نہیں۔ (۱)

صحابہ کی محبت واجب ہے

علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ یہ آیت دلالت کررہی ہے کہ صحابہ کرام کی محبت سب پر واجب ہے۔ اسی وجہ سے امام مالک نے فرمایا:

﴿إِنَّ الرَّافِضِيَّ الَّذِيْ يَسُبُّ الصَّحَابَةَ لَيْسَ لَهُ فِيْ مَالِ الْفَيْءِ نَصِيْبٌ لِعَدَمِ اتِّصَافِهِ بِمَا مَدَحَ اللّٰهُ بِهِ هٰؤُلَاءِ فِيْ قَوْلِهِمْ﴾ (۲)

رافضی کو جو صحابہ کرام پر سب وشتم کرتے ہیں مال غنیمت سے حصہ نہیں ملے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کی مدح کی ہے اور رافضی ان کی برائی کرتے ہیں۔

اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے تمہارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ یہ امت اس وقت تک ہلاک نہیں ہوگی جب تک اس کے پچھلے لوگ اگلوں پر لعنت و ملامت نہ کریں گے۔ (۳)

(۱) تفسیر مظہری (۲) تفسیر ابن کثیر (۳) تفسیر ابن کثیر

ایصال ثواب

(۹۴۸) ﴿وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ رَجُلاً قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أُمِّيَ افْتُلِتَتْ نَفْسُهَا وَأُرَاهَا لَوْ تَكَلَّمَتْ، تَصَدَّقَتْ، فَهَلْ لَهَا أَجْرٌ إِنْ تَصَدَّقْتُ عَنْهَا؟ قَالَ: "نَعَمْ﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا

میری والدہ کا اچانک انتقال ہوگیا اور میرا خیال ہے کہ اگر انہیں کچھ بولنے کا موقعہ ملتا تو وہ صدقہ کرنے کی تلقین کرتی، پس اگر میں ان کی طرف سے صدقہ کروں کیا اس کو اجر ملے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہاں۔"

لغات: ❖ اجرٌ: ثواب۔ اجور و آجار. ائتجر: صدقہ کرنا، مزدوری طلب کرنا۔

تشریح: ## ایصال ثواب کا طریقہ

فَهَلْ لَهَا أَجْرٌ إِنْ تَصَدَّقْتُ عَنْهَا؟ قَالَ: "نَعَمْ" پس اگر میں ان کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا ان کو اس کا ثواب ملے گا؟ فرمایا ہاں۔ علماء فرماتے ہیں کہ کوئی آدمی کوئی نیک عمل کرے مثلاً کسی کو کھانا کھلائے یا پیسہ دے یا کپڑا دے یا نفل نمازیں پڑھے، یا نفل روزہ رکھے، یا نفل حج یا عمرہ کرے، یا کلام پاک کی تلاوت کرے، یا تسبیحات کلمہ طیبہ وغیرہ پڑھے، یا تعمیر مساجد، دینی مدارس یا دینی مذہبی کتابوں کی اشاعت کرے وغیرہ اس کے بعد یہ کام کرنے والا دعا کرے جو کچھ اس کا ثواب ہوا ہے اے اللہ! وہ سب ثواب فلاں شخص کو پہنچادے۔ (۱)

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخارى كتاب الجنائز (باب موت الفجاءة) وصحيح مسلم كتاب الزكاة (باب وصول ثواب الصدقة عن الميت اليه) وابن ماجه وابن حبان ۳۳۵۳ ومالک فى موطئه.

نوٹ: راویہ حدیث حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۲) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) شامی

نوٹ: ایصال ثواب کے رسومات کے بارے میں اصلاح الرسوم ص: ۱۷۲ کا مطالعہ مفید ہوگا۔

مرنے کے بعد بھی تین چیزوں کا ثواب ملتا رہتا ہے

(۹۴۹) ﴿وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِذَا مَاتَ الْاِنْسَانُ انْقَطَعَ عَمَلُهُ اِلَّا مِنْ ثَلَاثٍ: صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ، اَوْعِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ، اَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُوْلَهُ"﴾

(رواہ مسلم)

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب آدمی مرجاتا ہے تو اس کے عمل کا سلسلہ ختم ہوجاتا ہے سوائے تین چیزوں کے ① صدقہ جاریہ ② وہ علم جس سے فائدہ اٹھایا جارہا ہو ③ نیک اولاد جو اس کے لئے دعا کرے۔"

لغات: ❖ انقطع: کٹنا، ختم ہونا۔ رک جانا۔ کہا جاتا ہے: انقطع الحر و البرد: گرمی یا سردی ختم ہوگئی۔

تشریح: پہلی چیز جس کا ثواب آدمی کو مرنے کے بعد بھی ملتا ہے وہ صدقہ جاریہ ہے۔ اس میں عموم ہے اس میں یہ بھی داخل ہے کہ کسی کو قرآن دے دے، پڑھنے کے لئے وہ پڑھتا رہے گا اس کو ثواب ملتا رہے گا اسی طرح مسجد بنوادے، کنواں کھدوادے، نہر جاری کروادے کیونکہ: "مَنْ دَلَّ عَلٰی خَیْرٍ کَفَاعِلِہٖ" جو خیر کی طرف رہنمائی کرے تو کرنے والے کی طرح اس کو بھی ثواب ملتا ہے۔ بقول شاعر ذوق

نام منظور ہے تو فیض کے اسباب بنا پل بنا چاہ بنا مسجد و تالاب بنا

دوسری چیز جس کا ثواب آدمی کو مرنے کے بعد ملتا ہے وہ علم ہے جس کو اس نے لوگوں میں پھیلایا ہو۔ اسی کو ایک دوسری حدیث میں "علم نافع" بھی کہا گیا ہے۔

ولد صالح کی قید کا فائدہ

تیسری چیز ولد صالح ہے۔ ابن حجر مکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ صالح سے مراد یہاں پر مومن ہے۔ علماء فرماتے ہیں ولد کے ساتھ صالح کی قید اس لئے لگائی گئی کہ لڑکے کو برانگیختہ کرنا ہے کہ اس کو بھی چاہئے کہ نیک بن جائے۔ علماء فرماتے ہیں کہ اگر لڑکا غیر صالح بھی ہو اور وہ دعا کرے تب بھی فائدہ ہوتا ہے۔ بعض علماء نے ولد صالح میں ایک عجیب نکتہ کی طرف اشارہ کیا کہ والدین کو چاہئے کہ اپنی اولاد کو نیک بنائیں تب ہی ان کو فائدہ ہوگا۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح مسلم كتاب الوصية (باب ما يلحق من الثواب للميت بعد وفاته) واحمد ۲۸۸۵۳/۳ وابوداؤد والنسائي وابن حبان ۳۰۱۶ و هكذا في البيهقي ۲۷۸/۶۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

---

(۱۶۳) بَابُ ثَنَاءِ النَّاسِ عَلَى الْمَيِّتِ
میت کی تعریف کا بیان

میت کے ساتھ جیسا گمان کیا جائے اللہ ایسا ہی معاملہ کرتے ہیں

(۹۵۰) ﴿عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: مَرُّوْا بِجَنَازَةٍ فَأَثْنَوْا عَلَيْهَا خَيْرًا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "وَجَبَتْ" ثُمَّ مَرُّوْا بِأُخْرٰى، فَأَثْنَوْا عَلَيْهَا شَرًّا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "وَجَبَتْ" فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: مَاوَجَبَتْ؟ قَالَ: "هٰذَا أَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِ خَيْرًا، فَوَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ، وَهٰذَا أَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِ شَرًّا، فَوَجَبَتْ لَهُ النَّارُ، أَنْتُمْ شُهَدَاءُ اللّٰهِ فِي الْأَرْضِ﴾ (متفق عليه)

ترجمہ: ''حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ لوگوں کا گزر ایک جنازے کے پاس سے ہوا تو انہوں نے اس کی تعریف کی تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: واجب ہوگئی۔ پھر وہ ایک دوسرے جنازے کے پاس سے گزرے تو انہوں نے اس کو برے الفاظ سے یاد کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا واجب ہوگئی۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیا چیز واجب ہوگئی؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ شخص جس کی تم نے اچھے الفاظ میں تعریف کی تو اس کے لئے تو جنت واجب ہوگئی اور یہ شخص جس کو تم نے برے الفاظ سے یاد کیا تو اس کے لئے جہنم واجب ہوگئی، تم زمین میں اللہ کے گواہ ہو۔'' (بخاری)

لغات: ❖ فاثنوا: اثنی علی: تعریف کرنا۔ الثناء: تعریف۔ جمع اثنیۃ. باب ضرب وافعال سے مستعمل ہے۔

تشریح: کیا میت کی تعریف کرنے سے اس کو جنت مل جاتی ہے؟

وَجَبَتْ: تعریف کرنے سے جنت واجب ہوگئی۔ بعض روایات میں تین بار ''وجبت'' کے الفاظ ہیں۔ (۱)

مطلب یہ ہے کہ جس طرح تم اس مردے کی تعریف کر رہے ہو اور تمہاری تعریف صحیح اور سچی ہے تو اب اس پر جنت واجب ہوجائے گی۔ یا مطلب یہ ہے کہ اس کی موت اسی خیر و بھلائی پر ہوئی ہوگی جیسے تم لوگ بیان کر رہے ہو تو تب بھی جنت واجب ہوجائے گی۔ اسی طرح دوزخ کے واجب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جس شخص کی تم برائی کر رہے ہو اگر اس کی وہ برائی حقیقتاً ایسی ہی ہے یا موت اس کی اسی برائی کی حالت میں ہوئی ہے جیسے کہ تم بیان کر رہے ہو تو اب اس کے لئے جہنم کی سزا واجب ہوگی۔

علامہ مظہر فرماتے ہیں اچھا اور برا کہنا یہ عام لوگوں کا معتبر نہیں ہوگا بلکہ اس سے مخلص امانت و دیانت والے اور متقی لوگ مراد ہونگے، یہ جس کو اچھا کہیں وہ حقیقتاً اچھا ہی ہوگا اور اگر ایسے لوگ کسی کو برا کہیں تو وہ حقیقتاً برا ہی ہوگا کیونکہ اس قسم کے مومن کی بات میں خواہش نفس کی آمیزش نہیں ہوگی۔ علامہ زین عرب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کسی شخص کا خیر و بھلائی اور شر و برائی کے ساتھ ذکر کرنا اس کے لئے جنت اور جہنم کو واجب نہیں کرتا بلکہ اس شخص کے بارے میں صرف علامت جنت یا جہنم کی کہی جاسکیں گی۔ (۲)

اَنْتُمْ شُهَدَاءُ اللّٰهِ فِي الْاَرْضِ: تم زمین میں اللہ جل شانہ کے گواہ ہو۔ مطلب یہ ہے کہ جس کو تم میں سے اکثر لوگ اچھا کہہ رہے ہیں تو وہ حقیقتاً ایسا ہی ہوگا۔ اسی وجہ سے اللہ جل شانہ نے لوگوں کی زبان پر یہ بات جاری کروادی ہے اور اس کی گواہی دلادی ہے۔ اسی طرح جو آدمی برا ہے تو اللہ لوگوں کی زبان سے اس کی برے ہونے کی گواہی دلادیتے ہیں۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخارى كتاب الجنائز (باب ثناء الناس على الميت) و صحيح مسلم كتاب الجنائز (باب فيمن يثنى عليه خير أو شر من الموتى) واحمد ۱۲۹۳۷/٤ وابن حبان ۳۰۲۳ والنسائى و

هكذا في البيهقي ٤/٧٤۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث (۱۵) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔
(۱) مسند احمد و مسلم (۲) مظاہر حق ۲/۱۱۶

دوتین آدمیوں کی تعریف کرنے سے بھی میت پر جنت واجب ہوجاتی ہے

(۹۵۱) ﴿وَعَنْ اَبِی الْاَسْوَدِ قَالَ: قَدِمْتُ الْمَدِيْنَةَ، فَجَلَسْتُ اِلٰی عُمَرَبْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فَمَرَّتْ بِهِمْ جَنَازَةٌ، فَأُثْنِیَ عَلٰی صَاحِبِهَا خَيْرًا، فَقَالَ عُمَرُ: وَجَبَتْ، ثُمَّ مُرَّ بِأُخْرٰی فَأُثْنِیَ عَلٰی صَاحِبِهَا خَيْرًا، فَقَالَ: عُمَرُ: وَجَبَتْ، ثُمَّ مُرَّ بِالثَّالِثَةِ، فَأُثْنِیَ عَلٰی صَاحِبِهَا شَرًّا، فَقَالَ عُمَرُ: وَجَبَتْ: قَالَ اَبُوالْاَسْوَدِ فَقُلْتُ وَمَا وَجَبَتْ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ؟ قَالَ: قُلْتُ كَمَا قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَيُّمَا مُسْلِمٍ شَهِدَ لَهُ اَرْبَعَةٌ بِخَيْرٍ، اَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ" فَقُلْنَا: وَثَلَاثَةٌ؟ قَالَ: "وَثَلَاثَةٌ" فَقُلْنَا: وَاِثْنَانِ؟ قَالَ: "وَاِثْنَانِ" ثُمَّ لَمْ نَسْأَلْهُ عَنِ الْوَاحِدِ﴾ (رواه البخاری)

ترجمہ: ’’حضرت ابوالاسود بیان کرتے ہیں کہ میں مدینے آیا تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آکر بیٹھ گیا پس لوگوں کے پاس سے ایک جنازہ گزرا تو لوگوں نے اس کے بارے میں اچھے کلمات کہے، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا واجب ہوگئی۔ پھر ایک دوسرا جنازہ گزرا تو اس کے بارے میں بھی اچھی باتیں کہی گئیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا واجب ہوگئی پھر ایک تیسرا جناہ گزرا تو اس کے بارے میں بری باتیں کہی گئیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا واجب ہوگئی۔ ابوالاسود کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا امیر المومنین کیا چیز واجب ہوگئی؟ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے وہی بات کہی ہے جو نبی کریم ﷺ نے فرمائی کہ: جس مسلمان کے بارے میں چار آدمی بھلائی کی گواہی دے دیں تو اللہ جل شانہ اس کو جنت میں داخل فرمادیتے ہیں۔ تو ہم نے کہا اور تین آدمی گواہی دیں تو؟ آپ ﷺ نے فرمایا تین آدمی بھی، ہم نے کہا دو آدمی گواہی دیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: دو آدمی بھی۔ پھر ہم نے ایک آدمی کی گواہی کے بارے میں نہیں پوچھا۔‘‘ (بخاری)

لغات: ❖ وجبت: وجب يجب وجوباً و جبة. الشیء: ثابت ہونا، لازم ہونا۔ مجرد ضرب سے اور مزید افعال وغیرہ سے۔

تشریح: حدیث بالا میں بھی فوت شدہ شخص کے بارے میں اہل ایمان وتقویٰ کی رائے کی اہمیت کو بیان کیا جارہا ہے۔ اس میں فاسق و فاجر کے قول کا اعتبار نہیں ہوگا کہ وہ ذاتی اغراض ومقاصد کی خاطر کسی برے اور بدکار شخص کی تعریف کرنے لگے۔ یا

اسی طرح کسی نیک بخت اور مومن کی برائی بیان کرنے لگے، اس کی بات کا اعتبار نہیں ہوگا کیونکہ اس کے نفس میں جو بات آرہی ہے وہ تو اسی کو بیان کر رہا ہے۔ (۱)

تخریج حدیث: أخرجه صحیح بخاری کتاب الجنائز (باب ثناء الناس علی المیت) واحمد ۳/۳۱۸۔ ۱۳۹۔ الترمذی وابن حبان ۳۰۲۸ و هکذا فی البیهقی ٤/٧٥۔

راوی حدیث حضرت ابوالاسود کے مختصر حالات:

نام: ظالم بن عمرو بن سفیان ہے۔ ان کو عمیر بن ظلیم بھی کہا جاتا ہے، بعض نے ان کو عمرو بن عثمان بن عمر بھی کہا ہے۔ تابعین میں سے ہیں۔

وفات: ۶۹ھ میں انتقال ہوا، ان سے صحاح ستہ میں روایات موجود ہیں۔ (کذا فی التقریب)

(۱) دلیل الفالحین ۳/۴۳۷

(١٦٤) بَابُ فَضْلِ مَنْ مَاتَ لَهُ أَوْلَادٌ صِغَارٌ

اس شخص کی فضیلت جس کے چھوٹے بچے فوت ہوجائیں

جس کے تین بچے مرجائیں تو اللہ اس پر جنت واجب کر دیتے ہیں

(٩٥٢) ﴿عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: مَامِنْ مُسْلِمٍ یَمُوْتُ لَهُ ثَلَاثَةٌ لَمْ یَبْلُغُوا الْحِنْثَ اِلَّا اَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ بِفَضْلِ رَحْمَتِهٖ اِیَّاهُمْ﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ”حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس مسلمان کے تین بچے بالغ ہونے سے پہلے فوت ہوجائیں تو اللہ جل شانہ اس کو اپنی رحمت کے فضل کے ساتھ جنت میں داخل فرمائے گا۔ (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ الحنث: (مصدر) گناہ ج احناث۔ کہا جاتا ہے ”بلغ الغلام الحنث“ لڑکا بالغ ہوگیا۔ حنث (س) حنثاً: باطل کی طرف مائل ہونا — فی یمینه: قسم توڑنا - احنثه: قسم تڑوانا۔

تشریح: جس کے تین بچے انتقال کرجائیں اور وہ ایمان کے تقاضے کے مطابق ان بچوں کے انتقال پر صبر کرے اور اللہ سے ثواب کی امید رکھے تو اللہ جل شانہ بھی اس کو جنت میں داخل فرمادیں گے۔

اَلْحِنْثُ: بمعنی: گناہ۔ مطلب یہ ہے بلوغ سے پہلے مرجائیں۔ اگر بالغ ہوجائیں تو پھر ان کے اعمال پر ثواب اور گناہ ہوتا ہے، بلوغ سے پہلے مرجائیں تو وہ معصوم ہوتے ہیں۔

تخریج حدیث: أخرجه صحیح بخاری کتاب الجنائز باب فضل من مات له و لد فاحتسب و صحیح مسلم کتاب البر والصلة (باب فضل من یموت له ولد فیحتسبه) واحمد فی مسنده ٤/١٢٥٣٧، والنسائی وابن ماجه وابن حبان ٢٩٤٣ وهکذا فی البیهقی ٤/٦٧۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے حالات اس سے قبل حدیث (۱۵) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

جس کے تین بچے مرجائیں تو اس کو جہنم کی آگ نہیں چھوئے گی

(۹۵۳) ﴿وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَایَمُوْتُ لِاَحَدٍمِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ثَلَاثَةٌ مِنَ الْوَلَدِلَا تَمَسُّهُ النَّارُ اِلَّا تَحِلَّةَ الْقَسَمِ"﴾ (متفق علیه)

"وَتَحِلَّةُ الْقَسَمِ" قَوْلُ اللّٰهِ تَعَالٰی: (وَاِنْ مِنْكُمْ اِلَّاوَارِدُهَا" وَ الْوُرُوْدُ: هُوَ الْعُبُوْرُ عَلَى الصِّرَاطِ، وَهُوَ جِسْرٌ مَنْصُوْبٌ عَلٰی ظَهْرِ جَهَنَّمَ. عَافَانَا اللّٰهُ مِنْهَا.

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس مسلمان کے تین بچے فوت ہوجائیں اسے جہنم کی آگ نہیں چھوئے گی مگر قسم پوری کرنے کے لئے آگ پر سے گزرے گا۔ (بخاری ومسلم) ''تحلۃ القسم'' اللہ جل شانہ کا فرمان ہے ''تم میں سے ہر شخص اس جہنم پر سے گزرے گا۔'' اور ''ورود'' سے مراد پل صراط سے گزرنا ہے۔ یہ ایک پل ہے جو جہنم کی پشت پر بنایا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عافیت سے اس پر سے گزاردے۔''

لغات: ❖ تحلة القسم: قسم کا کفارہ یا قسم میں استثناء حلل تحلیلا و تحلةً و تحلاً. الشیء: حلال ٹھہرانا - الیمین: کفارہ ادا کرنا۔

تشریح: جس کے تین بچے مرجائیں تو وہ جنت میں جائے گا۔ ہاں قسم پوری کرنے کے لئے اس کو جہنم کے اوپر سے گزارا جائے گا جیسے کہ اللہ جل شانہ ارشاد فرماتے ہیں:

وَاِنْ مِنْكُمْ اِلَّاوَارِدُهَا: ایسا کوئی شخص نہیں جو دوزخ میں داخل نہ ہو، خواہ وہ بجلی کی طرح ایک لمحہ میں گزر جائے یا دیر یا جلدی گزرے اور کمزور ایمان والے اور کافر اس پر سے جہنم میں گر جائیں گے، پھر کمزور ایمان والوں کو شفاعت کے ذریعہ سے جہنم سے نکال لیا جائے گا۔ اب حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ جس مسلمان کے تین بچے مرجائیں تو وہ دوزخ میں نہیں جائے گا، ہاں صرف اتنے لمحہ کے لئے اس کو دوزخ میں جانا ہوگا کہ خدا کی قسم پوری ہوجائے اور وہ قسم مختصر وقت میں پل صراط کے اوپر سے گزرنے کا وقفہ ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه صحیح بخاری کتاب الجنائز (باب فضل من مات له ولد فاحتسب). و صحیح مسلم کتاب البر والصلة باب فضل من یموت له ولد فیحتسبه ومالک فی موطئه ٥٥٤ واحمد فی مسنده ١٠١٢٦/٣ والترمذی وابن ماجه وهکذا فی البهقی ٦٨/٤۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔
(۱) مظاہر حق ۱۴۸/۲ او ہکذا فی دلیل الفالحین ۴۳۹/۳

عورتوں نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک دن مقرر کروایا

(٩٥٤) ﴿وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِالْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عنهُ قَالَ: جَاءَ تْ اِمْرَأَةٌ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ: یَارَسُوْلَ اللّٰهِ ! ذَهَبَ الرِّجَالُ بِحَدِیْثِکَ، فَاجْعَلْ لَنَامِنْ نَفْسِکَ یَوْمًا نَأْتِیْکَ فِیْهِ تُعَلِّمُنَا مِمَّا عَلَّمَکَ اللّٰهُ، قَالَ: "اِجْتَمِعْنَ یَوْمَ کَذَا وَکَذَا" فَاجْتَمَعْنَ فَأَتَاهُنَّ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَّمَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَهُ اللّٰهُ، ثُمَّ قَالَ: "مَامِنْکُنَّ مِنِ امْرَأَةٍ تُقَدِّمُ ثَلَاثَةً مِّنَ الْوَلَدِاِلَّا کَانُوْا لَهَا حِجَاباً مِّنَ النَّارِ" فَقَالَتِ امْرَأَةٌ: وَاثْنَیْنِ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ "وَاثْنَیْنِ"﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ”حضرت ابوسعید الخذری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عورت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور کہا اے اللہ کے رسول! مرد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں لے گئے، پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی طرف سے ایک دن ہمارے لئے مقرر فرمائیں۔ ہم اس دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں ہمیں ان باتوں کی تعلیم دیں جو اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سکھلائی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: فلاں فلاں دن تم جمع ہو جاؤ پس وہ سب اکھٹی ہوئیں تو ان کے پاس آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے اور ان کو ان باتوں کی تعلیم دی جو اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سکھلائی تھیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے جو عورت اپنے تین بچے آگے بھیج دے تو وہ اس کے لئے جہنم کی آگ سے رکاوٹ بن جائیں گے۔ پس ایک عورت نے عرض کیا دو بچوں کا کیا حکم ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دو کا بھی یہی حکم ہے۔“ (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ حجاباً: الحجاب (مصدر) ہر وہ چیز جو دو چیزوں کے درمیان حائل ہو۔ حجبته (ن) حجباً و حجاباً وحجبه: چھپانا۔ اندر آنے سے روکنا۔

تشریح: حدیث بالا سے معلوم ہورہا ہے کہ عورتوں کے اندر بھی دینی تعلیم کے حصول کا جذبہ ہونا چاہئے اور عورتوں کے لئے بھی دینی علوم کے سکھلانے کا اہتمام کرنا چاہئے تاکہ ایک طرف ان عورتوں کی بھی اصلاح ہوسکے اور دوسری طرف ان بچوں کی بھی جوان کی گود میں پرورش پاتے ہیں صحیح تربیت ہوسکے، ماں کا گود ہی بچوں کا پہلا مدرسہ اور تعلیم گاہ ہے۔

فَقَالَتْ اِمْرَأَةٌ وَاثْنَيْنِ؟ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاثْنَيْنِ: پس ایک عورت نے کہا دو بچوں کا کیا حکم ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دو کا بھی یہی حکم ہے۔ علماء فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو تین بچوں کے مرنے پر یہ بشارت سنائی مگر جب اس عورت نے دو کے بارے میں سوال کیا تو فوراً ہی بذریعہ وحی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہی بشارت دو بچوں کے مرنے پر بھی سنائی گئی۔ یا بعض علماء کے نزدیک اس وقت تو وحی نازل نہیں ہوئی مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو بچوں کے بارے میں بھی اللہ سے دعا مانگی جو اللہ جل شانہ نے قبول فرمالی چنانچہ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو وہ خوشخبری بھی سنادی۔ (۱)

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخاری كتاب الجنائز (باب فضل من مات له ولد فاحتسب)، وصحيح مسلم كتاب البر والصلة (باب من يموت له ولد الخ) واحمد ١١٢٩٦/٤ و ابن حبان ٢٩٤٤ وهكذا فی البيهقی ٦٧/٤۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث (۲۰) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) مرقاۃ۔ تعلیق الصبیح وہکذا فی مظاہر حق ۱۴۸/۲

(١٦٥) بَابُ الْبُكَاءِ وَالْخَوْفِ عِنْدَ الْمُرُوْرِ بِقُبُوْرِ الظَّالِمِيْنَ وَمَصَارِعِهِمْ وَإِظْهَارِ الْإِفْتِقَارِ إِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى وَ التَّحْذِيْرِ مِنَ الْغَفْلَةِ عَنْ ذٰلِكَ

ظالموں کی قبروں اور ان کے تباہ شدہ مقامات سے گزرتے وقت رونے اور ڈرنے اور اللہ کی بارگاہ میں اپنی احتیاج کو ظاہر کرنے اور اس میں غفلت کرنے سے ڈرانے کا بیان

آپ صلی اللہ علیہ وسلم قوم ثمود کی بستیوں سے تیزی کے ساتھ گزرے

(٩٥٥) ﴿عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِاَصْحَابِهٖ. يَعْنِيْ

لَمَّاوَصَلُوا الْحِجْرَ: دِيَارَثَمُوْدَ: "لَاتَدْخُلُوْا عَلٰى هٰؤُلَاءِ الْمُعَذَّبِيْنَ اِلَّا اَنْ تَكُوْنُوْا بَاكِيْنَ، فَاِنْ لَمْ تَكُوْنُوْابَاكِيْنَ، فَلاَ تَدْخُلُوْاعَلَيْهِمْ لَا يُصِيْبُكُمْ مَاأَصَابَهُمْ"﴾ (متفق عليه)

وَفِيْ رِوَايَةٍ ﴿قَالَ: لَمَّامَرَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحِجْرِقَالَ: "لَاتَدْخُلُوْا مَسَاكِنَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا أَنْفُسَهُمْ أَنْ يُصِيْبَكُمْ مَا أَصَابَهُمْ اِلَّا اَنْ تَكُوْنُوْا بَاكِيْنَ" ثُمَّ قَنَّعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأْسَهُ وَأَسْرَعَ السَّيْرَحَتّٰى أَجَازَالْوَادِيَ﴾

ترجمہ: ''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ سے جب کہ وہ مقام حجر پر جہاں قوم ثمود کے مکانات تھے پہنچے تو ارشاد فرمایا: تم ان عذاب یافتہ لوگوں کے پاس سے گزرو تو روتے ہوئے گزرنا۔ اگر تم ایسا نہ کر سکے تو وہاں سے مت گزرنا کہیں تمہیں بھی وہ عذاب نہ پہنچے جو انہیں پہنچا۔''

(بخاری ومسلم)

ایک روایت میں ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مقام حجر سے گزرے تو ارشاد فرمایا: تم ان لوگوں کے گھروں میں داخل مت ہونا جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا کہیں تم کو بھی عذاب نہ آئے جو انہیں پہنچا ہاں، تم روتے ہوئے وہاں سے گزرو، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر مبارک ڈھانپ لیا اور سواری کو تیز کر دیا یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وادی سے گزر گئے۔''

لغات: ❖ وصلوا: وصل وصولاً ووصلة وصلة. الى مكان: پہنچنا۔

قنع: قنعه. رأسه: سر پر پردہ ڈالنا قنعه: راضی کرنا۔ القناع: دوپٹہ۔

أجاز: الموضع: آگے بڑھنا۔ جاز (ن) جَوْزا و جُؤُوْزاً و جَوَازاً و مجازاً.

المكان و بالمكان: چلنا۔ المكان: گزرنا۔

تشریح: دِيَارَ ثَمُوْدَ: ثمود قوم کے مکانات تھے۔ قوم ثمود کی طرف حضرت صالح علیہ السلام مبعوث ہوئے تھے ان کے مکانات شام اور مدینہ منورہ کے درمیان میں واقع ہیں۔ یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک کے لئے ملک شام کی سرحد کی طرف تشریف لے گئے تھے۔

جس جگہ پر اللہ کا عذاب آیا ہو اس جگہ کو تفریح گاہ نہیں بنانا چاہئے

اَنْ تَكُوْنُوْا بَاكِيْنَ: روتے ہوئے گزرو۔ اس سے معلوم ہوتا ہے جب کسی قوم پر عذاب آئے اور وہاں پر جانا ہو تو عبرت اور نصیحت حاصل کرنے کے لئے ہو، ساتھ ساتھ اپنے اندر خوف بھی ہو کہ ان پر عذاب آیا ہے تو ہمارے اوپر بھی عذاب آ سکتا

ہے (۱) ایسی جگہوں کو تفریح گاہ بنانا اور وہاں پر جا کر ٹھہرنا اور خوشی منانا یہ کسی طرح بھی جائز نہیں ہوگا۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخارى كتاب الصلاة (باب الصلاة فى مواضع الخسف والعذاب) وصحيح مسلم كتاب الزهد (باب لا تدخلوا مساكن الذين ظلموا انفسهم). و احمد فى مسنده ٥٢٢٥ و ابن حبان ٦١٩٩۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث (۱۲) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔
(۱) روضۃ المتقین ۲/ ۴۶۷ و دلیل الفالحین ۳/ ۴۴۳

كتاب آداب السفر

سفر کے آداب کا بیان

(١٦٦) بَابُ اِسۡتِحۡبَابِ الۡخُرُوۡجِ يَوۡمَ الۡخَمِيۡسِ أَوَّلَ النَّهَارِ

سفر کے لئے جمعرات کے دن جانا اور دن کے ابتداء میں نکلنا مستحب ہے

آپ صلی اللہ علیہ وسلم جمعرات کے دن سفر کرنا پسند فرماتے تھے

(٩٥٦) ﴿عَنۡ كَعۡبِ بۡنِ مَالِكٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنۡهُ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ فِىۡ غَزۡوَةِ تَبُوۡكَ يَوۡمَ الۡخَمِيۡسِ، وَكَانَ يُحِبُّ اَنۡ يَخۡرُجَ يَوۡمَ الۡخَمِيۡسِ.﴾ (متفق عليه)

وفى رواية فى "الصَّحِيۡحَيۡنِ" لَقَلَّمَا كَانَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ يَخۡرُجُ اِلَّا فِىۡ يَوۡمِ الۡخَمِيۡسِ﴾

ترجمہ: ''حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک کے لئے جمعرات کے دن نکلے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم جمعرات کے دن ہی سفر کرنے کو پسند فرماتے تھے۔''

(بخاری ومسلم)

امام بخاری اور مسلم کی ایک اور روایت میں ہے کہ کم ہی ایسا ہوتا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جمعرات کے علاوہ کسی اور دن میں سفر کرتے ہوں۔''

لغات: ❖ خرج: خرج (ض) خروجاً ومخرجاً. من موضعه: نکلنا۔

تشریح:

تبوک کہاں ہے؟

خَرَجَ فِیْ غَزْوَۃِ تَبُوْکَ: تبوک ایک جگہ کا نام ہے جو مدینہ اور دمشق کے درمیانی راستہ پر خیبر اور العلاء کے خط پر واقع ہے۔ پہلے شام کا علاقہ تھا اب یہ حجاز کی حدود میں ہے۔ مدینہ منورہ سے ۴۶۵ کے میل پر ہے۔ ۹ھ میں غزوہ تبوک ہوا اور یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا آخری غزوہ تھا۔ (۱)

کَانَ یُحِبُّ اَنْ یَخْرُجَ یَوْمَ الْخَمِیْسِ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم جمعرات کے دن ہی سفر کرنے کو پسند فرماتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم جمعرات کو سفر کرنے کو کیوں پسند فرماتے تھے؟

اس کے علماء نے کئی جوابات دیئے ہیں: ① جمعرات اور پیر کو اللہ کے دربار میں اعمال پیش ہوتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ چاہتے تھے کہ افضل عمل جہاد، یہ جمعرات کے دن ہو۔ ② دوسرا جواب یہ ہے کہ لشکر کو بھی خمیس کہتے ہیں اور جمعرات کو بھی یوم الخمیس کہتے ہیں لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم جمعرات کے دن سفر جہاد کی ابتداء کر کے یہ نیک فال لیتے تھے کہ جس لشکر کے مقابلہ میں جا رہے ہیں اس پر فتح حاصل ہوگی۔ (۱)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی جمعرات کو سفر پر روانہ ہوتے اور ابو طاہر کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی لشکر کو بھیجتے تو جمعرات ہی کے دن بھیجتے تھے۔ (۲)

کیا جمعرات کے علاوہ سفر کرنا صحیح نہیں؟

مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جمعرات کے علاوہ دوسرے دن میں سفر نہ کرتے ہوں۔ علامہ عینی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ہفتہ کے دن سے سفر شروع کیا (۳) ابن حجر رحمہ اللہ نے بھی لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہفتہ کے دن بھی سفر کیا ہے۔ (۴)

خلاصہ یہ ہے کہ اگر سہولت اور آسانی کے ساتھ جمعرات کے دن کی ترتیب بن جائے تو اچھا ہے ورنہ پھر جس دن ضرورت اور موقع ہو اسی دن سفر شروع کر دے۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخاری کتاب الجهاد (باب السیر وحده.)

نوٹ: راوی حدیث حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۴۸۸) میں گزر چکے ہیں۔

(۱) مظاہر حق ۳/۸۷۷، روضۃ المتقین ۳/۳ (۲) سبیل الہدی ۷/۴۱۹

(۳) عمدۃ القاری: ۱۲/۲۱۲ (۴) فتح الباری: ۶/۱۱۳

امت کو ابتدائی حصہ میں برکت دی گئی

(۹۵۷) ﴿وَعَنْ صَخْرِبْنِ وَدَاعَةَ الْغَامِدِيّ الصَّحَابِيّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لِاُمَّتِيْ فِيْ بُكُوْرِهَا، وَكَانَ اِذَابَعَثَ سَرِيَّةً اَوْ جَيْشًا بَعَثَهُمْ مِنْ اَوَّلِ النَّهَارِوَكَانَ صَخْرٌتَاجِرًا، فَكَانَ يَبْعَثُ تِجَارَتَهُ اَوَّلَ النَّهَارِ، فَأَثْرٰى وَ كَثُرَمَالُهُ.﴾ (رواه ابوداؤد و الترمذی وقال: حديث حسن)

ترجمہ: ''حضرت صخر بن وداعہ غامدی صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: اے اللہ میری امت کے لئے دن کے ابتدائی حصہ میں برکت عطاء فرما۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی چھوٹے یا بڑے لشکر کو بھیجتے تو دن کے ابتدائی حصہ میں بھیجتے۔ حضرت صخر تاجر تھے، یہ اپنی تجارت کا سامان بھی دن کے ابتدائی حصے میں بھیجا کرتے تھے پس یہ امیر ہوگئے اور ان کا مال بہت ہوگیا۔'' (ابوداؤد۔ ترمذی اور امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے)

لغات: ❖ بکورھا: بکر: صبح کا وقت۔ بکر (ن) بکورا: آگے بڑھنا۔ بکور: دن کا اول وقت۔ باکورۃ: ہر چیز کا پہلا۔ جمع بواکیر وباکورات۔

تشریح: محدثین بھی ''الابتکار فی السفر'' کا باب قائم کرتے ہیں کہ دن کے ابتدا میں سفر شروع کرنا یہ بہتر ہے اس میں برکت ہے کیونکہ دن کے ابتداء میں آدمی تازہ دم اور اس کی قوت عمل وافر اور زیادہ ہوتی ہے جو ترقی اور برکت کا باعث بنتی ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه سنن ابی داؤد كتاب الجهاد (باب الابتكار فی السفر) و سنن الترمذی ابواب البيوع باب ماجاء فی التبكير فی التجارة) واحمد ۱۵۴۴۳/۵۔ وابن حبان ۴۷۵۴۔ مصنف ابن ابی شيبة ۵۱۶/۱۲ والدارمی ۲۱۴/۲ وهكذا فی البيهقی ۱۵۱/۹، ۱۵۲۔

راوی حدیث حضرت صخر بن وداعہ الغامدی کے مختصر حالات:

نام: عمرو، پورا نسب نامہ یوں ہے: عمرو بن کعب بن الحارث بن کعب بن عبداللہ بن مالک بن نصر بن الازد۔ یہ قبیلہ الازد کے خاندان غامد سے تعلق رکھتے تھے۔ ابن حجر کہتے ہیں کہ حجازی صحابی ہیں اگرچہ طائف میں قیام تھا۔

وفات: اسماء الرجال والے ان کی وفات کے سن کو بیان کرنے میں لاعلمی کا اظہار کرتے ہیں۔

مرویات: علامہ برقی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ان سے ایک حدیث صرف منقول ہے مگر ابن جوزی نے تلقیح میں کہا کہ ان سے دو حدیث مروی ہیں۔

(١٦٧) بَابُ اِسْتِحْبَابِ طَلَبِ الرُّفْقَةِ وَتأْمِيْرِهِمْ عَلٰى أَنْفُسِهِمْ وَاحِدًا يُطِيْعُوْنَهُ

سفر کیلئے ساتھی تلاش کرنے اور ان میں سے ایک کو امیر بنانے کے استحباب کا بیان

اکیلے سفر کرنے کی ممانعت ہے

(۹۵۸) ﴿عَنِ ابْنِ عُمَرَرَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَاقَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَوْاَنَّ النَّاسَ يَعْلَمُوْنَ مِنَ الْوَحْدَةِ مَا اَعْلَمُ مَاسَارَ رَاكِبٌ بِلَيْلٍ وَحْدَهٗ"﴾ (رواه البخاری)

ترجمہ: ''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ لوگوں کو تنہا سفر کرنے کا وہ نقصان معلوم ہو جائے جس کا مجھے علم ہے تو کوئی سوار رات کو اکیلا سفر نہ کرے۔''

(بخاری)

لغات: ❖ الوحدة: وَحَدَيَحِد وَحْداًو وَحْدَةً وَحِدَةً ووُحُوْداً ووَحُدَيَحِد وَحَادَةً ووُحُوْدَةً: اکیلا ہونا۔ صفت: وحیدٌ۔

تشریح: اکیلے سفر کرنے میں دینی اور دنیاوی دونوں نقصان ہیں

لَوْاَنَّ النَّاسَ يَعْلَمُوْنَ: اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے اس کا نقصان۔ علماء نے لکھا ہے کہ اکیلے سفر میں دینی اور دنیاوی دونوں قسم کے نقصان ہیں، دینی نقصان تو یہ ہے کہ اکیلے ہونے کی وجہ سے جماعت کی نماز سے سفر میں محروم رہے گا۔ دنیوی نقصان یہ ہے کہ اگر خدانخواستہ کوئی حادثہ پیش آجائے تو اس کی کوئی مدد کرنے والا بھی نہیں ہوگا خاص کر کے قدیم زمانے میں جب کہ سفر بھی اونٹ، یا گھوڑے پر ہوتا تھا اور راستہ میں لق ودق جنگل بیابان سے گزرنا ہوتا تھا چوروں اور ڈاکوؤں کا بھی خطرہ لگا رہتا تھا۔ اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اکیلے سفر کرنے سے منع فرمایا۔

مگر امام بخاری رحمہ اللہ نے "سیر الرجل وحده" [1] کا باب باندھ کر اکیلے سفر کی بھی اجازت دی ہے کہ اگر اچانک کسی ضرورت سے تنہاء سفر کرنے کی نوبت آجائے تو اب اکیلے بھی سفر کرنا بلا کراہت جائز ہوگا۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخاری كتاب الجهاد (باب السير وحده) واحمد ٤٧٧٠/٢ و الترمذی والدارمی و ابن حبان ٢٧٠٤ والحاكم فی المستدرک ٢٤٩٣/١ وابن ماجه وهكذا فی البيهقی ٢٥٧/٥۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث (۱۲) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) بخاری ۱/۳۹۹

اکیلا سفر کرنے والا شیطان ہے

(۹۵۹) ﴿وَعَنْ عَمْرِوبْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ اَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اَلرَّاكِبُ شَيْطَانٌ، وَالرَّاكِبَانِ شَيْطَانَانِ، وَالثَّلَاثَةُ رَكْبٌ"﴾ رواه ابوداودوالترمذی والنسائی باسانیدصحیحة وقال الترمذی: حدیث حسن.

ترجمہ: ''حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایک سوار ایک شیطان ہے، دو سوار دو شیطان ہیں اور تین سوار ایک قافلہ (جماعت) ہے۔'' (اسے ابوداؤد، ترمذی، نسائی وغیرہ نے صحیح سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے۔ امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن درجہ کی ہے)

لغات: ❖ الراکب: سوار جمع رکاب ورکبان ورکوب ورکبة ورکبٌ ورکبةٌ۔

تشریح: اکیلے اور دو آدمیوں کو سفر کرنے سے منع کیا جارہا ہے کہ کم سے کم سفر میں تین آدمی ہونے چاہئے۔ اکیلے سفر میں نقصان یہ ہوگا کہ آدمی جماعت کی نماز سے محروم رہے گا۔ اسی طرح اگر دو آدمی بھی ہونگے تو اگر ایک کسی کام کے لئے گیا تو وہ بھی اکیلا اور یہ بھی اکیلا ہوجائے گا اور اگر خدانخواستہ کوئی حادثہ پیش آجائے تو اب یہ اکیلا آدمی دوسرے کے ساتھ کیا کرے گا یہ پریشان ہوگا اور شیطان اس کو پریشان دیکھ کر خوش ہوگا۔ بعض محدثین فرماتے ہیں ایک اور دو آدمی شیطان ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک یا دو آدمی ہو تو شیطان کو بہکانے کا آسانی سے موقع مل جاتا ہے چہ جائیکہ جماعت ہو تو اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہونے کی وجہ سے شیطان کا زیادہ مکران پر نہیں چلتا۔ (۱)

تخریج حدیث: أخرجه سنن ابی داؤد کتاب الجهاد (باب الرجل یسافر وحده) و سنن الترمذی و مالك فی مؤطئه، واحمد ۲/ ۶۷۶۰ والحاکم ۲/۲۴۹۶ باسناده حسن.

نوٹ: راوی حدیث عمرو بن شعیب کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۳۰۳) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) مظاہر حق ۳/ ۷۸۵

تین میں سے ایک کو امیر بنالینا چاہئے

(۹۶۰) ﴿وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍوَاَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَاقَالَا: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: "اِذَاخَرَجَ ثَلَاثَةٌ فِيْ سَفَرٍفَلْيُؤَمِّرُوْا اَحَدَهُمْ"﴾ حدیث حسن رواه ابو داؤد باسناد حسن.

ترجمہ: ''حضرت ابوسعید الخدری اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تین آدمی سفر کے لئے نکلیں تو وہ اپنے میں سے کسی ایک کو امیر بنالیں۔ یہ حدیث حسن ہے اسے ابوداؤد نے

حسن سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔"

لغات: ❖ فليؤمروا: امره: امیر وحاکم بنانا۔ امر (س) اَمْرًا وَاَمُرَ (ک) اِمْرَةً وامَارَةً: امیر وحاکم ہونا۔ علیه: والی ہونا۔

تشریح: امیر کے اوصاف

فَلْيُؤَمِّرُوْا أَحَدَهُمْ: ایک کو امیر بنالیں۔ علامہ زبیدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ایسے کو امیر بنائے جو اخلاق کے اعتبار سے بہتر ہو اور نرم برتاؤ کرنے والا ہو، ایثار کا مزاج رکھتا ہو (۱) شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امیر ایسے شخص کو بنائیں جو ایک طرف خوش اخلاق اور نرم مزاج ہو اور دوسری طرف عاقل اور تجربہ کار ہو، سلوک و احسان کرنے میں رغبت اور ایثار کرتا ہو۔ ایثار کا مطلب یہ ہے کہ اپنی حاجت پر دوسروں کو مقدم رکھنے والا ہو۔ (۲)

علامہ طیبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امیر بنانے کا حکم اس لئے دیا گیا ہے کہ اگر دوران سفر کسی معاملہ میں آپس میں کوئی نزاعی صورت پیدا ہو جائے تو اس امیر کی طرف رجوع کریں۔ اور وہ جو فیصلہ بھی کرے اس کو قبول کیا جائے۔ (۳)

تخریج حدیث: أخرجه سنن ابی داؤد کتاب الجهاد (باب فی القوم یسافرون ویؤمروا احدهم) و اسناده حسن.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات حدیث (۲۰) وابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۷) کے ضمن میں گزر چکے۔

(۱) اتحاف السادۃ ۳۹۸/۶ (۲) اسوۃ الصالحین: ۲۱۲ (۳) طیبی شرح مشکوۃ ۳۳۹/۷

بہترین ساتھی سفر میں چار ہیں

(۹۶۱) ﴿وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "خَيْرُ الصَّحَابَةِ أَرْبَعَةٌ، وَخَيْرُ السَّرَايَا اَرْبَعُمِائَةٍ، وَخَيْرُ الْجُيُوْشِ اَرْبَعَةُ آلافٍ، وَلَنْ يُغْلَبَ اِثْنَا عَشَرَ أَلْفًا عَنْ قِلَّةٍ"﴾ رواه أبو داؤد والترمذی وقال: حديث حسن

ترجمہ: "حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بہترین ساتھی چار ہیں اور بہترین دستہ چار سو کا ہے اور بہترین لشکر چار ہزار کا ہے اور بارہ ہزار کا لشکر محض تعداد کی کمی کی وجہ سے مغلوب نہیں ہوگا۔" (ابوداؤد وترمذی۔ امام ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن درجہ کی ہے)

لغات: ❖ السرايا: جمع سرية: دستہ، فوج۔ سری. قائد الجیش: کمانڈر کا دستہ، فوج بھیجنا۔

تشریح: خَيْرُ الصَّحَابَةِ اَرْبَعَةٌ: چار ساتھی سفر میں بہترین ہوتے ہیں۔ علماء فرماتے ہیں کہ سفر میں دو کام اہم ہوتے ہیں (۱) سامان کی حفاظت (۲) کھانے پینے کا انتظام۔ اگر رفقاء تین ہونگے تو دو سامان کی حفاظت میں ہونگے اور اگر سامان کی خریداری کے لئے جائے تو وہ اکیلا ہوگا، اس کو اجنبیت محسوس ہوگی، چار ہونے کی صورت میں دو دو ہونگے۔ (۱) بہتر ہونے کا

ادنی درجہ چار ہے اس سے جتنے زیادہ ہونگے پانچ، چھ، سات اتنا ہی اچھا ہوگا۔

لَنْ یُغْلَبَ اِثْنَا عَشَرَ اَلْفًا عَنْ قِلَّةٍ: بارہ ہزار کا لشکر محض تعداد کی کمی کی وجہ سے مغلوب نہیں ہوگا۔ مطلب یہ ہے کہ بارہ ہزار کا لشکر یہ مغلوب نہیں ہوں گے، اگر مغلوب بھی ہوئے تو تعداد کی کمی کی وجہ سے نہیں ہونگے کیونکہ بارہ ہزار کا عدد کمی کی حد سے نکل جاتا ہے، اگر بارہ ہزار کے مجمع نے شکست کھائی تو وہ صفات کی کمی تکبر غرور وغیرہ کی وجہ سے ہوگا۔ (۲)

تخریج حدیث: أخرجه سنن ابی داؤد کتاب الجهاد (باب فیما یستحب من الجیوش والرفقاء والسرایا) وسنن الترمذی ابواب السیر (باب ماجاء فی السرایا) واحمد ۲۶۸۲/۱ وابن حبان ٤٧١٧ والحاکم ۲٤۸۹/۲۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حالات اس سے قبل حدیث (۱۱) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) احکام مسافر ص:۲۹ (۲) مظاہر حق ۳/۷۸۷

(۱٦۸) بَابُ آدَابِ السَّفَرِ وَالنُّزُوْلِ وَالْمَبِيْتِ وَالنَّوْمِ فِی السَّفَرِ وَ اسْتِحْبَابِ السُّرٰی، وَالرِّفْقِ بِالدَّوَابِ وَ مُرَاعَاةِ مَصْلَحَتِهَا، وَأَمْرِ مَنْ قَصَّرَ فِیْ حَقِّهَا بِالْقِيَامِ بِحَقِّهَا وَجَوَازِ الْاِرْدَافِ عَلَى الدَّابَّةِ اِذَا كَانَتْ تُطِيْقُ ذٰلِكَ

سفر میں چلنے، اترنے، رات گزارنے اور سفر میں سونے کے آداب، اور رات کو چلنے اور جانوروں کے ساتھ نرمی کرنے اور ان کے راحت و آرام کا خیال رکھنے کا مستحب ہونا اور اس شخص کے بارے میں جو سواریوں کے حقوق میں کوتاہی کرے اور جب جانور میں طاقت ہو تو پیچھے بٹھا لینے کے جواز کا بیان

سفر میں سواری کا بھی خیال رکھو

(۹٦۲) ﴿عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللّٰهُ علیهِ وسلمَ: اِذَا سَافَرْتُمْ فِی

الْخِصْبِ فَأَعْطُوا الْإِبِلَ حَظَّهَا مِنَ الْأَرْضِ، وَإِذَاسَافَرْتُمْ فِي الْجَدْبِ، فَأَسْرِعُوْا عَلَيْهَا السَّيْرَ وَبَادِرُوْا بِهَا نِقْيَهَا، وَإِذَا عَرَّسْتُمْ، فَاجْتَنِبُوا الطَّرِيْقَ، فَإِنَّهَا طُرُقُ الدَّوَابِ، وَمَأْوَى الْهَوَامِّ بِاللَّيْلِ" (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

مَعْنَى: "أَعْطُوا الْإِبِلَ حَظَّهَامِنَ الْأَرْضِ" أَيْ: اُرْفُقُوْا بِهَا فِي السَّيْرِ لِتَرْعَى فِيْ حَالِ سَيْرِهَا وَقَوْلُهُ: "نِقْيَهَا" هو بِكَسْرِالنُّوْنِ، وَإِسْكَانِ الْقَافِ، وَ بِالْيَاءِ الْمُثَنَّاةِ مِنْ تَحْت وَهُوَ: الْمُخُّ، مَعْنَاهُ أَسْرِعُوْا بِهَا حَتَّى تَصِلُوا الْمَقْصَدَ قَبْلَ اَنْ يَذْهَبَ مُخُّهَا مِنْ ضَنْكِ السَّيْرِ، وَ "التَّعْرِيْسُ": اَلنُّزُوْلُ فِي اللَّيْلِ.

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: جب تم سرسبز و شاداب زمین میں سفر کروتو سواری کے جانور کواس زمین سے چرنے کا حصہ دے دو۔ اور جب تم بنجر خشک زمین پرسفر کروتو ان پر تیز رفتاری سے چلوان کی طاقت ختم ہونے سے پہلے، ان کے ذریعے سے منزل مقصود تک پہنچنے میں جلدی کرو۔ اور جب تم رات کو آرام کرنے کے لئے اترو تو عام راستہ سے دور جگہ پر اترو، اس لئے کہ یہ جانوروں کا راستہ اور رات کو کیڑوں مکوڑوں کا ٹھکانا ہے۔''

اعطوا الابل حظھامن الارض: اس کے معنی ہیں کہ چلنے میں ان کے ساتھ نرمی کا معاملہ کروتا کہ وہ چلنے کے دوران چرتے رہیں نقیھا: نون کے زیر، قاف ساکن اوراس کے بعد یاء اس کے معنی ہیں گودا، مغز۔ مطلب یہ ہے کہ ان کو تیز چلاؤ تا کہ تم منزل مقصود تک پہنچ جاؤ کہیں ایسا نہ ہو کہ راستے میں چرنے کا موقعہ نہ ملنے کی وجہ سے ان کا مغز یعنی طاقت ختم ہوجائے۔ "التعریس" بمعنی رات کو آرام کرنے کے لئے پڑاؤ ڈالنا۔

لغات: ❖ الخصب: سبز گھاس کی کثرت۔ فراخی زندگانی ج اخصاب. الجدب: (مصدر) خشک سالی۔ عیب۔ جدب (ن ض) جدباوجدب (ک) جدوبۃوتجدب. المکان بارش نہ ہونیکی وجہ سے خشک سالی ہونا۔ جدب فلانا: عیب لگانا۔ نقیھا: نقی: ہڈی کا مغز۔ موٹائی کی وجہ آنکھ کی چربی۔ ج انقاء. نقی ینقی نقیاً. العظم: ہڈی سے گودا نکالنا۔ عرستم: عرس واعرس۔ القوم: سفرمیں آخر رات میں آرام کیلئے اترنا الھَوَّام: شیر۔ ھوام جمع ہے ھامۃ کی۔ زمین میں گھسنے والے جانور، سانپ وغیرہ۔

تشریح: قدیم زمانے میں جب کہ سفر کے لئے اونٹ، گھوڑے، گدھے، خچر وغیرہ کو استعمال کیا جاتا تھا ان کے لئے حدیث بالا میں ہدایات ہیں کہ ایک طرف تو راستے میں ان کی خوراک کا پورا خیال رکھنا چاہئے۔ اگر راستے میں گھاس وغیرہ کے ملنے کا امکان نہ ہوتو اسی حساب سے تیز رفتاری میں سواری چلانا چاہئے تا کہ جلدی سفر طے ہوجائے۔ دوسری ہدایت یہ دی جارہی ہے کہ دوران سفر اگر رات ہوجائے اور رات کو ٹھہرنے کی ضرورت پیش آرہی ہے تو عام راستوں اور گزرگاہوں سے ہٹ کر ٹھہریں تا کہ آنے جانے والوں کو تکلیف نہ ہو کیونکہ رات کے وقت جانور کیڑے مکوڑے اپنے بلوں سے نکلتے ہیں تا کہ تم ان کے

نقصان سے محفوظ ہوجاؤ۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح مسلم كتاب الامارة (باب مراعاة مصلحة الدواب فى السير والنهى عن التعريس فى الطريق) و امام مالك فى موطئه و ابوداؤد والترمذى وابن حبان ۲۷۰۵ و هكذا فى البيهقى ۲۵۶/۵۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔
(۱) روضۃ المتقین ۹/۳

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں رات کے وقت دائیں کروٹ پر آرام فرماتے تھے

(۹۶۳) ﴿وَعَنْ اَبِیْ قَتَادَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عنہُ قَالَ: کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا کَانَ فِیْ سَفَرٍ، فَعَرَّسَ بِلَیْلٍ اِضْطَجَعَ عَلٰی یَمِیْنِہٖ وَاِذَا عَرَّسَ قُبَیْلَ الصُّبْحِ نَصَبَ ذِرَاعَہٗ، وَوَضَعَ رَأْسَہٗ عَلٰی کَفِّہٖ.﴾ (رواہ مسلم)

قَالَ الْعُلَمَاءُ: اِنَّمَا نَصَبَ ذِرَاعَہٗ لِئَلَّا یَسْتَغْرِقَ فِی النَّوْمِ، فَتَفُوْتَ صَلَاۃُ الصُّبْحِ عَنْ وَقْتِھَا اَوْعَنْ اَوَّلِ وَقْتِھَا.

ترجمہ: ”حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر میں ہوتے اور رات کو کہیں ٹھہرتے تو دائیں کروٹ پر لیٹتے اور جب صبح صادق سے کچھ دیر پہلے ٹھہرتے تو اپنا داہنا بازو کھڑا کر لیتے اور اپنا سر اپنی ہتھیلی پر رکھ لیتے۔ (مسلم)

علماء اس کی توجیہ یہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھ کو اس لئے کھڑا کرتے تا کہ گہری نیند نہ آجائے تا کہ فجر کی نماز اپنے وقت یا اس کے اول وقت پر ادا کرنے سے نہ رہ جائے۔“

لغات: ❖نصب: نصب. الشیء: بلند کرنا، کھڑا کرنا۔ مجرد از باب نصر۔

تشریح: اِضْطَجَعَ عَلٰی یَمِیْنِہٖ: دائیں کروٹ پر لیٹتے۔ صبح سے قبل جب آخری رات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرماتے تو عام عادت کی طرح اطمینان سے نہ سوتے تا کہ غلبہ نیند کی وجہ سے فجر کی نماز میں تاخیر نہ ہوجائے اس سے معلوم ہوا کہ اگر وقت کم ہو اور نماز کا وقت قریب ہو تو اطمینان اور غفلت سے نہیں سونا چاہئے تا کہ نماز کے لئے بیدار ہونا مشکل نہ ہوجائے۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح مسلم كتاب المساجد (باب قضاء الصلاة الفائتة و استحباب تعجيل قضائها) والحاكم فى المستدرك ۱۶۳۱/۱۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوقتادہ الحارث بن ربعی رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث (۲۱۹) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

رات کو زمین لپیٹ دی جاتی ہے

(٩٦٤) ﴿وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عنهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ "عَلَیْكُمْ بِالدُّلْجَةِ، فَاِنَّ الْاَرْضَ تُطْوٰی بِاللَّیْلِ"﴾ رواه ابوداؤد باسناد حسن. "اَلدُّلْجَةُ" اَلسَّیْرُ فِی اللَّیْلِ.

ترجمہ: ”حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم رات کے وقت سفر کرنے کو اختیار کرو اس لئے کہ رات کو زمین لپیٹ دی جاتی ہے۔“ (ابوداؤد نے حسن سند کے ساتھ اس کو روایت نقل کیا ہے)

لغات: ❖ الدلجة: (الدَّلْجَة وَالدُّلْجَة) اسم۔ رات کے آخری حصہ کا وقت۔ اَدْلَج اِدْلَاجاً و اِدَّلَج اِدِّلَاجاً — القوم: پوری رات یا آخری حصہ میں چلنا۔

تشریح: زمین کے لپیٹ دیئے جانے کا مطلب

فَاِنَّ الْاَرْضَ تُطْوٰی بِاللَّیْلِ: رات کو زمین لپیٹ دی جاتی ہے۔ علماء اس حدیث کا مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ دوران سفر آدمی صرف دن میں ہی چلنے پر قناعت نہ کرے بلکہ رات کو بھی چلے کیونکہ رات کو سفر آسانی سے طے ہوجاتا ہے، کیونکہ رات میں چلنے کے علاوہ اور کوئی شغل نہیں ہوتا۔ دوسرا یہ کہ فاصلے کے علامات ونشانات رات کو نظر نہیں آتے اس لئے چلنے میں اس کو تھکاوٹ زیادہ محسوس نہیں ہوتی بخلاف دن میں وہ علامات دیکھ دیکھ خوش ہوتا رہتا ہے کہ انتہاء سفر ہو چکا ہے۔ یہ مطلب ہے زمین کے لپیٹے جانے کا۔

یا ممکن ہے کہ رات کو حقیقتاً زمین لپیٹ دی جاتی ہو جیسے حدیث میں آتا ہے کہ رات کو زمین لپیٹ دی جاتی ہے، دن میں ایسا نہیں [1] حدیث بالا کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ دن میں نہ چلا جائے، کیونکہ دوسری احادیث میں آتا ہے کہ اپنا سفر دن کے ابتدائی حصہ میں شروع کرو۔

تخریج حدیث: أخرجه سنن ابی داؤد کتاب الجهاد (باب فی الدلجة) والحاکم ١٦٣٠/١ و اسناده حسن.

نوٹ: راوی حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث (۱۵) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) کنز العمال ۴۰۳/۶۔

صحابہ سفر میں بھی مل مل کر رہتے تھے

(۹۶۵) ﴿وَعَنْ اَبِیْ ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيِّ، رَضِیَ اللّٰهُ عنهُ قَالَ: كَانَ النَّاسُ اِذَا نَزَلُوْا مَنْزِلًا تَفَرَّقُوْا فِي الشِّعَابِ وَالْاَوْدِيَةِ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اِنَّ تَفَرُّقَكُمْ فِي هٰذِهِ الشِّعَابِ وَالْاَوْدِيَةِ اِنَّمَا ذٰلِكُمْ مِنَ الشَّيْطَانِ!" فَلَمْ يَنْزِلُوْا بَعْدَ ذٰلِكَ مَنْزِلاً اِلَّا انْضَمَّ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ،﴾ (رواہ ابوداؤد باسناد حسن)

ترجمہ: ''حضرت ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگ جب سفر میں کسی مقام پر اترتے تو وہ گھاٹیوں اور وادیوں میں منتشر ہوجاتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارا ان گھاٹیوں اور وادیوں میں منتشر ہوجانا شیطان کی طرف سے ہے۔ اس کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین جب کسی مقام پر اترتے تو ایک دوسرے کے ساتھ مل جل کر رہتے۔'' (ابوداؤد نے حسن سند کے ساتھ اس کو روایت کیا ہے)

لغات: ❖ الشعاب: والاودیة: الشِّعَاب، جمع ہے شُعْبَة کی۔ شاخ الشِّعَاب جمع ہے الشَّعب کی: پہاڑی راستہ، درہ کوہ، پانی کا اراستہ۔ الاودیة: جمع ہے وادٍ کی، جنگل، نشیبی زمین، گھاٹی۔

تشریح: پہاڑی راستہ کو اردو میں گھاٹی اور دو پہاڑوں کے درمیان راستے کو وادی کہتے ہیں۔ مطلب حدیث پاک کا یہ ہے کہ سفر میں جتنا مل جل کر رہا جائے اتنا ہی اچھا ہوگا، کیونکہ اگر کسی ساتھی کو کچھ ہوجائے تو فوراً دوسرے ساتھی اس کی مدد کرسکیں گے، اگر الگ الگ گھاٹیوں اور وادیوں میں ٹھہرا جائے تو کسی کو اگر کچھ ہوجائے تو دوسرے کو کچھ پتہ ہی نہیں چلے گا۔ نیز اس سے اجتماعیت بھی ختم ہوجائے گی اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ساتھ آرام کرنے کو پسند فرمایا اور الگ الگ آرام کرنے کو ناپسند کیا۔

تخریج حدیث: رواہ سنن ابی داؤد کتاب الجهاد (باب ما یؤمر من انضمام العسکر وسعته) واحمد ۶/۱۷۷۵۱ وابن حبان ۲۶۹۰ والحاکم ۲/۲۰۴۰ و هکذا فی البیهقی ۹/۱۵۲۔

راوی حدیث حضرت ابوثعلبہ خشنی کے مختصر حالات:

نام: ان کے نام میں بڑا اختلاف ہے مگر اکثر نے جرثوم کہا ہے، ابوثعلبہ کنیت ہے۔ شروع اسلام میں مسلمان ہوئے۔ صلح حدیبیہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم رکاب تھے اور بیعت رضوان میں حاضر تھے۔ (اسد الغابة ۵/۱۵۵)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ان ہی کے قبیلہ کی طرف داعی بنا کر بھیجا تھا۔ ان کی کوشش اور محنت سے ان کا سارا قبیلہ مسلمان ہوگیا۔ (استیعاب ۲/۶۶۹) شام فتح ہونے کے بعد شام میں قیام پذیر ہوگئے۔

وفات: اپنی زندگی میں اکثر کہا کرتے تھے کہ خدا مجھ کو تم لوگوں کی طرح ایڑیاں رگڑ کر نہ مارے گا ایسا ہی ہوا ایک رات کو نماز پڑھ رہے تھے کہ ان کی لڑکی نے خواب دیکھا کہ اباجی کا انتقال ہوگیا وہ گھبرا کر اٹھی آواز دی تو معلوم ہوا کہ نماز پڑھ رہے ہیں پھر تھوڑی دیر کے بعد آواز دی تو کوئی جواب نہیں ملا، معلوم

ہوا کہ سجدے کی حالت میں روح پرواز کر چکی تھی۔ (اصابۃ ۷/۲۹)
مرویات: ان سے چالیس احادیث مروی ہیں۔ ان میں سے تین میں بخاری اور مسلم دونوں متفق ہیں اور ایک میں امام مسلم منفرد ہیں (تہذیب الکمال ص:۴۴۶)

جانوروں کے بارے میں اللہ سے ڈرو

(۹۶۶) ﴿وَعَنْ سَهْلِ بْنِ عَمْرٍو وَقِيلَ سَهْلِ بْنِ الرَّبِيعِ بْنِ عَمْرٍو الْاَنْصَارِيِّ اَلْمَعْرُوْفِ بِابْنِ الْحَنْظَلِيَّةِ، وَهُوَ مِنْ اَهْلِ بَيْعَةِ الرِّضْوَانِ، رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: مَرَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبَعِيْرٍ قَدْ لَحِقَ ظَهْرُهُ بِبَطْنِهِ، فَقَالَ: "اِتَّقُوا اللّٰهَ فِيْ هٰذِهِ الْبَهَائِمِ الْمُعْجَمَةِ فَارْكَبُوْهَا صَالِحَةً، وَكُلُوْهَا صَالِحَةً"﴾

(رواہ ابو داود واسناد صحیح)

ترجمہ: "حضرت سہل بن عمرو اور بعض کے نزدیک ربیع بن عمرو انصاری جو ابن الحنظلیہ کے نام سے مشہور ہیں۔ اور یہ بیعت رضوان کے شرکاء میں سے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایک ایسے اونٹ کے پاس سے ہوا جس کی پیٹھ (کمزوری کی وجہ سے) پیٹ سے لگی ہوئی تھی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان بے زبان جانوروں کے بارے میں اللہ سے ڈرو پس تم ان پر سواری بھی اس حال میں کرو کہ یہ صحیح حالت میں ہوں اور ان کا گوشت کھاؤ جب کہ یہ صحیح حالت میں ہوں۔"

لغات: ❖ المعجمة: عجُم (ک) عُجْمَةً: لکنت ہونا۔ صفت: اَعْجَم مؤنث عَجْمَاء. جمع عُجْم و (عَجْمَاوَات) چوپایہ۔ المعجم۔ مصدر میمی۔ حروف تہجی۔

تشریح: اِتَّقُوا اللّٰهَ فِيْ هٰذِهِ الْبَهَائِمِ الْمُعْجَمَةِ: بے زبان جانوروں کے بارے میں اللہ جل شانہ سے ڈرو۔ جانوروں کے ساتھ بھی رحمت وشفقت کا برتاؤ کرنا چاہئے۔ چنانچہ امام بخاری نے صحیح بخاری میں "رحمة الناس والبهائم" کا باب قائم کر کے اس کی طرف اشارہ کیا ہے کہ جس طرح انسانوں پر رحم کا حکم ہے۔ اسی طرح جانوروں پر بھی رحم کا حکم ہے یہ درست نہیں کہ ان کو تکلیف دے اور کھانا پینا بھی پورا نہ دے۔ اس طرح کرنے سے قیامت کے دن باز پرس ہوگی۔

وَكُلُوْهَا صَالِحَةً: لاغر اور بیمار جانوروں کا گوشت بھی نہیں کھانا چاہئے۔ گوشت تندرست اور صحیح جانوروں کا کھانا چاہئے یہی انسان کے صحت کے لئے مفید ہوگا۔ بیمار اور لاغر جانوروں کے گوشت سے آدمی کی صحت خطرے میں پڑ سکتی ہے [1] ایک دوسری روایت میں "ثم ارکبوها صحاحا" کے الفاظ بھی آتے ہیں مطلب ایک ہی ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه سنن ابی داؤد كتاب الجهاد (باب ما يؤمر به من القيام على الدواب والبهائم) واحمد ۶/۱۷۶۴۲۔

راوی حدیث حضرت سہل بن عمرو یا سہل بن الربیع بن عمرو الانصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات:

نام: سہل ہے۔ والد کے نام میں اختلاف ہے عمرو یا ربیع ہے یا عبید۔ اور یہ انصار اوس سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ بہت کثرت سے نماز اور ذکر کرتے تھے۔ دمشق میں منتقل ہوگئے تھے وہاں ہی رہتے تھے اور یہ تمام غزوات میں شریک ہوئے، بدر میں کسی وجہ سے شرکت نہیں کر سکے تھے۔

وفات: حضرت امیر معاویہ کے زمانہ حکومت میں انتقال ہوا۔

مرویات: ان سے نو احادیث منقول ہیں مگر ان میں سے بخاری اور مسلم میں کوئی بھی روایت نہیں ہے۔

(۱) طیبی شرح مشکوٰۃ

(۲) مسند احمد

ایک اونٹ نے اپنے مالک کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی

(٩٦٧) ﴿وَعَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَعْفَرٍ، رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: اَرْدَفَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ خَلْفَهٗ، وَاَسَرَّ اِلَیَّ حَدِيْثًا لَا اُحَدِّثُ بِهٖ اَحَدًا مِنَ النَّاسِ، وَ كَانَ اَحَبَّ مَا اسْتَتَرَ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِحَاجَتِهٖ هَدَفٌ اَوْحَائِشُ نَخْلٍ. يَعْنِیْ: حَائِطَ نَخْلٍ.﴾ رَوَاهُ مُسْلِمٌ هٰكَذَا مُخْتَصَرًا.

وَزَادَفِيْهِ الْبُرْقَانِیُّ بِاِسْنَادِ مُسْلِمٍ بَعْدَ قَوْلِهٖ: حَائِشُ نَخْلٍ: ﴿فَدَخَلَ حَائِطًا لِرَجُلٍ مِنَ الْاَنْصَارِ، فَاِذَافِيْهِ جَمَلٌ، فَلَمَّارَاٰی رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، جَرْجَرَوَذَرَفَتْ عَيْنَاهُ، فَاَتَاهُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَسَحَ سَرَاتَهٗ اَیْ سَنَامَهٗ وَذِفْرَاهُ فَسَكَنَ فَقَالَ: "مَنْ رَبُّ هٰذَا الْجَمَلِ، لِمَنْ هٰذَا الْجَمَلُ؟" فَجَاءَ فَتیً مِنَ الْاَنْصَارِ فَقَالَ: هٰذَالِیْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ، فَقَالَ: "اَفَلَا تَتَّقِی اللّٰهَ فِیْ هٰذِهِ الْبَهِيْمَةِ الَّتِیْ مَلَّكَكَ اللّٰهُ اِيَّاهَا؟ فَاِنَّهٗ يَشْكُوْا اِلَیَّ اَنَّكَ تُجِيْعُهٗ وَتُدْئِبُهٗ"﴾. (ورواه ابوداؤد كرواية البرقانی)

قوله: "ذِفْرَاهُ" هُوَ بكسر الذال المعجمة وإسكان الفاء، و هولفظ مفرد مؤنث. قال أهل اللغة: الذِّفْرِی: اَلْمَوْضِعُ الَّذِیْ يَعْرَقُ مِنَ الْبَعِيْرِ خَلْفَ الْاُذُنِ، وقوله: "تُدْئِبُهٗ" أی: تُتْعِبُهٗ.

ترجمہ: ''حضرت ابو جعفر عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنی سواری کے پیچھے بٹھا لیا اور میرے ساتھ رازداری کی ایک بات کی جو میں کسی سے بیان نہیں کرونگا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم قضاء حاجت کے لئے دیوار یا کھجور کے جھنڈ کا پردہ کرنے کو زیادہ اچھا پردہ سمجھتے تھے۔ مسلم نے

اس کواسی طرح اختصار کے ساتھ روایت کیا۔

اور برقانی نے مسلم کی سند کے ساتھ "حائش نخل" کے بعد یہ اضافہ بھی کیا ہے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک انصاری آدمی کے باغ میں داخل ہوئے تو وہاں ایک اونٹ تھا پس جب اونٹ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو بلبلایا اور اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس آئے اور اس کے کوہان اور کان کے پچھلے حصہ پر ہاتھ پھیرا تو وہ چپ ہوگیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا کہ اس اونٹ کا مالک کون ہے؟ یہ اونٹ کس کا ہے؟ پس ایک نوجوان انصاری آیا اس نے کہا یا رسول اللہ! یہ میرا اونٹ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا تم اس جانور کے بارے میں جس کا تجھ کو اللہ نے مالک بنایا ہے اللہ جل شانہ سے نہیں ڈرتے؟ کیونکہ اس نے مجھ سے شکایت کی ہے تم اسے بھوکا رکھتے ہو۔ (اور اتنا کام لیتے ہو) کہ وہ تھک جاتا ہے۔ اور ابوداؤد نے بھی برقانی کی روایت کی طرح اسے بیان کیا ہے۔"

"ذفراہ" ذال کے نیچے زیر اور فاء ساکن ہے یہ لفظ مفرد اور مونث ہے اہل لغت نے کہا کہ الذفری: اونٹ کے کان کا وہ پچھلا حصہ ہے جس پر پسینہ آتا ہے۔ اور "تدئبه" بمعنی اس کو تھکا دیتا ہے۔

لغات: ❖ حائش: (فاعل) حائش الشجر: درخت کا گنجان حصہ۔ رجل: ذکی و تیز فہم ہونا حوش الفواد حاش (ن) حوشاً. الابل: جمع کر کے ہانکنا۔ جرجر الجمل: بلبلانا۔ الماء فی حلقه: گڑگڑ کرنا۔ (جرجروتجرجر) الماء: غٹ غٹ پی جانا۔

تشریح: وَاَسَرَّ اِلَیَّ حَدِیْثًا لَا اُحَدِّثُ بِهٖ اَحَدًا مِنَ النَّاسِ؟ مجھ سے ایک بات کی، جو میں کسی سے بیان نہیں کروں گا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بات عبداللہ بن جعفر سے کہی وہ یقیناً کوئی ذاتی نوعیت کی بات ہوگی ورنہ شریعت کی بات کو چھپانا جائز نہیں ہے۔

فَاِنَّهٗ یَشْکُوْا اِلَیَّ اَنَّکَ تُجِیْعُهٗ وَتُدْئِبُهٗ" اس نے مجھ سے شکایت کی تو اسے بھوکا رکھتا ہے اور اس کو تھکا دیتا ہے۔

یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوگیا کہ یہ اونٹ کیا کہہ رہا ہے کہ اس کا مالک اس کو خوراک تو کم دیتا ہے اور کام زیادہ لیتا ہے [1] جانور پر ظلم کرنا اس کو اسلام نے ناپسند کیا ہے تو سوچا جائے کہ ایک انسان دوسرے پر ظلم کرے اس کو شریعت کیسے پسند کر سکتی ہے؟

تخریج حدیث: أخرجه صحيح مسلم كتاب الطهارة (باب مايستربه لقضاء الحاجة) وسنن ابی داؤد كتاب الجهاد (باب مايؤمربه من القيام على الدواب والبهائم) واحمد ١٧٤٥/١ وابن ماجه و مصنف ابن ابی شيبة ٤٩٣/١١ والحاكم ٢٤٨٥/٢ و هكذا فی البيهقی فی الكبری ٩٤/١۔

راوی حدیث حضرت ابوجعفر عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کے حالات:

نام: عبداللہ، ابوجعفر کنیت۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی اور حضرت جعفر طیار کے لڑکے ہیں۔ جب ان کے والد حضرت جعفر نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تو عبداللہ ہجرت کے دوران حبشہ میں پیدا ہوئے اور جب ۷ھ میں حضرت جعفر مدینہ آئے تو عبداللہ کی عمر بھی سات سال کی تھی اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بیعت بھی فرمالیا۔ (اصابہ ۴/۴۸)

پھر کچھ عرصہ کے بعد حضرت جعفر رضی اللہ عنہ یہ غزوہ موتہ میں شہید ہوگئے اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم عبداللہ سے بہت زیادہ محبت کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقعہ پر فرمایا تھا کہ عبداللہ بن جعفر تو صورتا اور سیرۃ میرے مشابہ ہیں۔ علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن جعفر کریم النفس، فیاض، خوش طبع، خوش خلق، عفیف، پاک دامن اور سچے تھے۔ (استیعاب ۱/۳۵۴)

جب ابن ملجم نے حضرت علی کو شہید کیا تو ان کے قصاص میں عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہی اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ کر بدلہ لیا تھا۔ (مستدرک حاکم ۳/۵۶۷)

وفات: ۸۰ھ میں مدینہ منورہ میں انتقال ہوا۔ مدینہ کے گورنر ابان بن عثمان نے اپنے ہاتھ سے کفن سے پہنایا اور جنازے کو کندھا دیا اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔ ان کے جنازے میں بہت زیادہ ازدحام تھا۔ (اسد الغابۃ)

مرویات: جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو اس وقت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کی عمر تقریبا دس سال کی تھی مگر اس بچپن کے زمانے میں بھی انہوں نے چند احادیث یاد کیں، ان میں سے دو بخاری اور مسلم میں بھی ہیں۔

مزید حالات کے لئے دیکھیں:

(۱) اسد الغابۃ ۳/۱۳۴۔ (۲) اصابہ ۴/۴۸۔ (۳) مستدرک ۳/۵۶۷۔ (۴) استیعاب ۱/۳۵۴۔ (۵) تہذیب الکمال ۱۹۳ وغیرہ۔

---

(۱) روضۃ المتقین ۳/۱۳

صحابہ پالان کو کھولے بغیر نماز نہیں پڑھتے تھے

(۹۶۸) ﴿وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كُنَّا اِذَانَزَلْنَامَنْزِلًا، لَا نُسَبِّحُ حَتّٰى نَحُلَّ الرِّحَالَ.﴾ (رواه ابوداؤد باسناد على شرط مسلم.)

وَقَوْلُهُ: "لَانُسَبِّحُ": اَىْ لَانُصَلِّيْ النَّافِلَةَ، وَ مَعْنَاهُ: أَنَّا مَعَ حِرْصِنَا عَلَى الصَّلَاةِ لَانُقَدِّمُهَا عَلٰى حَطِّ الرِّحَالِ وَإِرَاحَةِ الدَّوَابِّ.

ترجمہ: ''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمارا یہ معمول تھا کہ جب ہم کسی منزل پر اترتے تو اپنی سواریوں کے پالان اتارنے سے پہلے ہم نفلی نماز نہیں پڑھتے۔ اسے ابوداؤد نے شرط مسلم کی سند کے ساتھ بیان کیا ہے۔''

''لانسبح'' کے معنی ہیں ہم نفلی نماز نہیں پڑھتے۔ اور مطلب یہ ہے کہ ہم باوجود نفلی نماز پڑھنے یا شوق رکھنے

کے، ہم نماز کو پالان اتارنے اور جانوروں کو آرام پہنچانے پر مقدم نہیں کرتے تھے۔

لغات: ❖ نحل: حلَّ (ن) حلاًّ: کھولنا۔ حل (ن ض) حُلًّاو حَلَلاً وحُلُوْلاً. المكان وبالمكان: نازل ہونا۔ به: فی المکان اتارنا۔ رحال: جمع ہے "الرَّحْل" کی، کجاوہ۔ منزل۔ قیام گاہ جمع رِحَال اور اَرْحلُ۔

تشریح: رِحَالَ: رحل کی جمع ہے جس کے معنی پالان یا کجاوے کے ہیں۔ یعنی سواری کے جانور پر بیٹھنے کے لئے جو گدی وغیرہ رکھی جاتی ہے تاکہ سواری کرنے والا اس پر آرام سے بیٹھ جائے اور بقدر ضرورت اس پر سامان بھی رکھ لے۔

لاَ نُسَبِّحُ: اس کا اطلاق عموماً نوافل کے لئے ہے اور بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ مراد یہاں پر چاشت کی نماز ہے کیونکہ اس زمانے میں عام طور سے منزلوں پر اترنے کا وقت چاشت کا ہی ہوتا تھا۔ بہر حال مطلب یہ ہے کہ صحابہ کرام جب بھی کہین ستانے کے لئے ٹھہرتے تو سب سے پہلے جانور کے بوجھ کو اتارتے تاکہ اسے بھی کچھ راحت و آرام مل جائے حتیٰ کہ نماز بھی اس کے بعد پڑھتے۔ (۱)

تخریج حدیث: رواه سنن ابی داؤد کتاب الجهاد (باب فی نزول المنازل) واسناده حسن.

نوٹ: راوی حدیث: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث (۱۵) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) روضۃ المتقین ۱۴/۳

(۱٦۹) بَابُ اِعَانَةِ الرَّفِيْقِ

رفیق سفر کی مدد کرنے کا بیان

وَفِی الْبَابِ اَحَادِيْثُ كَثِيْرَةٌ تَقَدَّمَتْ كَحَدِيْثِ: "وَاللّٰهُ فِیْ عَوْنِ الْعَبْدِمَا كَا نَ الْعَبْدُ فِیْ عَوْنِ اَخِيْهِ" وَحَدِيْثِ: "كُلُّ مَعْرُوْفٍ صَدَقَةٌ" وَ أَشْبَاهِهِمَا.

ترجمہ: "اس باب سے متعلقہ بہت سی احادیث پہلے گزر چکی ہیں جیسے حدیث: ① اللہ تعالیٰ بندے کی مدد کرتا رہتا ہے جب تک وہ اپنے بھائی کی مدد میں رہتا ہے ② اور یہ حدیث کہ ہر نیکی صدقہ ہے اور اس جیسی دیگر احادیث۔" اور یہاں پر بھی اس جیسی کچھ احادیثیں بیان کی جاتی ہیں۔"

جس کے پاس زائد چیز ہو تو حاجت مندوں کو دیدے

(۹٦۹) ﴿وَعَنْ اَبِیْ سَعِيْدِالْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: بَيْنَمَانَحْنُ فِیْ سَفَرٍاِذْجَاءَ رَجُلٌ عَلٰى رَاحِلَةٍ لَهُ، فَجَعَلَ يَصْرِفُ بَصَرَهُ يَمِيْنًا وَشِمَالاً، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: "مَنْ كَانَ مَعَهُ فَضْلُ

ظَهْرٍ، فَلْيَعُدْ بِهٖ عَلٰى مَنْ لَاظَهْرَ لَهُ، وَمَنْ كَانَ لَهُ فَضْلُ زَادٍ فَلْيَعُدْ بِهٖ عَلٰى مَنْ لَازَادَ لَهُ". فَذَكَرَ مِنْ أَصْنَافِ الْمَالِ مَاذَكَرَهُ، حَتّٰى رَأَيْنَا أَنَّهُ لَاحَقَّ لِاَحَدٍ مِّنَّا فِيْ فَضْلٍ. ﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ: ''حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن ہم سفر میں تھے ایک آدمی سواری پر آیا اور دائیں بائیں اپنی نظر پھیر کر دیکھنے لگا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس کے پاس اپنی ضرورت سے زائد سواری ہو تو وہ بطور احسان کے اس شخص کو دیدے جس کے پاس سواری نہیں ہے اور جس شخص کے پاس زائد توشہ سفر ہے تو اس کے ساتھ اس پر احسان کرے جس کے پاس توشہ نہیں ہے۔ پس اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مال کی اور بھی قسمیں بیان فرمائیں۔ یہاں تک کہ ہم نے خیال کیا کہ ہم میں سے کسی کا زائد از ضرورت چیز میں کوئی حق نہیں ہے۔''

لغات: ❖ یصرف: صرفه (ض) صرفا: پھیرنا۔ ہٹانا۔ دفع کرنا۔ الظهر: پیٹھ۔ جمع اظهر، ظهور وظهران. الفضل: احسان زیادتی، بقیہ، زائد۔ فضل ظهر: زائد سواری۔

تشریح: یَصْرِفُ بَصْرَهُ یَمِیْنًا وَشِمَالًا: وہ آدمی دائیں بائیں اپنی نظر پھیر کر دیکھنے لگا۔ مطلب یہ ہے کہ اس کا اونٹ اتنا تھک چکا تھا یا اونٹ کو خوراک نہ ملنے کی وجہ سے اتنا لاغر وکمزور ہوگیا تھا کہ سوار شخص اس اونٹ کو کسی ایک جگہ پر کھڑا کرنے پر قادر نہیں تھا تو وہ اونٹ کو کبھی دائیں موڑتا تھا اور کبھی بائیں طرف موڑتا تھا۔ بعض محدثین نے دوسرا مطلب بیان کیا ہے کہ وہ شخص اپنی آنکھوں کو چاروں طرف گھما رہا تھا کہ کہیں سے اس کو کوئی دوسری سواری مل جائے اور کھانے پینے اوڑھنے وغیرہ کی ضرورت بھی پوری ہوجائے۔ اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اس بے سروسامانی کی طرف لوگوں کو متوجہ کیا اور پھر ترغیب دی کہ وہ اس ضرورت مند کی ضرورت کو پورا کریں کہ جس کے پاس بھی زائد چیز جو کچھ بھی ہو وہ ان لوگوں کو دے دیں جن کو اس کی ضرورت ہے۔ (۱)

یہ باہمی تعاون اسلام کا نہایت ہی مخلصانہ نظام ہے۔ اگر اسلام کا یہ نظام رواج پاجائے تو پھر آپس میں دنیا میں نفرتوں کی جگہ پر محبتیں ہی محبتیں ہونگی۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح مسلم كتاب اللقطة (باب استحباب المواساة بفضول الاموال)

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ کے حالات اس سے قبل حدیث (۲۰) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) مظاہر حق ۳/۱۸۱۷ و مرقاۃ

ایک سواری پر دو یا تین آدمی باری باری سوار ہوتے تھے

(۹۷۰) ﴿وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ أَرَادَ أَنْ يَغْزُوَ فَقَالَ: يَامَعْشَرَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْأَنْصَارِ! إِنَّ مِنْ إِخْوَانِكُمْ قَوْمًا، لَيْسَ لَهُمْ مَالٌ وَلَا عَشِيْرَةٌ فَلْيَضُمَّ أَحَدُكُمْ إِلَيْهِ الرَّجُلَيْنِ، أَوِ الثَّلَاثَةَ فَمَا لِأَحَدِنَا مِنْ ظَهْرٍ يَحْمِلُهُ إِلَّا عُقْبَةٌ كَعُقْبَةِ، يَعْنِيْ أَحَدِهِمْ قَالَ: فَضَمَمْتُ إِلَيَّ اثْنَيْنِ أَوْثَلَاثَةً، مَالِيْ إِلَّا عُقْبَةٌ كَعُقْبَةِ أَحَدِهِمْ مِنْ جَمَلِيْ. (رواہ ابوداؤد)

ترجمہ: ”حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد پر جانے کا ارادہ فرمایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے مہاجرین و انصار کی جماعت! تمہارے بھائیوں میں سے بہت سے لوگ ایسے ہیں جس کے پاس مال ہے نہ ان کا کنبہ ہے لہٰذا تم میں سے ہر شخص کو چاہئے کہ وہ دو دو یا تین تین آدمیوں کو اپنے ساتھ ملا لے۔ چنانچہ ہم میں سے جس کے پاس سواری تھی وہ اس پر باری باری سوار ہوتا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے بھی اپنے ساتھ دو یا تین آدمیوں کو ملا لیا تھا میرے اونٹ پر میری باری بھی اسی طرح تھی جیسے ان میں سے کسی ایک کی تھی۔“ (ابوداؤد)

لغات: ❖ فليضم: فلانا له: ساتھ رکھنا۔ ضم (ن) ضماً: جمع کرنا۔ عقبة: باری، بدل، تم کہتے ہو ”تمت عقبتک“ تمہاری باری پوری ہوگئی۔ اخدمت من اسیری عقبة: میں نے اپنے قیدی سے بدلہ لے لیا۔

تشریح: لَيْسَ لَهُمْ مَالٌ وَ لَا عَشِيْرَةٌ: نہ ان کے پاس مال ہے اور نہ ہی کنبہ۔ یہ مسلمانوں کی ابتداء کی بات ہے کہ ان کے پاس جو کچھ مال و دولت تھی وہ مکہ میں چھوڑ کر مدینہ آ گئے تھے اور ان کے خاندان کے لوگ بھی مکہ میں رہ گئے تھے۔

فَلْيَضُمَّ أَحَدُكُمْ إِلَيْهِ الرَّجُلَيْنِ أَوِ الثَّلَاثَةَ: وہ اپنے ساتھ دو دو تین تین آدمیوں کو ملا لے۔ اس سے صحابہ کرام کے جہاد کا جذبہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ کچھ نہ ہونے کے باوجود وہ میدان جہاد میں جانے کے لئے تیار ہوتے تھے یہی حال حربی سامان اور خوراک وغیرہ کا بھی ہوتا تھا۔

كَعُقْبَةِ أَحَدِهِمْ مِنْ جَمَلِيْ: میرے اونٹ پر میری باری بھی اس طرح تھی جیسے ان میں سے کسی ایک کی تھی۔ اس سے مساوات صحابہ کرام معلوم ہوتا ہے کہ امیر اور غریب سب ان کے نزدیک برابر تھے دوسرا اس سے صحابہ کرام کے باہمی تعاون کا بھی پتہ چلتا ہے جو صحابہ نے ایک دوسرے کے ساتھ کیا (رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ)

تخریج حدیث: أخرجه سنن ابی داؤد کتاب الجهاد (باب الرجل يتحمل بمال غيره يغزو)

نوٹ: راوی حدیث حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۴) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں پیچھے چلا کرتے تھے

(۹۷۱) ﴿وَعَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَخَلَّفُ فِي الْمَسِيْرِ، فَيُزْجِي الضَّعِيْفَ وَيُرْدِفُ وَيَدْعُوْلَهُ.﴾ (رواه ابو داؤد باسناد حسن)

ترجمہ: ''حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم (دوران سفر) پیچھے چلا کرتے تھے، پس کمزور سواری کو پیچھے سے ہنکاتے یا اس (کے سوار) کو اپنے ساتھ پیچھے بٹھا لیتے اور اس کے لئے دعا فرماتے۔ ابوداؤد نے اس کو حسن سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔''

لغات: ❖ فیزجی: ازجی ازجاء: ہانکنا۔ زجا (ن) زجواً وزجی تزجیة وازجی ازجاءً وازدجی: ہانکنا۔

تشریح: يَتَخَلَّفُ فِي الْمَسِيْرِ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوران سفر پیچھے چلتے تھے۔ مطلب یہ ہے کہ امیر لشکر آگے چلنے کے بجائے لوگوں کے پیچھے چلے تاکہ کمزوروں اور بے سہارا لوگوں کی مدد کر سکے اور اپنے لوگوں کے لئے دعا بھی کرے۔ اللہ جل شانہ ان کی دعا کی برکت سے کمزوروں کا ازالہ کر دیں گے۔ اگر کچھ حالات خراب ہوں تو پھر امیر آگے بھی چل سکتا ہے کہ کبھی امیر کا سب سے پہلے چلنا مناسب ہوتا ہے کبھی درمیان میں چلنا اور کبھی آخر میں چلنا مناسب ہوتا ہے۔ اگر حالات صحیح ہوں تو پھر پیچھے چلنا ہی مناسب ہے جیسے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت تھی۔

تخریج حدیث: أخرجه ابو داؤد والحاكم ۲/۱۰۶۱ باسناد صحيح.

نوٹ: راوی حدیث حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۴) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱۷۰) بَابُ مَا يَقُوْلُ اِذَا رَكِبَ دَابَّتَهُ لِلسَّفَرِ

سفر کے لئے سواری پر سوار ہوتے وقت کیا دعائیں پڑھے

اللہ نے جانوروں کو انسان کے تابع کیا ہے

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَجَعَلَ لَكُمْ مِنَ الْفُلْكِ وَالْاَنْعَامِ مَاتَرْكَبُوْنَ، لِتَسْتَوُا عَلٰى ظُهُوْرِهٖ ثُمَّ تَذْكُرُوْا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ اِذَا اسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ وَ تَقُوْلُوْا سُبْحَانَ الَّذِيْ سَخَّرَلَنَا هٰذَا وَمَاكُنَّالَهٗ مُقْرِنِيْنَ. وَ اِنَّا اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ﴾ (سورة الزخرف: ۱۲، ۱۳)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ''اور تمہارے لئے کشتیاں اور چوپائے بنائے جن پر تم سوار ہوتے ہو

تاکہ تم ان کی پیٹھ پر سیدھے ہو کر بیٹھو۔ پھر جب تم سیدھے ہو کر بیٹھ جاؤ تو اپنے رب کی نعمت کو یاد کرو اور کہو پاک ہے وہ ذات جس نے اس جانور کو ہمارے لئے تابع کردیا، ہم اس کو قابو کرنے والے نہیں تھے اور بے شک ہم اپنے رب کی طرف پھرنے والے ہیں۔''

تشریح: وَجَعَلَ لَكُمْ مِنَ الْفُلْكِ: انسان کی سواریوں کی دوقسمیں ہیں: (۱) ایک خود وہ بناتا ہے (۲) جس کو اللہ جل شانہ نے بنایا۔ یہاں ان دونوں کا ذکر ہے۔ کشتی تو آدمی کی حرفت کا نتیجہ ہے اور جانور سواری کے لئے اللہ نے خود بنائیں ہیں۔

لِتَسْتَوُا عَلٰى ظُهُوْرِهٖ بمعنی: تَسْتَقِرُّوْا یا تَسْتَعْلُوْا یعنی جم کر بیٹھ جاؤ یا چڑھ جاؤ۔ اپنے طاقت والے جانوروں کو اللہ نے انسان کے تابع کردیا، اگر اللہ ان کو تابع نہ کرتا تو ان پر سواری کرنا انسان کے بس میں نہیں ہے اس لئے سوار ہو کر اللہ کا شکر ادا کیا جائے یعنی دعا پڑھ لی جائے۔

وَاِنَّا اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ: بلا شبہ ہم اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ اس جملہ میں ترغیب دی جارہی ہے کہ دنیاوی سفر کے وقت میں حقیقی سفر آخرت کو بھی یاد رکھنا چاہئے، وہاں پر آسانی اور سہولت کے لئے صرف اعمال صالحہ کے سوا کوئی سواری کام نہیں دے گی۔

سفر کی دعا

(۹۷۲) ﴿وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا اسْتَوٰى عَلٰى بَعِيْرِهٖ خَارِجًا اِلٰى سَفَرٍ كَبَّرَ ثَلَاثًا ثُمَّ قَالَ: "سُبْحَانَ الَّذِىْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ، وَ اِنَّا اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ، اَللّٰهُمَّ اِنَّانَسْئَلُكَ فِىْ سَفَرِنَا هٰذَا الْبِرَّ وَ التَّقْوٰى وَمِنَ الْعَمَلِ مَا تَرْضٰى. اَللّٰهُمَّ هَوِّنْ عَلَيْنَا سَفَرَنَا هٰذَا وَاطْوِ عَنَّا بُعْدَهٗ. اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِى السَّفَرِ، وَالْخَلِيْفَةُ فِى الْاَهْلِ. اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ وَعْثَاءِ السَّفَرِ، وَكَاٰبَةِ الْمَنْظَرِ، وَسُوْءِ الْمُنْقَلَبِ فِى الْمَالِ، وَالْاَهْلِ وَالْوَلَدِ" وَاِذَا رَجَعَ قَالَهُنَّ وَزَادَ فِيْهِنَّ. "آيِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ"﴾ (رواه مسلم)

معنى: "مُقْرِنِيْنَ" مُطِيْقِيْنَ: "وَالْوَعْثَاءُ" بفتح الواو واسكان العين المهملة وبالثاء المثلثة وبالمد، وهى: اَلشِّدَّةُ وَ "الْكَاٰبَةُ" بالمد، و هى: تَغَيُّرُ النَّفْسِ مِنْ حُزْنٍ وَنَحْوِهٖ. "وَالْمُنْقَلَبُ" اَلْمَرْجِعُ.

ترجمہ: ''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ ﷺ سفر پر روانہ ہونے کے وقت جب اپنے اونٹ

پر سیدھے ہو کر بیٹھ جاتے تو تین بار "اللہ اکبر" کہتے اور پھر یہ دعا پڑھتے سبحان الذی الخ ''پاک ہے وہ ذات جس نے اس جانور کو ہمارے لئے نرم اور تابع کر دیا حالانکہ ہم اس کو مسخر کرنے والے نہیں تھے اور بے شک ہم اس کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ اے اللہ! ہم تجھ سے اپنے اس سفر میں نیکی اور تقویٰ کا اور ایسے عمل کا جسے تو پسند کرتا ہے سوال کرتے ہیں۔ اے اللہ! ہمارے اس سفر کو ہمارے لئے آسان کر دے، اس کی دوری کو لپیٹ دے اور اے اللہ تو ہی سفر میں ہمارا ساتھی ہے اور اہل و عیال کا محافظ ہے۔ اے اللہ! میں سفر میں سختی، خوفناک مناظر اور واپسی پر مال اور گھر اور اولاد میں بڑی تبدیلی سے تیری پناہ مانگتا ہوں'' اور جب آپ ﷺ سفر سے واپس تشریف لاتے تب بھی یہ دعا پڑھتے۔ اس کے ساتھ مزید یہ بھی پڑھتے۔ ''ہم سفر سے واپس آنے والے ہیں، تیری طرف رجوع (توبہ) کرنے والے ہیں، عبادت کرنے والے ہیں اور اپنے رب کی تعریف کرنے والے ہیں۔''

مقرنین: کے معنی ہیں طاقت رکھنے والے۔ الوعثاء واؤ پر زبر عین ساکن اور ثاء اور اس پر مد بمعنی سختی۔ الکآبۃ: مد کے ساتھ بمعنی غم والم وغیرہ سے نفس انسانی کا متغیر ہوجانا۔ المنقلب: بمعنی: لوٹنا۔

لغات: ❖ استوی: علی ظهر الدابة: جم کر بیٹھنا، استوی. الشیء: معتدل و برابر ہونا۔ مقرنین: اقرن. بین الامرین: جمع کرنا۔ للامر: توانا ہونا۔ وعثاء: مشقت، وَعِث یُوْعَث وعثاً وعوثة. الطریق: راستہ دشوار گزار ہونا کآبة المنظر: برا منظر۔ کئب (س) كَأْباً و كَأْبَةِ وَكآ بَةً: غمگین ہونا، شکستہ دل ہونا۔ صفت (كَئِبٌ و كَئِيبٌ)

تشریح: محدثین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ بہت ہی جامع دعا ہے سفر کے دوران ہر وقت خطرہ ہی خطرہ رہتا ہے خاص کر کے اس زمانے میں جب کہ سفر اونٹ اور گھوڑے پر ہوتا تھا اور جنگل و بیابان راستہ میں پڑتے تھے۔ تو اس دعا میں اپنی حفاظت کے ساتھ ساتھ اپنے مال اہل وعیال کے لئے بھی دعا کی جارہی ہے کہ اللہ ان کے گھر بار کا خلیفہ اور محافظ بن جائے، سوچا جائے جس کے گھر کا خلیفہ اور نگہبان اللہ ہو تو پھر اس کا کون کیا بگاڑ سکتا ہے؟

تخریج حدیث: أخرجه صحیح مسلم کتاب الحج (باب ما یقول اذا رکب الی سفر الحج وغیره) واحمد ۶۳۱۹/۲ وابوداؤد و الترمذی وابن حبان: ۲۶۹۵ ومصنف عبدالرزاق ۹۲۳۲ و هکذا فی البیهقی ۲۵۱/۵، ۲۵۲۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث (۱۲) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

سفر پر روانہ ہونے سے پہلے کی دعا

(۹۷۳) ﴿وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَرْجِسَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَافَرَ يَتَعَوَّذُ مِنْ وَعْثَاءِ السَّفَرِ وَكَآبَةِ الْمُنْقَلَبِ، وَالْحَوْرِ بَعْدَ الْكَوْنِ، وَدَعْوَةِ الْمَظْلُوْمِ. وَسُوْءِ الْمَنْظَرِ فِي الْأَهْلِ وَالْمَالِ.﴾ (رواه مسلم هٰكذا هو فى صحيح مسلم): اَلْحَوْرِ بَعْدَ الْكَوْنِ، بالنون وكذا رواه الترمذى والنسائى. قال: الترمذى ويروى "اَلْكَوْرِ" بالراء، وَكِلَاهُمَالَهٗ وَجْهٌ.

قَالَ الْعُلَمَاءُ: ومعناه بالنون والراء جميعا: اَلرُّجُوْعُ مِنَ الْإِسْتِقَامَةِ أَوِالزِّيَادَةِ إِلَى النَّقْصِ. قَالُوْا: ورواية الراء مأخوذة مِنْ تَكْوِيْرِ الْعِمَامَةِ، وَهُوَلَفُّهَا وَجَمْعُهَا، ورواية النون، مِنَ الْكَوْنِ، مَصْدَرٌ "كَانَ يَكُوْنُ كَوْنًا" إِذَا وَجَدَ وَاسْتَقَرَّ.

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب سفر پر روانہ ہوتے تو سفر کی سختی، ناخوشگوار واپسی، کمال کے بعد تنزلی، مظلوم کی بددعاء اور اہل وعیال اور مال میں برے منظر سے پناہ مانگتے تھے (مسلم) صحیح مسلم میں اس طرح "الحور بعدالکون" نون کے ساتھ ہے اور اسی طرح اسے ترمذی اور نسائی نے بھی روایت کیا ہے۔ امام ترمذی نے فرمایا کہ یہ "الکور" راء کے ساتھ بھی مروی ہے دونوں صورتوں میں اس کا مفہوم صحیح ہے۔''

علماء فرماتے ہیں کہ ''نون'' اور ''راء'' دونوں صورتوں میں اس کا معنی استقامت یا زیادتی سے کمی کی طرف لوٹنے کے ہیں۔ البتہ راء کی صورت میں یعنی کور "تکویر العمامة" سے ماخوذ ہے جس کے معنی پگڑی کو لپیٹنا اور جمع کرنا۔ "کون" یہ کان یکون کا مصدر ہے جس کے معنی وجود اور ثابت ہونے کے ہیں۔

لغات: ❖ الحور: گہرائی۔ کہا جاتا ہے "بعیدالحور" یعنی عقلمند۔ حار (ن) حُوُراً وحُوُوراً ومَحارًا ومَحارَةً: لوٹنا، متحیر ہونا۔ حارالشیء: مندا پڑنا۔ گھٹ گیا۔ کون: کان یکون کوناً و کیاناً و کینونة ۔الشیء: نو پید ہونا: واقع ہونا۔ پایا جانا، ہونا۔ الکون: عالم وجود۔ الکور: عمامہ کا پیچ، بڑی جماعت، طبیعت۔ کار یکور کوراً. العمامة و نحوها علی رأسه: سر پر پگڑی باندھنا۔

تشریح: اَلْحَوْرِ بَعْدَ الْكَوْرِ: حور بمعنی عمامہ کے پیچ یا یک کھول دینا اور "کور" کے معنی ہوتے ہیں عمامہ کو بل دینا۔ یعنی عمامہ باندھ کر اسے کھول دینا۔ یہ کنایہ ہوتا ہے اصلاح کے بعد فساد سے۔ ایمان لانے کے بعد کفر میں مبتلا ہونے سے۔ اطاعت کرنے کے بعد معصیت میں پڑ جانے سے اور کون کے معنی استقرار اور جم جانے کے ہیں۔ اس صورت میں مطلب یہ

ہوگا کہ اچھی حالت پر جمنے کے بعد لوٹ آنا یا اس میں کمی کرنا۔ اطاعت پر چلتے چلتے آدمی گمراہی کی طرف لوٹ جائے یا اطاعت میں کمی کرنے لگے اس کو "کون" کہیں گے۔ (۱) یہ دونوں ہی الفاظ حدیث میں وارد ہوئے ہیں۔

دَعْوَةِ الْمَظْلُوْمِ: مظلوم کی بددعا سے بچنا۔ کہ مظلوم کی بددعاء ضرور قبول ہوتی ہے، اگرچہ مظلوم کافر ہی کیوں نہ ہو ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ مظلوم کی بددعا اور اللہ کے درمیان کوئی پردہ حائل نہیں ہوتا۔ علماء فرماتے ہیں کہ سفر پر روانہ ہونے سے پہلے اگر اس نے کسی پر ظلم کیا ہو تو اس سے معافی مانگ کر جائے کہیں ایسا نہ ہو کہ سفر میں مظلوم کی بددعا پڑ جائے اور یہ مشکلات میں گرفتار ہو جائے۔ (۲)

فائدہ: نیز ایک روایت میں آتا ہے جو شخص سفر کا ارادہ کرے تو اپنے گھر کے دروازے کے دونوں پلڑے پکڑ کر گیارہ بار قل ہو اللہ احد پڑھے تو انشاء اللہ العزیز سفر سے واپسی تک اللہ جل شانہ اس کا نگہبان ہوگا۔ (۳)

تخریج حدیث: أخرجه صحيح مسلم كتاب الحج و سنن ابی داؤد كتاب الدعوات (باب ما يقول اذا خرج مسافر) و الترمذی والنسائی وابن ماجه.

راوی حدیث حضرت عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ کے حالات:

نام: عبداللہ، والد کا نام سرجس ہے۔ قبیلہ مزنی سے تعلق رکھتے تھے، ان کو مخزومی بھی کہا جاتا ہے۔ بصرہ کے رہنے والے ہیں۔ ان کی احادیث بصرہ میں ہی زیادہ تر پائی جاتی ہیں۔

مرویات: ان سے ۱۷ روایات منقول ہیں ان میں سے تین مسلم میں ہیں۔

مزید حالات کیلئے ملاحظہ فرمائیں: (۱) تلقیح لابن جوزی (۲) تقریب لابن حجر (۳) ابن حزم فی سیرتہ وغیرہ۔

---

(۱) روضۃ المتقین ۳/۱۸ (۲) روضۃ المتقین ۳/۱۸۔ نزہۃ المتقین ۱/۶۴۲ (۳) اسوۃ الصالحین عبدالحق محدث دہلوی، الدر المنثور

سواری پر سوار ہونے کی دعا

(٩٧٤) ﴿وَعَنْ عَلِيِّ بْنِ رَبِيْعَةَ قَالَ: شَهِدْتُ عَلِيَّ بْنَ اَبِیْ طَالِبٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اُتِیَ بِدَابَّةٍ لِيَرْكَبَهَا، فَلَمَّا وَضَعَ رِجْلَهُ فِی الرِّكَابِ قَالَ: بِسْمِ اللّٰهِ، فَلَمَّا اسْتَوٰى عَلٰى ظَهْرِهَا قَالَ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ سَخَّرَلَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِيْنَ، وَاِنَّا اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ، ثُمَّ قَالَ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ قَالَ: اَللّٰهُ اَكْبَرُ، ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ قَالَ: سُبْحَانَكَ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْلِیْ اِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ، ثُمَّ ضَحِكَ، فَقِيْلَ: يَااَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! مِنْ اَیِّ شَیْءٍ ضَحِكْتَ؟ قَالَ: رَاَيْتُ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَ كَمَا فَعَلْتُ ثُمَّ ضَحِكَ، فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مِنْ اَیِّ شَیْءٍ ضَحِكْتَ؟ قَالَ: "اِنَّ رَبَّكَ سُبْحَانَهُ يَعْجَبُ مِنْ عَبْدِهِ اِذَا قَالَ: اِغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ، يَعْلَمُ اَنَّهُ لَايَغْفِرُالذُّنُوْبَ غَيْرِیْ". ﴾ (رواه ابوداؤد و

الترمذی وَقَالَ: حَدِیْثٌ حَسَنٌ، وَ فِیْ بَعْضِ النُّسَخِ: حسن صحیح و ھذا لفظ ابی داؤد)

ترجمہ: ''حضرت علی بن ربیعہ کہتے ہیں کہ میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے پاس سواری کے لئے ایک جانور لایا گیا۔ جب آپ نے اپنا پاؤں رکاب میں رکھا تو فرمایا بسم اللہ پھر جب اس کی پیٹھ پر سیدھے بیٹھ گئے تو فرمایا: ''**الحمدللّٰہ الذی سخرلنا الخ**'' ''تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جس نے ہمارے لئے اس کو مسخر کیا اور ہم اس کو فرمانبردار بنانے والے نہ تھے۔ بے شک ہم پروردگار کی طرف جانے والے ہیں۔'' پھر تین مرتبہ الحمد للہ پھر تین مرتبہ اللہ اکبر اور کہا ''**سبحانک انی ظلمت نفسی فاغفرلی الخ.**'' ''بے شک میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا پس تو مجھے بخش دے۔ تیرے سوا کوئی گناہوں کو بخشنے والا نہیں'' پھر آپ مسکرائے۔ تو پوچھا گیا کہ اے أمیر المومنین! آپ کیوں مسکرائے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے نبی کریم ﷺ کو اسی طرح کرتے ہوئے دیکھا تھا جیسے کہ میں نے کیا۔ آپ ﷺ مسکرائے تو میں نے پوچھا یا رسول اللہ آپ کیوں مسکرائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تمہارا رب اپنے بندے سے جب وہ یہ کہتا ہے ''یا اللہ میرے گناہ معاف کردے۔'' خوش ہوتا ہے کہ میرا بندہ جانتا ہے کہ میرے سوا گناہوں کو بخشنے والا کوئی نہیں ہے۔'' (ابوداؤد امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے اور بعض نسخوں میں حسن صحیح ہے اور روایت کے الفاظ ابوداؤد کے ہیں)

لغات: ❖ اتی: بدابة. اتی (ض) اتیاناً واتیاً وایتانة وماتاةً. آنا۔ المکان: حاضر ہونا۔ الشیء: کرنا، اتی اتیانا. فلاناً الشیء: دینا۔

تشریح: رِجْلَهٗ فِی الرِّکَابِ: جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنا پاؤں رکاب میں رکھا۔ رکاب: آہنی حلقے کو کہتے ہیں جو گھوڑے کی زین میں دونوں طرف لٹکا رہتا ہے جس پر پاؤں رکھ کر آدمی گھوڑے وغیرہ پر سوار ہوتا ہے، سواری پر بیٹھتے وقت بسم اللہ پڑھنے کے ساتھ اور دعاؤں کے پڑھنے کو کہا گیا ہے۔ ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جانوروں کی پیٹھ پر شیطان رہتا ہے جب تم بیٹھو تو بسم اللہ کہہ لیا کرو [1] حدیث بالا سے صحابہ کرام کی اتباع کے جذبہ کا بیان ہے کہ کس طرح کامل اقتداء وہ حضرات کرتے تھے۔ اللہ جل شانہ اس اقتداء کا کچھ حصہ ہمیں بھی نصیب فرمادے۔

تخریج حدیث: أخرجه سنن ابی داؤد کتاب الجهاد (باب مایقول الرجل اذا رکب) و سنن الترمذی أبواب الدعوات (باب ما ذکر فی دعوۃ المسافر) واحمدفی مسنده ۷۵۳/۱ وابن حبان ۲۶۹۸ والحاکم ۲۴۸۲/۲۔

راویٔ حدیث حضرت علی بن ربیعہ کے مختصر حالات:

نام: علی، والد کا نام ربیعہ کہا جاتا ہے، یہ کوفہ کے رہنے والے ہیں، بڑے تابعین میں ان کا شمار ہے اور روایات میں ثقہ شمار ہوتے ہیں۔

(۱) رواہ دارمی، ابن سنی: اسنادہ صحیح

(۱۷۱) بَابُ تَكْبِيرِ الْمُسَافِرِ اِذَا صَعِدَ الثَّنَايَا وَشِبْهِهَا وَتَسْبِيحِهِ اِذَاهَبَطَ الْاَوْدِيَةَ وَنَحْوَهَا، وَالنَّهْيِ عَنِ الْمُبَالَغَةِ بِرَفْعِ الصَّوْتِ بِالتَّكْبِيرِ وَنَحْوِهِ

سفر کرنے والے جب بلندی پر چڑھیں تو اللہ اکبر کہیں اور جب وادی میں اتریں تو سبحان اللہ کہیں اور اونچی آواز سے اللہ اکبر وغیرہ کلمات کہنے کی ممانعت

جب بلندی پر چڑھے تو اللہ اکبر اور جب اترے تو سبحان اللہ کہنا چاہئے

(۹۷۵) ﴿عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كُنَّا اِذَاصَعِدْنَا كَبَّرْنَا، وَاِذَانَزَلْنَا سَبَّحْنَا.﴾ (رواہ البخاری)

ترجمہ: ''حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب ہم بلندی پر چڑھتے تو اللہ اکبر اور جب نیچے اترتے تو سبحان اللہ پڑھتے تھے۔''

لغات: ❖ صعدنا: صعد (س) صُعُودًا وصَعَداً وصُعُداً. فی السلم: سیڑھی پر چڑھنا۔ صَعَّدَ فيه النظر: اوپر سے نیچے غور سے دیکھنا۔

تشریح: اوپر پڑھتے وقت اللہ اکبر کہنے کی وجہ

اِذَاصَعِدْ نَا كَبَّرْنَا: بلندی اور اوپر چڑھتے ہوئے اللہ اکبر کہا جائے کیونکہ اوپر چڑھتے وقت آدمی کے دل میں اس چیز کی بڑائی آجائے تو فوراً اس چیز کی نفی کردے یہ چیز بڑی نہیں ہے بلکہ اللہ کی ذات بڑی ہے اسی طرح سیڑھی پر چڑھتے وقت بھی اللہ اکبر پڑھنا چاہئے۔

نیچے اترتے وقت سبحان اللہ کہنے کی وجہ

وَاِذَا نَزَلْنَا سَبَّحْنَا: نیچے اترتے وقت سبحان اللہ پڑھنا چاہئے۔ مطلب یہ ہے کہ دنیا میں بلندی کے بعد پستی آگئی یہ پستی بھی بلندی کے مقابلے میں عیب ناک ہے مگر اللہ جل شانہ کی ذات اقدس ہر قسم کے عیوب سے پاک ہے، اس طرح اس وقت میں سبحان اللہ کہہ کر زبان سے بھی اس کا اقرار کرلے۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخاری كتاب الجهاد (باب التسبيح اذا هبط واديا.)

نوٹ: راوی حدیث حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۴) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔
(۱) نزہۃ المتقین ۱/۶۴۳ (۲) نزہۃ المتقین ۱/۶۴۳

اوپر چڑھتے وقت اللہ اکبر کہنے کی عادت آپ ﷺ کی اور صحابہ کرام کی بھی تھی

(۹۷۶) ﴿وَعَنِ ابْنِ عُمَرَرَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَاقَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجُيُوْشُهٗ اِذَاعَلَوُا الثَّنَايَاكَبَّرُوْا، وَاِذَا هَبَطُوْا سَبَّحُوْا.﴾ (رواه ابو داؤد باسناد صحيح)

ترجمہ: ”حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ اور آپ ﷺ کے لشکر کا معمول یہ تھا کہ جب وہ بلند مقامات پر چڑھتے تو اللہ اکبر کہتے اور جب نیچے اترتے تو سبحان اللہ کہتے۔“ (ابوداؤد نے صحیح سند کے ساتھ اس روایت کو نقل کیا ہے)۔

لغات: ❖ هبطوا: هبطه (ن) هبطاً. من الجبل: پہاڑ سے اترنا۔ هبط (ن ض) هبوطاً. الثمن: قیمت گھٹنا۔کم ہونا تهبط. من كذا: نیچے اترنا۔

تشریح: حدیث بالا میں آپ ﷺ اور صحابہ کرام کا عمل بتایا جا رہا ہے کہ جب وہ بلند جگہ پر چڑھتے تو اللہ اکبر کہتے کہ ان سب چیزوں کی بلندی کچھ نہیں اللہ جل شانہ سب سے اعلیٰ وارفع ہیں۔اسی طرح جب نیچے اترتے تو پھر سبحان اللہ کہتے کہ اے اللہ! ہم تیری تنزیہ وتقدیس بیان کرتے ہیں کہ تیرے اندر بلندی ہی بلندی ہے باقی سب چیزوں میں بلندی کے ساتھ پستی ہوتی ہے۔

تخریج حدیث: رواه سنن ابی داؤد باسناد صحيح.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث (۱۲) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

سفر حج اور عمرہ سے واپسی کی دعا

(۹۷۷) ﴿وَعَنْهُ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَاقَفَلَ مِنَ الْحَجِّ أَوِالْعُمْرَةِ كُلَّمَا اَوْفٰى عَلٰى ثَنِيَّةٍ أَوْ فَدْ فَدٍ كَبَّرَ ثَلَاثًا، ثُمَّ قَالَ: ”لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ. آيِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ سَاجِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ. صَدَقَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ، وَنَصَرَ عَبْدَهٗ وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ“ (متفق عليه)

وفي رواية. لمسلم: اِذَاقَفَلَ مِنَ الْجُيُوْشِ أَوِالسَّرَايَا أَوِالْحَجِّ أَوِ الْعُمْرَةِ.﴾

قوله: "أَوۡفَی" أیۡ: اِرۡتَفَعَ، و قوله: فَدۡفَدٍ هُوَبفتح الفاء ین بَیۡنَهُمَا دَالٌ مُهۡمَلَةٌ سَاكِنَةٌ وَآخِرُهُ دَالٌ أُخۡرٰی وَهُوَ: اَلۡغَلِیۡظُ الۡمُرۡتَفعُ مِنَ الۡاَرۡضِ.

ترجمہ:''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ہی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب حج یا عمرہ سے واپس تشریف لاتے تو جب بھی کسی پہاڑی یا بلند جگہ پر چڑھتے تو تین بار اللہ اکبر ارشاد فرماتے پھر یہ پڑھتے لا الٰہ الا اللہ وحدہ الخ کہ''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ اس کے لئے بادشاہی اور تعریفیں ہیں اور وہ ہر چیز پر قادر ہے ہم لوٹ کر آنے والے، توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے، سجدہ کرنے والے اور اپنے رب کی تعریف کرنے والے ہیں۔ اللہ نے اپنا وعدہ سچا کر دیا، اپنے بندے کی مدد فرمائی اور کفار کے لشکروں کو اس نے اکیلے ہی شکست دی۔ (بخاری ومسلم)

اور مسلم کی ایک روایت میں ہے جب بڑے لشکروں یا چھوٹے لشکروں یا حج یا عمرے سے لوٹتے تو مذکورہ دعا پڑھتے۔''

اوفی: بمعنی: بلند جگہ پر چڑھنا۔ "فد فد" دونوں فاء پر زبر کے ساتھ ان کے درمیان میں دال ساکن بمعنی زمین کا سخت بلند حصہ۔

لغات: ❖ اوفی: اوفی ایفاءً: بلند ہونا۔ الوفی والمِیۡفٰی والمِیۡفَاۃ: زمین کا بلند حصہ۔ آیبون: آب (ن) اوباً و مآباً. من السفر: لوٹنا صفت (آئب) ج اَوۡبٌ و أَیَّابٌ و اَوَّابٌ۔

تشریح: بلندی پر چڑھتے ہوئے اللہ اکبر کہنا اور نیچے اترتے وقت سبحان اللہ کہنا یہ صرف سفر میں جاتے وقت نہیں ہے بلکہ واپسی کے وقت بھی یہی عمل ہوگا۔ خلاصہ یہ ہے جب بھی کسی بھی اونچی جگہ پر چڑھے تو اللہ اکبر کہے اور جب بھی نیچے اترے تو سبحان اللہ کہے اور واپسی کے وقت میں ساتھ میں یہ دعا بالا بھی پڑھنا مسنون ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه صحیح بخاری کتاب الجهاد و کتاب العمرة (باب مایقول اذا رجع من الحج اوالعمرة او الغزو). وصحیح مسلم کتاب الحج (باب مایقول اذا قفل من سفرالحج وغیره) ومالک فی موطئه ٩٦٠ وابوداؤد والترمذی و ابن حبان ٢٧٠٧ و مصنف ابن ابی شیبة ٣٦١/١٠ و مصنف ابن عبدالرزاق ٩٢٣٥ و هكذا فی البیهقی ٢٥٩/٥۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث (۱۲) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

سفر پر جانے والے کو نصیحت

(۹۷۸) ﴿وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَجُلًا قَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ اُرِيْدُ اَنْ اُسَافِرَ فَاَوْصِنِیْ، قَالَ: "عَلَيْکَ بِتَقْوَی اللّٰهِ، وَالتَّکْبِيْرِعَلٰی کُلِّ شَرَفٍ" فَلَمَّا وَلَّی الرَّجُلُ قَالَ: "اَللّٰهُمَّ اطْوِلَهُ الْبُعْدَ، وَهَوِّنْ عَلَيْهِ السَّفَرَ"﴾ (رواه الترمذی) وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ.

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے کہا یا رسول اللہ! میں سفر میں جانے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ آپ ﷺ مجھے کچھ وصیت فرمائیے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ کے تقویٰ کو لازم پکڑو اور ہر چڑھائی پر اللہ اکبر کہو۔ جب وہ آدمی پیٹھ پھیر کر چلا گیا تو آپ ﷺ نے اس کے لئے دعا فرمائی: اے اللہ! اس کے لئے سفر کی دوری کو لپیٹ دے اور اس پر سفر کو آسان فرما دے'' (ترمذی اور امام ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن ہے)

لغات: ❖ شرف: بلند مکان جمع اشراف. شرف (س) شرفاً: بلند ہونا۔

تشریح: اِنِّیْ اُرِيْدُ اَنْ اُسَافِرَ: میں سفر کا ارادہ رکھتا ہوں۔ علماء فرماتے ہیں کہ مسافر کا سفر کرنے سے پہلے کسی نیک بزرگ کے پاس جا کر دعا اور نصیحت کی درخواست کرنا مستحب ہے۔

عَلَيْکَ بِتَقْوَی اللّٰهِ: تقویٰ کو لازم پکڑو۔ مطلب یہ ہے کہ آدمی حضر کے زمانے میں تو اطاعت، تقویٰ وغیرہ کا اہتمام کر لیتا ہے مگر سفر کی حالت میں اس میں کمی آجاتی ہے تو آپ ﷺ نے خاص کر کے سفر میں اللہ کی اطاعت، تقویٰ کی نصیحت فرمائی کہ سفر میں اس کا خوب اہتمام کریں۔

تخریج حدیث: رواه سنن الترمذی واحمدفی مسنده ۸۳۱۷/۳ وابن ماجه والحاکم ۲۴۸۱/۲، ومصنف ابن ابی شیبة ۵۱۷/۲ وابن حبان ۲۶۹۲ و هکذا فی البیهقی ۲۵۱/۵ و اسناده حسن.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ (عبدالرحمٰن) رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

اللہ تمہارے ساتھ ہے

(۹۷۹) ﴿وَعَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: کُنَّامَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ سَفَرٍ، فَکُنَّا اِذَا اَشْرَفْنَا عَلٰی وَادٍ هَلَّلْنَا وَکَبَّرْنَا وَارْتَفَعَتْ أَصْوَاتُنَا، فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "يَا اَيُّهَا النَّاسُ اِرْبَعُوْا عَلٰی أَنْفُسِکُمْ فَاِنَّکُمْ لَا تَدْعُوْنَ أَصَمَّ وَلَا غَائِباً. اِنَّهُ مَعَکُمْ، اِنَّهُ سَمِيْعٌ قَرِيْبٌ"﴾ (متفق علیه)

"اِرْبَعُوْا" بفتح الباء الموحدة أی: اِرْفَقُوْا بِأَنْفُسِکُمْ.

ترجمہ: ''حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم ایک سفر میں آپ ﷺ کے ساتھ تھے پس ہم کسی وادی پر چڑھتے تو لا الٰہ الا اللہ اور اللہ اکبر کہتے ہماری آوازیں بلند ہوجاتیں اس پر آپ ﷺ نے ارشادفرمایا: اے لوگو! اپنے اوپر آسانی کرو۔ اس لئے کہ تم جس ذات کو پکار رہے ہو وہ بہرہ اور غائب اور دور نہیں ہے وہ تو تمہارے ساتھ ہے اور وہ یقیناً سننے والی اور بہت نزدیک ہے۔'' (بخاری ومسلم)

اربعوا: باء پر زبر بمعنی اپنی جانوں کے ساتھ آسانی کرو۔

لغات: ❖ اربعوا: ربع (ف) ربعاً: توقف کرنا، کہا جاتا ہے "اربع علیک اوعلی نفسک اوعلی ظلعک یعنی ٹھہرو۔ توقف کرو۔ عنہ رکنا- علیہ: مہربانی کرنا۔

تشریح: وَارْتَفَعَتْ اَصْوَاتُنَا: ہماری آوازیں بلند ہوگئیں۔ ضرورت سے زیادہ آواز بلند ہوجاتی ہوگی اس لئے آپ ﷺ نے اس کو پسند نہیں فرمایا اور فرمایا کہ اپنے آپ کو مشقت میں مت ڈالو بلکہ وقار وسکون سے معتدل آواز میں کہو۔

اِنَّهٗ مَعَكُمْ اِنَّهٗ سَمِيْعٌ قَرِيْبٌ: اللہ تو تمہارے ساتھ ہے۔ اور وہ یقیناً سننے والا اور بہت نزدیک ہے۔ یہی مضمون قرآن کی اس آیت میں بھی موجود ہے۔ "وَاِذَا سَأَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِيْبٌ"(۱) کہ جب بندے میرے بارے میں تم سے سوال کریں تو میں قریب ہی ہوتا ہوں۔ بلکہ ایک جگہ تو یہ فرمایا گیا ہے: "وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ"(۲) ہم تو ان کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخارى كتاب الجهاد (باب ما يكره من رفع الصوت فى التكبير) و صحيح مسلم كتاب الذكر والدعاء (باب استحباب خفض الصوت بالذكر) واحمد فى مسنده ۱۹۶۱۶/۷ و ابوداؤد والترمذى وابن ماجه بالفاظ متقاربة.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۸) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) سورۃ البقرۃ (۲) سورۃ التوبۃ آیت ۱۶

(۱۷۲) بَابُ اِسْتِحْبَابِ الدُّعَاءِ فِي السَّفَرِ

سفر میں دعا کرنا مستحب ہے

تین آدمیوں کی دعائیں بہت جلدی قبول ہوتی ہیں

(۹۸۰) ﴿عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "ثَلَاثُ دَعْوَاتٍ مُسْتَجَابَاتٌ لَا شَكَّ فِيْهِنَّ: دَعْوَةُ الْمَظْلُوْمِ، وَدَعْوَةُ الْمُسَافِرِ، وَدَعْوَةُ الْوَالِدِ عَلٰى وَلَدِهٖ"﴾ رواه

ابوداؤد، والترمذی وقال: حدیث حسن ولیس فی روایة أبی داؤد: "عَلٰی وَلَدِهٖ"

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تین دعائیں مقبول ہی ہیں اس کی قبولیت میں کوئی شک نہیں ہے ① مظلوم کی دعا ② مسافر کی دعا ③ اور باپ کی دعا اپنی اولاد کے لئے۔'' (ابوداؤد، ترمذی۔ امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن درجہ کی ہے اور ابوداؤد کی روایت میں علی ولدہ کے الفاظ نہیں ہے)

لغات: ❖ مستجابات: استجابه واستجاب له، استجاۃً واستجوبه اِسْتَجْوَبَ له استجواباً: جواب دینا۔ الله فلاناًولفلان ومن فلان: دعا قبول کرنا۔ جاب (ن) جَوْباً وتَجْوَاباً. البلاد: طے کرنا۔

تشریح: حدیث بالا میں فرمایا گیا ہے کہ تین قسم کے لوگوں کی دعائیں قبول ہی ہوتی ہیں۔ ان میں سے "دَعْوَةُ الْمَظْلُوْمِ" مظلوم کی بددعا کہ مظلوم جس پر ظلم ہوا ہے اگر وہ ظالم کے لئے بددعا کرے تو اس کی بددعا فوراً قبول ہوتی ہے کیونکہ اس کی بددعا میں اخلاص زیادہ ہوتا ہے اور جس کی دعا میں اخلاص زیادہ ہوگا وہ جلدی قبول ہوتی ہے۔

وَدَعْوَةُ الْمُسَافِرِ: مسافر کی دعا۔ جس نے مسافر کے ساتھ حسن سلوک کیا اور اس نے اس کو دعا دی تو اس کے حق میں فوراً قبول ہوجاتی ہے۔ اس طرح کسی نے مسافر کو ستایا اس پر اس نے بددعا دی تب بھی وہ جلدی قبول ہوجاتی ہے۔

دَعْوَةُ الْوَالِدِعَلٰی وَلَدِهٖ: باپ کی اپنی اولاد کے خلاف دعا۔ حدیث بالا میں والد کا لفظ ہے ایک دوسری روایت میں والدہ کا بھی ذکر ہے ماں کی بددعا تو زیادہ جلدی قبول ہوتی ہے کیونکہ والدہ کا حق اولاد پر والد سے زیادہ ہوتا ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه سنن ابی داؤد کتاب الصلاۃ (باب الدعا بظهر الغیب) وسنن الترمذی ابواب الدعوات (باب ما ذکر فی دعوۃ المسافر) واوائل ابواب البر والصلة واحمد فی مسنده ۷۵۱۳/۳ و البخاری فی الادب المفرد: ۳۲ و ابن حبان: ۲۶۹۹۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱۷۳) بَابُ مَایَدْعُوْبِهٖ إِذَاخَافَ نَاسًاأَوْغَيْرَهُمْ

لوگوں سے ڈر، خطرے کے وقت کون سی دعا پڑھی جائے

جب کسی قوم کا خوف ہو تو یہ دعا پڑھیں

(۹۸۱) ﴿عَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَاخَافَ

قَوْمًا قَالَ: "اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَجْعَلُکَ فِیْ نُحُوْرِهِمْ، وَنَعُوْذُبِکَ مِنْ شُرُوْرِهِمْ". ﴾ (رواه ابوداؤد والنسائی باسناد صحیح)

ترجمہ: "حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کسی قوم کا خوف ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا پڑھتے تھے: اللھم انانجعلک الخ "اے اللہ! ہم تجھ کو ان کے سامنے کرتے ہیں اور تیرے ذریعے سے ان کی شرارتوں سے پناہ مانگتے ہیں۔" (ابوداؤد اور نسائی نے صحیح سند کے ساتھ اس روایت کو نقل کیا ہے)

لغات: ❖ نحورھم: نحر (ف) نحراً و تنحاراً. فلاناً: مقابلہ کرنا۔ النحر: سینہ کا بالائی حصہ ج نحور، کہا جاتا ہے قعد فی نحور فلان یعنی اس نے فلاں کا مقابلہ کیا۔

تشریح: نُحُوْرِهِمْ: نحور یہ نحر کی جمع ہے جہاں سے جانور کو ذبح کیا جاتا ہے۔ مطلب حدیث پاک کا یہ ہے کہ ہم تیری مدد کو اپنی حفاظت کا ذریعہ سمجھتے ہیں پس تو ہی ان کافروں کے مکروفریب کو ہم سے ان کے سینوں کی طرف پھیر دے۔

یہ دعا عام وقتوں میں بھی پڑھنا چاہئے مگر خاص کر کے سفر میں تو دشمن کی طرف سے زیادہ نقصان پہنچنے کا خطرہ ہوتا ہے اس لئے سفر میں اس کا زیادہ اہتمام رکھنا چاہئے۔

تخریج حدیث: أخرجه سنن ابی داؤد كتاب الصلاة (باب مایقول الرجل اذا خاف قوما) واحمد فی مسنده ۷/۱۹۷٤۰ وابن حبان ٤۷٦٥ والحاکم ۲/۲٦۲۹ و کذا فی البیهقی ۵/۲۵۳۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۸) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱۷٤) بَابُ مَایَقُوْلُ اِذَانَزَلَ مَنْزِلًا

جب کسی منزل پر اترے تو کیا کہے؟

جب کسی جگہ اترے تو یہ دعا پڑھیں

(۹۸۲) ﴿عَنْ خَوْلَةَ بِنْتِ حَکِیْمٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: "مَنْ نَزَلَ مَنْزِلًا ثُمَّ قَالَ: أَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّمَا خَلَقَ: لَمْ یَضُرَّهُ شَیْءٌ حَتّٰی یَرْتَحِلَ مِنْ مَنْزِلِهٖ ذٰلِکَ"﴾ (رواه مسلم)

ترجمہ: ”حضرت خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص کسی منزل پر اترے پھر یہ کہے ”میں اللہ کے کامل کلمات کے ذریعہ سے مخلوق کے شر سے پناہ مانگتا ہوں۔ تو اسے اپنی اس منزل سے جانے تک کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکے گی۔“

لغات: ❖ أعوذ: عاذ يَعُوذُ عَوْذاً وعِيَاذاً ومَعَاذاً ومَعَاذَةً وتعَوَّذ واستعاذ. بفلان من كذا: پناہ لینا۔ عاذ بالشیء: لازم ہونا۔

تشریح: آدمی جب سفر میں کسی جگہ پر ٹھہرے تو مذکورہ بالا دعا پڑھ لے تو اس کو کوئی چیز نقصان نہیں پہنچائے گی۔ بکلمات اللہ: اللہ کے کلمات سے مراد اللہ جل شانہ کی ازلی صفات ہیں جو اللہ کے ساتھ ہمیشہ سے قائم ہیں۔ التامات: کہ اللہ کے ساتھ قائم ہیں! اس میں کبھی کوئی نقص اور کمی نہیں آتی۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح مسلم كتاب الذكر والدعاء (باب في التعوذ من سوء القضاء و درك الشفاء وغيره) واحمد في مسنده ۱۰/۲۷۱۹۰ و الترمذى وابن حبان ۲۷۰۰، مصنف ابن عبدالرزاق ۹۲۶۰ و مالک فى مؤطنه و كذا فى البيهقى ۵/۲۵۳۔

حضرت خولہ بنت حکیم کے مختصر حالات:

نام: خولہ، ام شریک کنیت، قبیلہ سلیم سے تعلق تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خالہ ہوتی ہیں، ان کا نکاح عثمان بن مظعون صحابی سے ہوا، ۲ھ میں جب حضرت عثمان بن مظعون کا انتقال ہوا پھر حضرت خولہ نے دوسرا نکاح نہیں کیا۔ علامہ ابن اثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: كانت امرأة صالحة، وہ ایک نیک بی بی تھیں۔ مسند احمد میں آتا ہے: تصوم النهار و تقوم الليل کہ وہ دن کو روزہ رکھتی اور رات کو عبادت کرتی تھیں۔

مرویات: ان سے ۱۵ روایات منقول ہیں۔

مزید حالات کے لئے دیکھیں:

(۱) مسند احمد ۶/۴۰۹ (۲) تہذیب التہذیب ۲/۲۱۵ (۳) اصابہ ۸/۷۰۔

سفر کے دوران رات ہوجائے تو یہ دعا پڑھے

(۹۸۳) ﴿وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَافَرَ فَأَقْبَلَ اللَّيْلُ قَالَ: "يَا اَرْضُ، رَبِّىْ وَرَبُّكِ اللّٰهُ، اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّكِ وَشَرِّ مَا فِيْكِ، وَشَرِّ مَا خُلِقَ فِيْكِ، وَشَرِّ مَا يَدِبُّ عَلَيْكِ، اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّ أَسَدٍ وَاَسْوَدَ، وَمِنَ الْحَيَّةِ وَالْعَقْرَبِ، وَمِنْ سَاكِنِ الْبَلَدِ، وَمِنْ وَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ".﴾ (رواہ ابوداؤد)

"اَلْاَسْوَدُ": اَلشَّخْصُ، قَالَ الْخَطَّابِیُّ: "وَسَاكِنُ الْبَلَدِ": هُمُ الْجِنُّ الَّذِيْنَ هُمْ سُكَّانُ الْاَرْضِ. قَالَ: وَالْبَلَدُمِنُ الْاَرْضِ مَاكَانَ مَأْوَى الْحَيَوَانِ، وَاِنْ لَمْ يَكُنْ فِيْهِ بِنَاءٌ وَمَنَازِلُ. قَالَ: وَيَحْتَمِلُ اَنَّ الْمُرَادَ "بِالْوَالِدِ": إِبْلِيْسُ "وَمَاوَلَدَ": اَلشَّيَاطِيْنُ.

ترجمہ: ''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر فرماتے اور رات ہو جاتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا پڑھتے: یا ارض ربی وربک الله الخ ''اے زمین! میرا اور تیرا رب اللہ ہے۔ میں تیرے شر سے اور جو تیرے اندر چیزیں موجود ہیں ان کے شر سے اور جو چیزیں تیرے اندر پیدا کی گئی ہیں اور جو چیزیں تیرے اوپر چلتی ہیں ان سب کے شر سے اللہ جل شانہ کی پناہ مانگتا ہوں۔ اور میں پناہ مانگتا ہوں شیر سے اور بڑے سانپ اور عام سانپ اور بچھو سے اور اس سرزمین کے رہنے والے (جنات) اور والد (ابلیس) اور اولاد (شیطان) سے۔'' (ابوداؤد)

"اسود" کالے سانپ کو کہتے ہیں، امام خطابی نے کہا "ساکن البلد" سے مراد وہ جن ہیں جو زمین میں رہتے ہیں۔ اور "بلد" زمین کا وہ حصہ ہے جس میں حیوانات کا ٹھکانا ہو چاہے اس میں کوئی عمارت اور منزلیں نہ بھی ہوں۔ امام خطابی نے کہا احتمال ہے کہ "والد" سے مراد ابلیس اور "وما ولد" سے مراد شیاطین (یعنی ابلیس اور اس کی اولاد) ہوں۔

لغات: ❖ یدب: دب (ض) دباً ودبیبا: رینگنا، ہاتھوں یا پیروں کے بل چلنا۔ الدبیبُ (مصدر) رینگنے والا، چھوٹا کیڑا جو پانی میں کھیلتا رہتا ہے۔

تشریح: علماء فرماتے ہیں کہ سفر میں جب رات کو کسی جگہ ٹھہرے تو حدیث بالا والی دعا پڑھے بہت جامع دعا ہے۔

شَرِّ مَافِیْکِ: جو زمین کے اندر ہے۔ اس سے مراد زمین کے موذی جانور اور حشرات الارض وغیرہ ہیں۔ اسی طرح اس دعا میں سانپ بچھو اور شیطان وغیرہ سب سے پناہ مانگی جارہی ہے کہ جسمانی حفاظت بھی رہے اور روحانی یعنی شیطان وغیرہ سے بھی حفاظت رہے۔ تو حدیث بالا کی دعا پڑھنے سے آدمی جسمانی اور روحانی ہر اعتبار سے اللہ کی پناہ میں آجاتا ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه سنن ابی داؤد کتاب الجهاد (باب ما یقول الرجل اذا نزل المنزل) واحمد فی مسنده ۲/۶۱۶۹، والحاکم ۲/۲۴۸۷۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث (۱۲) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(١٧٥) بَابُ اِسْتِحْبَابِ تَعْجِيْلِ الْمُسَافِرِ الرُّجُوْعَ اِلٰى اَهْلِهٖ اِذَاقَضٰى حَاجَتَهٗ

مسافر کا اپنی ضرورت پوری کر کے جلدی گھر کی طرف واپس لوٹنے کے مستحب ہونے کا بیان

سفر عذاب کا ایک ٹکڑا ہے

(٩٨٤) ﴿عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اَلسَّفَرُ قِطْعَةٌ مِنَ الْعَذَابِ يَمْنَعُ اَحَدَكُمْ طَعَامَهٗ، وَشَرَابَهٗ، وَنَوْمَهٗ، فَاِذَا قَضٰى اَحَدُكُمْ نَهْمَتَهٗ مِنْ سَفَرِهٖ، فَلْيُعَجِّلْ اِلٰى اَهْلِهٖ"﴾ (متفق عليه) "نهمته" مقصوده.

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سفر عذاب کا ایک ٹکڑا ہے جو سفر کرنے والے کو کھانے، پینے اور سونے سے روک دیتا ہے۔ پس جب تم میں سے کوئی اپنے سفر سے اپنا مقصود پورا کر لے تو اسے چاہئے کہ اپنے گھر لوٹنے میں جلدی کرے۔

لغات: ❖ نهمته: خواہش، حاجت، کہا جاتا ہے "له فی هذا نَهْمَةٌ" اس کو اس کی خواہش ہے نهم (ض) نهماً: بہت کھانا۔ نهم (ض) نهماًو نهيماً: ہاتھی کا چنگھاڑنا۔

تشریح: اَلسَّفَرُ قِطْعَةٌ مِنَ الْعَذَابِ: سفر عذاب کا ایک ٹکڑا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ سفر میں آدمی کو جسمانی مشقت بھی برداشت کرنی پڑتی ہے اور روحانی مشقت بھی۔ جسمانی تو ظاہر ہے کہ کھانا، پینا، آرام وغیرہ وقت پر نہیں ملتا نیز اہل وعیال، والدین احباب وغیرہ کی جدائی کا صدمہ الگ سہنا پڑتا ہے۔ (١) اور روحانی مشقت یہ ہے کہ جمعہ، جماعت وغیرہ کی نماز سے محروم رہتا ہے۔ (٢)

اس لئے فرمایا جارہا ہے کہ جب کام پورا ہو جائے تو پھر فوراً گھر واپس آجائے، بغیر کسی وجہ کے اپنے سفر کو لمبا نہ کرے۔ (٣)

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخاری کتاب العمرة (باب السفر قطعة العذاب) و صحيح مسلم کتاب الامارة (باب السفرقطعة من العذاب) ومالک فی موطئه واحمدفی مسنده ٧٢٢٩/٣ و ابن حبان ٢٧٠٨ و ابن ماجه والدارمی ٢٨٤/٢ و کذا فی البیهقی ٢٥٩/٥۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔
(۱) مرقاۃ، مظاہر حق ۳/۷۸۱ (۲) مرقاۃ، مظاہر حق ۳/۷۸۱ (۳) نزہۃ المتقین ۱/۶۴۸

(۱۷۶) بَابُ اِسۡتِحۡبَابِ الۡقُدُوۡمِ عَلٰی اَهۡلِهٖ نَهَارًا وَکَرَاهَتِهٖ فِی اللَّیۡلِ لِغَیۡرِ حَاجَةٍ

سفر سے دن کے وقت آنا مستحب ہے اور بغیر ضرورت کے رات کو آنا مکروہ ہے

سفر سے رات کو گھر پر نہ آئے

(۹۸۵) ﴿عَنۡ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنۡهُ اَنَّ رَسُوۡلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِذَا اَطَالَ اَحَدُکُمُ الۡغَیۡبَةَ فَلَا یَطۡرُقَنَّ اَهۡلَهٗ لَیۡلًا"

وَفِیۡ رِوَایَةٍ اَنَّ رَسُوۡلَ اللّٰهِ نَهٰی اَنۡ یَطۡرُقَ الرَّجُلُ اَهۡلَهٗ لَیۡلًا.﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کسی کی گھر سے غیر حاضری لمبی ہوجائے تو اپنے گھر والوں کے پاس رات کو نہ آئے۔''

لغات: ❖ یطرقن: طرق (ن) طرقاً و طروقاً. القوم: رات کے وقت آنا۔ جیسے والسماء والطارق۔

تشریح: یہ ممانعت لمبے سفر میں ہے کہ رات کو نہ آئے دن میں آئے، تاکہ عورت اپنی صفائی ستھرائی اور کپڑے وغیرہ کو درست کر لے۔ اگر سفر قریب کا ہو یا عورت کو آنے کا پہلے سے علم ہو تو اب اس صورت میں آدمی رات کو بھی گھر پر آجائے تو کوئی قباحت نہیں۔ (۱)

تخریج حدیث: أخرجه صحیح بخاری کتاب العمرة باب لا یطرق اهله اذا بلغ المدینة و صحیح مسلم کتاب الامارة (باب کراهیة الطروق و هو الدخول لیلا لمن ورد من سفر) و ابوداؤد.

نوٹ: راوی حدیث حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۴) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔
(۱) مرقاۃ ۲۱۵، طیبی ۲۳۷

سفر سے صبح یا شام کے وقت گھر پر آئے

(۹۸۶) ﴿وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَطْرُقُ اَهْلَهُ لَيْلًا، وَكَانَ يَأْتِيْهِمْ غُدْوَةً أَوْعَشِيَّةً.﴾ (متفق عليه)

"اَلطُّرُوْقُ": اَلْمَجِيْءُ فِي اللَّيْلِ.

ترجمہ: ''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ رات کو سفر سے واپسی پر اپنے گھر والوں کے پاس نہیں آتے تھے اور آپ ﷺ ان کے پاس صبح یا شام کے وقت تشریف لاتے۔'' (بخاری ومسلم)

الطروق: بمعنی رات کے وقت آنا۔

لغات: ❖ اهله: اهل الرجل: بیوی۔ الاهل: کنبہ ورشتہ دار جمع اهلون وَاَهَالٍ. وآهَالٍ. الاهل: بال بچوں والا۔

غدوة: أو عشية: غدوة: صبح فجر اور طلوع آفتاب کا درمیان۔ العشية: شام ج عَشِيٌّ و عَشَايا عِشِيَّات۔

تشریح: سفر سے واپسی پر رات کو گھر پر نہیں آنا چاہئے جیسا کہ ماقبل کی روایت میں گزرا بلکہ صبح کے وقت یا شام کے وقت آنا چاہئے۔ شرح السنۃ میں ایک روایت ہے جس کے راوی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ہیں کہ دو آدمیوں نے سفر سے واپسی رات کو اپنے گھر پر کی، جب گھر میں داخل ہوئے تو انہوں نے اپنی بیویوں کے ساتھ غیر مردوں کو پایا۔ (۱)

کبھی کبھار ایسا بھی ہوتا ہے کہ عورت کو ڈر لگتا ہے چنانچہ اس نے اپنے بھائی یا محرم کو گھر پر بلا لیا اور آدمی جب رات کو گھر پر پہنچا اس نے تو صرف یہ دیکھا کہ کوئی مرد گھر پر ہے اس کو مار ڈالا، بعد میں معلوم ہوا کہ وہ تو بیوی کا بھائی یا باپ یا محرم تھا۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخارى كتاب العمرة (باب الدخول بالعشى) و صحيح مسلم كتاب الامارة (باب كراهية الطروق و هو الدخول ليلا لمن ورد من سفر)

نوٹ: راوی حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث (۱۵) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) کذافی مرقاۃ ۳/۸۳۷، ۸۲۷

(۱۷۷) بَابُ مَايَقُوْلُهُ اِذَارَجَعَ وَاِذَا رَأَى بَلْدَتَهُ

سفر سے واپسی پر اور جب اپنے شہر کو دیکھے تو کیا دعا پڑھے؟

فِيْهِ حَدِيْثُ ابْنِ عُمَرَ السَّابِقُ فِيْ بَابِ تَكْبِيْرِ الْمُسَافِرِ اِذَاصَعِدَ الثَّنَايَا.

اس میں ایک حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی وہ روایت ہے جو پہلے "باب تکبیرالمسافر اذا صعدالثنایا" میں گزری جس کی طرف امام نووی رحمہ اللہ نے اشارہ کیا ہے وہ روایت یہ ہے:

﴿عَنِ ابْنِ عُمَرَرَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَ: کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَجُیُوْشُہٗ اِذَا عَلَوُا الثَّنَایَاکَبَّرُوْا وَاِذَا ھَبَطُوْا سَبَّحُوْا﴾

سفر سے واپسی کی دعا

(۹۸۷) ﴿وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: اَقْبَلْنَامَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، حَتّٰی اِذَاکُنَّابِظَھْرِالْمَدِیْنَۃِ قَالَ: "آیِبُوْنَ تَائِبُوْنَ، عَابِدُوْنَ، لِرَبِّنَاحَامِدُوْنَ" فَلَمْ یَزَلْ یَقُوْلُ ذٰلِکَ حَتّٰی قَدِمْنَا الْمَدِیْنَۃَ﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ: "حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم (سفر سے) آپ ﷺ کے ساتھ واپس آئے یہاں تک کہ جب ہم مدینہ کے قریب پہنچے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: آئبون تائبون الخ سفر سے واپس آنے والے ہیں، توبہ کرنے والے ہیں، عبادت کرنے والے ہیں، اپنے رب کی تعریف کرنے والے ہیں۔ آپ ﷺ برابر یہ کلمات پڑھتے رہے یہاں تک کہ ہم مدینہ پہنچ گئے۔"

لغات: ❖ ظهر المدينة: اس سے مراد مدینہ منورہ کے اطراف ہیں۔ قدمنا: قدم (ن) و قدم (س) قَدْماً وقُدُوماً واقدم علی قرنه: جرأت کرنا۔ دلیری کرنا - القُدْم والقُدُم: دلیر۔

تشریح: سفر سے واپسی پر دعا پڑھنا مسنون ہے کہ سفر سے واپسی پر یہ فخریہ اور خیال نہ ہو کہ ہم نے یہ کام کیا، یہ کام کیا۔ بلکہ یہ خیال ہو کہ جو کچھ بھی کام کیا وہ سب اللہ جل شانہ نے کروایا، ہم تو اللہ کی ہی طرف رجوع کرنے والے، توبہ کرنے والے ہیں یعنی جو کچھ بھی کمی رہ گئی ہے اللہ سے درخواست ہے کہ وہ سب کو معاف کردے۔ اور یہ دعا مسلسل پڑھتے رہنا چاہئے، جب تک کہ اپنے شہر میں داخل نہ ہوجائے۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح مسلم كتاب الحج (باب ما يقول اذا قفل من سفر الحج وغيره)

نوٹ: راوی حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے حالات اس سے قبل حدیث (۱۵) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱۷۸) بَابُ اِسۡتِحۡبَابِ اِبۡتِدَاءِ الۡقَادِمِ بِالۡمَسۡجِدِ الَّذِیۡ فِیۡ جِوَارِہٖ وَصَلَاتِہٖ فِیۡہِ رَکۡعَتَیۡنِ

سفر سے واپس آنے والے کے لئے مستحب ہے کہ وہ پہلے اپنے گھر کے قریب مسجد میں آئے اور اس میں دو رکعتیں پڑھے

واپسی پر دو رکعت نفل پڑھنا چاہئے

(۹۸۸) ﴿عَنۡ کَعۡبِ بۡنِ مَالِکٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ أَنَّ رَسُوۡلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا قَدِمَ مِنۡ سَفَرٍ بَدَأَ بِالۡمَسۡجِدِ فَرَکَعَ فِیۡہِ رَکۡعَتَیۡنِ﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ”حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو پہلے مسجد میں تشریف لاتے اور اس میں دو رکعت نماز ادا فرماتے۔“

لغات: ❖ بدأ: بدأ (ف) بدءً و اِبۡتَدَاءَ و تَبَدَّءَ. الشیء وبه: شروع کرنا، پہلے کرنا۔ بدء. الشیء: شروع کرنا، پیدا کرنا۔

تشریح: حدیث بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ سفر سے واپسی پر مسجد میں جانا چاہئے اور شکرانہ کے دو رکعت نماز نفل بھی ادا کرنا چاہئے کہ اللہ جل شانہ نے خیر و عافیت کے ساتھ واپس پہنچا دیا۔ مسجد میں آنے والا گویا اللہ سے ملاقات کرنے والا ہے تو آدمی سب سے پہلے اللہ سے ملاقات کرے! جس خدا نے اس کو سفر کی آفات سے محفوظ رکھ کر خیریت کے ساتھ اس کے اہل و عیال تک پہنچا دیا۔ (۱)

تخریج حدیث: أخرجه صحیح بخاری کتاب الجهاد (باب الصلاة اذا قدم من سفر) و صحیح مسلم کتاب صلاة المسافرین (باب استحباب رکعتین فی المسجد لمن قدم من سفر اول قدومه)

نوٹ: راوی حدیث حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۴۸۸) میں گزر چکے ہیں۔

(۱) مرقاۃ مظاہر حق ۳/۷۸۴

(۱۷۹) بَابُ تَحْرِيْمِ سَفَرِ الْمَرْأَةِ وَحْدَهَا

عورت کے لئے اکیلے سفر کرنے کی حرمت کا بیان

عورت بغیر محرم کے سفر نہ کرے

(۹۸۹) ﴿عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ تُسَافِرُ مَسِيْرَةَ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ اِلَّا مَعَ ذِیْ مَحْرَمٍ عَلَيْهَا﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کسی عورت کے لئے جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہو جائز نہیں ہے کہ وہ محرم کے بغیر ایک دن اور رات کا سفر کرے۔''

لغات: ❖ مَسِيْرَةٌ: (مصدر) مسافت۔ کہا جاتا ہے "بينهما مسيرة يوم" سار (ض) سيراً و تَسْيَاراً و مَسِيْراً و مَسِيْرَةً وسَيْرُوْرَةً: جانا، چلنا، سفر کرنا۔ الدابة: سوار ہونا۔ السنة: عمل کرنا۔

تشریح: عورتوں کے لئے بغیر محرم کے کتنا سفر کرنا جائز ہے؟

حدیث بالا میں ایک دن ایک رات کی مسافت کا ذکر ہے۔ دوسری بعض روایات میں دو دن [1] اور بعض روایات میں تین دن تین راتوں کا ذکر ہے۔ بظاہر ان تینوں روایات میں تضاد معلوم ہوتا ہے اس لئے علماء نے اس کے جوابات دیئے ہیں۔

جواب ❶: تین دن سے زیادہ کا تو سفر عورت بغیر محرم کے بالکل نہ کرے اس کے کم میں اگر مجبوری ہو تو کرسکتی ہے ہاں، اگر فتنہ وفساد کا زمانہ زیادہ ہو تو پھر ایک دن ایک رات کا اکیلے سفر بھی ناجائز ہوگا ساتھ محرم کا بھی ہونا ضروری ہے۔ اگر فتنہ وفساد کم ہے تو دو دن اور اگر بالکل امن کا زمانہ ہے تو تین دن سے کم میں سفر کرلے مگر اس سے زائد ناجائز ہوگا، اس طرح تمام احادیث پر عمل ہوجائے گا۔

جواب ❷: شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ان تمام روایات کا مقصد سفر کی حد اور مدت کو متعین کرنا نہیں ہے بلکہ یہ کہا جارہا ہے کہ عورت بغیر خاوند یا محرم کے مطلقاً سفر نہ کرے مسافت ایک دن کے بقدر ہو یا تین دن کے بقدر۔ [2]

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخاری كتاب الصلاة (باب تقصير الصلاة) و صحيح مسلم كتاب الحج (باب سفر المرأة مع محرم) و امام مالک فی موطئه، واحمد فی مسنده ۳/۷۲۲۶، ابوداؤد و الترمذی وابن حبان ۲۷۲۵ و كذا فی البيهقی ۳/۱۳۹ بالفاظ متقاربة.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) بخاری (۲) مظاہر حق ۲/ ۶۵۰

کوئی مرد تنہائی میں کسی عورت کے ساتھ نہ بیٹھے

(۹۹۰) ﴿وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "لَايَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ اِلَّاوَمَعَهَاذُوْمَحْرَمٍ، وَلَاتُسَافِرُالْمَرْأَةُ اِلَّامَعَ ذِيْ مَحْرَمٍ" فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنَّ امْرَأَتِيْ خَرَجَتْ حَاجَّةً، وَاِنِّيْ اكْتُتِبْتُ فِيْ غَزْوَةِ كَذَا وَكَذَا؟ قَالَ: "اِنْطَلِقْ فَحُجَّ مَعَ امْرَأَتِكَ"﴾

(متفق عليه)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ کوئی آدمی کسی عورت کے ساتھ تنہائی اختیار نہ کرے، مگر اس عورت کے ساتھ جو اس کی محرم رشتہ دار ہو اور کوئی عورت سفر نہ کرے، مگر محرم رشتہ دار کے ساتھ۔ ایک آدمی نے سوال کیا اے اللہ کے رسول! میری بیوی حج کے لئے جارہی ہے، اور میرا نام تو فلاں فلاں جنگ کے لئے لکھا جاچکا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی بیوی کے ساتھ جاکر حج کرو۔'' (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ اكتتبت: اكتتب الرجل: رجسٹر میں اپنا نام لکھنا۔ الكتيبة: لشکر کا ایک حصہ۔ گھوڑوں کا ریوڑ، سواروں کا دستہ، ج كتائب۔

تشریح: لَايَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ اِلَّا وَمَعَهَا ذُوْمَحْرَمٍ کوئی آدمی کسی عورت کے ساتھ تنہائی اختیار نہ کرے۔ ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ: لَا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ اِلَّاكَانَ ثَالِثُهُمَا الشَّيْطَانُ [1] کہ جب کوئی مرد کسی اجنبی عورت کے ساتھ تنہائی میں ایک ساتھ ہوتا ہے تو وہاں پر ان کا تیسرا ساتھی شیطان ہوتا ہے۔ شیطان اس مرد اور عورت کے جنسی جذبات کو برانگیختہ کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ ان پر جنسی ہیجان کا غلبہ ہوتا ہے اور پھر وہ غلط کام کر بیٹھتے ہیں اس لئے شریعت نے کہا کہ محرم کے علاوہ کوئی مرد اور عورت ایک ساتھ کسی جگہ نہ بیٹھے۔

محرم کی تعریف

جس کے ساتھ شریعت نے نکاح ہمیشہ کیلئے حرام کیا ہو خواہ رشتہ داری کی وجہ سے ہو یا دودھ کے رشتہ سے یا سسرال کے ناتے سے۔ اور محرم کے لئے بالغ اور عاقل ہونا بھی شرط ہے، پاگل مجنون یہ محرم نہیں بنے گا۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخاری كتاب النكاح (باب لا يخلون رجل بامرأة الا ذو محرم) و صحيح مسلم كتاب الحج (باب سفر المرأة مع محرم الى حج وغيره) واحمد ١٩٣٤ وابن حبان ٢٧٣١ و

مصنف ابن ابی شیبة ٤/٤٠٩ و هکذا فی البیهقی ٣/١٣٩۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حالات اس سے قبل حدیث (۱۱) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔
(۱) ترمذی

کتاب الفضائل

(١٨٠) بَابُ فَضْلِ قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ
قرآن مجید کے پڑھنے کے فضائل کا بیان

قرآن قیامت کے دن اپنے پڑھنے والے کے لئے شفاعت کرے گا

(٩٩١) ﴿عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "اِقْرَؤُوا الْقُرْآنَ فَاِنَّهُ يَأْتِیْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ شَفِيْعاً لِاَصْحَابِهِ"﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ: ''حضرت ابوامامۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا قرآن کی تلاوت کیا کرو اس لئے کہ قیامت کے دن یہ اپنے پڑھنے والوں کے لئے سفارش کرے گا۔'' (مسلم)

لغات: ❖ قرأ: قرء (ف ن) قرأوقراٴة وقرآناً واقتراء. الكتاب: پڑھنا۔

تشریح: اِقْرَؤُوا الْقُرْآنَ: قرآن مجید کی تلاوت کیا کرو۔ صرف تلاوت کرنا بھی قرآن مجید کی باعث سعادت ہے اور اگر ساتھ ساتھ معانی ومفہوم پر غور وفکر کی سعادت حاصل ہوجائے تو نور علی نور ہے۔

شَفِيْعًا لِاَصْحَابِهِ: پڑھنے والوں کے لئے سفارش کرے گا۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید کو گویائی عطاء فرمائے گا کہ وہ اپنے پڑھنے والے اور عمل کرنے والے کے گناہوں کو معاف کروانے کے لئے اللہ کے دربار میں سفارش کرے گا جس کو اللہ جل شانہ قبول فرمالیں گے۔

تخریج حدیث: أخرجه صحیح مسلم کتاب فضائل القرآن (باب فضل قرأة القرآن) واحمد فی مسنده ٨/٢٢٢٥٥ وابن حبان ١١٦ والحاکم ١/٢٠٧١ و هکذا فی البیهقی ٢/٣٩٥۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۷۳) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔
(۱) وہکذا فی روضۃ المتقین ۳/۳۶

سورت بقرہ اور سورت آل عمران اپنے پڑھنے والوں کی طرف سے اللہ سے جھگڑیں گی

(۹۹۲) ﴿وَعَنِ النَّوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَقُوْلُ: "يُؤْتَى يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِالْقُرْآنِ وَأَهْلِهِ الَّذِيْنَ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ بِهٖ فِي الدُّنْيَاتَقْدُمُهٗ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ وَآلِ عِمْرَانَ. تَحَاجَّانِ عَنْ صَاحِبِهِمَا" (رواه مسلم)

ترجمہ: ''حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ قیامت کے دن قرآن کو اور ان لوگوں کو جو دنیا میں اس پر عمل کرتے تھے، بلایا جائے گا سورت بقرہ اور سورت آل عمران ان کے آگے آگے ہوں گی، اپنے پڑھنے والوں کی طرف سے جھگڑا کریں گی۔'' (مسلم)

لغات: ❖ تقدمه: قدم (ن) وقدم (س) قَدْماً وقُدْماً وقُدُوْماً واقدم على قرنه: جرأت کرنا۔ دلیری کرنا۔ القُدْم والقُدُم: دلیر۔ تحاجان: حجه (ن) حجا: دلیل میں غالب ہونا۔ تحاجا تحاجاً: باہم جھگڑا کرنا تحاجان. عن فلان: اپنے ساتھی کی طرف سے جھگڑا کرنا۔ حاجة حجاجاً ومحاجة: جھگڑا کرنا۔

تشریح: يُؤْتَى يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِالْقُرْآنِ: قرآن مجید کو قیامت کے دن لایا جائے گا۔ مطلب یہ ہے کہ قرآن کو قرآن کی ہی شکل وصورت میں میدان حشر میں لایا جائے گا یا قرآن سے مراد ثواب قرآن ہے کہ ثواب قرآن کو لایا جائے گا۔

وَاَهْلِهِ الَّذِيْنَ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ بِهٖ فِي الدُّنْيَا: دنیا میں جو قرآن پر عمل کرتے تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے دن قرآن ان لوگوں کی سفارش کرے گا جو قرآن پڑھتے تھے اور اس پر عمل بھی کرتے تھے اور جو صرف قرآن کی تلاوت کرتے ہیں اور عمل اس کے خلاف کرتے ہیں تو قیامت کے دن قرآن ان لوگوں کے لئے سفارش نہیں کرے گا۔

تَقْدُمُهٗ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ وَ آلِ عِمْرَانَ: آگے آگے سورت بقرہ اور سورت آل عمران ہوں گی۔ یعنی سورت بقرہ اور سورت آل عمران کا ثواب سب سے آگے آگے قیامت کے دن ہوگا اور اللہ سے جھگڑا کروا کر اپنے پڑھنے والے کو جنت میں داخل کروائے گا اس سے علماء استدلال کرتے ہیں کہ قیامت کے دن ثواب واجر ظاہری صورت میں ہونگے جسے سب دیکھیں گے۔

تخریج حدیث: رواه مسلم و هكذا فى الترمذى.

نوٹ: راوی حدیث حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث (۵۹۴) میں گزر چکے ہیں۔

تم میں سے بہتر وہ ہے جو قرآن کو سیکھے اور اسے سکھلائے

(۹۹۳) ﴿وَعَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: "خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ"﴾ (رواه البخاری)

ترجمہ: ''حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے سب سے بہتر وہ شخص ہے جو قرآن کو سیکھے اور اسے سکھلائے۔''

لغات: ❖ خیرکم: خار (ض) خیراً: صاحب خیر ہونا۔ خیرکم: الخیرج خیور: بھلائی نیکی کسی چیز کا اپنے کمال کو پہنچنا۔ خیر اسم تفضیل کا صیغہ۔ اخیر کا مخفف ہے۔

تشریح: مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ: جو قرآن کو سیکھے۔ سیکھنے سے مراد قرآنی علوم ہیں یعنی اس میں غور وفکر کرے اور اس کے احکام و معانی اور اس کے حقائق و دقائق کو سیکھے اور دوسرے کو سکھلائے یا کم از کم الفاظ سیکھے، یہ سب سے بہتر اس لئے ہے کہ قرآن مجید سب کتابوں پر فوقیت رکھتی ہے تو اس کے سکھانے اور سکھلانے والے بھی سب پر فوقیت رکھیں گے۔ محدثین فرماتے ہیں حدیث بالا میں "وَعَلَّمَهُ" ''واؤ'' کے ساتھ بھی آتا ہے اور ''او'' کے ساتھ بھی۔ ''واؤ'' کے ساتھ کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کو سیکھے اور پھر دوسرے کو سکھائے، یہ عمل دوسروں سے سب سے زیادہ اعلیٰ و افضل ہوگا لیکن بعض احادیث میں ''او'' بھی آتا ہے اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ بہتری اور فضیلت عام ہوگی کہ خود سیکھے یا دوسروں کو سکھلائے۔ دونوں شخصوں کے لئے مستقل خیر و بہتری ہوگی۔ قیامت کے دن عرش کے سائے کے نیچے وہ لوگ بھی ہونگے جو قرآن مجید کی لوگوں کو تعلیم دیتے ہیں۔ (۱)

تخریج حدیث: أخرجه صحیح بخاری کتاب فضائل القرآن (باب خیرکم من تعلّم القرآن و علمه) واحمد فی مسنده ۱/۴۱۲، ۴۱۳ و الترمذی وابوداؤد والدارمی ۳۳۳۷ وابن ماجه وابن حبان ۱۱۸۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۴۸۵) میں گزر چکے ہیں۔

(۱) اتحاف السادۃ

اٹک اٹک کر پڑھنے والے کو دوگنا ثواب ملتا ہے

(۹۹۴) ﴿وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اَلَّذِیْ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَهُوَمَا هِرٌبِهٖ مَعَ السَّفَرَةِ الْكِرَامِ الْبَرَرَةِ، وَالَّذِیْ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَيَتَتَعْتَعُ فِيْهِ وَ هُوَعَلَيْهِ شَاقٌّ لَهٗ أَجْرَانِ"﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص قرآن مجید

پڑھتا ہے اور قرآن پڑھنے میں ماہر ہے تو وہ (قیامت کے دن) بزرگ، نیکوکار، فرشتوں کے ساتھ ہوگا اور جو قرآن اٹک اٹک کر پڑھتا ہے اور اس کے پڑھنے میں مشقت اٹھاتا ہے تو اس کے لئے دوگنا ثواب ہے۔"
(بخاری ومسلم)

لغات: ❖ یتتعتع: تعتعه: جھنجوڑنا۔ حرکت دینا۔ تعتع. فی الکلام: ہکلانا۔ تتلانا۔ اٹکنا۔

تشریح: وَمَاهِرٌ بِهٖ: قرآن کا ماہر ہو۔ مطلب یہ ہے کہ جس کو قرآن خوب یاد ہو اور وہ تلاوت بھی خوب کرتا ہو۔

مَعَ السَّفَرَةِ الْكِرَامِ الْبَرَرَةِ: ان فرشتوں کے ساتھ ہوگا جو بزرگ اور نیکوکار ہیں۔ فرشتوں سے مراد وہ فرشتے ہیں جو لوح محفوظ سے قرآن کو نقل کرنے والے ہیں یا وہ فرشتے مراد ہیں جو انسانوں کے اعمال نامہ لکھتے ہیں۔ تو مطلب یہ ہوا کہ ماہر قرآن ان عظیم فرشتوں کی مشابہت اختیار کرتا ہے جو لوح محفوظ سے قرآن کو نقل کرتے ہیں تو اب قیامت کے دن بھی اللہ جل شانہ اس ماہر قرآن کو ان عظیم فرشتوں کا ساتھی بنادیں گے۔ (۱)

وَيَتَتَعْتَعُ فِيهِ: قرآن پڑھنے میں اٹکتا ہے۔ یعنی اس کو قرآن یاد نہیں ہے اس لئے مشقت کے ساتھ پڑھتا ہے، مگر اس کی فضیلت یہ ہے کہ اس کو دوگنا ثواب ملتا ہے ① تلاوت کرنے کا ② دوسرا مشقت اٹھانے کا۔ محدثین فرماتے ہیں کہ یہ اٹک اٹک کے پڑھنے والا ماہر قرآن سے آگے بڑھ جائے گا، ماہر کو تو مخصوص فرشتوں کے ساتھ ہونے کی بشارت سنائی گئی ہے۔ مقصود یہ ہے کہ اٹکنے کی وجہ سے وہ قرآن مجید کو پڑھنا نہ چھوڑ دے، چنانچہ اس کو بھی فضیلت سنائی جارہی ہے۔ (۲)

تخریج حدیث: أخرجه صحیح بخاری کتاب التوحید (باب قول النبی صلی الله علیه وسلم الماهر بالقرآن مع السفرة الکرام البررة) وصحیح مسلم کتاب فضائل القرآن (باب الماهر بالقرآن والذی یتتعتع فیه) واحمد فی مسنده ۹/۲۴۷۲۱ و الترمذی وابوداؤد وابن ماجه وابن حبان ۷۶۷ و مصنف ابن ابی شیبة ۱/:۴۹۰ والدارمی ۳۳۶۸۔

نوٹ: راویہ حدیث حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حالات اس قبل حدیث نمبر (۲) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) مظاہر حق ۲/۳۹۳ ومرقاۃ ۴/۳۳۶

(۲) مظاہر حق ۲/۳۹۳ ومرقاۃ ۴/۳۳۶

تلاوت کرنے والوں اور نہ کرنے والوں کی مثال

(۹۹۵) ﴿وَعَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِیْ یَقْرَأُ الْقُرْآنَ مَثَلُ الْاُتْرُجَّةِ: رِیْحُهَا طَیِّبٌ وَ طَعْمُهَا طَیِّبٌ، وَمَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِیْ

لَایَقْرَأُالْقُرْآنَ کَمَثَلِ التَّمْرَةِ: لَارِیْحَ لَهَا وَطَعْمُهَا حُلْوٌ، وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِیْ یَقْرَأُالْقُرْآنَ کَمَثَلِ الرَّیْحَانَةِ: رِیْحُهَا طَیِّبٌ وَطَعْمُهَا مُرٌّ، وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِیْ لَایَقْرَأُالْقُرْآنَ کَمَثَلِ الْحَنْظَلَةِ: لَیْسَ لَهَارِیْحٌ وَطَعْمُهَامُرٌّ"﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: اس مومن کی مثال جوقرآن کریم پڑھتا ہے نارنگی کی سی ہے کہ اس کی خوشبوبھی اچھی ہے اور ذائقہ بھی عمدہ ہے۔اوراس مومن کی مثال جوقرآن کریم نہیں پڑھتا کھجور کی سی ہے جس میں خوشبوتونہیں لیکن ذائقہ شیریں ہوتا ہے۔اور اس منافق کی مثال جوقرآن کریم پڑھتا ہے خوشبودار پھول کی ہے جس کی خوشبوتواچھی ہے لیکن اس کا ذائقہ کڑوا ہوتا ہے۔اوراس منافق کی مثال جوقرآن نہیں پڑھتا اندرائن پھل کی ہے جس میں خوشبوبھی نہیں اوراس کا ذائقہ بھی کڑوا ہے۔''

لغات: ❖ الاترجة: الاُتْرُجُّ والاُتْرُنج: لیموں، لیموں کادرخت۔ الحنظلة: الحنظل: اندرائن کا پھل۔اندرائن جوکڑوا ہونے میں ضرب المثل ہے۔

تشریح: حدیث بالا کے بارے میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مقصود حدیث میں محسوس کی غیرمحسوس چیز کے ساتھ تشبیہ دینی ہے تاکہ ذہن میں قرآن مجید پڑھنے اور نہ پڑھنے والوں کا فرق سمجھ میں آجائے، ورنہ ظاہر ہے کہ کلام پاک کی حلاوت ومہک سے نارنگی کی کیا نسبت؟ (۱) قرآن مجید کا حافظ اوراس پرعمل کرنے والا مسلمان توخوش رنگ اورخوش ذائقہ پھل کی طرح اللہ کے نزدیک محبوب ہے اورساتھ ہی ساتھ لوگوں میں بھی اس کی عزت ہے۔اور جومومن حافظ نہیں مگرقرآن پرعمل کرنے والا ہے توایسا شخص بھی اللہ کی نظر میں اورلوگوں کی نظروں میں اچھا ہے۔اور منافق جوقرآن پڑھتا ہے تواس کا ظاہرتوقرآن کی وجہ سے اچھا ہے مگر باطن گندہ اورتاریک ہی ہے۔اور جومنافق قرآن نہیں پڑھتا اس کا ظاہراور باطن دونوں ہی گندے اورناپاک ہیں۔

تخریج حدیث: رواه صحیح بخاری کتاب الاطعمة و کتاب فضائل القرآن وصحیح مسلم کتاب فضائل القرآن (باب فضیلة) حافظ القرآن واحمد فی مسنده ۱۹۵۶۶/۷ و الترمذی والنسائی وابن ماجه و ابن حبان ۷۷۰ و مصنف ابن ابی شیبة ۵۲۹/۱۰۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۸) کے ضمن میں گزرچکے ہیں۔

(۱) فضائل قرآن ۱۸۔ وہکذافی مرقاۃ ۳۲۸/۴

قرآن کی برکت سے بہت سے لوگ سر بلند ہوتے ہیں

(۹۹۶) ﴿وَعَنْ عُمَرَبْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِنَّ اللّٰهَ يَرْفَعُ بِهٰذَا الْكِتَابِ أَقْوَامًا وَيَضَعُ بِهِ آخَرِيْنَ"﴾ (رواه مسلم)

ترجمہ: ''حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ اس کتاب (قرآن مجید) کی وجہ سے بہت سے لوگوں کو بلند مرتبہ عطا کرتا ہے اور بہت سے لوگوں کو ذلیل کرتا ہے۔'' (مسلم)

لغات: ❖ یضع: وضع یضع وضعا وضعة وضعة ووضوعاً: ذلیل کرنا۔ کم کرنا اور رکھنا وغیرہ۔

تشریح: وہ لوگ جو قرآن پر ایمان لاتے اور عمل کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کو دنیا اور آخرت دونوں میں بلندی وعزت عطاء فرماتے ہیں اور جو لوگ اس قرآن پر عمل نہیں کرتے تو حق تعالیٰ شانہ ان کو ذلیل کرتے ہیں۔ کلام اللہ شریف سے بھی یہ مضمون ثابت ہوتا ہے، چنانچہ ارشاد باری ہے:

يُضِلُّ بِهِ كَثِيْرًا وَيَهْدِيْ بِهِ كَثِيْرًا [1] حق تعالیٰ شانہ اس کی وجہ سے بہت سے لوگوں کو ہدایت عطا فرماتے ہیں اور بہت سے لوگوں کو گمراہ۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے کہ عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نافع بن عبدالحارث کو مکہ مکرمہ کا حاکم بنایا۔ ان سے ایک مرتبہ دریافت فرمایا کہ جنگلات کا ناظم کس کو مقرر کیا ہوا ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ ابن ابزی کو، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ ابن ابزی کون ہے؟ انہوں نے کہا ہمارا ایک غلام ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اعتراضاً فرمایا کہ غلام کو امیر کیوں بنا دیا؟ انہوں نے جواب دیا کہ کتاب اللہ کا پڑھنے والا ہے [2] کہ اللہ اس قرآن کی وجہ سے بہت سے لوگوں کو بلند مرتبہ تک پہنچا دیتے ہیں۔

تخریج حدیث: رواه صحيح مسلم كتاب فضائل القرآن. (باب فضل من يقوم بالقرآن ويعلمه) واحمد في مسنده ۱/۲۳۲ وابن ماجه وابن حبان ۷۷۲ و مصنف ابن عبدالرزاق ۲۰۹۴۴۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۱) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) سورۃ بقرۃ: ۲۶

(۲) فضائل قرآن ۱۹، ۱۸ او ہکذا فی روضۃ المتقین ۳/۴۱ و مرقاۃ ۴/۳۳۸

دو چیزوں میں حسد جائز ہے

(۹۹۷) ﴿وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَا حَسَدَ اِلَّا فِي

اثْنَتَيْنِ: رَجُلٌ آتَاهُ اللّٰهُ الْقُرْآنَ، فَهُوَ يَقُوْمُ بِهِ آنَاءَ اللَّيْلِ وَآنَاءَ النَّهَارِ، وَرَجُلٌ آتَاهُ اللّٰهُ مَالاً فَهُوَ يُنْفِقُهُ آنَاءَ اللَّيْلِ وَآنَاءَ النَّهَارِ"﴾ (متفق عليه) وَالْآنَاءُ: اَلسَّاعَاتُ.

ترجمہ: ''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: صرف دو آدمیوں پر رشک کرنا جائز ہے ① ایک وہ آدمی جسے اللہ نے قرآن عطاء کیا پھر وہ دن ورات اس کی تلاوت کرتا ہے ② دوسرا وہ آدمی جس کو اللہ نے مال عطاء کیا وہ اس کو دن ورات خرچ کرتا ہے۔''

لغات: ❖ يقوم به: قام يقوم قوماً و قومة وقياماو قامة: کھڑا ہونا۔ باب نصر، مزید افعال سے۔

تشریح: یہ حدیث پہلے دو مرتبہ گزر چکی ہے (۱) باب الکرم والجود (۲) باب فضل الغنی الشاکر میں، یہاں پر امام نووی پھر اس کو لا رہے ہیں کیونکہ اس میں قاریٔ قرآن کریم کی فضیلت کا ذکر ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخاری و صحيح مسلم.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حالات اس سے قبل حدیث (۱۲) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

قرآن کے پڑھنے والوں پر سکینہ نازل ہوتی ہے

(۹۹۸) ﴿وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَاقَالَ: كَانَ رَجُلٌ يَقْرَأُ سُوْرَةَ الْكَهْفِ، وَعِنْدَهُ فَرَسٌ مَرْبُوْطٌ بِشَطَنَيْنِ، فَتَغَشَّتْهُ سَحَابَةٌ فَجَعَلَتْ تَدْنُوْ، وَ جَعَلَ فَرَسُهُ يَنْفِرُ مِنْهَا، فَلَمَّا أَصْبَحَ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهُ فَقَالَ: "تِلْكَ السَّكِيْنَةُ تَنَزَّلَتْ لِلْقُرْآنِ"﴾ (متفق عليه)

"الشطن" بفتح الشين المعجمة والطاء المهملة: الحبل.

ترجمہ: ''حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص سورۃ کہف پڑھ رہا تھا اس کے پاس ایک گھوڑا دو رسیوں سے بندھا ہوا تھا۔ پس اس شخص کو ایک بادل نے ڈھانپ لیا وہ بادل اس کے قریب ہوتا گیا اور گھوڑا اس کو دیکھ کر اچھلنے کودنے لگا۔ صبح ہونے پر وہ آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس واقعہ کو بیان کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ وہ سکینہ تھی جو قرآن کریم کی وجہ سے نازل ہوتی تھی۔'' (بخاری ومسلم)

اَلشَّطَنُ: شین اور طاء پر زبر بمعنی: رسی۔

لغات: ❖ بشطنين: الشطن: رسی ج: اشطان. شطنه (ن) شطناً: مخالفت کرنا، دور کرنا، رسی سے باندھنا۔

تشریح: يَقْرَأُ سُوْرَةَ الْكَهْفِ: وہ شخص سورت کہف پڑھ رہا تھا۔ اس میں سورت کہف کی فضیلت کا ذکر ہے کہ اس سورت کی برکت سے سکینہ نازل ہوتی ہے۔

سکینہ کا مطلب

تِلْكَ السَّكِيْنَةُ: وہ سکینہ تھی۔ سکینہ کا ذکر کئی آیات اور احادیث میں آیا ہے، اس کے معنی میں محدثین کا اختلاف ہے مثلاً ① علامہ سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جنت کے ایک برتن کا نام ہے جو سونے کا ہے اس سے ابناء الاسلام کے دلوں کو غسل دیا جاتا ہے۔ ② یہ اللہ کی خاص رحمت کا نام ہے ③ وقار کا نام ہے ④ ملائکہ ⑤ اطمینان۔ محققین کی رائے ہے کہ یہ سب ہی مراد ہو سکتے ہیں، مطلب حدیث کا یہ ہوا کہ صحابی کے قرآن پڑھنے سے اللہ نے اپنے سکینہ کا نزول فرمایا ہے۔ یہ ان صحابی کی کرامت ہے کہ انہوں نے دیکھ لیا ورنہ عموماً لوگوں کو نظر نہیں آتی۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخارى كتاب فضائل القرآن (باب فضل سورة الكهف) و صحيح مسلم كتاب فضائل القرآن، (باب نزول السكينة لقرأة القرآن واحمد فى مسنده ١٨٦١٥/٦ و الترمذى وابن حبان ٧٦٩۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کے حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۸۰) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

قرآن پاک کے ایک ایک حرف پر دس دس نیکیاں

(۹۹۹) ﴿وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهِ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: "مَنْ قَرَأَ حَرْفاً مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ فَلَهُ حَسَنَةٌ، وَالْحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا، لَا اَقُوْلُ: أَلَم حَرْفٌ، وَلٰكِنْ أَلِفٌ حَرْفٌ، وَلَامٌ حَرْفٌ، وَمِيْمٌ حَرْفٌ"﴾ (رواه الترمذى، وقال: حديث حسن صحيح)

ترجمہ: "حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے اللہ کی کتاب (قرآن مجید) کا ایک حرف پڑھا تو اس کی نیکی ہے اور ایک نیکی پر دس نیکیوں کا ثواب ہے۔ میں نہیں کہتا کہ الم ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف ہے، لام ایک حرف ہے اور میم ایک حرف ہے۔" (ترمذی اور امام ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے)

لغات: ❖ حسنة: نیکی، بھلائی۔ ج حسنات. احسن: نیکی کرنا۔ حسَن وحسُن (ک ن) حسناً: خوبصورت ہونا۔ صفت (حسن ج حِسان وحُسان. مؤنث حسنة وحسناء ج حِسَان و حسنات۔

تشریح: فَلَهٗ حَسَنَةٌ وَالْحَسَنَةُ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا قرآن کے ایک حرف کے عوض ایک نیکی ہے اور ایک نیکی کا بدلہ دس نیکیوں کے برابر ہے۔ یہی مضمون قرآن مجید میں بھی آتا ہے "مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا" جو شخص ایک نیکی لائے گا اس کو دس نیکی کے بقدر ثواب ملے گا۔ اور یہ کم سے کم درجہ ہے۔ قرآن میں دوسری جگہ پر آتا ہے۔

وَاللّٰهُ يُضَاعِفُ لِمَنْ يَّشَاءُ کہ حق تعالیٰ شانہ جس کے لئے چاہتے ہیں اجر زیادہ فرمادیتے ہیں۔

حدیث بالا میں الم کے بارے میں کہا گیا کہ یہ ایک حرف نہیں ہے بلکہ الف، لام، میم الگ الگ شمار کئے جائیں گے اور اس پر تیس نیکیاں ملیں گی۔ اسی طرح ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ بسم اللہ ایک حرف نہیں ہے بلکہ ب، س، م، علیحدہ علیحدہ حروف ہیں۔ (۱)

تخریج حدیث: أخرجه سنن الترمذی ابواب ثواب القرآن (باب ما جاء فیمن قرا حرفا من القرآن ما له من الاجر) والحاکم ۱/ ۲۰٤۰۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے حالات اس سے قبل حدیث (۳۶) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) فضائل قرآن ص: ۲۶ و مرقاۃ ۴/۳۵۵

جس کو قرآن یاد نہیں وہ ویران گھر کی طرح ہے

(۱۰۰۰) ﴿وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّم: "إِنَّ الَّذِیْ لَيْسَ فِیْ جَوْفِهٖ شَیْءٌ مِنَ الْقُرْآنِ كَالْبَيْتِ الْخَرِبِ"﴾ (رواه الترمذی وقال: حديث حسن صحيح)

ترجمہ: "حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک وہ شخص جس کے دل میں قرآن مجید کا کوئی حصہ بھی نہ ہو وہ ویران گھر کی مانند ہے۔" (ترمذی اور امام ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے)

لغات: ❖ الجوف: (مصدر) پیٹ جمع اجواف. من البيت: اندرونی حصہ۔ الخرب: خرب (س) خرباً و خراباً. البیت: اجاڑ ہونا، ویران ہونا۔ صفت (خرب) مؤنث خربة۔

تشریح: لَيْسَ فِیْ جَوْفِهٖ شَیْءٌ مِنَ الْقُرْآنِ كَالْبَيْتِ الْخَرِبِ: جس شخص کا دل قرآن سے خالی ہو تو وہ ویران گھر کی طرح ہے۔ گھر کی رونق مکین اور رہنے والوں کے ساتھ ہوتی ہے کہ جتنا بھی خوب صورت اور وسیع ہو مگر اس میں کوئی رہنے والا ہی نہ ہو تو اس گھر کی کوئی حیثیت ہی نہیں ہوتی، اسی طرح انسان کا معاملہ ہے اگر انسان کا دل ایمان و قرآن کے نور سے خالی ہو تو اس کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ (۱)

اور اگر زیادہ قرآن جانتا ہے تو اس کا دل زیادہ آباد ہے اور اگر کم قرآن یاد ہے تو اس کا دل کم آباد ہے۔ قرآن کے بقدر دل کو آباد اور ویران کہا جا رہا ہے۔ (۲)

تخریج حدیث: رواہ سنن الترمذی ابواب ثواب القرآن (باب الذی لیس فی جوفہ قرآن کالبیت الخرب) واحمد فی مسندہ ۱/۱۹۴۷ والدارمی ۳۳۰۶ والحاکم ۱/۲۰۳۷۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث (۱۱) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) مظاہر حق ۲/۴۰۸ (۲) مظاہر حق ۲/۴۰۸

قرآن کی ہر آیت سے جنت میں ایک درجہ ملے گا

(۱۰۰۱) ﴿وَعَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عَمْرِوبْنِ الْعَاصِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ قَالَ: "یُقَالُ لِصَاحِبِ الْقُرْآنِ: اِقْرَأْ وَارْتَقِ وَرَتِّلْ کَمَا کُنْتَ تُرَتِّلُ فِی الدُّنْیَا، فَإِنَّ مَنْزِلَتَکَ عِنْدَ آخِرِ آیَۃٍ تَقْرَؤُھَا"﴾ (رواہ أبوداؤد، والترمذی و قال: حسن صحیح)

ترجمہ: "حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ صاحب قرآن سے (قیامت کے دن) کہا جائے گا کہ قرآن پڑھتا جا اور جنت کے درجات پر چڑھتا جا اور اس طرح آہستہ آہستہ پڑھ جیسے کہ تو دنیا میں پڑھتا تھا پس تیرا مقام وہ ہوگا جہاں تیری آخری آیت ختم ہو۔" (ابوداؤد، ترمذی اور امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے)

لغات: ❖ ارتق: ارتقی ارتقاء وترقی تراقیا: چڑھنا۔ رتل: رتل. الکلام: اچھی طرح ترتیب دینا۔ القرآن: قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر عمدہ طریقے سے پڑھنا۔ رتل (س) رتلا: الشیء: عمدہ نظم و ترتیب سے ہونا۔ صفت (رَتَل) رتل: (مصدر) عمدہ گفتگو۔ کہا جاتا ہے "کلام رتل" خوبی، آراستگی۔ ہر چیز کی خوبی۔

تشریح: یُقَالُ لِصَاحِبِ الْقُرْآنِ: صاحب قران سے کہا جائے گا۔ صاحب القرآن سے مراد حافظ قرآن ہے یا وہ بھی مراد ہوسکتا ہے جو قرآن شریف کو ہمیشہ اہتمام سے پڑھتا رہتا ہے۔ ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس سے وہ پڑھنے والا مراد نہیں جس کو قرآن لعنت کرتا ہو مثلاً وہ "اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الظَّالِمِیْنَ" پڑھتا ہے اور خود ظالم ہونے کی وجہ سے اس وعید میں داخل ہو جاتا ہے۔ اسی طرح وہ پڑھتا ہے "لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْکَاذِبِیْنَ" اور خود جھوٹا ہونے کی وجہ سے اس کا مستحق ہوتا ہے۔ (۱)

اِقْرَأْ وَارْتَقِ: پڑھتا جا اور چڑھتا جا۔ یعنی جتنی آیات کو وہ پڑھے گا اتنا ہی جنت میں درجات اس کے بلند ہوتے رہیں گے۔ اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت کے درجات قرآن مجید کی آیات کے برابر ہیں تو جو جتنا پڑھ سکے گا اتنا ہی

اونچا اس کا درجہ ہوگا۔ ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قرآن پڑھنے والے سے اوپر کوئی درجہ نہیں۔

ترتیل کا مطلب

وَرَتِّلْ: ٹھہر ٹھہر کر پڑھ۔ مطلب یہ ہے کہ قرآن کے پڑھنے میں لب ولہجہ سکون ووقار کا لحاظ رکھتے ہوئے پڑھا جائے۔ اس کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں کہ کسی نے پوچھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح قرآن پڑھتے تھے تو انہوں نے کہا کہ سب حرکتوں کو پڑھتے تھے۔ یعنی زبر، زیر وغیرہ کو پورا پورا نکالتے تھے اور ایک ایک حرف الگ الگ ظاہر ہوتا تھا۔ (۲)

تخریج حدیث: رواه سنن ابی داؤدکتاب الصلاة (باب استحباب الترتیل فی القرأة) و سنن الترمذی ابواب ثواب القرآن (باب الذی لیس فی جوفه قرآن کالبیت الخرب) واحمدفی مسنده ۲/۶۸۱۳ وابن حبان ۷٦٦، و مصنف ابن ابی شیبة ۱۰/٤۹۸۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث (۱۳۸) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔
(۱) فضائل قرآن ص: ۱۸ (۲) فضائل قرآن ص: ۲۴

(۱۸۱) بَابُ الْاَمْرِ بِتَعَهُّدِ الْقُرْآنِ وَالتَّحْذِيْرِ مِنْ تَعْرِيْضِهٖ لِلنِّسْيَانِ

قرآن مجید کی دیکھ بھال کا حکم اور اس کو بھلا دینے سے ڈرانے کا بیان

قرآن کی حفاظت کرو

(۱۰۰۲) ﴿عَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "تَعَاهَدُوْا هٰذَا الْقُرْآنَ فَوَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِهٖ لَهُوَ اَشَدُّ تَفَلُّتًا مِنَ الْاِبِلِ فِیْ عُقُلِهَا"﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: "حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس قرآن کی حفاظت کرو، قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے ہاتھ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے، یہ قرآن بہت تیزی سے نکل جاتا ہے، اس سے زیادہ کہ اونٹ رسی کھولنے کے بعد بھاگ جاتے ہیں۔" (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ تعاهدوا: تعاهد وتعهد واعتهد. الشیء حفاظت کرنا۔ دیکھ بھال کرنا۔ عہد کی تجدید کرنا۔ تفلتا: رہا ہونا، چھوٹنا فلت وافلت و تفلت و انفلت: رہا ہونا، چھوٹنا۔ الفلت: رہائی۔

تشریح: مطلب حدیث پاک کا یہ ہے کہ اگر اونٹ کا حفاظت کرنے والا اپنے اونٹ کی طرف سے غفلت برتے تو اونٹ رسی سے نکل کر بھاگ جاتا ہے، اسی طرح اگر قرآن کریم کو نہ پڑھا جائے تو وہ اونٹ سے بھی جلدی سینہ سے نکل جاتا ہے اور پھر آدمی قرآن بھول جاتا ہے، اس لئے اونٹ کی حفاظت سے بھی زیادہ قرآن کی حفاظت کرنے کی ضرورت ہے۔ (۱)

تخریج حدیث: أخرجه صحیح بخاری کتاب فضائل القرآن (باب استذکار القرآن) و صحیح مسلم کتاب فضائل القرآن (باب الامر بتعهد القرآن)

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۸) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔
(۱) مرقاۃ، مظاہر حق ۲/۴۳۸

قرآن اونٹ کی طرح تیزی سے نکل جاتا ہے

(۱۰۰۳) ﴿وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَاأَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِنَّمَامَثَلُ صَاحِبِ الْقُرْآنِ كَمَثَلِ الْإِبِلِ الْمُعَقَّلَةِ، إِنْ عَاهَدَعَلَيْهَاأَمْسَكَهَا، وَإِنْ أَطْلَقَهَا، ذَهَبَتْ"﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: "حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ حافظ قرآن کی مثال رسی سے بندھے ہوئے اونٹ کی طرح ہے، اگر وہ اس اونٹ کا خیال رکھتا ہے تو وہ بندھا رہتا ہے اور اگر رسی کھول دی تو چلا جائے گا۔" (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ المعقلة: عقل (ن) عَقْلاً۔ البعیر: اونٹ کی ٹانگ ران ملا کر باندھنا۔ الغلام: لڑکے کا عقل مند ہونا عقل، العقلة کی جمع ہے۔ جس سے باندھا جائے۔

تشریح: صَاحِبِ الْقُرْآنِ: اس سے مراد اکثر محدثین کے نزدیک قرآن کا حافظ ہے، مکمل حافظ ہو یا کچھ اجزاء کا حافظ ہو، تو قرآن جتنا بھی یاد ہے، اس کو پڑھنے کا اہتمام ہوتا رہے گا تو وہ یاد رہے گا۔ جیسے کہ اونٹ کی حفاظت اور خیال رکھا جائے تو صحیح ہے، اگر وہ کھل گیا تو ایسا بھاگتا ہے کہ پکڑنا بھی مشکل ہوتا ہے، اسی طرح قرآن کے بھولنے کے بعد دوبارہ یاد کرنا بھی مشکل ہوجاتا ہے۔ (۱)

تخریج حدیث: أخرجه صحیح بخاری کتاب فضائل القرآن (باب استذکارالقرآن) وصحیح مسلم کتاب فضائل القرآن (باب الامربتعهد القرآن) ومالک فی مؤطئه واحمد ۲/۴٦٦٥۔ والنسائی وابن حبان ۷٦٤۔ مصنف عبدالرزاق ٥٩٧١ ومصنف ابن ابی شیبة ۲/٥٠٠ و ابن ماجه وهکذافی البیهقی ۲/۳٦٥۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث (۱۲) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔
(۱) مظاہر حق وہکذا روضۃ المتقین ۳/۴۷ ونزہۃ المتقین

(۱۸۲) بَابُ اِسْتِحْبَابِ تَحْسِيْنِ الصَّوْتِ بِالْقُرْآنِ وَ طَلَبِ الْقِرَاءَةِ مِنْ حُسْنِ الصَّوْتِ وَالْاِسْتِمَاعِ لَهَا

قرآن کریم کوخوش آوازی کے ساتھ پڑھنے کا استحباب اور اچھی آواز والے سے قرآن کریم پڑھنے کا تقاضا کرنے اور اسے توجہ سے سننے کا بیان

اللہ اپنے نبی کے قرآن کی آواز کو بہت توجہ سے سنتا ہے

(۱۰۰۴) ﴿عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: "مَا أَذِنَ اللّٰهُ لِشَیْءٍ مَاأَذِنَ لِنَبِیٍّ حَسَنِ الصَّوْتِ یَتَغَنّٰی بِالْقُرْآنِ یَجْهَرُبِهٖ"﴾ (متفق علیه)

معنی: "أَذِنَ اللّٰهُ" أَیْ اِسْتَمَعَ، وَهُوَإِشَارَةٌ إِلَی الرِّضٰی وَالْقُبُوْلِ.

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کوفرماتے ہوئے سنا کہ اللہ جل شانہ کسی چیز کی طرف اتنا کان نہیں لگاتے جتنا اچھی آواز سے پڑھنے والے نبی کا قرآن سننے کے لئے توجہ کرتے ہیں، جو بلند آواز اور اچھی آواز کے ساتھ قرآن کریم پڑھتا ہے۔''

''اذن'' یعنی کان لگاتا ہے مطلب یہ ہے کہ سنتا ہے اور یہ اشارہ ہے کہ ایسے پڑھنے والے سے اللہ خوش ہوتا ہے اور اس کے عمل کو قبول فرماتے ہیں۔''

لغات: ❖اذن: اذن (س) اذناً. الی وله: کان لگانا۔سننا۔

تشریح: مَا اَذِنَ اللّٰهُ لِشَیْءٍ مَا اَذِنَ لِنَبِیٍّ حَسَنِ الصَّوْتِ: مطلب یہ ہے کہ یوں تو نبی کی آواز بذات خودتمام افراد بشر سے عمدہ اور بہترین ہوتی ہے کیونکہ انبیاء علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ ظاہری و باطنی دونوں طرح کی خوبیوں سے نوازتا ہے اور وہ نبی بھی جوخوش الحانی یعنی تجوید وترتیل کے ساتھ پڑھے تو پھر کتنا سرور آئے گا اور پھر اس وقت میں اس کی آواز کائنات کی ہر چیز سے زیادہ لطیف وشیریں ہوگی۔ تو اس آواز کو اللہ جل شانہ بھی بہت پسند فرماتے ہیں اور پھر یہ پسندیدگی کائنات کی کسی بھی چیز کو حاصل نہیں ہوتی جس میں بھی آواز ہوتی ہے اور جو سنی جاتی ہے۔ اور امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کا معنی یہ ہے کہ آدمی تحسین قرأت اور رقت کے ساتھ تلاوت کرے۔ (۱)

اَذِنَ اللّٰهُ: کان لگاتا ہے اللہ۔ اللہ جل شانہ کا کان لگانا اور سننا اس کے بارے میں علماء فرماتے ہیں کہ اس پر ہم کو ایمان رکھنا ضروری ہے، مگر اس کی کیفیت کا ہم کو علم نہیں کہ اللہ کے کان کیسے ہیں اور اللہ کا سننا کیسا ہے؟

تخریج حدیث: اخرجه صحيح بخاری کتاب فضائل القرآن (باب من لم يتغن بالقرآن). وصحیح مسلم کتاب فضائل القرآن (باب استحباب تحسين الصوت بالقرآن). ابوداود والنسائی و احمد ٧٦٧٤/٣ و ابن حبان ٧٥١. دارمی ٣٥٠/١۔ و مصنف عبدالرزاق ٤١٦٦۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ (عبدالرحمن) رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔
(۱) نزہۃ المتقین

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو حضرت داؤد علیہ السلام کی طرح خوش آوازی دی گئی تھی

(١٠٠٥) ﴿وَعَنْ اَبِیْ مُوْسَى الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ: "لَقَدْ أُوْتِيتَ مِزْمَاراً مِنْ مَزَامِيرِ آلِ دَاوُدَ" (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

وَفِیْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ: "لَوْرَأَيْتَنِیْ وَأَنَا أَسْتَمِعُ لِقِرَاءَتِکَ الْبَارِحَةَ"﴾

ترجمہ: "حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ان سے ارشاد فرمایا تمہیں حضرت داؤد علیہ السلام کے سروں میں سے ایک سر دیا گیا ہے۔"

اور مسلم کی روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے ان سے فرمایا: گذشتہ رات تمہاری تلاوت کو سن رہا تھا اگر تو مجھے دیکھ لیتا (کہ آپ ﷺ سن رہے ہیں تو تو خوش ہوجاتا)۔

لغات: ❖ مزماراً: بانسری جمع مزامیر. زمّار: بانسری بجانے والا۔ زمر (ض ن) زمراًو زمیراً: بانسری بجانا۔ الزمر (مصدر) الزمر: آواز ج: زمور. مزامیر داؤد علیہ السلام کی دعا اور اس کے مجموعے کا نام زبور ہے۔

تشریح: مِزْمَاراً مِنْ مَزَامِيْرِ آلِ دَاوُدَ حضرت داؤد علیہ السلام کے سروں میں سے ایک سر دیا گیا ہے۔

مزمار: اگرچہ گانے بجانے کے آلے "بانسری" کو کہا جاتا ہے مگر یہاں مراد خوش آوازی ہے۔ آل داود میں آل کا لفظ زائد ہے، مراد خود حضرت داؤد علیہ السلام ہیں، کیونکہ حسن صوت حضرت داؤد علیہ السلام کو ہی عطاء کی گئی تھی، اچھی آواز یہ اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ خوش قسمت لوگوں کو اللہ کی طرف سے عطاء کی جاتی ہے، یہ حضرت داؤد علیہ السلام کو مکمل طور سے دی گئی

تھی۔اس کا کچھ حصہ حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ کو بھی عطاء ہوا تھا۔

علامہ ذہبی حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہتے ہیں "و الیه المنتهی فی حسن الصوت بالقرآن"(۱) کہ قرآن مجید میں خوش آوازی حضرت ابوموسی اشعری پر ختم تھی۔

تخریج حدیث: اخرجه صحیح بخاری کتاب فضائل القرآن (باب حسن الصوت بالقرآن) و صحیح مسلم کتاب فضائل القرآن. (باب استحباب تحسین الصوت بالقرآن) و الترمذی و ابن حبان ۷۱۹۷ و هکذا فی البیهقی ۲۳۰/۱۰ بالفاظ متقاربة.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ کے حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۸) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) تذکرۃ الحفاظ ۲۲/۱

اللہ جل شانہ نے آپ ﷺ کو سب سے زیادہ خوش الحانی عطاء فرمائی تھی

(۱۰۰۶) ﴿وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَاقَالَ: سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَرَأَفِی الْعِشَاءِ بِالتِّیْنِ وَالزَّیْتُوْنِ، فَمَا سَمِعْتُ أَحَدًا أَحْسَنَ صَوْتاً مِنْہُ.﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو نماز عشاء میں سورت "والتین و الزیتون" پڑھتے ہوئے سنا، پس میں نے آپ ﷺ سے زیادہ اچھی آواز والا کوئی نہیں سنا۔''

(بخاری ومسلم)

لغات: ❖ قرأ: قرء (ف ن) قرأ و قرأة و قرآناً و اقتراء. الکتاب: پڑھنا۔

تشریح: فَمَاسَمِعْتُ اَحَداً اَحْسَنَ صَوْتًامِنْہُ: پس میں نے آپ ﷺ سے زیادہ اچھی آواز والا کوئی نہیں سنا۔جس طرح آپ ﷺ کو اور خوبیوں میں کامل و مکمل کہا گیا ہے۔اسی طرح حسن صوت میں بھی آپ ﷺ کو کامل و مکمل کہا گیا ہے اس میں بھی آپ ﷺ کے برابر کوئی نہیں تھا۔(۱)

سوال: آپ ﷺ نے عشاء کی نماز میں سورت "وَالتِّیْنِ وَالزَّیْتُوْنِ" پڑھی حالانکہ عشاء میں لمبی قرات پڑھتے تھے۔

جواب: علماء نے جواب دیا ہے کہ حدیث بالا حالت سفر پر محمول ہے کہ سفر میں مختصر قرات کرنے کا حکم ہے۔(۲)

تخریج حدیث: أخرجه صحیح بخاری کتاب الاذان (باب القرأة فی العشاء) و صحیح مسلم کتاب الصلاة (باب القرأة فی العشاء) و مالک فی مؤطئه ۱۷۶ و احمد ۱۸۵۲۹/۶ و الترمذی و النسائی و ابن ماجه و مصنف ابن ابی شیبه ۳۵۹/۱ و هکذا فی البیهقی ۲۹۳/۲۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۸۰) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔
(۱) نزہۃ المتقین (۲) روضۃ المتقین ۳/۵۰

قرآن کو خوش آوازی سے نہ پڑھنے والا ہم میں سے نہیں

(۱۰۰۷) ﴿وَعَنْ اَبِیْ لُبَابَةَ بَشِیْرِبْنِ عَبْدِالْمُنْذِرِرَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنْ لَمْ یَتَغَنَّ بِالْقُرْآنِ فَلَیْسَ مِنَّا"﴾ رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ بِإِسْنَادٍ جَیِّدٍ.

وَمَعْنَی "یَتَغَنّٰی" یُحَسِّنُ صَوْتَهٗ بِالْقُرْآنِ.

ترجمہ: ''حضرت ابولبابہ بشیر بن عبدالمنذ ر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشادفرمایا جوقرآن کو اچھی آواز کے ساتھ نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں ابوداؤد نے اس کوعمدہ سند کے ساتھ نقل کیا ہے یتغنی: (غنا کے ساتھ پڑھے) اس کا معنی یہ ہے کہ خوش آوازی کے ساتھ قرآن پڑھے۔''

لغات: ❖ یتغنی: اس کا معنی یہ ہے کہ خوش آوازی کے ساتھ قرآن پڑھے۔

تشریح:

خوش آوازی سے کیا مراد ہے؟

یَتَغَنَّ بِالْقُرْآنِ: خوش آوازی کے ساتھ قرآن کو پڑھو۔ علامہ شیخ منصور ناصف علی مصری اس سلسلہ میں فرماتے ہیں:

"حَسِّنُوا الْقُرْآنَ بِتَحْسِیْنِ الصَّوْتِ فَإِنَّهٗ یَزِیْدُ فِیْ بَهَائِهٖ وَ جَلَالِهٖ وَ یَتَغَنَّ الْاَبْدَانُ وَالْاَرْوَاحُ وَ یَصِلُ بِمَوَاعِظِهٖ إِلٰی أَعْمَاقِ الْقُلُوْبِ فَتَحْسِیْنُ الصَّوْتِ بِالْقُرْآنِ مُسْتَحَبٌّ الخ" (۱)

''قران مجید خوش آوازی سے پڑھو کیونکہ خوش الحانی سے قرآن کی رونق وعظمت میں اضافہ ہوتا ہے، بدن اور روح کو تازگی نصیب ہوتی ہے، نیز اس سے مواعظ قرآنی دلوں کی گہرائیوں میں اترتی ہے، پس قرآن مجید کا خوش الحانی سے پڑھنا امر مستحب ہے۔''

مگر اس خوش الحانی میں حروف کی تبدیلی نہ ہو ورنہ ناجائز ہوجائے گا۔ جیسے کہ علامہ خادمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"اِنَّ التَّطْرِیْبَ بِهٖ أَوْقَعُ فِی النَّفْسِ وَأَدْعٰی لِلْاِسْتِمَاعِ وَهُوَ كَالْحَلَاوَةِ الَّتِیْ تُجْعَلُ فِی الدَّوَاءِ لٰكِنْ بِشَرْطِ اَنْ لَا یُغَیِّرَ اللَّفْظَ وَلَا یَخِلَّ بِالنَّظْمِ وَ لَا یُخْفِیَ حَرْفاً وَ اِلَّا حَرُمَ اِجْمَاعاً" (۲)

ترجمہ: خوش آوازی سے قرآن مجید پڑھنا نفس انسانی پر زیادہ اثر انداز اور کان لگا کر سننے کا باعث ہوتا ہے جیسے دوائیں شیرینی کی آمیزش سے، لیکن اس خوش آوازی کے ساتھ پڑھنے میں شرط یہ ہے کہ الفاظ میں کسی قسم کا تغیر رونما نہ ہو اور نہ ہی کوئی حرف پوشیدہ رکھا جائے ورنہ پھر یہ خوش آوازی بالاتفاق حرام ہوجائے گی۔

''ہم میں سے نہیں'' کا مطلب

فَلَیْسَ مِنَّا: ہم میں سے نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ خوش الحانی سے نہ پڑھنا یہ ہمارا طریقہ نہیں، ہمارا طریقہ تو یہ ہے کہ خوش الحانی سے قرآن مجید کو پڑھا جائے۔

تخریج حدیث: أخرجه سنن ابی داؤد کتاب الصلوٰۃ (باب استحباب الترتیل فی القرأۃ)

راوی حدیث حضرت ابولبابہ بشیر بن عبدالمنذر رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات:

نام: رفاعہ یا بشیر، ابولبابہ، کنیت۔ قبیلہ اوس سے تعلق رکھتے ہیں۔

اسلام: عقبہ ثانیہ میں مسلمان ہوئے۔ اکثر غزوات میں شرکت کی، غزوہ بدر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم رکاب تھے (طبقات ابن سعد) مدینہ سے دو دن کی مسافت پر ''ردما'' مقام ہے وہاں پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابولبابہ کو مدینہ کا امیر بنا کر واپس مدینہ روانہ کردیا تھا اور مال غنیمت میں ان کا پورا حصہ لگایا۔ غزوہ قینقاع اور غزوہ سویق کے موقعہ پر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مدینہ کا امیر بنایا۔ (طبقات ابن سعد)

۸ھ میں غزوہ فتح مکہ میں عمرو بن عوف کا جھنڈا ان کے پاس تھا۔ غزوہ تبوک میں بھی شریک ہوئے، بعض لوگوں نے کہا کہ غزوہ تبوک میں شریک نہیں ہوئے، لیکن یہ بات محققین کے نزدیک غلط ہے۔

وفات: ان کی تاریخ وفات میں سخت اختلاف ہے مگر اس پر سب کا اتفاق ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد اقدس میں ہی ان کا انتقال ہوا ہے۔

مرویات: ان سے ۱۵ احادیث مروی ہیں۔

(۱) التاج الجامع الاصول فی احادیث الرسول کی شرح غایۃ المأمول ۴/۱۱

(۲) بریقہ محمدیہ شرح طریقہ محمدیہ ۳/۳۱۵

آپ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے قرآن سنا

(۱۰۰۸) ﴿وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ لِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "اِقْرَأْ عَلَیَّ الْقُرْآنَ" فَقُلْتُ: یَارَسُوْلَ اللّٰهِ، أَقْرَأُ عَلَیْکَ وَعَلَیْکَ أُنْزِلَ؟ قَالَ: "إِنِّیْ أُحِبُّ أَنْ أَسْمَعَ مِنْ غَیْرِیْ" فَقَرَأْتُ عَلَیْهِ سُوْرَةَ النِّسَاءِ حَتّٰی جِئْتُ إِلٰی هٰذِهِ الْآیَةِ "فَکَیْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ کُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِیْدٍ وَجِئْنَابِکَ عَلٰی هٰؤُلَاءِ شَهِیْدًا" قَالَ: "حَسْبُکَ الْآنَ" فَالْتَفَتُّ إِلَیْهِ، فَإِذَا عَیْنَاهُ تَذْرِفَانِ.﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے قرآن سناؤ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں آپ کے سامنے قرآن پڑھوں، حالانکہ قرآن تو آپ پر نازل ہوا ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں اپنے علاوہ کسی اور سے سننا پسند کرتا ہوں۔ پس میں نے آپ ﷺ کے سامنے سورت نساء کی تلاوت کی یہاں تک کہ میں جب اس آیت پر پہنچا "فَکَیْفَ إِذَاجِئْنَامِنْ کُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِیْدِا الخ"[1] پس اس

وقت کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت میں سے ایک گواہ لائیں گے اور ان پر اے پیغمبر تم کو گواہ بنائیں گے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: بس کرو۔ جب میں نے آپ ﷺ کی طرف دیکھا تو آپ ﷺ کی دونوں آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔" (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ حسبک: الحسب (مصدر) کافی ہونا۔ کہا جاتا ہے "حسبک درھم" اور باء کی زیادتی سے "بحسبک درھمٌ" یعنی تمہارے لئے ایک درہم کافی ہے۔ حسبک الان: بس اب کافی ہے۔

تشریح: أَقْرَأُعَلَيْکَ وَعَلَيْکَ أُنْزِلَ؟ آپ ﷺ کے سامنے میں قرآن پڑھوں حالانکہ قرآن تو آپ پر نازل ہوا ہے؟ مطلب یہ ہے کہ قرآن کریم تو آپ ﷺ پر نازل ہوا ہے جس طرح اتارا گیا ہے اسی طرح اسے آپ ﷺ پڑھ سکتے ہیں دوسرے کسی آدمی کی کیا مجال کہ اس طرح پڑھ سکے۔

إِنِّیْ أُحِبُّ أَنْ أَسْمَعَهُ مِنْ غَيْرِیْ: میں پسند کرتا ہوں کہ اپنے علاوہ کسی دوسرے سے قرآن سنوں۔ دوسرے سے قرآن سننے میں فائدہ یہ ہوتا ہے کہ آدمی کو آیات قرآنی کے مفہوم و معانی میں غور وفکر اور تدبر کرنے کا موقعہ مل جاتا ہے جو خود پڑھنے کے وقت میں حاصل نہیں ہوتا۔

فَإِذَاعَيْنَاهُ تَذْرِفَانِ: آپ ﷺ کی آنکھیں آنسو بہا رہی تھیں۔ مطلب یہ ہے کہ اس آیت کے پڑھنے نے آپ ﷺ کو قیامت کا منظر یاد دلایا۔ آپ ﷺ اس دن کی ہولناکی اور اپنی امت کی کمزوری کا خیال کر کے رونے لگے۔ علماء فرماتے ہیں اس رونے میں بھی یہ دلیل ہے کہ آپ ﷺ کو اپنی امت سے بے حد محبت و شفقت تھی۔ "صلی اللہ علیہ الف الف صلوة کلماذکرہ الذاکرون و کلماغفل عن ذکرہ الغافلون"۔

تخریج حدیث: اخرجہ صحیح بخاری و صحیح مسلم.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث (۳۶) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) سورۃ نساء آیت: ۴۱

(۱۸۳) بَابُ فِی الْحَثِّ عَلٰی سُوَرٍ وَآيَاتٍ مَخْصُوْصَةٍ

مخصوص سورتیں اور مخصوص آیات کے پڑھنے کی ترغیب کا بیان

قرآن مجید کی عظیم ترین سورت

(۱۰۰۹) ﴿عَنْ اَبِیْ سَعِيْدٍ رَافِعِ بْنِ الْمُعَلّٰی رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

"أَلاأُعَلِّمُکَ أَعْظَمَ سُوْرَةٍ فِي الْقُرْآنِ قَبْلَ أَنْ تَخْرُجَ مِنَ الْمَسْجِدِ؟ فَأَخَذَ بِيَدِيْ، فَلَمَّا أَرَدْنَا أَنْ نَخْرُجَ قُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّکَ قُلْتَ: لَأُعَلِّمَکَ أَعْظَمَ سُوْرَةٍ فِي الْقُرْآنِ؟ قَالَ: "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ هِيَ السَّبْعُ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْآنُ الْعَظِيْمُ الَّذِيْ أُوْتِيْتُهُ"﴾ (رواه البخاری)

ترجمہ: ''حضرت ابوسعید رافع بن معلیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھ سے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا میں تم کو مسجد سے نکلنے سے پہلے قرآن کریم کی عظیم ترین سورت نہ سکھلادوں؟ پس آپ ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑلیا، جب ہم مسجد سے باہر نکلنے لگے۔ تو میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! آپ نے تو فرمایا تھا کہ میں تم کو قرآن کی عظیم ترین سورت سکھلاؤں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا (الحمدالله رب العالمين الخ) یہ سبع مثانی (یعنی بار بار پڑھی جانے والی سورت) اور قرآن عظیم ہے جو مجھے دیا گیا ہے۔'' (بخاری)

لغات: ❖ اعظم: بہت بڑا۔ عظم (ک) عظماوعظامة: بڑا ہونا۔ صفت عظیم ج عظماء وعظام وعظمٌ. اعظم الامر: بڑا ہونا۔ الشيء: بڑا کرنا۔

تشریح: أَلا أُعَلِّمُکَ أَعْظَمَ سُوْرَةٍ فِي الْقُرْآنِ: عظیم ترین سورت نہ سکھلاؤں؟

سوال: یہاں پر عظیم سورت، سورت فاتحہ کو کہا جارہا ہے اور ایک دوسری روایت میں عظیم سورت، سورت اخلاص کو بتایا گیا ہے۔

جواب: دونوں کو اس کے مضمون کے لحاظ سے اعظم کہا گیا۔ سورت فاتحہ اعظم ہے کیونکہ یہ اللہ جل شانہ کی تعریف، دعا اور عبادت پر مشتمل ہے اور سورت اخلاص اعظم ہے کہ اس میں اللہ جل شانہ کی صفات وحدانیت کا بیان ہے۔ (۱)

هِيَ السَّبْعُ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْآنُ الْعَظِيْمِ: یہ سبع مثانی اور قرآن عظیم ہے۔ سورت فاتحہ کو سبع مثانی بھی کہتے ہیں کیونکہ مثانی مثنی کی جمع ہے بمعنی دو، دو، اور اس سورت کا نزول بھی دو مرتبہ ہوا، ایک مرتبہ مکہ میں، دوسری مرتبہ مدینہ میں۔ یا اس لئے کہ ہر رکعت میں اس کا اعادہ کیا جاتا ہے۔ (۲)

اور سورت فاتحہ کو قرآن عظیم بھی کہا جاتا ہے کیونکہ قرآن مجید کے بنیادی مضامین مبداء ومعاد ہیں جو سورہ فاتحہ میں جمع ہیں گویا کہ یہ تَسْمِيَةُ الْكُلِّ بِاسْمِ الْجُزْءِ کے قبیل سے ہوا۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخاری كتاب فضائل القرآن (باب فاتحة الكتاب) واول كتاب التفسير و ابوداؤدوالنسائی وابن ماجه.

راوی حدیث حضرت ابوسعید رافع بن المعلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات:

نام: رافع، کنیت ابوسعید ہے، بعض لوگوں نے کہا ہے کہ ان کا نام حارث تھا، والد کا نام نفیع تھا، پورا نام اس طرح ہوگا: حارث بن نفیع بن المعلی بن لون بن لوان بن حارثہ بن زید بن ثعلبہ بن عدی بن مالک بن زید الخ۔

والدہ کا نام: آمنہ بنت قرط بن خنساء ہے، حجاز والوں میں شمار ہوتے ہیں، ان سے صرف دو حدیثیں مروی ہیں۔

(۱) مرقاۃ و ہکذا فی مظاہر حق ۲/۴۲۳ (۲) اوجز المسالک ۲/۸۸ باب ماجاء فی القرآن

سورت اخلاص تہائی قرآن ہے

(۱۰۱۰) ﴿وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِیْ: قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ: "وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ إِنَّهَا لَتَعْدِلُ ثُلُثَ الْقُرْآنِ" وفی روایة: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِاَصْحَابِهٖ: "أَیَعْجِزُ أَحَدُکُمْ أَنْ یَقْرَأَ بِثُلُثِ الْقُرْآنِ فِی لَیْلَةٍ" فَشَقَّ ذٰلِکَ عَلَیْهِمْ، وَقَالُوْا: أَیُّنَا یُطِیْقُ ذٰلِکَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ؟ فَقَالَ: "قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ، اَللّٰهُ الصَّمَدُ، ثُلُثُ الْقُرْآنِ"﴾

(رواہ البخاری)

ترجمہ: ''حضرت ابوسعید الخذری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ''قل ہو اللہ احد'' کے بارے میں فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، بے شک یہ (سورت اخلاص) تہائی قرآن کے برابر ہے۔ ایک روایت میں ہے: رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ سے فرمایا کیا تم میں سے کوئی آدمی اس بات سے عاجز ہے کہ رات کو ایک تہائی قرآن پڑھ لیا کرے؟ یہ بات صحابہ کو دشوار گزری انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم میں سے کون اس کی طاقت رکھتا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: قل هو الله احد الخ یہ تہائی قرآن کے برابر ہے۔'' (بخاری)

لغات: ❖ لتعدل: عدل (ض) عدلاً. فلاناً بفلان: برابری کرنا۔ العدل: امر متوسط، برابری۔

یعجز: عجز (ض) وعجز (س) عَجْزاً وعُجُوْزاً وعَجَزَانًا ومَعْجَزاً ومَعْجِزاً ومَعْجَزَةً ومَعْجِزَةً. عن کذا: قادر نہ ہونا، طاقت نہ رکھنا، عاجز ہونا۔

تشریح: سورت اخلاص کو تہائی قرآن کیوں کہا گیا؟

سورت اخلاص کو ثلث القرآن یعنی تہائی قرآن کہنے کی علماء نے مختلف توجیہات بیان فرمائی ہیں:

(الف) امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قرآن مجید کے تین مضامین اہم ہیں:

① اللہ کی معرفت ② آخرت کی معرفت ③ صراط مستقیم کی معرفت۔ سورت اخلاص میں اللہ کی معرفت کا بیان ہے اس لئے یہ ثلث القرآن ہے۔[۱]

(ب) ابوالعباس بن شریح نے فرمایا اس کو علامہ ابن تیمیہ نے بھی پسند فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ قرآن مجید کی آیات کی تین قسمیں

ہیں:

① کچھ میں وعد و وعید ہیں ② کچھ میں احکامات ہیں ③ کچھ میں اللہ کے اسماء وصفات کا تذکرہ ہے۔ سورت اخلاص میں اللہ کے اسماء وصفات کا تذکرہ ہونے کی وجہ سے اس کو ثلث القرآن کہا گیا ہے۔ (۲)

امام مازری فرماتے ہیں کہ قرآن مجید میں تین قسم کے مضامین ہیں:

① واقعات ② احکامات ③ اللہ کے اوصاف۔ سورت اخلاص میں اللہ کے اوصاف کا بیان ہے، اس لئے یہ ثلث القرآن ہے۔ (۳)

تخریج حدیث: أخرجه صحیح بخاری کتاب فضائل القرآن (باب فضل "قل هو الله احد")

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث (۲۰) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) مجموعہ فتاویٰ ابن تیمیہ ۱۱۴/۱۷ (۲) مجموعہ فتاویٰ ابن تیمیہ ۱۰۳/۱۷ (۳) مجموعہ فتاویٰ ابن تیمیہ ۱۲۲/۱۷

ایک صحابی بار بار سورت اخلاص پڑھتے رہے

(۱۰۱۱) ﴿وَعَنْهُ أَنَّ رَجُلاً سَمِعَ رَجُلًا يَقْرَأُ: "قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ" يُرَدِّدُهَا فَلَمَّا اَصْبَحَ جَاءَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهُ وَكَانَ الرَّجُلُ يَتَقَالُّهَا، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "وَالَّذِىْ نَفْسِىْ بِيَدِهٖ، إِنَّهَا لَتَعْدِلُ ثُلُثَ الْقُرْآنِ"﴾ (رواه البخاری)

ترجمہ: ''حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے کسی دوسرے شخص کو "قل ھواللہ احد" بار بار دھراتے ہوئے سنا، پس جب صبح ہوئی، تو وہ آپ ﷺ کے پاس آئے، آپ ﷺ سے اس شخص کا ذکر کیا وہ اس عمل کو معمولی سمجھ رہے تھے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، یقیناً یہ سورت تہائی قرآن کے برابر ہے۔'' (بخاری)

لغات: ❖ يَتَقَالُّهَا: تقال الشيء: کم گننا۔ لتعدل: عدل (ض) عدلاً. فلاناً بفلان: برابری کرنا۔ العدل: امر متوسط، برابری۔

تشریح: يَتَقَالُّهَا: جو اس کو معمولی سمجھتا تھا، اس نے آپ ﷺ کے سامنے اس بات کا ذکر کیا کہ فلاں آدمی بار بار سورت اخلاص کو ہی پڑھتا ہے۔ گویا کہ اس نے سورت اخلاص کے پڑھنے کے اجر وثواب کو کم سمجھا، تو اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس کا پڑھنا اتنا ثواب رکھتا ہے، جیسے کہ تہائی قرآن کا ثواب۔

تخریج حدیث: أخرجه صحیح بخاری کتاب فضائل القرآن و احمد ۱۱۰۵۳/۴۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث (۲۰) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

سورت اخلاص ثلث القرآن ہے

(۱۰۱۲) ﴿وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِیْ قُلْ هُوَاللّٰهُ أحَدٌ: "إِنَّهَا تَعْدِلُ ثُلُثَ الْقُرْآنِ" (رواه مسلم)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے "قل هو الله احد" کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ یہ تہائی قرآن کے برابر ہے۔'' (مسلم)

لغات: ❖ثلث: الثلث (والثلث) تہائی ج اثلاث، ثلث (ن) ثلثاً. الشیء: تہائی لینا۔ القوم: تہائی مال لینا، تیسرا ہونا۔

تشریح: حدیث بالا میں بھی سورت اخلاص کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تہائی قرآن کے برابر بتایا ہے۔

اس پر ایک سوال کیا جاتا ہے

کہ جب سورت اخلاص کا ثواب تہائی قرآن کے برابر ہے تو پھر تین بار سورت اخلاص پڑھ لیا جائے، پورے قرآن پڑھنے کی کیا ضرورت ہے؟

جواب: سورت اخلاص کو ثلث قرآن جو کہا گیا ہے وہ مضامین قرآن کے لحاظ سے ہے تو جو ایک مرتبہ سورت اخلاص پڑھے گا تو ثلث قرآن کا ثواب ملے گا اور پھر دوسری مرتبہ پڑھے گا تو تب بھی اس کو ثلث قرآن کا ہی ثواب ملے گا جتنی بار بھی پڑھے گا ایک ہی تہائی کا ثواب ملے گا کیونکہ قرآن کے تین مضامین ہیں: ① قصص ② احکام ③ اللہ کے اوصاف، اور سورۃ اخلاص میں ایک ہی مضمون کا یعنی اللہ کی صفات کا بیان ہے۔[1]

تخریج حدیث: أخرجه صحيح مسلم كتاب فضائل القرآن (باب فضل قراة "قل هوالله احد") و احمد ۹۵٤۰/۲، هكذا فى الترمذى.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) ہکذا فی مجموع فتاوی ابن تیمیہ ۱۷/۱۳۸

سورت اخلاص کی محبت آدمی کو جنت میں داخل کردے گی

(۱۰۱۳) ﴿وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَجُلاً قَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ إِنِّیْ أُحِبُّ هٰذِهِ السُّوْرَةَ، قُلْ هُوَ اللّٰهُ

أَحَدٌ، قَالَ: "إِنَّ حُبَّهَا أَدْخَلَکَ الْجَنَّةَ"﴾ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ. رواه البخاری فی صحیحه تعلیقاً.

ترجمہ: ''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے کہا اے اللہ کے رسول! میں اس سورت "قل هو الله احد" کو پسند کرتا ہوں، آپ نے ارشاد فرمایا: اس کی محبت تم کو جنت میں داخل کردے گی۔ ترمذی۔ اور امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے، امام بخاری نے اس حدیث کو اپنی صحیح میں تعلیقاً نقل کیا ہے۔''

لغات: ❖ حبها: حبه (ض) حباوحباً. الشیء رغبت کرنا۔ حب (س) حبب (ک) الیه: محبوب ہونا حببه. الی: محبوب بنانا۔

تشریح: حدیث بالا میں سورت اخلاص کی ایک اور فضیلت کا بیان ہے کہ جو اس سورت سے محبت کرے گا اللہ اس کو جنت میں داخل کرے گا، کیونکہ اس سورت میں اللہ کی بڑائی اور عظمت وغیرہ کا بیان ہے اور اللہ کو اپنی بڑائی بہت پسند ہے، اسی وجہ سے شرک کو شریعت نے حرام قرار دیا ہے۔

رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ فِيْ صَحِيْحِهِ تَعْلِيْقاً: بخاری نے اس حدیث کو اپنی صحیح میں تعلیقاً نقل کیا ہے۔

تَعْلِيْقاً: کہتے ہیں بغیر سند کے، صرف متن کو ذکر کیا جائے۔

تخریج حدیث: أخرجه صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ (باب الجمع بین السورتین) و سنن الترمذی ابواب ثواب القرآن (باب ما جاء فی سورۃ الاخلاص) و ابن حبان ۷۹۴ والدارمی.

نوٹ: راوی حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث (۱۵) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

معوذتین کی طرح دوسری کوئی سورت نازل نہیں ہوئی

(۱۰۱۴) ﴿وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "أَلَمْ تَرَ آيَاتٍ أُنْزِلَتْ هٰذِهِ اللَّيْلَةَ لَمْ يُرَ مِثْلُهُنَّ قَطُّ؟ قُلْ أَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ، وَقُلْ أَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ"﴾ (رواه مسلم)

ترجمہ: ''حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا تجھے نہیں معلوم کہ کچھ آیات آج کی رات مجھ پر ایسی نازل ہوئی ہیں جن کی مثال کبھی نہیں دیکھی گئی؟ وہ "قل اعوذ برب الفلق الخ" اور "قل اعوذ برب الناس الخ" ہیں۔''

لغات: ❖ لم یر: یری کی اصل یرأی ہے۔ اور اصل کا استعمال نادر ہی ہوتا ہے اور مضارع کا صیغہ ''گمان'' کے معنی میں

مجہول ہی سنا گیا ہے۔

تشریح: اَلَمْ تَرَ آيَاتٍ اُنْزِلَتْ هٰذِهِ اللَّيْلَةَ: کیا تجھے نہیں معلوم کہ کچھ آیات اس رات میں ایسی نازل کی گئی ہیں؟

اَلَمْ تَرَ: یہ کلمہ تعجب کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ کیا تو نے نہیں دیکھا، یا تم کو معلوم نہیں ہوا؟

مِثْلُهُنَّ قَطُّ: اس کے مثل۔ مطلب یہ ہے، کہ ان دوسورتوں کی طرح کوئی اور سورت نہیں جس میں پوری سورت میں صرف پناہ طلب کرنے کا ہی ذکر ہو۔ اسی وجہ سے ان دونوں سورتوں کو معوذتین بھی کہا جاتا ہے یعنی پناہ دینے والیاں کہ ان سورتوں کے ذریعہ سے بھی پناہ طلب کی جاتی ہے۔

تخریج حدیث: رواه صحيح مسلم كتاب فضائل القرآن، (باب فضل قرأة المعوذتين) واحمد ۱۷۳۰۵/٦ و ابوداؤد والترمذی والنسائی والدارمی.

راوی حدیث حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات:

نام: عقبہ، ابوعمرو کنیت، والد کا نام عامر تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ تشریف لانے کے بعد مشرف باسلام ہوئے۔ علامہ ذہبی لکھتے ہیں کہ عقبہ فقیہ، کتاب اللہ کے قاری، فرائض کے ماہر، فصیح اللسان، شاعر اور بلند مرتبہ شخص تھے۔ (تذکرہ الحفاظ ۳۶/۱)

قرآن کے ساتھ خاص شغف تھا۔ ایک قرآن اپنے ہاتھ سے بھی لکھا تھا (تہذیب التہذیب ۲۴۳/۷)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت خوب کی، سفر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کھینچنے کی خدمت ان ہی کے متعلق ہوتی تھی، جیسے کہ روایت میں آتا ہے: كَانَ صَاحِبَ بَغْلَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم اَلشَّهْبَاء.

وفات: انتقال کے بارے میں مختلف اقوال ہیں، زیادہ صحیح قول ۵۸ ھ کا ہے۔

مرویات: ان کی مرویات کی تعداد ۵۵ ہے، یہ ان میں سے ایک متفق علیہ ہے۔ اور ایک میں بخاری اور ۷ میں مسلم منفرد ہیں (تہذیب الکمال: ۲۶۹) اکابر صحابہ ان سے روایات نقل کرتے ہیں یہاں تک کہ حضرت ابوایوب انصاری ان کے پاس مصر صرف ایک حدیث سننے کیلئے آئے اور سن کر فوراً واپس ہوگئے۔

مزید حالات کے لئے ملاحظہ فرمائیں:

(۱) اسد الغابۃ ۴۲۳/۳ (۲) طبقات بن سعد (۳) اصابۃ ۴۸۹/۲ (۴) تذکرۃ الحفاظ ۳۶/۱ (۵) تہذیب التہذیب ۲۴۳/۷ (۶) تہذیب الکمال: ۲۶۹۔

معوذتین کے ذریعہ سے آپ ﷺ پناہ مانگتے تھے

(۱۰۱۵) ﴿وَعَنْ اَبِىْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَعَوَّذُ مِنَ الْجَانِّ، وَعَيْنِ الْاِنْسَانِ، حَتّٰى نُزِلَتِ الْمُعَوَّذَتَانِ، فَلَمَّا نَزَلَتَا، أَخَذَ بِهِمَا وَتَرَكَ مَاسِوَاهُمَا.﴾ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ.

ترجمہ: ''حضرت ابوسعید الخذری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ جنوں اور انسانوں کی نظر بد سے پناہ مانگا

کرتے تھے یہاں تک کہ معوذتین نازل ہوئیں۔ جب یہ نازل ہوئیں تو آپ ﷺ نے ان دونوں کے ذریعے سے پناہ مانگنے کو اختیار فرمالیا اور اس کے علاوہ دوسری چیزوں کو چھوڑ دیا۔" (ترمذی اور صاحب ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن درجے کی ہے)

لغات: ❖ أخذبهما: اخذ (ن) اخذاًو تأخاذاً: لینا، ہ وبہ: پکڑنا۔

تشریح: مطلب حدیث بالا کا یہ ہے کہ معوذتین کے نازل ہونے سے پہلے آپ جنات اور نظر بد سے پناہ مانگا کرتے تھے، جس کے الفاظ یہ ہوتے تھے۔

اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْجَآنِ وَعَیْنِ الْاِنْسَانِ: میں تیرے ذریعے سے پناہ مانگتا ہوں جنوں سے اور انسانوں کی نظر سے۔ کیونکہ نظر کا لگنا بھی حق ہے اور جنات کی شرارت بھی حق ہے۔ مگر جب "قل اعوذبرب الفلق اور قل اعوذبرب الناس" نازل ہوئی تو پھر آپ ﷺ نے ان الفاظ کے بجائے ان دونوں سورتوں کے ذریعے سے پناہ طلب کرنا شروع کردیا کیونکہ ان سورتوں کا مقصد بھی یہی ہے کہ ان سورتوں کی برکت سے اللہ جل شانہ شیطانی اثرات سے اور لوگوں کے حسد و بغض سے حفاظت فرمادیتے ہیں۔

تخریج حدیث: أخرجه سنن الترمذی ابواب الطب (باب جاء مافی الرقیة بالمعودتین.) والنسائی وابن ماجه. قال الترمذی و فی الباب عن انس و هکذا حدیث حسن غریب.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث (۲۰) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

سورت تبارک الذی قیامت کے دن آدمی کی سفارش کریگی

(۱۰۱۶) ﴿وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مِنَ الْقُرْآنِ سُوْرَةٌ، ثَلَاثُوْنَ آیَةً شَفَعَتْ لِرَجُلٍ حَتّٰی غُفِرَلَهٗ، وَهِیَ: تَبَارَکَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْکُ"﴾ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَوَالتِّرْمِذِیُّ وَقَالَ: حَدِیْثٌ حَسَنٌ. وَفِیْ رِوَایَةِ أَبِیْ دَاوُدَ: "تَشْفَعُ".

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قرآن مجید میں ایک تیس آیتوں والی سورت ایسی ہے جس نے ایک آدمی کی اللہ کے ہاں سفارش کی۔ یہاں تک کہ اس کی بخشش کردی گئی۔ وہ سورت تبارک الذی ہے۔" ابوداؤد، ترمذی، امام ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے، اور امام ابوداؤد کی ایک روایت میں ماضی کے صیغہ کے بجائے "تشفع" صیغہ مضارع کے ساتھ ہے (یعنی سفارش کرے گی)

لغات: ❖ شفعت: لرجل: شفع (ف) شفاعة. لفلان أو فیه الی زید: سفارش کرنا۔

تشریح: ثَلَاثُوْنَ آیَةً شَفَعَتْ لِرَجُلٍ تیس آیات والی سورت ہے جس نے سفارش کی۔ سورہ ملک یعنی تبارک الذی کے فضائل متعدد روایات میں وارد ہوئے ہیں، مثلاً ایک روایت میں آتا ہے آپ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ میرا دل چاہتا ہے کہ یہ سورت ہر مومن کے دل میں ہو، ایک اور روایت میں آتا ہے کہ یہ سورت اللہ کے عذاب سے روکنے والی ہے اور نجات دینے والی ہے۔ حدیث بالا کا مطلب یہ ہے کہ یہ سورت قیامت کے دن اپنے پڑھنے والے کے لئے اللہ جل شانہ کی بارگاہ میں مغفرت کی سفارش کرے گی۔

شَفَعَتْ: سفارش کی۔ ماضی کا صیغہ ہے مگر ترجمہ مضارع والا ہے، ماضی کا وقوع یقینی اور محقق ہوتا ہے اسی طرح اس کی سفارش بھی یقینی ہے۔ بعض روایات میں مضارع کا صیغہ آتا ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه سنن ابی داؤد کتاب الصلاة (باب فی عدد الآی) وسنن الترمذی ابواب ثواب القرآن (باب ماجاء فی فضل سورة الملک)، واحمد ۳/۷۹۸۰ وابن ماجه وابن حبان ۷۸۷۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

سورت بقرہ کی آخری دو آیتیں رات بھر کے لئے کافی ہیں

(۱۰۱۷) ﴿وَعَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدِ نِ الْبَدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنْ قَرَأَ بِالْآیَتَیْنِ مِنْ آخِرِ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ فِیْ لَیْلَةٍ کَفَتَاهُ"﴾ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

قِیْلَ: کَفَتَاهُ الْمَکْرُوْهَ تِلْکَ اللَّیْلَةَ، وَقِیْلَ: کَفَتَاهُ مِنْ قِیَامِ اللَّیْلِ﴾

ترجمہ: ''حضرت ابومسعود بدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے رات کو سورت بقرہ کی آخری دو آیتیں پڑھیں وہ اس کو کافی ہوجائیں گی۔'' (بخاری ومسلم)

بعض نے کہا کافی ہوجائیں گی کا مطلب یہ ہے کہ اس رات کو ناپسندیدہ چیزوں سے اسے کافی ہوجائیں گی۔ بعض نے کہا کہ قیام اللیل سے کافی ہوجائیں گی۔''

لغات: ❖ کفتاہ: کفی یکفی کفایة: کافی ہونا۔ کفی. فلاناً: اور سے مستغنی کردینا۔

تشریح: **رات بھر کے لئے کافی ہوجانے کا مطلب**

کَفَتَاهُ: جو رات کو سونے سے پہلے سورت بقرہ کی آخر کی دو آیتیں پڑھے تو وہ اس کو کافی ہوجاتی ہیں، آخری دو آیات: "آمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَا اُنْزِلَ اِلَیْهِ" سے آخر سورت تک مراد ہے۔

کافی ہوجانے کے علامہ نووی نے دومطلب بیان فرمائے ہیں:
سرکش شیاطین کی شرارتوں سے آدمی بچ جاتا ہے۔
رات کی عبادت، خاص کر کے تہجد کی نماز کے یہ قائم مقام بن جاتی ہیں۔ (۱)
بعض نے ان دو کا بھی اضافہ کیا ہے:
تجدید ایمان کے لئے کافی ہیں۔
یہ آیات بہت سی دعاؤں کے بدلے میں کافی ہیں، کیونکہ یہ آیات دنیا اور آخرت کی بھلائیوں پر مشتمل ہیں۔ (۲)

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخاری كتاب المغازی و كتاب فضائل القرآن (باب من لم يربأسأن يقول سورة الفاتحة وسورة كذا وكذا) وصحيح مسلم كتاب فضائل القرآن (باب فضل سورة الفاتحة و خواتم سورة البقرة). واحمد ١٧٠٩٤/٦۔ وابوداؤدوابن ماجه و الدارمي و ابن حبان ٧٨١۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابومسعود البدری رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۱۱۰) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔
(۱) وہکذا فی روضۃ المتقین ۵۹/۳ (۲) نزہۃ المتقین

سورت بقرہ جس گھر میں پڑھی جاتی ہے وہاں سے شیطان بھاگ جاتا ہے

(١٠١٨) ﴿وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَاتَجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ مَقَابِرَ إِنَّ الشَّيْطَانَ يَنْفِرُ مِنَ الْبَيْتِ الَّذِیْ تُقْرَأُفِيْهِ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ"﴾ (رواه مسلم)

ترجمہ: ”حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اپنے گھروں کو قبرستان مت بناؤ، بے شک شیطان اس گھر سے بھاگ جاتا ہے جس میں سورت بقرہ پڑھی جاتی ہے۔“

لغات: ❖ ینفر: نفر (ض) نفراً. من کذا: نفرت کرنا، ناپسند کرنا۔ نَفراًونُفُوراًونِفاراً ونَفَراناً. الظبی وغیرہ: بھاگنا اور دور ہونا۔

تشریح: گھروں کو قبرستان نہ بناؤ

لَا تَجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ مَقَابِرَ: اپنے گھروں کو قبرستان مت بناؤ۔ ایک دوسری روایت میں آتا ہے:
"لَا تَتَّخِذُوْابُيُوْتَكُمْ مَقَابِرَ، صَلُّوْافِيْهَا، فَاِنَّ الشَّيْطَانَ لَيَفِرُّمِنَ الْبَيْتِ يَسْمَعُ سُوْرَةَ الْبَقَرَةِ تُقْرَأُ فِيْهِ" (۱)
ترجمہ: اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ، اس میں نماز پڑھو، بے شک شیطان بھاگ جاتا ہے جس گھر میں وہ سورت بقرہ کو سنتا ہے۔

لاَ تَجۡعَلُوۡا بُیُوۡتَکُمۡ مَقَابِرَ: اپنے گھروں کو قبرستان مت بناؤ۔ اس کا ایک مطلب یہ ہے کہ حقیقتاً اپنے مردوں کو گھروں میں مت دفناؤ بلکہ ان کو قبرستان میں دفناؤ۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ جس طرح قبرستان میں مردے کوئی عمل نہیں کرتے اسی طرح اگر تم بھی گھروں میں نفل نماز، تلاوت وغیرہ کا اہتمام نہیں کرو گے تو تمہارے گھر بھی قبرستان اور تم مردوں کی طرح ہو جاؤ گے۔

یَنۡفِرُ مِنَ الۡبَیۡتِ: شیطان بھاگ جاتا ہے، شیطان کو بھگانے کے لئے نہایت ہی آسان اور مجرب عمل بتایا جارہا ہے کہ اگر گھر میں سورت بقرہ پڑھنے کا اہتمام ہوگا تو شیاطین داخل نہیں ہونگے، اگر پہلے سے داخل تھے تو اس پڑھنے کی وجہ سے وہ بھاگ جائیں گے۔

تخریج حدیث: أخرجه صحیح مسلم کتاب صلوة المسافرین (باب استحباب صلاة النافلة فی بیته)، و احمد ۳/۷۸۲۶ و الترمذی وهکذا فی ابن حبان ۷۸۳

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) ابن حبان ۷۸۳

قرآن کی سب سے بڑی آیت

(۱۰۱۹) ﴿وَعَنۡ أُبَیِّ بۡنِ کَعۡبٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنۡهُ قَالَ: قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ: "یَا أَبَا الۡمُنۡذِرِ أَتَدۡرِیۡ أَیُّ آیَةٍ مِّنۡ کِتَابِ اللّٰهِ مَعَکَ أَعۡظَمُ؟ قُلۡتُ: اَللّٰهُ لاَ اِلٰهَ اِلاَّ هُوَ الۡحَیُّ الۡقَیُّوۡمُ، فَضَرَبَ فِیۡ صَدۡرِیۡ وَقَالَ: "لِیَهۡنِکَ الۡعِلۡمُ أَبَا الۡمُنۡذِرِ"﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ: "حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے ابوالمنذر! کیا تم جانتے ہو کہ کتاب اللہ کی کون سی سب سے بڑی آیت ہے؟ میں نے عرض کیا "اللّٰه لا اله الا هو الحی القیوم" پس آپ ﷺ نے میرے سینہ پر ہاتھ مارا اور فرمایا: اے ابومنذر! تجھ کو تیرا علم مبارک ہو۔

لغات: ❖ لیهنک: العلم فلاناً: علم تمہیں مبارک ہو۔ هنأ. یهنِیءُ ویهنأو یهنُؤُهِنأوهَنأً وهَنَاءً. الطعام الرجل وللرجل: خوشگوار ہونا۔ اور عرب دعا کے موقع پر کہا کرتے ہیں "لیهنئک الولد" لڑکا تمہیں مبارک ہو۔

تشریح: مسلم شریف کی ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے جب ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ کتاب اللہ کی کون سی آیت سب سے عظیم ہے؟ تو پہلے انہوں نے کہا "اللّٰه ورسوله اعلم" مگر جب آپ ﷺ نے پھر دوبارہ سوال کیا تو پھر حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ وہ آیت الکرسی ہے۔

محدثین فرماتے ہیں کہ پہلی مرتبہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے از راہ ادب جواب نہیں دیا مگر جب دوسری مرتبہ

آپ ﷺ نے سوال کیا تو پھر انہوں نے آپ ﷺ کے سوال کے پیش نظر جواب دیا، اس طرح انہوں نے بڑے لطیف انداز میں ادب اور فرمانبرداری دونوں کو جمع کر دیا۔

اَعْظَمُ: آیت الکرسی کو عظیم آیت اس لئے کہا گیا کہ اس میں توحید، تعظیم الٰہی، اسماء حسنیٰ اور صفات باری تعالیٰ جیسے اہم و عالی مضامین کو جمع کیا گیا ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح مسلم كتاب فضائل القرآن (باب فضل سورة الكهف و آية الكرسى)

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابی بن مالک رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۱۳۷) میں گزر چکے ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس شیطان تین رات آتا رہا

(۱۰۲۰) ﴿وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: وَكَّلَنِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحِفْظِ زَكَاةِ رَمَضَانَ فَأَتَانِي آتٍ، فَجَعَلَ يَحْثُو مِنَ الطَّعَامِ، فَأَخَذْتُهُ فَقُلْتُ: لَأَرْفَعَنَّكَ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِنِّي مُحْتَاجٌ، وَعَلَيَّ عِيَالٌ، وَبِي حَاجَةٌ شَدِيدَةٌ، فَخَلَّيْتُ عَنْهُ، فَأَصْبَحْتُ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "يَا أَبَاهُرَيْرَةَ، مَا فَعَلَ أَسِيرُكَ الْبَارِحَةَ؟" قُلْتُ: يَارَسُولَ اللّٰهِ! شَكَا حَاجَةً وَعِيَالًا، فَرَحِمْتُهُ، فَخَلَّيْتُ سَبِيلَهُ، فَقَالَ: "أَمَا إِنَّهُ قَدْ كَذَبَكَ وَسَيَعُودُ" فَعَرَفْتُ أَنَّهُ سَيَعُودُ لِقَوْلِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَصَدْتُهُ، فَجَاءَ يَحْثُو مِنَ الطَّعَامِ، فَقُلْتُ: لَأَرْفَعَنَّكَ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: دَعْنِي فَإِنِّي مُحْتَاجٌ، وَعَلَيَّ عِيَالٌ لَا أَعُودُ، فَرَحِمْتُهُ فَخَلَّيْتُ سَبِيلَهُ، فَأَصْبَحْتُ فَقَالَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "يَاأَبَا هُرَيْرَةَ، مَافَعَلَ أَسِيرُكَ الْبَارِحَةَ؟" قُلْتُ يَارَسُولَ اللّٰهِ شَكَا حَاجَةً وَ عِيَالًا فَرَحِمْتُهُ، فَخَلَّيْتُ سَبِيلَهُ، فَقَالَ: "إِنَّهُ قَدْ كَذَبَكَ وَسَيَعُودُ" فَرَصَدْتُهُ الثَّالِثَةَ، فَجَاءَ يَحْثُو مِنَ الطَّعَامِ، فَأَخَذْتُهُ، فَقُلْتُ: لَا رفعنك إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهٰذَا آخِرُ ثَلَاثِ مَرَّاتٍ أَنَّكَ تَزْعُمُ لَا تَعُودُ، ثُمَّ تَعُودُ، فَقَالَ: دَعْنِي فَإِنِّي أُعَلِّمُكَ كَلِمَاتٍ يَنْفَعُكَ اللّٰهُ بِهَا، قُلْتُ: مَاهُنَّ؟ قَالَ: إِذَا أَوَيْتَ إِلَى فِرَاشِكَ فَاقْرَأْ آيَةَ الْكُرْسِيِّ، فَإِنَّهُ لَنْ يَزَالَ عَلَيْكَ مِنَ اللّٰهِ حَافِظٌ، وَلَا يَقْرَبُكَ شَيْطَانٌ حَتَّى تُصْبِحَ، فَخَلَّيْتُ سَبِيلَهُ فَأَصْبَحْتُ، فَقَالَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَافَعَلَ أَسِيرُكَ الْبَارِحَةَ؟" قُلْتُ: يَارَسُولَ اللّٰهِ زَعَمَ أَنَّهُ يُعَلِّمُنِي كَلِمَاتٍ يَنْفَعُنِي اللّٰهُ بِهَا، فَخَلَّيْتُ سَبِيلَهُ. قَالَ: "مَاهِيَ؟" قُلْتُ: قَالَ لِي: إِذَا أَوَيْتَ إِلَى فِرَاشِكَ فَاقْرَأْ آيَةَ

الْكُرْسِيَّ مَنْ أَوَّلِهَا حَتّٰى تَخْتِمَ الْآيَةَ: "اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّاهُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ" وَقَالَ لِي: لَايَزَالُ عَلَيْكَ مِنَ اللّٰهِ حَافِظٌ، وَلَنْ يَقْرَبَكَ شَيْطَانٌ حَتّٰى تُصْبِحَ. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَمَا إِنَّهُ قَدْ صَدَقَكَ وَهُوَ كَذُوْبٌ، تَعْلَمُ مَنْ تُخَاطِبُ مُنْذُ ثَلَاثٍ يَا أَبَاهُرَيْرَةَ؟ قُلْتُ: لَا، قَالَ: "ذَاكَ شَيْطَانٌ"﴾

(رواہ البخاری)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے زکوٰۃ رمضان (یعنی صدقہ فطر) کی حفاظت میرے ذمہ کی، پس ایک آنے والا میرے پاس آیا اور کھانے کے غلہ کو لپ بھرنے لگا، میں نے اس کو پکڑ لیا اور میں نے کہا کہ تجھے آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کرونگا۔ اس نے کہا کہ میں ضرورت مند ہوں اور عیال دار ہوں مجھے سخت ضرورت ہے، میں نے اس کو چھوڑ دیا، پس میں نے صبح کی اور آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابوہریرہ! گذشتہ رات کو تیرے قیدی نے کیا کیا؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس نے ضرورت مندی اور عیال دار ہونے کی شکایت کی تو مجھے اس پر رحم آگیا اور میں نے اس کو چھوڑ دیا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس نے تجھ سے جھوٹ بولا اور وہ دوبارہ آئے گا۔ تو مجھے آپ ﷺ کے فرمان کی وجہ سے یقین ہوگیا کہ وہ دوبارہ آئے گا، چنانچہ میں انتظار میں رہا پس وہ آیا اور غلے میں سے لپ بھرنے لگا۔ تو میں نے کہا میں تجھے آپ ﷺ کے پاس ضرور لے کر جاؤنگا۔ اس نے کہا مجھے چھوڑ دو میں ضرورت مند ہوں اور عیال دار ہوں اور میں آئندہ نہیں آؤں گا۔ مجھے اس پر رحم آگیا اور میں نے اسے چھوڑ دیا۔ پس میں جب صبح آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو مجھ سے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے ابوہریرہ! تیرے گذشتہ رات کے قیدی نے کیا کیا؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس نے حاجت مندی اور عیال دار ہونے کی شکایت کی تو مجھے اس پر رحم آگیا اور میں نے اسے چھوڑ دیا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس نے تجھ سے جھوٹ بولا ہے اور وہ پھر آئے گا۔ پس میں تیسری مرتبہ اس کے انتظار میں رہا، چنانچہ وہ آیا اور غلے میں سے لپ بھرنے لگا، میں نے پکڑ لیا اور کہا اب تو میں تجھے ضرور آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کرونگا، تیرا یہ آنا تیسری بار ہوا ہے تو ہر بار یہی کہتا ہے کہ میں نہیں آؤں گا اور پھر آجاتا ہے۔ اس نے کہا کہ مجھے چھوڑ دو میں تجھے چند کلمات سکھا دیتا ہوں ان کے ذریعے سے اللہ تجھے فائدہ پہنچائے گا۔ میں نے کہا وہ کلمات کیا ہیں؟ اس نے کہا جب تم اپنے بستر کی طرف جاؤ تو آیت الکرسی پڑھ لیا کرو، اس وجہ سے صبح تک تجھ پر اللہ جل شانہ کی طرف سے ایک حفاظت کرنے والا مقرر ہوجائے گا، اور شیطان تیرے قریب نہیں آئے گا، اس پر میں نے اس کو پھر چھوڑ دیا۔ پس جب میں نے پھر صبح کی تو مجھ سے

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تیرے رات کے قیدی نے کیا کیا؟ میں نے کہا یا رسول اللہ اس نے کہا کہ وہ مجھے ایسے کلمات سکھائے گا جن کے ذریعے سے اللہ جل شانہ مجھے فائدہ پہنچائے گا، تو میں نے اس کو چھوڑ دیا۔ آپ ﷺ نے پوچھا کہ وہ کلمات کون سے ہیں؟ میں نے عرض کیا اسنے مجھ سے کہا کہ جب تم سونے کے لئے اپنے بستر کے پاس ٹھکانا پکڑو تو آیت الکرسی پڑھ لیا کرو، اول سے آخر آیت تک۔ اس نے یہ بھی کہا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تجھ پر ایک حفاظت کرنے والا مقرر ہو جائے گا اور صبح تک شیطان ہرگز تیرے پاس نہیں آسکے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس نے سچ کہا حالانکہ وہ خود بڑا جھوٹا ہے۔ اے ابو ہریرہ! تم جانتے ہو کہ تین راتوں سے تم کس سے مخاطب ہو رہے تھے؟ میں نے عرض کیا نہیں، تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وہ شیطان تھا۔" (بخاری)

لغات: ❖ یحثو: حثا (ن) حثواً: ڈالنا، لینا۔ حثا (ن) حثواً وحثی (ض) حثیاً وتحثاءً. التراب: گرانا، ڈالنا۔ التراب: گرنا۔ له. تھوڑا سا دینا فرصدته: رصده (ن) رصداًور صداً: انتظار کرنا، گھات میں بیٹھنا۔ أویت: اوی (ض) أُوِیّاً و إِوَاءً. البیت والی البیت: ٹھکانا لینا۔ پناہ دینا، اترنا، آنا۔

تشریح: حدیث بالا میں آیت الکرسی کی فضیلت کا بیان ہے نیز یہ بھی ترغیب ہے کہ رات کو سوتے وقت پڑھنا بھی چاہئے۔ آیت الکرسی کی اور بھی کئی احادیث میں فضائل وارد ہوئے ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ اس آیت میں اللہ جل شانہ کی دس صفات کو ایک ساتھ بیان کیا گیا ہے جو کسی دوسری آیت میں نہیں پائی جاتی اور اس آیت میں اللہ جل شانہ کی صفات جلیلہ اور قدرت عظیمہ کا بہت ہی اچھے اسلوب کے ساتھ بیان ہے [1] اسی وجہ سے علماء فرماتے ہیں کہ آیت الکرسی کو سونے سے پہلے پڑھنا مستحب ہے۔ [2]

تخریج حدیث: أخرجه صحیح بخاری کتاب الوکالة (باب اذا وکل رجلا فترک الوکیل شیئا فأجاز الموکل)

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔
(۱) روضۃ المتقین ۳/۶۱ (۲) نزہۃ المتقین

سورت کہف کی دس آیات یاد کرنے سے آدمی دجال کے فتنے سے محفوظ رہے گا

(۱۰۲۱) ﴿وَعَنْ أَبِی الدَّرْدَاءِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ حَفِظَ

عَشْرَ آيَاتٍ مِنْ أَوَّلِ سُوْرَةِ الْكَهْفِ، عُصِمَ مِنَ الدَّجَّالِ". وفي رواية: "مِنْ آخِرِ سُوْرَةِ الْكَهْفِ"﴾

(رواهما مسلم)

ترجمہ: ''حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک آپ ﷺ نے فرمایا: جوشخص سورت الکہف کی پہلی دس آیتیں یاد کرے گا، دجال (کے فتنے سے) محفوظ رہے گا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ سورت کہف کی آخری دس آیتیں یاد کرے گا۔''

لغات: ❖ عصم: عصم (ض) عصماً. الله فلانامن المكروه: محفوظ رکھنا، بچانا۔ الرجل: کمائی کرنا۔ الشيء: روک لینا۔ الى فلان: پناہ لینا۔

تشریح: عُصِمَ مِنَ الدَّجَّالِ: وہ دجال کے فتنے سے محفوظ رہے گا۔ دجال کا ظہور قیامت کے قریب ہوگا، اللہ تعالیٰ اس کو بعض خارق عادات ایسی مرحمت فرمائیں گے جن کو دیکھ کر کمزور اور ضعیف ایمان والے مرتد ہو جائیں گے اور یہ دجال کا فتنہ بہت ہی سخت ہوگا، اسی وجہ سے ہر نبی نے دجال سے اپنی اپنی امت کو ڈرایا ہے اور ہمارے نبی کریم ﷺ نے اس دجال کے بارے میں بہت ہی تفصیل سے وضاحت فرمائی ہے اور فرمایا ہے کہ جوشخص بھی سورت الکہف کی دس آیات کو پڑھنے کا اہتمام رکھے گا تو اللہ جل شانہ اس کی برکت سے اس کو دجال کے شر سے محفوظ رکھے گا۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح مسلم كتاب فضائل القرآن باب فضل سورة الكهف. ابوداؤد و الترمذی بلفظ قريب.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابودرداء عویمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۲۷۴) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

سورت فاتحہ اور سورت بقرۃ کی آخری آیات پہلے کسی نبی پر بھی نہیں اتری تھیں

(۱۰۲۲) ﴿وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَاقَالَ: بَيْنَمَاجِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَاعِدٌ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعَ نَقِيْضاً مِنْ فَوْقِهِ، فَرَفَعَ رَأْسَهُ فَقَالَ: هٰذَا بَابٌ مِّنَ السَّمَاءِ فُتِحَ الْيَوْمَ، وَلَمْ يُفْتَحْ قَطُّ اِلَّا الْيَوْمَ، فَنَزَلَ مِنْهُ مَلَكٌ فَقَالَ: هٰذَا مَلَكٌ نَزَلَ اِلَى الْاَرْضِ لَمْ يَنْزِلْ قَطُّ اِلَّا الْيَوْمَ، فَسَلَّمَ وَقَالَ: أَبْشِرْ بِنُوْرَيْنِ أُوْتِيْتَهُمَا، لَمْ يُؤْتَهُمَا نَبِيٌّ قَبْلَكَ: فَاتِحَةِ الْكِتَابِ، وَخَوَاتِيْمِ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ، لَنْ تَقْرَأَبِحَرْفٍ مِّنْهَا اِلَّا أُعْطِيْتَهُ"﴾ (رواہ مسلم)

"اَلنَّقِيْضُ" اَلصَّوْتُ.

ترجمہ: "حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک بار حضرت جبریل علیہ السلام نبی کریم ﷺ کے پاس تشریف فرماتھے کہ انہوں نے اپنے اوپر سے ایک آواز سنی، تو حضرت جبریل نے اپنے سر کو اٹھایا اور فرمایا یہ آسمان کا ایک دروازہ ہے جو کھولا گیا ہے، آج سے پہلے یہ دروازہ کبھی نہیں کھولا گیا تھا اور اس سے ایک فرشتہ اترا ہے جو اس سے پہلے کبھی نہیں اترا ہے، پس اس فرشتے نے آپ ﷺ کو سلام عرض کیا اور کہا آپ ﷺ کو دو نوروں کی بشارت ہو جو آپ ﷺ کو عطا کئے گئے، آپ سے پہلے یہ کسی نبی کو بھی نہیں دیئے گئے، ایک سورت فاتحہ اور دوسرا سورت بقرۃ کی آخری آیات۔ آپ ﷺ ان میں سے کوئی حرف بھی تلاوت کریں گے تو وہ چیز آپ کو عطاء کردی جائے گی۔" "النقیض" بمعنی آواز۔

لغات: ❖ نقیضاً: چرچراہٹ، آواز، تڑتڑ۔ نقض (ن ض) نقضاً. المفصل والادیم ونحوهما: جوڑ یا چمڑے کا تڑتڑ کرنا۔

تشریح: فَنَزَلَ مِنْهُ مَلَکٌ: اس سے ایک فرشتہ اترا۔ اگرچہ راوی حدیث کے الفاظ ہیں، لیکن یہ انہوں نے آپ ﷺ سے سنا ہوگا اس لئے بیان کیا۔

اَبْشِرْ بِنُوْرَيْنِ: دونوروں کی خوش خبری ہو، سورت فاتحہ اور سورت بقرہ کے آخری دو آیتیں۔ سورت بقرۃ کو نور اس لئے کہا گیا ہے کہ اس کو دنیا میں پڑھنے کی برکت سے قیامت کے دن نیکی ملے گی جو اس کے پڑھنے والے کے آگے آگے چلے گی اور اس روشنی میں وہ جنت کا راستہ طے کرے گا۔

خَوَاتِيْمِ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ: اس سے "لِلّٰهِ مَافِي السَّمٰوٰتِ وَمَافِي الْاَرْضِ" سے سورت کے آخر تک مراد ہے۔

بِحَرْفٍ مِنْهُمَا اِلَّا اُعْطِيْتَهٗ: ایک ایک حرف کے عوض وہ چیز عطاء کردی جائے گی۔ مطلب یہ ہے کہ سورت فاتحہ اور سورت بقرۃ کی آخری آیات میں ایک تو دعا کا ذکر ہے "اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ" اور "غُفْرَانَکَ رَبَّنَا" اور اس میں اللہ کی حمد وثناء بھی ہے، تو اس کے پڑھنے والے کو وہ سب کچھ ملے گا جو وہ اس میں مانگ رہا ہے اور دعا کر رہا ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح مسلم كتاب فضائل القرآن، (باب فضل الفاتحةوخواتيم سورة البقرة) و النسائي وابن حبان ۷۷۸۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث (۱۱) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱۸۴) بَابُ اِسۡتِحۡبَابِ الۡاِجۡتِمَاعِ عَلَی الۡقِرَاءَةِ

جمع ہوکر قرآن مجید پڑھنے کے مستحب ہونے کا بیان

تلاوت کلام پاک کے وقت فرشتے نازل ہوتے ہیں

(۱۰۲۳) ﴿وَعَنۡ اَبِیۡ هُرَيۡرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنۡهُ قَالَ: قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ: "وَمَا اجۡتَمَعَ قَوۡمٌ فِیۡ بَيۡتٍ مِنۡ بُيُوۡتِ اللّٰهِ يَتۡلُوۡنَ كِتَابَ اللّٰهِ، وَيَتَدَارَسُوۡنَهُ بَيۡنَهُمۡ، اِلَّانَزَلَتۡ عَلَيۡهِمُ السَّكِيۡنَةُ، وَ غَشِيَتۡهُمُ الرَّحۡمَةُ، وَحَفَّتۡهُمُ الۡمَلَائِكَةُ، وَذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِيۡمَنۡ عِنۡدَهُ"﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جولوگ اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں جمع ہوکر اللہ جل شانہ کی کتاب کی تلاوت کرتے ہیں اور آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ اس کو درس دیتے ہیں تو ان پر سکینہ نازل ہوتی ہے اور رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے اور فرشتے ان کو گھیر لیتے ہیں اور اللہ جل شانہ اپنے پاس فرشتوں میں ان کا ذکر فرماتے ہیں۔''

لغات: ❖ يتدارسون: تدارس. الطلبة الكتاب: باہم پڑھنا۔ درس: درساًودراسة (الكتاب والعلم) پڑھنا، متوجہ ہوکے یادکرنا۔ غشيتهم: الرحمة: غشی يغشی غشياً وغشاية. الامر فلانا: نازل ہونا، ڈھانکنا۔ وحفتهم: الملائكة: حف (ن) حفاً. القوم الرجل وبه وحوله: گھیرنا۔ حفه بكذا: احاطہ کرنا، حفته الحاجة: ضرورت لاحق ہونا۔

تشریح: یہ حدیث اس سے قبل باب "قضاء حوائج المسلمين" میں گزرچکی ہے۔ یہاں تلاوت قرآن کی فضیلت کو بیان کرنے کیلئے علامہ نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے دوبارہ ذکر فرمایا ہے۔

تخریج حدیث: اخرجه صحيح مسلم، كتاب الذكر (باب فضل الإجتماع على تلاوة القرآن وعلى الذكر)

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱۸۵) بَابُ فَضۡلِ الۡوُضُوۡءِ

وضوء کی فضیلت کا بیان

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا اِذَا قُمۡتُمۡ اِلَی الصَّلٰوةِ فَاغۡسِلُوۡا وُجُوۡهَكُمۡ وَاَيۡدِيَكُمۡ اِلَی

الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُ وْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ. وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُباً فَاطَّهَّرُوْا وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْجَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَائِطِ اَوْلٰمَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَاءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّباً فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ. ﴾ (سورة المائده: ٦)

ترجمہ: ''اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ''اے ایمان والو! جب تم نماز کیلئے کھڑے ہوتو اپنے چہروں اور ہاتھوں کو کہنیوں تک دھو کر اور اپنے سروں کا مسح کرلو اور اپنے پیروں کو ٹخنوں تک دھولو اور اگر تم جنبی ہوتو اچھی طرح پاکی حاصل کرلو، اور اگر تم بیمار ہو یا حالت سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی شخص استنجے سے آیا ہو یا تم نے بیویوں سے قربت کی ہو پھر تم کو پانی نہ ملے تو تم پاک زمین سے تیمّم کرو یعنی اپنے چہروں اور ہاتھوں پر ہاتھ پھیر لیا کرو اس زمین سے۔ اللہ تعالیٰ تم پر تنگی کا ارادہ نہیں کرتا ہے بلکہ یہ چاہتا ہے کہ تمہیں بھی پاک کرے اور اپنی نصیحت کو تم پر پوری کرے تاکہ تم شکر کرو۔''

تشریح: اِذَاقُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ: جب نماز کے لئے کھڑے ہو اور اس وقت وضوء نہ ہو تو پھر وضو کرنا ہے، اگر پہلے سے وضو تھا تو اب دوبارہ وضوء ضروری نہیں صرف مستحب ہے۔

فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ: چہروں کو دھوو، کم سے کم ایک مرتبہ اور زیادہ سے زیادہ تین مرتبہ دھونا چاہیئے۔

وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ: پاؤں کو ٹخنوں سمیت دھولو۔ ''اَرْجُلَكُمْ'' کا عطف وُجُوْهَكُمْ پر بھی جائز ہے اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ پاؤں کو ٹخنوں تک دھونا ہے اور رؤسکم پر بھی جائز ہے، یعنی مسح کرو پاؤں پر۔ یہ اس صورت میں ہوگا جب کہ چمڑے کے موزے پہنے ہوئے ہو تو مسافر کے لئے تین دن تین رات اور مقیم کے لئے ایک دن ایک رات اس موزے پر مسح کرنا جائز ہوگا۔

وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُباً فَاطَّهَّرُوْا: جنابت کی حالت میں ہو تو غسل کرو یعنی احتلام یا ہمبستری یا حیض اور نفاس کے خون بند ہونے پر غسل کرنا ضروری ہوگا۔

وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰى اَوْعَلٰى سَفَرٍ: یہاں سے بتایا جارہا ہے کہ اگر پانی نہیں ہے، یا پانی تو ہے مگر عذر کی وجہ سے وضوء یا غسل نہیں کرسکتا تو اب تیمّم کر کے نماز پڑھی جائے گی۔

قیامت کے دن اعضاءِ وضوء چمک دار ہونگے

(١٠٢٤) ﴿وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: اِنَّ

أُمَّتِيْ يُدْعَوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ غُرًّا مُحَجَّلِيْنَ مِنْ آثَارِالْوُضُوْءِ فَمَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ أَنْ يُطِيْلَ غُرَّتَهُ، فَلْيَفْعَلْ"﴾ (متفق عليه)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ میں نے آپ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میری امت کے لوگوں کو قیامت والے دن اس حال میں پکارا جائے گا کہ ان کے اعضاءِ وضوء کے نشانات سے ان کے چہرے اور ہاتھ پاؤں چمک رہے ہونگے، لہٰذا جو روشنی بڑھانے کی طاقت رکھے تو ضرور ایسا کرے۔''

لغات: ❖ غراً: غر (س) غَرَراً و غُرَّةً وَغَرَارَةً. الوجه: خوبصورت سفید رنگ والا ھونا۔ الشيء: سفید ھونا۔ تغرر الفرس: گھوڑے کی پیشانی سفید ہونا۔ الغُرَّة: گھوڑے کی پیشانی کی سفیدی۔

تشریح: غُرًّا: اَغَرَّ کی جمع ہے یہ ذوغرۃ کے معنی میں ہے بمعنی چمک والا ہونا اس سے وضوء کرنے والے چہرے پر قیامت کے دن جو نور ہوگا وہ مراد ہے۔ (۱)

مُحَجَّلِيْنَ: اس کا معنی بھی سفیدی اور چمک کے آتے ہیں، عموماً یہ گھوڑے کے چاروں پاؤں یا تین پاؤں میں جو سفیدی ہوتی ہے اس کیلئے بولا جاتا ہے، یہاں پر قیامت کے دن جو اعضاء وضوء چمکیں گے وہ مراد ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جس طرح وہ گھوڑا جس کے چہرے اور ٹانگوں پر سفیدی ہوتی ہے وہ دوسرے گھوڑوں میں ممتاز ہوتا ہے تو اسی طرح قیامت کے دن امت محمدیہ کے اہل ایمان کی پیشانیاں اور ہاتھ پاؤں روشن اور چمک دار ہونگے۔ (۲)

حدیث بالا میں ترغیب ہے کہ اعضاء وضوء کو خوب مبالغہ کے ساتھ دھویا جائے۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخارى كتاب الوضوء (باب فضل الوضوء والغر المحجلون من آثار الوضوء) و صحيح مسلم كتاب الطهارة (باب استحباب إطالة الغرة والتحجيل) وأحمد ۹۲۰٦/۳ و ابن حبان ۱۰٤۹ و هكذا فى البيهقى ۵۷/۱۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔
(۱) روضۃ المتقین ۶۷/۳ (۲) روضۃ المتقین ۶۷/۳

قیامت کے دن اعضاءِ وضو پر زیور پہنایا جائے گا

(۱۰۲۵) ﴿وَعَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ خَلِيْلِيْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: تَبْلُغُ الْحِلْيَةُ مِنَ الْمُؤْمِنِ حَيْثُ يَبْلُغُ الْوُضُوْءُ"﴾ (رواه مسلم)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے اپنے خلیل ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ مومن کا

زیور وہاں تک پہنچے گا جہاں تک وضوء کا پانی پہنچے گا۔'' (مسلم)

لغات: ❖ الحِلیَۃُ: زیور جمع حُلَی وحِلًی. حِلُیٌّ: حلی (ض) حلیاً. المرأۃ: زیور پہننا، صفت (حالٍ وحالیۃٍ جمع حوالٍ۔

تشریح: حدیث بالا کا مطلب محدثین یہ بیان فرماتے ہیں کہ وضوء کا پانی جن جن اعضاء پر پہنچتا ہے جنت میں ان سب اعضاء کی جنتی زیورات سے زیب وزینت کی جائے گی، اسی طرح جس کا وضوء جتنا زیادہ بہتر اور مکمل سنت کے مطابق ہوگا جنت میں اتنا ہی ان اعضاءِ وضو کو آرائش اعلی پیمانہ پر ہوگی۔ (۱)

تخریج حدیث: أخرجه صحیح مسلم کتاب الطهارة (باب تبلغ الحلیة حیث یبلغ الوضوء) واحمد ۸۸٤۹/۳ و هکذا فی البیهقی ۵۷/۱۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔
(۱) مرقاۃ، مظاہر حق ۲۸۱/۱ وہکذا فی روضۃ المتقین ۶۸/۳۔

وضوء کی برکت سے آدمی کے جسم سے گناہ معاف ہوجاتے ہیں

(۱۰۲۶) ﴿وَعَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ تَوَضَّأَ وَأَحْسَنَ الْوُضُوْءَ، خَرَجَتْ خَطَايَاهُ مِنْ جَسَدِهٖ حَتّٰى تَخْرُجَ مِنْ تَحْتِ أَظْفَارِهٖ"﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ: ''حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے وضوء کیا اور اچھے طریقے سے وضوء کیا تو اس کے جسم سے گناہ نکل جاتے ہیں حتیٰ کہ اس کے ناخنوں کے نیچے سے بھی۔''

لغات: ❖ خطایاہ: جمع ہے الخطیئۃ: گناہ اور بقول بعض ارادی گناہ خطیء (س) خطاءً: غلطی کرنا۔ فی دینه: قصداً یا بلا قصد غلطی کے راستہ پر چلنا۔ خِطأً وخِطْأَۃً: گناہ کرنا۔ صفت خاطیء. ج خَطَأۃ)۔

تشریح: حدیث بالا میں وضوء کرنے کی فضیلت کو بیان کیا جارہا ہے کہ وضوء کرنے سے وضوء کرنے والے کے جسم سے گناہ دھل جاتے ہیں، یہ وضوء جتنا اچھی طرح یعنی سنت کے مطابق کیا جائے اتنا ہی اس کے جسم کے گناہ معاف ہونگے۔

حَتّٰى تَخْرُجَ مِنْ تَحْتِ اَظْفَارِهٖ: یہاں تک اس کے ناخنوں کے نیچے سے بھی گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔ یہ جملہ بطور مبالغہ کے ہے کہ وضوء کرنے کے بعد اس کو نہ صرف ظاہری پاکی اور طہارت حاصل ہوتی ہے بلکہ گناہوں سے بھی وہ پاک صاف ہوجاتا ہے۔ (۱)

علماء فرماتے ہیں کہ گناہ سے مراد صغیرہ گناہ ہیں کیونکہ کبیرہ گناہ توبہ کے بغیر معاف نہیں ہوتے۔ (۲)

تخریج حدیث: أخرجه صحيح مسلم كتاب الطهارة (باب خروج الخطايا مع ماء الوضوء)

نوٹ: راوی حدیث حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۴۸۵) میں گزر چکے ہیں۔
(۱) مظاہر حق: ۱/۲۷۶
(۲) روضۃ المتقین: ۳/۶۹

وضوء کرنے سے وضوء کے پہلے کے تمام صغیرہ گناہ معاف ہوجاتے ہیں

(۱۰۲۷) ﴿وَعَنْهُ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ مِثْلَ وُضُوْئِيْ هٰذَا ثُمَّ قَالَ: "مَنْ تَوَضَّأَ هٰكَذَا، غُفِرَلَهٗ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ، وَكَانَتْ صَلَاتُهٗ وَمَشْيُهٗ اِلَى الْمَسْجِدِنَافِلَةً"﴾ (رواه مسلم)

ترجمہ: ''حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے آپ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نے میرے اس وضوء کی طرح وضوء فرمایا، پھر فرمایا: جو شخص اس طرح وضوء کرے تو اس کے پہلے کے (صغیرہ) گناہ معاف ہوجاتے ہیں اور اس کی نماز اور اس کے مسجد کی طرف چل کر جانے کا ثواب زائد ہوتا ہے۔'' (مسلم)

لغات: ❖ توضأ: توضاء. بالماء للصلوٰة: وضوکرنا۔ الغلام و الجارية: بالغ ہونا۔ وضأه توضية. بالماء: پاکیزہ کرنا۔ دھونا۔

تشریح: غُفِرَلَهٗ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ: وضوء سے پہلے کے تمام گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ وضوء کرنے سے صغیرہ گناہوں کی مغفرت ہوجاتی ہے[1] علماء فرماتے ہیں حقوق العباد معاف نہیں ہوتے کیونکہ وہ حقوق کی ادائیگی اور اس کی تلافی کے بغیر معاف نہیں ہونگے۔ نیز حدیث بالا میں فرمایا جارہا ہے کہ گھر سے وضوء کر کے جانا نہایت فضیلت والا عمل ہے، اسی عمل سے وہ گناہوں سے پاک ہوجاتا ہے۔ اور اس کا مسجد کی طرف چل کر جانا اور مسجد میں نماز پڑھنا مزید ثواب اور رفع درجات کا باعث ہوتا ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح مسلم كتاب الطهارة (باب فضل الوضوء والصلاة عقبه)

نوٹ: راوی حدیث حضرت عثمان بن عفان کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۴۸۵) میں گزر چکے ہیں۔
(۱) روضۃ المتقین ۳/۶۹

وضو کے آخری قطرہ کے ساتھ آدمی کے تمام گناہ معاف ہوجاتے ہیں

(۱۰۲۸) ﴿وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِذَا تَوَضَّأَ

الْعَبْدُ الْمُسْلِمُ أَوِالْمُؤْمِنُ فَغَسَلَ وَجْهَهُ، خَرَجَ مِنْ وَجْهِهِ كُلُّ خَطِيْئَةٍ نَظَرَ إِلَيْهَا بِعَيْنَيْهِ مَعَ الْمَاءِ، أَوْمَعَ آخِرِ قَطْرِالْمَاءِ، فَإِذَا غَسَلَ يَدَيْهِ خَرَجَ مِنْ يَدَيْهِ كُلُّ خَطِيْئَةٍ بَطَشَتْهَا يَدَاهُ مَعَ الْمَاءِ، أَوْمَعَ آخِرِقَطْرِ الْمَاءِ فَإِذَا غَسَلَ رِجْلَيْهِ، خَرَجَتْ كُلُّ خَطِيْئَةٍ مَشَتْهَارِجْلَاهُ مَعَ الْمَاءِ، أَوْمَعَ آخِرِ قَطْرِ الْمَاءِ، حَتّٰى يَخْرُجَ نَقِيًّامِنَ الذُّنُوْبِ"﴾ (رواه مسلم)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب مسلمان یا مومن بندہ وضوء کرتا ہے اور وہ اپنا چہرہ دھوتا ہے تو پانی کے ساتھ یا پانی کے آخری قطرہ کے ساتھ اس کے چہرے کے تمام گناہ نکل جاتے ہیں جس کی طرف اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ پھر جب وہ اپنے ہاتھوں کو دھوتا ہے تو پانی کے ساتھ یا پانی کے آخری قطرے کے ساتھ اس کے ہاتھوں سے وہ گناہ نکل جاتے ہیں جن کو اس کے ہاتھوں نے پکڑا تھا، اور جب اپنے پیروں کو دھوتا ہے تو پانی کے ساتھ یا پانی کے آخری قطرے کے ساتھ وہ تمام گناہ نکل جاتے ہیں جن کی طرف اس کے پیر چل کر گئے تھے۔ یہاں تک کہ وہ گناہوں سے پاک وصاف ہوجاتا ہے۔'' (مسلم)

لغات: ❖ نقیاً: النقی: صاف ستھرا۔ جمع نِقَاء وأَنْقِيَاء ونُقَوَاء. نَقِي ينقى نَقَاوَةً ونَقَاءً ونَقَاءَةً و نُقَاوَةً ونُقَايَة صفت: نَقِيّ۔

تشریح: حدیث بالا سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ وضوء کرنے سے چھوٹے چھوٹے گناہ معاف ہوجاتے ہیں جو حقوق اللہ سے متعلق ہوں اور جو حقوق العباد سے متعلق ہوں وہ معاف نہیں ہوتے۔ نیز معلوم ہوتا ہے کہ وضوء جسمانی نظافت کے ساتھ ساتھ باطنی نظافت وطہارت کا ذریعہ اور سبب ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح مسلم كتاب الطهارة (باب خروج الخطايامع ماء الوضوء) واحمد ۸۰۲۶/۳ و الترمذی والدارمی ۷۱۸ و مالک فی موطئه ۳۳ وهكذا فی البيهقی ۸۱/۱۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

وضوء کرنے والوں کو آپ قیامت کے دن پہچان لیں گے

(۱۰۲۹) ﴿وَعَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَى الْمَقْبَرَةَ، فَقَالَ: اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِيْنَ، وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ، وَدِدْتُّ أَنَّا قَدْرَأَيْنَا إِخْوَانَنَا" قَالُوْا: أَوَلَسْنَا إِخْوَانَكَ يَا رَسُوْلَ

اللّٰهِ ؟ قَالَ: "أَنْتُمْ أَصْحَابِيْ، وَإِخْوَانُنَا الَّذِيْنَ لَمْ يَأْتُوْا بَعْدُ" قَالُوْا: كَيْفَ تَعْرِفُ مَنْ لَمْ يَأْتِ بَعْدُمِنْ أُمَّتِکَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ؟ فَقَالَ: "أَرَأَيْتَ لَوْأَنَّ رَجُلاً لَهُ خَيْلٌ غُرٌّ مُحَجَّلَةٌ بَيْنَ ظَهْرَىْ خَيْلٍ دُهْمٍ بُهْمٍ أَلاَ يَعْرِفُ خَيْلَهُ؟ قَالُوْا: بَلٰى يَارَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ: "فَإِنَّهُمْ يَأْتُوْنَ غُرًّا مُحَجَّلِيْنَ مِنَ الْوُضُوْءِ وَأَنَا فَرَطُهُمْ عَلَى الْحَوْضِ" (رواہ مسلم)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ آپ ﷺ قبرستان تشریف لے گئے اور فرمایا: تم پر سلام ہو اے ایمان دار گھر والو! اور ہم اگر اللہ نے چاہا تو تمہیں ملنے والے ہیں، میں چاہتا ہوں کہ ہم اپنے بھائیوں کو دیکھیں۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا ہم آپ کے بھائی نہیں ہیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میرے ساتھی ہو اور ہمارے بھائی وہ ہیں جو ابھی تک نہیں آئے، صحابہ نے عرض کیا اللہ کے رسول! آپ کی امت کے وہ لوگ جو ابھی تک نہیں آئے آپ انہیں کیسے پہچانیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ بتلاؤ کہ اگر ایک آدمی کے ایسے گھوڑے ہوں جن کی پیشانی اور ٹانگیں سفید ہوں، خالص سیاہ رنگ کے گھوڑوں کے درمیان ہوں۔ کیا وہ اپنے گھوڑے کو نہیں پہچانے گا؟ صحابہ نے عرض کیا کیوں نہیں یا رسول اللہ۔ آپ ﷺ نے فرمایا: پس میری امت اس حال میں (میدان محشر میں) آئی گی کہ وضوء کی وجہ سے ان کی پیشانیاں اور ہاتھ پاؤں روشن ہوں گے اور میں حوض کوثر پر ان سے پہلے پہنچا ہوا ہونگا۔''

لغات: ❖ محجلين: حَجَّل وتَحَجَّل. الفرس: ٹانگوں میں سفیدی والا ہونا۔ صفت (مُحَجَّل ومحجول) اور اگر تین ٹانگوں میں سفیدی ہو تو اس کو حجیل کہتے ہیں۔ حجلت المرأة: پازیب پہنایا جانا۔ مُحَجَّل من الخيل: ٹانگوں میں سفیدی والا گھوڑا۔

تشریح: قَالُوْا: لَسْنَا إِخْوَانَکَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ؟ یا رسول اللہ کیا ہم آپ کے بھائی نہیں ہیں؟ صحابہ کے بعد والے تمام مسلمانوں کو آپ ﷺ نے بھائی فرمایا ہے، قرآن میں بھی تمام مسلمانوں کو بھائی بتایا گیا ہے۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ: کہ تمام مومنین ایک دوسرے کے بھائی ہیں (۱)

اَنْتُمْ اَصْحَابِيْ: تم میرے ساتھی ہو۔ اس جملہ میں صحابہ کو یہ شرف فضیلت دی جارہی ہے کہ وہ بھائی ہونے کے ساتھ ساتھ رفیق خاص تھے۔

وَاَنَا فَرَطُهُمْ عَلَى الْحَوْضِ: میں حوض (کوثر) پر ان سے پہلے پہنچا ہوا ہوں گا۔ فَرَطُهُمْ: اس شخص کو کہتے ہیں جو قافلے سے پہلے آگے جا کر قافلے کے ٹھہرنے اور اس کی ضروریات کا انتظام کرتا ہے۔ تو یہ امت محمدیہ کا شرف ہے کہ ان کا پیش رو نبی خاتم ﷺ ہونگے، لوگوں سے پہلے خدا کے یہاں ان کی مغفرت کی بخشش اور بلندی درجات کی درخواست کریں گے۔ (۲)

تخریج حدیث: أخرجه صحيح مسلم كتاب الطهارة (باب استحباب اطالة الغرة والتحجيل) و مالك في مؤطئه ٦٠ واحمد ٧٩٩٩/٣ وابوداؤد والنسائي وابن ماجه وابن حبان ١٠٤٦ وهكذا في البيهقي ٨٢/١، ٨٣۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔
(۱) روضۃ المتقین ۱۷/۳
(۲) مظاہر حق ۲۸۵/۱

قیامت کے دن درجات کو بلند کرنے والے اعمال

(۱۰۳۰) ﴿وَعَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "أَلَا أَدُلُّكُمْ عَلَى مَايَمْحُوا اللّٰهُ بِهِ الْخَطَايَا، وَيَرْفَعُ بِهِ الدَّرَجَاتِ"؟ قَالُوْا: بَلَى يَارَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ: "إِسْبَاغُ الْوُضُوْءِ عَلَى الْمَكَارِهِ وَ كَثْرَةُ الْخُطَا إِلَى الْمَسَاجِدِ وَانْتِظَارُ الصَّلَاةِ بَعْدَ الصَّلَاةِ، فَذٰلِكُمُ الرِّبَاطُ فَذٰلِكُمُ الرِّبَاطُ"﴾ (رواه مسلم)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا میں تمہیں ایسا عمل نہ بتلاؤں جس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ گناہوں کو مٹا دیتا ہے اور درجات بلند فرماتا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا کیوں نہیں، اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مشقت اور ناگواری کے وقت وضوء اچھی طرح کرنا، مسجد کی طرف زیادہ قدموں کو اٹھانا اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا، پس یہی رباط ہے، پس یہی رباط ہے (یعنی اپنے آپ کو اطاعت کے لئے وقف کردینا)'' (مسلم)

لغات: ❖ خطایاہ: جمع ہے الخطیئۃ: گناہ اور بقول بعض ارادی گناہ۔ خطیء (س) خطاءً: غلطی کرنا - في دينه: قصداً یا بلاقصد غلطی کے راستہ پر چلنا خطأً و خطأۃ: گناہ کرنا صفت (خاطیء. ج خطأۃ)۔

تشریح: گناہوں کو مٹادینے والے اور درجات کو بلند کرنے والے اعمال حدیث بالا میں تین بتائے جارہے ہیں۔

مشقت اور ناگواری کے وقت اچھی طرح وضوء کرنا مثلاً بیماری ہو یا شدید سردی ہو تو ایسے وقت میں وضوء پورے آداب و سنن کا لحاظ رکھتے ہوئے کرے کہ تین مرتبہ اچھی طرح اعضاء پر پانی بہائے۔

مسجد کی طرف کثرت سے قدموں کا رکھنا کہ مسجد دور ہو تب بھی وہ مسجد میں جاکر جماعت کے ساتھ نماز ادا کرے۔

ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا یا اگر وہ مسجد سے نکلے بھی تو مسجد میں ہی دل لگا رہے۔

فَذٰلِكُمُ الرِّبَاطُ: ''رباط'' سرحد یا محاذ جنگ پر پہرہ دینا تاکہ دشمن اندر نہ آسکے اور اس کو حملہ آور ہونے کا موقع نہ ملے۔ تو

اسی طرح ان اعمال میں بھی شیطان سے انسان کی حفاظت ہوتی ہے اس لئے اس کو ''رباط'' کہا جارہا ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه صحیح مسلم کتاب الطھارۃ (باب اسباغ الوضوء علی المکارہ)

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔
(۱) یہ حدیث پہلے باب کثرۃ طرق الخیر میں گزر چکی ہے۔

طہارت آدھا ایمان ہے

(۱۰۳۱) ﴿وَعَنْ أَبِیْ مَالِکٍ الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: "اَلطُّھُوْرُ شَطْرُ الْاِیْمَانِ"﴾ رَوَاہُ مُسْلِمٌ. وَقَدْ سَبَقَ بِطُوْلِہٖ فِیْ بَابِ الصَّبْرِ.

ترجمہ: ''حضرت ابومالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: پاکیزگی آدھا ایمان ہے۔'' (مسلم)

یہ حدیث مکمل طور پر "باب الصبر" میں گزر چکی ہے۔

لغات: ❖ طھورٌ: جس سے پاکی حاصل کی جائے۔ یہرہ (ف) طھراً: دور کرنا۔

تشریح: حدیث بالا یہ "باب الصبر" میں گزر چکی ہے یہاں پر دوبارہ علامہ نووی رحمہ اللہ اس لئے لائے ہیں کہ اس حدیث میں بھی طہارت (وضوء) کو آدھا ایمان کہا جارہا ہے۔

تخریج حدیث: سبق تخریجه فی باب الصبر.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابومالک الاشعری رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۲۵) میں گزر چکے ہیں۔

﴿وفی الباب حدیث عمرو بن عبسه رضی الله عنه السابق فی آخر باب الرجاء، وھو حدیث عظیم؛ مشتمل علی جمل من الخیرات﴾

ترجمہ: ''اور اس باب میں عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ کی روایت بھی پہلے باب الرجاء کے آخر میں گزر چکی ہے اور یہ حدیث بڑی اہم ہے جو نیکی کے سب سے کاموں پر مشتمل ہے۔''

وضوء کے دوران کلمہ شہادت پڑھنے سے جنت کے آٹھوں دروازے کھل جاتے ہیں

(۱۰۳۲) ﴿وَعَنْ عُمَرَبْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ عنهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَامِنْکُمْ مِنْ أَحَدٍیَتَوَضَّأُ فَیُبْلِغُ. أَوْفَیُسْبِغُ الْوُضُوْءَ. ثُمَّ قَالَ: أَشْهَدُأَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَهُ لَا شَرِیْکَ لَهُ، وَأَشْهَدُأَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ اِلَّافُتِحَتْ لَهُ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ الثَّمَانِیَةُ یَدْخُلُ مِنْ أَیِّهَا شَاءَ"﴾ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

وزادالترمذی ﴿"اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِیْنَ"﴾

ترجمہ: ”حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے جو شخص وضوء کرے اور کامل وضوء کرے پھر کہے: "أشهد أن لا اله الا اللّٰه" ”یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سواء کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں“ تو اس کے لئے جنت کے آٹھوں دروازے مکمل کھول دیئے جاتے ہیں، وہ جس سے چاہے اندر داخل ہوجائے گا۔“

لغات: ❖ یسبغ: بمعنی کامل ومکمل کرنا۔ یہ باب فتح سے مستعمل ہے، مزید باب افعال وغیرہ سے بھی آتا ہے۔

تشریح: فَیُبْلِغُ اَوْفَیُسْبِغُ: اچھی طرح وضوء کرے، کامل وضوء کرے۔ راوی کو شک ہے کہ نبی کریم ﷺ نے "فیبلغ" فرمایا تھا یا "فیسبغ" فرمایا تھا اس نے دونوں ہی کو جمع کردیا دونوں کا مفہوم ایک ہی ہے اچھی طرح وضوء کرنا۔ وضوء کرنے اور کلمہ شہادت پڑھنے پر یہ فضیلت بتائی جارہی ہے کہ اس کے پڑھنے کی برکت سے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ یہ اس کی شان کو ظاہر کرنے کے لئے ہے ورنہ جنت میں تو ایک ہی دروازے سے داخل ہوگا۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ الخ: اے اللہ تو مجھے خوب توبہ کرنے والوں میں سے بنا۔

مطلب یہ ہے کہ بتقاضائے بشریت کوئی گناہ سرزد ہوجائے تو ہم فوراً اس کو توبہ کر کے اللہ سے معاف نہ کروالیں ہم کو چین نہ آئے۔ تو گناہ ہونے کے بعد دل میں توبہ کرنے کا داعیہ پیدا ہوتا ہے۔ ایسے لوگوں سے اللہ جل شانہ خوش ہوتے ہیں جیسے کہ قرآن مجید میں ارشاد خداوندی ہے: اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ: اللہ جل شانہ توبہ کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه صحیح مسلم کتاب الطهارة باب الذکر المستحب عقب الوضوء و سنن الترمذی ابواب الطهارة (باب مایقال بعد الوضوء) واحمد ۱۷۳۱۶/۶۔ ابوداؤد و ابن ماجه.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر(۱) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(١٨٦) بَابُ فَضْلِ الْأَذَانِ

اذان کی فضیلت کا بیان

اذان دینے کی فضیلت کو آدمی جان لے تو قرعہ اندازی کرنی پڑے

(١٠٣٣) ﴿عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَوْیَعْلَمُ النَّاسُ مَا فِی النِّدَاءِ وَالصَّفِّ الاوَّلِ، ثُمَّ لَمْ یَجِدُوْا إِلَّاأَنْ یَسْتَهِمُوْاعَلَیْهِ لَاسْتَهَمُوْا عَلَیْهِ، وَلَوْ یَعْلَمُوْنَ مَافِی التَّهْجِیْرِلَاسْتَبَقُوْا إِلَیْهِ، وَلَوْیَعْلَمُوْنَ مَافِی الْعَتَمَةِ وَ الصُّبْحِ لَأَتَوْهُمَا وَلَوْحَبْوًا"﴾ (متفق علیه)

اَلْإِسْتِهَامُ" اَلْإِقْتِرَاعُ، "وَالتَّهْجِیْرُ": اَلتَّبْکِیْرُإِلَی الصَّلَاةِ.

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ اذان کہنے اور پہلی صف میں نماز پڑھنے کا کتنا ثواب ہے تو وہ اس کو قرعہ اندازی کے بغیر حاصل نہ کر سکیں گے تو وہ اس پر قرعہ اندازی کر کے حاصل کریں۔ اور اگر وہ جان لیں کہ اول وقت آنے میں کیا فضیلت ہے تو وہ ضرور اس کی طرف دوڑ دوڑ کر آئیں۔ اور اگر وہ جان لیں کہ عشاء اور فجر کی نماز میں کیا ثواب ہے تو وہ ضرور اس میں شریک ہوں، اگرچہ ان کو اس کے لئے سرین کے بل گھسٹ کر ہی کیوں نہ آنا پڑے۔'' (بخاری ومسلم)

اَلْإِسْتِهَامُ: بمعنی قرعہ اندازی کرنا۔ اَلتَّهْجِیْرُ: نماز کی طرف جلدی اور پہلے وقت پر آنا۔

لغات: ❖ العتمة: رات کی پہلی تہائی۔ رات کی تاریکی، دیر کرنا۔ کہا جاتا ہے "جاء ناضیف عاتم" ہمارے پاس مہمان دیر میں شام کے وقت آیا۔

تشریح: حدیث بالا میں پہلی صف اور نماز کے لئے اول وقت میں آنے اور فجر اور عشاء کی نماز کا ثواب اور ان تینوں کی فضیلت کو بیان کیا جا رہا ہے اور ترغیب دی جا رہی ہے۔

حَبْوًا: بمعنی ہاتھوں کے سہارے چلنا جیسے کہ بچہ چلتا ہے یا گھٹنوں یا سرینوں کے بل گھسٹ کر چلنا۔ مطلب یہ ہے کہ مشقت کے ساتھ بھی اگر پہنچنا پڑے تو وہ پہنچ جائے۔

تخریج حدیث: أخرجه صحیح بخاری کتاب الاذان (باب الاستهام فی الاذان) و صحیح مسلم کتاب الصلوٰة (باب تسویة الصفوف) ومالک فی موطئه ١٥١ واحمد ٧٢٣٠/٣ و الترمذی والنسائی و ابن حبان ٦٥٩ وهکذا فی البیهقی ٤٢٨/١۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ (عبدالرحمٰن بن صخر) رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

قیامت کے دن موذنین کی گردن سب سے لمبی ہوں گی

(۱۰۳٤) ﴿وَعَنْ مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَقُوْلُ: "اَلْمُؤَذِّنُوْ نَ أَطْوَلُ النَّاسِ أَعْنَاقاً يَوْمَ الْقِيَامَةِ"﴾ (رواه مسلم)

ترجمہ: ''حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے آپ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اذان دینے والے، قیامت کے دن تمام لوگوں سے ان کی گردن لمبی ہوں گی۔''

لغات: ❖ اعناقا: یہ جمع ہے عُنُق، بمعنی گلا۔ یہ مذکر ہے اور مؤنث بھی مستعمل ہے۔

تشریح: **لمبی گردن سے کیا مراد ہے؟**

اَطْوَلُ النَّاسِ اَعْنَاقًا: قیامت کے دن سب سے زیادہ لمبی گردن ہوں گی۔ اس کے کئی مطالب بیان کئے گئے ہیں:

1. مراد بہت زیادہ ثواب اور مرتبہ ہے۔
2. سردار ہونا مراد ہے۔
3. موذنوں کو قیامت کے دن بہت زیادہ ثواب کی امید ہوگی اس لئے وہ گردن اونچی کر کے دیکھیں گے۔
4. اللہ جل شانہ قیامت کے دن موذنوں کو اپنا مقام قرب وعزت عطاء فرمائیں گے۔ (۱)

بعض علماء فرماتے ہیں موذنوں کو یہ اعلیٰ مرتبہ و مقام اس لئے ملے گا کہ وہ لوگوں کو نماز اور بھلائی کی طرف دعوت دیتے ہیں اور جس نے بھلائی کی طرف رہنمائی کی اس کو بھلائی کرنے والے کے برابر اجر ملتا ہے۔ (۲)

تخریج حدیث: أخرجه صحيح مسلم كتاب الصلاة (باب فضل الاذان) و ابن ماجه.

نوٹ: راوی حدیث حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۸۱۵) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) مظاہر حق: ۱/۴۷۰ (۲) نزہۃ المتقین

اذان بلند آواز سے کہنا چاہئے

(۱۰۳۵) ﴿وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِیْ صَعْصَعَةَ أَنَّ أَبَاسَعِيْدِالْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لَهُ: "إِنِّي أَرَاكَ تُحِبُّ الْغَنَمَ وَالْبَادِيَةَ، فَإِذَاكُنْتَ فِي غَنَمِكَ أَوْ بَادِيَتِكَ، فَأَذَّنْتَ لِلصَّلَاةِ، فَارْفَعْ

صَوْتَکَ بِالنِّدَاءِ، فَإِنَّهُ لاَ يَسْمَعُ مَدَى صَوْتِ الْمُؤَذِّنِ جِنٌّ، وَلاَإِنْسٌ، وَلاَشَيْءٌ، إِلَّاشَهِدَلَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ" قَالَ أَبُوْسَعِيْدٍ: سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .﴾ (رواہ البخاری)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی صعصعہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ان سے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ میں تمہیں دیکھتا ہوں کہ تم بکریوں اور جنگل کو پسند کرتے ہو۔ پس جب تم اپنی بکریوں یا جنگل میں ہو (راوی کو شک ہے) اور تم نماز کے لئے اذان کہو تو اذان کو اونچی آواز کے ساتھ کہا کرو اس لئے کہ موذن کی آواز جہاں تک پہنچتی ہے اور اس آواز کو جن، انسان اور کوئی اور چیز بھی سنتی ہے تو قیامت کے دن وہ اس کے لئے گواہی دے گی۔ حضرت ابوسعید الخدری نے فرمایا کہ میں نے یہ بات رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے۔'' (بخاری)

لغات: ❖ الغنم: بمعنی بکریاں اور اس کیلئے اس لفظ سے واحد نہیں واحد کیلئے لفظ (شاۃ) ہے جمع اغنام، غنوم اور اغانم آتی ہیں۔

تشریح: فَارْفَعْ صَوْتَکَ بِالنِّدَاءِ: اذان میں اپنی آواز کو بلند کیا کرو۔ اس میں اذان کو زور سے دینے کی ترغیب ہے کیونکہ اس کی اذان جتنی بھی چیزیں سنیں گی قیامت کے دن اس کی گواہی دیں گی، اس لئے کہا جا رہا ہے کہ خوب بلند آواز سے اذان دی جائے تاکہ زیادہ سے زیادہ چیزیں اس کے لئے گواہی دیں۔

وَلَا شَيْءَ اِلَّاشَهِدَلَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: اور کوئی چیز سنتی ہے تو قیامت کے دن وہ اس کے لئے گواہی دے گی۔ مطلب یہ ہے کہ جو چیز بھی ہو خواہ حیوانات ہو یا نباتات ہو یا جمادات، اللہ جل شانہ ان سب کو قیامت کے دن گویائی عطاء فرمائے گا، یہ سب انسانوں اور جنات کی طرح موذن کی اذان کی گواہی دیں گی۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخارى كتاب الاذان (باب رفع الصوت بالنداء) والامام مالک فی مؤطئه ۱۳۵ و احمد ۱۱۳۵۰/۳ والنسائی وابن حبان ۱۶۶۱ ومصنف عبدالرزاق ۱۸۶۵۔

راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی صعصعہ کے مختصر حالات:

نام: عبداللہ، قبیلہ مازن سے تعلق رکھتے تھے، انصاری ہیں، جلیل القدر تابعین میں ان کا شمار ہوتا ہے، ان سے ان کے بیٹے عبدالرحمٰن اور حمید روایت نقل کرتے ہیں، یہ ثقہ راویوں میں سے ہیں، ان سے بخاری، ابوداؤد نسائی اور ابن ماجہ نے روایت نقل کی ہے۔

اذان کی آواز سن کر شیطان بھاگتا ہے

(۱۰۳۶) ﴿وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَانُوْدِيَ

بِالصَّلَاةِ أَدْبَرَ الشَّيْطَانُ، لَهُ ضُرَاطٌ حَتَّى لَا يَسْمَعَ التَّأْذِينَ، فَإِذَا قُضِيَ النِّدَاءُ أَقْبَلَ، حَتَّى إِذَا ثُوِّبَ لِلصَّلَاةِ أَدْبَرَ، حَتَّى إِذَا قُضِيَ التَّثْوِيبُ أَقْبَلَ، حَتَّى يَخْطِرَ بَيْنَ الْمَرْءِ وَ نَفْسِهِ يَقُولُ: اُذْكُرْ كَذَا وَاذْكُرْ كَذَا. لِمَا لَمْ يَذْكُرْ مِنْ قَبْلُ حَتَّى يَظَلَّ الرَّجُلُ مَا يَدْرِي كَمْ صَلّٰى" (متفق علیه)

"اَلتَّثْوِيبُ" الإِقَامَةُ.

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب نماز کے لئے اذان دی جاتی ہے تو شیطان پیٹھ پھیر کر دوڑتا ہے اور وہ ہوا خارج کرتا جاتا ہے تاکہ اذان کی آواز کو نہ سنے۔ پس جب اذان پوری ہوجاتی ہے تو وہ (واپس) آجاتا ہے یہاں تک کہ تکبیر کہی جاتی ہے تو پیٹھ پھیر کر چلا جاتا ہے۔ پھر جب تکبیر پوری ہوچکتی ہے تو پھر وہ آجاتا ہے حتیٰ کہ آدمی اور اس کے دل کے درمیان وسوسے ڈالتا ہے کہتا ہے کہ فلاں چیز یاد کر، فلاں چیز کو یاد کر یعنی وہ چیزیں جو اس سے پہلے اسے یاد نہ تھیں، یہانتک کہ آدمی کا یہ حال ہو جاتا کہ اسے پتہ نہیں چلتا کہ اس نے کتنی رکعت نماز پڑھی ہے۔'' (بخاری ومسلم)

تثویب: بمعنی اقامت اور تکبیر کہنا۔

لغات: ❖ ضُرَاطٌ: بمعنی گوز الضَّرَّاطُ وَالضُّرُوْطُ وَالضِّرُوْطُ بمعنی گوز کرنے والا یا زیادہ گوز کرنے والا۔

تشریح: لَهُ ضُرَاطٌ: شیطان جب اذان سنتا ہے تو وہ ہوا خارج کرتا ہوا بھاگتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ شیطان تیزی سے بھاگتا ہے اس کی وجہ سے اس کی ہوا خارج ہوتی ہے، یا یہ کہ وہ بالقصد شرارتاً ہوا خارج کرتا ہوا بھاگتا ہے۔

اُذْكُرْ كَذَا اُذْكُرْ كَذَا: فلاں چیز کو یاد کر، فلاں چیز کو یاد کر۔ مطلب یہ ہے کہ شیطان نمازی کے دل میں وسوسے ڈالتا ہے اور اس کے دل کو دنیا کی باتوں کی طرف متوجہ کرتا ہے تاکہ نمازی کا خشوع وخضوع ختم ہوجائے۔

شیطان اذان سے بھاگتا ہے نماز سے کیوں نہیں بھاگتا؟

سوال: اذان کے کلمات سے شیطان بھاگتا ہے نماز سے کیوں نہیں بھاگتا؟

جواب ۱: اذان کے کلمات میں ایسی ہیبت وعظمت ہے جو شیطان کو خوف وہراس میں مبتلا کردیتی ہے۔ (۱)

جواب ۲: اذان دعوت ہے جیسے کہ اذان کے بعد بھی دعا میں کہا جاتا ہے ''رب ہذہ الدعوۃ التامۃ'' اور شیطان دعوت سے بھاگتا ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخاری كتاب الاذان (باب فضل التاذين) وصحيح مسلم كتاب الصلاة (باب فضل الاذان وهرب الشيطان عندسماعه) والامام مالک فی موطئه: ١٥٤ واحمد ٣/٨١٤٥ وابن حبان

۱۶۶۲ و ابوداؤد ومصنف ابن ابی شیبة ۱/۲۲۹ وهكذا فی البیهقی ۲/۳۳۱۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ (عبدالرحمٰن) رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔
(۱) مظاہر حق ۱/۴۷۰

موذن کا اس طرح جواب دو جس طرح موذن کہتا ہے

(۱۰۳۷) ﴿وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرِوبْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "إِذَاسَمِعْتُمُ النِّدَاءَ فَقُوْلُوْامِثْلَ مَايَقُوْلُ، ثُمَّ صَلُّوْاعَلَيَّ، فَإِنَّهُ مَنْ صَلَّى عَلَيَّ صَلَاةً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ بِهَاعَشْراً، ثُمَّ سَلُوْا اللّٰهَ لِيَ الْوَسِيْلَةَ، فَإِنَّهَامَنْزِلَةٌ فِي الْجَنَّةِ لَاتَنْبَغِيْ إِلَّالِعَبْدٍمِنْ عِبَادِ اللّٰهِ وَأَرْجُوْأَنْ أَكُوْنَ أَنَاهُوَ، فَمَنْ سَأَلَ لِيَ الْوَسِيْلَةَ حَلَّتْ لَهُ الشَّفَاعَةُ"﴾ (رواه مسلم)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے آپ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جب تم اذان سنو تو اسی طرح کہو جس طرح موذن کہتا ہے۔ پھر مجھ پر درود پڑھو اس لئے کہ جو مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتے ہیں، پھر تم اللہ سے میرے لئے وسیلے کا سوال کرو، بے شک یہ جنت میں ایک بلند درجہ ہے جو اللہ کے بندوں میں سے صرف ایک بندے کے لئے ہے اور مجھے امید ہے کہ وہ بندہ میں ہی ہوں، پس جو شخص میرے لئے وسیلے کا سوال کرے گا اس کے لئے شفاعت حلال ہوجائے گی۔'' (مسلم)

لغات: ❖الوسيلة: والواسلة۔ بمعنی تقرب حاصل کرنے کا ذریعہ جمع وَسِيْلٌ و وَسَائِلُ ووُسُل ہیں صفت واسل ہے۔

تشریح: اِذَاسَمِعْتُمُ النِّدَاءَ فَقُوْلُوْا مِثْلَ مَايَقُوْلُ الْمُؤَذِّنُ: جب تم اذان سنو تو تم بھی اسی طرح کہو جس طرح موذن کہتا ہے۔ موذن کے جواب میں اکثر الفاظ وہی کہے جاتے ہیں جو موذن کہتا ہے مگر چند الفاظ میں فرق ہے جو آگے والی حدیث میں آرہا ہے۔

ثُمَّ سَلُوا اللّٰهَ لِيَ الْوَسِيْلَةَ: اللہ سے میرے لئے وسیلہ کا سوال کرو، وسیلہ سے مراد یہاں پر جنت کا وہ مقام ہے جو اللہ جل شانہ آپ ﷺ کو ہی عطاء فرمائیں گے۔

اَرْجُوْاَنْ اَكُوْنَ اَنَاهُوَ: امید ہے کہ وہ بندہ میں ہی ہونگا۔ وہ درجہ یقیناً آپ ﷺ کے لئے ہی مخصوص ہے مگر یہاں پر آپ ﷺ نے ''اَرْجُوْ'' کا لفظ استعمال کیا ہے، عاجزی اور انکساری کی وجہ سے۔

حَلَّتْ لَهُ الشَّفَاعَةُ: اس کے لئے شفاعت حلال ہوجائے گی۔ مطلب یہ ہے کہ جن کے بارے میں اللہ جل شانہ کی

طرف سے شفاعت کی رعایت ملے گی تو آپ ﷺ ان کے لئے شفاعت فرمائیں گے اور جن کے لئے اجازت نہیں ہوگی آپ ﷺ ان کے لئے شفاعت نہیں کریں گے۔

تخریج حدیث: أخرجه صحیح مسلم کتاب الصلاۃ باب القول مثل قول المؤذن، واحمد ٦٥٧٩/٢ و الترمذی والنسائی وابن حبان ١٦٩٠، و ھکذا فی البیھقی ٤٠٩/١۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث (۱۳۸) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

مؤذن کی اذان کا جواب زبان سے دینا مستحب ہے

(١٠٣٨) ﴿وَعَنْ أَبِی سَعِيْدِالْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا سَمِعْتُمُ النِّدَاءَ، فَقُوْلُوْا كَمَايَقُوْلُ الْمُؤَذِّنُ"﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب تم اذان سنو تو اسی طرح کہو جس طرح موذن کہتا ہے۔'' (بخاری ومسلم)

لغات: ❖النداء: بمعنی پکار اور آواز الندوۃ. اسم مرۃ۔ جماعت، مجلس دار الندوۃ مجلس مشورہ۔

تشریح: كَمَايَقُوْلُ الْمُؤَذِّنُ: مؤذن جس طرح کہتا ہے اسی طرح کہو۔ علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ موذن جب اذان کہے تو اس کے ہی کلمات کو دہرانا مستحب ہے، البتہ "حَیَّ عَلَی الصَّلَاةِ" اور "حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ" کے جواب میں "لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ" پڑھنا چاہئے، یہی احناف اور جمہور فقہاء کا مذہب ہے، اسی طرح فجر کی اذان میں "اَلصَّلٰوةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ" کے جواب میں "صَدَقْتَ وَبَرَرْتَ وَبِالْحَقِّ نَطَقْتَ" کہنا چاہئے۔ یعنی تم نے سچ کہا اور خیر کثیر کے مالک ہوئے اور تم نے حق بات کہی۔

علماء فرماتے ہیں اذان کا جواب ہر سننے والے کو دینا چاہئے، خواہ وہ باوضوء ہو یا بے وضوء، خواہ جنبی ہو یا حائض۔ (۱)

تخریج حدیث: أخرجه صحیح بخاری کتاب الاذان (باب ما یقول اذا سمع المنادی) و صحیح مسلم کتاب الصلاۃ (باب القول مثل قول الموذن) والامام مالک فی مؤطنه ١٥٠ و احمد ١١٨٦٠/٤، ابوداؤد والترمذی والنسائی و ابن ماجه و مصنف ابن ابی شیبة ٢٢٧/١۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث (۲۰) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) مظاہر حق ۱/۴۷۲

اذان کے بعد کی دعا

(۱۰۳۹) ﴿وَعَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عنہُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنْ قَالَ حِیْنَ یَسْمَعُ النِّدَاءَ: اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَۃِ التَّامَّۃِ وَالصَّلاۃِ الْقَائِمَۃِ، آتِ مُحَمَّدَ اِلْوَسِیْلَۃَ وَ الْفَضِیْلَۃَ، وَابْعَثْہُ مَقَاماً مَحْمُوْداً الَّذِیْ وَعَدْتَّہٗ، حَلَّتْ لَہٗ شَفَاعَتِیْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ"﴾ (رواہ البخاری)

ترجمہ: "حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اذان سن کر یہ دعاء پڑھے: **اللھم رب ھذہ الدعوۃ التامۃ الخ** "اے اللہ! اس کامل دعوت اور قائم ہونے والی نماز کے مالک! محمد ﷺ کو وسیلہ اور فضیلت عطاء فرما اور انہیں اس مقام محمود پر فائز فرما جس کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے" تو قیامت کے دن میری شفاعت اس کے لئے واجب ہوگی۔"

لغات: ❖ حلت لہ: الحل مصدر بمعنی حلال ہونا اس کی ضد حرام ہے۔ حل یحل از ضرب بمعنی حلال ہونا۔

تشریح: اَلصَّلٰوۃِ الْقَائِمَۃِ: قائم ہونے والی نماز کے مالک، نماز کو قائمہ کہا گیا۔ مطلب یہ ہے کہ نماز ہمیشہ ہمیشہ قیامت تک انشاء اللہ قائم و برقرار رہے گی۔

وَالْفَضِیْلَۃِ: اس کے بعد بعض لوگ "والدرجۃ الرفیعۃ" کے الفاظ زائد کرتے ہیں، یہ کسی حدیث میں نہیں آتے۔ (۱)

وَابْعَثْہُ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا پہنچا ان کو مقام محمود پر۔ مراد اس سے شفاعت عظمی ہے کہ قیامت کے دن آپ ﷺ گناہوں کے لئے شفاعت کرنے کے لئے کھڑے ہوں گے۔

وَعَدْتَّہٗ: جس کا تو نے وعدہ کیا ہے۔ علماء فرماتے ہیں اس میں قرآن کی اس آیت کی طرف اشارہ ہے: "عَسٰی اَن یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا" امید ہے کہ آپ ﷺ کا پروردگار آپ ﷺ کو مقام محمود پر جگہ دے گا۔ یعنی آپ ﷺ کو قیامت کے دن شافع محشر بنا کر مقام محمود میں کھڑا کیا جائے گا، یہ وہ عزت و کرامت ہوگی جو بنی آدم میں آپ ﷺ کے علاوہ کسی کو نصیب نہیں ہوگی۔ دعا کے آخر میں "اِنَّکَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ" کے الفاظ بھی بعض روایات میں آتے ہیں۔ (۲)

تخریج حدیث: أخرجہ صحیح بخاری کتاب الاذان (باب الدعاء عند النداء) واحمد ۵/۱۴۸۲۳، ابوداؤدو الترمذی وابن حبان ۱۶۸۹ وھکذا فی البیھقی ۱/۴۱۰۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۴) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) نزہۃ المتقین

(۲) رواہ بیہقی

اذان کے بعد پڑھی جانے کی دوسری دعاء

(۱۰۴۰) ﴿وَعَنْ سَعْدِبْنِ أَبِیْ وَقَّاصٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهٗ قَالَ: مَنْ قَالَ حِیْنَ یَسْمَعُ الْمُؤَذِّنَ: أَشْهَدُأَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِیْکَ لَهٗ، وَأَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ، رَضِیْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَبِمُحَمَّدٍ رَسُوْلاً وَبِالْإِسْلَامِ دِیْناً، غُفِرَلَهٗ ذَنْبُهٗ"﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ: ''حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشادفرمایا: جس شخص نے اذان سن کر کہا: اشهدان لا اله الا الله الخ ''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور یہ کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں، میں اللہ کے رب ہونے پر محمد ﷺ کے رسول ہونے پر اور اسلام کے دین ہونے پر راضی ہوں'' تو اس کے گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں۔''

لغات: ❖ ذنبه: ذنبًا (ض ن) بمعنی پیچھے لگا رہنا اور ذنب بمعنی گناہ، یا خطا جمع ذنوب اور جمع الجمع ذُنُوبات آتی ہے۔

تشریح: حِیْنَ یَسْمَعُ الْمُؤَذِّنَ: جب موذن کی آواز سنے تو یہ پڑھے کلمہ شہادت اور ''رَضِیْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَبِمُحَمَّدٍ الخ'' یہ دعا کب پڑھی جائے گی؟ اس میں محدثین کے دوقول ہیں:

1. پہلاقول یہ ہے کہ جب موذن ''اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الخ'' کہے۔
2. دوسرا قول یہ ہے کہ اذان کے ختم ہونے کے بعد یہ کلمات پڑھیں۔

علماء نے دوسرے قول کو ہی راجح قرار دیا ہے کیونکہ اس میں اذان کے دوسرے کلمات کے جواب بھی وہ دے سکے گا۔(۱)

تخریج حدیث: أخرجه صحیح مسلم کتاب الصلاة (باب القول مثل قول الموذن) واحمد ۱/۱۵٦٥ و ابوداؤد و الترمذی والنسائی وابن ماجه و هکذا فی البیهقی ۱/ ۴۱۰۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث (٦) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) مظاہر حق ۱/۴۷۴

اذان اور تکبیر کے درمیان دعا رد نہیں ہوتی

(۱۰۴۱) ﴿وَعَنْ أَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "اَلدُّعَاءُ لَایُرَدُّ بَیْنَ الْأَذَانِ وَالْإِقَامَةِ"﴾ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَقَالَ: حَدِیْثٌ حَسَنٌ.

ترجمہ: ''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشادفرمایا: اذان اور تکبیر کے درمیان کی گئی

دعا رد نہیں کی جاتی۔" (ترمذی اور امام ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن ہے)

لغات: ❖ لایرد: (ن) ردًا بمعنی لوٹانا واپس کرنا۔ عن کذا پھیرنا۔ ردّفلانًا: خطا کار ٹھہرانا۔ الباب: بھیڑ دینا۔

تشریح: لَایُرَدُّ بَیْنَ الْاَذَانِ وَالْاِقَامَةِ: اذان اور تکبیر کے درمیان دعا رد نہیں کی جاتی۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ: "اَلدَّعْوَةُ لَا تُرَدُّ بَیْنَ الْاَذَانِ وَالْاِقَامَةِ"[1] دعا رد نہیں ہوتی اذان اور اقامت کے درمیان کی۔ ایک اور روایت میں آتا ہے: "اَلدُّعَاءُ بَیْنَ الْاَذَانِ وَالْاِقَامَةِ یُسْتَجَابُ فَادْعُوْا[2] دعا اذان اور اقامت کے درمیان کی قبول ہوتی ہے، اس لئے اس وقت میں دعا مانگو۔ اس سلسلہ میں علامہ قاضی ابوبکر محمد بن عبداللہ المعروف ابن عربی فرماتے ہیں کہ اذان کے بعد رحمت کے دروازے کھل جاتے ہیں[3] اس لئے جلدی دعا قبول ہوتی ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه سنن ابی داؤد کتاب الصلاۃ (باب ما جاء فی الدعاء بین الاذان والاقامة) و سنن الترمذی ابواب الصلاۃ (باب ماجاء فی ان الدعاء لایردبین الاذان والاقامة) واحمد ٤/١٣٣٥٦ وابن حبان ١٦٩٦ ومصنف ابن ابی شیبة ٢٢٦ ومصنف ابن عبدالرزاق ١٩٠٩ وهکذا فی البیهقی ١/٤١٠۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث (۱۵) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) مسند احمد ۱/۱۵۶۵ (۲) ابن حبان ۱۶۹۳ (۳) روضۃ المتقین ۳/۸۴

وهذا آخر ما اردنا من ایراد شرح "روضة الصالحین"

فی حل ریاض الصالحین للامام النووی رحمه الله تعالیٰ:

وبه تم المجلد الثالث:

ویلیه باذن الله تعال المجلد الرابع واوله:

"باب فضل الصلوات"

سبحانک لا علم لنا الا ما علمتنا انک انت العلیم الحکیم. وتب علینا یا مولانا انک انت التواب الرحیم

سبحان ربک ربِّ العزة عما یصفون وسلام علی المرسلین والحمد لله رب العلمین.

مؤلف: مولانا محمد حسین صدیقی عفا الله عنه.

استاذ الحدیث جامعه بنوریه سائٹ کراتشی)

التاریخ ١٨/١٠/١٤٢٦ ه